

ملفوظات

حضرت مرزا غلام احمد قادیانی

سیخ موعود و مہدی مہود

بانی جماعت احمدیہ

جلد دوم

شیطان چاہتا ہے کہ ہمارے ملفوظات لوگوں کی نظر سے غائب
کردے مگر ایسا نہیں ہو گا۔

(بدر ۶ ستمبر ۱۹۰۶ء و الحکم ۱۰ ستمبر ۱۹۰۶ء)

Published by
NAZARAT ISHA'AT RABWAH PAKISTAN

Printed by
ZIA - UL - ISLAM PRESS RABWAH.

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُكَ يَا قَدِیْقُ عَالَمِ الْاَسْمَاءِ الْاَكْبَرِیْمِ

وَكُلِّیْ عِبَادَةَ الرَّسُوْلِ الْمَوْجُوْدِ

XXXXXXXXXXXX

ملفوظات حضرت سید امجد علی شاہ



سہ ماہی نمبر ۱۹

نجات کی حقیقت

قرآناً: ایک ضروری اور خود طلب سوال ہے جس کو کل دنیا کی قوموں اور سب مذہبوں نے اپنی اپنی جگہ محسوس کیا ہے اور وہ سوال یہ ہے کہ انسان کیونکر

بچ سکتا ہے؟ یہ سوال حقیقت میں ہر انسان کے اندر سے پیدا ہوتا ہے جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ کس طرح پر نفس بے قابو ہو جاتا ہے اور مختلف قسم کے خیالات فاسدہ بد کاری کے آگے آ کر اس کو گھیر لیتے ہیں۔ ان گناہوں سے بچنے کے واسطے ہر قوم نے کوئی نہ کوئی ذریعہ قرار دیا ہے اور کوئی حیلہ نکالا ہے۔ جیسا کہ انہوں نے اس عام ضرورت اور سوال سے فائدہ اٹھا کر ایک حیلہ پیش کیا ہے کہ مسیح کا خون نجات دیتا ہے۔

سب سے اول یہ دیکھنا ضروری ہے کہ نجات ہے کیا چیز؟ نجات کی حقیقت تو یہی ہے کہ انسان گناہوں سے بچ جاوے اور فاسقانہ خیالات آگے آ کر دل کو سیاہ کرتے ہیں۔ ان کا سلسلہ بند ہو کر سچی پاکیزگی پیدا ہو۔ اب ہم دیکھتے ہیں کہ جیسا کہ انہوں نے گناہ سے بچنے کی ضرورت کو محسوس کیا اور اس سے فائدہ اٹھا کر نجات طلب لوگوں کے سامنے یہ پیش کر دیا کہ مسیح کا خون ہی ہے جو گناہوں سے بچا سکتا ہے۔

مگر ہم کہتے ہیں کہ اگر مسیح کا خون یا کفارہ انسان کو گناہوں سے بچا سکتا ہے، تو سب سے پہلے ہم یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کفارہ میں اور گناہوں سے بچنے میں کوئی رشتہ بھی ہے۔ یا نہیں؟ جب ہم خود کرتے ہیں تو صاف معلوم

ہوتا ہے کہ ان دونوں میں باہم کوئی رشتہ اور تعلق نہیں۔ مثلاً اگر ایک مریض کسی طبیب کے پاس آدے، تو طبیب اس کا علاج کرنے کے بجائے اُسے یہ کہدے تو میری کتاب کا جُز لکھ دے تیرا علاج ہی ہے۔ تو کون مصلحت اس علاج کو قبول کرے گا۔ پس مسخ کے خون اور گناہ کے علاج میں اگر یہی رشتہ نہیں ہے، تو اور کونسا رشتہ ہے۔ یا یوں کہو کہ ایک شخص کے سر میں درد ہوتا ہو اور دوسرا آدمی اس پر رحم کھا کر اپنے سر میں پتھر مارے اور اس کے دردِ سر کا اُسے علاج تجویز کرے۔ یہ کیسی ہنسی کی بات ہے۔ پس ہیں کوئی بتا دے کہ عیسائیوں نے ہمارے سامنے پیش کیا کیا ہے جو کچھ وہ پیش کرتے ہیں وہ تو ایک قابلِ شرم بناوٹ ہے گناہوں کا علاج کیا؟ یسوع کی خود کشی جس کو گناہوں سے پاک سونے کے واسطے کوئی حقیقی رشتہ بھی نہیں۔ ہم بارہا حیران ہوتے ہیں کہ حضرت مسیح کو یہ سوچا گیا؟ جو دوسرے کو نجات دلانے کے لیے آپ صلیب اختیار کی۔ اگر وہ اس صلیب کی موت سے (جو لعنت تک لے جاتی ہے اور عیسائیوں کے قول اور اعتقاد کے موافق کفارہ کے لیے لعنتی ہو جانا ضروری ہے کیونکہ وہ گناہوں کی سزا ہے) اپنے آپ کو بچائے اور کسی مقول طریق پر بنی نوع کو فائدہ پہنچاتے، تو وہ اس خود کشی سے بدرجہا بہتر اور مفید ہوتا۔

خونِ کفارہ کے ابطال پر یہ زبردست دلیل ہے اور کفارہ میں باہم کوئی رشتہ نہیں۔ پھر دوسری دلیل اس کے باطل ہونے پر یہ ہے کہ کفارہ نے اس فطری خواہش کو کہ گناہوں سے انسان بچ جاوے، کہا شک پورا کیا۔ اسکا جواب صاف ہے کہ کچھ بھی نہیں؛ چونکہ تعلق کوئی نہ تھا۔ اس لیے کفارہ گناہوں کے اس جوش اور سیلاب کو روک نہ سکا۔ اگر کفارہ میں گناہوں سے بچانے کی کوئی تاثیر ہوتی، تو یورپ کے مرد و عورت گناہوں سے مزدور پنچے رہتے۔ ہر قسم کے گناہ یورپ کے خواص و عوام میں پائے جاتے ہیں۔ اگر کسی کو شک ہو تو وہ لندن کے پارکوں اور پیرس کے ہوٹلوں میں جا کر دیکھ لے کیا ہوتا ہے۔ زنا کی کثرت خوف دلاتی ہے کہ کہیں زنا کے جواز کا ہی فتویٰ نہ ہو جاوے۔ گو عملِ طواہر پر تو نظر آتا ہے۔ شراب کا استعمال، اس قدر کثرت سے بڑھتا جاتا ہے کہ کچھ روز ہوتے ایک عورت نے کسی ہوٹل میں پینے کو پانی مانگا، تو انہوں نے کہا کہ پانی تو برتن دھونے یا نہانے وغیرہ کے کام آتا ہے پینے کے لیے تو شراب ہی ہوتی ہے۔ پس اب غور کر کے دیکھو کہ گناہ کے سیلاب کو روکنے کے واسطے خونِ مسیح کا تو بند کافی نہیں ہوا، بلکہ اپنی زد میں اُس نے پہلے بندوں کو بھی توڑ دیا اور پوری آزادی اور اباحت کے قریب پہنچا دیا۔

گناہ سے بچنے کا طریق

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ کفارہ تو بیشک گناہوں سے بچا نہیں سکتا۔ مگر کیا کوئی اور طریق ہے جس سے انسان گناہوں سے بچ جاوے؟ میں کہتا ہوں کہ ہاں علاج ہے اور ضرور ہے اور وہ علاج یقینی علاج ہے، مگر جیسے سچی باتوں کے ساتھ مشکلات ہوتی ہیں۔ ویسے ہی یہ علاج بھی مشکلات سے خالی نہیں۔ یہ یاد رکھو کہ بھوٹ کے ساتھ مشکلات نہیں ہوتی ہیں۔ مثلاً ایک یہ کیا کہ جو یہ کہتا ہے کہ میں ایک دم میں ایک ہزار کا دو ہزار بنا دیتا ہوں۔ وہ مشکلات اس فعل کے لیے نہیں رکھتا۔

لیکن ایک زمیندار کو کس قدر مشکلات کا سامنا ہوتا ہے یا ایک تاجر کو اپنے مال کو کس طرح خطرہ میں ڈالنا پڑتا ہے۔ ایسا ہی ایک ملازم قسم قسم کی پابندیوں اور ماتحتیوں کے نیچے اگر کن مشکلات میں ہے۔ پس تم سہل باتوں سے ڈرو، جو چھوٹک مار کر سب کچھ بنا دینا چاہتے ہیں۔ وہ خطرناک حیار ہیں۔

میرا مطلب یہ ہے کہ عیسائیوں کا گناہ کا علاج تو بجز اباحت کے کوئی فائدہ نہیں پہنچاتا۔ عیسائی باشس ہر چہ خواہی بگن۔

اور یہی وجہ ہے کہ اس مسئلہ کے اعتقاد کی وجہ سے دہر تیت کی رگ پیدا ہو جاتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ انسان گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے اور جس قدر تم افکار کی مہلک تاثیر کی ہیبت اس کو اس کے کھانے سے باز رکھتی ہے اس قدر بھی خدا کی ہیبت اس کو نافرمانی سے نہیں روکتی۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ خدا کی عظمت اس کی ہیبت، جلال اور اقتدار سے بے خبر ہے۔ تب ہی تو نافرمانی اور سرکشی کو ایک معمولی بات سمجھتا ہے اور گناہ پر دلیر ہو جاتا ہے اور نہیں ڈرتا۔ ادنیٰ درجہ کے حکام اور ان کے چراسیوں تک کی نافرمانی سے اس کی جان گھٹ جاتی ہے، مگر خدا کی نافرمانی سے اس کے دل پر لرزہ نہیں پڑتا، کیونکہ خدا شناسی کی معرفت اسے نہیں ملے گی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ گناہ کا علاج جو ہم دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ سو اس کے دوسرا علاج نہیں ہے اور وہ یہی ہے کہ خدا کی معرفت لوگوں کو حاصل ہو۔

تمام سعادت مندیوں کا مدار خدا شناسی پر ہے اور نفسانی جذبات اور شیطانی محرکات

خدا کی معرفت کا ملہ

سے روکنے والی صرف ایک ہی چیز ہے جو خدا کی معرفت کا ملہ کہلاتی ہے جس سے پتہ لگ جاتا ہے کہ خدا ہے۔ وہ بڑا قادی ہے۔ وہ ذوالعذاب الشدید ہے۔ یہی ایک نسخہ ہے جو انسان کی متمدانہ زندگی پر ایک بمبم کرنے والی بمبلی گراتا ہے۔ پس جب تک انسان اٰمَنَتْ بِاللّٰهِ کی مدد سے نکل کر عَشَقَتْ اللّٰه کی منزل میں قدم نہیں رکھتا۔ اس کا گناہوں سے بچنا محال ہے۔ اور یہ بات کہ ہم خدا کی معرفت اور اس کی صفات پر یقین لانے سے گناہوں سے کیونکر بچ جائیں گے۔ ایک ایسی صداقت ہے جس کو ہم ٹھٹھلا نہیں سکتے۔ ہمارا روزانہ تجربہ اس امر کی دلیل ہے کہ جس سے انسان ڈرتا ہے۔ اس کے نزدیک نہیں جانا۔ مثلاً جبکہ یہ علم ہو کہ سانپ ٹوس لیتا ہے اور اس کا ڈسا ہوا ہلاک ہو جاتا ہے، تو کون دانش مند ہے جو اس کے ٹسنے میں اپنا ہاتھ دینا تو درکنار کہی ایسے سوٹے کے نزدیک بھی جانا پسند کرے جس سے کوئی ذہیر پلاسا نپ مارا گیا ہو۔ اُسے خیال ہوتا ہے کہ کہیں اس کے ذہر کا اثر اس میں باقی نہ ہو۔ اگر کسی کو معلوم ہو جائے کہ فلاں جگہ میں شیر ہے تو ممکن نہیں کہ وہ اس میں سفر کر سکے یا کم از کم تنہا جاسکے۔ بچوں تک میں یہ مادہ اور شعور موجود ہے کہ جس چیز کے خطرناک ہونے کا ان کو یقین دلایا گیا ہے، وہ اس سے ڈرتے ہیں۔

پس جب تک انسان میں خدا کی معرفت اور گناہوں کے زہر کا یقین پیدا نہ ہو، کوئی اور طریق خواہ کسی کی خودکشی ہو یا قربانی کا خون، نجات نہیں دے سکتا اور گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں کر سکتا۔ یقیناً یاد رکھو کہ گناہوں کا سیلاب اور نفسانی جذبات کا دریا بجز اس کے رُک ہی نہیں سکتا کہ ایک چمکتا ہوا یقین اس کو حاصل ہو کہ خدا ہے۔ اور اس کی تلوار ہے جو ہر ایک نافرمان پر بجلی کی طرح گرتی ہے۔ جب تک یہ پیدا نہ ہو گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اگر کوئی کہے کہ ہم خدا پر ایمان لاتے ہیں اور اس بات پر بھی ایمان لاتے کہ وہ نافرمانوں کو سزا دیتا ہے، مگر گناہ ہم سے دُور نہیں ہوتے۔ میں جواب میں یہی کہوں گا کہ یہ جھوٹ ہے اور نفس کا معاملہ ہے۔ سچے ایمان اور سچے یقین اور گناہ میں باہم عداوت ہے جہاں سچی معرفت اور چمکتا ہوا یقین خدا پر ہو، وہاں ممکن نہیں کہ گناہ رہے۔

انسانی فطرت میں یہ خاصیت ہے جو کہ سچی معرفت نقصان سے بچا لیتی ہے جیسا کہ سانپ یا شیر یا زہر کی مثال سے بتایا گیا ہے پھر یہ بات کیونکر درست ہو سکتی ہے کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی دُور نہ ہو۔ میں دیکھتا ہوں کہ ان فری میسنوں میں محض ایک رُعب کا سلسلہ ان کے اُسرار کے اظہار سے روکتا ہے اور کچھ نہیں۔ پھر خدا کی عظمت و جبروت پر ایمان گناہ سے نہیں بچا سکتا؟ بچا سکتا ہے اور ضرور بچا سکتا ہے۔

پس گناہ سے بچنے کے لیے حقیقی راہ خدا کی تجلیات میں اور اس آنکھ کو پیدا کرنا شرط ہے جو خدا کی عظمت کو دیکھ لے اور اس یقین کی ضرورت ہے جو گناہ کے زہر پر پیدا ہو۔ زمین سے تاریکی پیدا ہوتی ہے اور آسمان اس تاریکی کو دُور کرتا ہے اور ایک روشنی عطا کرتا ہے۔ زمینی آنکھ بے نور ہوتی ہے جب تک آسمانی روشنی کا طلوع اور ظہور نہ ہو۔ اس لیے جب تک آسمانی نور جو نشانات کے دُک میں لٹا ہے کسی دل کو تاریکی سے نجات نہ دے انسان اس پاکیزگی کو کب پاسکتا ہے جو گناہ سے بچنے میں ملتی ہے۔ پس گناہوں سے بچنے کے لیے اس نور کی تلاش کرنی چاہیے جو یقین کی روشنی کے ساتھ آسمان سے اُترتا ہے اور ایک ہمت، قوت عطا کرتا ہے اور تمام قسم کے گرد و غبار سے دل کو پاک کرتا ہے۔ اس وقت انسان گناہ کے زہر خاک اثر کو شناخت کر لیتا اور اس سے دُور بھاگتا ہے۔ جب تک یہ حاصل نہیں۔ گناہوں سے بچنا محال ہے۔ یہ طریق ہے جو ہم پیش کرتے ہیں۔ اس پر اگر کوئی اعتراض ہو سکتا ہے، تو بیشک ہر ایک شخص کو اجازت دیتے ہیں کہ وہ ہمارے سامنے اس کو بیان کرے تاکہ ایسا نہ ہو کہ وہ کسی عیسائی کے سامنے اس اصل کو بیان کرے اور پھر اس کا کوئی اعتراض سُن کر شرمندہ ہو جو اعتراض اس پر ہو سکتا ہو، بیشک کیا جاوے؟

فرمایا: بیشک یہ بات ہے جس کو میں خود بھی بیان کرنا چاہتا تھا۔ یہ بات کہ ایسا یقین کیونکر پیدا ہو؟ اس کے لیے تنہا ہی

صداق کا وجود خدا نما وجود ہوتا ہے

کہنا چاہتے ہیں کہ ایسے یقین کے خواہش مند کے لیے ضروری ہے کہ وہ (کو لُوْا مَعَ الصَّادِقِیْنِ) (التوبہ: ۱۱۹) سے جنت لے۔ صادق سے صرف یہی مراد نہیں کہ انسان زبان سے ٹھوٹ نہ بولے۔ یہ بات تو بہت سے ہندوؤں اور دہریوں میں بھی ہو سکتی ہے، بلکہ صادق سے مراد وہ شخص ہے جس کی ہر بات صداقت اور راستی ہونے کے علاوہ اس کے ہر حرکات و سکنات و قول سب صادق سے بھرے ہونے ہوں۔ گویا یہ کہو کہ اس کا وجود ہی صادق ہو گیا ہو۔ اور اس کے اس صدق پر بہت سی تائیدی نشان اور آسمانی خوارق گواہ ہوں۔ چونکہ مجتہد کا اثر ضرور ہوتا ہے اس لیے جو شخص ایسے آدمی کے پاس جو حرکات و سکنات، افعال و اقوال میں خدائی نمونہ اپنے اندر رکھتا ہے صحت نیت اور پاک ارادہ اور مستقیم جہت سے ایک مدت تک رہے گا، تو یقین کا ل ہے کہ وہ اگر دہریہ بھی ہو تو آخر خدا تعالیٰ کے وجود پر ایمان لے آئے گا، کیونکہ صادق کا وجود خدا نما وجود ہوتا ہے۔

انسان اصل میں انسان سے ہے۔ یعنی دو مجتہدوں کا مجموعہ ہے۔ ایک اُنس وہ خدا سے کرتا ہے دوسرا اُنس انسان سے چونکہ انسان کو تو اپنے قریب پانا اور دیکھنا ہے اور اپنی بنی نوع کی وجہ سے اس سے جھٹ پٹ متاثر ہو جاتا ہے۔ اس لیے کامل انسان کی صحبت اور صادق کی صحبت اُسے وہ نور عطا کرتی ہے جس سے خدا کو دیکھ لیتا ہے اور گنا ہوں سے بچ جاتا ہے۔

انسان کے دراصل دو وجود ہوتے ہیں۔ ایک وجود تو وہ ہے جو ماں کے پیٹ میں تیار ہوتا ہے اور جسے ہم تم سب دیکھتے ہیں۔ جسے لے کر وہ باہر آجاتا ہے اور یہ وجود بلا کسی فرق کے سب کو ملتا ہے، لیکن ایک اور وجود بھی انسان کو دیا جاتا ہے جو صادق کی صحبت میں تیار ہوتا ہے۔ یہ وجود بظاہر ایسا نہیں ہوتا کہ ہم اُسے چھو کر یا ٹٹول کر دیکھ لیں، مگر وہ ایسا وجود ہوتا ہے کہ اس وجود پر ایک قسم کی موت وارد ہو جاتی ہے۔ وہ خیالات، وہ افعال اور حرکات جو اس سے پہلے صادر ہوتے تھے۔ یا دل میں گذرتے تھے۔ یہ اُن سے بالکل الگ ہو جاتا ہے اور شبہات جو اس کے دل کو تاریک کئے رہتے تھے، ان سے اس کو نجات مل جاتی ہے اور یہی وجود حقیقی نجات ہوتی ہے۔ جو سچی پاکیزگی کے بعد ملتا ہے، کیونکہ جب تک شبہات سے نجات نہیں۔ اس کو تاریکی سے نجات نہیں اور سچی پاکیزگی اُسے میسر نہیں اور وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کی عظمت و ہیبت کا اس کے دل پر اثر نہیں ہو سکتا اور سچ تو یہ ہے کہ وہ خدا کو دیکھ نہیں سکتا اور جو شخص اس دُنیا میں خدا کے دیکھنے سے بے نصیب ہے وہ قیامت کو بھی محروم ہی ہوگا۔ جیسے خدا نے خود فرمایا ہے۔ مَن كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی
فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی (بنی اسرائیل: ۷۳) اس سے یہ مراد تو نہیں ہو سکتی کہ جو اس دُنیا میں اندھے ہیں، وہ قیامت کو بھی اندھے ہی ہوں گے، بلکہ اس کا مفہوم یہی ہے کہ خدا کو دھونڈنے والوں کے دل نشانات سے ایسے متور کیے جاتے ہیں کہ وہ خدا کو دیکھ لیتے ہیں اور اس کی عظمت و جبروت کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ یہاں تک

کہ دنیا کی ساری عظمتیں اور بزرگیاں اُن کی نگاہ میں سچ ہو جاتی ہیں اور اگر خدا کو دیکھنے کی آنکھیں اور اس کے دریافت کرنے کے حواس سے اس دنیا میں اس کو حصہ نہیں ملتا تو اس دوسرے عالم میں بھی نہیں دیکھ سکے گا۔

پس اللہ تعالیٰ کو جیسا کہ وہ ہے کسی غلطی کے بُدوں شناخت کرنا اور اسی دنیا میں سچے اور صحیح طور پر اس کی اُس صفات کی معرفت حاصل کرنا ہی تمام روشنیوں اور تجلیات کی کلید ہے۔ اسی سے وہ آگ پیدا ہوتی ہے جو پہلے انسان کی گہنگار حالت پر موت وارد کرتی ہے اور اس کو جلا دیتی ہے اور پھر اس کو نور عطا کرتی ہے جس سے وہ گناہ کو شناخت کرتا اور اس کی زہر پر اطلاق پا کر اس سے ڈرتا اور دور بھاگتا ہے۔ پس یہی وہ دو قسم کی آگ ہے جو ایک طرف گناہ کو جلاتی اور دوسری طرف نیکیوں کی قدرت عطا کرتی ہے اور اس کا نام جلال اور جمال کی آگ ہے کیونکہ گناہ سے تو جلالی رنگ اور ہیبت ہی سے بچ سکتا ہے جب یہ علم ہو کہ اللہ تعالیٰ اس گناہ کی سزا میں شدید العذاب ہے اور مَا لَنْتَ بِؤْمَرِ السَّعْتِیْنِ ہے، تو انسان پر ایک ہیبت طاری ہو جائے گی جو اس کو گناہ سے بچالے گی۔ اور جمال نیکیوں کی طرف جذب کرتا ہے جبکہ یہ معلوم ہو جائے کہ خدا تعالیٰ اَزْبَتِ الْعَاقِبِیْنَ ہے۔ رَحْمٰنٌ ہے۔ کَحِیْمٌ ہے۔ تو بے اختیار ہو کر دل اُس کی طرف کھینچا جائے گا اور ایک سرور اور لذت کے ساتھ نیکیوں کا صدور ہونے لگے گا۔ جیسے چاندی یا سونے کے صاف کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ اسے کھٹالی میں ڈال کر خوب آگ روشن کی جاوے۔ اس سے اس کا وہ سارا میل کپیل جو بلہ ہوا ہوتا ہے فی العود الگ ہو جاتا ہے اور پھر اس کو عمدہ اور خوب صورت زیور کی شکل میں لانے کے واسطے جو کبھی حسین کے لیے بنایا جائے اس بات کی ضرورت ہے کہ پھر آگ دے کر نئے سے مفید مطلب بنایا جائے۔

جب تک وہ ان دونوں آگوں کے بیچ میں رکھنا جاوے، وہ خوب صورت اور درخشاں زیور کی شکل اختیار نہیں کر سکتا۔ اسی طرح انسان جب تک جلالی اور جمالی آگ میں ڈالا نہ جائے وہ گناہ سوز فطرت لے کر نیک بننے کے قابل نہیں ہوتا۔

اس لیے پہلے گناہ جلا یا جاتا ہے اور پھر جمالی آگ سے نیکی کی قوت عطا ہوتی ہے اور پھر فطرت میں ایک روشنی اور چمک آتی ہے جو نیکی اور بدی میں تمیز بنا کر نیکی کی طرف جذب کرتی ہے۔ اس وقت ایک نئی پیدائش مٹی ہے سُودۃ الثہر میں اس پیدائش کی حالت کا بیان کافوری اور زنجبیل شربت کی مثال سے دیا ہے، چنانچہ پہلے فرمایا: اِنَّ الْاَبْرَارَیْ شَرُّوْنَ مِنْ کَانَیْمْ کَانَ مِزَاجُہُمْ کَا فَحْوًا (الذہر: ۶) یعنی مومن جو خدا کے نیک بندے ہیں وہ کافوری پیلے پیتے ہیں۔ کَا فَحْوٌ کَا فَحْوً اس لیے اختیار کیا گیا ہے کہ کَحْمًا ڈھاکنے کو کہتے ہیں۔ اور کافور مبالغہ کا معنی ہے۔ یعنی بہت ڈھاکنے والا۔ ایسے ہی طاحون بھی ہے۔ میں سمجھتا ہوں طاحون اس لیے نام رکھا ہے کہ یہ اہل حق پر طعن کرنے سے پیدا ہوتی ہے اور طاحون اور دیگر امراض و بانی ہسینہ میں کافور ایک

عُذْرہ چیز ہے اور مفید ثابت ہوتی ہے۔ غرض کافوری پیالے کا پہلے ذکر کیا ہے اور یہ اس لیے ہے کہ اول یہ بتایا جائے کہ کامل ہونے کے لیے کافوری پیالہ پہلے مینا چاہیے تاکہ دُنیا کی محبت سرد ہو جائے۔ اور وہ فسق و فجور کے خیالات جو دل سے پیدا ہوتے تھے اور جن کی زہر رُوح کو ہلاک کرتی تھی، دبا ئے جائیں اور اس طرح پرگناہ کی حالت سے انسان نکل آئے پس چونکہ پہلے میل کُجیل کا دُور ہونا ضروری تھا۔ اس لیے کافوری پیالہ پلایا گیا۔ اس کے بعد دوسرا حصہ زنجبیل ہے۔

زنجبیل اصل میں دو نقطوں سے مرکب ہے۔ رُخَا اور جُجیل سے۔ اور زَنَا لُغَتِ عرب میں اُدھر چڑھنے کو کہتے ہیں اور جُجیل پہاڑ کو۔ اور اس مرکب لفظ کے معنی یہ ہوتے کہ پہاڑ پر چڑھ گیا اور یہ صاف بات ہے کہ ایک زہریلے اور دوائی مرض کے بعد انسان کو اعلیٰ درجہ کی صحت تک پہنچنے کے واسطے دو حالتوں میں سے گزرنا ہوتا ہے۔ پہلی وہ حالت ہوتی ہے جبکہ زہریلے اور خطرناک مادے رُک جاتے ہیں اور ان میں اصلاح کی صورت پیدا ہوتی ہے اور زہریلے حلوں سے نجات ملتی ہے اور وہ مواد دبا ئے جاتے ہیں۔ مگر اعضا بدستور کمزور ہوتے ہیں اور ان میں کوئی قوت اور سکت نہیں ہوتی جس سے وہ کام کرنے کے قابل ہو۔ ایک دہلوی کی سی حالت ہوتی ہے۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے جس کو کافوری پیالے پینے سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس حالت میں گناہ کا زہر دیا جاتا ہے اور اس جوش کو ٹھنڈا کیا جاتا ہے جو نفس کی سرکشی اور جوش کی حالت میں ہوتا ہے۔ مگر ابھی نیکی کرنے کی قوت نہیں آتی۔

پس دوسری حالت جو زنجبیل حالت ہے وہ وہی ہے جبکہ صحت کامل کے بعد توانائی اور طاقت آ جائے۔ یہاں تک کہ پہاڑوں پر بھی چڑھ سکے اور زنجبیل بجائے خود چونکہ حرارت غریزی کو بڑھاتی ہے۔ اس لیے اَلْحَدِثُ لُغَةً نے اس دُکڑے سے بتایا کہ پہلے مومنوں کے گناہوں کی حالت پر موت آتی ہے اور پھر انہیں نیکی کی توفیق اور قوت ملتی ہے۔ گناہ کی حالت میں انسان لپٹی اور ذلت میں ہوتا ہے اور جوں جوں گناہ کرتا جاتا ہے، نیچے ہی نیچے چلا جاتا ہے۔ لیکن جب گناہوں پر موت آتی ہے، تو وہ اس لپٹی کے گڑھے میں ہی پڑا ہوا ہوتا ہے۔ جب تک اُدھر چڑھنے کے لیے اسے زنجبیل شربت نہ ملے۔ پس نیکیوں کی توفیق عطا ہونے پر وہ پھر اُدھر چڑھنا شروع کرتا ہے اور یہ پہاڑی گھاٹیاں وہی ہیں۔ جو صِبْطُ الَّذِيْنَ اَلْعَمَّتْ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: ۷) میں بیان ہوئی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے راستبازوں اور شرم علیہم کی راہ ہی وہ اصل مقصود ہے جو انسان کے لیے خدا تعالیٰ نے رکھی ہے۔

چونکہ خدا تعالیٰ واحد ہے اور وحدت کو پیا کرتا ہے، اس لیے سب کام وحدت ہی کے ذریعہ کرتا ہے۔ وہ اگر چاہتا، تو سب کو نبی بنا دیتا۔ مگر یہ امر وحدت کے خلاف تھا۔ اس لیے ایسا نہیں کیا، تاہم اس میں نخل بھی نہیں ہے۔ ہر ایک شخص جو اس راہ کو اختیار کرنے کے لیے سچا مجاہد کرتا ہے وہ اس کا لُطْف اور ذوق اُٹھا

یسا ہے۔ اسی لیے کہا گیا ہے کہ اُمت میں ابدال ہوتے ہیں جن کی فطرت کو بدلا دیا جاتا ہے اور یہ تبدیلی اتباع سنت اور دعوتوں سے طبعی ہے۔

گناہ کی تعریف فرمایا: یہ ان لوگوں کی فعلی ہے۔ گناہ کی تعریف میں انھوں نے دھوکا کھایا ہے۔ گناہ اصل میں جُنَاح سے لیا گیا ہے اور ج کا تبادلاً گ سے کیا گیا ہے۔ جیسے فارسی دانے کہتے ہیں۔ اور جُنَاح اصل میں عداً کسی طرف میل کرنے کو کہتے ہیں۔ پس گناہ ہے یہ مُراد ہے کہ عداً بدی کی طرف میل کیا جاوے پس میں ہرگز نہیں مان سکتا کہ انبیاء علیہم السلام سے یہ حرکت مرزود ہو اور قرآن شریف میں اس کا ذکر بھی نہیں۔ انبیاء علیہم السلام سے گناہ کا صدور اس لیے ناممکن ہے کہ عارفانہ حالت کے انتہائی مقام پر وہ ہوتے ہیں اور یہ نہیں ہو سکتا کہ عارف بدی کی طرف میل کرے۔“

فرمایا: عقلی سے تو عدا نہیں پایا جاتا، کیونکہ دوسری جگہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ فَسَبِّحْ ذِكْرَهُ عَزْمًا (ظہ: ۱۱۴) عقلی سے یاد آیا میرا ایک فقرہ ہے۔ الْعَصَا عِلَاجٌ مِّنْ عَصَىٰ۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جلالی تجلیات ہی سے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے۔“

۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء۔ بوقت صبح ساڑھے آٹھ بجے۔

مستر ڈکن سیاح کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا:

حضرت اقدس: ہماری دلی آرزو یہی ہے کہ آپ چند روز ہمارے پاس اور ٹھہریں تاکہ میں اسلام کی وہ روحانی فلاسفی جو اس زمانہ میں غفی مٹی اور جو خدا نے مجھے عطا کی ہے، آپ کو سمجھاؤں۔“

مستر ڈکن: میں آپ کا اربس ممنون ہوں، مگر آج مجھے جانا ہی چاہیے۔ میں نے کچھ کچھ سن لیا ہے۔“

حضرت اقدس: ”چونکہ آپ کو چلے جانا ہے۔ اس لیے میں چاہتا ہوں کہ کچھ تو اپنے مقصد کو بیان کر دوں۔“

انبیاء علیہم السلام کی دُنیا میں آنے کی سبب بڑی غرض اور ان کی تعلیم اور تبلیغ کا عظیم الشان مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگ خدا تعالیٰ

سیح موعود کی بعثت کا مقصد

۱۔ الحکمہ جلد ۵ نمبر ۴ صفحہ ۱۲ تا ۱۴ پرچہ ۳۰ نومبر ۱۹۰۱ء

۲۔ الحکمہ جلد ۵ نمبر ۴۵ ص ۲-۱ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۱ء

کشناخت کریں اور اس زندگی سے جو انہیں جہنم اور ہلاکت کی طرف لے جاتی ہے اور جس کو گناہ آلود زندگی کہتے ہیں۔ نجات پائیں۔ حقیقت میں یہی بڑا بیماری مقصد ان کے آگے ہوتا ہے۔ پس اس وقت بھی جو خدا تعالیٰ نے ایک سلسلہ قائم کیا ہے اور اس نے مجھے دعوت فرمایا ہے۔ تو میرے کہنے کی غرض بھی وہی مشترک غرض ہے جو سب نبیوں کی تھی۔ یعنی میں بتانا چاہتا ہوں کہ خدا کیا ہے؛ بلکہ دکھانا چاہتا ہوں۔ اور گناہ سے بچنے کی راہ کی طرف رہبری کرتا ہوں۔ دنیائیں لوگوں نے جس قدر طریقے اور حیلے گناہ سے بچنے کے لیے نکالے ہیں اور خدا کی شناخت کے جو اصول تجویز کیے ہیں، وہ انسانی خیالات، ہونے کی وجہ سے بالکل غلط ہیں اور محض خیالی باتیں ہیں جن میں سمجانی کی کوئی روح نہیں ہے۔ میں ابھی بتاؤں گا اور دلائل سے واضح کر دوں گا کہ گناہوں سے بچنے کا صرف ایک ہی طریق ہے اور وہ یہ ہے کہ اس بات پر کامل یقین انسان کو ہو جاوے کہ خدا ہے اور وہ جزا سزا دیتا ہے۔ جب تک اس اصول پر یقین کامل نہ ہو، گناہ کی زندگی پر موت وارد نہیں ہو سکتی۔ دراصل خدا ہے اور ہونا چاہیے۔ یہ دو لفظ ہیں جن میں بہت بڑے غور اور فکر کی ضرورت ہے۔

پہلی بات کہ خدا ہے۔ یہ علم الیقین، بلکہ حق الیقین کی ترسے نکلتی ہے اور دوسری بات قیاسی اور ظنی ہے۔ مثلاً ایک شخص جو فلاسفر اور حکیم ہو وہ صرف، نظام شمسی اور دیگر اجرام اور موضوعات پر نظر کر کے صرف اتنا ہی کہہ دے کہ اس ترتیب محکم اور آبیح نظام کو دیکھ کر میں کہتا ہوں کہ ایک تدبیر اور حکیم و عظیم مصلح کی ضرورت ہے، تو اس سے یقین کے اس درجہ پر ہرگز نہیں پہنچ سکتا جو ایک شخص خود اٹھتا تعالیٰ سے ہمکلام ہو کر اور اس کی تائیدات کے چمکتے ہوئے نشان اپنے ساتھ لکھ کر کہتا ہے کہ واقعی ایک قادر مطلق خدا ہے۔ وہ معرفت اور بصیرت کی آنکھ سے اُسے دیکھتا ہے، ان دونوں میں زمین و آسمان کا فرق ہے اور یہی وجہ ہے کہ ایک حکیم یا فلاسفر جو صرف قیاسی طور پر خدا کے وجود کا قائل ہے۔ سچی پائیگزگی اور خدا ترسی کے کمال کو حاصل نہیں کر سکتا۔ کیونکہ یہ ظاہر بات ہے کہ بڑی ضرورت کا علم کبھی بھی اپنے اندر وہ قوت اور طاقت نہیں رکھتا جو الہی رُعب پیدا کر کے اسے گناہ کی طرف دوڑنے سے بچالے اور اس تاریخی سے نجات دے جو گناہ سے پیدا ہوتی ہے، مگر جو براہ راست خدا کا جلال آسمان سے مشاہدہ کرتا ہے وہ نیک کاموں اور وفاداری اور اخلاص کے لیے اس جلال کے ساتھ ہی ایک قوت اور روشنی پاتا ہے جو اس کو بدیوں سے بچالیتی اور تاریخی سے نجات دیتی ہے۔ اس کی بدی کی قوتیں اور نفسانی جذبات پر خدا کے کمالات اور پُر رُعب مکاشفات سے ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور وہ شیطان زندگی سے نکل کر لٹا کر کی سی زندگی بسر کرنے لگتا ہے اور اٹھتا تعالیٰ کے ارادے اور اشارے پر چلنے لگتا ہے۔ جیسے ایک شخص آتش سوزندہ کے نیچے بکار ہی نہیں کر سکتا۔ اسی طرح جو شخص خدا کی جلال تجلیات کے نیچے آتا ہے۔ اس کی شیطنیت مٹ جاتی ہے اور اس کے سانپ کا سر کھلا جاتا ہے۔ پس یہی وہ یقین اور معرفت ہوتی ہے۔ جس کو

انیار علیہم السلام اگر دنیا کو عطا کرتے ہیں جس کے ذریعہ سے وہ گناہ سے نجات پا کر پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔ اسی طریق پر خدا نے مجھے مانور کیا ہے اور میرے آنے کی یہی غرض ہے کہ میں دنیا کو دکھاؤں کہ خدا ہے اور وہ جزا سزا دیتا ہے اور یہ بات کہ محض اس یقین ہی سے انسان پاک زندگی بسر کر سکتا ہے اور گناہ کی موت سے بچ سکتا ہے۔ ایسی صاف ہے جس کے لیے ہم کو منطقی دلائل کی بھی ضرورت نہیں، کیونکہ خود انسان کی فطرت اور روزمرہ کا تجربہ اور مشاہدہ اس کے لیے زبردست گواہ ہیں کہ جب تک یہ یقین کامل نہ ہو گا کہ خدا ہے اور وہ گناہ سے نفرت کرتا ہے اور سزا دیتا ہے کوئی اور حیلہ کسی صورت میں کارگر ہو ہی نہیں سکتا، کیونکہ ہم دیکھتے ہیں کہ جن اشیاء کی تاثیرات کی عمدگی کا ہم کو علم ہے ہم کیسے دوڑ دوڑ کر ان کی طرف جاتے ہیں اور جن چیزوں کو اپنے وجود کے لیے خطرناک نہر میں سمجھتے ہیں، ان سے کیسے بھاگتے ہیں۔ مثال کے طور پر دیکھو اس مجاہزی میں اگر زمین یقین ہو کہ سانپ ہے تو کیا کوئی بھی ہم میں سے ہو گا جو اس میں اپنا ہاتھ ڈالے یا قدم رکھے۔ ہرگز نہیں، بلکہ اگر کسی بل میں سانپ کے ہونے کا معمولی وہم بھی ہو تو اس طرف سے گزرنے میں ہر وقت مضائقہ ہو گا۔ طبیعت خود بخود اس طرف جانے سے رُکے گی۔ ایسا ہی زہروں کی بابت جب ہمیں علم پڑتا ہے۔ مثلاً اسکرکینیا ہے کہ اس کے کھانے سے آدمی مر جاتا ہے تو کیسے اس سے بچتے اور دوڑتے ہیں۔ ایک عقلمند میں طاعون ہو تو اس سے بھاگتے ہیں اور وہاں قدم رکھنا آتشیں توڑ میں گرنا سمجھتے ہیں۔ اب وہ بات کیا ہے جس نے دل میں خوف اور ہراس پیدا کیا ہے کسی صورت میں بھی دل اس طرف کا ارادہ نہیں کرتا۔ وہ وہی یقین ہے جو اس کی ٹہنک اور مضر تاثیرات پر ہو چکا ہے۔ اس قسم کی بے شمار نظیروں ہم دے سکتے ہیں اور یہ ہماری زندگی میں روزمرہ پیش آتی ہیں۔

اب یہ بحثیں کہ گناہ سے بچنے کا یہ ذریعہ ہے یا فلاں حیلہ ہے، بالکل بے ثبوت اور بے مطلب ہیں، کیونکہ جب تک اپنی تجلیات کے رعب اور گناہ کی زہر اور اس کے خطرناک نتائج کا پورا علم نہ ہو۔ ایسا علم جو یقین کامل تک پہنچ گیا ہو، گناہ سے نجات نہیں ہو سکتی۔

یہ ایک خیالی اور ایک بالکل بے معنی بات ہے کہ کسی کا خون گناہ سے پاک کر سکتا ہے۔ خون یا عو کشی کو گناہ سے کیا تعلق؟ وہ گناہ کے ذائل کرنے کا طریق نہیں۔ ہاں اس سے گناہ پیدا ہو سکتا ہے اور تجربہ نے شہادت ہی ہے کہ اس سلسلہ کو مان کر کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔

گناہ سے بچنے کی سچی فلاسفی
میں ہمیشہ ہی کہتا ہوں کہ گناہ سے بچنے کی سچی فلاسفی یہی ہے کہ گناہ کی ضرور دینے والی حقیقت کو پہچان لیں اور اس بات پر یقین کر لیں

کہ ایک زبردست ہستی ہے جو گناہوں سے نفرت کرتی ہے اور گناہ کرنے والے کو سزا دینے پر قادر ہے۔

دیکھو اگر کوئی شخص کسی حاکم کے سامنے کھڑا ہو اور اس کا کچھ اسباب متفرق طور پر پڑا ہو، تو یہ بھی مجرات نہیں کرے گا کہ اسباب کا کوئی حصہ چرٹے خواہ چوری کے کیسے ہی قوی محرک ہوں اور وہ کیسا ہی بد عادت کا مبتلا ہو، مگر اس وقت اس کی ساری قوتوں اور طاقتوں پر ایک موت وارد ہو جائے گی اور اُسے ہرگز مجرات نہ ہو سکے گی اور اس طرح پر وہ چوری سے مزور بیچ جائیگا۔ اس طرح ہر قسم کے خطا کاروں اور شر مندوں کا حال ہے کہ جب انہیں ایسی قوت کا فورا علم ہو جاتا ہے جو ان کی شرارت پر سزا دینے کے لیے قادر ہے تو وہ جذبات اُن کے ذب جاتے ہیں۔ یہی سچا طریقی گناہ سے بچنے کا ہے کہ انسان خدا تعالیٰ پر کامل یقین پیدا کرے اور اس کے جزا و سزا دینے کی قوت پر معرفت حاصل کرے۔ یہ نمونہ گناہ سے بچنے کے طریقی کے متعلق خدا نے ہماری فطرت میں رکھا ہوا ہے، اس لیے میں نے مناسبت سمجھا کہ اس اصول کو آپ کے سامنے پیش کر دوں۔ کیا عجب آپ کو فائدہ پہنچے اور چونکہ آپ سفر کرتے رہتے ہیں اور مختلف آدمیوں سے ملنے کا آپ کو اتفاق ہوتا ہے۔ آپ اُن سے اسے ذکر بھی کر سکتے ہیں۔ اور اگر یہ طریقی جو میں پیش کرتا ہوں۔ آپ کے نزدیک صحیح نہیں ہے تو میں آپ کو اجازت دیتا ہوں کہ آپ جس قدر چاہیں جرح کریں۔ یہ میری طرف سے آپ کو ایک تحفہ ہے۔ اور میں ایسے تحفے دے سکتا ہوں۔

ہر شخص جو دُنیا میں آتا ہے۔ اس کا فرض ہونا چاہیے کہ دھوکے اور خطرہ سے بچنے کے لیے گناہ کے نیچے ایک خطرناک اور تمام خطروں اور دھوکوں سے بڑھ کر ایک دھوکا ہے۔ میں آگاہ کرتا ہوں کہ اس سے بچنا چاہیے۔ اور یہ بھی بتاتا ہوں کہ کیونکر بچنا چاہیے، اگرچہ اس سے پہلے ایک اور مسئلہ بھی ہے جو خدا کی ہستی کے متعلق ہے۔ مگر میں سردست اس کو چھوڑتا ہوں اور اس دوسرے مقصد کو لیتا ہوں جس کا حاصل اور تدعا یہ ہے کہ ہر ایک آدمی بجائے خود نیک بننا چاہتا ہے اور نیکی کو اچھا سمجھتا ہے۔ اختلاف اگر ہے تو ان طریقوں اور عملوں میں ہے، جو نیکی کے حصول کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں، مگر مشترک طور پر نفس نیکی کو سب پسند کرتے اور چاہتے ہیں۔ جھوٹ بولنا کون پسند کرتا ہے۔ جذبات نفسانی سے بچنے کو اچھا کہتے ہیں، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ باوجود بدیوں کو بُدی سمجھنے کے بھی ایک دُنیا ان میں گرفتار ہے اور گناہ کے سیلاب میں بہتی ہوئی جا رہی ہے۔ میں مثال کے طور پر لکھتا ہوں کہ عیسائیوں نے انسان کو گنہگار زندگی کو ہلاک کر کے نیکی اور پاکیزگی کی زندگی کے حصول کے لیے یہ راہ بتائی ہے کہ مسیحؑ ہمارے لیے مر گیا اور ہمارے گناہوں کا بوجھ اس نے اٹھایا اور اس کے خون سے ہم پاک ہو گئے، مگر میں دیکھتا ہوں اور آپ کو بھی اقرار کرنا پڑے گا کہ مسیحؑ کے خون نے یورپ کی حالت پر کوئی نمایاں اثر اور تبدیلی پیدا نہیں کی، بلکہ ان کی اخلاقی اور روحانی حالتوں پر نظر کر کے سخت افسوس ہوتا ہے۔ اُن کی زندگی مزامنہ زندگی نہیں ہے بلکہ ایک آزادی اور اباحت کی زندگی ہے۔ کتنے ہی جو ہرے سے خدا

ہی کے منکر ہیں اور بہت ہیں جو خدا کو مان کر اذہم شیخ کے خون پر ایمان رکھتے ہوئے بھی اپنی حالت میں گرے ہوئے ہیں۔ شراب کی وہ کثرت ہے جو کئی کئی میل تک شراب کی دوکانیں چلی جاتی ہیں اور نامحرم عورتوں کو شہوت کی نظر سے نہ دیکھنا تو کیا، ان کے دوسرے اعضاء بھی نہ بچ سکے۔ میں عیسائیوں تک ہی اس گناہ کے سیلاب کو محدود نہیں کرتا۔ میں صاف کہتا ہوں کہ اس وقت دُنیا کی ساری قومیں اس زہر کو کھا رہی ہیں اور ہلاک ہو رہے ہیں مسلمانوں نے باوجود دیکھ اُن کے پاس ایک روشن کتاب تھی اور اس میں کسی کے خون کے ذریعہ اُن کو گناہ سے پاک کرنے کا وعدہ دے کر اُزاد نہیں کیا گیا تھا، لیکن وہ بھی خطرناک طور پر اس بلا میں مبتلا ہیں۔ ہندوؤں کو دیکھو ان میں بھی یہی بلا موجود ہے۔ یہاں تک کہ ان میں سے بعض قوموں نے جیسے آریہ ہیں نیوگ جیسے مسئلہ کو اپنے ایمانیات اور معتقدات میں داخل کر لیا۔ ایک مرد جو کچھ اولاد پیدا کرنے کے ناقابل ہو، تو وہ اپنی بیوی کو دوسرے سے اولاد پیدا کرنے کی اجازت دے دے۔

غرض اس قسم کی ناپاک زندگی جو حقیقت میں گناہ کی لعنت ہے وہ
خدا کی ہستی کے متعلق ذاتی تجربہ
 عام ہو رہی ہے اور وہ پاک زندگی جو گناہ سے بچ کر ملتی ہے۔

وہ ایک لعل تاباں ہے جو کسی کے پاس نہیں ہے ہاں۔ خدا تعالیٰ نے وہ لعل تباہیاں مجھے دیا ہے اور مجھے اس نے اُمور کیا ہے کہ میں دُنیا کو اس لعل تاباں کے حصول کی راہ بتا دوں۔ اس راہ پر چل کر میں دعوئے سے کتا ہوں کہ ہر ایک شخص یقیناً یقیناً اس کو حاصل کر لے گا اور وہ ذریعہ اور وہ راہ جس سے یہ ملتا ہے ایک ہی ہے جس کو خدا کی سچی معرفت کہتے ہیں۔ درحقیقت یہ مسئلہ بڑا مشکل اور نازک مسئلہ ہے، کیونکہ ایک مشکل امر پر موقوف ہے۔ غلام سفر جیسا کہ میں نے پہلے کہا ہے آسمان اور زمین کو دیکھ کر اور دوسرے مصنوعات کی ترتیب ابلغ و محکم پر نظر کر کے صرف اتنا بتاتا ہے کہ کوئی صالح ہونا چاہیے، مگر میں اس سے بلند تر مقام پر لے جاتا ہوں اور اپنے ذاتی تجربوں کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا ہے۔

اب اس میں مزید فرق ہے، مگر یہ فرق تب ہی نظر آسکتا ہے جب آنکھ صاف ہو ایسی صاف آنکھ کے عطا ہونے پر انسان بنی نوع کے حقوق اور خدا کے حقوق میں تیز کر کے انہیں محفوظ کر لیتا ہے اور یہ وہی آنکھ ہے جس کو خدا کے دیکھنے کی آنکھ کہتے ہیں۔ اس آنکھ کے ملنے پر وہ پاک زندگی شروع ہوتی ہے اور گناہوں سے بچنے کا یہ ذریعہ تو کسی حالت میں درست نہیں ہو سکتا کسی دوسرے کو مزالے اور ہمارے گناہ صاف ہو جائیں، نیکو پھانسی لے اور بجز جادوے کیونکہ اس کے ابطال پر یہی دلیل کافی ہے کہ خارجی اُمور میں ہم اُس کی کوئی نظر نہیں پاتے اور اس طریق سے بچ نہیں سکتے بلکہ دیر ہوتے ہیں۔ مثلاً یہ گناہ ہے یہ بھڑیا نہیں ہے۔ اصل میں اگر یہ بھڑیا ہو اور ہم اس کو گناہ سمجھیں تو بھی ممکن ہی نہیں کہ اس سے ڈریں اور وہ خوف کریں جو ایک نوحہ بھڑیلے

سے کرتے ہیں۔ کیوں؟ اس لیے کہ میں علم نہیں ہے کہ وہ بھیڑیاب ہے۔ ہمارے علم میں وہ ایک گٹا ہے، لیکن اگر یہ علم ہو کہ یہ بھیڑیاب ہے، تو اس سے ڈور بھاگیں گے اور اس سے بچنے کے لیے اچھی خاصی تیاری کریں گے۔ لیکن اگر یہ علم اور بھی کوئی ہو جاوے کہ یہ شیر ہے، تو بہت بڑا خطرہ پیدا ہوگا اور اس سے بچنے کے لیے اور بھی تیاری کریں گے۔ غرض جمع قوی پر ہیبت اور تاثر کے علم سے ایک خاص اثر ہوتا ہے۔ پس اب یہ کسی صاف صداقت ہے جس کو ہر شخص سوچ سکتا ہے کہ پھر گناہوں سے بچنے کے واسطے کیا راہ ہو سکتی ہے؟

میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور میں ایسی صداقت پر قائم کیا گیا ہوں اور یہی سچی ہے کہ جب تک خدا نے قہار کی معرفت نام نہ ہو اور اس کی قوتوں اور طاقتوں کی ایک شمشیر برہنہ نظر نہ آجاوے انسان بڑی سے بچ نہیں سکتا۔ بدتی ایک ایسا ملک ہے جو انسان کو ہلاکت کی طرف لے جاتا ہے اور دل بے اختیار ہو کر قابو سے نکل جاتا ہے۔ خواہ کوئی یہ کہے کہ شیطان حملہ کرتا ہے۔ خواہ کسی اور طرز پر اس کو بیان کیا جاوے۔ یہ ماننا پڑے گا کہ آج کل بدی کا دور ہے اور شیطان اپنی حکومت اور سلطنت کو قائم کرنا چاہتا ہے۔ بدکاری اور بے حیائی کے ذریعہ کا بند ٹوٹ پڑا ہے اور وہ اطراف میں طوفانی رنگ میں بوشش زن ہے۔ پس کس قدر ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ہر مصیبت اور مشکل کے وقت انسان کا دستگیر ہوتا ہے اس وقت اُسے ہر بلا سے نجات دے؛ چنانچہ اس نے اپنے فضل سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ دنیا نے اس سیلاب سے بچنے کے واسطے مختلف جیلے بکالے ہیں اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے عیسائیوں نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ ایک ایسی بات ہے کہ جس کے بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ پھر اس کا علاج وہی ہے جو خدا نے انسان کی فطرت میں رکھا ہے۔ یعنی یہ کہ وہ مفید اور نفع رساں چیزوں کی طرف رغبت کرتا ہے اور مضر اور نقصاں رساں چیزوں سے ڈور بھاگتا ہے اور نفرت کا اظہار کرتا ہے۔ دیکھو سونے اور چاندی کو اپنے لیے مفید سمجھتا ہے، تو اس کی طرف کیسی رغبت کرتا ہے اور کن کن نعمتوں اور مشکلات سے ہم بچنا چاہتا ہے اور پھر کن حفاظتوں سے اسے رکھتا ہے، لیکن اگر کوئی شخص سونے چاندی کو تو بھینٹک دے اور اس کی بجائے مٹی کے بڑے بڑے ڈیسے اٹھا کر اپنے مندر و قوں میں بند کر کے ان کی حفاظت کرنے لگے تو کیا ڈاکٹر اس کی دیوانگی کا فتویٰ نہ دیں گے۔ ضرور دیں گے۔ اسی طرح پر جب ہمیں یہ محسوس ہو جاوے کہ خدا ہے اور وہ بدی سے نفرت کرتا اور نیکی کو پیار کرتا ہے اور نیکیوں کو عزیز رکھتا ہے تو ہم دیوانہ دار نیکیوں کی طرف دوڑیں گے اور گناہ کی زندگی سے ڈور بھاگیں گے۔ یہی ایک اصول ہے جو نیکی کی قوت کو طاقت بخشا اور نیکی کے قوی کو تحریک دیتا ہے اور بدی کی قوتوں کو ہلاک کرتا اور شیطان کی ذریت کو شکست دیتا ہے۔

جب واقعی طور پر اس آفتاب کی طرح جو اس وقت دنیا پر چمکتا ہے خدا پر نہیں یقین حاصل ہو جاوے اور ہم خدا کو یاد دیکھ لیں، تو یقیناً ہماری بعضی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور اس کے بجائے ایک آسانی

زندگی پیدا ہو جاتی ہے، جیسے انبیاء علیہم السلام اور دوسرے راستبازوں کی زندگیاں تھیں۔

میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ خدا کی رحمت فرماں برداروں اور راستبازوں پر ہوتی ہے، جو خدا تعالیٰ کے حضور نیکی اور پاکیزگی کا تحفے کر جاتے ہیں اور شرارتوں اور بدکاریوں سے اس لیے دُور رہتے ہیں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ سے بُحد اور حرام کا موجب ہیں ایسے لوگ ایک چشمہ سے دھوئے جاتے ہیں جس کا دھویا ہوا پھر کبھی میلا اور ناپاک نہیں ہوتا اور انہیں وہ شربت پلایا جاتا ہے جس کا پینے والا کبھی پیاسا نہیں ہوتا۔ انہیں وہ زندگی عطا ہوتی ہے جس پر کبھی موت وارد نہیں ہوتی۔ انہیں وہ جنت دیا جاتا ہے جس سے کبھی نکلنا نہیں ہوتا۔ برخلات اس کے وہ لوگ جو اس چشمہ سے سیراب نہیں ہوتے اور خدا کے ہاتھوں سے جبراً کاسح نہیں ہوتا، وہ خدا سے دُور جاتے ہیں اور شیطان کے قریب ہو جاتے ہیں۔ انہوں نے خدا کی طرف آنا چھوڑ دیا ہے اور یہی وجہ ہے کہ نہ ان میں تسلی کی کوئی راہ باقی ہے۔ نہ ان کے پاس دلائل ہیں اور نہ تاثیرات۔

میں خارق عادت امور کا مشاہدہ کرا سکتا ہوں
ایک عیسائی سے اگر پوچھا جائے کہ تو جو دعویٰ کرتا ہے کہ مسیح کے خون سے میرے گناہ پاک

ہو گئے ہیں، تیرے پاس اس کا کیا ثبوت ہے؟ وہ کون سے فوق العادت امور تجھ میں پیدا ہوئے ہیں، جنہوں نے ایک غیر معمولی خدا ترسی اور نیکو کاری کی روح تجھ میں پھونک دی ہے تو وہ کچھ جواب نہ دے سکے گا۔ برخلات اس کے اگر کوئی تجھ سے پوچھے، تو میں اس کو ان خارق عادت امور کا زبردست ثبوت دے سکتا ہوں۔ اور اگر کوئی طالب صادق ہو اور اس میں شتاب کاری اور بدلتنی کی قوت بڑھی ہوئی نہ ہو، تو میں اُسے مشاہدہ کرا سکتا ہوں۔

بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ اگر ان کے دلائل نہ بھی ملیں تو ان کی تاثیرات بجائے خود انسان کو قائل کر دیتی ہیں اور وہی تاثیرات دلائل کے قائم مقام ہو جاتی ہیں۔ کفارہ کے حق ہونے کے اگر دلائل عیسائیوں کے پاس نہیں ہیں جیسا کہ وہ کہہ دیا کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک داز ہے، تو ہم پوچھتے ہیں کہ وہ ان تاثیرات کو ہی پیش کریں جو کفارہ کے اعتقاد نے پیدا کی ہیں۔ یورپ کی اباحی زندگی دُور سے ان تاثیرات کا نمونہ دکھا رہی ہے۔ اس سے بڑھ کر وہ کیا پیش کریں گے اور یہ ایک عقلمند کے سمجھ لینے کے واسطے کافی ہے کہ کیا اثر ہوا۔

ایک اور بات ہے، جو یاد رکھنے کے قابل ہے جس پر خود نہ کرنے کی وجہ سے بعض آدمیوں کو بڑے بڑے دھوکے لگے ہیں اور وہ جاہد مستقیم سے ہٹک گئے ہیں۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان کی پیدائش ایک قسم کی نہیں ہے۔

جیسا بونیاں ہزاروں قسم کی ہوتی ہیں اور جمادات میں بھی مختلف قسمیں پائی جاتی ہیں۔ کوئی چاندی کی کان ہے، کوئی سونے کی، کوئی تانبے اور لوہے کی۔ اسی طرح پر انسانی فطرت میں مختلف قسم کی ہیں۔ بعض انسان اس قسم کی فطرت رکھتے ہیں کہ وہ ایک گناہ سے نفرت کرتے ہیں اور بعض کسی اور قسم کے گناہ سے۔ مثلاً ایک آدمی ہے کہ وہ چوری تو کبھی نہیں کرتا، لیکن زنا کاری اور آدمی بے حیائی اور بے باکی کرتا ہے یا ایک زنا سے تو بچتا ہے، لیکن کسی کا مال مار لینے یا غنم کر دینے کو گناہ ہی نہیں سمجھتا اور بڑی دلیری کے ساتھ ایسی بیہودہ بات اور افعال کا مرتکب ہوتا ہے۔ غرض ہر ایک آدمی کو جو دیکھتے ہیں۔ تو اسے کسی نہ کسی قسم کے گناہ میں مبتلا پاتے ہیں اور بعض حصوں میں اور بعض قسم کے گناہوں میں بالکل معصوم ہوتے ہیں۔ پس جس قدر افراد انسانوں کے پائے جاتے ہیں۔ ان کی بابت ہم کبھی بھی قطعی اور یقینی طور پر نہیں کہہ سکتے کہ وہ سب کے سب ایک ہی قسم کے گناہ کرتے ہیں بلکہ کوئی کسی میں مبتلا ہے کوئی دوسرے میں گرفتار ہے۔ کسی قوم کی بابت وہ مغرب میں ہو یا مشرق میں ہم نہیں کہہ سکتے کہ وہ بالکل گناہ سے بچی ہوئی ہے۔ صرف اس قدر تو مانیں گے کہ فلاں گناہ وہ نہیں کرتی، مگر یہ کبھی نہیں کہہ سکتے کہ بالکل نہیں کرتی۔ یہ فطرت اور یہ قوت کہ بالکل گناہوں سے بیزاری اور نفرت پیدا ہو جائے۔ سچی تبدیلی کے بغیر کسی کو مل نہیں سکتی اور اسی تبدیلی کو پیدا کرنا ہمارا کام ہے۔

جو لوگ صدق دل اور اخلاص کے ساتھ صحت نیت اور پاک ارادہ اور سچی

مسیح موعود کا اہم کام

تلاش کے ساتھ ایک مدت تک ہماری صحبت میں رہیں، تو ہم یقیناً کہہ سکتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی تخلیقات کی چمکار سے ان کی اندرونی تاریکیوں کو دور کر دے گا اور انہیں ایک نئی معرفت اور نیا یقین خدا پر پیدا ہوگا اور یہی وہ ذریعہ ہے جو انسان کو گناہ کے زہر کے اثر سے بچا لیتے ہیں اور اس کے لیے تریاتی قوت پیدا کر دیتے ہیں۔ یہی وہ خدمت ہے جو ہمارے سپرد ہوئی ہے اور اسی ایک مزدورت کو میں پورا کرنا چاہتا ہوں۔ جو انسان اس زنجیر اور قید سے نجات پانے کی مزدورت محسوس کرتا ہے۔ جو گناہ کی زنجیر میں ہے۔ اُسے اسی طریق پر نجات ملے گی۔

پس اگر کوئی تھے کہانیوں کو یا تہ سے پھینک کر اور ان وہی حیلوں اور خیالی ذریعوں کو چھوڑ کر کسی کی خود کشی بھی گناہ سے بچا سکتی ہے۔ صدق اور اخلاص سے یہاں رہے تو وہ خدا کو دیکھ لے گا اور خدا کو دیکھ لینا ہی گناہ پر موت وارد کرتا ہے، مدعا اتنی ہی بات پر غور ہو جانا کہ فلاں گناہ مجھ میں نہیں یا فلاں عیب سے میں بچا ہوا ہوں۔ حقیقی نجات کا وارث نہیں بنا سکتا۔ یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی نے سڑک لٹیا کھا کر موت حاصل کی اور کسی نے تمغہ غار یا بادام کے زہر سے جان دیدی۔ ہم کو اس سے کچھ غرض نہیں ہے کہ عیسائیوں کے طریق نجات پر یا کسی اور مذہب کے پیش کردہ دستور پر کوئی لمبی چوڑی بحث کریں۔ تجزیر اور شاہدہ خود گواہ ہے۔ ہم تو صرف وہی طریق بتانا چاہتے

ہیں جو خدا نے ہیں بجا یا ہے۔ اور جس طریق پر ہیں اطلاع دی ہے۔

پس نگاہ ہوں سے بچنے کا سچا طریق جو بچے بتایا گیا ہے اور جس کو کل انبیاء کی پاک جماعت اپنے اپنے وقت پر دنیا کے سامنے پیش کیا ہے وہ یہی ہے کہ انسانی جذبات پر انسان کو اسی وقت کامل فسخ بل سکتی ہے اور شیطان اور اس کی قدرت کی شکست کا وہی وقت ہو سکتا ہے جب انسان کے دل پر ایک درخشاں یقین نازل ہو کہ خدا ہے اور اس کی پاک صفات کے مزاج خلاف ہے کہ کوئی گناہ کرے اور گنہگاروں پر اُس کا غضب بھڑکتا ہے اور پاکبازوں کو اس کا فضل و رحمت ہر بلا سے نجات دیتے ہیں اور یہ معرفت اور یہ یقین حاصل نہیں ہو سکتا جب تک اُن لوگوں کے پاس ایک عرصہ تک نہ رہیں جو خدا تعالیٰ سے شدید تعلق رکھتے ہیں اور خدا سے لے کر مخلوق کو پہنچاتے ہیں۔ بس یہی ہماری غرض ہے جو لے کر ہم دنیا میں آئے ہیں اور اسی کو ہم نے آپ کو سنا دیا ہے۔ اب آپ اس پر غور کریں اور جو سوال آپ کا اس پر ہو وہ آپ بے شک کریں گے۔

۱۸ نومبر ۱۹۰۱ء مسٹر ڈکن "کیا خدا اس جہان میں سزا دیتا ہے۔ یا دوسرے جہان میں؟"

سزا و جزا کی حقیقت حضرت اقدس: "میں نے آپ کے سوال کو سمجھ لیا ہے جو کچھ اللہ تعالیٰ نے نبیوں کی معرفت ہمیں بتایا ہے اور واقعات میچھوٹے جس کی شہادت دی ہے

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ سزا و جزا کا قانون خدا نے ایسا مقرر کیا ہے کہ اس کا سلسلہ اسی دنیا سے شروع ہو جاتا ہے اور جو شونیاں اور شرارتیں انسان کرتا ہے، وہ بجائے خود انہیں عسوس کرتا ہے یا نہیں کرتا۔ ان کی سزا اور پاداش جو یہاں ہوتی ہے، اس کی عین تنبیہ ہوتی ہے تاکہ توبہ اور بدو سے شوح انسان اپنی حالت میں نمایاں تبدیلی پیدا کرے اور خدا تعالیٰ کے ساتھ عبودیت کا جو رشتہ ہے اس کو قائم کرنے میں جو غفلت اس نے کی ہے اس پر اطلاع پا کر اسے مستحکم کرنا چاہیے۔ اس وقت یا تو انسان اس تنبیہ سے فائدہ اٹھا کر اپنی کمزوری کا علاج اللہ تعالیٰ کی مدد سے چاہتا ہے اور یا اپنی شقاوت سے اس میں دلیر ہو جاتا ہے اور اپنی سرکشی اور شرارت میں ترقی کر کے جہنم کا وارث ٹھہر جاتا ہے۔ اس دنیا میں جو سزائیں بطور تنبیہ دی جاتی ہیں، ان کی مثال محبت کی سی ہے۔ جیسے مکتب میں کچھ خفیت سی سزائیں بچوں کو ان کی غفلت اور سستی پر دی جاتی ہیں۔ اس سے یہ

لے الحکمہ جلد ۵ نمبر ۲۶ صفحہ ۱-۲ پرچہ ۱۷ دسمبر ۱۹۰۱ء

" ۲۷ ۵ ۱ ۳-۱ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۱ء

غرض نہیں ہوتی کہ علوم سے انہیں اُستاد محروم رکھنا چاہتا ہے، بلکہ اس کی غرض یہ ہوتی ہے کہ انہیں اپنی غرض پر اطلاع دے کر اُتدہ کے لیے زیادہ محتاط اور ہوشیار بنا دے۔ اسی طرح پر اُتدہ تعالیٰ جو شرارتوں اور شوخیوں پر کچھ مزا دیتا ہے، تو اس کا مقصد یہی ہوتا ہے کہ نادان انسان جو اپنی جان پر ظلم کر رہا ہے اپنی شرارت اولئس کے نتائج پر مطلع ہو کر اُتدہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت سے ڈر جاوے اور اس کی طرف رجوع کرے۔ میں نے اپنی حجت کے سامنے بار بار اس امر کو بیان کیا ہے اور اب آپ کو بھی بتانا ہوں کہ جب انسان ایک کام کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے بھی ایک فعل اس کے نتیجہ کے طور پر مرتب ہوتا ہے۔ مثلاً جب ہم کافی مقدار زہر کی کھالیں گے، تو اس کا لازمی نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم ہلاک ہو جائیں گے۔ اس میں زہر کھانا یہ ہمارا اپنا فعل تھا۔ اور خدا کا فعل اس پر یہ ظاہر ہوا کہ اس نے ہلاک کر دیا۔ یا مثلاً یہ کہ اگر ہم اپنے گھر کی کوٹھڑی کی کھڑکیاں بند کر لیں، تو یہ ہمارا فعل ہے۔ اور اس پر اُتدہ تعالیٰ کا یہ فعل ہوگا کہ کوٹھڑی میں اندھیرا ہو جائے گا۔ اس طرح پر انسان کے افعال اور اس پر بطور نتائج اُتدہ تعالیٰ کے افعال کے صدور کا قانون دُنیا میں جاری ہے اور یہ انتظام جیسا کہ ظاہر سے متعلق ہے اور جسمانی نظام میں اس کی نظیریں ہم روز دیکھتے ہیں۔ اسی طرح پر باطن کے ساتھ بھی تعلق رکھتا ہے اور یہی ایک اصول ہے جو قانون مزا کے سمجھنے کے واسطے ضروری ہے اور وہ یہی ہے کہ ہمارا ہر ایک فعل نیک ہو یا بد۔ اپنے فعل کے ساتھ ایک اثر رکھتا ہے جو ہمارے فعل کے بعد ظہور پذیر ہوتا ہے۔

اب عذاب اور راحت کو جو گناہوں کی پاداش یا نیکیوں کی جزا میں دی جاتی ہے ہم بہت جلد سمجھ سکتے ہیں اور میں پوری بصیرت اور دعویٰ کے ساتھ کہتا ہوں کہ اس فلاسفی کے بیان کرنے سے دوسرے تمام مذہب بالکل عاری اور تہی ہیں۔ اس بات کو ہر شخص جو خدا کو مانتا ہے۔ اقرار کرتا ہے کہ انسان خدا ہی کے لیے پیدا کیا گیا ہے۔ اس لیے اس کی ساری خوشیوں کی انتہا ساری راحتوں کی غایت اسی میں ہو سکتی ہے کہ وہ سانس کا سارا خدا ہی کا ہو جاوے اور جو تعلق اُوہیت اور عبودیت میں ہونا چاہیے۔ یا یوں کہو کہ ہے۔ جب تک انسان اس کو مستحکم نہیں کرتا اور اسے تیز فضل میں نہیں لاتا۔ وہ تہی خوشحالی کو پا نہیں سکتا۔ انبیاء علیہم السلام کے آنے کی یہی غرض ہوتی ہے اور وہ اسی اہم مقصد کو لے کر آتے ہیں کہ وہ انسان کو یہ گمشدہ مآخ واپس دینا چاہتے ہیں۔ جو عبودیت اور اُوہیت کے درمیان رشتہ کی ہوتی ہے، مگر جب انسان خدا سے دُور ہٹ جاتا ہے، تو وہ اپنے آپ کو اس جہت کی زنجیر سے الگ کر لیتا ہے جو خدا اور بندہ کے درمیان ہونی چاہیے اور یہ فعل انسان کا ہوتا ہے اور اس پر خدا کا یہ فعل ہوتا ہے کہ وہ بھی اس سے دُور ہٹتا ہے۔ اور اسی بُعَد کے لحاظ سے انسانی قلب پر مہاریگی کا ظہور ہوتا ہے۔ اور جس طرح آفتاب کی طرف دروازہ بند کرنے پر ظلمت اور تاریکی سے کمرہ بھر جاتا ہے اسی طرح پر خدا سے مُنہ پھیرنے سے اندرون انسانی ظلمت سے بھرنے لگتا ہے اور جوں جوں وہ دُور ہوتا جاتا ہے

ظلمت بڑھتی جاتی ہے یہاں تک کہ دل بالکل سیاہ ہو جاتا ہے اور یہی ظلمت ہے جو جہنم کہلاتی ہے، کیونکہ اسی سے ایک عذاب پیدا ہوتا ہے۔ اب اس عذاب سے اگر بچنے کے لئے وہ یہ سعی کرتا ہے کہ ان اسباب کو جو خدا تعالیٰ سے بُعد اور دُوری کا موجب ہوتے ہیں چھوڑ دیتا ہے تو خدا تعالیٰ اپنے فضل کے ساتھ رجوع کرتا ہے اور بیسے کمزور لوگوں کے کھول دینے سے لگی ہوئی روشنی واپس آ کر تازگی کو دُور کر دیتی ہے۔ اسی طرح پر سعادت کا نور جو جاتا رہا تھا۔ وہ اسی انسان کو جو رجوع کرتا ہے پھر دیا جاتا ہے اور وہ اس سے پورا مستفید ہونے لگتا ہے۔

اور تو بڑی ہی حقیقت ہے جس کی نظیر ہم قانونِ قدرت میں صاف مشاہدہ کرتے ہیں۔ ایک بات یہ بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ نیوں کے زمانہ میں جو قوموں پر عذاب آتے ہیں۔ جیسے لوط کی قوم پر یا یہودیوں کو بخت نصر یا فیلس رومی کے ذریعہ تباہ کیا گیا، تو ان غذاؤں کا موجب محض اختلاف نہیں ہوتا، بلکہ ان کے غذاؤں اور دکھوں کا موجب وہ شرارتیں اور شوخیائیں اور تکلیفیں ہوتی ہیں، جو وہ نیوں سے کرتے اور انہیں پہنچاتے ہیں۔ آخر ان کی شرارتیں ان پر ہی لوٹ کر پڑتی ہیں اور انہیں تباہ اور ہلاک کر دیتی ہیں۔ جس طرح پر سیاست اور ملک داری کے اصولوں کی تہ میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ امن عام میں خلل انداز ہونے والوں کو وہ چور ہوں یا ڈاکو۔ باغی ہوں یا کسی اور جرم کے مجرم، محض اس لیے مزادی جاتی ہے۔ تا آئندہ کے لیے امن ہو اور دوسروں کو اس سے عبرت۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ قانون رکھا ہوا ہے کہ وہ شریروں اور سرکشوں کو جو اس کے حدود اور ادا امر کی پروا نہیں کرتے مزادیتا ہے تاکہ حد سے نہ بڑھ جائیں۔ جنھوں نے حد سے بڑھنا چاہا خدا نے وہیں انہیں تیبہ کی۔ اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ یہ مزاد اور تیبہ اس شخص کے لیے بھی جیسے دی جاتی ہے اور دوسروں کے واسطے بھی جو عبرت کی نگاہ سے اُسے دیکھتے ہیں بطور رحمت ہے کیونکہ اگر مزاد نہ دی جاتے، تو امن اٹھ جاتا اور انجام کار نتیجہ بہت ہی بُرا ہوتا۔ قانونِ قدرت پر نظر کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ فطرتِ انسانی میں یہ بات رکھی ہوئی ہے اور اس فطرتی نقش ہی کی بنا پر قرآن نے یہ فرمایا ہے **وَلَا تَكْفُرْ بِاللَّهِ الْمَنَّانِ الَّذِي أَنزَلَ عَلَيْكَ الْقُرْآنَ مِن لَّدُنْهِ يُعَلِّمُ النَّاسَ الْكِتَابَ الَّذِي سَخَّرَ لَكُمْ فِيهِ مَقَالًا وَحِسَابًا** (البقرہ: ۱۸۰) یعنی تمہارے تمدن کے قیام کے لیے قصاص کا ہونا ضروری ہے۔ اگر افعال کے کچھ نتائج ہی نہیں ہوتے، تو وہ افعال کیا ہوتے اور ان سے کیا غرض مقصود ہوتی؟ غرض مزدوری اور واقعی طور پر یہ مزادیں نہیں ہیں جو یہاں دی جاتی ہیں۔ بلکہ یہ ایک نقل میں اصل متزادوں کا اور ان کی غرض ہے عبرت۔

دوسرے عالم کے مقاصد اور ہیں اور وہ بالاتر اور بالاتر ہیں۔ وہاں تو مَنْ يَتَعَمَلْ وَيَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَّهُ مَخْرَجًا (الزلزال: ۹) کا انکاسی نمونہ لوگ دیکھ لیں گے اور انسان کو اپنے محضی و محضی گناہوں اور عیوبتوں کی سزا جھلکتی پڑے گی۔ دنیا اور آخرت کی سزادوں میں ایک بڑا فرق یہ ہے کہ دنیا کی سزادیں امن قائم کرنے اور عبرت کے لیے ہیں۔ اور آخرت کی سزادیں افعالِ انسانی کے آخری اور انتہائی نتائج ہیں۔ وہاں اُسے مزدور سزا ملنی چاہیے کیونکہ اُس

نے ذہر کھائی ہوتی ہے اور یہ ممکن نہیں کہ بڑوں تریاق وہ اُس ذہر کے اثر سے محفوظ رہ سکے۔

عاقبت کی سزا اپنے اندر ایک فلسفیانہ حقیقت رکھتی ہے جس کو کوئی مذہب بجز اسلام کے کامل طور پر بیان نہیں کر سکا۔
قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْلَىٰ فَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْلَىٰ وَاسْتَلْ سَبِيْلًا (بنی اسرائیل)

یعنی جو شخص اس جہان میں اذہا ہو وہ اس دوسرے جہان میں بھی اذہا ہی ہوگا بلکہ اذہوں سے بھی بدتر۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کو دیکھنے کی آنکھیں اور اُس کے دریافت کرنے کے حواس اسی جہان سے انسان اپنے ساتھ لے جاتا ہے۔ جو یہاں ان حواس کو نہیں پاتا وہاں وہاں حواس سے بہرہ ور نہیں ہوگا۔ یہ ایک دقیق راز ہے۔ جس کو عام لوگ سمجھ بھی نہیں سکتے۔ اگر اس کے مزے نہیں تو یہ تو پھر باطل غلط ہے کہ اذہ سے اس جہان میں بھی اذہ سے ہوں گے۔ اصل بات یہی ہے کہ خدا تعالیٰ کو بغیر کسی فعلی کے پہچاننا اور اسی دنیا میں صیح طور پر اُس کی صفات و اسماء کی معرفت حاصل کرنا آئندہ کی تمام راحتوں اور روشنیوں کی کلید ہے۔ اور یہ آیت اس امر کی طرف صاف اشارہ کر رہی ہے کہ اسی دنیا سے ہم عذاب پلنے ساتھ لے جاتے ہیں اور اس دنیا کی کو رائے ذیست اور ناپاک افعال ہی اس دوسرے عالم میں عذاب جہنم کی صورت میں نمودار ہو جائیں گے اور وہ کوئی نئی بات نہ ہوں گے۔

جیسے ایک شخص گھر کے دروازے بند کر لینے سے روشنی سے محروم ہو جاتا ہے اور تازہ اور زندگی بخش ہوائے نہیں مل سکتی۔ یا کسی ذہر کے کھالینے سے اُس کی زندگی باقی نہیں رہ سکتی۔ اسی طرح جب ایک آدمی خدا کی طرف سے ہمتا ہے اور گناہ کرتا ہے، تو وہ ایک ظلمت کے نیچے اگر عذاب میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ گناہ اصل میں جُنَاحِ عَمَّا۔ جس کے معنی میل کرنے اور اصل مرکز سے ہٹ جانے کے ہیں۔ پس جب انسان خدا سے اعراض کرتا ہے اور اس کے دُور کے مقابل سے ہٹ جاتا ہے اور اس روشنی سے دُور ہو جاتا ہے جو صرف خدا کی طرف سے اترتی اور دلوں پر نازل ہوتی ہے، تو وہ ایک تاریکی میں مبتلا ہوتا ہے جو اس کے لیے عذاب کا موجب ہو جاتی ہے۔ پھر جس قسم کا یہ اعراض ہو۔ اسی قسم کا عذاب اُسے دُکھ دیتا ہے۔ لیکن اگر انسان پھر اسی مرکز کی طرف آنا چاہے اور اپنے آپ کو اس مقام پر پہنچا دے جو اسی روشنی کے پڑنے کا مقام ہے تو وہ پھر اس گمشدہ دُور کو پالیتا ہے، کیونکہ جیسے دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ اپنے گمراہ میں روشنی کو ایسے وقت پاسکتے ہیں جب اس کی کھرکیاں کھول دیں۔ ویسے ہی رُوحانی نظام میں مرکز اصلی کی طرف بازگشت کرنا ہی راحت کا موجب ہو سکتا ہے اور اس دُکھ درد سے بچاتا ہے جو اس مرکز کو چھوڑنے سے پیدا ہوا تھا۔ اس کا نام توبہ ہے اور یہی ظلمت جو اس طرح پر پیدا ہوتی ہے غفلت اور جہنم کہلاتی ہے اور مرکز اصلی کی طرف رجوع کرنا جو راحت پیدا کرتا ہے، جنت سے تعبیر ہوتا ہے۔ اور گناہ سے ہٹ کر پھر نیچے کی طرف آنا جس سے اللہ تعالیٰ خوش ہو جاوے اس بدی کا تقارہ ہو کر اُسے دُور کر دیتا ہے اور اس کے نتائج کو بھی سلب کر دیتا ہے۔ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ اِنَّ اَلْحَسَنَاتِ يَمْحُوْنَ بِهَا

النَّسِيَّاتِ (معد : ۱۱۵) یعنی نیکیاں بدیوں کو زائل کر دیتی ہیں؛ چونکہ بدی میں ہلاکت کی زہر ہے اور نیکی میں زندگی کا تریاق، اس لیے بدی کے زہر کو زود کرنے کا ذریعہ نیکی ہی ہے۔ یا اسی کو ہم یوں کہہ سکتے ہیں۔ عذابِ راحت کی نفی کا نام ہے اور نجاتِ راحت اور خوشحالی ہی کے حصول کا نام ہے۔ اسی طرح پر جیسے بیماری اس حالت کا نام ہے۔ جب حالتِ بدن مجری طبیعت پر نہ رہے اور صحت وہ حالت ہے کہ امورِ طبیعہ اپنی اصلی حالت پر قائم ہوں۔ اور جیسے کسی ہاتھ پاؤں یا کسی عضو کے اپنے مقامِ خاص سے ذرا ادھر ادھر کھسک جانے سے درد شروع ہو جاتا ہے اور وہ عضو ٹھنکا ہو جاتا ہے اور اگر چندے اسی حالت پر رہے، تو پھر نہ خود بالکل بیکار ہو جاتا ہے بلکہ دوسرے اعضا پر بھی اپنا بلا اثر ڈالنے لگتا ہے۔ بعینہ یہی حالت روحانی ہے کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے سامنے سے جو اس کی زندگی کا اصل موجبِ مایہ نجات ہے، ہٹ جاتا ہے اور فطرتی دین کو چھوڑ بیٹھتا ہے، تو عذاب شروع ہو جاتا ہے اور اگر قلب مُردہ نہ ہو گیا ہو۔ اور اس میں احساسِ کا مادہ باقی ہو۔ تو وہ اس عذاب کو خوب محسوس کرتا ہے اور اگر اس بگڑی ہوئی حالت کی اصلاح نہ کی جاوے، تو اندیشہ ہوتا ہے کہ پھر ساری روحانی قوتیں رفتہ رفتہ نکمی اور بیکار ہو جائیں اور ایک شدید عذاب شروع ہو جاوے۔ پس اب کیسی صفائی کے ساتھ یا مر سمجھ میں آجاتا ہے کہ کوئی عذاب باہر سے نہیں آتا، بلکہ خود انسان کے اندر ہی سے نکلتا ہے۔ ہم کو اس سے انکار نہیں کہ عذابِ خدا کا فعل ہے۔ بیشک اس کا فعل ہے، مگر اسی طرح جیسے کوئی زہر کھائے تو خدا اُسے ہلاک کر دے پس خدا کا فعل انسان کے اپنے فعل کے بعد ہوتا ہے۔ اسی کی طسرتاً حدیث میں اشارہ فرماتا ہے۔ نَارَ اللَّهِ الْكَافِرُونَ الَّذِينَ تَطْلَعُ عَلَى الْأَنْفُسِ (العنقرہ : ۸، ۷) یعنی خدا کا عذاب وہ آگ ہے، جس کو خدا بھڑکاتا ہے اور اس کا شعلہ انسان کے دل سے ہی اُٹھتا ہے۔ اس کا مطلب صاف لفظوں میں یہی ہے کہ عذاب کا اصل بیج اپنے وجود ہی کی ناپاکی ہے۔ جو عذاب کی صورت اختیار کر لیتی ہے۔

بہشت کی نعمت کی حقیقت اسی طرح بہشت کی راحت کا اصل مرچشمہ بھی انسان کے اپنے ہی افعال میں۔ اگر وہ فطرتی دین کو نہیں چھوڑتا۔ اگر وہ مرکزِ اعتدال سے

ادھر ادھر نہیں ہٹتا اور عبودیتِ الہیہ کے محاذ میں پڑی ہوئی اس کے انوار سے جتنے ہی سایے تو پھر یہ اس عضوِ صحت کی طرح سے جو مقام سے ہٹ نہیں گیا اور برابر اس کام کو دے رہا ہے۔ جس کے لیے خدا نے اس کو پیدا کیا ہے اور اُسے کچھ بھی درد نہیں بلکہ راحت ہے۔

قرآن شریف میں فرماتا ہے۔ وَكَثِيرًا مِّنَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ أَلَمْ يَجْعَلْ لَّهِمْ مَخْرَجًا
الْأَنْفُسَ (البقرہ : ۲۶) یعنی جو لوگ ایمان لائے اور اچھے عمل کرتے ہیں ان کو خوشخبری دے دو۔ کہ وہ ان
باغوں کے وارث ہیں، جن کے نیچے ندیاں بہ رہی ہیں۔ اس آیت میں ایمان کو اللہ تعالیٰ نے باغ سے مثال

دی ہے اور اعمالِ صالحہ کو نہروں سے جو رشتہ اور تعلق نہر جاویدا درخت میں ہے، وہی رشتہ اور تعلق اعمالِ صالحہ کو ایمان سے ہے۔ پس جیسے کوئی باغ ممکن ہی نہیں کہ پانی کے بڑوں سرسبز اورثمر دار ہو سکے۔ اس طرح پر کوئی ایمان جس کے ساتھ اعمالِ صالحہ نہ ہوں مفید اور کارگر نہیں ہو سکتا۔ پس بہشت کیا ہے۔ وہ ایمان اور اعمال ہی کے مجتم نفاذ سے ہیں۔ وہ بھی دوزخ کی طرح کوئی خارجی چیز نہیں ہے بلکہ انسان کا بہشت بھی اس کے اندر ہی سے بھلتا ہے۔ یاد رکھو اس جگہ پر جو راحتیں ملتی ہیں وہ وہی پاک نفس ہوتا ہے جو دنیا میں بنایا جاتا ہے۔ پاک ایمان پودہ سے مماثلت رکھتا ہے اور اچھے اچھے اعمال۔ اخلاق فاضلہ یہ اس پودہ کی آبپاشی کے لیے بطور نہروں کے ہیں۔ جو اس کی سرسبزی اور شادابی کو بحال رکھتے ہیں۔ اس دنیا میں تو یہاں سے ہیں جیسے خواب میں دیکھے جاتے ہیں۔ مگر اس عالم میں محسوس اور مشاہدہ ہوں گے۔

یہی وجہ ہے کہ کعبہ کے جب پیشانی ان انعامات کے بہرہ مند ہوں گے تو یہ کہیں گے هٰذَا الَّذِي دُرُفْنَا مِنْ قَبْلُ ذَا تُوَابٍ مُّتَنَابِهًا (البقرہ ۲۶۱) اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ دنیا میں جو دو صدیاں شہدیاں انور، انار وغیرہ چیزیں ہم کھاتے پیتے ہیں۔ وہی وہاں ملیں گی نہیں وہ چیزیں اپنی نوعیت اور حالت کے لحاظ سے بالکل اور کی اور ہوں گی۔ ہاں صرف نام کا اشتراک پایا جاتا ہے۔ اور اگرچہ ان تمام نعمتوں کا نقشہ جسمانی طور پر دکھایا گیا ہے، مگر ساتھ ہی ساتھ بتا دیا گیا ہے کہ وہ چیزیں رُوح کو روشن کرتی ہیں اور خدا کی معرفت پیدا کرنے والی ہیں۔ اُن کا سرچشمہ رُوح اور راستی ہے۔ دُرُفْنَا مِنْ قَبْلُ سے یہ مراد لینا کہ وہ دنیا کی جسمانی نعمتیں ہیں، بالکل غلط ہے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کا منشاء اس آیت میں یہ ہے کہ جن لوگوں نے اعمالِ صالحہ کئے انہوں نے اپنے ہاتھ سے ایک بہشت بنایا جس کا پھل وہ اس دوسری زندگی میں بھی کھائیں گے اور وہ پھل چونکہ رُوحانی طور پر دنیا میں بھی کھا چکے ہوں گے، اس لیے اس عالم میں اُس کو پہچان لیں گے اور کہیں گے کہ یہ تو وہی پھل معلوم ہوتے ہیں اور یہ وہی رُوحانی ترقیاں ہوتی ہیں جو دنیا میں کی ہوتی ہیں، اس لیے وہ عابد و عارف ان کو پہچان لیں گے۔

میں پھر صاف کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ جہنم اور بہشت میں ایک فلسفہ ہے جس کا ربط باہم اسی طرح پر قائم ہوتا ہے جو میں نے ابھی بتایا ہے مگر اس بات کو کبھی بھی بھولنا نہیں چاہیے کہ دنیا کی سزائیں تنبیہ اور جہت کے لیے انتظامی رنگ کی حیثیت سے ہیں۔

سیاست اور رحمت دونوں باہم ایک رشتہ رکھتی ہیں اور اسی رشتہ کے اغلال یہ سزائیں اور جواہر ہیں۔ انسانی افعال اور اعمال اسی طرح پر محفوظ اور بند ہوتے جاتے ہیں۔ جیسے فوٹو گراف میں آواز بند کی جاتی ہے۔ جب تک انسان عارف نہ ہو۔ اس سلسلہ پر فوٹو کر کے کوئی لذت اور فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔

معرفت کے حصول کے لیے مزدوری ہے کہ اول خدا شناس ہو اور خدا شناسی حاصل نہیں ہوتی جب تک

کسی خدا نما انسان کی مجلس میں صدق نیت اور اخلاص کے ساتھ ایک کافی مدت تک نہ رہے۔ اس کے بعد وہ اس سلسلہ کو جو براہِ امر اکا اود دُنیا اور عقیقی کہے۔ بڑی سہولت کے ساتھ سمجھ لے گا۔ اس بیان پر غور کرنے سے یہ بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ دوزخ اور بہشت کی فلاسفی جو قرآن شریف نے بیان فرمائی ہے وہ کسی اور کتاب نے نہیں بتائی اور قرآن شریف کے مطالعہ سے یہ امر بھی کھل جاتا ہے اور خدا تعالیٰ نے اس کو تدریجاً بیان فرمایا ہے، مگر یہ راز ان پر ہی کھلتا ہے جو خدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں اور پاک نفس لے کر سوچتے ہیں۔ کیونکہ کبھی کوئی عمدہ بات بڑوں کی تعلیم کے نہیں ہوتی ہے۔ یہ کہنا کہ ہر شخص اس راہ پر کیوں اطلاق نہیں پاتا۔ میں کہتا ہوں کہ دیکھو ہمارے حواس کے کام الگ الگ ہیں۔ مثلاً آنکھ دیکھ سکتی ہے۔ زبان چکھ سکتی ہے اور بول سکتی ہے۔ کان سن سکتے ہیں۔ گویا ہر ایک حواس میں سے اپنے اپنے فرائض اور قوت کے ذمہ دار ہیں۔ کیسے ہی نہیں ہو سکتا کہ کان کے پاس مصری کی ڈلی رکھ دی جائے۔ اور وہ اس کا ذائقہ بتا دے اور آنکھ خارجی آوازیں سن لے یا زبان دیکھ لے۔ پس اسی طرح پر خدا تعالیٰ کی معرفت کے دقیق اسرار کو معلوم کرنے کے واسطے خاص قوی ہیں۔ وہی اُن پر اطلاق دے سکتے ہیں۔ اور یہ قوی دیتے تو سب کو گنتے ہیں، لیکن اُن سے کام لینے والے بہت متوڑے ہیں۔ نلن کا کوئی قوی اثر نہیں ہو سکتا۔ یہی وجہ ہے کہ فلاسفر دل کی ایمانی حالت بہت ہی کمزور ہوتی ہے اور وہ فطریات سے آگے نہیں بڑھتے۔ افلاطون جو بڑا تدبیر اور دانشمند سمجھا جاتا تھا جب مرنے لگا، تو اُس نے یہی کہا کہ فلاں بُت پر اُس کے لیے ایک مُرخ چڑھا دینا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کیسا کمزور ایمان تھا۔ توحید پر قائم نہ ہوا۔

صحبت صالحین پس وہ عظیم ذریعہ جس سے ایک چمکا ہوا یقین حاصل ہوا اور خدا تعالیٰ پر بصیرت کے ساتھ ایمان قائم ہو۔ ایک ہی ہے کہ انسان ان لوگوں کی صحبت اختیار کرے جو خدا تعالیٰ کے دُجود پر زندہ شہادت دینے والے ہوں۔ خود جنہوں نے اس سے سن لیا ہے کہ وہ ایک فادہ مطلق اور عالم الغیب تمام منغاثِ کاملہ سے موصوف خدا ہے۔

ابتدا میں جب انسان ایسے لوگوں کی صحبت میں جاتا ہے، تو اس کی باتیں بالکل ازکھی اور نزالی معلوم ہوتی ہیں۔ وہ بہت کم دل میں جاتی ہیں۔ گودل ان کی طرف کھینچا جاتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ اندک کی گنگیوں اور ناپاکیوں سے ان معرفت کی باتوں کی ایک جنگ شروع ہو جاتی ہے جو کچھ گرد و غبار دل پر بیٹھا ہوتا ہے۔ صادق کی باتیں ان کو دُور کر کے اُسے جلا دینا چاہتی ہے۔ تا اس میں یقین کی قوت پیدا ہو۔ جیسے جب کبھی کسی آدمی کو شہل دیا جاتا ہے، تو دست اور دوائی پیٹ میں جا کر ایک گرد آگڑا ہٹ پیدا کر دیتی ہے اور تمام موادِ روئیا اور فاسدہ کو حرکت اور جوش سے کر باہر نکالتی ہے۔ اسی طرح پر صادق ان فطریات کو دُور کرنا چاہتا ہے اور اپنے حلقے معلوم اور اعتقادِ صحیح کی معرفت کو کافی چاہتا ہے اور وہ باتیں اس دل کو جس نے بہت بڑا زمانہ ایک اور ہی دُنیا میں بسر کیا ہوا ہوتا ہے۔ ناگوار اور ناقابلِ عمل

معلوم ہوتی ہیں، لیکن آفریحائی غالب آجاتی ہے اور باطل پرستی کی قوتیں مرجاتی ہیں اور حق پرستی کی قوتیں نشوونما پانے لگتی ہیں پس میں اس نُور کو لے کر آیا ہوں اور دُنیا میں قوتِ یقین پیدا کرنا چاہتا ہوں اور اس قوت کا پیدا ہونا صرف الفاظ اور باتوں سے نہیں ہو سکتا، بلکہ یہاں نشانات سے نشوونما پاتی ہیں جو اللہ تعالیٰ کی مقتدرانہ طاقت سے صادقوں کے ہاتھ پر ظہور پاتے ہیں۔

میرا مدعا یہی ہے کہ دوسری کلام نہ کر دوں جینک ایک اُمرِ مستننے والے کے ذہن نشین نہ کر لوں اور مُسننے والا فیصلہ نہ کرے کہ اس بات کو اُس نے سمجھ لیا ہے یا اس پر کوئی اعتراض کرنے لگے۔

کیونکہ سوال کرنا بھی ایک قسم کا علم پیدا کرنا ہوتا ہے۔ اَسْئَلُ لِنَصْفِ الْعَالَمِ
مشہور ہے پس میں اس کو بھی غنیمت سمجھتا ہوں کہ کسی کے دل میں امرِ حق کے متعلق

سوال کرنے کی تحریک پیدا ہو جاوے۔

یقیناً یاد رکھو کہ سچی معرفت ہر ایک طالبِ حق کو جو مستقل مزاجی سے اس راہ میں قدم رکھتا ہے۔ مل سکتی ہے۔ یہ کسی کے لیے خاص نہیں ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ جو غفلت کرتا ہے اور صدقِ نیت سے اس کی جستجو نہیں کرتا۔ اُس کا کوئی حصہ نہیں ہے؛ ورنہ خدا تعالیٰ تو ہر ایک انسان کو اپنی معرفت کے رنگ سے رنگین کرنا چاہتا ہے۔ کیونکہ انسان کو خدا نے اپنی صورت پر پیدا کیا ہے اور اسی لیے فرمایا ہے وَآلَدِينًا جَاهِدُوا فِينَا نَلْقَاهُمْ فِي سُبُلِنَا وَنُخَلِّقُهُمْ فِي سُبُلِنَا وَنُخَلِّقُهُمْ فِي سُبُلِنَا وَنُخَلِّقُهُمْ فِي سُبُلِنَا اور نہ انسان ہی کی حقیقت پر غور کی ہے۔ انسان کیا ہے؟ وہ گویا کُل مخلوقاتِ اہلبیہ کی ایک مجموعی صورت ہے جس قدر مخلوق دُنیا میں ایسی ہیڑ، کبریٰ وغیرہ موجود ہے۔ سب انسانی قوی کی انفرادی صورتیں ہیں۔

جیسے ایک معتقد جب کوئی کتاب لکھنی چاہتا ہے، تو پہلے متفرق ٹوٹ ہوتے ہیں پھر ان کو ترتیب دے کر ایک کتاب کی صورت میں لے آتا ہے۔ اسی طرح ہر کُل مخلوقاتِ انسانی قوی کے خاکے ہیں۔ گویا یہ عملی صورت بتاتی ہے کہ انسان اعلیٰ قوی لے کر آیا ہے پس عیسائی مذہب انسانی قوی کی توہین کرتا ہے اور اُن کی تکمیل اور نشوونما کے لیے ایک خطرناک روک پیداکر دیتا ہے، جبکہ وہ انسان کو خدا بنا کر اس کے خون پر نجات کا انحصار رکھ دیتا ہے۔

پس میں جو بات آپ کو پہنچانا چاہتا تھا۔ وہ یہی ہے کہ میں انسان کو گناہ سے بچنے کا حقیقی ذریعہ بتاتا ہوں

اور خدا تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا کرنے کی راہ دکھاتا ہوں۔ یہی میرا مقصد ہے جس کو لے کر میں دنیا میں آیا ہوں۔ میری دلی خواہش ہے کہ آپ اس کو سمجھیں اور خوب غور سے سمجھ لیں تاکہ جہاں کہیں آپ جائیں اور اپنے دوستوں میں بیٹھ کر اپنے سفر کے عجائبات سنائیں۔ وہاں ان کو یہ باتیں بھی بتائیں جو میں نے آپ کو سنائی ہیں۔

مسٹر ڈکنسن: میں نے آپ کا تذکرہ خوب سمجھا ہے اور میں آپ کو یقین دلانا ہوں کہ جہاں کہیں میں جاؤں گا۔ میں یورپین لوگوں میں اس کا تذکرہ کروں گا۔

حضرت اقدس: ہم نے تو آپ کا چہرہ دیکھ کر ہی سمجھ لیا تھا کہ آپ میں انصاف ہے۔ ہماری دلی آرزو یہی تھی کہ آپ کچھ دنوں ہمارے پاس رہ جاتے تاکہ ہمیں پورا موقع ملتا کہ اپنے اصول آپ کو سمجھائیں اور آپ کو بھی غور کرنے اور بار بار پوچھنے کا موقع ملتا، مگر تاہم ہر امید کستے ہیں کہ آپ کی فوراً کرنے والی طبیعت مزور کچھ نہ کچھ فائدہ اٹھائے گی۔ انسان کے اعلیٰ درجہ کے اخلاق کا نمونہ یہی ہے کہ وہ راستی کے قبول کرنے کے لیے ہر وقت تیار رہے۔ بہت سے امور ایسے ہوتے ہیں کہ انسان محض مال باپ کی تعلیم کی وجہ سے باوجود بیکہ اس میں صریح نقص دیکھتا ہے نہیں چھوڑتا۔ لیکن جو شخص سچے اخلاق اور اخلاقی جرات سے حصہ رکھتا ہے۔ وہ ان باتوں کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ وہ صرف راستی کا خواہشمند ہے۔

بچپن میں دو قوتیں بڑی تیز ہوتی ہیں۔ اول ہر ایک چیز اندر چلی جاتی ہے۔ دوم خوب یاد دہتی ہے۔ پھر کبھی دلائل نہیں پوچھتا کہ کیوں یہ بات ہے، مگر اصل شجاعت یہی ہے کہ ان باتوں کو جو شیر مادر کی طرح پیٹا ہے جب اُسے معلوم ہو جاوے کہ ان میں حقیقت اور معرفت کا رنگ اور قوت نہیں ہے تو انہیں چھوڑنے کے لیے فی الفور تیار ہو جاوے۔ تمام قوی کا بادشاہ انصاف ہے۔ اگر یہ قوت ہی انسان میں مقفود ہے تو پھر سب محروم ہونا پڑتا ہے۔ انسان دنیا میں اس لیے نہیں آیا کہ وہ باطل کا ذخیرہ جمع کرے، بلکہ اُسے حقیقت شناس اور سچی پرست ہونا چاہیے۔

دنیا میں چونکہ باطل بھی ہے اور کچھ تعجب نہیں کہ باطل پرست اسے سچ سے بھی زیادہ چمکدار دکھانا چاہیں، مگر دانشمند کو دھوکا نہیں کھانا چاہیے اس کو لازم ہے کہ سچائی کو پورے طور پر پرکھے اور پھر قبول کرے۔

میرے نزدیک عام مذاہب کا اس وقت یہ حال ہے کہ گویا کل مذاہب کا ایک میدان لگا ہوا ہے اور ہر ایک بجائے خود گوشش کرتا ہے کہ اپنے مذہب کو سچا دکھائے۔ مگر میں کتا ہوں کہ رو عایت کو دیکھو کہ کس میں ہے اور نایدی نشان کون اپنے ساتھ رکھتا ہے اور کون سا مذہب ہے جو گناہ کے کیرٹے کو ہلاک کرنے کی قوت رکھتا ہے۔ میں آپ کو اپنے تجربے کی بنا پر کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی سچی معرفت جس کی گرمی سے گناہ کا کیرٹا ہلاک ہوتا ہے، اسلام میں ملتی ہے اور یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ کسی کے ٹخن سے اس کیرٹے کو موت آوے، بلکہ ٹخن بڑھ کر تو اور

بھی کڑے پیدا کرے گا، اس لیے خون گناہوں کی معافی کا ذریعہ ہرگز نہیں ہے۔ نجات اور پاکیزگی کی سچی اصل وہی ہے جو میں نے آپ کو بتائی ہے اور ساری دُنیا کو چاہیے کہ اُس کو تلاش کریں۔

۲۷ نومبر ۱۹۷۰ء

اس تقریر کے ختم کرتے کرتے نہر کا پُل جو قادیان سے چار میل کے قریب ہے، پہنچا۔ یہاں پہنچ کر ہسٹریڈکن حضرت سید زینعت ہو کر بالاد کو چلے گئے اور حضرت اقدس داپس تشریف فرما ہوئے۔ (الحکم، ۱۱ جنوری ۱۹۷۰ء)

نسر یا یا: اذہ تعالیٰ کا کلام جو اس کے برگزیدوں، رسولوں پر نازل ہوتا ہے۔ اس میں عجاظ التشریف

کچھ شک نہیں کہ وہ عظیم الشان اعجاز اپنے اندر رکھتا ہے اور کوئی شخص تنہا یا دوسروں کی مدد سے اس کی شِ لاسنے پر قادر نہیں ہوتا، بلکہ اذہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی صرف ہمت کر دیتا ہے اور اس طرح پراس کا معجزہ ہونا ثابت ہوتا ہے۔ وہ بار بار مخالفوں کو اس کی مثال لاسنے کی دعوت اور تحدی کرتا ہے، لیکن کوئی اس کے مقابلہ کے لیے نہیں اُٹھ سکتا۔ قسآن تشریف جو اذہ تعالیٰ کا کلام ہے۔ کابل معجزہ ہے۔ دوسری کتابوں کی نسبت ہم نہیں دیکھتے کہ ایسی تحدی کی گئی ہو جیسی قرآن تشریف نے کی ہے! اگرچہ ہم اپنے تجربہ اور قرآن تشریف کے معجزہ کی بنا پر یہ ایمان لاتے ہیں کہ خدا کا کلام ہر حال میں معجزہ ہوتا ہے، لیکن قرآن تشریف کا اعجاز جس کا طیت اور جامعیت کے ساتھ معجزہ ہے۔ دوسرے کو ہم اس جگہ پر نہیں رکھ سکتے، کیونکہ بہت سی دُجہ اور صورتیں اس کے معجزہ ہونے کی ہیں اور کوئی شخص اس کی مثال بنانے پر قادر نہیں۔ جو لوگ کہتے ہیں کہ کلام ایسا معجزہ نہیں ہو سکتا۔ وہ جسے ہی گستاخ اور دیر ہیں۔ کیا وہ نہیں جانتے اور دیکھتے کہ خدا تعالیٰ کی ساری مخلوق بے مثل اور لافیر ہے۔ پھر اس کے کلام کی نظیر کیسے ہو سکتی ہے؟ ساری دُنیا کے مدبرا اور متنازع ل کر اگر ایک تہنکا بنانا چاہیں، تو بنا نہیں سکتے، پھر خدا کے کلام کا مقابلہ وہ کیسے کر سکتے؟

معنی کلام کے اشتراک یا الفاظ کے اشتراک سے یہ کہہ دینا کہ کوئی معجزہ نہیں، زری حماقت اور اپنی موٹی عقل کا ثبوت دینا ہے، کیونکہ ان اعلیٰ مدارج اور کمالات پر ہر شخص اطلاق نہیں پاسکتا، جو باریک بین نگاہ دیکھ سکتی ہے۔ یلایہ درہب ہے کہ آنحضرت صلی اذہ علیہ وسلم کی خاص کلام لعل کی طرح چمکتی ہے، لیکن بایں ہمہ قرآن تشریف آپ کی خاص کلام سے بالکل الگ اور متناظر نظر آتا ہے۔ اس کی وجہ کیا ہے۔

ہر چیز کے مراتب ہوتے ہیں، مثلاً کپڑا ہے، تو کتدر، مل، اذغاصہ، مشامض، کپڑا ہونے کی حیثیت سے تو کپڑا ہی ہے اور اس لحاظ سے کہ وہ سفید ہیں۔ بظاہر ایک مساوات رکھتے ہوئے دکھائی دیتے ہیں اور ریشم بھی سفید ہوتا ہے، لیکن کیا ہر آدمی نہیں جانتا کہ ان سب میں جُدا جُدا مراتب ہیں اور ان میں فرق پایا جاتا ہے۔

۷۔ اگر حفظ مراتب نہ کُنئی زندگی

پس جس طرح پر ہم سب اشیاء میں ایک امتیاز اور فرق دیکھتے ہیں۔ اسی طرح کلام میں بھی مدارج اور مراتب ہوتے ہیں جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کلام جو دوسرے انسانوں کے کلام سے بالاتر اور عظمت اپنے اندر رکھتا ہے اور ہر ایک پہلو سے اعجازی مدد و کمک پہنچتا ہے، لیکن خدا تعالیٰ کے برابر وہ بھی نہیں، تو پھر اور کوئی کلام کیونکر اس سے مقابلہ کر سکتا ہے۔

یہ تو موٹی اور بدیہی بات ہے کہ جس سے سمجھ میں آسکتا ہے کہ قرآن شریف عجز و مبہ ہے، لیکن اس کے ہوا اور بھی بہت و جُودہ اعجازیں۔ خدا تعالیٰ کا کلام اس قدر خوبیوں کا مجموعہ ہے جو پہلی کسی کتاب میں نہیں پائی جاتی ہیں۔ خاتم النبیین کا لفظ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر بولا گیا ہے۔ بجائے خود چاہتا ہے اور باطبیح اسی لفظ میں یہ رکھا گیا ہے کہ وہ کتاب جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوتی ہے، وہ بھی خاتم الکتب ہو اور سارے کمالات اس میں موجود ہوں اور حقیقت میں وہ کمالات اس میں موجود ہیں۔

کیونکہ کلامِ الہی کے نزول کا عام قاعدہ اور اصول یہ ہے کہ جس قدر قوتِ قدسی اور کمالِ باطنی اس شخص کا ہوتا ہے۔ اسی قدر قوت اور شوکت اس کلام کی ہوتی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور کمالِ باطنی چونکہ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تھا جس سے بڑھ کر کسی انسان کا نہ کہی ہو اور دانتہ ہوگا، اس لیے قرآن شریف میں تمام پہلی کتابوں اور صحائف سے اعلیٰ مقام اور مرتبہ پر واقع ہوا ہے، جہاں تک کوئی دوسرا کلام نہیں پہنچا کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی استعداد اور قوتِ قدسی سب سے بڑھی ہوئی تھی اور تمام مقاماتِ کمال آپ پر ختم ہو چکے تھے اور آپ انتہائی نقطہ پر پہنچے ہوئے تھے۔ اس مقام پر قرآن شریف جو آپ پر نازل ہوا کمال کو پہنچا ہوا ہے اور جیسے بتوت کے کمالات آپ پر ختم ہو گئے اسی طرح پر اعجاز کلام کے کمالات قرآن شریف پر ختم ہو گئے۔ آپ خاتم النبیین مہرے اور آپ کی کتاب خاتم الکتب مہرہی جس قدر مراتب اور جُودہ اعجاز کلام کے ہو سکتے ہیں۔ ان سب کے اعتبار سے آپ کی کتاب انتہائی نقطہ پر پہنچی ہوئی ہے۔

یعنی کیا باعتبار فصاحت و بلاغت، کیا باعتبار ترتیب مضامین، کیا باعتبار تعلیم، کیا باعتبار کمال تعلیم، کیا باعتبار اثراتِ ثمراتِ تعلیم، غرض جس پہلو سے دیکھو اسی پہلو سے قرآن شریف کا کمال نظر آتا ہے اور اس کا اعجاز ثابت ہوتا ہے اور یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے کسی خاص امر کی نظیر نہیں مانگی، بلکہ عام طور پر نظیر طلب کی ہے یعنی جس پہلو

سے جاہو مقابلہ کرو۔ خواہ لہذا فصاحت و بلاغت، خواہ لہذا مطالب و مقاصد، خواہ لہذا تعلیم، خواہ لہذا پیش گوئیوں اور غیب کے جو قرآن شریف میں موجود ہیں۔ غرض کسی رنگ میں دیکھو، یہ مجرہ ہے۔ گو نکلتا میری مخالفت کی وجہ سے اس امر کو قبول نہ کریں، لیکن اس سے قرآن شریف کے اعجاز میں کوئی فرق نہیں آسکتا۔ یہ لوگ جوشِ تصتب میں بعض وقت یہاں تک اندھے ہو جاتے ہیں کہ ادب کے کل طریقوں کو پس پشت ڈال دیتے ہیں۔ لودنانہ کے مباحث میں لَوْنًا وَوَلْوَانًا میں نے پیش کیا، تو مولوی محمد حسین کو جوش آگیا اور راوی کی مخالفت شروع کر دی۔ کیا خدا کے کلام سے محبت اور ارادت کا یہی تقاضا ہونا چاہیے تھا۔ یاد رکھو۔ المطر لیتے تھکنا ادب اگر اس کو درست نہ سمجھتا تھا، تو قرآن شریف کی محبت کی وجہ سے اس قدر مخالفت بھی تو جائز نہ تھی۔

قرآن شریف زندہ اعجاز ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم زندہ نبی ہیں
الغرض قرآن شریف
ایک کمال اور زندہ

اعجاز ہے اور کلام کا مجرہ ایسا معجزہ ہوتا ہے کہ کبھی اور کسی زمانہ میں وہ پڑتا نہیں ہو سکتا اور نہ فنا کا ہاتھ اس پر چل سکتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزات کا اگر آج نشان دیکھنا چاہیں تو کہاں ہے؟ کیا یہودیوں کے پاس وہ عصا ہے اور اس میں کوئی قدرت اس وقت بھی سانپ بننے کی موجود ہے وغیرہ وغیرہ۔ غرض جس قدر معجزات کلیوں سے صادر ہوئے۔ ان کے ساتھ ہی ان معجزات کا بھی خاتمہ ہو گیا۔ مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے معجزات ایسے ہیں کہ وہ ہر زمانہ میں اور ہر وقت تازہ بتازہ اور زندہ موجود ہیں۔ ان معجزات کا زندہ ہونا اور ان پر موت کا ہاتھ نہ چلنا صاف طور پر اس امر کی شہادت دے رہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی زندہ نبی ہیں۔ اور حقیقی زندگی۔ یہی ہے جو آپ کو عطا ہوئی ہے۔ اور کسی دوسرے کو نہیں ملی۔ آپ کی تعلیم اس لئے زندہ تسلیم ہے کہ اس کے ثمرات اور برکات اس وقت بھی ویسے ہی موجود ہیں جو آج سے تیرہ سو سال پیشتر موجود تھے۔ وہ سری کوئی تعلیم ہمارے سامنے اس وقت ایسی نہیں ہے جس پر عمل کرنے والا یہ دعویٰ کر سکے کہ اس کے ثمرات اور برکات اور فیوض سے مجھے حصہ دیا گیا ہے اور میں ایک آیتہ اللہ ہو گیا ہوں۔ لیکن ہم خدا تعالیٰ کے فضل و کرم، قرآن شریف کی تعلیم کے ثمرات اور برکات کا نمونہ اب بھی موجود پاتے ہیں اور ان تمام آثار اور فیوض کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع سے ملتے ہیں۔ اب بھی پاتے ہیں، چنانچہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اس لیے قائم کیا ہے تا وہ اسلام کی سچائی پر زندہ گواہ ہو اور ثابت کرے کہ وہ برکات اور آثار اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کمال اتباع سے ظاہر ہوتے ہیں۔ جو تیرہ سو برس پہلے ظاہر ہوتے تھے، چنانچہ صد ہا نشان اس وقت تک ظاہر ہو چکے ہیں۔ اور ہر قوم ہر مذہب کے سرگرد ہوں کو ہم نے دعوت کی ہے کہ وہ ہمارے مقابلہ میں اگر اپنی صداقت کا نشان دکھائیں، مگر ایک بھی ایسا نہیں کہ جس سے

اپنے مذہب کی سچائی کا کوئی نمونہ عملی طور پر دکھائے۔

ہم خدا تعالیٰ کے کلام کو کمال اعجاز سمجھتے ہیں اور ہمارے یقین اور دعویٰ ہے کہ کوئی دوسری کتاب اس کے مقابل نہیں ہے۔ میں علی و جبر البصیرۃ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کا کوئی امر پیش کریں۔ وہ اپنی جگہ پر ایک نشان اور مجرہ ہے۔ مثلاً تعلیم ہی کو دیکھیں تو وہ عظیم الشان مجرہ نظر آتی ہے اور فی الواقع مجرہ ہے۔ ایسے حکیمانہ نظام اور فطری تقاضوں کے موافق واقع ہوئی ہے کہ دوسری تعلیم اس کے ساتھ ہرگز ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتی۔ قرآن شریف کی تعلیم پہلی ساری تعلیموں کی تہم اور مکمل ہے۔ اس وقت صرف ایک پہلو تعلیم کا دکھا کر میں ثابت کرتا ہوں کہ قرآن شریف کی تعلیم علی و جبر پر واقع ہوئی ہے اور مجرہ ہے۔ مثلاً تدریس کی تعلیم (حالات ہو چودہ کے لحاظ سے کہو یا ضروریات وقت کے موافق) کا سامان اور قصاص اور بدلہ پر ہے۔ جیسے آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت اور بالمقابل انجیل کی ساری تعلیم کا سامان زور، عفو، اور درگزر پر تھا اور یہاں تک اس میں تاکید کی کہ اگر کوئی ایک گال پر پٹا پتھر مارے تو دوسری بھی اس کی طرف پھیر دو۔ کوئی ایک کوس بیگارے جاوے تو دو کوس چلے جاؤ۔ کڑے مانگے تو چند بھی دیدو۔ اسی طرح ہر باب میں تدریس اور انجیل کی تعلیم میں یہ بات نظر آئے گی کہ تدریس افراط کا پہلو لیتی ہے اور انجیل تفریط کا۔ مگر قرآن شریف ہر موقع اور محل پر حکمت اور وسط کی تعلیم دیتا ہے۔ جہاں دیکھو۔ جس بارہ میں قرآن کی تعلیم پر نگاہ کرو، تو معلوم ہو گا کہ وہ محل اور موقع کا سبق دیتا ہے، اگر تم تسلیم کرتے ہیں کہ نفس تعلیم سب کا ایک ہی ہے، لیکن اس میں کسی کو انکار کی گنجائش نہیں ہے کہ تدریس اور انجیل میں سے ہر ایک کتاب نے ایک ایک پہلو پر زور دیا ہے، مگر فطرتِ انسانی کے تقاضے کے موافق صرف قرآن شریف نے تعلیم دی ہے۔ یہ کہنا کہ تدریس کی تعلیم افراط کے مقام پر ہے۔ اس لیے وہ خدا کی طرف سے نہیں یہ صحیح نہیں ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ اس وقت کی ضرورتوں کے لحاظ سے ایسی تعلیم بکارتھی۔ اور چونکہ تدریس یا انجیل قانونِ محض المقام کی طرح تھیں۔ اس لیے ان تعلیموں میں دوسرے پہلوؤں کو ملحوظ نہیں رکھا گیا، لیکن قرآن شریف چونکہ تمام دنیا اور تمام نوعِ انسانی کے واسطے تھا، اس لیے اس تعلیم کو ایسے مقام پر رکھا جو فطرتِ انسانی کے صحیح تقاضوں کے موافق تھی اور یہی حکمت ہے کیونکہ حکمت کے معنی ہیں وضعِ ہشمت و فی مآخذ یعنی کسی چیز کو اس کے اپنے محل پر رکھنا پس یہ حکمت قرآن شریف نے ہی سکھائی ہے۔

تدریس جیسا کہ بیان کیا ہے ایک بے جا سختی پر زور دے وہی تھی اور انتقامی قوت کو بڑھاتی تھی اور انجیل بالمقابل یہود و عفر پر زور مارتی تھی۔ قرآن شریف نے ان دونوں کو چھوڑ کر حقیقی تعلیم دی۔ جَدَّ اَلْحَقِّ اَمَّیْنَةُ سَبَّحَتْہُ مِثْلًا فَمَنْ عَفَا ذَا مَلْعَةٍ فَاجْرُءٌ عَلٰی اللّٰہِ (الشوریٰ: ۴۱) یعنی بڑی کی جزا اسی قدر بڑی ہے، لیکن جو شخص معاف کرے اور اس معاف کرنے میں اصلاح مقصود ہو۔ اس کا اجر اس کے رب کے پاس ہے۔

”اب اس تعلیم پر نگاہ کرو کہ نہ یہ تورات کی طرح محض قرآن شریف کی تعلیم کا حکیمانہ نظام انتظام پر ہی زور دیتی ہے اور نہ انجیل کی طرح ایسے غلو پر جو بسا اوقات خطرناک نتائج کا موجب ہو سکتا ہے، بلکہ قرآن شریف کی تعلیم حکیمانہ نظام اپنے اندر رکھتی ہے۔ مثلاً ایک مذمتگار ہے جو بڑا شریف اور نیک چلن ہے۔ کبھی اس نے خیانت نہیں کی اور کوئی نقصان نہیں کیا۔ اگر اتفاقاً وہ چاہ پلانے کے لئے آئے اور اس کے ہاتھ سے پیالیاں گر کر ٹوٹ جاویں تو اس وقت مقتضائے وقت کیا ہو گا۔ کیا یہ کہ اس کو سزا دیں یا معاف کر دیں۔ ایسی حالت میں ایسے شریف خدمت گار کو معاف کر دینا اس کے واسطے کافی سزا ہوگی، لیکن اگر ایک شریر خدمت گار جو ہر روز کوئی نہ کوئی نقصان کرتا ہے اس کو معاف کر دینا اور بھی دلیر کر دینا ہے اس لئے اس کو سزا دینی ضرور ہوگی مگر انجیل یہ نہیں بتاتی۔ انجیل پر عمل کر کے تو گورنمنٹ کو چاہیے کہ اگر کوئی ہندوستان مانگے تو وہ انگلستان بھی اُس کے حوالے کرے۔ کیا عملی طور پر انجیل مانی جاتی ہے۔ ہرگز نہیں۔ گورنمنٹ کے سیاست مدن کے اصولوں پر مختلف محکموں کا قائم کرنا اور عدالتوں کا کھولنا، دشمن سے حفاظت کے لئے فوجوں کا رکھنا وغیرہ وغیرہ جس قدر امور ہیں انجیل کی تعلیم کے موافق نہیں ہیں اس لئے کہ انجیل کی تعلیم کے موافق کوئی انتظام ہو سکتا ہی نہیں ہے۔

غرض تسمان شریف کی تعلیم جس پہلو اور جس باب میں دیکھو اپنے اندر حکیمانہ پہلو رکھتی ہے افراط یا تفریط اس میں نہیں ہے بلکہ وہ نقطہ وسط پر قائم ہوئی ہے اور اسی لئے اس امت کا نام بھی اُمَّةً وَّسَطًا (البقرة ۱۴۳) رکھا گیا ہے۔ یہ بات کہ انجیل یا تورات کی تعلیم کیوں اعتدال اور وسط پر واقع نہیں ہوئی اس سے خدا تعالیٰ پر کوئی اعتراض نہیں آتا اور نہ اس تعلیم کو ہم خلافت آئین حکمت کہہ سکتے ہیں کیونکہ حکمت کے معنی ہیں وَضْعُ الشَّيْءِ فِي مَوَاقِفِهِ۔ اس وقت کی حکمت کا تقاضا ایسی ہی تعلیم تھی جیسا کہ ہم نے بتایا ہے کہ سزا کے وقت سزا دینا بھی حکمت ہے اور معصوم کے وقت معصوم ہی حکمت ہے۔ اسی طرح پر اس وقت طبائع کی حالت کچھ ایسی ہی واقع ہوئی تھی کہ تعلیم کو ایک پہلو پر رکھنا پڑا۔ بنی اسرائیل چار سو برس تک فرعون کی غلامی میں رہے تھے اور اس وجہ سے ان لوگوں کے عادات اور رسوم کا ان پر بہت بڑا اثر پڑا ہوا تھا اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ بادشاہ کے اطوار و عادات اور آئین ملک واری کا اثر عایا پر پڑتا ہے بلکہ ان کے مذہب تک پر اثر چاڑتا ہے اسی لئے کہا گیا ہے اَلنَّاسُ حَلَالٌ وَدِينٌ مُّسَلَّمٌ۔ چنانچہ سیکھوں کے زمانہ میں عام لوگوں پر بھی یہ اثر پڑا تھا کہ عموماً لوگ ڈاکہ زن اور دھاڑوی ہو گئے تھے۔ ہری سنگھ وغیرہ برائیں ہی ٹوٹ یا کرتے

تھے۔ اسی طرح پرفرعونیوں کی غلامی میں رہ کر بنی اسرائیل عدل کو کچھ سمجھتے ہی نہیں تھے۔ اُن پر جو ہمیشہ ظلم ہوتا تھا وہ بھی اعتداء اور ظلم کر بیٹھے تھے۔ پس اُن کی اصلاح کے لئے تو پہلا مرحلہ ہی چاہیے تھا کہ اُن کو عدل کی تعلیم سکھائی جاتی اس لئے یہ تعلیم اُن کو دی گئی کہ آنکھ کے بدلہ آنکھ اور دانت کے بدلہ دانت۔ اس تعلیم پر وہ اس قدر رنجتہ ہو گئے کہ پھر انہوں نے انتقام لینا ہی شریعت کی جان سمجھ لیا اور یہ مذہب ہو گیا کہ اگر بدلہ نہ لیں گے تو گنہگار ٹھہریں گے۔ اس واسطے جب حضرت مسیح علیہ السلام آئے اور انہوں نے دیکھا کہ بنی اسرائیل کی حالت ایسی ہو گئی ہے تو انہوں نے صدرِ برج کے عفو کی تعلیم دی، کیونکہ جس قدر زور کے ساتھ وہ انتقام پر قائم ہو چکے تھے اگر اس سے بڑھ کر عفو کی تعلیم نہ دی جاتی تو وہ موثر ثابت نہ ہوتی، اس لئے ان کی تعلیم کا سارا مدار اس پر رہا پس اُن اسباب اور وجوہ کے لحاظ سے یہ دونوں تعلیمیں اگرچہ اپنی جگہ ہی حکمت ہیں لیکن ان کو قانونِ مختص المقام یا قانونِ مختص الوقت کی طرح سمجھنا چاہیے۔

ابدی اور دائمی قانون — خدا تعالیٰ کی حکمتیں اور احکام دو قسم کے ہوتے ہیں۔

قرآن شریف مستقل اور ابدی شریعت

بعض مستقل اور دائمی ہوتے ہیں بعض آئی اور وقتی ضرورتوں کے لحاظ سے صادر ہوتے ہیں۔ اگرچہ اپنی جگہ اُن میں بھی ایک استقلال ہوتا ہے مگر وہ آئی ہی ہوتے ہیں۔ مثلاً سفر کے لئے نماز یا روزہ کے متعلق اور احکام ہوتے ہیں اور حالتِ قیام میں آدھ۔ باہر جب عورت نکلتی ہے تو وہ برقع لے کر نکلتی ہے گھر میں ایسی ضرورت نہیں ہوتی کہ برقع لے کر پھرتی رہے۔ اسی طرح پر توریت اور انجیل کے احکام آئی اور وقتی ضرورتوں کے موافق تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو شریعت اور کتاب لے کر آئے تھے وہ کتابِ مستقل اور ابدی شریعت ہے اس لئے اس میں جو کچھ بیان کیا گیا ہے وہ کامل اور مکمل ہے۔ قرآن شریف قانونِ مستقل ہے اور توریت، انجیل اگر قرآن شریف نہ بھی آتا تب بھی منسوخ ہو جاتیں کیونکہ وہ مستقل اور ابدی قانون نہ تھے۔

میں نے بعض احمقوں کو اعتراض کرتے سنا ہے کہ ایسا کیوں کیا گیا۔ خدا تعالیٰ نے پہلی کتابوں کو کیوں منسوخ کیا۔ کیا اس کو علم نہ تھا پہلے ہی مکمل اور مستقل ابدی شریعت بھیجی تھی۔ یہ اعتراض بالکل نادانی کا اعتراض ہے کیونکہ یہ لکھیہ قاعدہ نہیں ہے کہ ہر نسخ کے لئے ضروری ہے کہ علم نہ ہو۔ اگر یہ صحیح ہے کہ ہر نسخ میں عدمِ علم ثابت ہوتا ہے تو پھر اس بات کا کیا جواب ہے کہ جو کپڑے برس یا دو برس کے پتے کو پہنائے جاتے ہیں کیوں وہی کپڑے پانچ، دس یا پچیس برس کے ایک جوان کو نہیں پہنائے

جاتے؟ کیا ہو سکتا ہے کہ گز آدھ گز کا کرتہ ایک نوجوان کو پہنایا جاوے؟ یقیناً کوئی سلیم الطبع انسان اس بات کو پسند نہیں کرے گا بلکہ وہ ایسی حرکت پر ہنسی اڑائے گا۔ اب اس مثال سے کیسی صفائی کے ساتھ ثابت ہوتا ہے کہ یہ ہرگز ضروری نہیں ہے کہ کہنہ کے لئے عدم علم ثابت ہو۔ جب ہم بجائے خود معرض تغیر میں ہیں تو ہماری ضرورتیں اس تغیر کے ساتھ ساتھ بدلتی جاتی ہیں۔ پھر ان تبدیلیوں کے موافق جو نسخ ہوتا ہے وہ ایک علم اور حکمت کی بنا پر ہو یا عدم علم پر یہ اعتراض سراسر مجال اور حقیق کا نشان ہے جیسے پیدا ہونے والے بچے کے منہ میں روٹی کا ٹکڑہ یا گوشت کی بوٹی نہیں دے سکتے اسی طرح پر ابتدائی حالت میں شریعت کے وہ سراسر نہیں مل سکتے جو اس کے کمال پر ظاہر ہوتے ہیں۔ طیب ایک وقت خود سہل دیتا ہے اور دوسرے وقت جبکہ اسہال کا مرض ہو اس کو قابض دوا دیتا ہے۔ ہر حالت میں ایک ہی نسخہ وہ کیسے رکھ سکتا ہے۔

غرض قرآن شریف حکمت ہے اور مستقل شریعت ہے اور ساری تعلیموں کا مخزن ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کا پہلا مجرہ اعلیٰ درجہ کی تعلیم ہے اور پھر دوسرا مجرہ قرآن شریف کا اس کی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں، چنانچہ سورہ فاتحہ اور سورہ تحریم اور سورہ نور میں کتنی بڑی عظیم الشان پیشگوئیاں ہیں۔ رسول اللہ علیہ وسلم کی مکی زندگی ساری پیشگوئیوں سے بھری ہوئی ہے۔ ان پر اگر ایک دانشمند آدمی خدا سے خوف کھا کر غور کرے تو اسے معلوم ہوگا کہ کس قدر غیب کی خبریں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملی ہیں۔ کیا اس وقت جبکہ ساری قوم آپ کی مخالفت تھی اور کوئی ہمدرد اور رفیق نہ تھا یہ کہنا کہ سَيَقْرَأُ الْجُمُوعَ وَيَتْلُوْنُ الذَّبُوْرَ الْقَمْرَ (۴۶) چھوٹی بات ہو سکتی تھی۔ اسباب کے لحاظ سے تو ایسا فتویٰ دیا جاتا تھا کہ ان کا خاتمہ ہو جاوے گا مگر آپ ایسی حالت میں اپنی کامیابی اور دشمنوں کی ذلت اور نامرادی کی پیشگوئیاں کر رہے ہیں اور آخر اس طرح وقوع میں آتا ہے پھر تیرہ سو سال کے بعد قائم ہونے والے سلسلہ کی اور اس وقت کے آثار و علامات کی پیشگوئیاں کیسی عظیم الشان اور لائق ہیں۔ دنیا کی کسی کتاب کی پیشگوئیوں کو پیش کر دیا۔ کیا مسیح کی پیشگوئیاں ان کا مقابلہ کر سکتی ہیں جہاں صرف اتنا ہی ہے کہ زلزلے آئیں گے، قحط پڑیں گے، آگھیاں آئیں گی، مریخ بانگ دے گا۔ وغیرہ وغیرہ۔

اس قسم کی معمولی باتیں تو ہر ایک شخص کہہ سکتا ہے اور یہ حوادثات ہمیشہ ہی ہوتے رہتے ہیں پھر اس میں غیب گوئی کی قوت کہاں سے ثابت ہو۔ اس کے مقابلہ میں قرآن شریف کی پیشگوئی دیکھو۔

الْقَدْرُ الْجَلِيلُ
سَيَقْبَلُوْنَ - فِي بَعْضِ سِنِيْنَ ۙ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمِنْ بَعْدُ
الْقَدْرُ الْجَلِيلُ الرَّؤْمُ - فِي اَدْنَى الْاَرْضِ ۚ وَهُمْ قَوْمٌ بَعْدَ غَلِيْبٍ

جلیل القدر پیشگوئی

وَيَوْمَئِذٍ يَعْرِضُ الْمُؤْمِنُوْنَ - (الرؤم: ۵۶)

میں اللہ بہت جاننے والا ہوں۔ رومی اپنی سرحد میں اہل فارس سے مغلوب ہو گئے ہیں اور بہت

ہی جلد چند سال میں یقیناً غالب ہونے والے ہیں۔ پہلے ادا آئندہ آنے والے واقعات کا علم ادا ان کے اسباب اشد ہی کے ہاتھ میں ہیں جس دن رومی غالب ہوں گے وہی دن ہوگا جب مومن بھی خوشی کریں گے۔

اب خود کر کے دیکھو کہ یہ کیسی حیرت انگیز اور جلیل القدر پیشگوئی ہے۔ ایسے وقت میں یہ پیشگوئی کی گئی جب مسلمانوں کی کمزور اور ضعیف حالت خود خطرہ میں تھی۔ نہ کوئی سامان تقاضا نہ طاقت تھی۔ ایسی حالت میں مخالف ہتھے تھے کہ یہ گروہ بہت جلد نیست و نابود ہو جائے گا۔ مدت کی قید بھی اس میں لگادی اور پھر یَوْمَئِذٍ يُفْرَخُ الْمُؤْمِنُونَ کہہ کر رومی پر پیشگوئی بنا دی یعنی جس روز رومی فارسیوں پر غالب آئیں گے۔ اسی دن مسلمان بھی بائراؤ ہو کر خوش ہوں گے اچنانچہ جس طرح یہ پیشگوئی کی تھی، اسی طرح بدر کے روز یہ پوری ہو گئی۔ اور رومی غالب ہونے اور اُدھر مسلمانوں کو فتح ہوتی۔ اسی طرح سُوْرَةُ يُوسُفِ میں آيَاتٌ تِلْكَ آيَاتُ الَّذِينَ كُفِرُوا سَارَةً سَارَةً فَتَعْلَمُ مَلَى اٰفِئِدَةٍ عَلَيْهِمْ وَتَمَّ كَيْفَ يَطْوِرُ بِشَيْءٍ كُوْنِي بِيَانِ فرمایا ہے۔

غرض جہاں تک دیکھا جاوے قرآن شریف کی پیشگوئیاں بڑے اعلیٰ درجہ پر واقع ہوتی ہیں۔ اور کوئی کتاب اس رنگ میں ان پیشگوئیوں کا مقابلہ نہیں کر سکتی۔ کیونکہ یہ پیشگوئیاں یہی نہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ہی میں پوری ہو گئی تھیں، بلکہ ان کا سلسلہ برابر جاری ہے اچنانچہ بہت سی پیشگوئیاں مقیم جواب پوری ہو رہی ہیں اور بہت ابھی باقی ہیں، جو آئندہ پوری ہوں گی۔

مخملہ ان پیشگوئیوں کے جو اس وقت پوری ہو رہی ہیں۔ اس سلسلہ کی پیشگوئی ہے جو قرآن شریف کے اول سے شروع ہو کر آخر تک پہنچی گئی ہے اچنانچہ سُوْرَةُ فَاتِحَةٍ میں صَوْرَاتِ الَّذِينَ اَلْمُنْتَعَلِينَ کہہ کر مسیح موعود کی پیشگوئی فرمائی اور پھر اس سُوْرَةِ میں مَضْنُوبِ اور مَنَالِیْنِ دو گروہوں کا ذکر کر کے یہ بھی بتا دیا کہ جب مسیح موعود آئے گا، تو اس وقت ایک قوم منافقت کرنے والی ہوگی۔ جو مَضْنُوبِ قوم یہودیوں کے نقش قدم پر چلے گی۔ اور مَنَالِیْنِ میں یہ اشارہ کیا کہ قتل و تباہی اور کسر میلہب کے لیے آئے گا، کیونکہ مَضْنُوبِ یہود اور مَنَالِیْنِ سے نصاریٰ بالاتفاق مراد ہیں اور آخر قرآن شریف میں بھی شیطان کا ذکر کیا۔ جو اصل و تباہی ہے اور ایسا ہی سُوْرَةُ تُوْرِكِ آیت استخلاف میں مسیح موعود یا خاتم الخلفاء کی پیشگوئی کی اور اسی طرح سُوْرَةُ تَحْرِیْمِ میں صراحت کے ساتھ ظاہر کیا۔ کہ اس امت میں بھی ایک مسیح آئے والا ہے، کیونکہ جب مومنوں کی مثال مریم کی ہی ہے، تو اس امت میں کم از کم ایک شخص تو ایسا ہو جو مریم صفت ہو اور مریم میں نفع و روح ہو کہ مریم پیدا ہو، تو اس مومن میں جب نفع و روح ہوگا، تو وہ خود ہی مسیح ہوگا۔ ان پیشگوئیوں کا ظہور جو اس سلسلہ کی صورت میں ہوا ہے تو کیا یہ چھوٹی سی بات ہے۔ یہ سلسلہ بہت

بڑی پیشگوئی کا پورا ہونا ہے، جو تیرہ سو سال پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لبوں پر جاری ہوئی۔ اس قدر مدت دراز پہلے خبر دینا یہ قیافہ شناسی اور اہل باطنی بازی نہیں ہو سکتی اور پھر یہ پیشگوئی کیسی نہیں، بلکہ اس کے ساتھ ہزاروں وہ آیات و نشانات ہیں جو اس وقت کے لیے پہلے سے بتا دیئے گئے تھے اور ان سب کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے خود یہاں ہزاروں نشانات کا سلسلہ جاری کر دیا، چنانچہ کئی سو پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں۔ جو قبل از وقت ملک میں شائع کی گئیں اور پھر وہ اپنے وقت پر پوری ہوئی ہیں۔ جن کو ہمارے مخالف بھی جانتے ہیں۔ اب کیا قرآن کریم کا معجزہ اس کی پاک تعلیم کا نتیجہ اور اثر ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی اور تاثیر انفاس کے ثمرات ہیں ماننا پڑے گا کہ یہ سب کچھ آپ ہی کی فضل ہے، کیونکہ یہ مسلم بات ہے۔

خارقے کوز ولی سموع است

معجزہ آں نبی متبوع است

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خوارق اور معجزات
اس لیے جس قدر یہ نشانات اور آیات یہاں
ظاہر ہو رہی ہیں۔ یہ درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم ہی کے خوارق اور معجزات اور پیشگوئیاں قرآن شریف ہی کی پیشگوئیاں ہیں، کیونکہ آپ ہی کی اتباع اور قرآن شریف ہی کی تعلیم کے ثمرات ہیں۔ اور اس وقت کوئی اور مذہب ایسا نہیں ہے جس کا پیروا و متبع یہ دعویٰ کر سکتا ہو کہ وہ پیشگوئیاں کر سکتا ہے یا اس سے خوارق کا ظہور ہوتا ہے۔ اس لیے اس پہلو سے قرآن شریف کا معجزہ تمام کتابوں کے اعجاز سے بڑھا ہوا ہے۔

پھر ایک اور پہلو فصاحت و بلاغت ایسی اعلیٰ درجہ کی اور مسلم ہے کہ انصاف پسند و دشمنوں کو بھی اسے ماننا پڑا ہے۔ قرآن شریف نے کَمَا تَوْابِئْتُنَّ مِنْ بَنِي إِسْرَائِيلَ (البقرہ: ۲۴۶) کا دوسرے کیا۔ لیکن آج تک کسی سے ممکن نہیں ہوا۔ کہ اس کی مثل لاسکے۔ عرب جو بڑے فصیح و بلیغ بولنے والے تھے اور خاص موقعوں پر بڑے بڑے فصیح کرتے اور ان میں اپنے قصائد سناتے تھے۔ وہ بھی اس کے مقابل میں عاجز ہو گئے۔

اور پھر قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت ایسی نہیں ہے کہ اس میں صرف الفاظ کا تبحر کیا جاوے اور معانی اور مطالب کی پرواہ نہ کی جاوے، بلکہ جیسا اعلیٰ درجہ کے الفاظ ایک عجیب ترتیب کے ساتھ رکے گئے ہیں۔ اسی طرح بہ حقائق اور معارف کو ان میں بیان کیا گیا ہے اور یہ رعایت انسان کا کام نہیں کہ وہ حقائق اور معارف کو بیان کرے اور فصاحت و بلاغت کے مراتب کو بھی ملحوظ رکھے۔

ایک جگہ فرماتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اذْكُرُوْا اللّٰهَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْوَسِيْلَةَ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ الْمُبْرَكَةِ (البقرہ: ۳۰) یعنی ان پر ایسے صحافت پڑتا ہے کہ جن میں حقائق و معارف ہیں۔ انشاء والے جانتے ہیں کہ انشاء نثر نثر میں پاکیزہ تعلیم اور اخلاق

فائلہ کو ٹوٹا دکھنا بہت ہی مشکل ہے اور پھر ایسی موثر اور جاذبِ تعلیم دینا جو صفاتِ مذہبیہ کو دور کر کے بھی دکھا دے اور ان کی جگہ اعلیٰ درجہ کی خوبیاں پیدا کر دے۔ عربوں کی جو حالت تھی، وہ کسی سے پوشیدہ نہیں۔ وہ سارے میسوں اور بُرائیوں کا مجموعہ بنے ہوئے تھے اور صدیوں سے ان کی یہ حالت بگڑی ہوئی تھی، مگر کس قدر آپ کے فیوضات اور برکات میں قوت تھی کہ تیس برس کے اندر کل مُلک کی کاپیٹل دی۔ یہ تعلیم ہی کا اثر تھا۔

ایک چھوٹی سے چھوٹی سُورۃ بھی اگر قرآنِ شریف کی لے کر دیکھی جاوے تو معلوم ہوگا کہ اس میں فصاحت و بلاغت کے مراتب کے علاوہ تعلیم کی ذاتی خوبیوں اور کمالات کو اس میں بھر دیا ہے۔ سُورۃِ اخلاص ہی کو دیکھو کہ توحید کے کل مراتب کو بیان فرمایا ہے اور ہر قسم کے شرکوں کا رد کر دیا ہے۔ اسی طرح سُورۃِ فاتحہ کو دیکھو کہ کس قدر اعجاز ہے۔ چھوٹی سی سُورۃ جس کی سات آیتیں ہیں، لیکن دراصل سارے قرآنِ شریف کا فن اور خلاصہ اور فہرست ہے۔ اور پھر اس میں خدا تعالیٰ کی ہستی، اس کے صفات، دُعا کی ضرورت، اس کی قبولیت کے اسباب اور ذرائع، مفید اور مُردہ مند دُعاؤں کا طریق نقصان رسالہ ہاں سے پکھنے کی ہدایت سکھلاتی ہے اور ہاں دُنیا کے کل مذاہبِ باطلہ کا رد اس میں موجود ہے۔

اگر کتابوں اور اہلِ مذہب کو دیکھو گے کہ وہ دوسرے مذاہب کی برائیاں اور نقص بیان کرتے ہیں۔ اور دوسری تعلیموں پر نکتہ چینی کرتے ہیں، مگر ان نکتہ چینیوں کو پیش کرتے ہوئے یہ کوئی اہلِ مذہب نہیں کرتا کہ اس کے بالمقابل کوئی عمدہ تعلیم بھی پیش کرے اور دکھائے کہ اگر میں فلاں بُری بات سے بچانا چاہتا ہوں، تو اس کی بجائے یہ اچھی تعلیم دیتا ہوں۔ یہ کسی مذہب میں نہیں، یہ قرآنِ شریف ہی کہہ سکتے ہیں کہ جہاں وہ دوسرے مذاہبِ باطلہ کا رد کرتا ہے اور ان کی غلط تعلیموں کو کھولتا ہے وہاں اصلی اور حقیقی تعلیم بھی پیش کرتا ہے جس کا نونہ اس سُورۃِ فاتحہ میں دکھایا ہے کہ ایک ایک لفظ میں مذاہبِ باطلہ کی تردید کر دی ہے۔

مثلاً فرمایا: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ساری تعریفیں خواہ وہ کسی قسم کی ہوں وہ اللہ تعالیٰ ہی کے لیے تزاوا ہیں۔ اب اس

سُورۃِ فاتحہ میں حُسن و احسان کا کمال

لفظ کو کہہ کر یہ ثابت کیا کہ قرآنِ شریف میں خدا کو منوانا چاہتا ہے، وہ تمام نعمات سے منزہ اور تمام صفاتِ کاملہ سے موصوف ہے، کیونکہ اللہ کا لفظ اسی ہستی پر بولا جاتا ہے جس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں۔ اور کمال دو قسم کے ہوتے ہیں یا بلحاظ حُسن کے یا بلحاظ احسان کے۔ پس وہ دونوں قسم کے کمال اس لفظ میں پاتے جاتے ہیں۔ دوسری قوموں نے جو لفظ خدا تعالیٰ کے لیے تجویز کیے ہیں، وہ ایسے جامع نہیں ہیں۔ اور یہی لفظ اللہ کا وہ سرے باطل مذاہب کے محمودوں کی ہستی اور ان کی صفات کے مسئلہ کی ٹوٹی تردید کرتا ہے۔ مثلاً عیسائیوں کو۔ وہ جس کو اللہ مانتے ہیں۔ وہ ایک عاجز، ضعیف، عورت کا بچہ ہے۔ جس کا نام یسوع ہے۔ جو معمولی بچوں کی طرح دکھ درد کے ساتھ ماں کے پیٹ سے نکلا اور عوام میں مبتلا رہا۔ بھوک پیاس کی تکلیف سے بے چین رہا اور سخت تکلیفیں اور دکھ اسے اٹھانے پڑے۔

جس قدر صفت اور کمزوریوں کے مواضع ہوتے ہیں، اُن کا شکار رہا۔ آخر یہودیوں کے ہاتھوں سے پیشا گیا اور اُنھوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔

اب اس صورت کو جو یسوع کی (میسائیوں نے جس کو خدا بنا رکھا ہے) انجیل سے ظاہر ہوتی ہے کسی دانشمند کے سامنے پیش کرو۔ کیا وہ کہے گا کہ بے شک اس میں تمام صفات کاملہ پائی جاتی ہیں اور کوئی نقص اس میں نہیں ہرگز نہیں بلکہ انسانی کمزوریوں اور نقصوں کا پہلا اور کامل نمونہ اُسے ماننا پڑے گا، تو اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کہنے والا کہ ایسے کمزور مخلوق کو خدا مان سکتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآنِ میسائیوں کے بالمقابل ایسے خدا کی طرف بُلّاتا ہے، جس میں کوئی نقص ہو ہی نہیں سکتا۔

پھر آریہ مذہب کو بخیر وہ کہتے ہیں کہ ہمارا پیشرو وہ ہے جس نے ذراتِ عالم اور ادوارِ عالم کو بنایا ہی نہیں بلکہ جیسے وہ ازلِ ابدی ہے، ویسے ہی ہمارے قداوتِ ہم وغیرہ بھی خدا کے بالمقابل اپنی ایک متعلقِ ہستی رکھنے والی چیزیں ہیں جو اپنے قیام اور بقا کے لیے اُس کی محتاج نہیں ہیں، بلکہ ایک طرح وہ اپنی خدائی چیلانے کے واسطے اُن چیزوں کا محتاج ہے۔ وہ کبھی چیز کا خالق نہیں۔ اور پھر اس بات کا سمجھ لینا بھی کچھ مشکل نہیں کہ جو خالق نہیں، وہ بالکل کیسے ہو سکتا ہے اور ایسا ہی اُن کا اعتقاد ہے کہ وہ ذاتی، کریم وغیرہ کچھ بھی نہیں۔ کیونکہ انسان کو جو کچھ ملتا ہے۔ اس کے کرموں کا پھل ملتا ہے۔ اس سے زائد اُسے کچھ مل سکتا ہی نہیں۔

اب بتاؤ! اس قدر نقص جس خدا میں پیش کیے جا دیں عقلِ سلیم کب اُسے تسلیم کرنے کے لیے رضامند ہو سکتی ہے۔ اسی طرح جس قدر مذہبِ باطلہ دُنیا میں موجود ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ کا جملہ خدا تعالیٰ کے متعلق اُن کے کل لفظ اور بے ہودہ خیالات و معتقدات کی تردید کرتا ہے۔

پھر اس کے بعد دَبِّ الْعَارِکِیْن کا لفظ ہے۔ جیسا پہلے بیان کیا گیا ہے۔ اِھذ وہ فیضِ ربوبیت

ذاتِ جمیع صفاتِ کاملہ ہے۔ جو تمام تقاضے سے منزہ ہو اور حُسن و احسان کے اعلیٰ نکتہ پر پہنچا ہوا ہو تاکہ اس بے مثل و مانند ذات کی طرف لوگ کھینچے جاتیں۔ اور رُوح کے جوشِ اور کشش سے اس کی عبادت کریں۔ اس لیے پہلی خوبی احسان کی صفت دَبِّ الْعَارِکِیْن کے اظہار سے ظاہر فرمائی ہے جس کے ذریعہ سے کل مخلوق فیضِ ربوبیت سے فائدہ اٹھا رہی ہے، مگر اُس کے بالمقابل باقی سب مذہبوں نے جو اس وقت موجود ہیں۔ اس صفت کا بھی انکار کیا ہے۔ مثلاً آریہ جیسا ابھی بیان کیا ہے۔ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ انسان کو جو کچھ مل رہا ہے وہ سب اس کے اپنے ہی اعمال کا نتیجہ ہے اور خدا کی ربوبیت سے وہ ہرگز ہرگز بہرہ ور نہیں ہے، کیونکہ جب وہ اپنی رُوحوں کا خالق ہی خدا کو نہیں مانتے اور ان کو اپنے بقا و قیام میں بالکل غیر محتاج سمجھتے ہیں، تو پھر اس صفتِ ربوبیت کا بھی انکار کرتا پڑا۔

ایسا ہی عیسائی بھی اس صفت کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ مسیح کو اپنا رب سمجھتے ہیں۔ اور ربنا الیخ ربنا الیخ کہتے پھرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کو جمیع مافی العالم کا رب نہیں مانتے، بلکہ مسیح کو اس کے فضلِ ربوبیت سے باہر قرار دیتے ہیں اور خود ہی اس کو رب مانتے ہیں۔ اسی طرح پر عام ہندو بھی اس صداقت سے منکر ہیں، کیونکہ وہ تو ہر ایک چیز اور دوسری چیزوں کو رب مانتے ہیں۔

برہم سماج والے بھی ربوبیت نامہ کے منکر ہیں۔ کیونکہ وہ یہ اعتقاد رکھتے ہیں کہ خدا نے جو کچھ کرنا مقادہ سب یکبار کر دیا اور یہ تمام عالم اللہ اس کی قوتیں جو ایک دفعہ پیدا ہو چکی ہیں۔ مستقل طور پر اپنے کام میں لگی ہوئی ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان میں کوئی تصرف نہیں کر سکتا اور نہ کوئی ان میں تغیر و تبدل واقع ہو سکتا ہے۔ ان کے نزدیک اللہ تعالیٰ اب معطل محض ہے۔ غرض جہاں تک مختلف مذاہب کو دیکھا جاوے اور ان کے اعتقادات کی پڑتال کی جاوے، تو صاف طور پر معلوم ہو جاوے گا کہ وہ اللہ تعالیٰ کے رب العالمین ہونے کے قائل نہیں ہیں۔ یہ خوبئی جو اعلیٰ درجہ کی خوبئی ہے اور جس کا شاہدہ ہر آن ہو رہا ہے، صرف اسلام ہی بتاتا ہے اور اس طرح پر اسی ایک لفظ کے ساتھ ان تمام فطرت اور بے ہودہ اعتقادات کی نینچ کٹی کرتا ہے۔ جو اس صفت کے خلاف دوسرے مذاہب والوں نے خود بنائے ہیں۔

پھر اللہ تعالیٰ کی صفت التخلین بیان کی ہے اور اس صفت کا تعنا مایا ہے کہ وہ انسان کی فطری خواہشوں کو اس کی دُعا یا التجا کے بغیر اور بدوں کسی عملِ مال کے عطا کرتا ہے۔ مثلاً جب انسان پیدا ہوتا ہے تو اس کے قیام و بقا کے لیے جن چیزوں کی ضرورت ہوتی ہے، وہ پہلے سے موجود ہوتی ہیں۔ پیدا ہیجے ہوتا ہے، لیکن ماں کی چھایتوں میں دودھ پہلے آجاتا ہے۔ آسمان، زمین، سورج، چاند، ستارے، پانی، ہوا وغیرہ وغیرہ تمام اشیاء جو اس نے انسان کے لیے بنائی ہیں۔ یہ اس کی صفت رحمانیت ہی کے تقاضے ہیں، لیکن دوسرے مذاہب والے یہ نہیں مانتے کہ وہ بلا مبادلہ بھی فضل کر سکتا ہے۔ آریہ تو ہرے سے اس مسئلہ کو مانتے ہی نہیں جبکہ رب العالمین کے معنی بیان کرتے وقت بتایا ہے۔ عیسائیوں نے بھی کفارہ کا مسئلہ درست کرنے کے لیے ہی اعتقاد رکھا ہے کہ وہ بلا مبادلہ رحم نہیں کر سکتا، مگر آریوں سے تو یہ پوچھنا چاہیے کہ یہ زمین، چاند، سورج، ہوا، پانی جو موجود ہے، کن گزشتہ کرموں کا پھل ہے؟

پھر اللہ تعالیٰ کی صفت رحیمہ بیان کی ہے اور یہ اللہ تعالیٰ کی وہ صفت ہے، جس کا تعنا مایا ہے کہ رحمت اور کوشش کو ممانع نہیں کرتا، بلکہ ان

صفتِ رحیمیت

پر ثمرات اور نتائج مترتب کرتا ہے۔ اگر انسان کو یہ یقین ہی نہ ہو کہ اس کی محنت اور کوشش کوئی پھل لاوے گی، تو پھر وہ شمسیت اور پتھرا ہو جاوے گا۔ یہ صفت انسان کی امتدادوں کو وسیع کرتی اور نیکیوں کے کرنے کی طرف جوش سے لے جاتی ہے اور یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ رحیمہ قرآن شریف کی اصطلاح میں اللہ تعالیٰ اُس وقت کہلاتا ہے جبکہ لوگوں کو دُعا، تضرع اور اعمالِ صالحہ کو قبول فرما کر آفات اور بلاؤں اور فحشاء و فجور سے اُن کو محفوظ رکھتا ہے۔ رحمانیت تو بالکل عام تھی، لیکن رحیمیت خاص انسانوں سے تعلق رکھتی ہے اور دوسری مخلوق میں دُعا، تضرع اور اعمالِ صالحہ کا ملکہ اور وقت نہیں۔ یہ انسان ہی کو ملا ہے۔

صفتِ رحمانیت رحمانیت اور رحیمیت میں یہی فرق ہے کہ رحمانیت دُعا کو نہیں چاہتی، مگر رحیمیت دُعا کو چاہتی ہے اور یہ انسان کے لیے ایک خلعتِ خاصہ ہے اور اگر انسان

انسان ہو کر اس صفتِ فائدہ مند اُٹھاوے تو گویا ایسا انسان حیوانات بلکہ جمادات کے برابر ہے۔ یہ صفت بھی تمام مذاہبِ باطلہ کے رد کے لیے کافی ہے، کیونکہ بعض مذاہبِ اباحت کی طرف مائل ہیں اور وہ مانتے ہیں کہ دُنیا میں ترقیات نہیں ہوتی ہیں۔ آریہ جبکہ اس صفت کے فیضان سے منکر ہے، تو وہ اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کا کب قائل ہو سکتا ہے۔ سید احمد خاں مرحوم نے بھی دُعا کا انکار کیا ہے اور اس طرح پر وہ فیضِ جو دُعا کے ذریعہ انسان کو ملتا ہے۔ اس سے محروم رکھا ہے۔

صفتِ مالکیتِ یومِ الدین پھر اللہ تعالیٰ کی چوتھی صفت مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ بیان کی ہے۔ جو لوگ قیامت کے منکر ہیں۔ اس میں اُن کا رد موجود ہے۔ اس کی

تفصیل قرآن شریف میں بہت جگہ آئی ہے۔

اللہ تعالیٰ کی اس صفت اور رحیمیت میں فرق یہ ہے کہ رحیمیت میں دُعا اور عبادت کے ذریعہ کامیابی کی راہ پیدا ہوتی اور ایک سچی ہوتا ہے، مگر مالکیتِ یومِ الدین وہ سچی اور شرعاً عطا کرتی ہے۔

اور قرآنِ اِنشَاءتِ نَعْبُدُکَ تمام باطل موجودوں کی تردید کرتا ہے اور دشمنوں کا رد اس میں موجود ہے۔ کیونکہ پہلے

اللہ تعالیٰ کی صفاتِ کاملہ کو بیان فرمایا ہے۔ اس سے مخاطب کر کے کہا گیا ہے کہ اِنَّا لَا نَعْبُدُکَ (الفتح: ۵)

یعنی صفاتِ کاملہ والے خدا! جو رَبِّ الْعَالَمِیْنَ۔ رَحْمٰن۔ رَحِیْم۔ مَالِکِ یَوْمِ الدِّینِ ہے، تیری

ہی عبادت ہم کرتے ہیں۔ یہ ہر چار صفات جو اتم القہات کہلاتی ہیں۔ موجودانِ باطلہ میں کہاں پائی جاتی

ہیں۔ جو لوگ پتھروں یا درختوں یا حیوانات اور اور چیزوں کی پرستش کرتے ہیں۔ اُن میں ان صفات کو

ثابت نہیں کر سکتے۔

خدا تعالیٰ کے فیوض اور برکات کا دروازہ اب بھی کھلا ہے

اسی طرح اِنَّا كُنَّا نَسْتَعِينُ
میں اُن لوگوں کا رہے ہو جو

اور اس کی قبولیت کے منکر ہیں۔ اور اِحْدَانَا الْبِحْتَرَاظِ الْمُسْتَقِيمِ ۞ وَصَلَاةِ الَّذِينَ اَنْصَحْتَ عَلَيْهِمْ میں اس جمل کے مولیوں کا رہے جو یہ مانتے ہیں کہ سب روحانی فیوض اور برکات ختم ہو گئے ہیں اور کسی کی محنت اور عبادت کوئی مفید نتیجہ پیدا نہیں کر سکتا اور اُن برکات اور ثمرات سے حصہ نہیں ملتا جو پہلے منعم علیہ گروہ کو ملتا ہے۔

یہ لوگ قرآن شریفین کے فیوض کو اب گویا بے اثر مانتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیراتِ قدسی کے قابل نہیں، کیونکہ اگر اب ایک بھی آدمی اس نعم کا نہیں ہو سکتا جو منعم علیہ گروہ کے رنگ میں رنگین ہو سکے تو پھر اس دعا کے ہنگامے سے فائدہ کیا ہوا۔ مگر نہیں۔ یہ ان لوگوں کی فعلی اور محنتِ فعلی ہے جو ایسا یقین کر بیٹھے ہیں۔ خدا تعالیٰ کے فیوض اور برکات کا دروازہ اب بھی اسی طرح کھلا ہے، لیکن وہ سارے فیوض اور برکات صحن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع سے ملتے ہیں اور اگر کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کے بغیر یہ دعویٰ کرے کہ وہ روحانی برکات اور سماوی انوار سے حصہ پاتا ہے، تو ایسا شخص جھوٹا اور کذاب ہے۔

ستید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی چند عبارتیں ایسی تھیں جو قرآن کے رنگ کی تھیں، مولوی عبدالحی صاحب جنہوں نے اتباعِ سنت کیا ہے اور مجھے اُن سے بہت محبت ہے۔ ان کا مذہب توحید کا تھا۔ وہ بدعات اور عبادات سے جدا رہتے تھے۔ وہ اُن عبادتوں کے متعلق کہتے ہیں کہ اگر یہ قرآن کے موافق ہیں تو اس کا کیا جواب دیں جو فرماتے ہیں کہ دلیلوں کے کرامات اور خوارقِ انبیا علیہم السلام کے عجبات کی ہی طرح ہوتے ہیں۔ اس لیے یہ قرآن ہی کا نمونہ ہے۔ اصل یہی ہے کہ کامل اتباعِ سنت کے بعد جو خوارق ملتے ہیں وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآنِ کریم کے خوارق ہیں۔ اور اگر اب ان خوارق اور عجرات کا دروازہ بند ہو گیا ہے تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بیماری ہنسک ہوگی۔

یہ جو اللہ تعالیٰ نے آپ کو فرمایا اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْوَكْلَ الْكَبِيْرَ (الموثر ۱۰) یہ اس وقت کی بات ہے کہ ایک کافر نے کہا کہ آپ کی اولاد نہیں ہے۔ معلوم نہیں اُس نے اَبْرَ كَالْفَطْلِ بَوْلًا مَّثَاً جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ اِنَّ شَيْئًا نَّفَعْتُ هُوَ اَلْاَبْتَرُ (الموثر ۲) نیز اوٹمن ہی بے اولاد ہے گا۔

روحانی طور پر جو لوگ آئیں گے، وہ آپ ہی کی اولاد سمجھے جائیں گے اور وہ آپ کے معلوم و برکات کے اثرات ہوں گے اور اس سے حصہ پائیں گے۔ اس آیت کو مَّا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبًا اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَكَانَتْ اَللّٰهُمَّ (الاحزاب ۴۱) کے ساتھ ملا کر پڑھو، تو حقیقت معلوم ہو جاتی ہے۔ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی روحانی اولاد بھی نہیں مہتی، تو پھر معاذ اللہ آپ اَبْرَ مٹھرتے ہیں۔ جو آپ کے اَعْدَاء کے لیے ہے۔ اور

إِنَّا عَمَلِنَا انكوشی سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو روحانی اولاد کثیر دی گئی ہے۔ پس اگر ہم یہ اعتقاد نہ رکھیں کہ شرت کے ساتھ آپ کی روحانی اولاد ہوتی ہے، تو اس پیش گوئی کے بھی منکر ٹھہریں گے۔

اس لیے ہر حالت میں ایک پختہ مسلمان کو یہ ماننا پڑے گا اور ماننا چاہیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات قدسی ابدالآباد کے لیے ویسی ہی ہیں، جیسی تیس سو برس پہلے عقیں، چنانچہ ان تاثیرات کے ثبوت کے لیے ہی خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اب وہی آیات و برکات ظاہر ہو رہے ہیں جو اُس وقت ہو رہے تھے۔

پتلی بات یہی ہے کہ اگر اِلهِدْنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ نہ ہوتا، تو سالک جو اپنے نفس کی تکمیل چاہتے ہیں، سرہا ہی جلتے۔ لاہور میں ایک مولوی عبدالحکیم صاحب نے مجھ سے مباحثہ ہوا تھا تو ہم نے اس کو یہی پیش کیا تھا کہ تم خدا تعالیٰ کے مکالمات سے کیوں ناراض ہوتے ہو۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ مجی تو محمد شرت تھے، تو اس نے صاف طور پر انکار کیا اور کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرضی طور پر کہا تھا حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی محدث نہ تھے۔ یہ محال ہے کہ آئندہ کسی کو الہام ہو۔

ان کو اس پر بالکل ایمان نہیں ہے۔ وہ مکالمات کے دورانہ ہمیشہ کے لیے بند کیے بیٹھے ہیں اور خدا تعالیٰ کو اُنہوں نے گونگا خدا مان لیا ہے۔ میری تعجب میں نہیں آتا کہ قرآن شریف میں جو یہ آیا ہے لَقَدْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّبِيِّ الْغَيْبِ فِي الْغَيْبِ الْغَيْبِ (یونس : ۶۵) اس کا اُن کے نزدیک کیا مطلب ہے۔ اور جب ملا کر ایسے مومنوں پر نازل ہوتے ہیں اور اُن کو

بشارتیں دیتے ہیں، تو وہ بشارتیں کس کی طرف سے دیتے ہیں۔ اس اعتقاد پر پھر قرآن شریف کا اُن کو انکار کرنا پڑے گا۔ کیونکہ سارا قرآن شریف اس بات سے بھرا پڑا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مکالمہ کا شرف عطا ہوتا ہے۔ اگر یہ شرف ہی کسی کو نہیں ملتا۔ تو پھر قرآن شریف کی تاثیرات کا ثبوت کہاں سے ہوگا۔ اگر آفتاب و صندلا اور تاریک ہے تو اس کی روشنی پر کوئی کیا فرق کر سکے گا۔ اور کیا یہ کہہ کر فرکرے گا کہ اس میں روشنی نہیں، بلکہ تاریکی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کا فیضان
اس طرح پر قرآن شریف کی تاثیرات اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی کی برکات

کے لیے یہ اعتقاد کرنا کہ وہ ایک وقت خاص پر ایک شخص خاص ہی کے لیے تھے۔ آئندہ کے لیے ان کا سلسلہ بند ہو گیا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رحمت بے ادبی اور توہین ہے اور نہ صرف قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے ادبی بلکہ اللہ تعالیٰ کی پاک ذات پر اعتراض کرنا ہے۔

یاد رکھو کہ نبیوں کا وجود اس لیے دنیا میں نہیں آتا کہ وہ محض ریاکاری اور نمود کے طور پر ہو۔ اگر ان سے کوئی فیض جاری نہیں ہوتا اور مخلوق کو روحانی فائدہ نہیں پہنچتا۔ تو پھر یہی ماننا پڑے گا کہ وہ صرف نمائش کے لیے ہیں۔

اور اُن کا عدم وجود معاذ اللہ برابر ہے، مگر ایسا نہیں ہے۔ وہ دُنیا کے لیے بہت سی برکات اور فیوض کے باعث بننے ہیں۔ اور اُن سے خیر جاری ہوتی ہے جس طرح پر آفتاب سے ساری دُنیا فائدہ اٹھاتی ہے اور اس کا فائدہ کسی خاص حد تک جا کر بند نہیں ہوتا بلکہ جاری رہتا ہے۔ اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیوض و برکات کا آفتاب ہمیشہ چمکتا ہے اور سعادت مندوں کو فائدہ پہنچاتا رہتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا قُلْ اِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ (آل عمران: ۳۲) یعنی اُن کو کہہ دو کہ اگر تم چاہتے ہو کہ اللہ تعالیٰ کے محبوب بن جاؤ تو میری اطاعت کرو۔ اللہ تعالیٰ تم سے محبت کرے گا۔ آپ کی سچی اطاعت اور اتباع انسان کو اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے اور گناہوں کی بخشش کا ذریعہ ہوتی ہے۔

پس جبکہ آپ کی اتباع کامل اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے۔ پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ایک محبوب اپنے مُحب سے کلام نہ کرے۔ اگر یہ مانا جاوے کہ اللہ تعالیٰ ایک شخص کو باوجود محبوب بنانے کے پھر بھی اس سے کلام نہیں کرتا، تو یہ محبوب معاذ اللہ انجیم ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ باطل معبودوں کے لیے یہ نقص ٹھہراتا ہے کہ وہ کلام نہیں کرتے، مگر ہم یہ ثابت کرنے کو تیار ہیں اور اسی غرض کے لیے اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کے آثار اور ثمرات ہر وقت پاتے جاتے ہیں۔ اس وقت بھی وہ خدا جو ہمیشہ سے ناظرِ خدا ہے، اپنا لذیذ کلام دُنیا کی ہدایت کے لیے بھیجتا ہے اور قرآن شریف کے اعجاز کا ثبوت اس وقت بھی دے رہا ہے۔ یہ قرآن شریف ہی کا معجزہ ہے کہ جو ہم تمدنی کر رہے ہیں کہ ہمارے بالمقابل قرآن شریف کے حقائق و معارف عربی زبان میں لکھو اور کسی کو یہ قدرت نہیں ہوتی کہ مقابلہ کے لیے نکل سکے۔ ہمارا مقابلہ دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مقابلہ ہے، کیونکہ وَ الْآخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَتَأْتِيَ حَقًّا اَبُوهُمُ (الجمعة ۲۱) جو فرمایا گیا ہے۔ اس وقت جو تعلیم الکتاب والحدیث ہو رہی ہے اور ایک قوم کو اس وقت بھی صحابہ کی طرح اللہ تعالیٰ بنا چاہتا ہے۔ اس کی اصل غرض یہی ہے کہ قرآن شریف کا معجزہ ثابت ہو۔

حاصل یہ ہے کہ قرآن شریف ایسا معجزہ ہے کہ نہ وہ اولِ شل ہوا

قرآن مجید بے مثل معجزہ ہے

اور نہ آخر کبھی ہوگا۔ اس کے فیوض و برکات کا دور ہمیشہ جاری ہے۔

اور وہ ہر زمانہ میں اسی طرح نمایاں اور درخشاں ہے جیسا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تھا۔ علاوہ اس کے یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ ہر شخص کا کلام اس کی بہتت کے موافق ہوتا ہے جس قدر اس کی بہتت اور عزم اور مقاصد عالی ہوں گے۔ اسی پایہ کا وہ کلام ہوگا اور وحی الہی میں بھی یہی رنگ ہوتا ہے۔ جس شخص کی طرف اس کی وحی آتی ہے جس قدر بہتت بلند رکھنے والا وہ ہوگا اسی پایہ کا کلام اسے ملے گا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہتت و استعداد اور عزم کا دائرہ چونکہ بہت ہی وسیع تھا۔ اس لیے آپ کو جو کلام ملا وہ بھی اس پایہ اور درجہ کا ہے

کہ دوسرا کوئی شخص اس بہت اور حوصلہ کا کبھی پیدا نہ ہوگا، کیونکہ آپ کی دعوت کسی محدود وقت یا مخصوص قوم کے لیے نہ تھی۔ جیسے آپ سے پہلے نبیوں کی ہوتی تھی، بلکہ آپ کے لیے فرمایا گیا۔ (۱۰۸:۱) اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اَیْتُکُمْ حَیْثُمَا (الاحزاب: ۱۵۹) اور مَا اَرْسَلْنَاکَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِیْنَ (الانبیاء: ۱۰۸) جس شخص کی بعثت اور رسالت کا دائرہ اس قدر وسیع ہو، اس کا مقابلہ کون کر سکتا ہے۔ اس وقت اگر کسی کو قرآن شریف کی کوئی آیت بھی الہام ہو تو ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ اس کے اس الہام میں اتنا دائرہ وسیع نہیں ہوگا جس قدر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تھا اور ہے۔ یہی وجہ ہے کہ خواب کی تعبیر میں خبریں نے یہ اصول رکھا ہے کہ وہ ہر شخص کی حیثیت اور حالت کے لحاظ سے ہوتی ہے۔ اگر کوئی آدمی غریب ہے، تو اس کی خواب اس کی بہت اور مقاصد کے اندر ہوگی۔ امیر کی اپنے رنگ کی اور بادشاہ کی اپنے زُتبہ کی۔ کوئی غریب اگر مثلاً یہ دیکھے کہ اس کے سر میں خارش ہوتی ہے، تو اس سے یہ مراد ہونے سے رہی کہ اس کے سر پر تاج شاہی رکھا جاوے گا، بلکہ اس کے لیے تو یہی مراد ہوگی کہ وہ کسی سے بڑے کھانے گا۔ جیسے استعدادوں کے اثر سے مختلف ہیں۔ اسی طرح پر کلام الہی کے دائرہ بھی مختلف ہیں۔

ملاوہ انہی خدا تعالیٰ کے کلام میں اور بھی بہت سے پہلو بے مثل کے ہوتے ہیں۔ وہ اس پہلو سے بے مثل نہیں ہوتا جس پہلو سے ہم خیال کرتے ہیں، کیونکہ خدا تعالیٰ کا کلام بدلوں تدبیر کے وحی ہے، مگر ہمارا کلام بعض اوقات تدبیر کا نتیجہ ہوتا ہے اور ہم اس میں اصلاح بھی کر دیتے ہیں۔ ہر ایک چیز نسبتاً بے نظیری پیدا کرتی ہے۔ دو مرغ ہوں تو ایک اس کے مقابلہ میں اور اس کی نسبت سے بے نظیر کہلا سکتا ہے، لیکن ہاتھی کے مقابلہ میں تو اس کی کوئی حیثیت ہی نہیں قرار پاسکتی۔

اسی طرح پر کرامات کا سلسلہ اللہ تعالیٰ نے جبکہ رکھا ہوا ہے۔ پھر کیا وجہ ہے کہ کلام کا اعجاز نہ رکھا جاوے۔ جیسے ہر زمانہ میں کرامات ہوتی رہی ہیں۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے اعجازی کلام کے ثبوت کے لیے کلام کا مجرہ بھی رکھا ہے۔ جیسے حضرت سید عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کی وہ چند سطریں مجرہ تھیں۔ اس زمانہ میں بھی قرآن شریف کے کلام کے اعجاز کے لیے کلام کا مجرہ دیا گیا ہے۔ اسی طرح پر جیسے دوسرے خوارق اور اور نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے نشانات اور خوارق کے ثبوت کے لیے دیئے گئے ہیں۔ جس جس قسم کے نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ملے تھے۔ اسی رنگ پر اس سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے نشانات کو رکھا ہے، کیونکہ یہ سلسلہ اس نقش قدم پر ہے اور دراصل وہی سلسلہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بروزی آمد کی پہلے ہی سے پیشگوئی ہو چکی تھی اور اٰخِرِیْنَ مِنْہُمْ (الجمعة: ۴) میں یہ وعدہ کیا گیا تھا۔ پس جیسے آپ کو اس وقت کلام کا مجرہ اور نشان دیا گیا تھا۔ اور قرآن شریف عیسیٰ لائیکر کتاب آپ کو ملی۔ اسی طرح پر اس رنگ میں آپ کی اس بروزی آمد میں بھی کلام کا نشان دیا گیا۔ دیکھ لو کس قدر تجزی کے ساتھ غیرت دلانے والے الفاظ میں مقابلہ کے واسطے بلایا

گیلے، لگسی کو بہت اور وصلہ بھی نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ نے ان کی بہتوں کو سلب کر لیا ہے۔ اور ان کے علوم اور قابلیتوں کو چھین لیا۔ باوجودیکہ یہ لوگ بڑے بڑے دعوے کرتے ہیں اور اپنے علوم کی لاف زبیاں کرتے تھے، مگر اس مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان سب کو ذلیل اور شرمندہ کیا۔

دوسرا بڑا عظیم نشان مجزہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا شق الفرمقا اور شق الفرمود صل
مجزہ شق الفرم ایک قسم کا خسوف ہی تھا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اشارہ سے ہوا۔ اس

وقت بھی اللہ تعالیٰ نے خسوف و خسوف کا ایک نشان دکھایا اور یہ سیح موعود اور مہدی کے لیے مخصوص تھا۔ اور ابتدائے دنیا سے کبھی اس رنگ میں یہ نشان نہیں دکھایا گیا تھا۔ یہ صرف سیح موعود ہی کے زمانہ کے لیے دکھایا گیا تھا اور احادیث میں آیات مہدی میں سے اُسے قرار دیا گیا ہے جس کی بابت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ میرے ہی نام پر آئے گا۔ اس میں یہی نکتہ ہے کہ جو نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دینے گئے تھے۔ اس رنگ کے نشان یہاں بھی دیتے جانے ضروری تھے، کیونکہ یہ آٹھ آپ ہی کی ہے۔

غرض قرآن شریف بدوں غور و غوض بدوں محو و اثبات اپنے اندر زندگی کی روح رکھتا
ضرورت اعجاز ہے اور بدوں کسی نسبتی لفظ یا مقابلہ کے وہ مستقل اعجاز ہے اور اس وقت جو اعجاز

کلام دیا گیا ہے۔ یہ گویا اس اعجاز کو اس طرح پر دکھایا گیا ہے۔ جیسے ایک عمارت کو ایک نقشہ کے رنگ میں دکھایا جاتا ہے اور ایک شیشہ کو دوسرے شیشہ میں دکھایا جاوے۔ مسلمانوں کے لیے یہ امر کس قدر رنج کا موجب ہوتا۔ اگر یہ مان لیا جاتا کہ کوئی خوارق اور نشانات اُن کو نہیں دینے گئے، کیونکہ پچھلے نشانات آئندہ آنے والے لوگوں کے لیے تو بطور کہانی کے ہو جاتے ہیں۔ سو انسانی فطرت تو تازہ بہ تازہ نشانات دیکھنا چاہتی ہے۔ مجھے ان خشک موعودوں پر افسوس ہی آتا ہے جو یہ سمجھ بیٹھے ہیں کہ اب خوارق کا کوئی نشان نہیں اور نہ ان کی ضرورت ہے خشک زندگی سے تو مرنا بہتر ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے اپنے فضل کو بند کر دیا ہے۔ اور فضل لگا دیا ہے تو پھر اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِظُكَ اَلْمُسْتَقِيمِمْ کی دعا تعلیم کرنے کی کیا ضرورت تھی۔ یہ تو وہی بات ہوتی کہ ایک شخص کی تشکیں باندھ دی جاویں اور پھر اس کو ماریں کہ تو اب چل کر کیوں نہیں دکھاتا۔ بھلا وہ کس طرح چل سکتا ہے۔ فیوض و برکات کے دروازے تو خود بند کر دینے اور پھر یہ بھی کہہ دیا کہ اَللّٰهُمَّ اِنَّا نَسْتَعِظُكَ اَلْمُسْتَقِيمِمْ کی دعا ہر روز ہر نماز میں کسی مرتبہ مانگا کر۔ اگر قالون قدس نے یہ دکھا تھا کہ آپ کے بعد مجزوات اور برکات کا سلسلہ ختم کر دیا تھا اور کوئی فیض اور برکت کسی کو ملنا ہی نہیں تھا، تو پھر اس دعا سے کیا مطلب۔

اگر اس دعا کا کوئی اور نتیجہ نہیں تو پھر نصاریٰ کی تعلیم کے آثار اور نتائج اور اس تعلیم کے آثار اور نتائج میں کیا فرق ہوا۔ لکھا تو انجیل میں یہی ہے کہ میری پیروی سے تم پہاڑ کو بھی ہلا سکو گے مگر اب وہ جوئی بھی سیدھی

نہیں کر سکتے۔ لکھا ہے کہ میرے جیسے موجودات دکھا دو گے، مگر کوئی کچھ نہیں دکھا سکتا۔ لکھا ہے کہ زہر میں کھا لو گے تو اثر نہ
گرس گی، مگر اب ساپن ڈستے اور کتے کاٹتے ہیں۔ اور وہ ان زہروں سے ہلاک ہوتے ہیں اور کوئی نمونہ وہ دکھا نہیں
دکھا سکتے۔ ان کا وہ نمونہ دکھا کر قبولیت کا نہ دکھا سکتا ایک سخت حربہ اور حجت ہے۔

عیسائی مذہب کے ابطال پر کہ اس میں زندگی کی روح اور تاثیر نہیں اور یہ ثبوت ہے اس امر کا کہ انہوں نے نبی
کا طریق چھوڑ دیا۔

اب اگر ہم بھی اقرار کر لیں کہ اب نشانات اور خوارق نہیں ہوتے اور یہ دُعا جو سکھائی گئی ہے اس کا کوئی اثر
اور تاثیر نہیں، تو کیا اس کے بیٹھے نہیں ہوں گے کہ یہ اعمال معاذ اللہ بیفائدہ ہیں۔ نہیں۔ خدا تعالیٰ جو دانا اور مہکت والا
ہے۔ وہ بتوت کی تاثیرات کو قائم رکھتا ہے اور اب بھی اس نے اس سلسلہ کو اسی لیے قائم کیا ہے۔ تا وہ اس امر کی چھائی
پر گواہ ہو۔ قرآن شریف کے جس قدر اعجاز معارف و معجز کلامی کے میں نے جمع کیے ہیں۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ان کو ظاہر
کر رہا ہے تاکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بتوت اور آپ کے خوارق کا ثبوت ہو۔ یہی ایک ہتھیار اور حربہ ہے جو ہم کو
اللہ تعالیٰ نے دیا ہے اور جس کے ساتھ ہم مذاہب باطلہ کے سحر کو توڑنا چاہتے ہیں۔ ہم قرآن شریف کو زندہ کلام ثابت
کرنا چاہتے ہیں۔ اسے منتر بنا نہیں چاہتے۔

جاننا چاہیے کہ عالم آخرت درحقیقت دنیوی عالم کا ایک عکس ہے اور جو کچھ دنیا
میں روحانی طور پر ایمان و ایمان کے نتائج اور کفر اور کفر کے نتائج ظاہر ہوتے

عالم آخرت کی حقیقت

ہیں۔ وہ عالم آخرت میں جسمانی طور پر ظاہر ہو جائیں گے۔ اللہ جل شانہ فرماتا ہے۔ *مَنْ كَانَ فِي حُذْرٍ أَخْشَى فَمَوْفَىٰ
الْأُخْرَىٰ أَخْشَىٰ (دینی اسرائیل : ۷۳)* یعنی جو اس جہان میں اندھا ہے، وہ اُس جہان میں بھی اندھا ہی ہو گا۔
ہیں اس تشبیہ و جود سے کچھ تعجب نہیں کرنا چاہیے اور ذرا سوچنا چاہیے کہ کون کون سے روحانی امور عالم دنیوی میں پیش ہو کر نظر آ
جاتے ہیں اور عالم کشف تو اس سے بھی عجیب تر ہے، کہ وجود عدم فیضیت جس اور بیداری کے روحانی امور طرح
طرح کے جسمانی اشکال میں انہیں آنکھوں سے دکھائی دیتے ہیں۔ جیسا کہ بسا اوقات عین بیداری میں ان رُوحوں
سے ملاقات ہوتی ہے، جو اس دنیا سے گزر چکے ہیں اور وہ اس دنیوی زندگی کے طو پر اپنے اصل جسم میں اسی دنیا
کے کپڑوں میں سے ایک پوشاک پہنے ہوئے نظر آتے ہیں اور باتیں کرتے ہیں۔ اور بسا اوقات ان میں سے مقدس
لوگ باذن تعالیٰ آئندہ کی خبریں دیتے ہیں اور وہ خبریں مطابق واقعہ نکلتی ہیں۔ بسا اوقات عین بیداری
میں ایک شہرت یا کسی قسم کا میوہ عالم کشف سے باخبر ہیں آتا ہے اور وہ کھانے میں نہایت لذیذ ہوتا ہے۔

اور ان سب امور میں یہ عاجز و خود صاحبِ تجربہ ہے۔ کشف کی اعلیٰ قسموں میں سے یہ ایک قسم ہے کہ بالکل بیداری میں واقع ہوتی ہے اور یہاں تک اپنے ذاتی تجربہ سے دیکھا گیا ہے کہ ایک شیریں طعام یا کسی قسم کا میوہ یا شہرتِ غیب سے نظر کے سامنے آ گیا ہے اور وہ ایک غیبی ماتمہ سے سُنے میں پڑتا جاتا ہے اور زبان کی قوتِ ذائقہ اس کے لذیذ طعم سے لذت اُٹھاتی جاتی ہے اور دوسرے لوگوں سے باقوں کا سلسلہ بھی جاری ہے اور جو اس ظاہری بخوبی اپنا اپنا کام سے رہے ہیں۔ اور یہ شہرت یا میوہ بھی کھایا جا رہا ہے اور اس کی لذت اور خلادت بھی ایسی ہی کھلے کھلے طور پر معلوم ہوتی ہے بلکہ وہ لذت اس لذت سے نہایت اُلٹھتی ہوتی ہے اور یہ ہرگز نہیں کہ وہ وہم تو ہے یہ صرف بے نیا و خیالات ہوتے ہیں، بلکہ واقعی طور پر وہ خدا جس کی شان بِحَقِّ خَلْقِ عَلِيمٍ (یس: ۸۰) ہے۔ ایک قسم کے خلق کا تماشہ دکھا دیتا ہے پس جبکہ اس قسم کے خلق اور پیدائش کا دنیا میں ہی نمونہ دکھائی دیتا ہے اور ہر ایک زمانہ کے عارف اس کے بارے میں گواہی دیتے چلے آتے ہیں، تو پھر وہ تشلی خلقی اور پیدائش پر آخرت میں ہوگی اور میزانِ اعمال نظر آئے گی اور اُل صراط نظر آئے گا اور ایسا ہی بہتے امور روحانی جسمانی شکل کے ساتھ نظر آئیں گے۔ اس سے کیوں عقل مند تعجب کرے۔ کیا جس نے یہ سلسلہ تشلی خلقی اور پیدائش کا دنیا میں ہی ماروں کو دکھا دیا ہے، اس کی قدرتی یہ بعید ہے کہ وہ آخرت میں بھی دکھا دے، بلکہ ان تشکلات کو عالمِ آخرت سے نہایت مناسب ہے، کیونکہ جس حالت میں اس عالم میں جو کمال انقطاع کا تجلی گاہ نہیں ہے۔ یہ تشلی پیدائش تزکیہ یافتہ لوگوں پر ظاہر ہو جاتی ہے، تو پھر عالمِ آخرت میں جو اکمل اور اتم انقطاع کا مقام ہے، کیوں نظر نہ آوے۔

یہ بات بخوبی یاد رکھنی چاہیے کہ انسان عارف پر اسی دنیا میں تمام عجائبات کشفی رنگوں میں کھل جاتے ہیں کہ جو ایک مجرب آدمی وقتہ کے طور پر قرآن کریم کی ان آیات میں پڑھتا ہے جو معاد کے بارے میں خبر دیتی ہیں۔ سو جس کی نظر حقیقت تک نہیں پہنچتی وہ ان بیانات سے تعجب میں پڑ جاتا ہے، بلکہ بسا اوقات اس کے دل میں اعتراض پیدا ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا عدالت کے دن تخت پر بیٹھنا اور ملائکہ کا صف بانڈے کھڑے ہونا اور ترازو میں غلوں کا تھنا اور لوگوں کی اُل صراط پر سے چلنا اور سزا جزا کے بعد موت کو کبے کی طرح ذبح کر دینا اور ایسا ہی اعمال کا خوش شکل یا بد شکل انسانوں کی طرح لوگوں پر ظاہر ہونا اور بہشت میں ڈو دھ اور شہد کی ہنر میں چلنا وغیرہ وغیرہ، یہ سب باتیں صداقت اور معقولیت سے دُور معلوم ہوتی ہیں۔

جمع بین الصلوٰتین مہدی کی علامت ہے

سب صاحبوں کو معلوم ہو کہ ایک مدت سے خدا
جلنے تقریباً چھ ماہ سے یکم و بیس عرصہ سے ظہر اور

عصر کی نماز جمع کی جاتی ہے۔ میں اس کو مانتا ہوں کہ ایک عرصہ سے جو مسلسل نماز جمع کی جاتی ہے، ایک نوادار یا نو مُرید کو
(جس کو ہمارے اغراض و مقاصد کی کوئی ضرورت نہیں ہے) یہ شبہ گذرنا ہو گا کہ کابلی کے سبب نماز جمع کر لیتے ہونگے۔
جیسے بعض غیر مقلد ذرا ہوا یا کسی عدالت میں جانا ہوا، تو نماز جمع کر لیتے ہیں اور بلا سطر اور بلا غند بھی نماز جمع کرنا
جائز سمجھتے ہیں، مگر میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ہم کو اس جھگڑے کی ضرورت اور حاجت نہیں اور نہ ہم اس میں پڑنا چاہتے
ہیں کیونکہ ہم میں طبعاً اور فطرتاً اس کو پسند کرتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے اور نماز موقوفہ کے مسئلہ کو بہت ہی
عزیز رکھتا ہوں بلکہ سخت مہتر میں بھی یہی چاہتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے، اگرچہ شیعوں نے اور غیر مقلدین
نے اس پر بڑے بڑے مباحثے کئے ہیں، مگر ہم کون سے کوئی غرض نہیں۔ وہ صرف نفس کی کابلی سے کام لیتے ہیں۔
سہل حدیثوں کو اپنے مفید مطلب پاکر ان سے کام لیتے ہیں اور مشکل کو موقوف اور مجروح ٹھہراتے ہیں۔ ہمارا یہ
مدعا نہیں، بلکہ ہمارا مسلک ہمیشہ حدیث کے متعلق یہی رہا ہے کہ جو حکم اور سنت کے مخالف نہ ہو۔ وہ
اگر ضعیف بھی ہو، تب بھی اس پر عمل کر لینا چاہیے۔

اس وقت جو ہم نمازیں جمع کرتے ہیں، تو اصل بات یہ ہے کہ میں اللہ تعالیٰ کی تعظیم، القاد اور اہلہم کے بدوں
نہیں کرتا۔ بعض امور ایسے ہوتے ہیں کہ میں ظاہر نہیں کرتا۔ مگر اکثر ظاہر ہوتے ہیں۔ جہاں تک خدا تعالیٰ نے مجھ پر
اس جمع صلوٰتین کے متعلق ظاہر کیا ہے۔ وہ یہ ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے لیے **بِتَجَمُّعِ كُنْزِ الْقَدَاتِ**
کی بھی ایک عظیم نشان پیش گوئی کی تھی جو اب پوری ہو رہی ہے۔ میرا یہ بھی مذہب ہے کہ اگر کوئی امر خدا تعالیٰ کی طرف سے
مجھ پر ظاہر کیا جاتا ہے۔ مثلاً کسی حدیث کی صحت یا عدم صحت کے متعلق تو گو غمناکے ظواہر اور حدیثیں اس کو موقوف یا
مجروح ہی ٹھہرا دیں، مگر میں اس کے مقابل اور معارض کی حدیث کو موقوف کہوں گا۔ اگر خدا تعالیٰ نے اس کی صحت
مجھ پر ظاہر کر دی ہے جیسے **لَا مَهْدِيَّ (لَا عِيسَى) دَالِي** حدیث ہے۔ حدیثیں اس پر کلام کرتے ہیں، مگر مجھ پر خدا تعالیٰ
نے یہی ظاہر کیا ہے کہ یہ حدیث صحیح ہے اور یہ میرا مذہب میرا ہی ایجاد کردہ مذہب نہیں، بلکہ خود یہ مسلم مسئلہ ہے کہ
اہل کشت یا اہل اہام لوگ حدیثیں کی تنقید حدیث کے محتاج اور پابند نہیں ہوتے۔ خود مولوی محمد حسین صاحب
نے اپنے رسالہ میں اس مضمون پر بڑی بحث کی ہے اور یہ تسلیم کیا ہے کہ ماوراء اور اہل کشت حدیثیں کی تنقید کے پابند
نہیں ہوتے ہیں تو جب یہ حالت ہے پھر میں صاف صاف کہتا ہوں کہ میں جو کچھ کہتا ہوں، خدا تعالیٰ کے القاد

اور اشارہ سے کرتا ہوں۔ یہ پیشگوئی جو اس حدیث **تَجَسَّعَ لَهٗ الشَّيْطَانُ** میں کی گئی ہے۔ یہ مسیح موعود اور مہدی کی ایک علامت ہے۔ یعنی وہ ایسی دینی خدمات اور کاموں میں مصروف ہو گا کہ اس کے لیے نماز جمع کی جادے گی۔ اب یہ علامت جبکہ پوری ہوگئی اور ایسے واقعات پیش آگئے۔ پھر اس کو بڑی عظمت کی نگاہ سے دیکھنا چاہیے۔ نہ کہ استہزاء اور انکار کے رنگ میں۔

نشانِ صداقت پر علیٰ وجہ البصیرۃ گواہی

دیکھو! انسان کے اپنے اختیار میں اس کی موت فوت نہیں ہے۔ اب اس نشان کے پورا ہونے پر تو یہ لوگ رلیک

اور نامتناہی قدر تڑپتے ہیں اور اعتراض کے رنگ میں پیش کرتے اور حدیث کی صحت اور عدم صحت کو لے بیٹھے ہیں۔ لیکن میں یہ چاہتا ہوں کہ اگر خدا نخواستہ اس نشان کے پورا ہونے سے پہلے ہماری موت آجاتی تو یہی لوگ اس حدیث کو جسے اب موضوعِ مٹھرتے ہیں، آسمان پر چڑھا دیتے اور اس سے زیادہ شور مچاتے جو اب چارہ ہے ہیں۔ دشمن اسی ہتھیار کو اپنے لیے تیز کر لیتا، لیکن اب جبکہ وہ صداقت کا ایک نشان اور گواہ مٹھرتا ہے، تو اس کو بھٹا اور لاشے قرار دیا جاتا ہے۔ پس ایسے لوگوں کے لیے ہم کیا کہہ سکتے ہیں۔ انھوں نے تو صدیوں کا نشان دیکھے، مگر انکار پر اکتفا کیا اور صداقت کو کاذب ہی مٹھرایا۔ اور کس نشان کو انھوں نے مانا جو اس کی اُمید ان سے رکھیں۔ کیا کسوف و خسوف کا کوئی چھوٹا نشان تھا؟ اس کے پورا ہونے سے پہلے تو اس کو نشان قرار دیتے رہے، مگر جب پورا ہو گیا تو اس کو بھی مشکوک کرنے کی کوشش کی۔ بہر حال مخالفوں کی کوششیں اور تعصب کا کیا علاج ہو سکتا ہے؟ اب رہی اپنی جماعت، خدا کا شکر ہے کہ اس کے لیے یہ کوئی ابتلا نہیں ہو سکتا، کیونکہ جس نے دمشق کے منارہ پر چڑھنے والے اور فرشتوں کے کندھوں پر ہاتھ رکھے ہوئے زرد پوش مسیح کے اترنے کی حقیقت کو خدا کے فضل سے سمجھ لیا ہے اور جس نے خدا کی صفات والے مجال کا انکار کر کے جہالت کی حقیقت حال پر اطلاع پالی ہے اور ایسا ہی مبتلا لاریں اور جہالت کے متعلق ان لوگوں کے خانہ ساز مجموعوں کو چھوٹا ہے۔ اور اس قدر باتوں پر جب وہ بھر پور نیک نگر کرنے کے باعث ٹلگ ہو گئے ہیں، تو یہ امر ان کی راہ میں روک اور ابتلا کا باعث کیونکر ہو سکتا ہے یہ بھی یاد رکھو کہ اب تک صرف مسیح نیک نگر نہیں رہی، بلکہ خدا تعالیٰ نے ان کو معرفت اور بصیرت کے مقام پر پہنچا دیا ہے اور وہ دیکھ چکے ہیں کہ میں وہی ہوں جس کا خدا نے وعدہ کیا تھا۔ ہاں! میں وہی ہوں، جس کا سارے نبیوں کی زبان پر وعدہ ہوا اور پھر خدا تعالیٰ نے ان کی معرفت بڑھانے کے لیے منہاجِ نبوت پر اس قدر نشان ظاہر کئے کہ لاکھوں انسان ان کے گواہ ہیں دوست و دشمن، دور و نزدیک، ہر مذہب و ملت کے لوگ ان کے گواہ ہیں۔ زمین نے اپنے نشانات انکے ظاہر کئے۔ آسمان نے انکے وہ علامات جو میرے لیے مقرر تھیں، وہ سب پوری ہو گئیں۔ پھر اس قدر نشانات کے بعد بھی اگر کوئی انکار کرتا ہے، تو وہ ہلاک ہوتا ہے۔ میں دعوے سے کہتا ہوں کہ تم میں سے ہر ایک پر خدا نے

ایسا فرض کیا ہے کہ ایک بھی تم میں سے ایسا نہیں جس نے اپنی آنکھوں سے کوئی نہ کوئی نشان نہ دیکھا ہو۔ کیا کوئی ایسا ہے جو کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا؟ ایک بھی نہیں۔ پھر ایسی بعیرت اور معرفت بچھنے والے نشانوں کے بعد مجھ پر حُمنِ حق ہی نہیں رہا، بلکہ میری سچائی اور خدا کی طرف سے ماثور ہو کر آنے پر تم علی وجہ البعیرۃ گواہ ہو اور تم پر رحمت پوری ہو چکی ہے۔

پھر وہ بڑا ہی بد قسمت اور نادان ہو گا۔ جو اسے نشانوں کے بعد اس پیشگوئی کے پورا ہونے پر ابتلا میں پڑے جو اس کے از روایہ ایمان کا موجب اور باعث ہوئی چاہیے جو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ آنے والے موعود کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ اس کے لیے نماز جمع کی جائے گی۔ پس تمہیں خدا کا شکر گزار ہونا چاہیے کہ یہ نشان بھی پورا ہوتا ہوا تم نے دیکھ لیا، لیکن اگر کوئی یہ کہے کہ یہ حدیث موضوع ہے تو میں نے پہلا اس کی بابت ایک جواب تو یہ دیا ہے کہ محدثین نے خود تسلیم کر لیا ہے کہ اہل کشف اور ماثور تقیہ احادیث میں ان کے اصولوں کے محتاج اور پابند نہیں ہوتے، تو پھر جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھ پر اس حدیث کی صحت کو ظاہر کر دیا ہے تو اس پر زور دینا تقویٰ کے خلاف ہے۔ پھر میں بھی کہتا ہوں کہ محدثین خود ہی کہتے ہیں اور حدیث میں سونے کے کنگن پہننے کی سخت ممانعت ہے، مگر وہ کیا بات تھی کہ حضرت عمرؓ نے ایک صحابی کو سونے کے کنگن پہنا دیئے، چنانچہ اس صحابی نے بھی انکار کیا۔ مگر وہ حضرت عمرؓ نے اُس کو پہنا کر ہی چھوڑے۔ کیا وہ اس غرمت پر آگاہ نہ تھے ہتھے اور مرد تھے، مگر وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے پورا ہونے پر ہزاروں حدیثوں کو قربان کرنے کو تیار تھے۔ اب خود کا مقابلہ ہے کہ جب ایک پیشگوئی کے پورا ہونے پر غرمت کا جواز گرا دیا، تو مِلَّا حَطَرًا وَلَا عِذْرًا والی بات پر انکار کیوں ہے؟

ایک نکتہ معرفت
احادیث میں تو یہ بات تک آیا ہے کہ اپنے خواب کو بھی سچا کہنے کی کوشش کیے کہ چرچا جائیکہ نبی کریمؐ کی پیشگوئی جس شخص کو ایسا موقع ملے اور وہ عمل نہ کرے اور اس کو پورا کرنے کے لیے تیار نہ ہو۔ وہ دشمن اسلام ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو معاذ اللہ جھوٹا ٹھہرانا چاہتا ہے اور آپ کے مخالفوں کا حرامین کا موقع دینا چاہتا ہے۔

صحابہ کا نہ سبب یہ تھا کہ وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے پر اپنی معرفت اور ایمان میں ترقی دیکھتے تھے اور وہ اس قدر عاشق تھے کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سفر کو جاتے اور یہ پیشگوئی کے طور پر کہہ دیتے کہ فلاں منزل پر نماز جمع کریں گے اور ان کو موقع مل جاتا تو وہ خواہ کچھ ہی ہوتا، موعود جمع کر لیتے اور خود آنحضرت کی طرف ہی دیکھ کر آپؐ کی پیشگوئیوں کے پورا ہونے کے کس قدر شاق تھے۔

ہم کو کوئی بتائے کہ آپؐ حدیبیہ کی طرف کیوں گئے۔ کیا کوئی وقت اُن کو بتا گیا تھا اور کسی میعاد سے اطلاع دی گئی تھی، پھر کیا بات تھی؟ یہی وجہ تھی کہ آپؐ چاہتے تھے کہ وہ خدا تعالیٰ کی پیشگوئی پوری ہو جائے۔ یہ ایک باریک

بزرادرتی معرفت کا نکتہ ہے، جس کو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا کہ انبیاء اور اہل اہل انبیا کیوں پیشگوئیوں کے پورا کرنے اور ہونے کی ایک بڑی معمولی رحمت اور تحریک اپنے دلوں میں رکھتے ہیں۔

خدا تعالیٰ کے نشانات پورا کرنے کے لیے اہل اہل انبیا کا نورِ قلب
جس قدر انبیاء علیہم السلام آگے سے
ہیں یا اہل انبیا ہوتے ہیں۔ ان

کو فطرۃ رحمت دی جاتی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے نشاں کو پورا کرنے کے لیے ہر ترقی تیار ہوتے ہیں۔ مسیح نے اپنی جنگ راہوی تخت کو بحال والی پیشگوئی کے لیے کس قدر سعی اور کوشش کی کہ اپنے شاگردوں کو یہاں تک حکم دیا کہ جس کے پاس تمواریں اور ہتھیار نہ ہوں وہ اپنے کپڑے بیچ کر ہتھیار خریدے۔ اب اگر اس پیشگوئی کو پورا کرنے کی وہ فطری خواہش اور آرزو نہ تھی جو انبیاء علیہم السلام میں ہوتی ہے، تو کوئی ہم کو بتائے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ اور ایسا ہی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم میں اگر یہ طبعی نبوت نہ تھا، تو آپ کیوں مدیہ کی طرف روانہ ہوئے جبکہ کوئی مہم اور وقت بتایا نہیں گیا تھا؟ بات یہی ہے کہ یہ وہ خدا تعالیٰ کے نشاںوں کی حرمت اور عزت کرنا ہے اور چونکہ ان نشانات کے پیدا ہونے پر معرفت اور یقین میں ترقی ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی قدرتوں کا اظہار ہوتا ہے۔ وہ چاہتے ہیں کہ پورے ہوں۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کوئی نشان پورا ہوتا، تو سجد کیا کرتے تھے۔ جب تک دل دھو نہ جاویں اور ایمان محراب اور رنگ کی تہوں سے صاف نہ کیا جاوے، سچا اسلام اور سچی توحید جو مدارِ نجات ہے حاصل نہیں ہو سکتی۔ اور دل کے دھوٹا اور جب نکلنا نہ کہے ڈور کرنے کا کہ یہی خدا تعالیٰ کے نشانات ہیں جن سے خود خدا تعالیٰ کی ہستی اور بقوت پر ایمان پیدا ہوتا ہے اور جب تک سچا ایمان نہ ہو۔ جو کچھ کہتا ہے وہ صرف رسوم اور ظاہر واری کے طور پر کرتا ہے۔

پس جب خدا تعالیٰ کی طرف سے یہ بات تھی، تو میرا نورِ قلب کب اس کے خلاف کرنے کی رائے دے سکتا تھا۔ اس لیے میں نے چاہا کہ یہ ہونا چاہیے تاکہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیش گوئی پوری ہو سکے۔ تاکہ ایسے واقعات پیش نہ آتے، لیکن جب ایسے امور پیش آگئے کہ جن میں مصروفیت اوس منزوری تھی اور توجہ شیک طہ پر چاہیے تھی۔ تو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا وقت آگیا۔ اور وہ پوری ہوئی۔ اسی طرح پر جیسے خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا تھا۔ **وَاللّٰهُ مَعَنَا وَنَحْنُ عَلَىٰ ظَلَمٍ**

نمازوں کا جمع کرنا خدا تعالیٰ کے ایما اور القام سے تھا
یہ ان نمازوں کو جمع کرنا جیسا کہ میں
کہہ چکا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کے اشارہ

اور ایماہ القاسمہ تھا، حالانکہ مخالفت تو خواہ مخواہ بھی جمع کر لیتے ہیں۔ مسجد میں بھی نہیں جاتے۔ گھروں ہی میں جمع کر لیتے ہیں۔ مولوی محمد حسین ہی کو قسم دے کر پوچھا جاوے کہ کیا اس نے کبھی حاکم کے پاس جاتے وقت نماز جمع کی ہے یا نہیں؟ پھر خدا تعالیٰ کے ایک عظیم الشان نشان پر کیوں اعتراض کیا جاوے۔ اگر تقویٰ اور خدا ترسی ہو۔ تو اعتراض کرنے سے پہلے انسان اپنے گھر میں سوچ لے کہ کیا کہتا ہوں اور اس کا اثر اور نتیجہ کیا ہوگا اور کس پر پڑے گا۔

یہاں سے اس اجتہاد میں یہ بھی سوچا کہ ممکن
 مسیح موعود کے ساتھ جلالی و جمالی اجتماع والستہ ہیں

جو اس پیشگوئی کے پورا ہونے کا موجب اور باعث ہوا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی پسند کیا کہ جب یہ لوگ اپنے نفس کی خاطر دو مہینے نکال لیتے ہیں، تو پیشگوئی کی تکمیل کے لیے ایسی مدت چاہیے جس کی نظیر نہ ہو، چنانچہ ایسا ہی ہوا اور اگرچہ وہ مصاحح بھی تک نہیں کھلے، مگر اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے اور مجھے امید ہے کہ ضرور کھلیں گے۔

دیکھو، صنعت دماغ کی بیماری بدستور لائق ہے اور بعض وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ موت قریب ہو جاتی ہے۔ تم میں سے اکثر نے میری ایسی حالت کو معائنہ کیا ہے اور پھر پیشاب کی بیماری عرصہ سے ہے۔ گویا دو آندہ چادریں مجھے یہ پہنائی گئی ہیں۔ ایک اوپر کے حصّہ بدن میں اور ایک نیچے کے حصّہ بدن میں۔ ان بیماریوں کی وجہ سے وقت صافی بہت کم ملتا ہے، مگر ان ایام میں میں خدا تعالیٰ نے خاص فضل فرمایا کہ صحت بھی اچھی رہی، اور کام ہوتا رہا۔ مجھے تو افسوس اور تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ جمع بین الصلوٰتین پر روتے ہیں، حالانکہ مسیح کی قسمت میں بسکے اجتماع رکھے ہیں، کسوف و خسوف کا اجتماع ہوا۔ یہ بھی میرا ہی نشان تھا۔ اور قَدْ آذَانَ النَّفُوسِ ذُو حَيْثُ (الضحکیر ۸۱) بھی میرے ہی لیے ہیں اور وَالْآخِرِينَ مِنْهُمْ فَهَذَا نِعْمَتُنَا يَنْقُذُنَا مِنْهُمُ الرَّجْمَةُ، (مجموعہ) بھی ایک جمع ہی ہے، کیونکہ اول اور آخر کو ملا لیا گیا ہے اور یہ عظیم الشان جمع ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے برکات اور فیوض کی زندگی پر دلیل اور گواہ ہے۔ اور پھر یہ بھی جمع ہے کہ خدا تعالیٰ نے تبلیغ کے سارے سامان جمع کر دیئے ہیں، چنانچہ مطبع کے سامان، کاغذ کی کثرت، ڈاک خانوں، تار، ریل اور ڈخانی جہازوں کے ذریعہ کل دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے اور پھر نئی ایجادیں اس جمع کو اور بھی بڑھا رہی ہیں، کیونکہ اسباب تبلیغ جمع ہو رہے ہیں۔ اب فوٹو گراف سے بھی تبلیغ کا کام لے سکتے ہیں اور اس سے بہت عجیب کام نکلتا ہے۔ اخباروں اور رسالوں کا اجراء غرض اس قدر سامان تبلیغ کے جمع ہوتے ہیں کہ اس کی نظیر کسی پہلے زمانہ میں ہم کو نہیں ملتی، بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے اغراض میں سے ایک تکمیل دین بھی تھی۔ جس کے فرمایا گیا تھا۔ اَلَيْسَ بِرَأْسِ الْاُمَّةِ نَلَّكَ لَكَ وَدَيْتَ كُنْزُ اَنْعَمْتَ حَيْثُ كُنْزُ نِعْمَتِي (المائدہ ۴) اب اس تکمیل میں دو خوبیاں تھیں۔ ایک تکمیل ہدایت اور دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت کا زمانہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اپنا پہلا زمانہ تھا اور تکمیل اشاعت ہدایت کا زمانہ آپ کا دوسرا زمانہ ہے، جبکہ الْاٰخِرِيْنَ وَنَحْنُ مِمَّا

یَلْعَقُوا اِیْمَهُمُ (الجمعة: ۳) کا وقت آئے والا ہے۔ اور وہ وقت اب ہے یعنی میرا زمانہ یعنی مسیح موعود کا زمانہ۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تکمیل ہدایت اور تکمیل شاعت ہدایت کے زمانوں کو بھی اس طرح پر لایا ہے اور یہ بھی عظیم آستانِ جمع ہے اور پھر یہ بھی وعدہ ہے کہ سارے ادیان کو جمع کیا جائے گا اور ایک دین کو غالب کیا جائے گا۔ یہ بھی مسیح موعود کے وقت کی ایک جمع ہے، کیونکہ **لِيُطْلِعَهُمْ عَلَى السَّبِيحِ الْكَلِمِ** (الصفت: ۱۰) مفسرین نے مان لیا ہے کہ مسیح موعود ہی کے وقت میں ہوگا۔

پھر یہ بھی کہ وہ امن کا زمانہ ہوگا کہ بھڑبھڑایا اور بھڑبھڑایا گھاٹ پر پانی نہیں گے۔ جیسا کہ اس وقت نظر آتا ہے۔ ہمارے مخالفوں نے ہمارے قتل کے کس قدر منصوبے کیے، مگر وہ کیوں کامیاب نہ ہو سکے۔ اسی گورنمنٹ کے شکنجے انتظام اور امن کی وجہ سے۔ پھر خدا نے یہ بھی ارادہ فرمایا ہوا تھا کہ اس زمانہ میں محتاق و معارف جمع کرنے میں دیکھتا ہوں کہ جیسے ظہر و عصر جمع ہوتے ہیں کہ ظہر آسمان کے جلالی رنگ کا قتل ہے اور عصر جمالی رنگ کا اور خدا تعالیٰ دونوں کا اجتماع چاہتا ہے اور چونکہ میرا نام اس نے آدم بھی رکھا ہے اور آدم کے لیے یہ بھی فرمایا ہے کہ اس کو میں نے اپنے دونوں ہاتھوں سے بنایا۔ یعنی جلالی اور جمالی رنگ دونوں اس میں رکھے۔ اس لیے اس جگہ بھی جلال اور جمال کا اجتماع کر کے دکھا دیا۔

جلالی رنگ میں طائفوں و فرجوا اللہ تعالیٰ کی گرفتیں ہیں اور انہیں سب دیکھتے ہیں اور جمالی رنگ میں اس کے انعامات اور پیشترانہ وعدے ہیں اور پھر میری دانست میں اللہ تعالیٰ نے میرے ساتھ ایک اور جمع کی بھی خبر رکھی ہے جس کی خدا نے بھے اطلاع دی اور وہ یہ ہے کہ میری پیدائش میں میرے ساتھ ایک لڑکی بھی آئی ہے اور وہ بھی ہے اور پھر قومیت اور نسب میں بھی ایک جمع رکھی اور وہ یہ کہ ہماری ایک ماوی سیدہ تھی۔ اور وہ ادا صاحبہ اہل فارس تھی۔ اب بھی خدا نے اس قسم کی جمع ہمارے گھر میں رکھی کہ ایک صحیح النسب سیدہ میرے نکاح میں آئی۔ اسی طرح جیسے خدا نے ایک عرصہ پہلے بشارت دی تھی۔ اب خود تو کہہ کہ خدا نے کس قدر اجتماع یہاں رکھے ہوئے ہیں۔ ان تمام جموں کو خدا نے مصلحتِ عظیمہ کے لیے جمع کیا ہے۔

ہماری جماعت کے لیے تو یہ امر فدا زاد ہے کہ وہ اس قسم کی باتیں پیش
مسیح موعود ہی تکمیل عدل ہے
 کریں یا ان کے وہم میں بھی ایسی باتیں اور میں سچ بچتا ہوں کہ میں جو کرتا ہوں، وہ خدا تعالیٰ کی تعظیم اور اشارہ سے کرتا ہوں۔ پھر کیوں اس کو مقدم نہیں کرتے اور پیش گوئی سمجھ کر اس کی عزت نہیں کرتے، جیسے حضرت عرض نے آنحضرت کی پیشگوئی سمجھ کر ایک صحابی کو سونے کے ٹکڑے پہنا دیئے۔ اب تم بتاؤ کہ اور کیا چاہتے ہو۔ خدا نے اس قدر نشان تمہارے لیے جمع کر دیئے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ پر ایمان ہو تو کوئی وہم اور خیال اس قسم کا پیدا نہیں ہو سکتا جس سے اعتراض کا رنگ پایا جائے اور اگر اس قدر

نشان دیکھتے ہوئے بھی کوئی اعتراض کرنا اور علیحدہ ہوتا ہو تو وہ بیشک نکل جائے اور صلحہ ہو جاوے۔ اس کی خدا کو کیا پرواہ ہے۔ وہ کہیں جگہ نہیں پاسکتا۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے مجھے حکم عدل ٹھہرایا ہے۔ اور تم نے ان لیدہ ہے۔ پھر نشانہ اعتراض بنا ناصفت ایمان کا نشان ہے۔ حکم خدا ان کو تمام زبانیں بند ہو جانی چاہئیں۔ اگر مخالفوں کا خیال ہو۔ تو انہوں نے اس سے پہلے کیا کچھ نہیں کہا۔ وجمال، بے ایمان، کافر، اکثر تک ٹھہرایا اور کوئی گالی باقی نہ رہی جو انہوں نے نہیں دی اور کوئی منصوبہ شرارت اور تکلیف دہی کا نہیں رہا، جو انہوں نے نہیں سوچا۔ پھر اور کیا باقی رہ گیا۔ جو غیروں کی پرواہ کرتا اور اللہ تعالیٰ کو چھوڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کی پرواہ نہیں کرتا۔ جب تک خدا تعالیٰ کے مقرر کردہ حکم کی بات کے سامنے اپنی زبانوں کو بند نہ کرو گے، وہ ایمان پیدا نہیں ہو سکتا، جو خدا چاہتا ہے اور جس غرض کے لیے اُس نے مجھے بھیجا ہے۔

میں سچ سچ کہتا ہوں کہ میرا یہ عمل اپنی تجویز اور خیال سے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کی تعظیم سے ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی کے لیے ہے۔ میں کسی اور حکم کی ضرورت نہیں سمجھتا۔ جو چاہتا ہے اس کو قبول کرے اور جس کا دل مرعوب ہے وہ الگ ہو جائے۔ میں ایسے لوگوں کو صلاح دیتا ہوں کہ وہ کثرت سے استغفار کریں اور خدا سے ڈریں۔ ایسا نہ ہو کہ خدا ان کی جگہ اور قوم لاوے۔

مسیح موعود کے خلاف علماء روم کے فتوے اُس کی صداقت کی دلیل ہیں

ایک بار مجھے امام ہوا تھا کہ کوئی شخص میری طرف اشارہ کر کے کہتا ہے۔ هَذَا الرَّجُلُ يُعْبِدُ إِلَهَيْنِ۔ یعنی شخص دین کی حمد دہا رکھا کرتا ہے۔ میں خوش ہوا کیونکہ آثار میں ایسا ہی لکھا ہے کہ مسیح اور مہدی کی نسبت ایسے فتوے دیتے جائیں گے۔ حج ابراہم میں ایسا ہی لکھا ہے اور ابن عربی نے لکھا ہے کہ جب مسیح نازل ہوگا، تو ایک شخص کھڑا ہو کر کہے گا۔ إِنَّ هَذَا الرَّجُلَ عَابَدَ إِلَهَيْنِ۔

اور مجدد صاحب کے مکتوبات دوم میں صاف لکھا ہے کہ مسیح جو کچھ بیان کرے گا وہ اسرار فاضلہ ہوں گے اور لوگوں کی سمجھ میں نہ آئیں گے؛ حالانکہ وہ قسطنطنیہ سے استنباط کرے گا۔ پھر بھی لوگ اس کی مخالفت کریں گے۔ اس بات یہ ہے کہ جیسے مسیح موعود کے ساتھ جمع کا ایک نشان ہے۔ عوام کے خیال کے موافق ایک تفسیر بھی اس کے ساتھ ضروری ہے، کیونکہ وہ بیخیت تکم ہونے کے تمام بدعات اور خرابیوں کو جو فیح احوال کے زمانہ میں پیدا ہوئی ہیں۔ دُور کرے گا اور لوگ اُن کو تفسیر دین کے نام سے یاد کریں گے۔

میں پوچھتا ہوں کہ اگر تم مخالفوں سے ڈرتے ہو تو پھر مجھے قبول کرنے کا کیا فائدہ ہو۔ میری مخالفت میں کافر اور جمال ٹھہراتے گئے۔ اور اس سے بڑھ کر کیا ہوگا؟ اور پھر اگر یہی بات ہے کہ اس کو تفسیر دین کہتے ہیں، تو بتاؤ کہ میں

نے جہاد کی حرمت کا فتویٰ دیا ہے۔ اور شائع کر دیا ہے کہ دین کے لیے تلوار اٹھانا حرام ہے۔ پھر اس کی پردہ کیوں کرتے ہو۔ ہمارے معاف تو یضیعۃ الجزیۃ کہتے ہیں، مگر میں کہتا ہوں کہ یضیعۃ الخشب ڈوست ہے۔ غرض اگر اب یہ چاہیں کہ ان لوگوں کے بنوں سے بچ جائیں، یہ مشکل ہے بلکہ ناممکن ہے۔ جب تک پڑوسے برگشتہ نہ ہو جائیں۔ پس اب ایک دیگر حکم مجھ پر پیش کرو۔

بعض ایمان لاتا ہے۔ اسے اپنے ایمان سے یقین

حکم و عدل کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو

اور عرفان تک ترقی کرنی چاہیے نہ یہ کہ وہ پھر

ظن میں گرفتار ہو۔ یاد رکھو۔ ظن مفید نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ خود فرماتا ہے۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یغْنِیْ مِنَ الْحَقِّ شَیْئًا۔ (یونس : ۳۴) یقین ہی ایک ایسی چیز ہے جو انسان کو بائرا کر سکتی ہے۔ یقین کے بغیر کچھ نہیں ہوتا۔ اگر انسان ہر بات پر یقین کرنے لگے، تو شاید ایک دم بھی دنیا میں نہ گذار سکے۔ وہ پانی نہ پنی سکے کہ شاید اس میں زہر ملا ہوا ہو۔ بازار کی چیزیں نہ کھا سکے کہ ان میں ہلاک کرنے والی کوئی شے ہو۔ پھر کس طرح وہ رہ سکتا ہے۔ یہ ایک موٹی مثال ہے۔ اسی طرح پر انسان رومانی امور میں اس سے فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ اب تم خود یہ سوچ لو اور اپنے دلوں میں فیصلہ کر لو کہ کیا تم نے میرے ہاتھ پر جو بیعت کی ہے اور مجھے سچ موعود حکم۔ عدل مانا ہے تو اس ماننے کے بعد میرے کسی فیصلہ یا فعل پر اگر دل میں کوئی گندورت یا رنج آتا ہے، تو اپنے ایمان کا ٹکڑا کر دو۔ وہ ایمان جو خدشات اور توہمات سے بھرا ہوا ہے، کوئی نیک نتیجہ پیدا کرنے والا نہیں ہوگا، لیکن اگر تم نے پتے سے دل سے تسلیم کر لیا ہے کہ سچ موعود واقعی حکم ہے تو پھر اس کے حکم اور فعل کے سامنے اپنے ہتھیار ڈال دو۔ اور اس کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو تا تم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک باتوں کی عزت اور عظمت کرنے والے محترم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شہادت کافی ہے۔ وہ تسلی دیتے ہیں کہ وہ تمہارا امام ہوگا، وہ حکم عدل ہوگا۔ اگر اس پر تسلی نہیں ہوتی تو پھر کب ہوگی۔ یہ طریق ہرگز اچھا اور مبارک نہیں ہو سکتا کہ ایمان ہی ہو اور دل کے بعض گوشوں میں بدظنیاں بھی ہوں۔ میں اگر صادق نہیں ہوں، تو پھر صاف اور صادق تلاش کرو اور یقیناً سمجھو کہ اس وقت اور صادق نہیں مل سکتا۔ اور پھر اگر کوئی دوسرا صادق نہ ملے اور نہیں ملے گا تو پھر میں اتنا سچی مانگتا ہوں جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجھ کو دیا ہے۔

جن لوگوں نے میرا انکار کیا ہے اور جو پھر پراعترا من کرتے ہیں انھوں نے مجھے شناخت نہیں کیا اور جس نے مجھے

تسلیم کیا اور پھر اعتراف رکھا ہے، وہ اور بھی بد قسمت ہے کہ دیکھ کر اندھا ہوا۔

اصل بات یہ ہے کہ معاشرت بھی رُتبہ کو دکھنا دیتی ہے، اس لیے حضرت مسیح کہتے ہیں کہ نبی بے عزت نہیں ہوتا

مگر اپنے وطن میں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ ان کو اہل وطن سے کیا کیا تکلیفیں اور صدمے اٹھانے پڑے تھے۔

سو یہ انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ایک سنت چلی آتی ہے۔ ہم اس سے الگ کیونکر ہو سکتے ہیں۔ اس لیے ہم کو بوجھ

پہنے مخالفوں سے سُنتا پڑا۔ یہ اسی سُنت کے موافق ہے۔ مَایَا یُنِیْلِمُ مِنْ دُسْؤْلِ اِلَّا کَا نُوَابِہِ یَسْتَحْزِرُوْنَ (الحجرہ ۱۲) افسوس اگر یہ لوگ صاف نیت سے میرے پاس آتے تو میں ان کو وہ دکھاتا جو خدا نے مجھے دیا ہے اور وہ خدا خدا ان پر اپنا فضل کرتا اور انہیں سجداتا، مگر اُنہوں نے نجل اور حسد سے کام لیا۔ اب میں ان کو کس طرح سمجھاؤں۔

جب انسان سچے دل سے حقِ طلسمی کیلئے آتا ہے، تو سب فیصلے ہو جاتے ہیں، لیکن جب بگڑی اور شرارت مقصود ہو، تو کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ میں کب تک ان کے فیصلے کرتا رہوں گا۔

سچ، انکار اور ابنِ عربی کے حوالہ سے لکھا ہے کہ یہ سب موقوفہ جب آئے گا، تو اسے مُغزنی اور جاہلِ مطہر یا جاتیگا۔ اور یہاں تک بھی کہا جاوے گا کہ وہ دین کو تغیر کرتا ہے۔ اس وقت ایسا ہی ہو رہا ہے۔ اس قسم کے الزام مجھے دینے جاتے ہیں۔ ان شبہات سے انسان تب نجات پاسکتا ہے جب وہ اپنے اجتہاد کی کتاب ڈھانپ لے اور اس کی بجائے وہ یہ فکر کرے کہ کیا یہ سچا ہے یا نہیں۔ بعض امور بیشک سمجھ سے بالاتر ہوتے ہیں، لیکن جو لوگ مغزوں پر ایمان لاتے ہیں۔ وہ سُچنِ عِلْم اور صبر اور استقلال سے ایک وقت کا اشتداد کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ اُن پر اہل حقیقت کو کھول دیتا ہے رُطَلِ اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت صحابہ سوال نہ کرتے تھے، بلکہ منتظر رہتے تھے کہ کوئی اگر سوال کرے تو فائدہ اُٹھاتے تھے، اور نہ خود خاموش تسلیم کئے بیٹھے رہتے تھے اور حُرّاتِ سوال کرنے کی نہ کرتے تھے۔ میرے نزدیک اصل اور اہم طریق یہی ہے کہ ادب کرے۔ جو شخص آدابِ انبشی کو نہیں سمجھتا اور اس کو اختیار نہیں کرتا۔ اندیشہ ہوتا ہے کہ وہ ہلاک نہ کیا جاتے۔

وہ لوگ بڑی غلطی پر ہیں، جو ایک ہی دن میں حقِ یقین کے درجہ پر پہنچا جاتے

یقین کے مدارج

ہیں۔ یاد رکھو کہ ایک نطن ہوتا ہے اور ایک یقین نطن صرف خیالی بات ہوتی ہے

اور اس کی صحت اور سچائی پر کوئی حکم نہیں ہوتا، بلکہ اس میں احتمالِ کذب کا ہوتا ہے۔ لیکن یقین میں ایک سچائی کی روشنی ہوتی ہے۔ یہ سچ ہے کہ یقین کے بھی مدارج ہیں۔ ایک علمِ یقین ہوتا ہے۔ پھر عینِ یقین اور تیسرا حقِ یقین۔ جیسے دُور سے کوئی آدمی دُحوال دیکھتا ہے، تو آگ کا یقین کرتا ہے اور یہ علمِ یقین ہے اور جب جا کر دیکھتا ہے، تو وہ عینِ یقین ہے اور جب ہاتھ ڈال کر دیکھتا ہے کہ وہ جلاتی ہے، تو وہ حقِ یقین ہے۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کی اجمعی نطن سے غلطی نہیں ہوتی، جبکہ سُنت اُٹھا اسی طرح پہرے کہ جو ماؤر خدا کی طرف آتے ہیں، ان کے ساتھ ابتلاء ضرور ہوتے ہیں۔ پھر میں کیونکر ابتلاء کے بغیر آسکتا تھا۔ اگر ابتلاء نہ ہوتے، تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی اسرائیل میں سے آجاتے، تاکہ ان کو یہ کہنے کا موقع نہ ملتا کہ آنے والے کے لیے لکھا ہے کہ وہ تیرے بھائیوں میں سے ہوگا۔ اور اسی طرح حضرت سیدِ سج کے وقت ایلیا ہی آ جاتا، تاکہ ان کو شک نہ لگتی۔ ایک یہودی فاضل نے اس پر بڑی کتاب لکھی ہے۔ وہ کتاب ہے کہ ہمارے لیے یہی کافی ہے کہ

ایسا نہیں آیا۔ اور اگر خدا ہم سے بھی پوچھے گا، تو ہم ملائکہ نبی کی کتاب پیش کریں گے۔

اس قدر عجیبات جو حضرت مسیح سے صادر ہونے بیان کیے جاتے ہیں کہ وہ مُردوں کو زندہ کرتے تھے، ایسا کو بھی زندہ کر کے آئے۔ ایسا بتاؤ کہ ایسا کا ابتلا بڑا اٹھایا نمازوں کو جمع کرنے کا ابتلا، جس نے حضرت مسیح کو صلیب پر چڑھا دیا۔ اب اس قدر لوگ جو گمراہ ہوتے اور مسیح اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے منکر رہے، تو اس کا باعث وہی ایسا کا ابتلا ہی ہے یا کچھ اور۔ غرض ابتلا کا اٹھنا ضروری ہے، مگر سچا مومن کبھی اُن سے منافع نہیں کیا جاتا۔ اس قسم کے لوگوں نے کسی زمانہ میں بھی فائدہ نہیں اٹھایا۔ کیا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں انہوں نے فائدہ اٹھایا یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں۔

میں نے عام طور پر شائع کیا کہ استجابتِ دعا کا بچے نشان دیا گیا ہے۔ جو چاہے میرے مقابلہ پر آئے۔ میں نے کہا کہ جو بچے حق پر نہیں سمجھتا، وہ میرے ساتھ مبارک کرے۔ میں نے یہ بھی شائع کیا کہ قرآن کریم کے متعلق و معارف کا ایک نشان مجھے عطا ہوا، اس میں مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ گر ایک بھی ایسا نہ ہوا جو میرے سامنے آتا اور میری دعوت کو قبول کر لیتا۔ پھر خدا نے مجھے بشارت دی کہ **يُضَوِّكُمُ اللَّهُ فِي مَوَاقِنَ** اور اس کا ثبوت دیا کہ ہرمیدان میں مجھے کامیاب کیا۔ پس اگر ان نشانات کوئی فائدہ نہیں اٹھاتا اور اس کی تسلی نہیں ہوتی پھر وہ کسی اور کے پاس جاوے یا کسی عیسائی کے پاس جاوے اور تسلی کرے اگر کر سکتا ہے، لیکن سچائی کو چھوڑ کر تسلی کہاں؟

فَمَاذَا الْبَعْدَ الْحَقِّ إِلَّا الصَّلَاةُ (یونس: ۲۳)

ایسے لوگ **لَا يَمُنُّونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ وَلَا يَمُنُّونَ إِلَّا بِأَنْفُسِهِمْ** کے مصداق ہوتے ہیں۔ غرض نمازوں کے جمع کرنے میں یہ راز اور دستر نما اور **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ**۔ اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ آیا یہ سستی اور کسل کی وجہ سے تھا یا ایک مقبول اور مبارک طریق پر۔

یاد رکھو کہ اس قدر نشانات دیکھ کر بھی جسے کوئی شک و شبہ گذر سکتا ہے، تو اُسے ڈرنا چاہیے کہ شیطان مُدْتَمِسٌ ساتھ ہے۔ میں جس راہ کی طرف بلاتا ہوں۔ یہی وہ راہ ہے جس پر میں کر غوثیت اور قطبیت ملتی ہے اور اللہ تعالیٰ کے بڑے بڑے انعام ہوتے ہیں جو لوگ مجھے قبول کرتے ہیں۔ ان کی دین دُنيا بھی اچھی ہوگی۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ وعدہ فرما چکا ہے **وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ تَتَوَّقُوا اللَّهَ يَوْمَ تُرْزَقُونَ** (آل عمران: ۵۶) درحقیقت وہ زمانہ آتا ہے کہ اُن کو اُمتیت سے نکال کر خود وقتِ بیان عطا کرے گا اور وہ مُنکروں پر غالب ہوں گے، لیکن شخص دلائل اور نشانات کو دیکھتا ہے اور پھر دیانت، امانت، انصاف کو ماتحت سمجھتا ہے، اسے یاد رکھنا چاہیے کہ **مَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ كَذَّبَ بِالْحَقِّ** (الانعام: ۲۲)

تم بہت سے نشانات دیکھ چکے ہو اور حرف تہجی کے طور پر اگر ایک نقشہ تیار کیا جاوے، تو کوئی حرف باقی نہ رہے گا کہ اس میں کئی کئی نشان نہ آئیں۔ تریاق القلوب میں بہت سے نشان جمع کئے گئے ہیں اور تم نے اپنی آنکھوں سے پورے ہوتے دیکھے۔

اب دقت ہے کہ تمہارے ایمان مضبوط ہوں اور کوئی زلزلہ اور
صادق کو نشان کی ضرورت نہیں
 آندھی نہیں ہلانے کے بعض تم میں ایسے بھی صادق ہیں کہ
 انہوں نے کسی نشان کی اپنے لیے ضرورت نہیں سمجھی۔ گو خدا نے اپنے فضل سے ان کو سینکڑوں نشان دکھا دیئے۔
 لیکن اگر ایک بھی نشان نہ ہوتا، تب بھی وہ مجھے صادق یقین کرتے اور میرے ساتھ تھے، چنانچہ مولوی نور الدین صاحب
 کسی نشان کے طالب نہ ہوئے۔ انہوں نے سُننے ہی آمتا کہہ دیا اور فاروقی ہو کر صدیقی عمل کر لیا۔ بلکہ آپ کے حضرت
 ابو بکر شام کی طرف گئے ہوتے تھے۔ واپس آئے تو راستہ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ نبوت کی خبر پہنچی
 وہیں انہوں نے تسلیم کر لیا۔“

حضرت اقدس نے اس قدر تقریر فرمائی تھی کہ مولانا مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت
 ایک جوش اور صدق کے نشہ سے سرشار ہو کر اُٹھے اور کہا کہ میں اس وقت حاضر ہوا
 ہوں کہ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور زینتِ پابا للہ
 رَبَّنَا بِمُحَمَّدٍ بُنِينًا کہہ کر اقرار کیا تھا۔ اب میں اس وقت صادق امام مسیح موعود اور مہدی ہجود
 کے حضور وہی اقرار کرتا ہوں کہ مجھے کبھی ذرا بھی شک اور وہم حضور کے متعلق نہیں گزرا اور
 یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے۔ ہم جانتے ہیں کہ بہت سے اسباب ایسے ہیں۔ جن کا ہمیں علم
 نہیں۔ اور میں نے ہمیشہ اس کو آدابِ نبوت کے خلاف سمجھا ہے کہ کبھی کوئی سوال
 اس قسم کا کروں۔ میں آپ کے حضور اقرار کرتا ہوں۔ رَبَّنَا بِمُحَمَّدٍ بُنِينًا رَبَّنَا بِمُحَمَّدٍ بُنِينًا
 مہدیؑ

اس تقریر کے ساتھ ہی حضرت اقدس نے بھی اپنی تقریر ختم کر دی

۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء

سیدنا حضرت امام آفران خان مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا :

ایک بہت ہی ضروری امر ہے جو میں بیان کرنا چاہتا ہوں؛ اگرچہ میری طبیعت بھی اچھی نہیں ہے لیکن کل نواب صاحب جو جان بولے ہیں۔ اس لیے میں نے مناسب سمجھا کہ میں بیان کر دوں تاکہ وہ بھی سُن لیں اور جماعت کے دوسرے لوگ بھی سُن لیں اور وہ یہ ہے:

انبیاء کی بعثت کی اصل غرض
 کہ تمام انبیاء علیہم السلام جو دنیا میں آئے ہیں؛ اگرچہ انھوں نے جو احکام دُنیا کو سُنائے وہ مبسوط اور مُطَوَّل تھے اور بہت کچھ جزئیات

بھی بیان کر دیں اور تمام اُمور جو توحید، تہذیب، معاملات اور معاد کے متعلق ہوتے ہیں؛ غرض جس قدر اُمور انسان کو چاہئیں، ان سب کے متعلق وہ ہر قسم کی ہدایتیں اور تعلیمیں لوگوں کو دیا کرتے تھے۔ باوجود ان ساری جُزئی تعلیموں اور ہدایتوں کے ہر ایک نبی کی اصل غرض اور مقصد یہ رہا ہے کہ لوگ گناہوں سے نجات پا کر اور ہر قسم کی بدیوں اور بد کاریوں سے بچ کر نعمت کر کے خدا ہی کے لیے ہو جائیں۔ انسان پیدا آئش کی اصل غرض اور مقصد بھی یہی ہے کہ وہ خدا کے لیے ہو جائے۔ اس لیے انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض اسی مقصد کی طرف انسان کو رہبری کرنا ہوتا ہے تاکہ وہ اپنی گم گشتہ متاع اور مقصد کو صحیح حاصل کرے۔ گناہ اگرچہ بہت ہیں اور ان کے بہت سے شعبے اور شاخیں ہیں۔ یہاں تک کہ ہر ادنیٰ قسم کی غفلت بھی گناہ میں داخل ہے۔ لیکن عظیم الشان گناہ جو اس مقصد عظیم کے بالمقابل انسان کو اصل مقصد سے ہٹانے کے لیے پڑا ہوا ہے، وہ شرک ہے۔ انسان کی پیدا آئش کی اصل غرض اور مقصد یہ ہے کہ وہ خدا ہی کے لیے ہو جائے اور گناہ اور اس کے محرکات سے بہت دُور رہے اس لیے کہ جوں جوں بد قسمت انسان اس میں مبتلا ہوتا ہے، اسی قدر اپنے اصل مقصد سے دُور ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ آخر گتے گتے ایسی منہلی جگہ پر چا پڑتا ہے جو مصائب اور مشکلات اور ہر قسم کی تکلیفوں اور دکھوں کا گھر ہے جس کو جہنم بھی کہتے ہیں۔

دیگر انسان کا اگر کوئی عضو اپنی اصل جگہ سے ہٹا دیا جائے مثلاً باؤں ہی اگر اُتر جاوے یا ایک آنکھ یا انگوٹھا ہی اپنے اصلی مقام سے ہٹ جاوے، تو کس قدر درد اور کرب پیدا ہوتا ہے۔ یہ جسمانی نظارہ رُوحانی اور اُخروی عالم کے لیے ایک زبردست دلیل ہے اور جہنم کے وجود پر ایک گواہ ہے۔ گناہ یہی ہوتا ہے کہ انسان اس مقصد سے جو اس کی پیدا آئش سے دکھا گیا ہے، دُور ہٹ جاوے، پس اپنے عمل سے ہٹنے میں صاف درد کا ہونا ضروری ہے۔

شرک سے بچو
 شرک ایسی چیز ہے کہ جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے ہٹا کر جہنم کا وارث بنا دیتا ہے۔ شرک کی کئی قسم ہیں۔ ایک تو وہ موٹا اور مرتجح شرک ہے جس میں ہندو،

عیسائی، یہود اور دوسرے ملت پرست لوگ گرفتار ہیں جس میں کسی انسان یا پتھر یا اور بے جان چیزوں یا قوتوں

یا خیالی دیویوں اور دیوتاؤں کو خدا بنا لیا گیا ہے، اگرچہ شرک ابھی تک دنیا میں موجود ہے، لیکن یہ زمانہ روشنی اور تعلیم کا کچھ ایسا زمانہ ہے کہ عقلمیں اس قسم کے شرک کو نفرت کی نگاہ سے دیکھنے لگ گئی ہیں۔ یہ جہاں امر ہے کہ وہ قومی مذہب کی حیثیت سے بظاہر ان بے ہودگیوں کا اقرار کریں، لیکن دراصل باطل و لوگ ان سے متنفر ہوتے جاتے ہیں، مگر ایک اور قسم کا شرک ہے جو معنی طور پر زہر کی طرح اثر کر رہا ہے اور وہ اس زمانہ میں بہت بڑھتا جاتا ہے اور وہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور اعتماد بالکل نہیں رہا۔

رعایت اسباب اور توکل ہم پر گز نہیں کہتے اور نہ ہمارا یہ مذہب ہے کہ اسباب کی رعایت بالکل نہ کی جاوے کیونکہ خدا تعالیٰ نے رعایت اسباب کی ترغیب ہی

ہے اور اس حد تک جہاں تک یہ رعایت ضروری ہے۔ اگر رعایت اسباب نہ کی جاوے تو انسانی قوتوں کی بیخبری کرنا اور خدا تعالیٰ کے ایک عظیم نشانِ فعل کی توہین کرنا ہے، کیونکہ ایسی حالت میں جبکہ بالکل رعایت اسباب کی نہ کی جاوے، ضروری ہوگا کہ تمام قوتوں کو جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا کی ہیں بالکل بے کار چھوڑ دیا جائے اور ان سے کام نہ لیا جاوے۔ اور ان سے کام نہ لینا اور ان کو بے کار چھوڑ دینا خدا تعالیٰ کے فعل کو نواور عبث قرار دینا ہے جو بہت بڑا گناہ ہے۔ پس ہمارا یہ منشاء اور مذہب ہرگز نہیں کہ اسباب کی رعایت بالکل ہی نہ کی جاوے، بلکہ رعایت اسباب اپنی حد تک ضروری ہے۔ آخرت کے لیے بھی اسباب ہی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے احکام کی بجا آوری اور بدیوں سے بچنا اور دوسری نیکیوں کو اختیار کرنا اس لیے ہے کہ اس عالم اور دوسرے عالم میں سکھ لے، تو گویا یہ نیکیاں اسباب کے قائم مقام ہیں۔

اسی طرح پر یہی خدا تعالیٰ نے منع نہیں کیا کہ دینی ضرورتوں کے پورا کرنے کے لیے اسباب کو اختیار کیا جاوے۔ نوکری والا نوکری کرے۔ زمیندار اپنی زمینداری کے کاموں میں رہے۔ مزدور مزدوریاں کریں تا وہ اپنے عیال و اطفال اور دوسرے متعلقین اور اپنے نفس کے حقوق کو ادا کر سکیں۔ پس ایک جائز حد تک یہ سب درست ہے اور اس کو منع نہیں کیا جاتا، لیکن جب انسان حد سے تجاوز کر کے اسباب ہی پر پورا بھروسہ کرے اور سارا دار و مدار اسباب پر ہی جامع ہرے تو یہ وہ شرک ہے جو انسان کو اس کے اصل مقصد سے دور پھینک دیتا ہے۔ مثلاً اگر کوئی شخص یہ کہے کہ اگر فلاں سبب نہ ہوتا، تو میں بھوکا مر جاتا۔ یا اگر یہ جائز ادا یا فلاں کام نہ ہوتا، تو میرا بحال ہو جاتا۔ فلاں دوست نہ ہوتا تو تکلیف ہوتی۔ یہ امور اس قسم کے ہیں کہ خدا تعالیٰ ان کو ہرگز پسند نہیں کرتا کہ جائداد یا اور اسباب و اسباب پر اس قدر بھروسہ کیا جاوے کہ خدا تعالیٰ سے بکلی دفعہ جا پڑے۔ یہ خطرناک شرک ہے، جو قرآن شریف کی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا: **ذَٰلِكَ فَتَنَ الْوَسْوَاسِ الْخَافِیْنَ** (الذاریات: ۲۳) اور فرمایا: **وَمَنْ يَتَّخِذِ اللَّهَ**

فَمَوْحَسْبُهُ (الطلاق : ۴) اور فرمایا مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق : ۴) اور فرمایا - وَهُوَ يَتَوَكَّلُ عَلَى الصَّالِحِينَ (الاعراف : ۱۹۷) قرآن شریف اس قسم کی آیتوں سے بھرا پڑا ہے کہ وہ متیقوں کا متواقی اور متکفل ہوتا ہے تو پھر جب انسان اسباب پر تکیہ اور توکل کرتا ہے، تو گویا خدا تعالیٰ کی ان صفات کا انکار کرنا ہے اور ان اسباب کو ان صفات حصہ دینا ہے اور ایک اور خدا اپنے لیے ان اسباب کا تجویز کرتا ہے، چونکہ وہ ایک پہلو کی طرف جھکتا ہے۔ اس سے شرک کی طرف گویا قدم اٹھاتا ہے۔ جو لوگ حکام کی طرف جھکے ہوتے ہیں اور ان سے انعام یا خطاب پاتے ہیں۔ ان کے دل میں ان کی عظمت خدا کی سنی عظمت داخل ہو جاتی ہے۔ وہ ان کے پرستار ہو جاتے ہیں اور یہی ایک امر ہے جو توحید کا استیصال کرتا ہے اور انسان کو اس کے اصل مرکز سے ہٹا کر دُور پھینک دیتا ہے۔ پس انبیاء علیہم السلام یہ تعلیم دیتے ہیں کہ اسباب اور توحید میں تناقض نہ ہونے پائے، بلکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر رہے اور مال کار توحید پر جامع ٹھرے۔ وہ انسان کو یہ سکھانا چاہتے ہیں کہ ساری عزتیں، سادے آرام اور حاجات براری کا متکفل خدا ہی ہے۔ پس اگر اس کے مقابل میں کسی اور کو بھی قائم کیا جاوے تو صاف ظاہر ہے کہ دو ضدوں کے تقابل سے ایک ہلاک ہو جاتی ہے۔ اس لیے مقدم ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید ہو۔ رعایت اسباب کی جاوے۔ اسباب کو خدا بنایا جاوے۔ اسی توحید سے ایک جہت خدا تعالیٰ سے پیدا ہوتی ہے جبکہ انسان یہ سمجھتا ہے کہ نفع و نقصان اسی کے ہاتھ میں ہے۔ غم و خوشی وہی ہے۔ ذوق و ترہ اسی سے ہے۔ کوئی دوسرا درمیان نہیں آتا جب انسان اس پاک حالت کو حاصل کرے۔ تو وہ موجد کہلاتا ہے۔ غم و خوشی ایک حالت توحید کی یہ ہے کہ انسان پتھروں یا انسانوں یا اللہ کسی چیز کو خدا نہ بنائے، بلکہ ان کو خدا بنانے سے بیزاری اور نفرت ظاہر کرے اور دوسری حالت یہ ہے کہ رعایت اسباب سے نہ گذرے۔

موجد اپنے نفع اور وجود کی نفی کرتا ہے
 دوسری قسم یہ ہے کہ اپنے نفع اور وجود کے اغراض کو بھی
 درمیان سے اٹھا دیا جائے اور اس کی نفی کی جاوے۔

بسا اوقات انسان کے ذریعہ نظر اپنی غریبی اور طاقت بھی ہوتی ہے کہ فلاں نیکی میں نے اپنی طاقت سے کی ہے انسان اپنی طاقت پر ایسا بھروسہ کرتا ہے کہ ہر کام کو اپنی ہی قوت سے منسوب کرتا ہے۔ انسان موجد تب ہوتا ہے کہ جب اپنی طاقتوں کی بھی نفی کر دے۔

لیکن اب اس جگہ یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان جیسا کہ تجربہ دلالت کرتا ہے۔ عموماً کوئی نہ کوئی حصہ گناہ کا اپنے ساتھ رکھتے ہیں۔ بعض مومنے گناہوں میں مبتلا ہوتے ہیں اور بعض اوسط درجہ کے گناہوں میں اور بعض باریک دو باریک قسم کے گناہوں کا شکار ہوتے ہیں۔ جیسے نخل، ریا کاری یا اور اسی قسم کے گناہ کے

جنتوں میں گرفتار ہوتے ہیں۔ جب تک ان سے ربانی نزلے، انسان اپنے گندہ انوار کو حاصل نہیں کر سکتا۔ اصل بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سے احکام دیئے ہیں۔ بعض ان میں سے ایسے ہیں کہ ان کی بجا آوری ہر ایک کو میسر نہیں ہے۔ مثلاً حج۔ یہ اس آدمی پر فرض ہے جسے استطاعت ہو۔ پھر راستہ میں امن ہو۔ پیچھے جو متعلقین ہیں۔ ان کے گزارہ کا بھی معمول انتظام ہو اور اسی قسم کی ضروری شرائط پوری ہوں تو حج کر سکتا ہے ایسا ہی زکوٰۃ ہے۔ یہ وہی دے سکتا ہے جو صاحب نصاب ہو۔ ایسا ہی نماز میں بھی تغیرات ہو جاتے ہیں۔

کلمہ طیبہ کی حقیقت
لیکن ایک بات ہے جس میں کوئی تغیر نہیں۔ وہ ہے:

لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ

اصل یہی بات ہے اور باقی جو کچھ ہے وہ سب اس کے کلمات ہیں۔ توحید کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک عبادت کی بجا آوری نہ ہو۔ اس کے یہی معنی ہیں کہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ کہنے والا اس وقت اپنے اقرار میں سچا ہوتا ہے کہ حقیقی طور پر عملی پہلو سے بھی وہ ثابت کر دکھائے کہ حقیقت میں اللہ کے سوا کوئی محبوب و مطلوب اور مقصود نہیں ہے۔ جب اس کی یہ حالت ہو اور واقعی طور پر اس کا ایمانی اور عملی رنگ اس اقرار کو ظاہر کرنے والا ہو، تو وہ خدا تعالیٰ کے حضور اس اقرار میں جھوٹا نہیں۔ ساری مادی چیزیں جل گئی ہیں اور ایک فنا ان پر اس کے ایمان میں آگئی ہے۔ تب وہ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ منہ سے نکالتا ہے اور مُحَمَّدٌ رَّسُولُ اللَّهِ جو اس کا دوسرا جزو ہے وہ نمونہ کے لیے ہے۔ کیونکہ نمونہ اور نظیر سے ہر بات اہل ہو جاتی ہے۔ انبیاء علیہم السلام نمونوں کے لیے آتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جمیع کمالات کے نمونوں کے جامع تھے۔ کیونکہ سارے نبیوں کے نمونے آپ میں جمع ہیں۔

محمد جامع جمیع کمالات
آپ کا نام اسی لیے محمد ہے کہ اس کے معنی ہیں، نہایت تعریف کیا گیا۔ محمد وہ ہوتا ہے جس کی زمین و آسمان پر تعریف ہوتی ہے۔ بہت سے

لوگ ایسے ہیں کہ دنیا کے لوگوں نے ان کو نہایت حقارت کی نگاہ سے دیکھا انہیں ذلیل بھلا اور بنیال خویش ذلیل کیا، لیکن آسمان پر ان کی عزت اور تعریف ہوتی ہے۔ وہ خدا تعالیٰ کے حضور استنجا ہوتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ دنیا ان کی تعریف کرتی ہے۔ ہر طرف سے واہ واہ ہوتی ہے، مگر آسمان ان پر لعنت کرتا ہے۔ خدا اور اس کے فرشتے اور مقرب اس پر لعنت بھیجتے ہیں۔ تعریف نہیں کرتے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زمین و آسمان دونوں جگہ میں تعریف کیے گئے اور یہ فرزا و فضل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو ملا ہے جس قدر پاک گروہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بلا وہ کسی اور نبی کو نصیب نہیں ہوا۔ یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کئی لاکھ آدمیوں کی قوم بل گئی، مگر وہ ایسے مستحق مزاج یا ایسی پاکبلا اور عالی ہمت قوم نہ تھی جیسی صحابہ

کی تھی۔ رضوان اللہ علیہم اجمعین۔ قوم موسیٰ کا یہ حال تھا کہ مات کو مومن ہیں تو دن کو مرتد ہیں۔ آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کا حضرت موسیٰؑ اور اس کی قوم کے ساتھ مقابلہ کرنے سے گویا کل دُنیا کا مقابلہ ہو گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو جماعت ملی وہ ایسی پاکباز اور خدا پرست اور مخلص تھی کہ اس کی نفیر کسی دُنیا کی قوم اور کسی نبی کی جماعت میں ہرگز پائی نہیں جاتی۔ احادیث میں ان کی بڑی تعریفیں آئی ہیں۔ یہاں تک فرمایا۔ اللہ اللہ یخفا أعضایہ! اور قرآن کریم میں بھی ان کی تعریف ہوئی۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّبِعُوْا فِیْہِمْ اَسْمٰۤءَۃً ۙ فَاَکْثَرُ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ (الفرقان: ۶۵)

موسیٰؑ کی جماعت جن مشکلات اور مصائب طاعون وغیرہ کے نیچے آئی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تیار کردہ جماعت اس سے ممتاز اور محفوظ رہی اسلئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ اور انفاص طیبہ اور جذب الی اللہ کی قوت کا پتہ لگتا ہے کہ کسی زبردست قوتیں آپ کو عطا کی گئی تھیں، جو ایسا پاک اور جاشار کردہ اکٹھا کر لیا یہ خیال بالکل غلط ہے جو جاہل لوگ کہہ دیتے ہیں کہ یونہی لوگ ساتھ ہو جاتے ہیں۔ جب تک ایک قوت جذب اور کشش کی نہ ہو، کبھی ممکن نہیں ہے کہ لوگ جمع ہو سکیں۔ میرا مذہب یہی ہے کہ آپ کی قوت قدسی ایسی تھی کہ کسی دوسرے نبی کو دُنیا میں نہیں ملی۔ اسلام کی ترقی کا ماز یہی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت جذب بہت زبردست تھی اور پھر آپ کی باتوں میں وہ تاثیر تھی کہ جو سُنا تھا وہ گردیدہ ہو جاتا تھا۔ جن لوگوں کو آپ نے کھینچا، ان کو پاک صاف کر دیا اور اس کے ساتھ ہی آپ کی تعلیم ایسی سادہ اور صاف تھی کہ اس میں کسی قسم کے گورکھ دھندے اور متعنتی تشکیث کی طرح نہیں ہیں، چنانچہ پیغمبروں کی بابت لکھا ہے کہ وہ مسلمان تھا اور کما کرتا تھا کہ اسلام بہت ہی سیدھا سادہ مذہب ہے۔ اس نے تشکیث کی تکذیب کی ہے۔ غرض آپ وہ دین لائے جو سیدھا سادہ ہے جو خدا کے سامنے یا انسان کے سامنے شرمندہ نہیں ہو سکتا۔ قانون قدرت اور فطرت کے ساتھ ایسا وابستہ ہے کہ ایک جنگلی بھی آسانی کے ساتھ کھجکتا ہے۔ تشکیث کی طرح کوئی لاینحل عقیدہ اس میں نہیں جس کو نہ خدا کھ سکے نہ اور نہ ماننے والے جیسا کہ عیسائی کہتے ہیں۔ تشکیث قبول کرنے کے لیے ضروری ہے کہ پہلے بُت پرستی اور اداہام پرستی کرے اور عقل و فکر کی قوتوں کو بالکل بیکار اور معطل چھوڑ دے حالانکہ اسلام کی توحید ایسی ہے کہ ایک دُنیا سے الگ تعلق جزیرہ میں بھی وہ سمجھ میں آ سکتی ہے۔ یہ دینِ مصلحی جو پیش کرتے ہیں یہ عالمگیر اور عقل دین نہیں ہو سکتا اور نہ انسان اس سے کوئی تسلی یا اطمینان پاسکتا ہے۔ مگر اسلام ایک ایسا دین ہے جو کیا باعتبار توحید اور اعمالِ حسنہ اور کیا تکمیلِ مسائل، سب سے بڑھ کر ہے۔ ہزاروں قسم کی بدکاریاں یہودیوں میں جو موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ تھے پائی جاتی ہیں اور سب سے کھاروں کا ذکر بھی کرنا نہیں چاہتے کہ جن میں سے ایک نے چند کھوٹے درہم لے کر اپنے آقا کو کچھ ادا کیا اور ایک نے لعنت کی اور کسی نے بھی وفاداری کا نمونہ نہ دکھایا لیکن صحابہؓ کی حالت کو دیکھتے ہیں، تو ان میں کوئی جھوٹ بولنے والا بھی

نظر نہیں آتا۔ ان کے تصور میں بھی مجرور دشمنی کے کچھ نظر نہیں آتا، حالانکہ جب عرب کی ابتدائی حالت پر نگاہ کرتے ہیں، تو وہ تحت التری میں پڑے، ہونے نظر آتے ہیں۔ بت پرستی میں منہمک تھے۔ یتیموں کا مال کمانے اور ہرقم کی بدکاریوں میں دلیر اور بے باک تھے۔ ڈاکوؤں کی طرح گزارہ کرتے تھے۔ گویا سر سے پیر تک نجاست میں غرق تھے۔ پھر میں پوچھتا ہوں وہ کونسا اہم اعظم تھا، جس نے ان کی جھٹ پٹ کا یا پلٹ دی اور ان کو ایسا نمونہ بنا دیا جس کی نظیر دنیا کی قوموں میں ہرگز نہیں ملتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا اگر لوہ کوئی بھی ہجرہ پیش نہ کریں، تو اس حیرت انگیز پاک تبدیلی کے مقابلہ میں کسی خود ساختہ خدا کا ہی کوئی ہجرہ نہیں دکھائے۔ ایک آدمی کا درست کرنا مشکل ہوتا ہے۔ مگر یہاں تو ایک قوم تیار کی گئی کہ جنہوں نے اپنے ایمان اور اخلاص کا وہ نمونہ دکھایا کہ بیوروکری کی طرح اس سچائی کے لیے ذبح ہو گئے جس کو انہوں نے اختیار کیا تھا۔ حقیقت یہ ہے کہ وہ زمین نہ رہے تھے۔ بلکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم، ہدایت اور نوٹر فیصحت نے ان کو آسمانی بنا دیا تھا۔ اسی صفات ان میں پیدا ہو گئی تھیں۔ دنیا کی خباثتوں اور ریا کاریوں سے وہ ایسے سبک اور ہلکے پھلکے کر دیتے گئے تھے کہ ان میں پرواز کی قوت پیدا ہو گئی تھی۔ یہ وہ نمونہ ہے جو ہم اسلام کا دنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں، اسی صلاح اور ہدایت کا باعث تھا جو اللہ تعالیٰ نے پیش گوئی کے طور پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام محمد رکھا۔ جس سے زمین پر بھی آپ کی ستائش ہوئی، کیونکہ آپ نے زمین کو امن، صلح کاری اور اخلاق فاضلہ اور نیکو کاری سے بھر دیا تھا۔

میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جس قدر اخلاق ثابت ہوئے ہیں، وہ کسی اور نبی کے نہیں، کیونکہ اخلاق کے اظہار کے لیے جینک موقع نہ ملے کوئی اخلاق ثابت نہیں ہو سکتا۔ مثلاً سخاوت ہے۔ لیکن اگر روپیہ نہ ہو، تو اس کا ظہور کیوں کر ہو۔ ایسا ہی کسی کو لڑائی کا موقع نہ ملے تو شجاعت کیونکر ثابت ہو۔ ایسا ہی عفو، اس صفت کو وہ ظاہر کر سکتا ہے۔ جسے اقتدار حاصل ہو۔ غرض سب غلٹی موقع سے وابستہ ہیں۔ اب سمجھنا چاہیے کہ یکس قدر خدا کے فضل کی بات ہے کہ آپ کو تمام اخلاق کے اظہار کے موقع ملے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو وہ موقع نہیں ملے۔ مثلاً آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو سخاوت کا موقع ملا آپ کے پاس ایک موقع پر بہت سی بیوروکریاں تھیں۔ ایک کافر نے کہا کہ آپ کے پاس اس عقیدہ بیوروکری کی جمع ہیں کہ قیصر و کسریٰ کے پاس بھی اس قدر نہیں۔ آپ نے سب کی سب اس کو بخش دیں۔ وہ اسی وقت ایمان لے آیا۔ کہ نبی کے سوا اور کوئی اس قسم کی عظیم الشان سخاوت نہیں کر سکتا۔ مگر میں جن لوگوں نے ذکر دیتے تھے۔ جب آپ نے مکہ کو فتح کیا تو آپ چاہتے تو سب کو ذبح کر دیتے، مگر آپ نے دم کیا اور لَاتِ تَرْفِیْ عَیْشَتَکُمْ اَنْبِیَؤُہُ کہہ دیا۔ آپ کا بغض تھا کہ سب مسلمان ہو گئے۔ اب اس قسم کی عظیم الشان اخلاق فاضلہ کیا کسی نبی میں

پاتے جاتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ مدہ لوگ جنہوں نے آپؐ کی ذاتِ خاص اور عزیزوں اور صحابہؓ کو سخت تکلیفیں دی تھیں اور ناقابلِ عفو ایذا میں پہنچائی تھیں۔ آپؐ نے سزا دینے کی قوت اور اقتدار کو پا کر فی الفور ان کو بخش دیا؛ حالانکہ اگر ان کو سزا دی جاتی، تو یہ بالکل انصاف اور عدل تھا، مگر آپؐ نے اس وقت اپنے عفو اور کرم کا نمونہ دکھایا۔ یہ وہ امور تھے کہ علاوہ ہجرات کے صحابہ پر توثر ہوتے تھے۔ اس لیے آپؐ اہم باہمی فحش ہو گئے تھے۔

صلی اللہ علیہ وسلم۔ اور زمین پر آپؐ کی حمد ہوتی تھی اور اسی طرح آسمان پر بھی آپؐ کی تعریف ہوتی تھی۔ اور آسمان پر بھی آپؐ حمد کرتے تھے۔ یہ نام آپؐ کا اللہ تعالیٰ نے بطور نمونہ کے دُنیا کو دیا ہے۔ جبکہ انسان اس قسم کے اخلاق اپنے اندر پیدا نہیں کرتا، کچھ فائدہ نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کی رحمت کامل طور پر انسان اپنے اندر پیدا نہیں کر سکتا۔ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق اور طرزِ عمل کو اپنا رہبر اور ہادی نہ بناوے؛ چنانچہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کی بابت فرمایا ہے۔

قَدْ اِن كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحِبُّكَ اللّٰهُ (آل عمران ۳۲) یعنی محبوبِ الہی بننے کے لیے ضروری ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کی جاوے۔ سچی اتباع آپؐ کے اخلاقِ فاضلہ کا رنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہوتا ہے، مگر افسوس ہے کہ آج کل لوگوں نے اتباع سے مراد صرف رفعِ یدین، آمین، بجز اور رفعِ سبابہ ہی لے لیا ہے۔ باقی امور کو جو اخلاقِ فاضلہ آپؐ کے تھے، ان کو چھوڑ دیا۔ یہ منافی کا کام ہے کہ آسمان اور چھوٹے امور کو بجالاتا ہے اور شکل کو چھوڑتا ہے۔ سچے مومن اور مخلص مسلمان کی ترقیوں اور ایمانی درجوں کا آخری نقطہ تو یہی ہے کہ وہ سچا متبع ہو اور آپؐ کے تمام اخلاق کو حاصل کرے جو سچائی کو قبول نہیں کرتا۔ وہ اپنے آپ کو دھوکا دیتا ہے کہ وہ لوں مسلمان دنیا میں موجود ہیں اور مسجدیں بھی مبری ہوتی نظر آتی ہیں، مگر کوئی برکت اور ظہور ان مسجدوں کے بھرے ہوتے ہونے سے نظر نہیں آتا۔ اس لیے کہ یہ سب کچھ جو کیا جاتا ہے۔ محض رسوم اور عادات کے طور پر کیا جاتا ہے۔ وہ سچا اخلاص اور وفا جو ایمان کے حقیقی لوازم ہیں۔ ان کے ساتھ پاتے نہیں جاتے۔ سب عمل دیا کاری اور نفاق کے پردوں کے اندر مخفی ہو گئے ہیں۔ بچوں بچوں انسان ان کے حالات کے واقف ہوتا جاتا ہے۔ اندر سے گند اور نبیث نکلتا آتا ہے۔ مسجد سے نکل کر گھر کی آفتیش کر دتو یہ ننگِ اسلام نظر آتے گئے۔ مشنوی میں ایک حکایت بھی ہے کہ ایک کوٹھا ہزار ہن گندم سے بھرا ہوا خالی ہو گیا۔ اگر چہ ہے اس کو نہیں کھا گئے، تو وہ کہاں گیا۔ پس اسی طرح پر پچاس برس کی نمازوں کی جب برکت نہیں ہوتی۔ اگر دیا اور نفاق نے ان کو باطل اور حبط نہیں کیا، تو وہ کہاں گئیں۔ خدا کے نیک بندوں کے آثار ان میں پاتے نہیں جاتے۔ ایک طیب جب کسی مرین کا علاج کرتا ہے۔ اگر وہ نسخہ اس کے لیے مفید اور کاگر نہ ہو، تو چند روز کے تجربہ کے بعد اس کو بدل دیتا ہے اور پھر تشخیص کرتا ہے، لیکن ان لفظوں پر تو وہ نسخہ استعمال کیا گیا ہے جو ہمیشہ مفید اور زود اثر ثابت ہوا ہے، تو اس سے معلوم ہوتا ہے کہ انہوں

نے نسخہ کے استعمال میں غلطی اور پرہیزی کی ہے۔ یہ تو ہم کہہ نہیں سکتے کہ ارکان اسلام میں غلطی تھی اور نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ موثر علاج نہ تھا اور نکاح اس نسخہ نے ان مریضوں کو اچھا کیا جن کی نسبت لا علاج ہونے کا فتویٰ دیا گیا تھا۔ میں جانتا ہوں کہ جن لوگوں نے ان ارکان کو چھوڑ کر اور بدعتیں تراشی ہیں۔

خود تراشیدہ وظائف

یہ ان کی اپنی شامتِ اعمال ہے، اور نہ قرآن شریف تو کہہ چکا تھا۔ اَللّٰیۤمُ

اَللّٰمْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ: ۱۰۴) اکیال دین ہو چکا تھا اور تمام نعمت بھی خدا کے حضور پسندیدہ دین اسلام صہتر چکا تھا۔ اب پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے اعمال خیر کی راہ چھوڑ کر اپنے طریقے ایجاد کرنا اور قرآن شریف کی بجائے اور وظائف اور قیام پڑھنا یا اعمالِ صالحہ کے بجائے قسم قسم کے ذکر اور کمال لینا یہ لذتِ رُوح کے لیے نہیں ہے، بلکہ لذتِ نفس کی خاطر ہے۔ لوگوں نے لذتِ نفس اور لذتِ رُوح میں فرق نہیں کیا اور دونوں کو ایک ہی چیز قرار دیا ہے، حالانکہ وہ دو مختلف چیزیں ہیں۔ اگر لذتِ نفس اور لذتِ رُوح ایک ہی چیز ہے تو میں پوچھتا ہوں کہ ایک بدکار عورت کے گلے سے بڑھانوں کو زیادہ لذت آتی ہے۔ کیا وہ اس لذتِ نفس کی وجہ سے عارف با خدا اور کامل انسان مانے جائیں گے۔ برگر نہیں۔ جن لوگوں نے خلافتِ شرع اور خلافتِ پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم راہیں نکالی ہیں ان کو یہی دھوکا لگا ہے کہ وہ نفس اور رُوح کی لذت میں کوئی فرق نہیں کر سکتے، اور نہ وہ ان پیہودگیوں میں رُوح کی لذت اور اطمینان نہ پاتے۔ ان میں نفسِ ملّتہ نہیں ہے جو بظہیر شاہ کی کافیوں میں لذت کے جوہاں ہیں۔ رُوح کی لذت قرآنِ شریف سے آتی ہے۔

۱۰ اپنی شامتِ اعمال کو نہیں سوچا، ان اعمالِ خیر کو جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ملے تھے، ترک کر دیا اور ان کی بجائے خود تراشیدہ رُوح و وظائف داخل کر لیے اور چند کافیوں کا حفظ کر لینا کافی سمجھا گیا۔ بظہیر شاہ کی کافیوں پر وجد میں آجاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ قرآنِ شریف کا جہاں وعظ ہو رہا ہو، وہاں بہت ہی کم لوگ جمع ہوتے ہیں، لیکن جہاں اس قسم کے جمع ہوں وہاں ایک گروہ کثیر جمع ہو جاتا ہے۔ نیکوں کی طرف سے یہ کم رفتی اور نفسانی اور شہوانی امور کی طرف توجہ صاف ظاہر کرتی ہے کہ لذتِ رُوح اور لذتِ نفس میں ان لوگوں نے کوئی فرق نہیں سمجھا ہے۔

دیکھا گیا ہے کہ بعض ان نفس و سرود کی مجلسوں میں دانستہ بیٹیاں آتا رہتے ہیں اور کہہ دیتے ہیں کہ کیاں حسد! کی مجلس میں بیٹھتے ہی وجد ہو جاتا ہے۔ اس قسم کی بدعتیں اور انحرافی مسائل پیدا ہو گئے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ جنہوں نے نماز سے لذت نہیں اٹھائی اور اس ذوق سے محروم ہیں۔ وہ رُوح کی تسلی اور اطمینان کی حالت

ہی کو نہیں سمجھ سکتے اور نہیں جانتے کہ وہ سزاور کیا ہوتا ہے۔ مجھے ہمیشہ تہمت ہوتا ہے کہ یہ لوگ جو اس قسم کی بدعتیں مسلمان کہلا کر نکالتے ہیں، اگر رُوح کی خوشی اور لذت کا سامان اسی میں مٹا تو چاہیے مٹا کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم جو عارف ترین اور اکمل ترین انسان دُنیا میں تھے، وہ بھی اسی قسم کی کوئی تعلیم دیتے۔ یا اپنے اعمال سے ہی کچھ کر دکھاتے۔ میں ان مخالفوں سے جو بڑے بڑے مشائخ اور گدھی نظیں اور صاحب سبیلہ ہیں۔ پوچھتا ہوں کہ کیا پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے دُعد و دُغلاف اور چمکے کٹیاں، اُلٹے سیدھے ٹکنا بھول گئے تھے۔ اگر معرفت اور حقیقت شناسی کا یہی ذریعہ اہل تھے۔ بے بہت ہی تہمت آپ ہے کہ ایک طرف

قرآن شریف میں یہ پڑھتے ہیں۔ اَلْيَوْمَ اَنْزَلْنَا لَكُمْ ذِكْرًا وَيَوْمَ نَكْتُمُ الصُّمُوتَ وَنُصَلِّتُ اَعْيُنَكُمُ بِالْغَيْبِ (المائدہ ۴۱)

اور دوسری طرف اپنی ایجادوں اور بدعتوں سے اس گیل کو توڑ کر ناقص ثابت کرنا چاہتے ہیں۔

ایک طرف تو یہ عالم طبع لوگ مجھ پر افزا کرتے ہیں کہ گویا میں ایسی مستقل نبوت کا دعویٰ کرتا ہوں جو صاحب شریعت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ہوا الگ نبوت ہے، مگر دوسری طرف یہ اپنے اعمال کی طرف خدا ہی کو توجہ نہیں کرتے کہ جھوٹی نبوت کا دعویٰ تو خود کر رہے ہیں۔ جب کہ خلافت رسول اور خلافت قرآن ایک ہی شریعت قائم کرتے ہیں۔ اب اگر کسی کے دل میں انصاف اور خدا کا خوف ہے، تو کوئی بے بنائے کہ کیا ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیم اور عمل پر کچھ اضافہ یا کم کرتے ہیں۔ جبکہ اسی مکران شریعت کے بموجب ہم تعلیم دیتے ہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کو اپنا امام اور حکم ہاتے ہیں۔ کیا اُذہ کا ذکر میں نے بتایا ہے اور پاس بانفاس اور نفی و اثبات کے ذکر اور کیا کیا اور کیا کیا ہیں، سکھاتا ہوں۔ پھر جھوٹی اور مستقل نبوت کا دعویٰ تو یہ لوگ خود کرتے ہیں اور الزام مجھے دیتے ہیں۔

یقیناً یاد رکھو کہ کوئی شخص تمہا مسلمان نہیں ہو سکتا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا متبع نہیں بن سکتا جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو نام آئینہ نہیں یقین نہ کر لے۔ جب تک ان محدثات سے الگ نہیں ہوتا اور اپنے قول اور فعل سے آپ کو خاتم النبیین نہیں مانتا۔ کچھ نہیں۔ سعدی نے کیا اچھا کہا ہے۔

بُرْهَدُ وَرُوحِ كُوشِ وَ مَسَدِ وَ مِصْفَا
وَلِيْنِ مِصْفَا تَا بِرِ مِصْفَا

ہمارا اُدھ جس کے لیے خدا تعالیٰ نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ معرفت اور معرفت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے جو بالآباد کے لیے خدا تعالیٰ نے قائم کی ہے اور تمام جھوٹی نبوتوں کو پاش پاش کر دیا جائے جو ان لوگوں نے اپنی بدعتوں کے ذریعہ قائم کی ہیں۔ ان ساری گدھیوں کو دیکھو اور اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ختم نبوت پر ایمان لاتے ہیں یا نہ؟

یہ ظلم اور شرارت کی بات ہے کہ ختم نبوت سے خدا تعالیٰ کا اتنا ہی منشاء قرار دیا جائے کہ منہ سے ہی خاتم النبیین مانو اور کہڑتیں وہی کرو جو تم خود پسند کرو اور اپنی ایک الگ شریعت بناو۔ بعد از نماز، منکوس نماز وغیرہ ایجاد کی ہوئی ہیں۔ کیا قرآن شریعت یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عمل میں بھی اس کا کہیں پتہ لگتا ہے۔ اور ایسا ہی یا شیخ عبدالقادر جیلانی شینئاً للہ کہنا اس کا ثبوت بھی کہیں قرآن شریف میں ملتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تو شیخ عبدالقادر جیلانی رضی اللہ عنہ کا وجود بھی نہ تھا۔ پھر یہ کس نے بتایا تھا۔ شرم کرو کیا شریعت اسلام کی پابندی اور التزام اسی کا نام ہے؟ اب خود ہی فیصلہ کرو کہ کیا ان باتوں کو مان کر ایسے عمل رکھ کر تم اس قابل ہو کہ مجھے الزام دو کہ میں نے خاتم النبیین کی فہم کو توڑا ہے۔ اصل اور سچی بات یہی ہے کہ اگر تم اپنی مساجد میں بدعات کو دخل نہ دیتے اور خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی نبوت پر ایمان لا کر آپ کے طرز عمل اور نقش قدم کو اپنا امام بنا کر چلتے، تو پھر میرے آنے ہی کا ضرورت ہوتی۔ تمہاری ان بدعتوں اور نئی نبوتوں نے ہی اللہ تعالیٰ کی غیرت کو تحریک دی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی چادر میں ایک شخص کو مسوخت کرے جو ان جھوٹی نبوتوں کے ثبوت کو توڑ کر نیست و نابود کرے۔ پس اسی کام کے لیے خدا نے مجھے مانور کر کے بھیجا ہے۔ میں نے سنا ہے کہ غوث علی پانی پتی کے ہاں شاکت مت کا ایک منتر رکھا ہوا ہے جس کا وظیفہ کیا جاتا ہے اور ان گندی نشیمنوں کو سجدہ کرنا یا ان کے مکانات کا طواف کرنا، یہ تو بالکل معمولی اور عام باتیں ہیں۔

غرض اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کو اسی لیے قائم کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت اور عزت کو دوبارہ قائم کریں۔ ایک شخص جو کسی کا عاشق کہلاتا ہے۔ اگر اس جیسے ہزاروں اور بھی ہوں تو اس کے عشق و محبت کی خصوصیت کیا رہی۔ تو پھر اگر یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت اور عشق میں فنا ہیں۔ جیسا کہ یہ دعویٰ کرتے ہیں۔ تو یہ کیا بات ہے کہ ہزاروں خالفا ہوں اور مزاروں کی پرستش کرتے ہیں۔ مدینہ طیبہ تو جاتے نہیں مگر آجیر اور دوسری خالفا ہوں پر ننگے سر اور ننگے پاؤں جاتے ہیں۔ پاک پن کی کھڑکی میں سے گذر جانا ہی نجات کے لیے کافی سمجھتے ہیں۔ کسی نے کوئی جھنڈا کھڑا کر رکھا ہے کسی نے کوئی اوٹورت اختیار کر رکھی ہے۔ ان لوگوں کے غُرسوں اور میلوں کو دیکھ کر ایک سچے مسلمان کا دل کانپ جاتا ہے کہ یہ امنوں نے کیا بنا رکھا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کو اسلام کی غیرت نہ ہوتی اور اِنَّ السَّيِّئِينَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاَسْلَمُ (آل عمران : ۷۰) خدا کا کلام نہ ہوتا اور اس نے نہ فرمایا ہوتا۔ اِنَّا نَحْنُ حَقُّوْنَا السِّكْرُوْنَا اِنَّآ لَمْ نَكُنْ بِمَنْقُلُوْنَ (الحجر : ۱۰) تو بیشک آج وہ حالت اسلام کی ہو گئی تھی کہ اس کے مٹنے میں کوئی بھی شبہ نہیں ہو سکتا تھا۔ مگر اللہ تعالیٰ کی غیرت نے جوش مارا اور اس کی رحمت اور وعدہ حفاظت نے تقاضا کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بروز کو پھر نازل کرے اور اس زمانہ میں آپ کی نبوت کو نئے سرے سے زندہ کر کے دکھاوے، چنانچہ اس نے اس سلسلہ کو قائم کیا اور مجھے مانور اور جہدی بنا کر بھیجا۔

آج دو قسم کے شرک پیدا ہو گئے ہیں۔ جنہوں نے اسلام کو نابود کرنے کی بیخبری کی ہے۔ اور اگر خدا تعالیٰ کا فضل شامل نہ ہوتا، تو قریب تھا کہ خدا تعالیٰ کے برگزیدہ اور پسندیدہ دین کا نام و نشان مٹ جانا، مگر چونکہ اُس نے وعدہ کیا ہوا تھا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَآلَهُ لِحَافِظُوْنَ (الحجر: ۱۰) یہ وعدہ حفاظت چاہتا تھا کہ جب غارت گری کا موقعہ ہو، تو وہ خبر لے۔ چونکہ لاکھ کام ہے کہ وہ نعت دینے والوں کو پوچھتے ہیں۔ اور دوسرے جرائم والوں کو دیکھ کر اپنے منہسی فرانسس عیسیٰ میں لاتے ہیں۔ اسی طرح پر آج چونکہ فتن جمع ہو گئے تھے اور اسلام کے قطعہ پر مہتمم کے مخالفت ہتھیار باندھ کر حملہ کرنے کو تیار ہو گئے تھے۔ اس لیے خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ منہج توبہ قائم کرے۔ یہ مواد اسلام کی مخالفت کے دراصل ایک عرصہ دراز سے پک رہے تھے اور آخر اب پھوٹ نکلے۔ جیسے ابتدا میں قطعہ ہوتا ہے اور پھر ایک عرصہ مقررہ کے بعد پتھر بن کر نکلتا ہے۔ اسی طرح پر اسلام کی مخالفت کے پتھر کا خرچ ہو چکا ہے اور اب وہ بالغ ہو کر پورے جوش اور قوت میں ہے، اس لیے اس کو تباہ کرنے کے لیے خدا تعالیٰ نے آسمان سے ایک حربہ نازل کیا اور اس بگڑوہ شرک کو جو اندرونی اور بیرونی طور پر پیدا ہو گیا تھا، دُور کرنے کے لیے اور پھر خدا تعالیٰ کی توحید اور جلال قائم کرنے کے واسطے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے اور میں بڑے دعوے اور بصیرت سے کہتا ہوں کہ بے شک یہ خدا کی طرف سے ہے۔ اس نے اپنے ہاتھ سے اس کو قائم کیا ہے۔ جیسا کہ اس نے اپنی تائیدوں اور نصرتوں سے جو اس سلسلہ کے لیے اس نے ظاہر کی ہیں، دکھایا ہے۔ عادتاً اسی طرح پر جاری ہے کہ جب بگاڑ حد سے زیادہ بڑھ جاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اصلاح کے لیے کسی کو پیدا کر دیتا ہے۔ ظاہر نشان تو اس کے صاف ہیں کہ صدی سے انیسویں برس گذر گئے اور اب تو بیسواں سال بھی شروع ہو گیا۔ اب دانشمند کے لیے غور کا مقام ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھ گیا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا ہر صدی کے سرور مجدد کے مبعوث کرنے کا وعدہ الگ ہے۔ اور قرآن شریف اور اسلام کی حفاظت اور نصرت کا وعدہ الگ۔ زمانہ بھی حضرت کے بعد مسیح کی آمد کے زمانہ سے پوری مشابہت رکھتا ہے۔ جو نشانات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس جو خود کے آنے کے مقرر کیے ہیں، وہ پورے ہو چکے ہیں۔ تو پھر کیا اب تک بھی کوئی مُصلح آسمان سے نہیں آیا؟ کیا اور ضرور آیا۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق عین وقت پر آیا۔ مگر اس کی شناخت کرنے کے لیے ایمان کی آنکھ کی ضرورت ہے۔

”پھر عقلمند کو ماننے میں کیا تامل ہو سکتا ہے۔ جب وہ ان تمام امور کو جو بیان کیے جاتے ہیں، صحیحانہ نظر سے دیکھے گا۔ اب میرا ارادہ اور

جماعت کے قیام کی غرض

منشاء اس بیان سے یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اس کی تائید میں صدائے نشان اس نے ظاہر کیے ہیں۔ اس سے اس کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہ کی جماعت ہو اور پھر خیر القرون کا زمانہ آجاوے۔ جو لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوں چونکہ وہ آخر نبیؐ میں داخل ہوتے ہیں، اس لیے وہ جنونے مشاغل کے کپڑے اُتار دیں۔ اور اپنی ساری توجہ خدا تعالیٰ کی طرف کریں۔ فیج اُخروج (فیڑمی فوج) کے دشمن ہوں۔ اسلام پر تین زمانے گزرے ہیں۔ ایک قرون ثلاثہ اس کے بعد فیج اُخروج کا زمانہ جس کی بابت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کُنْتُ اِمْتِحَانًا لِمَنْهُمْ۔ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں ان سے ہوں اور تیسرا زمانہ مسیح موعود کا زمانہ ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے زمانہ سے ملتی ہے بلکہ حقیقت میں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا زمانہ ہے۔ یہ فیج اُخروج کا ذکر اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نہ بھی فرماتے تو یہی قرآن شریف ہمارے ہاتھ میں ہے اور اَخْرَجْتُمْ مِنْكُمْ دَلَمَّا تَابَعْتُمْوَاٰبِهٖم (الجمعة: ۴) صاف ظاہر کرتا ہے کہ کوئی زمانہ ایسا بھی ہے جو صحابہ کے مشرب کے خلاف ہے اور واقعات بتا رہے ہیں کہ اس ہزار سال کے درمیان اسلام بہت ہی مشکلات اور مصائب کا نشانہ رہا ہے بعد دوے چند کے ہوا سب نے اسلام کو چھوڑ دیا اور بہت سے فرقے معتزلا اور اباحتی وغیرہ پیدا ہو گئے ہیں۔

ہم کو اس بات کا اعتراف ہے کہ کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ اسلام کی برکات کا نمونہ موجود نہ ہو۔ مگر وہ ابدال اور اولیاء اللہ جو اس درمیانی زمانہ میں گزرے ان کی تعداد اس قدر قلیل تھی کہ ان کو ردوں انسانوں کے مقابلہ میں جو صراطِ مستقیم سے ہٹ کر اسلام سے دُور جا پڑے تھے۔ کچھ بھی چیز نہ تھے۔ اس لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کی آنکھ سے اس زمانہ کو دیکھا اور اس کا نام فیج اُخروج رکھ دیا۔ مگر اب اللہ تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ ایک اور گروہ کثیر کو پیدا کرے جو صحابہ کا گروہ کہلائے، مگر چونکہ خدا تعالیٰ کا قانون قدرت ہی ہے کہ اس کے قائم کردہ سلسلہ میں تدریجی ترقی ہوا کرتی ہے اس لیے ہماری جماعت کی ترقی بھی تدریجی اور کُنْدُوع (کھستی کی طرح) ہوگی۔ اور وہ مقاصد اور مطالب اس بیج کی طرح ہیں، جو زمین میں بویا جاتا ہے۔ وہ مراتب اور مقاصد عالیہ جن پر اللہ تعالیٰ اس کو پہنچانا چاہتا ہے، ابھی بہت دُور ہیں۔ وہ حاصل نہیں ہو سکتے ہیں، جب تک کہ غصہ و حسدیت پیدا نہ ہو جو اس سلسلہ کے قیام سے خدا کا منشاء ہے۔ توحید کے اقرار میں بھی خاص رنگ ہو۔ مثل الی اللہ ایک خاص رنگ کا ہو۔ ذکر الہی میں خاص رنگ ہو۔ حقوقِ اخوان میں خاص رنگ ہو۔

تاما انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض مشترک ہی ہوتی ہے کہ خدا تعالیٰ کی
پستی اور حقیقی محبت قائم کی جاوے اور یعنی نوع انسان اور اخوان کے حقوق

انبیاء کی بعثت کی غرض

اور محبت میں ایک خاص رنگ پیدا کیا جاوے۔ جب تک یہ باتیں نہ ہوں تمام اُمور صرف رہی ہوں گے۔

خدا تعالیٰ کی محبت کی بابت تو خدا ہی بہتر جانتا ہے، لیکن بعض اشیاء بعض سے پہچانی جاتی ہیں۔ مثلاً ایک درخت کے نیچے چھل ہوں تو کہہ سکتے ہیں کہ اس کے اوپر بھی ہوں گے، لیکن اگر نیچے کچھ بھی نہیں۔ تو اوپر کی بابت کب یقین ہو سکتا ہے۔ اسی طرح پر بنی نوع انسان اور اپنے انخوان کے ساتھ جو یگانگت اور محبت کا رنگ ہو اور وہ اس اعدال پر ہو جو خدا نے قائم کیا ہے تو اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی محبت ہو۔ پس بنی نوع کے حقوق کی نگہداشت اور انخوان کے ساتھ تعلقات بشارت دیتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی محبت کا رنگ بھی ضرور ہے۔

دیکھو دنیا چند روزہ ہے اور آگے پیچھے سب مرنے والے ہیں۔ قبر میں مٹھ کھولے ہوئے آوازیں مار رہی ہیں اور شخص اپنی اپنی نوبت پر جا داخل ہوتا ہے۔ عمر ایسی بے اعتبار اور زندگی ایسی ناپائیدار ہے کہ چھ ماہ اور تین ماہ تک زندہ رہنے کی امید کسی۔ اتنی بھی امید یقین نہیں کہ ایک قدم کے بعد دوسرے قدم اٹھانے تک زندہ رہیں گے یا نہیں۔ پھر جب یہ حال ہے کہ موت کی گھڑی کا علم نہیں اور یہ پتہ بھی بات ہے کہ وہ یقین ہے مٹنے والی نہیں۔ تو دانشمند انسان کا فرض ہے کہ ہر وقت اُس کے لیے تیار رہے۔ اسی لیے قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے۔ فَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنْتُمْ مُسْلِمُونَ (البقرہ ۱۱۳) ہر وقت جب تک انسان خدا تعالیٰ سے اپنا معاملہ صاف نہ رکھے۔ اور ان پر دو حقوق کی پوری تکمیل نہ کرے، بات نہیں بنتی۔ جیسا کہ میں نے کہا ہے کہ حقوق بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک حقوق اہل اور دوسرے حقوق العباد۔

اور حقوق عباد بھی دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ جو دینی معنائی ہو گئے ہیں۔ خواہ وہ معنائی ہے یا باپ، یا بیٹا، مگر ان سب میں ایک دینی اخوت ہے۔ اور ایک عام بنی نوع انسان سے سچی ہمدردی۔

اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سب سے بڑا حق یہی ہے کہ اُس کی عبادت کی جاوے اور یہ عبادت کسی غرض ذاتی پر مبنی نہ ہو۔ بلکہ اگر دوزخ اور بہشت نہ بھی ہوں، تب بھی اس کی عبادت کی جاوے اور اس ذاتی محبت میں جو مخلوق کو اپنے خالق سے ہونی چاہیے کوئی فرق نہ آوے۔ اس لیے ان حقوق میں دوزخ اور بہشت کا سوال نہیں ہونا چاہیے۔ بنی نوع انسان کے ساتھ ہمدردی میں میرا یہ مذہب ہے کہ جب تک دشمن کے لیے دُعا نہ کی جاوے پورے طور پر سینہ صاف نہیں ہوتا ہے۔ اُدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن: ۶۱) میں اللہ تعالیٰ نے کوئی قید نہیں لگائی کہ دشمن کے لیے دُعا کرو، تو قبول نہیں کروں گا۔ بلکہ میرا تو یہ مذہب ہے کہ دشمن کے لیے دُعا کرنا یہ بھی سنت نبوی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی سے مسلمان ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ کے لیے اکثر دُعا کیا کرتے تھے۔ اس لیے نخل کے ساتھ ذاتی دشمنی نہیں کرنی چاہیے۔ اور حقیقتہً موسوی نہیں ہونا چاہیے۔ شکر کی بات ہے کہ میں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا۔ جس کے واسطے دو تین مرتبہ دُعا نہ کی ہو۔ ایک بھی ایسا

نہیں اور یہی میں تمہیں کہتا ہوں اور سبکداتا ہوں۔ خدا تعالیٰ اس سے کہ کسی کو حقیقی طور پر ایذا پہنچائی جاوے اور
 نامحییٰ شکل کی راہ سے دشمنی کی جاوے، ایسا ہی بیزار ہے۔ جیسے وہ نہیں چاہتا کہ کوئی اس کے ساتھ ملایا جاوے۔
 ایک جگہ وہ فصل نہیں چاہتا اور ایک جگہ فصل نہیں چاہتا۔ یعنی بنی نوع کا باہمی فصل اور اپنا کسی غیر کے ساتھ وصل
 اور یہ وہی راہ ہے کہ منکروں کے واسطے بھی دعا کی جاوے۔ اس سے سینہ صاف اور انشراح پیدا ہوتا ہے اور
 ہمت بلند ہوتی ہے۔ اس لیے جب تک ہماری جماعت یہ رنگ اختیار نہیں کرتی۔ اُس میں اور اس کے غیر میں پھر
 کوئی امتیاز نہیں ہے۔ میرے نزدیک یہ ضروری امر ہے کہ جو شخص ایک کے ساتھ دین کی راہ سے دوستی کرتا ہے
 اور اس کے عزیزوں سے کوئی ادنیٰ درجہ کا ہے تو اس کے ساتھ نہایت رفق اور ملامت سے پیش آنا چاہیے اور
 اُن سے محبت کرنی چاہیے۔ کیونکہ خدا کی یہ شان ہے۔

بداں را بہ نیگاں یہ بخشد کریم

پس تم جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو تمہیں چاہیے کہ تم ایسی قوم بنو جس کی نسبت آیا ہے **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ**
جَلِيلٌ سَمِيحٌ یعنی وہ ایسی قوم ہے کہ ان کا ہم جلس بد بخت نہیں ہوتا۔ یہ خلاصہ ہے ایسی تعلیم کا جو **يَتَّقُوا اللَّهَ حَقَّ تَقَاتِهِ**
 اللہ میں پیش کی گئی ہے۔

۲۲ دسمبر ۱۹۰۱ء

منشی عبدالحق صاحب قصوری
 طالب علم، نئے کلاس لاہور نے

حضرت یحییٰ موعود علیہ السلام سے ایک عیسائی جو کی گفتگو

جو عرصہ تین سال سے عیسائی تھے۔ الحکم اور حضرت اقدس علیہ السلام کی بعض تحریروں کو پڑھ کر حضرت اقدس علیہ السلام
 کی خدمت میں ایک عرض لکھا تھا کہ وہ اسلام کی حقانیت اور صداقت کو عملی رنگ میں دیکھنا چاہتے ہیں۔
 اس پر حضرت خلیفۃ اقدس نے ان کو لکھ بھیجا تھا کہ وہ کم از کم دو مہینہ تک یہاں قادیان میں آکر رہیں؛ چنانچہ انہوں
 نے داڈلامان کا قصد کیا۔ ۲۲ دسمبر ۱۹۰۱ء کو بعد دوپہر یہاں آ پہنچے۔ پس اس عنوان کے نیچے ہم جو کچھ لکھیں گے۔
 سردست انہی کے متعلق ہوگا۔

پہلی ملاقات : حضرت جری اقدس فی محل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے اعداد کی طبیعت۔ بوجہ کثرت کا

جو اچکل حضور رات کے بہت بڑے حصہ تک اس میں مصروف رہتے تھے، کیونکہ ایک طرف میگوزین کے لیے مضمون ترجمہ کے واسطے دینا تھا۔ دوسری طرف المناور کے لیے موجودہ سالہ لکھ رہے تھے۔ پھر قریباً دو سو سے زائد عظیم الشان نشانوں اور پیشگوئیوں کے نقشہ کی ترتیب کے لیے ان پیشگوئیوں اور نشانوں کو مرتب اور جمع کر رہے تھے۔ دو تین روز سے ناساز مئی، مگر مہانوں اور اس نو وارد حق جو مہمان کے لیے آج آپ نے میر کو تشریف لے جانے کا ارشاد فرمایا؛ چنانچہ ۹ بجے کے قریب آپ باہر کو تشریف لے چلے۔ باہر نکلتے ہی منشی عبدالحق صاحب عیسائی کو حضور کے سامنے پیش کر دیا گیا اور جو کچھ گفتگو ہوئی، اُسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں۔ (ایڈیٹور)

حضرت اقدس: آپ کو عیسائی ہونے کتنا عرصہ گزرا اور کیا اسباب پیش آئے تھے جو آپ عیسائی ہو گئے؟
منشی عبدالحق: مجھے عیسائی ہونے اس دسمبر میں تین سال ہو جاتے ہیں، چونکہ بعض عیسائی میرے دوست تھے اور ان سے میل ملاقات رہتی تھی اور فیروز پور میں پادری نیوٹن صاحب تھے۔ وہ بھی بڑی مہربانی سے پیش آتے تھے۔ یہی اسباب میرے عیسائی ہونے کے ابتدا میں پیدا ہوئے تھے۔

حضرت اقدس: یہ آپ نے بہت اچھا کیا کہ آپ دو عیسائیوں کے واسطے یہاں آگئے۔ بغا ہر یہ بات آپ کی حق جوئی کی نشانی ہے۔

منشی عبدالحق: جناب میں کالج سے نام کٹوا کر آیا ہوں۔ بڑھت نہیں ملتی تھی۔

حضرت اقدس: یہ تو اور بھی بہت کام ہے۔ میرے نزدیک بہتر اور مناسب طریق جو آپ کے لیے مفید ہو سکتا ہے، اب یہ ہے کہ آپ ان اعتراضات کو جو اسلام پر لگتے ہیں اور اہم ہیں سلسلہ دار لکھ لیں اور ایک ایک کر کے پیش کریں۔ ہم انشاء اللہ تعالیٰ جواب دیتے رہیں گے اور جس جواب سے آپ کی تسلی نہ ہوئے آپ بار بار پوچھ لیں اور صاف صاف کہہ دیں کہ اس سے مجھے اطمینان نہیں ہوا۔ مگر ان اعتراضوں میں اس بات کا لحاظ رکھیں کہ وہ ایسے ہوں کہ کتب سابقہ میں اس قسم کے اعتراضوں کا نام و نشان نہ ہو، ورنہ تفسیح اوقات ہی ہوگا۔ جب آپ اعتراض کر چکیں گے۔ پھر ہم آپ کو اسلام کی خوبیاں بتائیں گے۔ کیونکہ یہ دو ہی کام ہیں۔ ایک آپ کریں اور ہمیں مدد دیں۔ دوسرا ہم خود کریں گے۔

تبدیل مذہب کے دو باعث ہوتے ہیں۔ سب

اسلام کی جنگیں دفاعی نوعیت کی تھیں

سے بڑا باعث وہ جزئیات ہوتی ہیں جن کو غلط فہمی

اور غلط بیانی سے کچھ کچھ بنا دیا جاتا ہے اور اصول مذہب کو اس کے مقابلہ میں بالکل چھوڑ دیا جاتا ہے۔ جیسے مثلاً اسلام کی بابت جب عیسائی لوگ کسی سے گفتگو کرتے ہیں، تو اسلامی جنگوں پر کلام کرنے لگتے ہیں؛ حالانکہ خود ان کے گھر میں یسوع اور موسیٰ کے جنگوں کی نظیریں موجود ہیں۔ اور جب وہ اسلامی جنگوں سے کہیں بڑھ کر

موردِ اعتراضِ مٹھ جاتے ہیں، کیونکہ ہم یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اسلامی جنگ بالکل دفاعی جنگ تھی۔ اداان میں وہ شدت اور سخت گیری ہرگز نہ تھی، جو موسیٰ اور لشوٰع کے جنگوں میں پائی جاتی ہے۔ اگر وہ یہ کہیں کہ موسیٰ اور لشوٰع کی لڑائیاں عذابِ الہی کے رنگ میں تھیں، تو ہم کہتے ہیں کہ اسلامی جنگوں کو کیوں عذابِ الہی کی صورت میں تسلیم نہیں کرتے۔ موسیٰ جنگوں کو کیا تریخ ہے۔ بلکہ ان اسلامی جنگوں میں تو موسیٰ لڑائیوں کے مقابلہ میں بڑی بڑی رعایتیں دی گئی ہیں۔ اہل بات ہی ہے کہ چونکہ وہ لوگ تو ایسے البلیہ سے ناواقف تھے، اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر موسیٰ علیہ السلام کے مخالفوں کے مقابلہ میں بہت بڑا رحم فرمایا، کیونکہ وہ غفور و رحیم ہے۔ پھر اسلامی جنگوں میں موسیٰ جنگوں کے مقابلہ میں یہ بڑی خصوصیت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے خادموں کو مکہ و اولوں نے برابر تیرہ سال تک خطرناک ایذا میں اور تکلیفیں دیں اور طرح طرح کے دکھ اُن مخالفوں نے دیتے۔ چنانچہ ان میں سے کئی قتل کیے گئے اور بعض بڑے بڑے مداہل سے مارے گئے، چنانچہ تاریخ پر پڑھنے والے پر یہ امر محض نہیں ہے کہ بیچاری عورتوں کو سخت شرمناک ایذاؤں کے ساتھ مار دیا۔ یہاں تک کہ ایک عورت کو دو اونٹوں سے باندھ دیا اور پھر ان کو مختلف جہات میں دوڑا دیا اور اس بیچاری کو چیر ڈالا۔ اس قسم کی ایذا سائیل اور تکلیفوں کو برابریہ سال تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک جماعت نے بڑے مبراد و صلہ کے ساتھ برداشت کیا۔ اس پر بھی اُنہوں نے اپنے ظلم کو نہ روکا اور آخر کار خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل کا منصوبہ کیا گیا۔ اور جب آپ نے اللہ تعالیٰ سے اُن کی شرارت کی اطلاع پا کر مکہ سے مدینہ کو ہجرت کی۔ پھر بھی اُنہوں نے تعاقب کیا اور آخر جب یہ لوگ پھر مدینہ پر چڑھائی کر کے گئے، تو اللہ تعالیٰ نے اُن کے حملہ کو روکنے کا حکم دیا، کیونکہ اب وہ وقت آ گیا تھا کہ اہل مکہ اپنی شرارتوں اور شوخیوں کی پاداش میں عذابِ الہی کا مزہ چکھیں، چنانچہ اللہ تعالیٰ نے جو پہلے وعدہ کیا تھا کہ اگر یہ لوگ اپنی شرارتوں سے باز نہ آئیں گے، تو عذابِ الہی سے ہلاک کیے جائیں گے۔ وہ پورا ہوا۔ خود قرآن شریف میں ان لڑائیوں کی یہ وجہ صاف لکھی ہے۔ اَذِنَ لَكَ ذِيْنَ يَمُؤْنُوْنَ بِمَا نَمُوْا عَلَيْهِمْ مَا كَانَتْ اللّٰهُ كَلٰى نَضْرِبُهُمْ تَعْدِيْٓزُ - اَلَّذِيْنَ اٰخِرُ جَزَاؤُهُمْ دِيَارُ حِيْمَۃِ بَعْنِ يَرْعُوْا (الحج ۴۰-۴۱) یعنی ان لوگوں کو مقابلہ کی اجازت دی گئی۔ جن کے قتل کیے لیے مخالفوں نے چڑھائی کی (اس لیے اجازت دی گئی) کہ ان پر ظلم ہوا۔ اور اللہ تعالیٰ مظلوم کی حمایت کرنے پر قادر ہے۔ یہ وہ مظلوم ہیں جو ناصتِ اپنے وطنوں سے منکسر گئے۔ ان کا گناہ بجز اس کے اور کوئی نہ تھا کہ اُنہوں نے کہا کہ ہمارا رب اٹھ ہے۔ یہ وہ آیت ہے جس سے اسلامی جنگوں کا سلسلہ شروع ہوتا ہے۔ پھر جس قدر رعایتیں اسلامی جنگوں میں دیکھو گے۔ لیکن نہیں کہ موسیٰ یا لشوٰع لڑائیوں میں اس کی نظیر مل سکے۔ موسیٰ لڑائیوں میں لاکھوں بیگانہ بچوں کا مارا جانا، بوڑھوں اور عورتوں کا قتل، باغات اور درختوں کا جلا کر خاک سیاہ کر دینا، تواریت سے ثابت ہے۔ مگر ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے باوصیفہ ان شریروں سے

وہ سختیاں اور تکلیفیں دیکھی تھیں جو پہلے کسی نے نہ دیکھی تھیں۔ پھر ان دفاعی جنگوں میں بھی بچوں کو قتل نہ کرنے، عورتوں اور بوڑھوں کو نہ مارنے، راہبوں سے تعلق نہ رکھنے اور کھیتوں اور شردار درختوں کو نہ جلائے اور عبادتگاہوں کے شمار نہ کرنے کا حکم دیا جاتا تھا۔ اب مقابلہ کر کے دیکھ لو کہ کس کا پتہ بھاری ہے۔

غرض یہ یہودہ اعتراض ہیں۔ اگر انسان فطرتاً ہی ستم رکھتا ہو تو وہ مقابلہ کر کے خود حق پاسکتا ہے کیا موسیٰ کے زمانہ میں اور خدا تھا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کوئی اور۔ اسرائیلی بیوں کے زمانہ میں جیسے شریر اپنی شرارتوں سے باز نہ آتے تھے۔ اس زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مخالفت میں بھی عد سے نکل گئے تھے۔ پس اسی خدا نے جو رؤف و رحیم بھی ہے۔ پھر شریروں کے لیے اس میں غضب بھی ہے، ان کو ان جنگوں کے فیصلے جو خود انہوں نے ہی پیدا کی تھیں، مزاد سے دی۔ لوہ کی قوم سے کیا سلوک ہوا۔ نوح کے مخالفوں کا کیا انجام ہوا پھر لکھنا ان کو اگر اس رنگ میں مزاد دی، تو کیوں اعتراض کرتے ہو۔ کیا کوئی عذاب مخصوص ہے کہ طاعون ہی ہو یا پتھر برسائے جائیں۔ خدا جس طرح چاہے عذاب دے دے۔

سنتِ قدیمہ اس طرح پر جاری رہی ہے۔ اگر کوئی ناعاقبت اندیش اعتراض کرے، تو اُسے موسیٰ کے زمانہ اور جنگوں پر اعتراض کا موقع مل سکتا ہے۔ جہاں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کوئی رعایت روا نہیں رکھی گئی۔ نبی کریم کے زمانہ پر اعتراض نہیں ہو سکتا۔ آجکل عقل کا زمانہ ہے اور اب یہ اعتراض کوئی وقعت نہیں رکھ سکتے کیونکہ جب کوئی مذا سے الگ ہو کر دیکھے گا، تو اُسے صاف نظر آجائے گا کہ اسلامی جنگوں میں اول سے آخر تک دفاعی رنگ مقصود ہے اور ہر قسم کی رعایتیں روا رکھی ہیں، جو موسیٰ اور یثوح کی لڑائیوں میں نہیں ہیں۔ ایک آریہ کی کتاب میری نظر سے گذری۔ اس نے موسیٰ اور یثوح پر بڑے بڑے اعتراض کئے ہیں، مگر اسلامی جنگوں پر اسے کوئی موقع نہیں ملا۔ مجھ سے جب کوئی آریہ یا ہندو اسلامی جنگوں کی نسبت دریافت کرتا ہے۔ تو اُسے میں نرمی اور ملاحظت سے یہی سمجھاتا ہوں کہ جو مارے گئے وہ اپنی ہی تلوار سے مارے گئے۔ جب ان کے مخالف کی انتہا ہو گئی تو آفران کو مزاد دی گئی اور ان کے حملوں کو روکا گیا۔

مجھے پادریوں کے سمجھانے اور ان سے سمجھنے والوں پر سخت افسوس ہے کہ وہ اپنے گھر میں موسیٰ کی لڑائیوں پر تو غور نہیں کرتے اور اسلامی جنگوں پر اعتراض شروع کر دیتے ہیں اور سمجھنے والے اپنی سادہ لوحی سے اُسے مان لیتے ہیں۔ اگر غور کیا جاوے، تو موسیٰ کی جنگوں کا اعتراض حضرت یسح پر بھی آتا ہے، کیونکہ وہ تو بیت کو مانتے تھے اور حضرت موسیٰ کو خدا کا نبی تسلیم کرتے تھے۔ اگر وہ ان جنگوں اور ان بچوں اور عورتوں کے قتل پر راضی نہ تھے، تو انہوں نے اُسے کیوں مانا۔ گویا وہ لڑائیاں خود یسح نے کیں اور ان بچوں اور عورتوں کو خود یسح نے ہی قتل کیا۔

اور اصل یہ ہے کہ خود یسح علیہ السلام کو لڑائیوں کا موقع ہی نہیں ملا؛ ورنہ وہ کم نہ تھے۔ انہوں نے تو اپنے

شاگردوں کو حکم دیا تھا کہ پیڑھے بیچ کر تلواریں خریدیں۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ اگر قرآن شریف ہماری رہنمائی نہ کرتا، تو ان بیویوں پر سے امان اٹھ جاتا۔ قرآن شریف کا احسان ہے تمام نبیوں پر اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان ہے کہ انہوں نے اگر ان سب کو اس الزام سے بری کر دکھایا۔

قرآن شریف کو خوب غور سے پڑھو، تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ اس کی یہی تعلیم ہے کہ کسی سے تعزیر نہ کرو۔ جنہوں نے سبقت نہیں کی ان سے احسان کرو اور ابتداء کرنا والوں اور ظالموں کے مقابلہ میں بھی دفاع کا لحاظ رکھو۔ حد سے نہ پڑھو۔ اسلام کی ابتداء میں ایسی مشکلات پیش تھیں کہ ان کی نفیر نہیں ملتی۔ ایک کے مسلمان ہونے پر مرنے مارنے کو تیار ہو جاتے تھے اور ہزاروں فتنے پیا ہوتے تھے اور فتنہ تو قتل سے بھی بڑھ کر ہے پس اس عمارت کے قیام کے لیے مقابلہ کرنا پڑا۔ اگر ہندو اس پر اعتراف کرتے تو کچھ تعجب اور افسوس کی جگہ نہ تھی، مگر عوجہن کے گھر میں اس سے بڑھ کر اعتراف آتا ہے۔ ان کو اعتراف کرتے ہوئے دیکھ کر تعجب اور افسوس ہوتا ہے۔ عیسائیوں نے اس قسم کے اعتراف کرنے میں بڑا ظلم کیا ہے۔ کیا ان میں ایسا ہی ایمان ہے۔ پھر مجملہ اور جوہیات کے غلامی کے مسئلہ پر اعتراف کرتے ہیں، حالانکہ قرآن شریف نے غلاموں کے آزاد کرنے کی تعلیم دی ہے اور تاکید کی ہے اور جو اد کسی محتاب میں نہیں ہے۔ اس قسم کے جوہیات کو یہ لوگ عمل اعتراف مٹھا کر ناداؤقت لوگ اور آزاد طبع نوجوانوں کے سامنے پیش کرتے ہیں پس آپ کو مناسب ہے کہ آپ اعتراف کرتے وقت اس امر کا بڑا بھاری لحاظ کریں کہ اسے گناہ اور عمل اعتراف مٹھا کرنا ہے جو خدا نے گناہ قرار دیا ہو، نہ وہ جو کہ پادری تجویز کریں۔ میں سولہ سترہ سال کی عمر سے ان سے ملتا تھا۔ مگر اس ٹور کی وجہ سے جو خدا نے مجھے دیا تھا میں ہمیشہ سمجھ لیتا تھا کہ یہ دھوکہ دیتے ہیں۔

”اسی طرح پر تعدد ازدواج کے مسئلہ پر اعتراف کر دیتے ہیں، مگر مجھے سخت افسوس

تعدد ازدواج

سے کہنا پڑتا ہے کہ ان نادانوں نے یہ اعتراف کرتے وقت اس بات پر ذرا بھی خیال نہیں کیا کہ اس کا اثر خود ان کے خداوند پر کیا پڑتا ہے۔ مجھے سخت رنج آتا ہے جب میں دیکھتا ہوں کہ پادریوں کے اس اعتراف نے حضرت عیسیٰ پر سخت حملہ کیا ہے۔ کیونکہ جس کے گھر میں حضرت مریم گئی تھیں۔ اس کے پہلے بیوی تھی۔ پھر یہ اولاد کیسے قرار دی جانتے گی۔ علاوہ ازیں جبکہ مریم نے یہ جہد خدا کے حضور کیا ہوا تھا کہ اس کا نکاح نہ کروں گی پھر وہ کیا آفت اور مشکل پیش آئی تھی جو نکاح کر دیا۔ بہتر ہوتا کہ خود اللہ کا بچہ مقتدر سبک میں ہی جنتی بڑے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے اپنے گھر میں نگاہ نہیں کی۔ ورنہ اس قوم کا فرض تھا کہ سب سے پہلے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قبول کرنے والے ہی ہوتے۔ کیونکہ ان کے ہاں لفظ

موجود تھے، مگر جیسے اس وقت کو انہوں نے کھو دیا۔ آج بھی یہ مسیح موجود کو قبول نہیں کرتے، حالانکہ ایلیا کا قصہ ان میں موجود ہے اور اسی پر مسیح کی صداقت کا سارا معیار ہے۔ اگر مسیح واقعی مردوں کو زندہ کرتے تھے، تو کیوں پھونک مار کر ایلیا کو زندہ نہ کر دیا، یہود ابتلا سے بچ جاتے اور خود مسیح کو بھی ان تکالیف اور مشکلات کا سامنا نہ ہوتا، جو ایلیا کی تاویل سے پیش آتیں۔ ایک یہودی کی کتاب میرے پاس موجود ہے۔ وہ اس میں صاف لکھتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہم سے مسیح کے انکار کا سوال کرے گا، تو ہم ملائی نبی کی کتاب سامنے رکھ دیں گے۔ کہ کیا اس میں نہیں لکھا کہ مسیح سے پہلے ایلیا آئے گا۔ اس میں یہ کہاں ہے کہ یوحنا آئے گا۔ اس پر اس نے بڑی بحث کی ہے۔ اور پھر لوگوں کے سامنے اپیل کرتا ہے کہ بتاؤ ہم سچے ہیں یا نہیں۔ الغرض اس قسم کی جبرنیات کو یہ لوگ بدنام صورت میں پیش کر کے دھوکا دیتے ہیں۔ آپ اپنے اعتراضوں کے انتخاب میں ان اٹور کو مت نظر رکھیں جو میں نے آپ کو بتا دیئے ہیں۔

دین کا معاملہ بہت بڑا اہم اور نازک معاملہ ہے اس میں بہت بڑی فکر اور غور کی ضرورت ہے۔ اس میں وہ پہلو اختیار کرنا چاہیے، جو مشترک اُمت کا ہے۔ یہ بات ہمیشہ یاد رکھنے کے قابل ہے کہ کوئی ایسی بات قابل تسلیم نہیں ہو سکتی، جس کے نظارہ موجود نہ ہوں۔ مثلاً ایک شخص کہے کہ ایک صندوق میں ایک ہزار روپیہ رکھا تھا اور وہ جاؤ کے ذریعہ ہوا، ہو کر اڑ گیا، تو اُسے کون مانے گا۔ اسی طرح پر عیسائیوں کے معتقدات کا حال ہے۔ آپ اپنے اعتراض مرتب کر کے پیش کریں اور انشا اللہ ہم جواب دیں گے۔

تثلیث اور کفارہ

منشی عبدالحی صاحب: اگر آپ تثلیث اور کفارہ کو توڑ کر دکھا دیں گے، تو میں شاید اور کچھ نہ پوچھوں گا۔ حضرت مسیح موعود: تثلیث اور کفارہ کی ترویج کے دلائل تو ہم انشاء اللہ لٹنے بیان کریں گے کہ جو ان کے ابطال کے لیے کافی سے بڑھ کر ہوں گے، مگر میری رستے میں جو ترتیب میں نے آپ کو اشارہ کی ہے۔ اس پر چلنے سے بہت بڑا فائدہ ہوگا۔ اس وقت میں غلط کرنا نہیں چاہتا، لیکن میں مختصر اور اشارہ کے طور پر اتنا کہنا ضروری سمجھتا ہوں کہ اس وقت تین قومیں یہود، مسلمان اور عیسائی موجود ہیں۔ ان میں سے یہود اور مسلمان بالاتفاق توحید پر ایمان لاتے ہیں، لیکن عیسائی تثلیث کے قائل ہیں۔ اب ہم عیسائیوں سے پوچھتے ہیں کہ اگر واقعی تثلیث کی تعلیم سچی تھی، اور نجات کا یہی اصل ذریعہ تھا تو پھر کیا اندھیرا چھا ہوا ہے کہ توحید میں اس تعلیم کا کوئی نشان نہیں ملتا۔ یہودیوں کے اظہار نے کر دیکھ لو۔ اس کے سوا ایک اور امر قابل غور ہے۔ کہ یہودیوں کے مختلف فرقے ہیں اور بہت سی باتوں میں ان میں باہم اختلاف ہے، لیکن توحید کے اقرار میں ذرا بھی اختلاف

نہیں۔ اگر تثلیث واقعی مدارِ نجات تھی تو کیا سارے کے سارے فرستے ہی اس کو فراموش کر دیتے اور ایک آدھ فرقہ بھی اس پر قائم نہ رہتا۔ کیا یہ تعجب نیز امر نہ ہوگا کہ ایک عظیم الشان قوم جس میں ہزاروں ہزاروں مثل ہرزمانہ میں موجود ہے اور برابر مسیح علیہ السلام کے وقت تک جن میں نبی آتے رہے، ان کو ایسی تعلیم سے بالکل بے خبری ہو جاوے جو موسیٰ علیہ السلام کی معرفت انہیں ملی ہو اور مدارِ نجات بھی ذہنی ہو۔ یہ بالکل خلاف قیاس اور بے ہودہ بات ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ تثلیث کا عقیدہ خود تراشیدہ عقیدہ ہے۔ نبیوں کے صحیفوں میں اس کا کوئی پتہ نہیں اور ہونا بھی نہیں چاہیے، کیونکہ یہ حق کے خلاف ہے۔ پس یہودیوں میں توحید پر اتفاق ہونا اور تثلیث پر کسی ایک کا بھی قائم نہ ہونا صریح دلیل اس امر کی ہے کہ یہ باطل ہے، حالانکہ خود عیسائیوں کے مختلف فرقوں میں بھی تثلیث کے متعلق ہمیشہ سے اختلاف چلا آتا ہے اور یونانی فریق اب تک موجود ہے۔ میں نے ایک یہودی سے دریافت کیا تھا کہ تو ریت میں کہیں تثلیث کا بھی ذکر ہے اور یا تمہارے تعالٰی میں کہیں اس کا بھی پتہ لگتا ہے۔ اس نے صاف اقرار کیا کہ ہرگز نہیں۔ ہماری توحید وہی ہے، جو قرآن مجید میں ہے اور کوئی فرقہ ہمارا تثلیث کا قائل نہیں۔ اس نے یہ کہا کہ اگر تثلیث پر مدارِ نجات ہوتا، تو ہمیں جو توحید کے حکموں کو چوکھٹوں اور استیضوں پر کھنکھنے کا حکم تھا، کہیں تثلیث کے کھنکھنے کا بھی ہوتا۔ پھر دوسری دلیل اس کے البطلان پر یہ ہے کہ باطنی شریعت میں اس کے لیے کوئی نمونہ نہیں ہے۔ باطنی شریعت بجائے خود توحید چاہتی ہے۔ پادری قدر صاحب نے اپنی کتابوں میں اعتراف کر لیا ہے کہ اگر کوئی شخص کسی ایسے جزیرہ میں رہتا ہو، جہاں تثلیث نہیں پہنچی اس سے توحید ہی کا مطالبہ ہوگا، نہ تثلیث کا۔ پس اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ باطنی شریعت توحید کو چاہتی ہے، نہ تثلیث کو۔ کیونکہ تثلیث اگر فطرت میں ہوتی تو سوال اس کا ہونا چاہیے تھا۔

پھر تیسری دلیل اس کے البطلان پر یہ ہے کہ جس قدر عناصر خدا تعالیٰ نے بنائے ہیں، وہ سب گردی ہیں۔ پانی کا قطرہ دیکھو۔ اجرام سماوی کو دیکھو، زمین کو دیکھو۔ یہ اس لیے کہ گردیت میں ایک وحدت ہوتی ہے پس اگر خدا میں تثلیث متقی تو چاہیے تھا کہ مثلث نما اشیاء ہوتیں۔ ان سب باتوں کے علاوہ بارشوبت قدرتی کے ذمہ ہے جو تثلیث کا قائل ہے۔ اس کا فرض ہے کہ وہ اس کے دلائل دے۔ ہم جو کچھ توحید کے متعلق یہودیوں کا تعالٰیٰ باوجود اختلاف فرقوں کے اور باطنی شریعت میں اس کا اثر ہونا اور قانون قدرت میں اُن کی فطرت کا بلنا بتاتے ہیں۔ ان پر غور کرنے کے بعد اگر کوئی تقویٰ سے کام لے تو وہ سمجھ لے گا کہ تثلیث پر جس قدر زور دیا گیا ہے وہ صریح ظلم ہے۔

انسان کی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ کبھی غیر تسلی کی راہ اختیار نہیں کرتا۔ اس لیے گلہ مندوں کے بجائے شاہراہ پر چلنے والے سب سے زیادہ ہوتے ہیں اور اس پر چلنے والوں کے لیے کسی قسم کا خوف و

خطروں میں ہوتا، کیونکہ وہ جانتے ہیں کہ اس راہ کی شہادت قوی ہوتی ہے۔ پس جب دنیا میں یہ ایک دزد شاہدہ میں آئی بات ہے۔ پھر حضرت کی راہ قبول کرنے میں انسان کیوں غیر تسلی کی راہ اختیار کرے جس کے لیے کوئی کافی اور معتبر اور مستحب بڑھ کر ذمہ شہادت موجود نہ ہو۔ اس وقت دنیا میں ہزاروں راہیں نکالی گئی ہیں، مگر سید اور مبارک وہی ہے جو دنیا کے لاپرواہوں کو چھوڑ کر محض خدا کے لیے فقر و فاقہ اختیار کر کے خدائی راہ پر چلنے کی تلاش میں بیٹھے اور جو خلوص نیت کے لئے ڈھونڈتا ہے وہ اس کو پالیتا ہے۔

کسریٰ صلیب

عیسائی مذہب کے استیصال کے لیے ہمارے پاس تو ایک دریا ہے اور اب وقت آ گیا ہے کہ پیلیم ٹوٹ جاوے اور وہ بٹ جو صلیب کا بنایا گیا ہے گر پڑے۔ اور اصل بات تو یہ ہے کہ احدث تعالیٰ اگر مجھے مسحوت نہ بھی فرماتا تب بھی زمانہ نے اسے ایسے حالات اور اسباب پیدا کر دیئے تھے کہ عیسائیت کا پول کھل جاتا۔ کیونکہ خدا تعالیٰ کی غیرت اور جلال کے یہ صریح خلاف ہے کہ ایک عورت کا بچہ خدا بنایا جاتا جو انسانی حواج اور لوازم بشریہ سے کچھ بھی استثناء پانے اندر نہیں رکھتا۔ میں نے ایک کتاب لکھی ہے جس میں میں نے کامل تحقیقات کے ساتھ یہ ثابت کر دیا ہے کہ یہ بالکل جھوٹ ہے کہ مسیح صلیب پر مر گیا۔ اصل یہ ہے کہ وہ صلیب پر سے زندہ آتا رہا گیا تھا اور وہاں سے بچ کر وہ کشمیر میں چلا آیا۔ جہاں اس نے ۱۲۰ برس کی عمر میں وفات پائی اور اب تک اس کی قبر خانیار کے محلہ میں ڈنڈا سفت یا شہزادہ نبی کے نام سے مشہور ہے۔

اور یہ بات ایسی نہیں ہے جو حکم اور مستحکم دلائل کی بنا پر نہ ہو بلکہ صلیب کے جو واقعات انجیل میں لکھے ہیں خود ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ سب سے پہلے اس سے کہ خود مسیح نے اپنی مثال کوئٹن سے دی ہے۔ کیا کوئٹن پہلی کے پیٹ میں زندہ داخل ہوتے تھے یا مر کر اور پھر یہ کہ پیلاٹوس کی بیوی نے ایک ہولناک خواب دیکھا تھا جس کی اطلاع پیلاٹوس کو بھی اس نے کر دی اور وہ اس فکر میں ہو گیا کہ اس کو بچایا جاوے اور اسی لیے پیلاٹوس نے مختلف پیراویں میں مسیح کے چھوڑ دینے کی کوشش کی اور آخر کار اپنے ہاتھ دھو کر ثابت کیا کہ میں اس سے بڑی ہوں اور پھر جب یہودی کسی طرح اسے دانے نظر نہ آئے تو یہ کوشش کی گئی کہ جبکہ کے دن بعد عصر آپ کو صلیب دی گئی اور چونکہ صلیب پر ٹھوک پیاس اور دھوپ وغیرہ کی شدت سے کئی دن رہ کر مصلوب انسان مر جائے یا کتا تھا، وہ موقع مسیح کو پیش نہ آیا، کیونکہ یہ کسی طرح نہیں ہو سکتا تھا کہ جبکہ کے دن غروب ہونے سے پہلے اُسے صلیب پر سے نہ اتار لیا جاتا۔ کیونکہ یہودیوں کی شریعت کی رو سے یہ سخت گناہ تھا کہ کوئی شخص سبت یا سبت سے پہلے رات صلیب پر رہے۔ مسیح چونکہ جمعہ کی آخری گھڑی صلیب پر چڑھا گیا تھا۔ اس لیے بعض واقعات آندھی وغیرہ کے پیش آجانے سے فی الفور

اُتار دیا گیا۔ پھر دو چور جو مسیح کے ساتھ صلیب پر لٹکائے گئے تھے ان کی ہڈیاں تو توڑ دی گئی تھیں، مگر مسیح کی ہڈیاں نہیں توڑی گئی تھیں۔

پھر مسیح کی لاش ایک ایسے آدمی کے سپرد کر دی گئی جو مسیح کا شاگرد تھا اور اصل تو یہ ہے کہ خود سیلاطوس اور اس کی بیوی بھی اس کی مرید تھی؛ چنانچہ سیلاطوس کو عیسائی شہیدوں میں لکھا ہے اور اس کی بیوی کو دلیہ قرار دیا ہے۔ اور ان سب کے بڑھ کر مرہم عیسیٰ کا نسخہ ہے، جس کو مسلمان، یہودی، رومی اور عیسائی اور عجمی طبیوں نے بالاتفاق لکھا ہے کہ یہ مسیح کے زخموں کے لیے تیار ہوا تھا اور اس کا نام مرہم عیسیٰ، مرہم حواریتین اور مرہم رسل اور مرہم شیلخانہ وغیرہ بھی رکھا۔ کم از کم ہزار کتاب میں یہ نسخہ موجود ہے اور یہ کوئی عیسائی ثابت نہیں کر سکتا کہ صلیبی زخموں کے سوا اور بھی کبھی کوئی زخم مسیح کو لگے تھے۔ اور اس وقت حواری بھی موجود تھے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ تمام اسباب اگر ایک جامع کیے جاویں، تو صاف شہادت نہیں دیتے کہ مسیح صلیب پر سے زندہ بچ کر اُتر آیا تھا۔ اس پر اس وقت ہم کو کوئی لمبی بحث نہیں کرنی ہے۔ یہودیوں کے جو فرقے متفرق ہو کر افغانستان یا کشمیر چل گئے تھے، وہ ان کی تلاش میں اُدھر چلے آئے اور پھر آخر کشمیر ہی میں انھوں نے وفات پائی۔ اور یہ بات انگریز محققوں نے بھی مان لی ہے کہ کشمیری دراصل بنی اسرائیل ہیں؛ چنانچہ برتیرنے اپنے سفر نامہ میں یہی لکھا ہے۔ اب جبکہ یہ ثابت ہوتا ہے اور واقعات صحیح کی بنا پر ثابت ہوتا ہے کہ وہ صلیب پر نہیں مرے، بلکہ زندہ اُتر آئے، تو پھر کفارہ کا کیا باقی رہا۔

پھر سب سے عجیب ترین بات ہے کہ عیسائی جس عورت کی شہادت پر مسیح کو آسمان پر چڑھاتے ہیں وہ خود ایک اچھے اور شریف چال چلن کی عورت نہ تھی۔^{۱۶}

تلاشِ حق کے آداب

”یاد رکھو کہ ایک فعل انسان کی طرف سے اولاً سرزد ہوتا ہے۔ پھر اس میں جو اثر یا خاصیت متضمنی ہو۔ خدا تعالیٰ کا ایک فعل اس پر مرتب ہو کر اسے ظاہر کر دیتا ہے۔ مثلاً جب ہم اپنے گھر کی کوٹھڑی کی کھڑکی کو بند کر لیتے ہیں، تو یہ ہمارا فعل ہے اور اس پر خدا تعالیٰ کا فعل یہ سرزد ہوتا ہے کہ اس کو کوٹھڑی میں روشنی اور ہوا کی آمد و رفت بند ہو کر تاریکی ہو جائے گی۔ پس یہ ایک حادثہ اور قدیم سے اسی طرح پر چلی آتی ہے اور اس میں کوئی تغیر تبدیل نہیں ہو سکتا ہے کہ انسانی فعل پر خدا کی طرف سے ایک فعل سرزد ہوتا ہے۔ اسی طرح پر جیسے یہ نظام ظاہری ہے۔ اندرونی انتظام میں بھی یہی قانون ہے جو شخص صاف دل ہو کر تلاشِ حق کرتا ہے اور اگر کچھ نہیں تو کم از کم سلب عقائد ہی کی حالت میں آتا ہے تو وہ سچائی کو

مزدور پالیتا ہے، لیکن اگر وہ اپنے دل میں پہلے سے ایک بات کا فیصلہ کر لیتا ہے اور ضد اور تعصب کے حلقوں میں گرفتار دل لے کر آتا ہے، تو اس کا نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ اس کا معاندانہ جوش بڑھ کر فطرت کے انوار کو دبا لیتا ہے اور دل سیاہ ہو جاتا ہے۔ پھر وہ حق باطل میں امتیاز کرنے کی توفیق نہیں پاتا۔ پس خدا تعالیٰ سے پاکیزگی اور ہدایت کے پائے کے لیے خود بھی اپنے اندر ایک پاکیزگی کو پیدا کرنا چاہیے اور وہ یہی ہے کہ انسان مجل اور تعصب کو چھوڑے اور اپنے نفس کو ہرگز دھوکا نہ دے۔ یہ بالکل سچ ہے کہ جو شخص تلاش حق کا دعویٰ کر کے نکلتا ہے اور پھر اپنی جگہ پہلے ہی کسی مذہب کے اصول کو فیصلہ کر کے قطعی بھی قرار دے لیتا ہے، وہ دُنیا کا طالب ہوتا ہے جو دُنیا کی فح و شکست پر مڑتا ہے۔ میں اس بات کا قائل نہیں ہوں کہ وہ خدا کو مانتا ہے۔ نہیں میرے نزدیک وہ دہریہ ہے۔ پاک دل جو کسی کی زبردستی کی پروا نہیں کرتا اور جو اقرار کر لینے میں ندامت اور شرمساری نہیں پاتا۔ وہی ہوتا ہے جو حق کو پالیتا ہے۔ ایسے ہی دل پر خدا کے انوار نازل ہوتے ہیں۔ یاد رکھو خدا تعالیٰ ہرگز ایسے شخص کو ضائع نہیں کرتا جو اس کی جستجو میں قدم رکھتا ہے۔ وہ یقیناً ہے اور جیسے ہمیشہ سے اسے اَنَا الْمَوْجُود کہا ہے اب بھی کہتا ہے۔ جس طرح پر حضرت سید پرچی ہوتی تھی، اسی طرح اب بھی ہوتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں یہ بڑا دعویٰ نہیں اس کے ساتھ روشن دلائل ہیں کہ پہلے کیا تھا جو اب نہیں۔ اب بھی وہی خدا ہے جو سدا سے کلام کرتا چلا آیا ہے، اس نے اب بھی دُنیا کو اپنے کلام سے متور کیا ہے۔“

کفارہ ایک اور ضروری بات ہے جو میں کہنی چاہتا ہوں اور وہ کفارہ کے متعلق ہے۔ کفارہ کی اصل غرض تو یہی بتائی جاتی ہے کہ نجات حاصل ہو اور نجات دوسرے الفاظ میں گناہ کی زندگی اور اس کی موت سے بچ جانے کا نام ہے، مگر میں آپ ہی سے پوچھتا ہوں کہ خدا کے لیے انصاف کر کے بتاؤ کہ گناہ کو کسی کی خودکشی سے فلسفیانہ طور پر کیا تعلق ہے۔ اگر یہ سچ نے نجات کا مفہوم ہی سمجھا اور گناہوں سے بچانے کا یہی طریق انہیں سوجھا، تو پھر نوحہ باقیہ ہم ایسے آدمی کو توڑ سول بھی نہیں مان سکتے کیونکہ اس سے گناہ ترک نہیں سکتے۔ آپ کو یورپ کے حالات اور لندن اور پیرس کے واقعات اچھی طرح معلوم ہوں گے۔ بتاؤ کہ کونسا پہلو گناہ کا ہے جو نہیں ہوتا۔ سب سے بڑھ کر زنا تو رات میں بکھلتا ہے، مگر دیکھو کہ یہ سیلاب کس زور سے ان قوموں میں آیا ہے جن کا یقین ہے کہ یہ سچ ہمارے لیے مرا۔ اس خودکشی کے طریق سے تو بہتر یہ تھا کہ یہ سچ دُعا کرنا کہ اور بھی مرے تاکہ وہ نصیحت اور وعظ ہی کے ذریعے لوگوں کو فائدہ پہنچاتا۔ مگر یہ سوجھی تو کیا سوجھی؟

اس کے علاوہ ایک اور بات بھی ہے جو میں نے پیش کی تھی اور اب تک کسی عیسائی نے اس کا جواب نہیں دیا اور وہ یہ ہے کہ یہ سچ ہمارے بدلے یعنی ہوا۔ اب لعنت کے معنوں کے لیے عبرانی یا عبرانی کے

نفات نکال کر دیکھ لو کہ لمٹوں کسے کہتے ہیں۔ لغت کی کتابوں میں صاف لکھا ہوا ہے کہ لعین شیطان کا نام ہے اور لمعون وہ شخص ہوتا ہے جس کا خدا سے کوئی تعلق نہ ہو۔ اور وہ خدا سے دُور ہو۔ اب عیسائیوں نے بالاتفاق اپنے عقیدہ میں داخل کر لیا ہے کہ مسیح ہمارے بدلے لعنی ہوا؛ چنانچہ تین دن کے لیے اسے باور میں بھی رکھتے ہیں۔ اب یہ لعنی قربانی جو ان کے عقیدہ کے موافق ہوتی۔ نجات کیا تعلق اس کا ہوا۔

غرض جس قدر اس پر غور کرتے جائیں گے، اسی قدر اس کی حقیقت کھلتی جائے گی۔ میں آپ کو بتاتا ہوں کہ اصل میں مسیح کے متعلق عیسائیوں اور یہودیوں دونوں نے افراط و تفریط سے کام لیا ہے۔ عیسائیوں نے تو یہاں تک افراط کیا ایک عاجز انسان کو جو ایک ضعیفہ عورت کے پیٹ سے علم آدیوں کی طرح پیدا ہوا خدا بنالیا۔ اور پھر گرایا بھی تو یہاں تک کہ اسے لمعون بنایا اور باور میں گرایا۔ یہودیوں نے تفریط کی یہاں تک کہ معاذ اللہ اسے ولد الزنا قرار دیا اور بعض انگریزوں نے بھی اسے تسلیم کر لیا اور اسلام حضرت مریمؑ پر لگایا مگر قرآن شریف نے اگے دونوں قوموں کی غلطیوں کی اصلاح کی۔ عیسائیوں کو بتایا کہ وہ خدا کا رسول تھا۔ خدا نہ تھا۔ اذہ وہ لمعون نہ تھا۔ مرفوع تھا۔ اور یہودیوں کو بتایا کہ وہ ولد الزنا نہ تھا بلکہ مریم صدیقہ عورت تھی۔ اخصنت خرمہ کا کہ جس سے اس میں نفع نوح ہوا تھا۔ یہی افراط و تفریط اس زمانہ میں بھی ہوتی ہے اور خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں ان کی اصل عورت کو قائم کروں۔ مسلمان نادانوں سے انہیں انسانی صفات بڑھ کر قرار دینے میں غلطی کرتے ہیں اور ان کی موت کے راز کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ عیسائی مصلوب قرار دے کر لمٹوں بناتے ہیں۔ پس اب وقت آیا ہے کہ مسیح کے سر پر سے وہ الزام دُور کیے جاویں جو ایک با محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دُور کیے تھے۔ پس اسلام کا کس قدر احسان مسیح پر ہے۔ میں امید کرتا ہوں کہ آپ ان باتوں پر پورا غور کریں گے۔ میں آپ کو بار بار یہی کہتا ہوں کہ جب تک آپ کی سمجھ میں کوئی بات نہ آوے اسے آپ بار بار پوچھیں، اور نہ یہ اچھا طریق نہیں ہے کہ ایک بات کو آپ سمجھیں نہیں اور کہیں کہ ہاں سمجھ لیا۔ اس کا نتیجہ بُرا ہوتا ہے۔ سراج الدین جو یہاں آیا تھا۔ اس نے ایسا ہی کیا اور کچھ فائدہ نہ اٹھایا۔ اس نے آپ کو کچھ کہا تھا۔

منشی عبدالحی صاحب: ہاں وہ مجھے منع کرتے تھے کہ وہاں مت جاؤ کچھ ضرور نہیں ہے جب ہم نے نیک سچائی کو پایا پھر کیا ضرورت ہے کہ اور تلاش کرتے پھریں اور یہ بھی انہوں نے کہا تھا کہ جب میں آیا تھا تو وہ مجھے تین سیل تک چھوڑنے آئے تھے اور پسینہ آیا ہوا تھا۔

(ایڈیٹر) سلیم الفطرت لوگ حضرت مسیح موعودؑ کی شفقت اور ہمدردی پر غور کریں اور اس جوش کا اندازہ کریں جو اس کی فطرت میں کسی رُوح کو بچا لینے کے لیے ہے۔ کیا تین میل تک جانا محض ہمدردی ہی کیلئے نہ تھا۔ ورنہ میاں سراج الدین سے کیا غرض تھی۔ اگر فطرت سلیم ہو تو آپ کے اس جوش ہمدردی ہی سے حق

کا پتہ پالے۔ ہمارے لیے ایسا سچا جوش رکھنے والے تجھ پر خدا کا سلام، سلامت برتو لے مرو سلامت [حضرت سید سراج موعودؑ: اس پسینہ سے اس نے یہ مراد لی کہ گویا جواب نہیں آیا۔ افسوس! آپ اس سے پوچھتے تو یہی کہ پھر وہ یہاں رہ کر نمازیں کیوں پڑھتا تھا اور کیا اس نے نہیں کہا تھا کہ میری تسلی ہوگئی۔ میرے سامنے ہو تو میں اس کو حلف لے کر پوچھوں۔ سامنے ہونے سے کچھ تو شرم آجاتی ہے۔

منشی عیداکھی: "میں نے ناندوں کا مال پوچھا تھا۔ انہوں نے کہا تھا کہ ہاں میں پڑھا کرتا تھا اور آخر میں نے کہا تھا کہ میں کسی سرد مقام پر جا کر فیصلہ کروں گا۔ اور یہ بھی سٹر سراج الدین نے کہا تھا کہ مرزا صاحب شہرت پسند ہیں۔ میں نے چار سوال پوچھے تھے ان کا جواب چھاپ دیا"

حضرت اقدسؒ: "اس میں تو شہرت پسندی کی کوئی بات نہیں۔ ہم کیوں حق کو چھپاتے۔ اگر چھپاتے تو گنہگار ٹھہرتے اور مصیبت ہوتی۔ خدا نے جس بے نامہ کو کر کے بھیجا ہے۔ تو پھر میں حق کا اظہار کروں گا اور جو کام میرے پیرو ہو اب، اسے مخلوق کو پہنچاؤں گا اور اس بات کی مجھے کوئی پروا نہیں کہ کوئی شہرت پسند ہے یا کچھ اور۔ آپ ان کو پھر خط لکھیں کہ وہ یہاں کچھ دن اور رہ جاویں"

(الغرض ان باتوں میں آپ مکان کے قریب پہنچ گئے اور اس وقت حضرت اقدسؒ نے منشی عبدالحمید صاحب کو مخاطب کر کے یہ فرمایا کہ آپ ہمارے ہجان ہیں اور ہجان آرام وہی پاسکتا ہے جو بے تکلف ہو پس آپ کو جس چیز کی ضرورت ہو۔ مجھے بلا تکلف کہہ دیں۔ پھر جماعت کو مخاطب کر کے فرمایا کہ دیکھو۔ یہ ہمارے ہجان ہیں اور تم میں سے ہر ایک کو مناسب ہے کہ ان سے پورے اخلاق سے پیش آوے اور کوشش کرتا ہے کہ ان کو کسی قسم کی تکلیف نہ ہو۔ یہ کہہ کر آپ گھر میں تشریف لے گئے)

۲۴ دسمبر ۱۹۰۱ء

مامور من اشد کا نشان

حضرت سید سراج موعودؑ: "مامور اگر ان امور کی جو اس پر کھولے جاتے ہیں، اشاعت نہ کرے، تو میں سچ سچ کہتا ہوں کہ وہ مخلوق پر ظلم کرتا ہے اور خود اشد تعالیٰ کے پیرو کردہ فرض کو انجام نہیں دیتا۔ مامور کا ایک یہ بھی

نشان ہے کہ وہ اشاعتِ حق سے نہیں رکتا اور ہمیں افسوس ہوتا ہے جب انجیل میں ایسے فقرات دیکھتے ہیں جن میں مسیح اپنے آپ کو چھپانے اور کسی پر ظاہر نہ کرنے کی تعلیم لینے شاگردوں کو دیتا ہے۔ ماٹورین اٹھد میں ایک شہادت ہوتی ہے۔ اس لیے وہ کبھی بھی اپنے پیغام پہنچانے اور اشاعتِ حق میں نہیں ڈرتا۔ شہادتِ حقہ کا چھپانا سخت گناہ ہے۔ پس میں کیونکر اس حقیقت کو چھپا سکتا ہوں۔ جو خدا نے مجھ پر کھولی ہے میرے نزدیک یہ طریق بہت ہی مناسب ہے جو یہ اس طرح پر مرتب ہو جایا کرے۔ آپ نے اب دوبارہ سن لیا ہے۔ اس پر غور کریں اور جو کچھ آپ کو شک باقی ہو بیشک پوچھ لیں۔

مستر عبدالحی: میں اس پر مزید غور کروں گا۔

حضرت مسیح موعود: میں آپ کی اس بات کو بہت پسند کرتا ہوں کہ جلدی نہیں کی۔ آپ بیشک چار پانچ روز تک اس پر کافی غور کریں۔

مستر عبدالحی: میں نے آج ایک سوال قرآن شریف کی ضرورت پر سوچا تھا، مگر وہ اس تقریر میں آچکا۔ میں ایک یہ سوال بھی پوچھنا چاہتا ہوں کہ یہ جو کہا جاتا ہے کہ انجیل میں تحریف ہو گئی ہے۔ اگر کوئی یہ پوچھے کہ اصل کہاں ہے تو اس کا کیا جواب ہے؟

حضرت مسیح موعود: یہ سوال آپ کا ایک نیا سوال ہے اور پہلے سوالوں سے الگ ہے۔ میں چاہتا ہوں کہ تداخل نہ ہو۔ میں اس سوال کا جواب بیان کروں گا، مگر اول مناسب یہی ہے کہ آپ اپنے سوالوں کے جواب پر غور کر کے اور جو کچھ ان کے متعلق پوچھنا ہو پوچھ لیں۔ سو جب وہ طے ہو جائیں، پھر میں آپ کے اس سوال کا جواب دوں گا۔ مگر تداخل کو میں مناسب نہیں سمجھتا۔ جیسے تداخل طعام درست نہیں ہے یعنی ایک کھانا کھایا پھر کچھ اور کھانیا۔ پھر کچھ اور۔ اس کا نتیجہ یہی ہو گا کہ شور مچھم ہو کر ہیضہ یا قے یا کسی اور بیماری کی نوبت آئے۔ اسی طرح تداخل کلام منج ہے۔ تداخل کلام سے کوئی بات محفوظ نہیں رہ سکتی۔ اور انسان اس سے کوئی فائدہ نہیں اٹھا سکتا، بلکہ وہ وقت بالکل ضائع چلا جاتا ہے۔ میری عین مراد یہی ہے کہ یہ سوالات آپ کے با ترتیب ہوں اور ہر سوال کی ایک مددگی جاوے اور اس کو دوسرا سوال قرار دے لیا جاوے۔ اس وقت میرا مقصد یہ نہیں ہے کہ میں غلط بحث کر کے اپنا وقت ضائع کروں اور آپ کو فائدہ سے محروم رکھوں، بلکہ میں چاہتا ہوں کہ آپ کو پورا فائدہ پہنچاؤں جو میرے امکان اور طاقت میں ہے اور اس کے لیے میری راسخے میں ہی طریق مناسب ہے جو اختیار کیا گیا ہے۔ میں اس سوال کا جواب دیتے وقت آپ کو بتاؤں گا کہ تحریف کے خیالات شروع میں مسلمانوں سے پیدا نہیں ہوتے بلکہ انجیل کے ماننے والوں ہی کی طرف سے ان خیالات کی ابتدا ہوتی ہے اور میں اس کو جیسا میں نے کہا ہے۔ اور دوسرے وقت پر رکھتا ہوں۔ جب آپ پہلے سوالوں کے

جوابات سمجھ لیں گے۔

جو لوگ بحث مباحثہ کرنے کے لیے بیٹھے ہیں اور تلاش حق ان کا مقصد نہیں ہوتا۔ وہ ایک ہی جلسہ میں سب کچھ طے کر لینا چاہتے ہیں۔ پس اس کو مذہبی تقارباتی کہتا ہوں۔ جیسے تقارباتی اور چالاکی سے باعث مارتا چاہتے ہیں، اسی طرح پریلوگ کرتے ہیں۔ اور ہم نے تجربہ سے دیکھ لیا ہے کہ اصل بات کو چھپاتے ہیں۔ اور فرضی اور خیالی باتیں پیش کرتے ہیں۔ پس میں اس کو بہت ہی بُرا سمجھتا ہوں کہ انسان مذہبی تقارباتی کیلئے دست دراز ہو اور خدا کا ذرا بھی خوف اور حیا نہ کر کے اپنی چالاکیوں سے کام لے۔ یہ مذہبی تقارباتی کب ہوتی ہے جب دُنیا کی باریحیت اور خیالی فتح و شکست مد نظر ہو اور احباب اور مہمگروں کی نگاہ میں واہ واہ سُنے اور خیماب کھلانے کا خیال دل میں ہو۔ یہ تقارباتی دُنیا کی تقارباتی سے بہت ہی بڑھ کر نقصان رسال ہے، کیونکہ اس میں تو صرف مال کا زیاں ہے، مگر اس تقارباتی میں دین اور دُنیا دونوں تباہ ہو جاتے ہیں۔ اور تمام اخلاقی اور روحانی قوتیں جو انسان کو اعلیٰ درجہ کے کمالات کا وارث بنا سکتی ہیں، باردی جاتی ہیں۔ اور اس متاع کے ہارنے سے جو رنج پیدا ہوتا ہے وہ ابدی ہوتا ہے۔ پس اس تقارباتی کے خیال کو کبھی پاس بھی آنے نہیں دینا چاہیے۔ اگر مقصدِ عظیم یہ ہو کہ راستبازوں کے فوڈ سے جھٹلے کبھی کوئی شخص اس فوڈ کو نہیں پاسکتا اور اس متاع کو محفوظ نہیں رکھ سکتا۔ جو فطرتِ سلیم اس کے پاس ہے۔ جب تک حق کوئی اور حق جوئی اور پھر قبول حق کے لیے ساری دُنیا کو اس کے سامنے مڑوہ قرار نہ دے لے اور ان امور کے لیے خدا تعالیٰ سے ایک عہد کرے۔ جو ایسا عہد خدا تعالیٰ سے نہیں کرتا وہ خدا کو مان کر بھی دہرتی ہے۔ ہماری عبادت کو یاد رکھنا چاہیے کہ جیسے امراض کا بھران ہوتا ہے۔ اسی طرح پر مختلف بتوں اور مذہبوں کے بھران کے یہ ایام ہیں شیطان کی بھی یہ آخری جنگ ہے۔ اس لیے وہ اپنے تمام آلات حرب و ضرب نے کر حق کے مقابلہ میں بکلا ہے۔ اور وہ پورے زور اور پوری طاقت سے کوشش کرتا ہے کہ حق پر غلبہ پاوے، مگر خود اسے بھی یقین کال ہے کہ اس کی ساری کوشش بے سود اور بے فائدہ ہوگی اور بہت جلد وہ وقت آتا ہے کہ شیطان ادا جاوے گا اور ملائکہ کی فتح ہوگی، مگر بایں ہمہ وہ اپنی پوری طاقت سے اس وقت میدان میں آیا ہے اور اس کے بالمقابل حق بھی ہے اور اس کے سامان اور ہتھیار بھی آسمان سے نازل ہو رہے ہیں۔ چونکہ اس وقت دونوں میدان میں ہیں۔ پس تم کو واجب ہے کہ حق کا ساتھ دو۔

اور میں نے بار بار اس امر کو بیان کیا ہے اور اب پھر بتاتا ہوں

حق کی شناخت کے نشان

کہ حق کی شناخت کے واسطے تین نشان ہیں۔ ان پر اگر تم اس

کے حق کہا جاتا ہے، پھر کہ لوگ تو تم کو شیطان دھوکا دے سکے گا، اور نہ اس نے اپنی طرف سے

التباس حق و باطل کے لیے کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہیں کیا۔

اور وہ نشان یہ ہیں۔ اول نصوص صریح یعنی جو مقدمات ہم کہتے ہیں۔ دیکھنا چاہتے ہیں کہ کیا ان کا نام و نشان خدا تعالیٰ کی کتاب میں بھی پایا جاتا ہے یا نہیں۔ اگر اس کے متعلق منقول شہادت یعنی نصوص صریح قطعیت نہ ہوں، تو خود سوچنا چاہیے کہ اس کو کہاں تک وقعت دی جاسکتی ہے۔ مثلاً جیسے کہ کیا اگر کہتا ہے کہ میں اکیڑا کا دس ہزار کر دیتا ہوں تو کیا ضروری نہیں کہ میں علم ہو کہ پہلے کتنے ایسے بزرگ گزرے ہیں۔ لیکن جب ہم اس پر غور کریں گے، تو معلوم ہوگا کہ ہزاروں بنے ایسی باتوں میں اگر نقصان اٹھایا ہے۔ ہمارے اسی علاقہ میں ایک کیبیا اگر اسی طرح پر دو آدمیوں کو ایک ہی وقت میں ٹھک کر لے گیا۔ عرض پہلا نشان نصوص صریح کا ہے۔ اس کے ذریعہ اگر ہم عیسائیوں کے عقائد کو پڑھنے لگیں، تو صاف معلوم ہو جائے گا کہ بڑا ملمع ہے۔ حق کی چمک اس میں نہیں ہے۔ جیسا کہ میں نے کل بیان کیا تھا کہ تیلیٹ اور یسوع کی خدائی کی بابت اگر یہودیوں سے پوچھا جائے اور ان کی کتابوں کو ٹٹولا جاوے، تو صاف جواب ہے کہ وہ بھی تیلیٹ کے قائل نہ تھے۔ اور نہ کبھی انہوں نے کسی جسمانی خدا کی بابت اپنی کتاب میں پڑھا تھا۔ جو کسی عورت کے پیٹ سے عام بچوں کی طرح جینے کے خون سے پرورش پا کر نو مینے کے بعد پیدا ہونے والا ہو۔ اور انسانوں کے سارے ذمہ شہرہ چیمپک وغیرہ جو انسانوں کو ہوتے ہیں اٹھا کر آخر یہودیوں کے ہاتھ سے مار کھاتا ہوا صلیب پر چڑھایا جاوے گا اور پھر ملعون ہو کر تین دن باویہ میں رہے گا۔ یا باپ بیتار روح القدس کے مجموعہ اور مکتب خدا ہی کا ذکر ان کی کتابوں میں نہیں ہوتا۔ اگر ہے تو ہم عیسائیوں سے ایک عرصہ سے سوال کرتے رہے ہیں۔ وہ دکھاتیں۔ برخلاف اس کے ہم یہ دیکھتے ہیں کہ یہودیوں نے مغلہ اور اعترافوں کے جو اس پر کیے۔ سب بڑا اعتراف ہی تھا کہ یہ خدا کا بیٹا اور خدا بنا ہے۔ اور یہ کفر ہے۔ اگر یہودیوں نے تو دیت، اور نبیوں کے صحیفوں میں یہ تعلیم پائی تھی کہ دنیا میں خود خدا اور اس کے بیٹے بھی ماریں کھانے کے لیے آیا کرتے ہیں اور انہوں نے دس پانچ کو دیکھا تھا۔ تو پھر انکار کی وجہ کیا ہو سکتی تھی؟ اصل حقیقت یہی ہے کہ اس معیار پر یہ عقیدہ کبھی پورا نہیں اتر سکتا، اس لیے کہ اس میں حقانیت کی روح نہیں ہے۔

دوسرا طریق شناخت حق اور باطل حق کا یہ ہے کہ عقل سلیم بھی ان کی ٹمٹ اور معاون ہو عقل ایسی چیز ہے کہ اگر لے چھوڑ دو۔ تو دین اور دنیا دونوں کے کاموں میں فتور پیدا ہوتا ہے۔ اب عقل کے معیار پر اس کو کسا جاوے تو وہ دور سے ان عقائد کو زور کرتی ہے۔ کیا عقل کے نزدیک یہ بات قابل تسلیم ہو سکتی ہے کہ ایک عاجز مخلوق بھی جس میں انسانیت کے سارے لوازم اور بشری کمزوریوں کے سارے نمونے موجود ہیں، خدا ہو سکتا ہے۔ کیا عقل اس بات کو ایک لمحہ کے لیے بھی زور رکھ سکتی ہے کہ مخلوق اپنے خالق

کو کوڑے مارے اور خدا کے بندے اپنے قادر خدا کے مُنہ پر مُنہ کس اور اس کو کوڑیں اور سُولی پر کھینچیں اور وہ یہ ساری ذلت دیکھ کر اور خدا ہو کر اپنی رُسوائی کا تماشا دکھاتا ہے؟ کیا عقل مان لیتی ہے کہ ایک عورت کا بچہ جو نوچینے تک پیٹ میں ہے اور نونِ حین کھاوے اور آخر عام پتوں کی طرح چلاتا ہوا شرمگاہ سے پیدا ہو وہ خدا ہوتا ہے کیا کسی دل کو اس پر اطمینان ہو سکتا ہے کہ ایک شخص خدا کہلا کر ساری رات موت بچنے کے لیے دُعا کرتا رہے۔ اور قبول نہ ہو۔ ایسا ہی کبھی عقل یہ تجویز نہیں کر سکتی کہ کسی کی خودکشی سے دوسرے کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اگر مسیح کے روٹی کھانے سے حواریوں کے پیٹ بھر جاتے تھے اور عقل کے نزدیک یہ جائز ہے تو شاید یہ بھی سچ ہو کہ کسی کے دوسرے کا علاج اپنے سر میں پتھر مارنا بھی ہے۔

تیسرا ذریعہ شناخت کا یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کبھی پتھے مذہب کو مٹانے نہیں کرتا اور اہل حق کو ہرگز نہیں چھوڑتا کیونکہ وہ احد تعالیٰ کا باغ ہے اور کبھی کسی نے نہیں دیکھا ہو گا کہ ایک شخص باغ لگا کھیلنے باغ کی طرف سے بالکل لاپرواہ ہو جاوے، نہیں بلکہ اس کی آبپاشی، شاخ تراشی اور حفاظت وغیرہ تمام امور کا جو اس کی مرہزی اور شاہد بنی سکے لیے ضروری ہیں، پورا اہتمام کرتا ہے۔ اسی طرح پورا خدا تعالیٰ اپنے راستبازوں اور دی ہونی صدقوتوں کی تائید کے لیے ہمیشہ سادہ بتاؤہ تائیدات دیتا رہتا ہے جن کی روشنی میں صادق چلتا ہے اور شناخت کیا جاتا ہے۔

اب عیسائیوں کے عقائد اور مذہب کو اس معیار پر عیسائیت میں کوئی زندہ نشان نہیں
بھی آدما کر دیکھ لاکہ ان میں بھرپور سیدہ بڑیوں اور مردہ باتوں کے اور کیا رکھا ہے۔ بالاتفاق وہ مانتے ہیں کہ ان میں آج ایک ہی ایسا شخص نہیں جو اپنے مذہب کی صداقت اور نونِ مسیح کی سچائی پر اپنے نشانات کی بھر لگا سکے۔ یہ تو بڑی بات ہے۔ میں کتا ہوں کہ انجیل کے قرار دادہ نشانوں کے موافق تو شاید ایمان دار ہوتا بھی ایک امر حال ہو گا۔

اچھا! زندہ نشانات کو تو جانے دو۔ عیسائی مذہب جو اپنے تائیدی نشانوں کے لیے مسیح کی قبر کا پتہ دیتا ہے کہ اس نے فلاں قبر سے مُردہ اُٹھایا تھا۔ وہ مجز قوتوں کے اور کیا وقعت رکھ سکتے ہیں۔ اسی لیے میں نے بار بار کہا ہے کہ یہ سلب امراض کے عجوبے جو بعض ہندو سنیا سی بھی کہتے ہیں اور اس ترقی کے زمانہ میں سمریزم والے بھی دکھاتے ہیں۔ آج کوئی معجزات کے رنگ میں نہیں مان سکتا اور پیش گوئی ہی ایک ایسا زبردست نشان ہے، جو ہر زمانہ میں قابلِ عزت سمجھا جاتا ہے۔ مگر ہمیں انفس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسیح کی جو پیش گوئی انجیل میں درج ہیں وہ ایسی ہیں کہ ان کو پڑھ کر ہنسی آتی ہے کہ قحط پڑیں گے، زلزلے آئیں گے۔ مریخ باہمک دے گا۔ وغیرہ۔ اب ہر ایک گاؤں میں جا کر دیکھو کہ ہر وقت مریخ باہمک دیتے ہیں یا نہیں اور قحط اور زلزلے

بالکل معمولی باتیں ہیں، جو آجکل کے تدبیر تو اس سے بھی بڑھ کر بتا دیتے ہیں کہ فلاں وقت طوفان آئے گا۔
فلاں وقت بادش شروع ہوگی۔

رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو دیکھو کہ کس طرح پانچ سو سال پہلے کہا کہ ایک آگ نکلے گی جو
سبزہ کو چھوڑے گی۔ اور پتھر کو گلاسنے گی اور وہ پوری ہوئی۔ اس قسم کی درخشاں پیشگوئیاں تو پیش کریں ہیں
نے ایک ہزار روپیہ کا انعام کا اشتہار مسیح کی پیشگوئیوں کے لیے دیا تھا، مگر آج تک کسی عیسائی نے ثابت
نہ کیا کہ مسیح کی پیشگوئیاں ثبوت کی قوت اور تعداد میں میری پیشگوئیوں سے بڑھ کر ہیں جن کا گواہ سارا جہاں ہے۔
مسیح کے عجوبات جو قصص کے رنگ میں ہیں ان سے کوئی فوق العادت تائید الہی کا پتہ نہیں لگتا جبکہ آج اس
سے بڑھ کر طبی کرشمے اور عجائبات دیکھے جاتے ہیں خصوصاً ایسی حالت میں کہ خود انجیل میں ہی لکھا ہے کہ ایک
تالاب تھا۔ جس میں ایک وقت پر غسل کرنے والے شفا پالیتے تھے۔ اور اب تک یورپ کے بعض ملکوں میں
ایسے چشمے پائے جاتے ہیں۔ اور ہمارے ہندوستان میں بھی بعض چشموں یا کنوؤں کے پانی میں ایسی تاثیر ہوتی ہے۔
متوڑے دن ہوتے اخبارات میں شائع ہوا تھا کہ ایک کنوئیں کے پانی سے مجذامی اچھے ہونے لگے۔ اب
عیسائی مذہب کے کن تائیدی نشانوں کو ہم دیکھیں۔ پھلوں کا یہ حال ہے اور اب کوئی دکھا نہیں سکتا۔
اسی طرح پر ہی اگر مان لینا ہے تو ہندوؤں نے کیا قصور کیا ہے۔ کہ ان کے ۳۳ کروڑ دیوتاؤں کو نہ مانا جائے اور
پوراؤں کے قصوں کو تسلیم نہ کیا جائے۔ ویانند نے ایک جدید طریق نکال کر ہندوؤں کے مذہب پر توجہ
صاف کیا کہ رام کا نام وید میں نہیں ہے، اگر خود جو کچھ ویدوں کا خلاصہ پیش کیا وہ بھی ایک گند نکالا۔

مذہب کا خلاصہ
مذہب کا خلاصہ دو ہی باتیں ہیں اور اصل میں ہر مذہب کا خلاصہ ان دو
ہی باتوں پر آکر مٹتا ہے۔ یعنی حق اللہ اور حق العباد۔ مگر ان دونوں ہی کے متعلق
اس نے گند پیش کیا اور اُسے وید کی تعلیم کا عطر بتایا ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ حق دو ہی ہیں۔ ایک خدا کے حقوق کو اُسے کس طرح پر ماننا چاہیے اور کس طرح اُس کی
عبادت کرنی چاہیے۔ دوم بندوں کے حقوق یعنی اس کی مخلوق کے ساتھ کیسی ہمدردی اور مہاسات کرنی چاہیے۔
ویانند نے اس کے متعلق جو کچھ بتایا ہے وہ میں پھر بتاؤں گا۔ پہلے یہ ظاہر کر دوں کہ عیسائیوں نے بھی ان
دونوں اصولوں میں سخت یہ ہودہ پن ظاہر کیا ہے۔ حق اللہ میں تو دیکھ لیا کہ انھوں نے اس خدا کو چھوڑ دیا۔ جو
موتی اور دیگر استباذوں اور پاکیزہ لوگوں پر ظاہر ہوا تھا اور ایک عاجز انسان کو خدا بنا لیا اور حقوق العباد

کی وہ مٹی پلیدی کی کہ کسی طرح پر وہ درست ہونے میں نہیں آتے۔

انجیل کی ساری تعلیم ایک ہی طرف جھکی ہوئی ہے اور انسان کی کل قوتوں کی مرتی نہیں ہو سکتی۔ اول تو کفارہ کا مسئلہ مان کر پھر حقوق العباد کے اتلاف سے بچنے کے لیے کوئی وجہ ہی نہیں لی گئی ہے کیونکہ جب یہ مان لیا گیا ہے کہ مسیح کے خون نے گناہوں کی نجاست کو دودھ کر دیا ہے اور دھو دیا ہے، حالانکہ عام طور پر بھی خون سے کوئی نجاست دُور نہیں ہو سکتی ہے، تو پھر عیسائی بتائیں کہ وہ کونسی بات ہے جو حقیقت میں انہیں روک سکتی ہے کہ وہ دنیا میں فساد نہ کریں اور کہہ کر یقین کریں۔ چوری کرنے، بیگاہ مال لینے، ڈاکہ زنی، خون کرنے، جھوٹی گواہی دینے پر کوئی سزا ملے گی، مگر باوجود کفارہ پر ایمان لانے کے بھی گناہ گناہ ہی ہیں تو میری نگاہ میں نہیں آتا کہ کفارہ کے کیا معنی ہیں۔ اور عیسائیوں نے کیا پایا۔

غرض حقوق العباد کو پسند کرنا اور پھانسی لگانے کے لیے اللہ تعالیٰ نے انسان کو مختلف قوتوں کا مالک بنا کر بھیجتا اور اس سے منشا یہ بھی تھا کہ اپنے عمل پر ہم ان قوتوں سے کام لے کر نوع انسان کو فائدہ پہنچائیں۔ مگر انجیل کا سارا دُورِ علم اور نرمی ہی کی توسیع پر ہے، حالانکہ یہ قوت بعض موقعوں پر زہرِ قاتل کی تاثیر دیکھتی ہے۔

اس لیے ہماری یہ تمدنی زندگی جو مختلف طبائع کے اختلاط اور ترکیب سے بنی ہے۔ اپنی ترکیب اور صورت ہی میں بالطبع یہ تعاضد کرتی

روحانی زندگی کی ترکیب

ہے کہ ہم اپنے تمام قوی کو عمل اور موقع پر استعمال کریں، لیکن انجیل عمل اور موقع شناسی کو تو پس پشت ڈالتی ہے اور اندھا دُورِ ایک ہی امر کی تعلیم دیتی ہے۔ کیا ایک گال پر پلٹا پنچر کھا کر دوسری پھیر دینا عملی صورت میں بھی آسکتا ہے اور کڑے مانگنے والے کو چننے دینے والے آپ نے بھی دیکھے ہیں اور کیا کوئی آدمی جو انجیل کی تعلیم کا مشق نادر ہو بھی گوارا کر سکتا ہے کہ کوئی شریر اور نابکار انسان اس کی بیوی پر حملہ کرے تو وہ لڑکی بھی پیش کر دے؟ ہرگز نہیں۔

جس طرح پر ہم کو اپنے جسم کی صحت اور صلاحیت کے لیے مزدور ہے کہ مختلف قسم کی غذائیں موسم اور فصل کے لحاظ سے کھائیں اور مختلف قسم کے لباس پہنیں ویسے ہی دُورح کی صلاحیت اور اس کی قوتوں اور خواہش کے نشوونما کے واسطے لازم ہے کہ اس قاعدہ کو تہ نظر رکھیں۔ جسمانی تمدن میں جس طرح پر گرم سرد۔ نرم سخت۔ حرکت و سکون کی رعایت رکھنی ضروری ہے۔ اسی طرح پر روحانی صحت کے لیے مختلف قوتوں کا احاطہ ہونا ایسی صاف دلیل اس امر کی ہے کہ دُورح کی جھلانی کے لیے ان سے کام لینا ضروری ہے اور اگر ان مختلف قوتوں سے ہم کام نہیں لیتے یا نہ لینے کی تعلیم دیتے ہیں تو ایک خدا ترس اور عینور انسان کی نگاہ میں ایسا مسلم خدا

کی توہین کرنے والا مظہرے گا۔ کیونکہ وہ اپنے اس طریق سے یہ ثابت کرتا ہے کہ خدا نے یہ قومیں لغو پیدا کی ہیں۔ پس اگر انجیل ایک ہی قوت پر زور دیتی ہے۔ تو میں آپ سے انصافاً پوچھتا ہوں کہ خدا سے ڈر کر بتائیں کہ یہ خدا کے اس فعل کی ہتک نہیں ہے کہ اُس نے مختلف قومیں اور استعداویں انسان کی رُوح میں رکھ دی ہیں۔

انجیل ایک ہی قوت پر زور دیتی ہے
اگر کوئی عیسائی یہ کہے کہ صرف نری اور علم ہی کی قوت سے
ساری قوتوں کا نشوونما ہو سکتا ہے۔ تو اس کی

دانشمندی میں کوئی شک کسے گا۔ بجا ایک خود خدا کی صفات بھی مختلف ہیں اور ان سے مختلف افعال کا صدور ہوتا ہے۔ اور خود کوئی عیسائی پادری ہم نے ایسا نہیں دیکھا کہ مثلاً سردی کے ایام میں بھی گرمی ہی کے لباس سے کام لے۔ اور ویسی غذاؤں پر گزارہ کرے یا ساری عمر ماں ہی کا دودھ پیتا رہے۔ یا بچپن ہی کے چھوٹے ٹھونڈے کرتے پا جائے پہنا کرے۔ غرض اس قسم کی تعلیم پیش کرتے ہوئے شرم آجاتی ہے۔ اگر ایمان اور خدا کا خوف ہو۔ اگر نری اور علم ہی کافی تھا، تو پھر کیا یہ مصیبت پڑی کہ انجیل کے ماننے والوں کو دیوانی، فوجدار، جرائم کی سزائوں کے لیے قانون بنانے پڑے اور سیاست اور ملک داری کے آئین کی ضرورت ہوئی۔ ایک گال پر طاپچر کھا کر دوسری پھیرنے والوں کو فوجوں اور پولیس کی کیا ضرورت! خدا کے لیے کوئی حور کرے۔ پس اس اصول نے تمام حقوق العباد پر پانی پھیر دیا ہے۔ جبکہ ساری قوتوں ہی کا خون کر دیا۔

اسلام کل انسانی قوی کا تکفل ہے
اب اس کے مقابل میں دیکھو کہ اسلام نے کیسی تعلیم
دی اور کس طرح پر ساری قوتوں اور طاقتوں کا تکفل

فرمایا۔ اسلام نے سب سے اول یہ بتایا ہے کہ کوئی قوت اور طاقت جو انسان کو دی گئی ہے۔ فی انفسہ وہ بُری نہیں ہے۔ بلکہ اس کی افراط یا تفریط اور بُرا استعمال اُسے اخلاقِ ذمیرہ کی ذیل میں داخل کرتا ہے اور اس کا بر عمل اور اعتدال پر استعمال ہی اخلاق ہے۔ یہی وہ اصول ہے جو دوسری قوموں نے نہیں سمجھا۔ اور قرآن نے جس کو بیان کیا ہے۔ اب اس اصول کو تہ نظر رکھ کر وہ کہتا ہے جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا خَيْرٌ مِّنْ حَسَدٍ (اشعری ۱۱۱) یعنی بدی کی سزا تو اسی قدر بدی ہے لیکن جس نے غمو کیا اور اس غمو میں اصلاح بھی ہو۔ غمو کو تو مزہد رکھا ہے، مگر یہ نہیں کہ اس غمو سے شر بہ اپنی شرارت میں بڑھے یا تمدن اور سیاست کے اصولوں اور انتظام میں کوئی خلل واقع ہو۔ بلکہ ایسے موقع پر سزا مزہد ہی ہے۔ غمو اصلاح ہی کی حالت میں روا دکھا گیا ہے۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ تعلیم انسانی اخلاق کی متمم اور مکمل ہو سکتی ہے یا نرے ٹاپچے کمانے۔ قانونِ قدرت بھی پکا کر اسی کی تائید کرتا ہے اور عملی طور پر بھی اس کی ہی تائید ہوتی ہے۔ انجیل پر عمل کرنا ہے، تو پھر آج ساری عدالتیں بند کر دو اور دون کے لیے پولیس اور پھرہ اُمٹھا دو۔ تو دیکھو کہ انجیل کے ماننے سے

کس قدر خون کے دریا بہتے ہیں۔ اور انجیل کی تعلیم اگر ناقص اور ادھوری رہ جوتی، تو مسلمانوں کو جدید قوانین کیوں بنانے پڑتے۔

آریوں کے عقائد

غرض یہ حقوق العباد پر انجیل کی تعلیم کا اثر ہے۔ اب میں یہ بھی بتا دینا چاہتا ہوں کہ دیانند نے جو دیک کا خلاصہ ان دونوں اصولوں کے دوسے پیش کیا ہے وہ کیا ہے۔ حق اللہ کے متعلق تو اُس نے یہ عالم کیا ہے کہ ان ایسا ہے کہ خدا کبھی چیز کا بھی خالق نہیں ہے، بلکہ ذرات اور اندام خود بخود ہی اس کی طرح ہیں۔ وہ صرف اُن کا جوڑنے جاڑنے والا ہے، جس کو عربی زبان میں مولف کہتے ہیں۔ اب اس سے بڑھ کر حق اللہ کا اتلاف اور کیا ہو گا کہ اس کی ساری صفات ہی کو اُڑا دیا اور اظہارِ مشاں منصفیتِ خالصت کا زور سے انکار کیا گیا، جبکہ وہ جوڑنے جاڑنے والا ہی ہے۔ تو پھر سمجھ میں نہیں آتا کہ اگر یہ تسلیم کر لیا جاوے کہ ایک وقت مرہبی جاوے گا، تو اس سے مخلوق پر کیا اثر پڑ سکتا ہے کیونکہ جب اُس نے اُسے پیدا ہی نہیں کیا، تو وہ اپنے وجود کے بقا اور قیام میں قائم بالذات ہیں۔ اُس کی ضرورت ہی کیا ہے۔ جوڑنے جاڑنے سے اس کا کوئی حق اور قدرت ثابت نہیں ہوتی۔ جبکہ اجسام اور رُوحوں میں مختلف قوتیں اتصال اور انفصال کی بھی موجود ہیں۔ رُوح میں بڑی بڑی قوتیں ہیں۔ جیسے کشف کی قوت۔ انسانی رُوح جیسی یہ قوت دکھا سکتا ہے اور کسی کا رُوح نہیں دکھا سکتا۔ مثلاً گائے یا بیل کا۔ اور افسوس ہے کہ اگر یہ ان اور رُوح کو بھی مہم اُن کی قوتوں اور خواہش کے خدا کی مخلوق نہیں سمجھتا۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ جب یہ ایسا۔ اجسام اور ادواح خود بخود قائم بالذات ہیں اور ان میں اتصال اور انفصال کی قوتیں بھی موجود ہیں تو وجود باری پر اُن کے وجود سے کیا دلیل لی جاسکتی ہے۔ کیونکہ جب میں یہ کہتا ہوں کہ یہ سوٹا ایک قدم چل سکتا ہے۔ دوسرے قدم پر اس کے نہ چلنے کی کیا وجہ؟

وجود باری پر دو ہی قسم کے دلائل ہو سکتے ہیں۔ اول تو مضمون کو دیکھ کر صالح کے وجود کی طرف ہم انتقال ذہن کا کرتے ہیں۔ وہ تو یہاں مفقود ہے، کیونکہ اس نے کچھ پیدا ہی نہیں کیا۔ کچھ پیدا کیا ہو تو اس سے وجود خالق پر دلیل پیدا کریں اور یا دوسری صورت خوارق اور معجزات کی ہوتی ہے۔ اس سے وجود باری پر زبردست دلیل قائم ہوتی ہے، مگر اس کے لیے دیانند نے اور سب آریوں نے اعتراف کیا ہے کہ وہ یہ کسی پیشگوئی یا خارقِ عادت امر کا ذکر نہیں اور معجزہ کوئی چیز ہی نہیں ہے۔ اب بتاؤ کہ کونسی صورتِ خدا کی ہستی پر دلیل قائم کرنے کی اُن کے عقیدہ کے دوسرے رہی۔ اور پھر اُن کا ایسا خدا ہے کہ کوئی ساری عمر کشتی ہی محنت و مشقت سے اُس کی عبادت کرے، مگر اس کو ابدی نجات ملے گی ہی نہیں۔ ہمیشہ جُولوں کے چکر میں اُسے چلنا ہو گا۔ کبھی کبھرا سکھوڑا اور کبھی کبھر کبھی کبھر بنا ہو گا۔

حقوق العباد کے متعلق اتنا ہی کافی ہے کہ ان میں: بگ کا مسئلہ موجود ہے کہ اگر ایک عورت کے اپنے خاوند سے اولاد نہ ہوتی ہو تو وہ کسی دوسرے مرد سے ہمبستر ہو کر اولاد پیدا کرنے اور کھانے پینے مقویات اور بستر وغیرہ کے سارے اخراجات اُس بیروج دانا کے اس خاوند کے ذمہ ہوں گے، جو اپنی عورت کو اُس سے اولاد لینے کی اجازت دیتا ہے۔ اس سے بڑھ کر قابلِ شرم اور کیا بات ہوگی۔ یہ تو مختصر سا نمونہ ہے۔ یہاں قادیان میں پنڈت سومراج ایک مدرس تھا جو آریہ ہے۔ اُس کو میں نے ایک جماعت کے ڈوبر بڑ بلا یا، جس میں بعض ہندو بھی تھے۔ اور اُس سے یہ مسئلہ پوچھا۔ تو اس نے کہا ہاں جی کیا مضائقہ ہے۔ اب ہمیں تو اُس کے مُنہ سے یہ سُنا کر تعجب ہی ہوا۔ دوسرے ہندو رام رام کرنے لگے۔ میں نے سُنا کر کہا کہ بس آپ جا بیٹے۔ غرض یہ ہے اُن میں حقوق العباد کا لحاظ۔

مستر عبدالحق صاحب: میں نے آپ کی کتاب ”آریہ دھرم“ پڑھی ہے۔

حضرت مسیح موعود: ساری تقریر کا خلاصہ یہ ہے کہ ہر تپا مذہب اور تپا عقیدہ ان تین نشانیوں یعنی: نعوس، عقل اور تائیدِ سماوی سے شناخت کیا جاتا ہے اور عیسائی مذہب کی بابت میں نے مختلف پہلوؤں سے مختصر طور پر آپ کو دکھایا ہے کہ اس میں یار پر پورا نہیں اُترتا۔ یہودیوں کی کتابوں میں اس تئینش اور کفارہ کا کوئی پتہ نہیں اور کبھی وہ بیٹے خدا کے منتظر ہی نہ تھے اور عقل دُور سے دھکتے دیتی ہے۔ نشانات کا یہ حال کہ ایسا نادر کے نشان کا پایا جاتا بھی مشکل ہے۔ ایک بار فتح مسیح نام ایک عیسائی نے کہا تھا کہ مجھے ابہام ہوتا ہے۔ میں نے جب اُسے کہا کہ تو پیش گوئی کر تو گھیرا یا اور مجھے کہا کہ ایک مضمون بند لفا میں رکھا جاوے اور آپ اس کا مضمون بتادیں۔ مجھے خدا تعالیٰ نے اطلاع دی کہ تو اُس کو قبول کرے۔ جب میں اُس کو بھی قبول کر لیا، تو کئی سو آدمیوں کے مجمع میں آکر یادری واٹھ برکنیٹ نے کہا کہ یہ فتح مسیح ہوتا ہے۔ غرض حق ایک ایسی چیز ہے کہ پلنے ساتھ نعوس اور عقل کی شہادت کے علاوہ فرد کی شہادت بھی دکھتے ہیں اور یہ شہادت سب سے بڑھ کر ہوتی ہے اور یہی ایک نشان مذہب کی زندگی کا ہے، کیونکہ جو مذہب زندہ خدا کی طرف سے ہے اس میں ہمیشہ زندگی کی روح کا پایا جانا ضروری ہے تا اس کے زندہ خدا سے تعلق ہونے پر ایک روشن نشان ہو۔ مگر عیسائیوں میں یہ ہرگز نہیں ہے؛ حالانکہ اس زمانہ میں جو سائنس اور ترقی کا زمانہ کہلاتا ہے۔ ایسے خارق عادت نشانیوں کی بڑی بھاری منزل ہے جو خدا تعالیٰ کی، سستی پر دلائل ہوں۔ اب اس وقت اگر کوئی عیسائی مسیح کے گذشتہ مہجرات جن کی ساری رونق تالاب کی تاثیر دُور کرتی ہے سنا کر اُس کی خدائی متواپنا چاہے تو اس کے لیے لازمی بات ہے کہ وہ خود کوئی کرشمہ دکھائے، ورنہ آج کوئی منطوق یا فلسفہ ایسا نہیں ہے جو ایسے انسان کی خدائی ثابت کر دکھائے جو ساری رات روتا رہے اور اُس کی

دعا ہی قبول نہ ہو اور جس کی زندگی کے واقعات نے اُسے ایک ادنیٰ درجہ کا انسان ثابت کیا ہو۔ پس میں دعویٰ سے کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ میں اس میں سچا ہوں اور تجربہ اور نشانات کی ایک کثیر تعداد نے میری سچائی کو روشن کر دیا ہے کہ اگر یسوع مسیح ہی زندہ خدا ہے اور وہ اپنے صلیب برداروں کی نجات کا باعث ہوا ہے اور ان کی دعاؤں کو قبول کرتا ہے، ابا جو دیکھ اس کی خود دعا قبول نہیں ہوتی تو کسی پادری یا آ رہب کو میرے مقابلہ پر پیش کر دو کہ وہ یسوع مسیح سے مدد اور توفیق پا کر کوئی خارق عادت نشان دکھائے میں اب میدان میں کھڑا ہوں اور میں سچ کہتا ہوں کہ میں اپنے خدا کو دیکھتا ہوں وہ ہر وقت میرے سامنے میرے ساتھ ہے۔ میں پکارا کرتا ہوں مسیح کو مجھ پر زیادت نہیں، کیونکہ میں خود محمدی کا قائم مقام ہوں جو ہمیشہ اپنی رکشائی سے زندگی کے نشان قائم کرتا ہے۔ اس سے بڑھ کر اور کس چیز کی ضرورت ہو سکتی ہے۔ تسلی پانے کے لیے اور زندہ خدا کو دیکھنے کے لیے ہمیشہ روح میں ایک ٹرپ اور پیاس ہے اور اُس کی تسلی آسمانی تائیدوں اور نشانوں کے بغیر ممکن نہیں اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ عیسائیوں میں یہ نور اور زندگی نہیں ہے بلکہ یہ حق اور زندگی میرے پاس ہے۔ میں ۲۶ برس سے اشتهار دے رہا ہوں اور تعجب کی بات ہے کہ کوئی عیسائی پادری مقابلہ پر نہیں آتا۔ اگر ان کے پاس نشانات ہیں تو وہ کیوں انجیل کے جلال کے لیے پیش نہیں کرتے۔ ایک بار میں نے ٹولہ ہزار اشتهار انگیزی اُردو میں چھاپ کر تقسیم کیے جن میں سے اب بھی کچھ ہمارے دفتر میں ہوں گے۔ مگر ایک بھی نہ اٹھا جو یسوع کی عدالتی کا کرشمہ دکھانا اور اس بُت کی حمایت کرتا۔ اصل میں وہاں کچھ ہے ہی نہیں، کوئی پیش کیا کرے۔ منقر یہ کہ حق کی شناخت کے لیے یہ تین ہی ذریعے ہیں اور عیسائی مذہب میں تینوں مفقود ہیں۔

خدا کا شکر ہے کہ آپ کو اچھا موقع مل گیا ہے اور آپ یہاں آگئے ہیں۔ ان تقریروں کی ترتیب سے بہت فائدہ ہوگا۔ آپ ان کو خوب غور سے سن لیا کریں اور پھر جب آپ کو اس میں کچھ کلام باقی نہ ہو تو اس پر دستخط کر دیا کریں تاکہ ہمارا یہ وقت رائگاں نہ جاوے اور سُود مند ثابت ہو۔ سراج الدین کے لیے جو وقت ہم نے دیا ہے اگر اس طرح پر تقریر لکھی جاتی تو ایک جنت رہتی۔ اُس نے اپنے عمل سے دوسروں کو بھی بدلتی کا موقع دیا۔ میری تو سمجھ میں نہیں آتا کہ ایک شخص جب ایک جگہ سچائی کو چھوڑتا ہے وہ دوسری جگہ سچائی سے کیونکر پیار کر سکتا ہے۔ مسٹر عبدالحق: ہاں بچے دستخط کرنے میں کیا حذر ہو سکتا ہے اور میرا اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔ حضرت مسیح موعود: بات یہ ہے کہ ساری جہزات دل کی پاکیزگی سے پیدا ہوتی ہے۔ اگر دل صاف ہے تو اُسے کوئی بات روک نہیں سکتی۔

مسٹر عبدالحق: میں نے جب یہاں آنے کا ارادہ کیا تو ایک عیسائی سے ذکر کیا، تو اس نے آپ کو گالی دی۔ اور مجھے یہ ناگوار معلوم ہوا۔ میں نے کہا کہ یہ تو بڑی بات ہے گالی دینے کے کیا معنی۔ اس نے کہا کہ وہ ہمارا دشمن

ہے۔ میں نے کہا۔ انجیل میں لکھا ہے کہ دشمنوں سے پیاد کرو۔ یہ کہاں لکھا ہے کہ دشمنوں کو گالیاں دو۔ پھر میں نے مسٹر لریج دین سے اس کا ذکر کیا انہوں نے بھی اُس کو اچھا نہ سمجھا۔ بعض آدمیوں کی حالت یہاں تک پہنچی ہوئی ہے۔

حضرت یسح موعودؑ؛ گالیاں دیتے ہیں اس کی توجیح پر وہ نہیں ہے۔ بہت خطوط گالیوں کے آتے ہیں۔ جن کا مجھے محسوس بھی دینا پڑا ہے اور کھوتا ہوں، تو گالیاں ہوتی ہیں۔ اشتہاروں میں گالیاں دی جاتی ہیں۔ اور اب تو کھلے لفظوں پر گالیاں لکھ کر بھیجتے ہیں۔ مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے۔ اور خدا کا نور کہیں بجھ سکتا ہے ہمیشہ نبیوں، راستبازوں کے ساتھ ناشکروں نے یہی سلوک کیا ہے ہم جس کے نقش قدم پر آتے ہیں مسیح نامہری اس کے ساتھ کیا ہوا۔ اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ کیا ہوا۔ اب تک ناپاک طبع لوگ گالیاں دیتے ہیں۔ میں تو بنی نوع انسان کا حقیقی خیر خواہ ہوں۔ جو مجھے دشمن سمجھتا ہے وہ خود اپنی جان کا دشمن ہے (اتنے میں مکان کے قریب پہنچ گئے اور حضرتؑ نے پھر فرمایا کہ) آپ مہمان ہیں آپ کو جس چیز کی تکلیف ہو، مجھے بے تکلف کہیں کیونکہ میں تو اندر رہتا ہوں اور نہیں معلوم ہوتا کہ کس کو کیا ضرورت ہے۔ آج کل مہمانوں کی کثرت کی وجہ سے بعض اوقات خادم بھی غفلت کر سکتے ہیں۔ آپ اگر ذہانی کہنا پسند کریں، تو مجھے لکھ کر بھیج دیا کریں۔ مہمان لازمی تو میرا فرض ہے۔

تیسری ملاقات

۲۲ ستمبر ۱۹۰۱ء

مشرعہ دہلی، کفارہ کا مسئلہ تو میں نے سمجھ لیا ہے۔ تیلیٹ کا تو کریں؛

حضرت یسح موعودؑ؛ میں نے سب سے پہلے اسی لیے آپ کو کہا تھا کہ آپ اپنے اعتراض پیش کریں جو اسلام پر ہوتے ہیں اور خود اپنی تعمیر کے ضمن میں جہاد، غلامی، تعدد آزدواج پر کچھ باتیں کی جاسکتیں تاکہ آپ کو اس پر اعتراض کرنے کا موقع ملے۔

میری رائے میں طالبِ حق کا فرض ہے کہ جو بات اس کے دل میں غلبان کرے اس کو فوراً پیش کرے؛ ورنہ وہ ایمان کو کمزور کرے گی اور روحانی قوتوں پر بڑا اثر ڈالے گی۔ جیسے کوئی خراب غذا کھائے تو وہ اندر جا کر خرابی

۱۰ الحکم جلد ۶ نمبر ۴ ص ۱۱۱ پرچہ ۳۱ جنوری ۱۹۰۲ء

الحکم جلد ۶ نمبر ۵ ص ۱۱۱ پرچہ ۳۱ فروری ۱۹۰۲ء

پیدا کرتی ہے اور قہر یا دوست کی صورت میں نکلتی ہے۔ اسی طرح کوئی گنہہ عقیدہ اندر رہ کر فساد کرنے سے نہیں لگتا۔ اور اُس کا فساد یہی ہے کہ انسان کے اخلاق چال چلن پر بُرا اثر ہو جاتا ہے اور وہ ایک مجذوم کی مانند بن جاتا ہے۔ پس جو چیز آپ کے دل میں کھٹکے آپ اُسے پوچھیں اور تشکیک کے رد میں مختصر اُمیں کہہ چکا ہوں اور اب میں آپ سے اُس کے دلائل سُنانا چاہتا ہوں، کیونکہ اُس کا بار ثبوت آپ پر ہے جو اسے مدارِ نجات مٹھلاتے ہیں اور ایک گروہ کثیر جسے اختلاف کرتے ہیں مثلاً ایک شخص ایک معمولی بات کے خلاف جو دُنیا نے مانی ہے کہ انسان آنکھ سے دیکھتا ہے اور زبان سے چمکتا اور بولتا ہے اور کانوں سے سُنتا ہے یہ کہے کہ انسان آنکھ سے بولتا ہے اور کان سے دیکھتا ہے تو قانون کی رُو سے ثبوت اس کے ذمہ ہے۔

اسی طرح پر تشکیک کا تو کوئی قابل نہیں یہودی جو ابراہیمی سلسلہ میں ہیں وہ اس سے انکار کرتے ہیں اور صاف کہتے ہیں کہ ہماری کتابوں میں اس کا کوئی نام و نشان نہیں، بر خلاف اس کے توحید کی تعلیم ہے اور نہ آسمان پر نر زمین پر نہ پانی میں غرق نہیں مٹی رُو سر اُردا تجویز کرنے سے منع کیا گیا ہے۔

پھر میں نے قانونِ قدرت سے آپ کو ثابت کر دکھایا کہ توحید ہی ماننی چاہیے۔ پھر باطنی شریعت میں توحید کے نقوش ہیں۔ اب آپ جو نقل عقل اور باطنی شریعت کے خلاف کہتے ہیں کہ خدا ایک نہیں، بلکہ تین ہیں تو یہ ثبوت آپ ہی کے ذمہ ہے۔ یہ استدلال ایسا ہے کہ نہیں تو فقط اس کے سُنانے ہی کا حق ہے کیونکہ نبیوں اور راستبازوں کی تعلیم کے صریح خلاف ہے۔

میں خدا کو حاضر ناظر جان کر کہتا ہوں اور خدا نے میرے دل کو اس سے پاک بنا لیا ہے کہ اس میں بے انصافی ہو۔ اس کا بار ثبوت آپ کے ذمہ ہے۔ ریکہ تاویلوں سے کام نہیں چلتا اور نہ اُن سے تسلی ہو سکتی ہے۔ آپ خود دل میں انصاف کریں کہ راستباز کے بغیر کوئی وہ کام نہ کرے گا جو میں کرتا ہوں۔

پس آپ جس قدر مفصل اس پر لکھ سکیں وہ لکھ کر سُناویں، مگر اتنا یاد رکھیں کہ دعویٰ اپنے نفس میں ابہام رکھتا ہے۔ بعض آدمیوں کو یہ دھوکا لگ جاتا ہے کہ وہ دعویٰ اور دلیل میں فرق نہیں کر سکتے۔ دعوے کے لیے دلیل ایک روشن چراغ ہوتی ہے پس دعویٰ اور دلیل میں فرق کر لینا ضروری ہے۔ (اس پر سر جلد الحق نے کہا کہ میں کل لکھ کر سُنا دوں گا اور حضرت اقدس تشریح لے گئے۔)

چوتھی ملاقات



۲۶ دسمبر ۱۹۰۱ء

آج احباب بہت کثرت سے آگئے تھے۔ اور لاہور، وزیر آباد، راولپنڈی، علاقہ کابل، جموں گوجرانوالہ، امرتسر، کپورتھلہ، لودھانہ، ساہیوالہ وغیرہ مقامات اکٹھے دوست آپہنچے تھے حضرت اقدسؒ حسب معمول سیر کو نکلے اور خدام کے زمرہ میں یہ فخرِ خدا چلا۔ احباب باپردوں کی طرح ایک دوسرے پر گزنا بھی بجاتے خود دیکھنے والے کے لیے ایک عجیب نظارہ تھا۔ انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کے حضرت اقدسؒ کے ارشاد کے موافق ایک مختصر سی تحریر پڑھ کر سنائی جو ان کے اپنے خیال میں تیسٹ اوریج کی اوثیت کے دلائل پر مشتمل تھی۔ اس کو سن لینے کے بعد حضرت اقدسؒ نے اپنا سلسلہ کلام ٹوں شروع فرمایا۔

اصل بات یہ ہے کہ یہ بات ہر شخص کو معلوم ہے اور اس سے کوئی دانشمند انکار نہیں کر سکتا کہ ہر آدمی جس نعلی میں مبتلا ہے یا جس خیال میں گرفتار ہے

تیسٹ اوریج

وہ اس کے لیے اپنے پاس کوئی نہ کوئی وجوہات دیکھ کر ضرور رکھتا ہے، مگر دانشمند اور سلیم لفظ انسان کا خاصہ ہے کہ وہ ان کی تدرین کر کے اصل نتیجہ کو جو سچائی ہوتی ہے تلاش کرنے لگتا ہے۔ اب اسی اصول کے موافق عیسائیوں نے بھی اپنے اس عقیدہ تیسٹ کے موافق کچھ باتیں بنا رکھی ہیں۔ جن کو وہ دلائل قرار دیتے ہیں اور سمجھتے ہیں مگر اب آپ کو معلوم ہو جائے گا کہ یہ دلائل کیا وقعت رکھ سکتے ہیں اور ان میں کہاں تک قوت اور زور ہے جس حال میں عیسائیوں میں ایسے فرقے بھی موجود ہیں جو مسیح کی اوثیت اور خدائی کے قائل نہیں اور نہ تیسٹ ہی کو مانتے ہیں۔ جیسے مثلاً یونی ٹیون تو کیا وہ اپنے دلائل اور وجوہات انجیل سے بیان نہیں کرتے وہ بھی تو انجیل ہی پیش کرتے ہیں۔ اب اگر صاحبانِ کلام اور انجیل میں مسیح کی اوثیت یا تیسٹ کا بیان ہوتا تو کیا وجہ ہے کہ یونی ٹیون فرقہ اس سے انکار کرتا ہے؛ حالانکہ وہ انجیل کو اسی طرح مانتا ہے جس طرح دوسرے عیسائی۔

جو پیش گوئیاں تدریت کی پیش کی جاتی ہیں ان کے متعلق بھی ان لوگوں نے کلام کی ہے اور ایک یونی ٹیون کی بعض تحریریں بھی میرے پاس ایک موجود ہیں۔ کیا انھوں نے ان کو نہیں پڑھا اور نہیں سمجھا۔ قرآن شریف نے کیا خوب کہا ہے۔ کُلُّ حِزْبٍ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُونَ (الروم: ۳۳)۔

میری مُراد اس کے بیان کرنے سے صرف یہ ہے کہ تاویلات رکھیں اور قطعی باتیں تو ایک باطل پرست بھی پیش کرتا ہے، مگر کیا ہمارا یہ فرض نہیں ہونا چاہیے کہ یہاں اس پر پورا غور کریں۔ یونیٹریں لوگوں نے تئلیٹ پرستوں کے بیانات ان پیشگوئیوں کے متعلق سن کر کہا ہے کہ یہ قابلِ شرم باتیں ہیں جو پیش کرنے کے قابل نہیں ہیں۔ اور تئلیٹ اور اہویت مسیح کا ثبوت اسی قسم کا سکتا ہے تو پھر بائبل سے کیا ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن ایک محقق کے لیے غور طلب بات یہ ہے کہ وہ ان کو پڑھ کر ایک مسیح طلب قرار دے اور پھر اندرونی اور بیرونی نگاہ سے اس کو سوچے۔ اب ان پیشگوئیوں کے متعلق جہاں تک میں کہہ سکتا ہوں یہ امر قابلِ غور ہیں۔

آول۔ کیا ایسا بیٹھو نیوں کی بابت یہودیوں نے بھی (جن کی کتابوں میں یہ درج ہیں) یہی بھی بھرا ہوا تھا کہ ان سے تئلیٹ پائی جاتی ہے، مسیح کا خدا ہونا ثابت ہوتا ہے۔

دوئم۔ کیا مسیح نے دعویٰ تسلیم کیا کہ یہ پیشگوئیاں میرے ہی لیے ہیں اور پھر اپنے آپ کو ان کا مصداق قرار دے کر مصداق ہونے کا عملی ثبوت کیا انہیں؟ اب اگرچہ یہ ایک لمبی بحث بھی ہو سکتی ہے کہ کیا درحقیقت وہ پیشگوئیاں اہل کتاب میں اسی طرح درج ہیں یا نہیں، مگر اس کی کچھ پینڈل ضرورت مذکورہ کتابوں کی توثیق طلب اُمور پر نظر کرتے ہیں۔

یہودیوں نے جو اہلِ وارث کتاب تواریت ہیں اور جن کی بابت خود مسیح نے کہا ہے کہ وہ موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں، کبھی بھی ان بیٹھو نیوں کے یہ سنے نہیں گئے جو آپ یا دوسرے عیسائی کرتے ہیں اور وہ کبھی بھی مسیح کی بات یہ خیال رکھ کر کہ وہ تئلیٹ کا ایک جزو ہے منتظر نہیں، چنانچہ میں نے اس سے پہلے بہت واضح طور پر اس کے متعلق لکھا ہے اور عیسائی لوگ محض ذبردستی کی راہ سے ان پیشگوئیوں کو حضرت مسیح پر جاتے ہیں جو کسی طرح بھی نہیں جیتی ہیں، درہمِ طہار یہودی کوئی شہادت پیش کرنی چاہیے کہ کیا وہ اسے ہی مراد لیتے ہیں جو تم لیتے ہو۔ پھر انہیں کو پڑھ کر دیکھو (وہ کوئی بہت بڑی کتاب نہیں) اُس میں کہیں بھی ایسا نہیں ہوا کہ حضرت مسیح نے ان

پیشگوئیوں کو پورا نقل کر کے کہا ہو کہ اس پیشگوئی کے دوسرے میں عمداً ہوں اور یہ میری اہویت کے دلائل ہیں، کیونکہ بڑا دعویٰ تو مسیح دانہ شدہ کے نزدیک بھی قابلِ سماعت نہیں ہے اور یہ جانتے ہوئے ایک دعویٰ ہے کہ ان پیشگوئیوں میں مسیح کو خدا بنایا گیا ہے، مسیح نے خود کبھی دعویٰ نہیں کیا تو کبھی دوسرے کا خواہ مخواہ اُن کو خدا بنانا عجیب بات ہے۔ اور پھر اگر بعض یہ حال کیا بھی ہو تو اس قدر تاہم اُن کے دعویٰ اور افعال میں یا یہاں تک ہے کہ کوئی عقلمند اور خدا پرست اُن کو پڑھ کر انہیں خدا نہیں کہے گا، بلکہ کوئی بڑا عظیم الشان انسان انہیں بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ انہیں کے اس دعویٰ کو رد کرنے کے لیے تو خود انہیں ہی کافی ہے، کیونکہ کبھی مسیح کا اقرار ثابت نہیں۔ بلکہ جہاں اُن کو موقع ملا تھا کہ وہ اپنی خدائی منوایا لیتے وہاں اُنہوں نے ایسا جواب دیا کہ ان ساری پیشگوئیوں کے مصداق ہونے سے گویا انکار

کر دیا اور ان کے افعال اور اقوال جو انجیل میں درج ہیں وہ بھی اسی کے تویہ ثابت ہوتے ہیں، کیونکہ خدا کے لیے تویہ ضرور ہے کہ اس کے افعال اور اقوال میں متناقض نہ ہو، حالانکہ انجیل میں صریح متناقض ہے۔ مثلاً مسیح کہتا ہے کہ باپ کے سوا کسی کو قیامت کا علم نہیں ہے۔ اب یہ کیسی تعجب نیز بات ہے کہ اگر باپ اور بیٹے کی عینیت ایک ہی ہے تو کیا مسیح کا یہ قول اس کا مصداق نہیں کہ دروغ گورا حلقہ بنا شد، کیونکہ ایک مقام پر تو دعویٰ خدائی اور دوسرے مقام پر الوہیت کے صفات کا انکار اور یہ جو کہا جاتا ہے کہ انجیل میں مسیح پر بیٹے کا لفظ آیا ہے۔ اس کے جواب میں ہیں یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ انجیل محرف یا مبدل ہے۔ بائبل کے پڑھنے والوں سے یہ ہرگز معنی نہیں ہے کہ اس میں بیٹے کا لفظ کس قدر عام ہے۔ اسرائیل کی نسبت لکھا ہے کہ اسرائیل فرزند من است بلکہ نعمت نلادۃ من است اب اس سے بڑھ کر اور کیا ہوگا۔ اور خدا کی بیٹیاں بھی بائبل سے تو ثابت ہوتی ہیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ خدا کا اطلاق بھی ہوا ہے کہ تم خدا ہو۔ اس سے زیادہ اور کیا ثبوت ہوگا۔ اب ہر ایک منصف مزاج دانشمند غور کر سکتا ہے کہ اگر ابن کا لفظ عام نہ ہوتا، تو تعجب کا مقام ہوتا۔ لیکن جبکہ یہ لفظ عام ہے اور آدم کو بھی شجرۃ اہلہ میں داخل کیا گیا ہے اور اسرائیل کو نعمت زادہ بتایا گیا ہے اور کثرت استعمال نے ظاہر کر دیا ہے کہ مقدسوں اور راستبازوں پر یہ لفظ حُسن ظن کی بنا پر بولا جاتا ہے۔ اب جبکہ مسیح پر اس لفظ کے اطلاق کی خصوصیت نہ بتائی جاوے کہ کیوں اس بنیت میں وہ سارے راستبازوں کے ساتھ شامل نہ کیا جاوے اس وقت تک یہ لفظ کچھ بھی مفید اور موثر نہیں ہو سکتا، کیونکہ جب یہ لفظ عام اور قومی محاورہ ہے تو مسیح پر ان سے کوئی نرالے معنی پیدا نہیں کر سکتا۔ میں اس لفظ کو مسیح کی خدائی یا انیت یا الوہیت کی دلیل مان لیتا، اگر یہ کسی اور کے حق میں نہ آیا ہوتا۔

یہ سچ سچ کہتا ہوں اور خدا تعالیٰ کے خوف سے کہتا ہوں کہ ایک پاک دل رکھنے والا اور سچے لاشنس والے کے لیے اس بات کی ذرا بھی پروا نہیں ہو سکتی اور ان الفاظ کی کچھ بھی وقعت نہیں ہو سکتی، جب تک یہ ثابت کر کے نہ دکھایا جاوے کہ کسی اور شخص پر یہ لفظ کبھی نہیں آئے اور یا آئے ہیں مگر مسیح ان وجوہات تویہ کی بنا پر آدموں سے ممتاز اور خصوصیت رکھتا ہے۔ یہ تو دورنگی ہے کہ مسیح کے لیے یہی لفظ آئے تو وہ خدا بنایا جاوے اور دوسروں پر اس کا اطلاق ہو تو وہ بندے کے بندے۔

اگر یہ اعتقاد کیا جاوے کہ خدا خود ہی آکر دُنیا کو نجات دیا کرتا ہے یا اس کے بیٹے ہی آتے ہیں، تو بے ضرور لازم آئے گا۔ اور ہر زمانہ میں نیا خدا یا اس کے بیٹوں کا آنا ماننا پڑے گا جو صریح خلاف بات ہے۔

ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور بات قابل غور ہے کہ وہ کیا نشانات تھے جن سے حقیقتاً مسیح کی خدائی ثابت ہوتی، کیا معجزات؟ اول تو ہرے سے ان معجزات کا کوئی ثبوت ہی نہیں، کیونکہ انجیل نویسوں کی نبوت ہی کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر ہم اس سوال کو درمیان میں نہ بھی لائیں اور اس بات کا لحاظ نہ کریں کہ انہوں

نے ایک حق اور چشم دید حالات دیکھنے والے کی حیثیت سے نہیں لکھے۔ تب بھی ان معجزات میں کوئی رونق اور قوت نہیں پائی جاتی جبکہ ایک تالاب ہی کا قصہ مسیح کے سارے معجزات کی رونق کو ڈور کر دیتا ہے اور مقابلتاً جب ہم انبیاء سابقین کے معجزات کو دیکھتے ہیں، تو وہ کسی حالت میں مسیح کے معجزات سے کم نہیں بلکہ بڑھ کر ہیں، کیونکہ بائبل کے مطالعہ کرتے والے خوب جانتے ہیں کہ پہلے بیوں سے مردوں کا زندہ ہونا ثابت ہے، بلکہ بعض کی ہڈیوں سے مردوں کا لگ کر بھی زندہ ہونا ثابت ہے؛ حالانکہ مسیح کے خیالی معجزات میں ان آموں کا کوئی اثر نہیں ہے۔ مسیح کی لاش نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا پھر تباؤ کہ مسیح کو کون سی چیز خدا بنا سکتی ہے؟ کیا پیشگوئیاں؟ ان کی حقیقت میں نے پہلے بتا دی ہے کہ مسیح کی پیشگوئیاں پیشگوئی کا رنگ ہی نہیں رکھتی ہیں جو بائبل پیشگوئی کے رنگ میں مندرج ہیں وہ ایسی ہیں کہ ایک معمولی آدمی بھی ان سے بہتر بتا سکتا ہے اور قیافہ شناس تدبیر کی پیشگوئیاں ان سے بدرجہا بڑھی ہوئی ہوتی ہیں۔ بی عملی الاعلان کہتا ہوں کہ اگر اس وقت مسیح ہوتے، تو جس قدر عظیم الشان تائیدی نشان پیشگوئیوں کے رنگ میں اب خدا نے میرے ہاتھ پر صادر کیے ہیں، وہ ان کو دیکھ کر شرمندہ ہو جاتے اور اپنی پیشگوئیوں کا کہ زلزلے آئیں گے۔ مری اور قحط پڑیں گے یا مرغ بائبل دیکھا کبھی مارے ندامت کے نام نہ لیتے۔

پھر آپ ہی ہیں بتائیں کہ کس طرح پر ہم مسیح کو مانیں کہ وہ خدا تھا۔ خدائی کا دعویٰ ان میں نہیں ٹھٹھ سا بقہ کی پیشگوئیوں کے اپنے متعلق ہونے کا انھوں نے کوئی دعویٰ نہیں کیا اور نہ اپنے متعلق ہونے کا کوئی ثبوت دیا۔ پھر سلب صفات خدائی کو ہم ان میں دیکھتے ہیں۔ قیامت کی بابت انہیں اقرار ہے کہ مجھے اس کا علم نہیں۔ باپ اور بیٹے کے باوجود متحدی الوجود ہونے کے ایک کا عالم دوسرے کا جاہل ہونا قابل لحاظ ہے۔ تقدس کا یہ حال کہ خود کہتا ہے کہ مجھے نیک نہ کہو۔ صرف باپ ہی کو نیک ٹھہراتا ہے۔ پھر یہ اختلاف بھی باپ بیٹے کی حیثیت کے خلاف ہے۔ صرف ان کا لفظ ان کی خدائی کو ثابت نہیں کر سکتا۔ کیونکہ حقیقت اور مجاز میں باہم تفریق کرنے کے ہم مجاز نہیں ہو سکتے۔ کہ کہیں کہ یہاں تو حقیقت مراد ہے اور فلان جگہ مجاز ہے۔ یہی لفظ یا اس سے بھی بڑھ کر جب دوسرے انبیاء اور دراستبازوں اور قاضیوں پر بولا جاوے، تو وہ بڑے آدمی ہیں اور مسیح پر بولا جاوے، تو وہ خود خدا اور ابن بن جاویں۔ یہ تو انصاف اور راستی کے خلاف ہے۔ اور پھر گویا نئی شریعت اور نئی کتاب بنانا ہے۔ اس سے کوئی فائدہ نہیں۔

پادریوں نے خیالی اور فرضی طور پر مسیح کی خدائی کے ثبوت کے لیے بڑے ہاتھ پاؤں مارے ہیں، مگر آج تک ایک بھی رسالہ یا تحریک ان کی میری نظر سے نہیں گزری اور کوئی پادری میں نے نہیں دیکھا جس نے مسیح کے معجزات کے چہرہ سے تالاب کے قصہ کے داغ کو ڈور کیا ہو اور جب تک انجیل میں یہ قصہ درج

ہے۔ یہ داغ اٹھ نہیں سکتا۔ میں بار بار آپ کو اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی صفات کو دیکھو۔ راپو تو اس جس کی باتوں سے خدائی نکالی جاتی ہے۔ وہ اپنے چال چلن کے لحاظ سے بھانے خود غیر معتبر اور اس کے لیے مسخ کی کوئی پیش گوئی نہیں۔ پھر آپ ہی بتائیں کہ ایک دانشمند اُسے خدا کس طرح مان کے ایسے خدائی کوئی پرستش کر سکتا ہے ہرگز نہیں۔ مسخ کی زندگی اس کی پوری ناکامی اور نافرادی کی تصویر ہے۔ آج وہ زندہ ہونے تو ان کو وہ نشانات دیکھ کر جو اس مسخ کے ہاتھ پر صادر ہوئے ہیں شرمندہ ہونا پڑتا کیا یہی قبولیتِ دُعا ہوتی ہے کہ ساری رات چلا تار با اور بھی نے بھی نہ سنا اور آخری ساعت میں خدا کا شکوہ کرنا ہوا نصیحت ہوا کہ امیلی ایسی ہیما سب فتنہ خیز۔

خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا اور تائیدی نشانات دکھاتے اس وقت جو خدا نے مجھے مامور کر کے بھیجا ہے اور جو نشانات

میری تائید میں ظاہر ہوتے ہیں ان کی نظیر تو پیش کر دو۔ مثلاً یہی ڈگلس کا مقدمہ جو دینیلار پادریوں کی کوشش اور ایک کمال پرہیزگار کھارکے دوسری پھیر دینے کی تعلیم دینے والوں کی طرف سے کیا گیا۔ کئی سو آدمی اس بات کے گواہ موجود ہیں کہ کس طرح پر قبل از وقت کُل واقعات کا اطلاع دی گئی اور خدا نے کس طرح ہر قسم کی ذلت سے محفوظ رکھا۔

پہلے امرت نمر میں جب یہ مقدمہ ہوا تو کیا گیا۔ تو ڈپٹی کمشنر نے چالیس ہزار کی ضمانت کے ساتھ وارنٹ جاری کر دیا، مگر خدا کی قدرت دیکھو کہ وہ اُسے جاری نہ کر سکا۔ وہ اس کی کتاب میں رہ گیا۔ یہ مجھے جب اُسے یہ معلوم کرایا گیا کہ ایسے وارنٹ کا اجرا ناجائز ہے تو اُس نے گورڈ اسپورٹار دی کہ وارنٹ روکا جاوے، مگر وہاں پہنچا ہی نہ تھا۔ آخر یہ مقدمہ چلا۔ عیسائیوں نے ہر طرح سے میرے مزاد لانے میں سعی کی، مگر خدا نے اپنی قدرت کا نشان دکھایا۔ اور میری امانت چاہنے والوں کی امانت کی۔ ڈگلس صاحب نے نہایت عزت و احترام سے مجھے بلایا اور کرسی دی حالانکہ مجھے ان باتوں کی ایک ذرہ بھی پروا نہیں۔ آریہ اور بعض مسلمان بھی ان کے شریک تھے۔ پنڈت رام بھگت پلینڈر جو آریہ ہے وہ بلا فیس آتا تھا اور اُس نے مجھے خود کہا کہ وہ اس لیے شریک ہوا ہے کہ لیکھرام کے قاتل کا پتہ مل جاوے۔ محمد حسین گواہ ہو کر آیا اور کرسی مانگ کر بہت ذلیل ہوا۔ آخر جب ساری کارروائی ہو چکی اور عبدالمجید نے صاف اقرار کر لیا کہ مجھے قتل کے لیے بھیجا ہے۔ پوری سبب مرتب ہو جانے پر خدا نے اپنی قدرت کی چمکار دکھائی اور ڈگلس کے دل میں ڈال دیا کہ یہ سب جھوٹ ہے۔ اُس نے پاکستان لیا اور چند کو کہا کہ میرا دل اطمینان نہیں پاتا۔ پھر عبدالمجید سے ودیافت کر دو۔

آخر عبدالمجید نے سبب لایا کہ مجھے سکھایا گیا تھا۔ پھر ڈپٹی کمشنر کو تار دیا گیا اور نتیجہ وہی ہوا جس کی خبر مقدمہ کے نام و نشان سے بھی پہلے تمام شہروں میں شائع ہو چکی تھی۔ ایسا ہی لیکھرام کا نشان اور صدائے نشان ہیں۔

جماعت کے لحاظ سے بھی اگر دیکھا جاوے تو مسیح ناکام اٹھا۔ حواریوں نے سامنے تمہیں کھائیں اور لعنت کی۔
ادھر یہ حال ہے کہ ہمارے ایک مخلص دوست عبدالرحمن نام کا بونواح کابل میں رہتا تھا۔ صحن ہماری وجہ سے
ایک سال تک قید رکھا گیا کہ ڈھ ڈبہ کرے، مگر اُس نے موت کو انکار پر ترجیح دی۔ آخر کہتے ہیں کہ اُسے گلا گھونٹ
کر مار دیا گیا تھا اور میسا اُس نے کہا تھا مرنے کے بعد ایک نشان اُس کا ظاہر ہوا۔ مجھے افسوس ہے کہ میسائی اپنے
مہمان کی متاع پولوس کی باتوں پر رادیتے ہیں علاوہ برائ انجیل کا ایک بہت بڑا حصہ بھی یہی تعلیم دیتا ہے کہ خدا ایک
ہے۔ مثلاً جب مسیح کو یہودیوں نے اسکی اس کفر کے بدلے میں کہ یہ ابن افتد ہونے کا دعویٰ کرتا ہے پتھراؤ کرنا
چاہا، تو اُس نے صاف کہا کہ کیا تمہاری شریعت میں یہ نہیں لکھا کہ تم خدا ہو۔ اب ایک دانشمند خوب سوچ سکتا
ہے کہ اس الزام کے وقت تو چاہیے تھا۔ مسیح اپنی پوری بریت کرتے اور اپنی خدائی کے نشان دکھا کر انہیں ملزم
کرتے اور اس حالت میں کہ ان پر کفر کا الزام لگایا گیا تھا، تو اُن کا فرض ہونا چاہیے تھا کہ اگر وہ فی الحقیقت خدایا خدا
کے بیٹے ہی تھے۔ تو یہ جواب دیتے کہ یہ کفر نہیں بلکہ میں واقعی طور پر خدا کا بیٹا ہوں اور میرے پاس اس کے ثبوت
کے لیے تمہاری ہی کتابوں میں فلاں فلاں موقع پر صاف لکھا ہے کہ میں قادر مطلق عالم الغیب خدا ہوں اور لاؤ
میں دکھا دوں اور پھر اپنی قدرتوں طاقتوں سے ان کو نشانات خدائی بھی دکھا دیتے اور وہ کام جو انہوں نے خدائی
کے پہلے دکھائے تھے ان کی فہرست الگ دیدیتے۔ پھر ایسے بین ثبوت کے بعد کس یہودی فقیہ یا فریسی کی طاقت
تھی کہ انکار کرتا۔ وہ تو ایسے خدا کو دیکھ کر سجدہ کرتے۔ مگر برخلاف اس کے آپ نے کیا تو یہ کیا کہہ دیا کہ تمہیں
خدا دکھا ہے۔ اب خدا ترس دل لے کر غور کرو کہ یہ اپنی خدائی کا ثبوت دیا یا ابال کیا غرض یہ باتیں ایسی ہیں
کہ اُن کے بیان کرنے سے بھی شرم آتی ہے۔ میں اس کو آپ ہی کے انصاف پر چھوڑتا ہوں۔ تو آتے۔ اسلام۔
قانون قدرت۔ باطنی شریعت تو توحید کی شہادت دیتے ہیں اور عیسائی یسوع کی خدائی کے یہ دلائل دیتا ہے کہ
کتب سابقہ میں اس کی بشارتیں ہیں (جن کو یہودیوں نے کبھی تسلیم نہیں کیا کہ وہ خود خدا یا اس کے کسی بیٹے کے لیے
ہیں، بلکہ وہ مسیح کے آنے سے پہلے ہی پوری ہو چکی ہیں) اور پھر انجیل کے بعض اقوال بتاتے ہیں کہ اس کا یہ حال
ہے کہ اصل کا پتہ ہی نہیں، کیونکہ اصل زبان مسیح کی عبرانی تھی اور خود مسیح اپنی الگ انجیل کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر مسیح نے
کہیں اپنی خدائی کا دعویٰ نہیں کیا۔ یہودیوں کے پتھراؤ کرنے پر اور اس کفر کے الزام پر ان کا قومی اور کتابی عاودہ
پیش کر کے نجات پائی۔ اپنی خدائی کا کوئی قومی ثبوت نہ دیا۔ اور اپنے سے کبھی فوق العادت کام کو نہ دکھایا۔ معجزات
کا وہ حال، پیش گوئیوں کی وہ حالت، علم کی یہ صورت کہ اتنا پتہ نہیں کہ انجیر کے درخت کو اس وقت پھیل
نہیں ہوگا، اختسار کا یہ حال کہ اُسے لگا نہیں سکا، ساعت کا علم نہیں دے سکتا، ضعف و ناتوانی اتنی کہ
ٹانچے اور کوڑے کھاتا ہوا میلپ پر چڑھتا ہے۔ یہودی کہتے ہیں کہ خدا کا بیٹا ہے تو اتر آ۔ اترتا تو درکارا کھو

کچھ جو ب بھی نہیں دے سکتا۔ چال چلن کا وہ حال کہ اُسناد بھی عاق کر دیتا ہے اور یہودیوں کے الزامات کئی پشت تک اُدھر ہوتے ہیں اور کوئی جواب نہیں دیا جاتا۔

۲۶ دسمبر ۱۹۰۱ء

مسیح کے حالات از روئے بائبل اور پھر مسیح کے حالات کو پڑھو تو صاف معلوم ہو گا کہ یہ شخص کبھی بھی اس قابل نہیں ہو سکتا کہ نبی بھی ہو۔ چر جائیکہ خدا یا خدا کا بیٹا۔

تدبیر عالم اور جزا سزا کے لیے عالم الغیب ہونا ضروری ہے اور یہ خدا کی عظیم الشان صفت ہے، مگر میں ابھی دکھا آیا ہوں کہ اُسے قیامت تک کا علم نہیں اور اتنی بھی اُسے خبر نہ تھی کہ بے موسم انجیر کے درخت کے پاس شدت بھوک سے بے قرار ہو کر پھل کھانے کو جاتا ہے اور درخت کو جسے بذات خود کوئی اختیار نہیں ہے کہ بغیر موسم کے بھی پھل دے سکے، بدو عا دیتا ہے۔ اول تو خدا کو بھوک لگنا ہی تعجب خیز امر ہے۔ اور یہ خودی صرف انیس خدا ہی کو حاصل ہے کہ بھوک سے بے قرار ہوتا ہے۔ پھر اس پر لطیفہ یہ بھی ہے کہ آپ کو اتنا علم بھی نہیں ہے کہ اس درخت کو پھل نہیں ہے اور پھر اگر یہ علم نہ تھا تو کاش کوئی خدائی کرشمہ ہی وہاں دکھاتے اور بے بہار پھل اس درخت کو لگا دیتے۔ تا دُنیا کے لیے ایک نشان ہو جاتا، مگر اس کی بجائے بدو عا دیتے ہیں۔ اب ان باتوں کے ہوتے یسوع کو خدا بنایا جاتا ہے؟ میں آپ کو سچی خبر خواہی سے کہتا ہوں کہ تکلف سے کچھ نہیں ہو سکتا۔ ایک شخص ایک ہی وقت میں اپنی دو حیثیتیں بتاتا ہے۔ باپ بھی اور بیٹا بھی۔ خدا بھی اور انسان بھی۔ کیا ایسا شخص دھوکہ نہیں دیتا ہے۔

انجیل کے جن مقامات کا آپ ذکر کرتے ہیں وہاں سیاق و سباق پر نظر کرنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس کی خدائی کے ثابت کرنے کے لیے کافی نہیں ہیں، کیونکہ وہ تو اس کی انسانیئت ہی کو ثابت کرتے ہیں اور انسانیئت کے لحاظ سے بھی اُسے عظیم الشان انسانوں کی فہرست میں داخل نہیں کرتے۔ جب اُسے نیک کہا گیا تو اُس نے انکار کیا۔ اگر اس کی روح میں بقول عیسائیاں کامل قطبہ اور پاکیزگی تھی۔ پھر وہ یہ بات کیوں کہتا ہے کہ مجھے نیک نہ کہو۔ علاوہ بریں یسوع کی زندگی پر بہت سے اعتراض اور الزام لگاتے گئے ہیں اور جس کا کوئی تسلی بخش جواب آج تک ہماری نظر سے نہیں گزرا۔

ایک یہودی نے یسوع کی سوا ٹھہری لکھی ہے اور وہ یہاں موجود ہے۔ اس نے لکھا ہے کہ یسوع ایک لڑکی پر

ماشقی ہو گیا تھا اور اپنے اُستاد کے سامنے اس کے مشن و جمال کا تذکرہ کر بیٹھا، تو اُستاد نے اُسے ماق کر دیا اور انجیل کے مطالعہ سے جو کچھ مسیح کی حالت کا پتہ لگتا ہے۔ وہ آپ سے بھی پوشیدہ نہیں ہے کہ کس طرح پر وہ نامحرم نوجوان عورتوں سے ملتا تھا اور کس طرح پر ایک بازاری عورت سے عطر ملواتا تھا اور یسوع کی بعض نانیوں اور دایوں کی جو حالت بائبل سے ثابت ہوتی ہے وہ بھی کسی سے مخفی نہیں۔ ان میں سے تین جو مشہور و معروف ہیں۔ ان کے نام یہ ہیں۔ بنت ساجح، راحاب، تھر۔ اور پھر یہودیوں نے اس کی ماں پر جو کچھ الزام لگائے ہیں۔ وہ بھی ان کتابوں میں درج ہیں۔ ان سب کو اگر اکٹھا کر کے دیکھیں، تو اس کا یہ قول کہ مجھے نیک نہ کہو۔ اپنے اندر حقیقت رکھتا ہے اور یہ فریضہ یا انکسار کے طور پر برگزیدہ تھا۔ جیسا بعض عیسائی کہتے ہیں۔ اب یوں پوچھتا ہوں کہ جس شخص کے اپنے ذاتی چال چلن کا یہ حال ہو اور حسب نسب کا یہ تو کیا خدا ایسا ہی ہوا کرتا ہے یہ باتیں اللہ تعالیٰ کے تقدس کے صریح خلاف ہیں۔ خدا اپنی قدرت سے کبھی الگ نہیں ہوا۔ اور یسوع کی نسبت صاف معلوم ہے کہ پورا ناقول اور بے علم تھا۔ پھر یسوع کی راستبازی میں کلام ہے۔ پہلے کہا کہ میں داؤد کا تخت قائم کرنے کے واسطے آیا ہوں اور حواریوں کو پکڑنے بیچ کر تواریں خریدنے کی بھی تعسیم دی، لیکن جب دال گنتی نظر نہ آئی تو اس کو یہ کہہ کر مال دیا کہ آسمانی بادشاہت ہے کیا داؤد کا تخت آسمانی تھا۔

اصل یہ ہے کہ ابتداء میں اُسے خیال نہ تھا کہ کوئی بخبری کی جادے گی، لیکن آخر جب مجزی ہوتی اور علامتوں میں طلسمی ہوتی، تو آنکھ کھلی اور آسمانی سلطنت پر اُسے ملا۔

بجلا اس قسم کے متعنت اور بے علمی اور ایسے چال چلن کے ہوتے ہوئے کہیں خدا بننا۔ کہیں بیٹا کہلانا اور انسان ہونا یہ ساری باتیں ایک ہی وقت میں جمع ہو جائیں کس قدر حیرت کو بڑھانے والی ہیں۔

باقی رہا پولوس کا اجتہاد یا اُس کے اقوال جن لوگوں نے پولوس کے چال چلن پر غور کی ہے اور جیسا کہ اس کے بعض خطوط کے فقرات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ ہر مذہب والے کے رنگ میں ہو جاتا تھا تبیں خوب معلوم ہے اور اس کے حالات میں آزاد خیال لوگوں نے لکھا ہے کہ اچھے چال چلن کا آدمی نہ تھا۔ بعض تاریخوں سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک کاہن کی لڑکی پر عاشق تھا اور اجتہاد میں اُس نے بڑے بڑے دکھ جیسا تیوں کو دینے اور بعد میں جب کوئی راہ اُسے نہ ملی اور اپنے مقصد میں کامیابی کا کوئی ذریعہ اُسے نظر نہ آیا تو اس نے ایک خواب بنا کر اپنے آپ کو حواریوں کا جھنڈا بنا لیا۔ خود عیسائیوں کو اس کا احترام ہے کہ وہ بڑا سنگدل اور شراب آدمی تھا اور یونانی بھی پڑھا سمجھتا تھا۔ جس نے جہانگیر خدیجی سے مجھے یہی معلوم ہوا ہے کہ وہ ساری عربی اس لڑکی ہی کے معاملہ کی تھی اور عیسائی مذہب کے ساتھ اپنی دشمنی کابل کرنے کے لیے اس نے یہ طریق آخری سوچا کہ اپنا اعتبار جانے کے لیے ایک خواب سُنادی اور عیسائی ہو گیا اور پھر یسوع کی تعلیم کو اپنے طرز پر ایک نئی تعلیم کے

رنگ میں خال دیا۔ میں کہتا ہوں کہ عیسائی مذہب کی خرابی اور اس کی بدعتوں کا اصل بانی ہی شخص ہے اور اس کے سوا
 میں کہتا ہوں کہ اگر یہ شخص ایسا ہی عظیم الشان تھا اور واقعی مسیح کا رسول تھا اور اس قدر انقلاب عظیم کا موجب
 ہونے والا تھا کہ خطرناک مخالفت کے بعد پھر مسیح کا رسول ہونے کو تھا تو ہمیں دکھاؤ کہ اس کی بابت کہاں
 پیشگوئی کی گئی ہے کہ ان صفات والا ایک شخص ہوگا اور اس کا نام نشان دیا ہو اور یہ بھی بتایا ہو کہ وہ مسیح
 کی خدائی ثابت کریگا؛ اور نہ یہ کیا اندھیر ہے کہ پطرس کے لعنت کرنے اور یہود اس کے لوطی کے گرفتار کرنے کی
 پیشگوئی تو مسیح صاحب کر دیں اور اتنے بڑے عیسوی مذہب کے مجتہد کا کچھ بھی ذکر نہ ہو۔

اس لیے اس شخص کی کوئی بات بھی قابلِ سند نہیں ہو سکتی ہے اور جو کچھ اس نے کہا ہے وہ کون سے دلائل ہیں۔
 وہ بجائے خود بڑے دعوے ہی دعوے ہیں۔ میں بار بار یہی کہتا ہوں اور اس لیے مکرر سے مکرر اس بات کو بیان
 کرتا ہوں کہ آپ سمجھ لیں کہ انجیل ہی کو مسیح کی خدائی کے رد کرنے کے لیے آپ پڑھیں۔ وہ خود ہی کافی طور پر اس
 کی تردید کر رہی ہے۔ اگر وہ خدا تھا تو کیوں اس نے بالکل برائی طرز کے معجزات نہ دکھائے۔ میں نے تحقیق کر
 لیا ہے کہ ان کے معجزات کی حقیقت سلبِ امراض سے کچھ بھی بڑھی ہوئی نہ تھی جس میں اسجکل ایک سمر زم کرنے
 والے اور ہندو اور دوسرے لوگ بھی مشاق ہیں اور خیالات ایسے یہود اور سطلی تھے کہ مصرع کے مرہن کو کہتا ہے
 کہ اس میں پتہ گھسا ہوا ہے؛ حالانکہ اگر مصرع کے مرہن کو کوئین، کچلہ، فولاد دیں اور اندر داغ میں رسولی نہ ہو
 تو وہ اچھا ہو جاتا ہے۔ جملہ جن کو مرگی سے کیا تعلق چونکہ یہودیوں کے خیالات ایسے ہو گئے تھے۔ ان کی تقلید
 پر اس نے بھی ایسا ہی کہہ دیا۔ اور یا یہ کہ جیسے اسجکل جادو ٹوٹنے کر نیا لے کرتے ہیں کہ بعض ادویات کی سیاهی سے تو بڑا کچھ
 کر علاج کرتے ہیں اور بیماری کو جتن بتاتے ہیں۔ ویسے ہی اس نے کہہ دیا ہو۔ مجھے افسوس ہے کہ مسیح کے معجزات کو
 مسلمانوں نے بھی غور سے نہیں دیکھا اور عیسائیوں کی دیکھا دیکھی اور ان سے سن کر ان کے معنی غلط کر لیے ہیں۔
 مثلاً اکہ کا لفظ ہے جس کے معنی شب کو رکے ہیں۔ اور اب معنی یہ کر لیے جاتے ہیں کہ مادر زاد اندھوں کو شفا
 دیا کرتے تھے؛ حالانکہ اکہ وہ مرض ہے کہ جس کا علاج بکرے کی گلیجی کھانا بھی ہے اور اس سے بھی یہ
 اچھے ہو جاتے ہیں۔

یسوع صفت، ناقوانی، بیکسی اور نامرادی کی سچی تصویر ہے اور عام کمزوریوں میں
یسوع کی عاجزی
 انسانوں کا شریک ہے۔ کوئی امر خاص اس میں پایا نہیں جاتا۔ کتب سابقہ کی
 پیشگوئیوں کا جو ذخیرہ پیش کیا جاتا ہے۔ ان میں صدا اختلاف ہے۔ اول تو خود یہودیوں میں ان کے وہ معنی
 ہی نہیں جو عیسائی کرتے ہیں۔ اور دوسرے ان تفسیروں کی تفسیروں سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ وہ پوری ہو چکی
 ہوئی ہیں۔ ایک شخص عرصہ ہوا میرے پاس آیا تھا۔ آخر خلاتے اس پر اپنا فضل کیا اور وہ مسلمان ہو گیا اور مسلمان

ہی مرا۔ اس کے واسطے یہودیوں کو کھانا اور ان سے دریافت کیا تھا اور اصل وارث تو یہودی ہی ہیں کہ جو ہمیشہ نبیوں سے تعلیم پاتے چلے آئے تھے۔ انہی کا سنی تو ہے کہ وہ اس کی صحیح تفسیر کریں اور خود مسیح نے بھی فقہوں اور فریسیوں کی بات ماننے کا حکم دیا ہے گو ان کے عمل سے منع کیا ہو۔ عیسائیوں اور یہودیوں میں اختلاف یہ ہے اقول لیکر ان سے اہلیت اور اہمیت نکالتے ہیں اور اعتراض کرتے ہیں پوری ہو چکی ہیں۔ انصاف کی زد سے وہی سنی پر ہیں۔ جنہوں نے ہمیشہ نبیوں سے تعلیم پائی اور ان باتوں کی تجدید سے ایمان تازہ کیے اور برابر چودہ سو برس تک خدا کی باتیں سننے آئے تھے۔ حضرت مسیح علیہ السلام سے چودہ سو سال بعد یعنی چودھویں صدی میں آئے تھے اور جیسے اس زمانہ میں مسیح دیا گیا تھا کہ تا موسیٰ جنگوں کے اعتراض کو اپنی تعلیم سے ڈور کر دے اور خانہ جنگی کے بعد اس پر نہ ہو۔ ویسے ہی اس امت کے لیے مثیل موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں سے چودھویں صدی پر مسیح موجود مبعوث کیا گیا تا اپنی پاک تعلیم کے ذریعہ جہاد کے غلط خیال کی اصلاح کر دے اور ثابت کر دے کہ اسلام تو اسے ہرگز نہیں پھیلا یا گیا، بلکہ اسلام اپنے مخالف اور معارف کی وجہ سے پھیلا ہے۔

غرض یہودی پیشگوئیوں کی بحث میں غالب آجائیں گے اور سنی ان کے ساتھ ہے۔ اور یہ دیکھا بھی گیا ہے کہ یہودی مستحول بات کہتے ہیں۔ جیسے ایما کے بارے میں انہوں نے کہا ہے اور ایسا ہی اس بارے میں ان کے ہاتھ میں شہادتوں کا ایک زنجیر سلسلہ ہے۔ اور اگر کوئی چاہے تو ان کی کتابیں اب بھی منگوا کر دکھا سکتے ہیں۔ یہی نہیں ہے سراج الدین کو بھی کہا تھا۔

دیکھو انسان ایک برتن کو لیتا ہے تو اسے بھی دیکھ بھال کر لیتا ہے۔ پھر ایمان کے معاملہ میں اتنی لاپرواہی کیوں کی جاتی ہے؟ پس یہ پیشگوئیاں تو یوں زد ہوئیں۔ اب باقی رہے انجیل کے اقوال تو سب سے پہلے تو ہم یہ کہتے ہیں کہ جب اصل انجیل ہی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے تو کیوں یہ امر قرین قیاس نہ مانا جائے کہ اس میں تحریف کی گئی ہے، کیونکہ مسیح اور اس کی مال کی زبان عبرانی تھی۔ جس ملک میں رہتے تھے۔ وہاں عبرانی بولی جاتی تھی۔ صلیب کی آخری ساعت میں مسیح کے منہ سے جو کچھ بھلا وہ عبرانی تھا یعنی ایلی ایلی لما سلفاتی۔ اب بتاؤ کہ جب اصل انجیل ہی کا پتہ نہ ملتا ہے، تو اس ترجمہ پر کیا دوسرے کو حق نہیں پہنچتا کہ وہ کہے اصل انجیل پیش کر دو اس صورت میں تو عیسائی یہودیوں سے بھی بگڑ گئے، کیونکہ انہوں نے اپنی اصل کتاب کو تو تم نہیں کیا۔

پھر انجیل میں مسیح نے کہا ہے کہ میری انجیل اب اس لفظ پر خود کرنے سے بھی صاف معلوم ہوتا ہے کہ اصل مستودہ انجیل کا کوئی مسیح نے بھی کھنا ہوا اور یہ تو نبی کا فرض ہوتا ہے کہ وہ خدا کی وحی کو محفوظ کرے اور اس کی حفاظت کا کام دوسروں پر نہ ڈالے کہ وہ جو چاہیں سو لکھ لیں۔

پھر تو اس کی بابت میں پہلے کہ آیا ہوں کہ میں کی تحریروں یا تقریروں پر اپنی خدائی کا انحصار تھا۔ تعجب کی

بات ہے کہ خدا ہو کر اس کے واسطے مرنے سے ایک لفظ بھی پیشگوئی کا نہ نکلا، بلکہ چاہیے تھا کہ وصیت نامہ لکھ دیتے کہ پورٹوس اس مذہب کا جھنڈا لگایا جائے گا اور جب یہ نہیں تو پھر اس کو کیا حق حاصل تھا کہ وہ خود بخود مجتہد بن بیٹھا۔ اس کو یہ سائٹیکٹ ملا کہاں سے تھا؟ یہی وجہ ہے کہ یہ یسوعی مذہب نہیں بلکہ پورٹوس ایجاد ہے۔ غرض صدق اور اخلاص بڑی نعمت ہے جس کو خدا دے۔ محقر یہ کہ خدا بہتر جانتا ہے اور میں حلقا کہتا ہوں کہ میں تو اپنے دشمن کا بھی سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہوں۔ کوئی میری باتوں کو سنے ہی۔ یہ جو کچھ میں نے کہا ہے۔ آپ اس پر غور کریں اور اس پر جو کچھ باقی رہ جاوے اُسے بیان کریں۔

{ حضرت اقدسؑ نے اپنی تقریر کو اس مقام پر ختم کر دیا تھا کہ خاکسار ایڈیٹر الحکمہ نے عرض کی کہ مسٹر عبدالحق صاحب نے اپنی تقریر میں عماد الدین کے حوالے سے ایک بات تیلیٹ کے ثبوت میں کہی ہے کہ دعو کرتے وقت تین دفعہ ہاتھ دھوتے ہیں۔ یہ تیلیٹ کا نشان ہے۔ اس پر بھی کچھ فرمایا جائے۔} فرمایا :

"یہ تو بالکل یہودہ اور کچی باتیں ہیں۔ اس طرح پر ثبوت دینا چاہو تو جتنے مرضی ہو خدا بنا لو۔ عماد الدین کی ان باتوں پر پادری رجب علی نے ایک ریویو لکھا تھا اور اس نے بڑا داویل کیا تھا کہ ایسی باتوں سے عیسائیت کی توہین ہوتی ہے؛ چونکہ وہ کچھ ظریف طبع تھا کہ عماد الدین سے تیلیٹ کے ثبوت میں یہ بات رہ گئی اور پھر ایسی مثال دی جو قابل ذکر نہیں۔

اس نے لکھا کہ عماد الدین بالکل ایک جاہل آدمی تھا۔ میں نے اُس کو اُس کی عبارت کا مطلب بیان کرنے ہی کی دعوت کی تھی جس کا جواب نہ دے سکا۔ اور فوراً کئی کا جواب آج تک نہ ہوا؛ حالانکہ پانچ ہزار روپیہ انعام بھی تھا۔ ایسی باتیں تو پیش کرتے ہوئے بھی شرم آتی ہے۔ دیکھو آخر مرنا ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہیے۔ دین کے معاملہ میں بڑی فور و فکر درکار ہے اور پھر خدا کا فضل ہے۔

تفسیر

مأمورین اہل حق کی باتیں توجہ سے سننی چاہئیں

سب کو متوجہ ہو کر سننا چاہیے اور پورے غور
اور فکر کے ساتھ سنو، کیونکہ یہ معاملہ ایمان کا

معاملہ ہے۔ اس میں غفلت سُستی اور عدم توجہ بہت بُرے نتیجے پیدا کرتی ہے۔ جو لوگ ایمان میں غفلت سے
کام لیتے ہیں اور جب ان کو مخاطب کر کے کچھ بیان کیا جاوے، تو غور سے اس کو نہیں سنتے ہیں۔ ان کو بولنے
والے کے بیان سے خواہ وہ کیسا ہی اعلیٰ درجہ کا مفید اور موثر کیوں نہ ہو کچھ بھی فائدہ نہیں ہوتا۔ ایسے ہی لوگ ہوتے
ہیں جن کی بابت کہا جاتا ہے کہ وہ کان رکھتے ہیں، مگر سنتے نہیں۔ دل رکھتے ہیں پر سمجھتے نہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو کچھ
بیان کیا جاوے اُسے توجہ اور بڑی غور سے سنو۔ کیونکہ جو توجہ سے نہیں سنتا ہے وہ خواہ عرصہ دراز تک فائدہ رساں
و جود کی صحبت میں رہے اُسے کچھ بھی فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

جب خدا تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو دُنیا میں مأمور کر کے بھیجتا ہے تو اس وقت دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک
وہ جو اُن کی باتوں پر توجہ کرتے اور کان دھرتے ہیں اور جو کچھ وہ کہتے ہیں اُسے پڑے غور سے سنتے ہیں۔ یہ فریق وہ
ہوتا ہے جو فائدہ اٹھاتا ہے اور سچی نبی اور اس کے برکات و ثمرات کو پالیتا ہے۔ دوسرا فریق وہ ہوتا ہے جو اُن کی باتوں
کو توجہ اور غور سے سننا تو ایک طرف رہا۔ اُن پر ہنسی کرتے اور اُن کو دُکھ دینے کے لیے منصوبے سوچتے اور
کوششیں کرتے ہیں۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب مبعوث ہوئے تو اس وقت بھی اس قاعدہ کے موافق دو فریق تھے۔ ایک
وہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کو سنا اور پورے غور سے سنا اور پھر آپ کی باتوں سے ایسے تاثیر ہونے
اور آپ پر ایسے فدا ہونے کہ والدین اور اولاد۔ اہل اہل اور اعزہ غرض دُنیا میں جو چیز انہیں عزیز ترین ہو سکتی تھی۔
اس پر آپ کے وجود کو مقدم کر لیا۔ اچھے بھلے آرام سے بیٹھے تھے۔ برادری کے تعلقات اور احباب کے تعلقات سے
اپنے خیال کے موافق لُطف اُٹھا رہے تھے۔ مگر اس پاک وجود کے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہی وہ سارے رشتے
اور تعلق اُن کو چھوڑنے پڑے اور اُن سے الگ ہونے میں اُنہوں نے فدا جی تکلیف محسوس نہ کی، بلکہ راحت اور
خوشی سمجھی۔ اب غور کرنا چاہیے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس وہ کیا چیز تھی؟ جن سے ان لوگوں
کو اپنا ایسا گرویدہ بنایا کہ وہ اپنی جانیں دینے کے لیے تیار ہو گئے۔ اپنے تمام دنیوی مفاد اور منافع اور تمام

قومی اور ملکی تعلقات کو قطع کرنے کے لیے آمادہ ہوئے۔ نہ صرف آمادہ بلکہ انہوں نے قطع کر کے اور اپنی جانوں کو دے کر دکھا دیا کہ وہ آپ کے ساتھ کس غلطی اور ادا دلتے ہوئے تھے۔ بظاہر آپ کے پاس کوئی مال و دولت نہ تھا جو ایک دُنیادار انسان کے لیے تحریریں اور ترغیب کا موجب ہو سکے۔ خود آپ نے ہی تپتی میں پرورش پائی تھی تو وہ اردوں کو کیا دکھا سکتے تھے۔

انبیاء کو حق اور کُشش دی جاتی ہے

میں کہتا ہوں کہ بیشک آپ کے پاس کوئی مال و دولت اور دینی تحریریں و ترغیب کا ذریعہ نہ تھا اور ہرگز نہ تھا، لیکن

آپ کے پاس وہ زبردست چیزیں جو حقیقی اور اصلی، موثر اور جاذب ہیں تھیں۔ وہی انہوں نے پیش کیں اور قبول کرنے ہی دُنیا کو آپ کی طرف کھینچا۔ وہ تھیں حق اور کُشش۔ یہ دو چیزیں ہی ہوتی ہیں جن کو انبیاء علیہم السلام لے کر آتے ہیں۔ جب تک یہ دونوں موجود نہ ہوں انسان کسی ایک سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا اور نہ پہنچا سکتا ہے۔ حق کو کُشش نہ ہو کیا حاصل؟ کُشش ہو لیکن حق نہ ہو۔ اس سے کیا فائدہ؟ بہت لوگ ایسے دیکھے گئے ہیں اور دُنیا میں موجود ہیں کہ اُن کی زبان پر حق ہوتا ہے، مگر دیکھا گیا ہے کہ وہ حق مفید اور موثر ثابت نہیں ہوتا۔ کیوں؟ وہ حق صرف اُن کی زبان پر ہے اور دل اس سے آشنا نہیں اور وہ کُشش جو دل کی قبولیت کے بعد پیدا ہوتی ہے اُس کے پاس نہیں ہے۔ اس لیے وہ کچھ کہتا ہے جس اور پرے دل سے کہتا ہے اسی طرح پر اُس کا اثر ہوتا ہے۔

پہلی کُشش، حقیقی جذب اور واقعی تاثیر اس وقت پیدا ہوتی ہے جب اس حق کو جسے وہ بیان کرتا ہے، نہ صرف آپ قبول کرے، بلکہ اس پر عمل کر کے اس کے چمکتے ہوئے نتائج اور خواص کو اپنے اندر رکھتا ہو۔ جب تک انسان خود سچا ایمان ان امور پر جو وہ بیان کرتا ہے، نہیں رکھتا اور سچے ایمان کے اثر یعنی اعمال سے نہیں دکھاتا۔ وہ ہرگز ہرگز موثر اور مفید نہیں ہوتے۔ وہ باتیں صرف بلوہ دار ہونٹوں سے نکلتی ہیں جو دوسروں کے کان تک پہنچنے میں اور بھی بلوہ دار ہو جاتی ہیں، بلکہ میں یہ کہتا ہوں کہ یہ عالم دسقاک حق کا یوں بھی خون کرتے ہیں کہ چونکہ اس کے برکات اور درخشاں ثمرات اُن کے ساتھ نہیں ہوتے اس لیے ہنسنے والے محض خیالی اور فرضی باتیں سمجھ کر ان کی پردہ بھی نہیں کرتے اور یوں دوسروں کو محروم کر دیتے ہیں۔

غرض یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ وہ شخص جو دُنیا کی اصلاح اور بہتری کا تدبیر ہے جب تک اپنے ساتھ حق اور کُشش نہ رکھتا ہو کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا اور وہ لوگ جو توجہ اور غور سے انکی بات کو نہیں مانتے وہ اُن سے بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جو کُشش اور حق بھی رکھتے ہوں۔

جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا قانون قدرت ہے کہ رات کے بعد دن اور دن کے بعد رات آتی ہے اور اس قانون قدرت میں کوئی تبدیلی واقع نہیں

رُوحانی رات اور دن

ہوتی۔ اسی طرح دُنیا پر اس قسم کے زمانے آتے رہتے ہیں کہ کبھی رُوحانی طور پر رات ہوتی ہے اور کبھی طلوعِ آفتاب ہو کر نیا دن پر مشابہ ہے، چنانچہ پچھلا ایک ہزار جو گذرا ہے، رُوحانی طور پر ایک تاریک رات تھی جس کا نام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فیجِ اوجِ رکھا ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ ایک دن ہے جیسا کہ فرماتا ہے۔ اِنَّ يَوْمًا مَّجْدَدٌ ذُو نَبْتِكَ كَالْفَسْتَقِ سَنَةً يَمْتَلِكُ تَعْتَدُونَ (عج ۴۸) اس ہزار سال میں دُنیا پر ایک خطرناک ظلمت کی چادر چھانی ہوئی تھی۔ جس میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت کو ایک تاپاک کیچڑ میں ڈالنے کے لیے پوری تدبیروں اور مکاریوں اور حیلہ جو تیوں سے کام لیا گیا ہے اور خود ان لوگوں میں ہر قسم کے شرک اور بدعات ہو گئے جو مسلمان کہلاتے تھے، مگر اس گروہ کی نسبت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ لَيْسَ مِنْ اُمَّتِي ذُو نَبْتٍ مِنْهُمْ۔ یعنی نہ وہ مجھ سے ہیں اور نہ میں اُن سے ہوں۔ غرض جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا یہ ہزار سالہ رات تھی جو گذر گئی۔ اب خدا تعالیٰ نے تقاضا فرمایا کہ دُنیا کو روشنی سے جھٹے دے اس شخص کو جو جھٹے لے سکے، کیونکہ ہر ایک اس قابل نہیں ہے کہ اس سے جھٹے لے۔

چنانچہ اُس نے مجھے اس مدعی پر مامور کر کے بھیجا ہے تاکہ میں اسلام کو زندہ کروں۔

جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام پورے طور پر اور اصلی معنوں میں کامیاب نہ ہو سکے کیونکہ وہ بہتوں کو غلط نہ بنا سکے۔ ذرا سی غیر ماضی میں قوم بگڑ گئی باوجودیکہ ہانڈن امی ان میں موجود تھے اور قوم نے گوسالہ پرستی اختیار کی اور ساری عمر قہم قسم کے شکوک و شبہات پیش کرتے رہے کبھی بھی الشراخ قلب کے ساتھ ساری قوم باوجود بہتے نشانوں کے دیکھنے کے غلط نہ ہو سکی۔ اور ایسے ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ناکام رہے۔ یہاں تک کہ عاری بھی جیسا کہ انجیل میں لکھا ہے۔ بگڑ گئے اور بعض مرتد ہو کر لعنتیں کرنے لگے۔ فقیر اور فریسی جو موسیٰ کی گنتی پر بیٹھنے والے تھے اُن کو نصیب نہ ہوا کہ اس آسمانی نور سے جھٹے لیتے اور ان سچائی کی باتوں کو جو حضرت مسیح علیہ السلام نے کرائے تھے، جنوں کو توجہ سے سنتے۔ اگرچہ کہا جائے گا کہ ان کو بہت ہی مشکلات پیش آئیں۔ جو مسیح کی علامتوں اور نشانات کے متعلق پیشگوئیوں کے رنگ میں تھیں۔ لیکن اگر توجہ کرتے اور رشید ہوتے اور ان کو قوتِ حاسہ ملی ہوتی، تو ضرور فائدہ اٹھالیتے اور زور دیکر مشکلات سے نکل جاتے۔ ان اُممہ اور واقعات پر نگاہ کرنے سے طبعاً یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ انسان اپنے ہی حربہ سے ہلاک ہوتا ہے۔ جو لوگ توجہ نہیں کرتے اور اس کے وجود کو بے سود اور فضول قرار دیتے ہیں اور اس کی پاکیزہ باتوں پر کوئی غمخیز نہیں کرتے۔ اس کا لازمی نتیجہ یہی ہوتا ہے کہ وہ مردم رہ جاتے ہیں۔ جیسا میں نے شروع میں کہا تھا کہ توجہ اور نور سے سنا چاہیے اور جو لوگ توجہ اور نور سے نہیں سنتے وہ ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو کان رکھتے ہوئے نہیں سنتے۔ اسی طرح پر میں اب یوں کہتا ہوں کہ

یہی وہ لوگ ہوتے ہیں جن کے دلوں پر قفل لگے ہوتے ہوتے ہیں اور جن کے کانوں اور آنکھوں پر پردے آتے ہیں۔ اس لیے وہ خدا تعالیٰ کے ماموروں اور مرسلوں کی باتوں پر ہنسی کرتے ہیں اور ان سے فائدہ نہ اٹھا کر محروم ہو جاتے ہیں اور آخر عذاب الہی میں گرفتار ہو جاتے ہیں۔

مأمورین کی باتوں سے فائدہ اٹھانیوالے لوگ
لیکن جو محض ظن سے کام لے کر میل و راستہ معلول
کے ساتھ اس کی باتوں کو متوجہ ہو کر سنتے ہیں

وہ فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ آخر سچائی کی چمک خود ان کے دل کو روشن کر دیتی ہے۔ ان کی آنکھیں کھل جاتی ہیں اور ان کے کانوں میں نئی سننے کی قوت پیدا ہوتی ہے۔ دل فکر کرتا ہے اور عمل کا رنگ پیدا کر دیتا ہے جس سے وہ شکہ پاتے ہیں۔

دنیا ہی میں ہم دیکھتے ہیں کہ جب انسان کو نیکی اور عملاتی کا موقع ملے اور وہ اُس کو کھو دے تو اس موقع کے ضائع کرنے سے اس کو ہم دغم ہوتا ہے اور ایک درد محسوس کرتا ہے۔ اس طرح پر جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کا زمانہ پایا اور اس موقع کو کھو دیا، وہ عذاب الہی میں گرفتار ہیں۔ مگر افسوس یہ ہے کہ اہل دنیا اس کی بے خبری ہیں اگر اہل دنیا کو مژدوں کے حالات پر اطلاع ہو سکتی اور مژدے دنیا میں دوبارہ آکر اپنے حالات منسا سکتے تو سب کے سب فرشتوں کی سی زندگی بسر کرنے والے ہوتے اور دنیا میں گناہ پر موت طاری ہو جاتی لیکن خدا تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا اور اس معاملہ کو پردہ اور غفایں رکھا ہے تاکہ نیکی کا اجر اور ثواب ضائع نہ ہو جاوے۔ دیکھو اگر امتحان سے پہلے سوالات کو شائع کر دیا جائے تو ان کے جوابات میں لیاقت کیا معلوم ہو سکتی ہے؟ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے جو مواخذہ کا طریق رکھا ہے اس کو افراط و تفریط سے بچا کر رکھا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ سارے پردے کھول دیتا اور کوئی امر مخفی اور پوشیدہ نہ ہوتا اور مژدے آ کر کہہ دیتے کہ جنت و نار سب حق ہیں تو بتاؤ کہ

ایمانیات میں خفتار

کوئی دہریہ اور بت پرست رہ سکتا تھا؟

مثلاً اگر یہاں ہی کے دو چار مژدے آکر حقیقت بتادیں اور اپنے پوتوں اور عزیزوں کو بتائیں تو کوئی زور و زور گزراں رہ سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ایسا نہیں چاہا۔ اب اگر کوئی آفتاب پر ایمان لاوے کہ یہ ہے اور روشنی دیتا ہے تو بتاؤ اس ایمان کا کوئی ثواب لے سکتا ہے؟ کچھ بھی نہیں۔ اسی طرح پر اللہ تعالیٰ نے ایمان کی قدر و قیمت اور نیکی کی جزا کے لیے یہ پسند فرمایا ہے کہ کچھ غنما ہی ہو۔ دانشمند آدمی سعادت پاتا ہے۔ بیوقوف اس سے محروم رہ جاتا ہے اور پھر کوئی ایمانی امر ایسا نہیں ہے جس میں حقیقت اور فلسفہ نہ ہو۔ اس غنما میں عظیم الشان فلسفہ ہے جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے کہ اگر ایسا انکشاف ہوتا کہ کوئی چیز مخفی نہ رہ جاتی۔

مساوہ کا حال و خدا کی رضا کا پتہ معلوم ہو جاتا، تو نیکی نیکی نہ رہتی اور نہ اس کی کوئی قدر ہوتی۔ مشہور مسوس چیزوں پر ایمان لانے سے کوئی ثواب نہیں مل سکتا۔ مسجد پر یا درخت یا آفتاب پر ایمان لانا ایسا اور ان کے وجود کا اعتراف کرنے والا کسی جزا کا مستحق نہیں ہے، لیکن جو محض کو معلوم کر کے ایمان لاتا ہے۔ وہ بیشک قابل تعریف فعل کا کرنے والا مٹھہر ہے اور درج اور تعریف کا مستحق مٹھہر ہے۔ جب بالکل انکشاف ہو گیا۔ پھر کیا؟ اسی طرح پر اگر کوئی ۲۹ دن کے ہلال کو دیکھتا ہے تو بیشک اس کی نظر قابل تعریف ہوگی، لیکن اگر کوئی چودہ دن کے بعد جبکہ بدر ہو گیا اور عالمات روشنی نظر آتی ہے لوگوں کو کہے گا تو میں تمہیں چاند دکھاؤں میں نے دیکھ لیا ہے تو وہ سفر اور فضول گو مٹھہر یا جائینگا۔

غرض قابلیت فراست سے ظاہر ہوتی ہے۔ خدا نے کچھ چھپایا ہے اور کچھ ظاہر کیا ہے۔ اگر بالکل ظاہر کرتا تو ایمان کا ثواب جاتا رہتا اور اگر بالکل چھپاتا تو سارے مذاہب تاریخی میں دیے رہتے اور کوئی بات قابل اطمینان نہ ہو سکتی اور آج کوئی مذہب والا دوسرے کو نہ کہہ سکتا کہ تو غلطی پر ہے اور نہ مواخذہ کا اصول قائم رہ سکتا مٹا، کیونکہ یہ تکلیف مالا یطاق تھی، مگر خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے:

لَا يَكْتُمُ اللَّهُ لِنَفْسٍ اِلَّا دُسْحَقًا (البقرہ ۲۸۴)

پس خدا کا فضل ہے کہ ہلکا سا امتحان رکھا ہوا ہے جس میں بہت مشکلات نہیں؛ باوجودیکہ وہ عالم ایسا آدق ہے کہ جو جاتا ہے پھر واپس نہیں آتا۔ پھر بھی خدا تعالیٰ نے انوار و برکات کا ایک سلسلہ رکھا ہے جس سے اس دُنیا ہی میں پتہ لگ جاتا ہے اور وہ غنی اُمور متحقق ہو جاتے ہیں۔

آج کل کے فلاسفوں نے فردوں کے واپس آنے کی بہت تحقیقات کی ہے۔ امریحی میں بستر الہی ایک شخص کو مار کر دیکھا کہ آیا مرنے کے بعد شعور باقی رہتا ہے یا نہیں۔ اُس شخص کو جس پر یہ تجربہ کرنا چاہا۔ کہہ دیا گیا کہ تم نے آنکھ کے اشارے سے بتا دینا، مگر جب وہ ہلاک کیا گیا، تو کچھ عجیب نہ کر سکا، کیونکہ یہ ایک بستر الہی ہے جس کی تہہ تک کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ انسان جب حد سے گزرتا ہے تو مہر کی تلاش کی فکر میں ہوتا ہے۔ مغربی دُنیا میں بوزینی تحقیقات میں لگی ہوئی ہے وہ ہر فلسفہ میں ادب کے ڈونڈکل جاتی ہے اور انسانی حدود کو چھوڑ کر آگے قدم رکھنا چاہتی ہے، مگر بے فائدہ۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن امور کو جو ایمانیات سے متعلق ہیں نہ تو اس قدر چھپایا ہے کہ تکلف کی حد تک پہنچ جائیں اور نہ اس قدر ظاہر کیا ہے کہ ایمان ایمان ہی نہ رہے اور کوئی فائدہ اس پر مرتب نہ ہو سکے۔

اسلام ایک زندہ مذہب

باوجود ان ساری باتوں کے آج اسلام کے لیے خوشی کا دن ہے کہ مسمومہ عالم میں کوئی اس کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور وہ اپنی روشنی ہدایتوں اور عملی سچائیوں کے ساتھ زندہ نشانات اور زندہ برکات کا ایک زبردست معجزہ اپنے ساتھ رکھتا ہے، جس کے مقابلہ کی بھی میں طاقت نہیں۔

یہ بات کہ اسلام اپنی پاک تعلیم اور اس کے زندہ نتائج کے ساتھ اس وقت مسمومہ عالم میں ممتاز ہے۔ نرا دعویٰ ہی دعویٰ نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ نے اپنے بندے کے ذریعہ اس سچائی کو ثابت کر دیا ہے اور کل مذاہب و ملوک و ممالک کو سچ کر کے اس نے بتا دیا ہے کہ فی الحقیقت اسلام ہی ایک زندہ مذہب ہے اور جیسے ابھی تک شک ہو وہ میرے پاس آئے اور ان غیبیوں اور برکات کو خود مشاہدہ کرے، مگر طالب صادق بن کر آئے نہ جلد باز معترض ہو کر۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس زمانہ میں دُنیا میں ظاہر ہوئے اور خدا تعالیٰ کے جلال اور کرم گشتہ توحید کو زندہ

کرنے کے لیے آپ مبعوث ہوئے۔ اس زمانہ ہی کی حالت پر اگر کوئی سعادت مند سلیم الفطرت غور کن دل بیکر فکر کرے، تو اس کو معلوم ہوگا کہ اس زمانہ کی حالت ہی آپ کی سچائی پر ایک روشن دلیل ہے اور دانشمندان اس وقت ہی کو دیکھ کر اقرار کرے اور معجزہ بھی طلب نہ کرے۔

پادری فنڈر صاحب نے اپنی کتاب "میزان الحق" میں یہ سوال کیا ہے کہ کیا سبب ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبوت کا دعویٰ کیا اور خدا تعالیٰ نے اُن کو نہ روکا؟ اس سوال کا پھر آپ جواب دیتا ہے کہ اُس وقت چونکہ عیسائی بگڑ گئے تھے۔ اُن کے اخلاق اور اعمال بہت خراب تھے۔ اُنھوں نے سچی راست بازی کا طرہ چھوڑ دیا تھا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اُن کی تہذیب کے لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھیجا اور اس لیے آپ کو نہ روکا۔ اس سے یہ نادان عیسائی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کا تو اعتراف نہیں کرتا، بلکہ معترض کی صورت میں اس کو پیش کرتا ہے۔

میں کہتا ہوں کہ کیا اس وقت کے حسب حال کسی مصلح کی ضرورت تھی یا یہ کہ ایک کا جو ایک ہاتھ کاٹنا ہوا ہے تو دوسرا بھی کاٹنا جاوے جو بیمار ہے پتھر مار کر مار دیا جاوے۔ کیا یہ خدا تعالیٰ کے رحم کے مناسب حال ہے؟

اصل بات یہ ہے کہ اس وقت جیسا کہ عیسائی تسلیم کرتے ہیں وہ تاریخی کا زمانہ تھا اور دیا مند نے اپنی کتاب میں تسلیم کیا ہے اور تاریخ بھی شہادت دیتی ہے کہ ہندوستان میں بُت پرستی ہو رہی تھی۔ نہ صرف ہندوستان میں بلکہ کل مسمومہ عالم میں ایک خطرناک تاریخی چھائی ہوئی تھی، جس کا اعتراف ہر قوم اور ملت کے مورخوں اور محققوں نے کیا ہے۔ اب ایسی حالت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا وجود باجوہ لیے ضرورت نہ تھا۔

بلکہ وہ کل دنیا کے لیے ایک رحمت کا نشان تھا؛ چنانچہ فرمایا ہے: وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: ۱۰۸) یعنی لمبے نبی کریم ہم نے تمہیں تمام عالم پر رحمت کے لیے بھیجا ہے۔ آپ کو تو کچھ معلوم نہ تھا کہ اس وقت آریہ ورت کی کیا حالت ہے اور کس خطرناک بُت پرستی کے تاریک غار میں گرا ہوا ہے۔ یہاں تک کہ انسان کی شرمگاہ کی پرستش بھی ان وید کے ماننے والوں میں مروج تھی اور نہ آپ کو معلوم تھا کہ بلا دیشام کے عیسائیوں کا کیا حال ہے۔ وہ کس قسم کی انسان پرستی میں مصروف ہو کر اخلاق اور اعمالِ صالحہ کی قیود سے نکل کر اکل تک تاریک زندگی بسر کر رہے تھے اور نہ آپ کو اس بات کا علم تھا کہ ایران اور بصرہ میں کیا ہو رہا ہے؛ غرض آپ تو ایک جنگل میں پیدا ہوئے تھے۔ نہ اس وقت کوئی تاریخ مدون ہوئی تھی جو آپ نے پڑھی ہوتی۔ نہ کسی مدرسہ اور مکتب میں آپ نے تعلیم پائی تھی، جو معلومات وسیع ہوتے اور نہ کوئی اور ذرائع لوگوں کے حالات معلوم کرنے کے تھے جیسے تاریخ یا اخبار یا ڈاک خانے وغیرہ۔

آپ کو تو دنیا کے بگرد جانکی اطلاع صرف خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے ملی۔ جب یہ آیت اتری فَذَرْنَاهُ اِنْفَسًا رَّحِيْمًا اَلْبَرِّ وَالْبِرِّ (الروم: ۴۲) یعنی دریا بھی بگڑ گئے اور جنگل بھی بگڑ گئے۔ دریاؤں سے مراد وہ لوگ ہیں، جن کو پانی دیا گیا یعنی شریعت اور کتابِ اللہ ملی اور جنگل سے مراد وہ ہیں، جن کو اس سے حصہ نہیں ملتا تھا۔ مطلب یہ ہے کہ اہل کتاب بھی بگڑ گئے اور مشرک بھی۔ الغرض آپ کا زمانہ ایسا زمانہ تھا کہ دنیا میں تاریکی پھیلی ہوئی تھی۔ اس وقت اللہ تعالیٰ نے آپ کو پیدا کیا تا تاریکی کو دور کریں۔ ایسے پر فتن زمانہ میں

دلائل صداقت

(کہ چاروں طرف فسق و فجور کی ترقی تھی اور مشرک دہریت کا زور تھا کہ نہ اعتقاد ہی درست تھے اور نہ اعمالِ صالحہ اور نہ اخلاق ہی باقی رہے تھے) آپ کا پیدا ہونا بجائے خود آپ کی سچائی اور پنجابِ اللہ ہونے کا ایک زبردست ثبوت ہے۔ کاشش کوئی اس پر غور کرے۔ عقلمند اور سلیم الفطرت انسان ایسے وقت پر انوائے مصلح کی تکذیب کے لیے کبھی جلدی نہیں کر سکتا۔ اور کم از کم اس کو اتنا تو اعتراف کرنا پڑتا ہے کہ یہ وقت پر آیا ہے۔ وہاں طاعون اور ہیبت کی شدت کے وقت اگر کوئی شخص یہ دعویٰ کرے کہ میں ان کے علاج کے لیے آیا ہوں، تو کیا اس قدر تسلیم کرنا نہیں پڑیگا کہ یہ شخص ضرورت کے وقت پر آیا ہے؛ بیشک ماننا پڑے گا۔ اسی طرح پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی حقانیت کے لیے پہلی دلیل یہی ہے کہ آپ جس وقت تشریف لائے، وہ وقت چاہتا تھا کہ فردوس از غیب بیرون آید و کارے بچند۔ اسی کی طرف تفسیر ان کریم نے اس آیت میں اشارہ کیا ہے: يَا نَحْيِي اَنْزَلْنَاكَ وَاِنَّا نَحْيِي نَنْزَلُ (یعنی اسرائیل: ۱۰۶)

پس یاد رکھو کہ ماخوذ من اللہ کی شناخت کی پہلی دلیل یہی ہوتی ہے کہ اس وقت اور موقع پر نگاہ کی جاوے کہ کیا اس وقت کسی مردِ آسمانی کے آنے کی ضرورت بھی ہے یا نہیں؟

ایک شخص اگر نہروں کی موجودگی اور متحد کنوڑوں کے ہوتے ہوئے پھر ان میں ہی کٹواں لگا تا ہے، تو صاف کہنا پڑیگا کہ یہ وقت اور روپیہ کا ٹخن کھتا ہے، لیکن اگر وہ کسی ایسے جنگل میں جہاں کوئی کٹواں نہیں ہے کٹواں لگا تا ہے تو ماننا پڑیگا کہ اُس نے غیر جاری کے لیے یہ کام کیا ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جیسے جسمانی جنگل میں پیدا ہوئے، ویسے ہی روحانی جنگل بھی تھا۔ مگر میں اگر جسمانی اور روحانی نہریں نہ تھیں، تو دوسرے ملک روحانی نہر کے نہ ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو چکے تھے اور زمین مزبوحی معنی جیسا کہ قرآن شریف فرماتا ہے: **إِغْلَقْنَا آتَانَ اللَّهُ تِلْكَ الْأَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا** (المعدیہ: ۱۸) یعنی یہ بات نہیں معلوم ہے کہ زمین سب کی سب مر گئی تھی۔ اب خدا تعالیٰ نئے سرے اس کو زندہ کرتا ہے۔ پس یہ زبردست دلیل ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی کہ آپ ایسے وقت میں آئے کہ ساری دنیا عام طور پر بدکاریوں اور بد عقائد میں مبتلا ہو چکی تھی اور حق و حقیقت اور توحید اور پاکیزگی سے خالی ہو گئی تھی۔

پھر دوسری دلیل آپ کی یہ ہے کہ آپ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کی طرف اشارے کئے جب وہ اپنے فرض رسالت کو لے کر آیا اور کہا کہ کامیاب اور با مراد ہو چکے۔ حقیقت میں جیسے مامور من اللہ کے لیے پہلے یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ آیا وہ وقت پر آیا ہے یا نہیں؟ یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ کامیاب ہوا یا نہیں۔ اُس نے ان بیماریوں کو جن کے علاج کے لیے وہ آیا، اچھا بھی کیا یا نہیں؟

زیادہ تفصیل کی اس مقام پر ضرورت نہیں، کیونکہ اس معنی میں **عربوں کی اخلاقی اور روحانی حالت** بہت سے لوگ ایسے ہیں جن کو بڑی علم ہے کہ آنحضرت

صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کے وقت عرب کا کیا حال تھا۔ کوئی بدی ایسی نہ تھی جو ان میں نہ پائی جاتی ہو۔ جیسے کوئی ہر صیغہ اور امتحان کو پاس کر کے کمال اُستاد ہر فن کا ہو جاتا ہے۔ اسی طرح یہ وہ بدیوں اور بدکاریوں میں ماہر اور پورے تھے۔ شرابی، زانی، تیبوں کا مال کھانے والے، قمار باز، غرض ہر برائی میں سبکے بڑھے ہوتے تھے، بلکہ اپنی بدکاریوں پر فخر کرتے تھے۔ اُن کا قول تھا: **مَا رَحَى إِلَّا أَحْيَانُنَا السُّبْيَا سُبُوْتُ وَنَحْنَا (المعتبہ: ۱۰)** ہماری زندگی اسی قدر ہے کہ یہاں ہی مرتے ہیں اور زندہ ہوتے ہیں جسٹر نشر کوئی چیز نہیں۔ قیامت کہہ نہیں جنت کیا ہے اور جہنم کیا؟ قرآن شریف کے احکام جن بدیوں اور برائیوں سے روکتے ہیں وہ سب مجموعی طور پر ان میں موجود تھیں۔ ان کی حالت کا نقشہ ہے۔ جس پر غور کرنے سے صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ وہ کیا تھے۔ ایک موقع پر فرماتا ہے: **يَسْتَعْتَبُونَ دِيَارًا كَلُونَا (مستند: ۱۳)** کھاتے ہیں اور تھج اٹھاتے ہیں یعنی

اپنے پیٹ کی اور دوسری شہوات میں مبتلا اور اسیر ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ جب انسان جذباتِ نفس اور دیگر شہوات میں اسیر اور مبتلا ہو جاتا ہے تو چونکہ وہ طبعی تقاضوں کو اخلاقی حالت میں نہیں لاتا اس لئے ان شہوات کی غلامی اور گرفتاری ہی اس کے لئے جہنم بھجاتی ہے اور ان ضرورتوں کے حصول میں مشکلات کا پیش آنا اس پر ایک خطرناک عذاب کی صورت ہو جاتی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ جس حال میں ہیں گویا جہنم میں مبتلا ہیں۔

یہ بات ہرگز ہرگز قبول جانے کے قابل نہیں ہے کہ قرآن شریف جو خاتمِ اکتب ہے۔ دراصل قصوں کا مجموعہ نہیں ہے جن لوگوں

قرآن مجید قصوں کا مجموعہ نہیں

نے اپنی غلط فہمی اور سچی پوشی کی بنا پر قرآن شریف کو قصوں کا مجموعہ کہا ہے۔ انھوں نے حقائق شناس فطرت سے جھٹہ نہیں پایا، ورنہ اس پاک کتاب نے تو پہلے قصوں کو بھی ایک فلسفہ بنا دیا ہے اور یہ اس کا احسانِ عظیم ہے، ساری کتابوں اور نیوں پر؛ ورنہ آج ان باتوں پر منہسی کی جاتی اور یہ بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس علمی زمانہ میں جبکہ موجوداتِ عالم کے حقائق اور خواصِ الاشیاء کے علوم ترقی کر رہے ہیں۔ اس نے آسمانی علوم اور کشفِ حقائق کے لیے ایک سلسلہ کو قائم کیا۔ جس نے ان تمام باتوں کو جو سیخِ احوال کے زمانہ میں ایک معمولی قصوں سے بڑھ کر وقعت رکھتی تھی اور اس سائنس کے زمانہ میں ان پر منہسی ہو رہی تھی۔ علمی پیرایہ میں ایک فلسفہ کی صورت میں پیش کیا۔

پہلے زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ بالکل خیالی اور سادہ طور پر بہشت و دوزخ کو رکھا گیا تھا۔ حضرت مسیح نے پھانسی پانے والے چور کو یہ

بہشت و دوزخ کی حقیقت

کہہ دیا کہ آج ہم بہشت میں جاؤ گے، مگر بہشت کی حقیقت پر کوئی نکتہ بیان نہ فرمایا۔ ہم اس وقت اس سوال کو سامنے لانے کی ضرورت نہیں سمجھتے کہ عیسائیوں کے انجیلی عقیدے اور بیان کے موافق وہ بہشت میں گئے یا دوزخ میں، بلکہ صرف یہ دکھانا ہے کہ بہشت کی حقیقت انھوں نے کچھ بیان نہیں کی۔ ہاں یوں تو عیسائیوں نے اپنے بہشت کی مساحت بھی کی ہوئی ہے۔ بر خلاف اس کے قرآن شریف کسی تعلیم کو قہقہے کے رنگ میں پیش نہیں بلکہ وہ ہمیشہ ایک علمی صورت میں اُسے پیش کرتا ہے۔ مثلاً اسی بہشت و دوزخ کے متعلق قرآن شریف فرماتا ہے۔ مَنْ كَانَ فِي حُذَيْبَةِ أَحْمَرَ فَمَوْفَى الْأَحْمَرِ أَحْمَرًا (یعنی اسرائیل ۷۳) یعنی جو اس دُنیا میں اندھا ہے، وہ آخرت میں بھی اندھا ہوگا۔ کیا مطلب کہ خدا تعالیٰ اور دوسرے عالم کے لذات کے دیکھنے کے لیے اسی جہان میں حواس اور آنکھیں ملتی ہیں جس کو اس جہان میں نہیں ملیں، اس کو دماغ بھی نہیں ملیں گے۔ اب یہ امر انسان کو اس طرف متوجہ کرتا ہے کہ انسان کا فرض ہے کہ وہ ان حواس اور آنکھوں کے حاصل کرنے کے واسطے اسی عالم میں کوشش اور سعی کرے تاکہ دوسرے عالم میں بننا سکے۔ ایسا ہی عذاب کی حقیقت اور فلسفہ بیان کرتے ہوئے قرآن شریف فرماتا ہے۔ نَادِ اللَّهُ الْمُؤْمِنَةَ الَّتِي تَطَّلِعُ عَلَى الْأَفْئِدَةِ (الہمزہ: ۸۱)

یعنی اللہ تعالیٰ کا عذاب ایک آگ ہے جس کو وہ مجبور کرتا ہے اور انسان کے دل ہی پر اس کا شعلہ مجبور کرتا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب الہی اور جہنم کی اصل جڑ انسان کا اپنا ہی دل ہے اور دل کے ناپاک خیالات اور گنہگارے ارادے اور عزم اس جہنم کا ایندھن ہیں۔ اور پھر بہشت کے انعامات کے متعلق نیک لوگوں کی تعریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: **يُغْفِرُ مَوْنَهُمَا تَعْلَمَ لِيَوْمَ الْقِيَامَةِ** (الذہر: ۷) یعنی اس جگہ بہترین نکال رہے ہیں۔ اور پھر دوسری جگہ مومنوں اور اعمال صالحہ کو نیا لوگوں کی جبراً کو بیان کرتے ہوئے فرماتا ہے: **جَنَّاتٌ تَجْرِي مِنْ تَحْتِهَا الْأَنْهَارُ** اب میں پوچھتا ہوں کہ کیا کوئی ان باتوں کو قصہ قرار دے سکتا ہے۔ یہ کیسی سچی بات ہے۔ جو یہاں آپا شہی کرتے ہیں وہی پھیل کھاتیں گے۔ غرض قرآن شریف اپنی ساری تعلیموں کو علوم کی صورت اور فلسفہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے اور یہ زمانہ جس میں خدا تعالیٰ نے ان علوم حقہ کی تبلیغ کے لیے اس سلسلہ کو خود قائم کیا ہے۔ کشف حقائق کا زمانہ ہے۔

قرآن کریم کے احسانات پس یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن شریف نے پہلی کتابوں اور زیوں پر احسان کیا ہے۔ جو ان کی تعلیموں کو جو قصہ کے رنگ میں تھیں۔ علمی رنگ نہ دیا ہے۔ میں سچ بچ کہتا ہوں کہ کوئی شخص ان قصوں اور کہانیوں سے نجات نہیں پاسکتا جیتک وہ قرآن شریف کو نہ پڑھے، کیونکہ قرآن شریف ہی کی یہ شان ہے کہ **وَهُ أَنتَهُ لَقَوْلٌ فَضْلٌ دَمًا هُوَ بِالنَّهْدِ** (الطارق: ۱۵، ۱۴) **وَهُ مِزَانٌ**، ہمیں، **أُوذِرُ** اور شفا اور رحمت ہے۔ جو لوگ قرآن شریف کو پڑھتے اور اسے قصہ سمجھتے ہیں۔ انھوں نے قرآن شریف نہیں پڑھا، بلکہ اس کی بے حرمتی کی ہے۔ ہمارے مخالفت کیوں ہماری مخالفت میں اس قدر تیز ہوتے ہیں؟ صرف اسی لیے کہ ہم قرآن شریف کو جیسا کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ وہ **سِرٌّ** اور حکمت اور معرفت ہے، دکھانا چاہتے ہیں۔ اور وہ کوشش کرتے ہیں کہ قرآن شریف کو ایک معمولی قصے سے بڑھ کر وقعت نہ دیں۔ ہم اس کو گوارا نہیں کر سکتے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے فضل سے ہم پر کھول دیا ہے کہ قرآن شریف ایک زندہ اور روشن کتاب ہے۔ اس لیے ہم ان کی مخالفت کی کیوں پڑوا کریں۔ غرض میں بار بار اس امر کی طرف ان لوگوں کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہیں، نصیحت کرتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو کشف حقائق کے لیے قائم کیا ہے کیونکہ بڑوں اس کے عملی زندگی میں کوئی روشنی اور نور پیدا نہیں ہو سکتا۔ اور میں چاہتا ہوں کہ عملی سچائی کے ذریعہ اسلام کی خوبی دنیا پر ظاہر ہو۔ جیسا کہ خدا نے مجھے اس کام کے لیے مامور کیا ہے۔ اس لیے قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر۔

اب میں پھر اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ قرآن شریف نے بہشت اور دوزخ کی حقیقت بیان کی ہے کسی دوسری کتاب

نے جان نہیں کی۔ اس نے صاف طور پر ظاہر کر دیا کہ اسی دُنیا سے یہ سلسلہ جاری ہوتا ہے، چنانچہ فرمایا: **وَلَسَنَ نَعَاتُ**
مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ (الرحمن، ۴۷) یعنی جو شخص خدا تعالیٰ کے حضور کھڑا ہونے سے ڈرا۔ اس کے واسطے دُوبہشت
 ہیں۔ یعنی ایک بہشت تو اسی دُنیا میں مل جاتا ہے، کیونکہ خدا تعالیٰ کا خوف اُس کو برائیوں سے روکتا ہے اور
 بدیوں کی طرف دوڑنا دل میں ایک اضطراب اور قلق پیدا کرتا ہے۔ جو بجائے خود ایک خطرناک جہنم ہے، لیکن جو
 شخص خدا کا خوف کھاتا ہے تو وہ بدیوں سے پرہیز کر کے اس عذاب اور دُرد سے تو دمِ نقد بچ جاتا ہے جو شوہرِ آ
 اور جذباتِ انسانی کی غلامی اور اسیری سے پیدا ہوتا ہے اور وہ وفاداری اور خدا کی طرف جھکنے میں ترقی کرتا
 ہے جس سے ایک لذت اور سُردر اُسے دیا جاتا ہے اور یوں بہشتی زندگی اسی دُنیا سے اُس کے لیے شروع ہو
 جاتی ہے اور اسی طرح پر اس کے خلاف کرنے سے جہنمی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ جیسا کہ میں نے پہلے بیان
 کر دیا ہے۔

اس وقت میرا صرف یہ مطلب ہے کہ میں اس دُوبہری
 دلیل کی طرف تمہیں متوجہ کروں جو آنحضرت صلی اللہ

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت پر دلیل

علیہ وسلم کی نبوت پر خدا تعالیٰ نے دی ہے یعنی یہ کہ آپ جس کام کے لیے آئے تھے، اس میں پورے کامیاب
 ہو گئے۔ میں نے بتایا ہے کہ جب آپ تشریف لاتے تو آپ نے ہزار ہا مریموں کو مرض کے آخری درجہ میں پایا۔
 جو ان کی موت تک پہنچ گیا تھا، بلکہ حقیقت میں وہ مر ہی چکے تھے جیسا کہ اس وقت کی تاریخ کے پتہ سے معلوم
 ہوتا ہے۔ پھر انصافاً کوئی سوچے کہ اپنے خدمت گار کے عیب دُور نہیں کر سکتے تو جو شخص ایک بگڑی ہوئی قوم کی اسی
 اصلاح کر دے کہ گویا وہ عیب اُس میں تھے ہی نہیں تو اس سے بڑھ کر اس کی صداقت کی اور کیا دلیل
 ہو سکتی ہے؟

افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ مسلمانوں نے اس طرف توجہ نہیں کی؛ ورنہ یہ ایسے روشن دلائل ہیں کہ دُوسرے
 نبیوں میں اُس کے نظائر بہت ہی کم ملیں گے۔ مثلاً جب ہم آپ کے بالمقابل حضرت مسیح کو دیکھتے ہیں، تو کھتہ
 افسوس ہوتا ہے کہ وہ چند عوارضوں کی بھی کامل اصلاح نہ کر سکے اور ہمیشہ اُن کو سُست اعتقاد کہتے رہے۔
 یہاں تک کہ بعض کو شیطان بھی کہا۔ وہ ایسے لالچی تھے کہ یہود اور سکریوٹی جو مسیح کا خزانچی تھا۔ ایسا اوقات اس قبیل میں
 سے جو اُس کے پاس رہا کرتی تھی۔ کبھی کبھی چرا بھی لیا کرتا تھا۔ آخر اسی لالچ نے اُسے مجبور کیا کہ وہ تیس درہم لیکر
 اپنے استاد اور مُرشد کو گرفتار کرادے۔ ادھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی طرف دیکھتے ہیں تو اُنھوں
 نے اپنی جانیں دے دیں آسان بھییں، بجائے اس کے کہ اُن میں غداری کا ناپاک حصہ پایا جاتا۔ یورپین توڑوں
 تک کو اس امر کا اعتراف کرنا پڑا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ میں جو اُن وفاداری اور اطاعت

اپنے ہادی صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی اس کی نظیر کسی دوسرے نبیوں کے متبعین میں نہیں ملتی ہے۔ خصوصاً مسیح علیہ السلام تو اس مقابلہ میں بالکل تہی دست ہیں۔ اب جبکہ اس قدر غلو ان کی شان میں کیا گیا ہے اور باوجود کمزوریوں کی ان مثالوں اور واقعات کے ہوتے ہوئے جو ان کیل میں موجود ہیں، ان کو خدا بنایا گیا ہے۔ ان کی قوتِ قدسی اور جذب و کشش کا یہ نمونہ پیش کیا گیا ہے کہ وہ چند حواریوں کو بھی ڈرست نہ کر سکے، تو اور ان سے کیا اُمید ہو سکتی ہے۔ عیسائی جب حواریوں کی اجتماعی اور عملی کمزوریوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے، تو یہ کہہ دیتے ہیں کہ مسیح کے بعد ان میں قوت اور طاقت آگئی تھی اور وہ کامل نمونہ ہو گئے تھے، مگر یہ جواب کیسا مضحکہ خیز اور غدر گناہ بدتر از گناہ کا مصادیق ہے۔ کہ چراغ کی موجودگی میں تو کوئی روشنی نہیں۔ چراغ کے بجھ جانے کے بعد روشنی ہو گئی۔ کیا خوب !!

ایک نبی کے سامنے تو وہ پاک صاف نہ ہو سکے۔ اس کے بعد ہو گئے؟ اس سے تو معلوم ہوا کہ مسیح اپنی قوتِ قدسی کے لحاظ سے اور بھی کمزور اور ناتواں تھا۔ معاذ اللہ یہ ایک نحوست تھی کہ جب تک حواریوں کے سامنے رہی وہ پاک نہ ہو سکے اور جب اٹھ گئی، تو پھر روح القدس سے متاثر ہو گئے۔ تعجب !!

بہت سے انگریز مصنفوں نے بھی اس مضمون پر قلم اٹھایا ہے اور ماننے ظاہر کی ہے کہ مسیح نے ایک گروہ پایا تھا جو پہلے سے تو دیت کے مقاصد پر اطلاع پا چکے تھے اور فقہیوں فریسیوں سے خدا کی باتیں سُننے تھے۔ اگر وہ راستباز اور پاکباز ہوتے تو کوئی تعجب کی بات نہ تھی اور چودہ سو برس تک لگاتار ان میں وقتاً فوقتاً نبی اور رسول آتے رہے، جو خدا کے احکام اور حدود سے انہیں اطلاع دیتے رہے۔ گویا ان کے نطفہ میں رکھا ہوا تھا کہ وہ خدا کو مانیں اور خدا کے مژدوں کی عظمت کریں اور بدکاری سے بچیں۔ پھر کیونکر ممکن تھا کہ وہ اس تعلیم سے جو مسیح انہیں دینا چاہتا تھا۔ بے خبر ہوتے۔

مسیح اگر انہیں ڈرست بھی کر دیتے تب بھی یہ کوئی بڑی قابلِ تعریف بات نہ تھی، کیونکہ ایک بلیب کے کمالِ صلاح کے بعد اگر کوئی دوسرا اچھا کر دے، تو یہ خوبی کی بات نہیں۔ اس لیے بغرض حال اگر مسیح نے کوئی فائدہ پہنچایا بھی ہو تو بھی یہ کوئی قابلِ تعریف بات نہیں ہے، لیکن افسوس ہے کہ یہاں کسی فائدہ کی نظیر بھی نظر نہیں آتی۔ یہودانے تینسٹ روپیہ لے کر آسٹا کو بیچ لیا اور پطرس نے سامنے کھڑے ہو کر لعنت کی اور دوسری طرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ نے اُمد اور بدر میں آپ کے سامنے سر دینے۔ اب انصاف کا مقام ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے ہوتے اور قرآنِ شریف نہ ہوتا تو ایسے نبی کی بابت کیا کہتے جس کی تعلیم اور قوتِ قدسی کے نمونے یہود اسکی روٹی اور پطرس ہیں۔

قوتِ قدسی کا یہ حال اور تعلیم ایسی اُدھوری اور ناقص کہ کوئی دانشمند اسے کمال نہیں کہہ سکتا اور نہ صرف

یہی بلکہ انسان کی تمدنی، معاشرتی اور سیاسی زندگی کو اُس سے کوئی تعلق ہی نہیں اور پھر لطف یہ کہ اُس کے کوئی
تاثیرات باقی نہیں ہیں۔

دعویٰ ایسا کیا کہ عقل، کائنات، قانون قدرت اور متقدمین کے عقائد اور مسلمات کے مترشح خلاف۔ ان انگریز
معتقلوں کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اگر قرآن نہ آتا، تو بہت بُری حالت ہوتی۔ اُنہوں نے اعتراف کیا ہے کہ رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم نے درندوں، وحشیوں کو ڈرست کیا اور پھر ایسے صادق اور وفادار لوگ تیار کیے کہ اُنہوں نے
اس کی رفاقت میں سبھی اپنے جان و مال کی بھی پرواہ نہیں کی۔ اس قسم کی وفاداری اور اطاعت، ایشیا اور جانشاری
پیدا نہیں ہو سکتی بینک مقتدا اور متبوع میں اعلیٰ درجہ کی قوتِ تقدسی اور جذب نہ ہو۔ پھر لکھتا ہے کہ عربوں کو یہی
راستبازی ہی نہ سکھائی گئی تھی، بلکہ اُن کی دماغی قوتوں کی بھی تربیت کی تھی۔ سواری تو ایک گاؤں کا بھی انتظام نہ
کر سکتے تھے، مگر صحابہؓ نے دنیا کا انتظام کر کے دکھا دیا۔ کون کہہ سکتا ہے کہ ابو بکر اور عمر رضی اللہ عنہما کے والدین نے
حکومت اور سلطنت کی تھی اور اس لیے وہ انتظام ملک داری اور قوانین سیاست آگاہ تھے۔ نہیں۔ ہرگز نہیں۔
یہ صرف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تربیت اور قرآن شریف کی کامل تعلیم کا نتیجہ تھا کہ ایک طرف اُس نے اُن کو
فرشتے بنا دیا اور دوسری طرف وہ عقل متم ہو گئے۔

بقیہ تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۱ء

آنحضرتؐ کی قوتِ قدسیہ کا کمال

یہ کیسی بدیہی اور صاف بات ہے کہ ایک طبیب اگر ناقابل
علاج مریضوں کو اچھا کر دے، تو اس کو طبیبِ حاذق ماننا

پڑیگا اور جو اس پر بھی اس کی مذاقت کا اقرار نہ کرے، اس کو بجز احمق اور نادان کے اور کیا کہیں گے۔ اسی طرح پر بیمار
نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے لاکھوں مریضوں کو گناہ کو اچھا کیا؛ حالانکہ ان مریضوں میں سے ہر ایک بھانے خود ہزار ہا
قسم کی ذومانی بیماریوں کا مجموعہ اور مریض تھا۔ جیسے کوئی بیمار بچے سر درد میں ہے۔ نزل ہے۔ استفار ہے۔ وجع المقل
ہے۔ طحال ہے۔ وغیرہ وغیرہ تو جو طبیب ایسے مریض کا علاج کرتا ہے اور اس کو تندرست بنا دیتا ہے۔ اس کی
تشخیص اور علاج کو صحیح اور کھلی ماننے کے سوا چارہ نہیں ہے۔ ایسا ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کو
اچھا کیا اُن میں ہزاروں ذومانی امراض تھے۔ جس جس قدر اُن کی کمزوریوں اور گناہ کی حالتوں کا تصور کر کے
پھر اُن کی اسلامی حالت میں تغیر اور تبدیلی کو ہم دیکھتے ہیں۔ اسی قدر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت

اور قوتِ قدسی کا اقرار کرنا پڑتا ہے۔ خدا اور تعجب ایک الگ امر ہے جو اپنی تاریکی کی وجہ سے سچائی کے نور کو دیکھنے کی قوت کو سلب کر دیتا ہے، لیکن اگر کوئی دل انصاف سے خالی نہیں اور کوئی سر عقل مجمع سے جہتہ رکھنے والا ہے تو اس کو صاف اقرار کرنا پڑے گا کہ آپ سے بڑھ کر عظیم الشان پاکیزگی کی طرف تبدیلی کر دینے والا انسان دُنیا میں نہیں گذرا۔ اللہم فصل علی محمد وآلہ۔

اب بالمقابل ہم پوچھتے ہیں کہ مسیح نے کس کا علاج کیا؟ اُمنوں نے اپنی رُو عانیت اور عقیدہ ہمت اور قوتِ قدسی کا کیا کرشمہ دکھایا؟

زبانی باتیں بنانے سے تو کچھ فائدہ نہیں جیتنا عملی رنگ میں اُن کا نمونہ نہ دکھایا جاوے جبکہ اس قدر مبالغہ اُن کی شان میں کیا گیا ہے کہ بایں شُعبتِ دنا تو انی اُن کو خدا کا منصب دیدیا گیا ہے۔ تو چاہیے تو یہ تھا کہ اُن کی عام رحمت اپنا اثر دکھاتی اور اقتداری قوت کوئی نیا نمونہ پیش کرتی مگر گناہ کی زندگی پر دُنیا میں موت آجاتی اور فرشتوں کی زندگی بسر کرنے والوں سے دُنیا نمونہ ہو جاتی، مگر یہ کیا ہو گیا کہ چند خاص آدمی بھی جو آپ کی محبت میں ہمیشہ رہتے تھے، درست نہ ہو سکے۔

عیسائی اپنے خدا یسوع کا مقابلہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کرنے بیٹھ جاتے ہیں، مگر تعجب ہے کہ انہیں شرم نہیں آتی کہ وہ اس طرز پر کبھی ایک قدم بھی چلنا گوارا نہیں کرتے۔ اور اس طریق پر وہ آنحضرت صلم سے آپ کا مقابلہ کریں، تو انہیں معلوم ہو جاوے۔

یاد رکھو کہ نبی تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ ثَابِتٌ كَرْنِ
انبیاءِ اخلاقِ اللہ کا پورا نمونہ ہوتے ہیں
کے لیے آتے ہیں اور اپنی عملی حالت سے دکھاتے

ہیں کہ وہ اخلاقِ اللہ کا پورا نمونہ ہیں۔ اور یہ تو کلا ہر ہے کہ دُنیا میں جس قدر اشیاءِ خدا تعالیٰ نے پیدا کی ہیں وہ سب کی سب کسی نہ کسی پہلو سے انسان کے لیے مفید ہیں۔ جیسے درخت بنایا ہے۔ اس کے پتے، اس کا سایہ اس کی چھال، اس کی مکوٹی، اس کا پھل۔ غرض اس کے سارے جھتے کسی نہ کسی رنگ میں فائدہ بخش ہیں یسوع کی روشنی سے انسان بہت سے فائدے حاصل کرتا ہے اور اسی طرح پر تمام چیزیں ہیں جو انسان کے لیے مفید اور نفع دہاں ہیں، مگر ہم کو عیسائیوں کی حالت پر افسوس آتا ہے کہ انہوں نے ایک عاجز انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا بھی قرار دیا۔ مگر اس کو کوئی فائدہ دُنیا پر ثابیت نہیں کر سکتے اور کوئی اُس کی مقتدرانہ تخیل کا نمونہ ان کے ہاتھ میں نظر نہیں آتا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اُن کا ابنِ اللہ اگر پدِرتوانہ پیر تمام کند کا مصداق ہوتا، مگر جب اس کی سوا آنحضری پر غور کرتے ہیں تو افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ اُس نے کچھ بھی نہیں کیا۔ بڑی خودکشی اور دُوسروں کی مصیبت دیکھ کر اپنی جان پر کھیل جانا یہ کیا دانشمندی اور مصلحت ہے اور اس سے ان مصیبت زدوں کو کیا فائدہ؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کامل نمونہ

انصاف اور ایمان کا تعنا تو یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں مسیح کو بالکل ناکامیاب ماننا پڑتا ہے کیونکہ

اصل بات یہ ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو جس قسم کا موقع ملا ہے مسیح کو نہیں ملا ہے۔ اور یہ ان کی بد قسمتی ہے یہی وجہ ہے کہ مسیح کو کامل نمونہ ہم کہہ نہیں سکتے۔ انسان کے ایمان کی تکمیل کے دو پہلو ہوتے ہیں۔ اول یہ دیکھنا چاہیے کہ جب وہ مصائب کا تختہ مشق ہو اُس وقت وہ خدا تعالیٰ سے کیسا تعلق رکھتا ہے؟ کیا وہ صدق، اخلاص، استقلال اور سچی وفاداری کے ساتھ ان مصائب پر بھی انشراح صدر سے اللہ تعالیٰ کی رضا کو تسلیم کرتا اور اس کی حمد و ستائش کرتا ہے یا شکوہ و شکایت کرتا ہے۔ اور دوسرے جب اس کو عروج حاصل ہوا اور اقبال کو فروغ ملے تو کیا اقبال اور اقبال کی حالت میں وہ خدا سے تعلق رکھتا ہے اور اس کی حالت میں کوئی قابل اعتراض تبدیلی پیدا ہو جاتی ہے یا اسی طرح خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا اور اس کی حمد و ستائش کرتا ہے اور اپنے دشمنوں کو عموماً اور ان پر احسان کے لیے اپنی عالی ظرفی اور بلند حوصلگی کا ثبوت دیتا ہے۔

مثلاً ایک شخص کو کسی نے مارا ہے۔ اگر وہ اس پر قادر ہی نہیں ہوگا اس کو سزا دے سکے اور اپنا انتقام لے۔ پھر بھی وہ کہے کہ دیکھو میں نے اس کو کچھ بھی نہیں کہا، تو یہ بات اخلاق میں داخل نہیں ہو سکتی اور اس کا نام بُروداری اور تحمل نہیں رکھ سکتے کیونکہ اُسے قدرت ہی حاصل نہیں ہوتی۔ بلکہ ایسی حالت ہے کہ گال کے صدمے سے بھی رو پڑے تو یہ سترنی بی ازبے چادری کا معاملہ ہے۔ اس کو اخلاق اور بُروداری سے کیا تعلق!!!

مسیح کے اخلاق کا نمونہ اسی قسم کا ہے۔ اگر انہیں کوئی اقتداری قوت ملتی اور اپنے دشمنوں سے انتقام لینے کی توفیق انہیں ہوتی پھر اگر وہ اپنے دشمنوں سے پیار کرتے اور ان کی خطا میں بخش دیتے، تو بیشک ہم تسلیم کر لیتے کہ ان اُمنوں نے اپنے اخلاقِ فاضلہ کا نمونہ دکھایا، لیکن جب یہ موقع ہی ان کو نہیں ملا تو پھر انہیں اخلاق کا نمونہ ٹھہرانا صریح بے حیائی ہے۔ جب تک دونوں پہلو نہ ہوں خلق کا ثبوت نہیں ہو سکتا۔ اب مقابلہ میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ جب مکہ والوں نے آپ کو نکالا اور تیرہ برس تک ہر قسم کی تکلیفیں آپ کو پہنچاتے رہے۔ آپ کے صحابہ کو سخت سخت تکلیفیں دیں۔ جن کے تصور سے بھی دل کانپ جاتا ہے۔ اُس وقت جیسے بلبلوں برداشت کے آپ نے کام لیا، وہ ظاہر بات ہے۔ لیکن جب خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ نے ہجرت کی اور پھر فتح مکہ کا موقع ملا تو اس وقت ان تکالیف اور مصائب اور سختیوں کا خیال کر کے جو مکہ والوں نے تیرہ سال تک آپ پر اور آپ کی جماعت پر کی تھیں آپ کو سچی پہنچا تھا کہ قتل عام کر کے مکہ والوں کو تباہ کر دیتے اور اس قتل میں کوئی مخالفت بھی آپ پر اعتراض نہیں کر سکتا تھا، کیونکہ ان تکالیف کے لیے وہ واجب القتل ہو چکے تھے۔ اس لیے اگر آپ میں قوتِ غضبی ہوتی تو وہ بڑا عجیب موقع انتقام کا تھا کہ وہ سب گرفتار ہو چکے

تھے۔ مگر آپ نے کیا کیا؟ آپ نے ان سب کو چھوڑ دیا اور کہا لَا تَسْتَنْبِیْ عَلَیْكُمْ اٰیٰتُؤُنَا۔ یہ چھوٹی سی بات نہیں ہے۔ مگر کی مصائب اور تکالیف کے نظارہ کو دیکھو کہ قوت و طاقت کے ہوتے ہوئے کس طرح پر اپنے جانستار دشمنوں کو معاف کیا جاتا ہے۔ یہ ہے نمونہ آپ کے اخلاقِ فاضلہ کا جس کی نظیر دُنیا میں پائی نہیں جاتی۔

یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مکہ والوں نے محض انکارِ رسول کی سزا اس دُنیا میں نہیں ملتی آپ کی نری تکذیب نہیں کی تھی۔ نری تکذیب سے

جو محض سادگی کی بنا پر ہوتی ہے اس دُنیا میں اللہ تعالیٰ سزائیں نہیں دیتا ہے لیکن جب مکذیب شرافت اور انسانیت کے حدود سے نکل کر بے حیائی اور دریدہ دہنی سے اعتراض کرتا ہے اور اعتراضوں ہی کی حد تک نہیں رہتا، بلکہ ہر قسم کی ایذا دہی اور تکلیف رسانی کے منصوبے کرتا ہے اور ہر اس کو حد تک پہنچاتا ہے، تو اللہ تعالیٰ کی غیرت جو ش میں آتی ہے اور اپنے مأمور و مرسل کے لیے وہ ان ظالموں کو ہلاک کر دیتا ہے جیسے فُوح کی قوم کو ہلاک کیا۔ یا فُوح کی قوم کو۔ اس قسم کے مذاب ہمیشہ اُن شرارتوں اور مظالم کی وجہ سے آتے ہیں۔ جو خدا کے مأموروں اور اُن کی جماعت پر کیے جاتے ہیں؛ ورنہ نری تکذیب کی سزا اس عالم میں نہیں دی جاتی۔ اس کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے اور اُس نے ایک اور عالمِ مذاب کے لیے رکھا ہے۔ مذاب جو آتے ہیں۔ وہ تکذیب کو ایذا کے درجے تک پہنچانے سے آتے ہیں اور تکذیب کو استہزاء اور مٹھنے کے رنگ میں کر دینے سے آتے ہیں۔ اگر نری اور شرافت سے یہ کہا جاوے کہ میں نے اس معاملہ کو سمجھا نہیں۔ اس لیے مجھے اس کے ماننے میں تاثر ہے تو یہ انکارِ مذاب کو کفینہ لایا والا نہیں ہے، کیونکہ یہ تو صرف سادگی اور کمیِ علم کی وجہ ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر فُوح کی قوم کا اعتراض شریفانہ رنگ میں ہوتا، تو اللہ تعالیٰ نہ پتھرتا۔ ساری قومیں اپنی کرتوتوں کی پاداش میں سزا پاتی ہیں۔ خدا تعالیٰ نے تو یہاں تک فرما دیا ہے کہ جو لوگ قرآن سننے کے لیے آتے ہیں۔ اُن کو امن کی جگہ تک پہنچا دیا جاوے خواہ وہ مخالفت اور منکر ہی ہوں۔ اس لیے کہ اسلام میں جبر اور اکراہ نہیں۔ جیسے فرمایا۔ لَّا اِکْرٰہَ فِی الدِّیْنِ۔ (البقرہ: ۲۵۷)۔

لیکن اگر کوئی قتل کر گیا یا قتل کے منصوبے کر گیا اور شرارتیں اور ایذا رسانی کی سعی کرتا ہے تو مزود ہے کہ وہ سزا پاوے۔ قاعدہ کی بات ہے کہ جبر مانہ حرکات پر ہر ایک پکڑا جاتا ہے۔ پس سختہ دالے بھی اپنی شرارتوں اور جبر مانہ حرکات کے باعث اس قابل تھے کہ اُن کو سخت سزائیں دی جاتیں اور اُن کے وجود سے اس ارضِ مقدس اور اس کے گرد و نواح کو صاف کر دیا جاتا، مگر یہ رحمۃ اللعالمین اور اِنْتَفَکَ لِحَکْمَتِکَ عَظِیْمَکَ کا مصداق اپنے واجب القتل دشمنوں کو بھی پُوری قوت اور قدرت کے ہوتے ہوئے کہتا ہے۔ لَا تَسْتَنْبِیْ عَلَیْكُمْ اٰیٰتُؤُنَا۔

اب پادری ہمیں بتائیں کہ سح کے اس خلق کو ہم کہاں ڈھونڈیں؟ انکی زندگی میں آپ کا نمونہ کہاں سے لائیں جبکہ وہ اُن کے عقیدے کے موافق ماریں ہی

اناجیل کا ایسوع

کہا تا رہا اور جس کو سر رکھنے کی جگہ بھی نہ ملی۔ (اگر ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے کہ ہم خدا کے ایک نبی اور مژدہ کی نسبت یہ گمان کریں کہ وہ ایسا فرس اور مغلوک الحال تھا، انسان کا سب سے بڑا نشان اُس کا خلق ہے، لیکن ایک گال پر ہلنا پڑنا کھا کر دوسری پھیر دینے کی تعلیم دینے والے معلم کی عملی حالت میں اُس خلق کا ہمیں کوئی پتہ نہیں لگتا۔

دوسروں کو کہتا ہے کہ گالی نہ دو، مگر یہودیوں کے مقدس فریسیوں اور فقیہوں کو حرام کار، سانپ اور سانپ کے پتے آپ ہی کہتا ہے۔ یہودیوں میں بالمقابل اخلاق پائے جاتے ہیں۔ وہ اُسے نیک اُستاد کہہ کر پکارتے ہیں اور یہ اُن کو حرام کار کہتے ہیں اور کتوں اور سٹوروں سے تشبیہ دیتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ فقیہ اور فریسی نرم نرم الفاظ میں کچھ پُتھتے ہیں اور وہ دنیوی و جاہلت کے لحاظ سے بھی رومی گورنمنٹ میں کرسی نشین تھے۔ اُن کے مقابلہ میں اُن کے سوالوں کا جواب تو بہت ہی نرمی سے دینا چاہیے تھا اور خوب اُن کو سمجھانا چاہیے تھا؛ حالانکہ یہ بجائے سمجھانے کے گالی پر گالی دیتے چلے جاتے ہیں۔ کیا اس کا نام اخلاق ہے۔ میں بار بار کہتا ہوں کہ اگر قرآن شریف نہ ہوتا اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نہ آتے ہوتے تو مسیح کی خدائی اور نبوت تو ایک طرف شاید کوئی دانشمند ان کو کوئی عالی خیال اور وسیع الاخلاق انسان ماننے میں بھی تامل کرتا۔ یہ قرآن شریف کا اور ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان عام ہے تمام بیوں پر اور خصوصاً مسیح پر کہ اُس نے اُن کی نبوت کا ثبوت خود دیا۔

پہر ایک اور پہلو سے بھی مسیح کی خدائی کی پڑتال کرنی چاہیے کہ اخلاقی حالت تو غیر یہ تھی ہی کہ یہود کے معزز بزرگوں کو آپ گالیاں دیتے تھے، لیکن جب ایک وقت قابو آگئے تو اس قدر دُعا کی جس کی کوئی حد نہیں مگر افسوس سے دیکھا جاتا ہے کہ وہ ساری رات کی دُعا ایسا ہیوں کے عقیدے کے موافق بالکل رد ہو گئی اور اُس کا کوئی بھی نتیجہ نہ ہوا، اگرچہ خدا کی شان کے ہی یہ خلافت تھا کہ وہ دُعا کرتے۔ چاہیے تو یہ تھا کہ اپنی اقتداری قوت کا کوئی کرشمہ اُس وقت دکھا دیتے۔ جس سے یہ چارے یہود اقرار اور تسلیم کے سوا کوئی چارہ ہی نہ دیکھتے، مگر یہاں اُن کا اثر ہو رہا ہے۔ اور

اد خود گم است کرا رہبری مُند

کا معاملہ نظر آتا ہے۔ دُعا میں کرتے ہیں۔ چیتھے ہیں چلاتے ہیں۔ مگر افسوس وہ دُعا سنی نہیں جاتی اور موت کا پیالہ جو صلیب کی لعنت کے ذہر سے لبریز ہے نہیں ٹلتا۔ اب کوئی اُس خدا سے کیا پائے گا جو خود مانگتا ہے اور اُسے دیا نہیں جاتا۔ ایک طرف تو خود تعلیم دیتا ہے کہ جو مانگ سوتے گا۔ دوسری طرف خود اپنی ناکامی اور نامرادی کا نمونہ دکھاتا ہے۔ اب انصاف سے ہمیں کوئی بتائے کہ کسی پادری کو کیا تسلی اور اطمینان ایسے خدانے ناکام میں مل سکتا ہے؟

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا سب سے پہلا نمونہ ہیں

غرض جس پہلو سے مسیح کا مقابلہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ہیں دعویٰ خدائی کیا جاوے، تو صاف نظر آتا ہے

کہ مسیح کو آپ سے کوئی نسبت ہی نہیں ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی ایک عظیم انسان کا ایسا نمونہ ہے۔

آپ کیا بظاہر اپنے اخلاقِ فاضلہ کے اور کیا بظاہر اپنی قربتِ قدسی اور عقیدہ ہمت کے اور کیا بظاہر اپنی تعلیم کی خوبی اور تکمیل کے اور کیا بظاہر اپنے کامل نمونہ اور دعائوں کی قبولیت کے غرض ہر طرح اور ہر پہلو میں چمکتے ہوئے شواہد اور آیات اپنے ساتھ رکھتے ہیں کہ جن کو دیکھ کر ایک غبی سے غبی انسان بھی بشرطیکہ اُس کے دل میں بیجا ضد اور عداوت نہ ہو۔ صاف طور پر مان لیتا ہے کہ آپ تَخَلَّقُوا بِأَخْلَاقِ اللَّهِ كَمَا كَانُوا نَزَلُوا اور کامل انسان ہیں، لیکن جب کوئی مسیح کے حالات پر نظر کرتا ہے۔ تو ایک دانشمند اور منصف مزاج انسان کو متامل ہوتا ہے کہ ایسے انسان کو جو مذہب اور شریعت باقوں کا جواب گالی سے دیتا ہے۔ نیک استاد کہنے والوں کو سانپ اور سانپ کے پتے اور حرماکار کہتا ہے۔ خدا تو ایک طرف صرف نبی ہی تسلیم کرے۔

مسیح پر ایمان لانے میں یہودی کی مشکلات

ان ساری باتوں کے علاوہ یہود کو ایک اور بڑی عجیب مشکل درپیش تھی۔ جس میں بظاہر وہ حق پر

ہو سکتے ہیں۔ اور وہ یہ تھی کہ ملائی نبی کی کتاب میں وہ پڑھ چکے تھے کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا کا آسمان سے اُترنا ضروری ہے۔ جب تک وہ نہ آوے مسیح نہ آوے گا۔ اب اُن کے سامنے کسی کے دوبارہ آنے کی نظیر موجود نہیں اور ایلیا کا آسمان سے اُترنا وہ اپنی کتابوں میں پڑھتے آئے تھے۔ انھوں نے ایلیا کو آتے دیکھا نہیں۔ مسیح نے آنے کا دعویٰ کیا۔ اُسے تسلیم کریں، تو کیونکہ مسیح نے جو فیصلہ ایلیا کے آنے کا کیا کہ وہ یوحنا کے رنگ میں آگیا۔ یہودیوں کے پاس بظاہر اس کے انکار کے لیے وجوہات تھیں، کیونکہ اُن کو ایلیا کا وعدہ دیا گیا تھا، نہ شیل ایلیا کا۔ اور اس سے پہلے کوئی واقعہ اس قسم کا نہ ہوا تھا۔ اس لیے اُن کو مسیح کا انکار کرنا پڑا۔

ایک یہودی کی کتاب میرے پاس موجود ہے۔ اُس نے بڑے زور سے اس امر پر بحث کی ہے اور پھر اپیل کرتا ہے کہ بناؤ ایسی صورت میں ہم کیا کریں۔ بلکہ اُس نے یہاں تک لکھا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ ہمیں اسکے متعلق باز پرس کرے گا، تو ہم ملائی نبی کی کتاب کھول کر اُس کے سامنے رکھ دیں گے۔

غرض ایک مشکل ترمیموں کو یہ پیش آئی کہ مسیح مصلوب ہو گیا اور صلیب کی لعنت نے ان کے کذب پر ایک اور رنگ چڑھا دیا۔ کیونکہ وہ تو ریت میں پڑھ چکے تھے کہ جھوٹا نبی صلیب پر لٹکایا جاتا ہے اور وہ

مٹون ہوتا ہے۔ پس انہوں نے یہ خیال کیا کہ ایک طرف تو ایسا کیا نہیں اور یہ مسخ ہونے کا مدعی ہے اور ایسا کہ قتلے پر جو فیصلہ دیتا ہے، وہ بظاہر ملائکہ نبی کی کتاب کے مخالفت ہے، اس لیے کاذب کی مخالفت اور خود مسخ کے طرز عمل اور سلوک نے یہودیوں کو اور بھی برا فردِ خستہ کر دیا تھا۔ جب وہ ان کو حرام کار۔ سانپ اور سانپ کے بچے کہہ کر پکارتے تھے۔ پس انہوں نے میلہ کے لیے کوشش کی اور جب میلہ پر چڑھا دیا تو ان کے پہلے خیال کو اور بھی مہزوبی ہو گئی، کیونکہ انہوں نے دیکھا کہ یہ میلہ پر لٹکا یا جا کر لعنتی ہو گیا ہے۔ اس لیے سچا نہیں ہے۔

اب انہوں نے یہ یقین کر لیا کہ جب یہ خود لعنتی ہو گیا، تو دوسروں کا شفیع کیسے ہو سکتا ہے۔ میلہ نے اُس کے کاذب ہونے پر ٹھہر لگا دی۔ دو گواہوں کے ساتھ انسان پھانسی پاسکتا ہے۔ انہوں نے اُس وقت بھی کہا کہ اگر تم سچا ہے تو اتر آ کر وہ اتر نہ سکا۔ اس امر نے ان کو اور بدترین کر دیا۔

بقیہ تقریر ۲۷ دسمبر ۱۹۰۱ء

لعنت کا مفہوم
عیسائی چونکہ لعنت کے مفہوم اور منشاء سے ناواقف تھے، اس لیے مسخ کو مٹون قرار دیتے وقت انہوں نے کہہ نہیں سوجا کہ اُس کا انجام آخر کیا ہوگا؟ علاوہ یہ کہ چونکہ عربی سے انہیں بغض تھا، اس لیے عبرانی میں بھی پوری مہارت حاصل نہ کر سکے۔ یہ دونوں زبانیں ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں اور عربی جانتے دانے کے لیے عبرانی کا پڑھنا سہل تر ہے، مگر عیسائی بوجہ بغض عبرانی لغت سے بھی فائدہ نہ اٹھا سکے۔

لعنت کا مفہوم یہ ہے کہ... کوئی خدا تعالیٰ سے سخت بیزار ہو جائے اور خدا تعالیٰ اس سے بیزار ہو جاوے۔ عیسائیوں کے اپنے مطیع کی بھیجی ہوئی لعنت کی کتابیں جو بیروت آئی ہیں۔ ان میں بھی لعنت کے یہی معنی لکھے ہوئے ہیں۔ اور لعین شیطان کو کہتے ہیں۔ جیسے ان لوگوں کی سمجھ پر سخت افسوس آتا ہے کہ انہوں نے اپنے مطلب کی خاطر ایک عظیم اتشان نبی کی سخت بیخبری کی ہے اور اس کو لعینِ عظمیٰ بنا ہے اور انہوں نے اُس پر کچھ بھی توجہ نہیں کی کہ لعنت کا تعلق دل سے ہوتا ہے۔ جب تک دل خدا سے برگشتہ نہ ہو۔ مٹون نہیں ہو سکتا۔ اب کبھی عیسائی سے پوچھو کہ کیا عربی اور عبرانی لغت میں لعنت کے یہ معنی متفق علیہ ہیں یا نہیں؟ پھر اگر دل میں شرارت اور ہٹ دھرمی نہیں ہے اور محض خدا تعالیٰ کی رضا کے لیے ایک مذہب کو اختیار کیا جاتا ہے تو کیا ایک لعنت ہی کا مضمون عیسائی مذہب کے استیصال کے لیے کافی نہیں ہے؟ اول فور کرے کہ جب یہ بات مسلم تھی اور

پہلے تو آت میں کہا گیا تھا کہ وہ جو کاٹھ پر لٹکایا گیا وہ لعنتی ہے اور وہ کاذب ہے۔ تو بتاؤ جو خود ملعون اور کاذب
 ٹھہر گیا۔ وہ دوسروں کی شفاعت کیا کرے گا؟

اد غویشتن گم است کرا ہیری ٹخذ

میں سچ کہتا ہوں کہ جب سے ان عیسائیوں نے خدا کو چھوڑ کر اٹھتیت کا تاج ایک عاجز انسان کے
 سر پر رکھ دیا ہے۔ اندھے ہو گئے ہیں ان کو کچھ دکھائی نہیں دیتا۔ ایک طرف اُسے خدا بناتے ہیں۔ دوسری
 طرف میلپ پر چڑھا کر اُسے لعنتی ٹھہراتے ہیں اور تین دن کے لیے ہادیہ میں بھی بھیجتے ہیں۔ کیا وہ دوزخ میں
 دوزخیوں کو فیصحت کرنے گئے تھے۔ یا ان کے لیے وہاں جا کر کفارہ ہونا تھا؟

حضرت مریم کے یوسف نکاح پر اعتراضات
 مختصر یہ کہ اس قسم کے فساد موجود ہیں۔ اب مہل
 مطلب یہ ہے کہ یہی نہیں بلکہ کوئی بھی اخلاقی

حالت سچ کی ثابت نہیں۔ صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سہارے سے مانا گیا ہے۔ اگر انجیل کی بنا پر ہی
 ماننا پڑتا تو پھر ان مشکلات میں پڑ کر کون تسلیم کر سکتا ہے۔ عیسائیوں نے اور انجیل نے تو اور بھی داغ لگاتے
 ہیں۔ یہودی جس قسم کے الزام لگاتے ہیں ان کے تو بیان کرنے سے بھی شرم معلوم ہوتی ہے۔ یہ دیر قوم تو اس کی
 ماں کو بھی مہتم کرتی ہے۔ ایک اور خطرناک معاملہ ہے جس کا جواب عیسائیوں کے پاس ہرگز نہیں ہے اور وہ یہ
 ہے کہ مریم کی ماں نے عہد کیا تھا کہ وہ بیت المقدس کی خدمت کرے گی اور تارکہ رہے گی نکاح نہ کرے گی۔
 اور خود مریم نے بھی یہ عہد کیا تھا کہ میں بیگل کی خدمت کروں گی۔ باوجود اس عہد کے پھر وہ کیا بلا اور آفت پڑی کہ یہ عہد
 توڑا گیا اور نکاح کیا گیا۔ ان تاریخوں میں جو یہودی معتقدین نے لکھی ہیں اور باتوں کو چھوڑ کر بھی اگر دیکھا جاوے تو یہ
 لکھا ہے کہ یوسف کو مجبور کیا گیا کہ وہ نکاح کرے اور اسرائیلی بزرگوں نے اُسے کہا کہ ہر طرح ہتیس نکاح کرنا ہوگا۔
 اب اس واقعہ کو مد نظر رکھ کر دیکھو کہ کس قدر اعتراض واقع ہوتے ہیں۔

اول۔ جب عہد باندھا گیا تھا تو پھر خدا کی ماں اور نانی نے اپنے عہد کو کیوں توڑا؟

دوم۔ جبکہ عیسائیوں کے نزدیک کثرت ازدواج زنا کاری ہے تو وہ اس کا کیا جواب دیتے ہیں کہ یوسف
 کی پہلی بیوی بھی مہتمی اور مریم دوسری بیوی مہتمی۔ کیا وہ اپنے آپ یہ الزام اپنی مقدس کنواری پر قائم نہیں کرتے؟
 سوم۔ جبکہ حمل ہو چکا تھا تو پھر جس میں نکاح کیوں کیا گیا؟

یہ تین زبردست اعتراض ہیں جو اس پر ہوتے ہیں۔ اور باتوں کو اگر چھوڑ دیا جائے۔ مثلاً یہ کہ جب فرشتے نے
 اگر مریم کو بشارت دی تھی کہ تیرے پیٹ میں خدا آتا ہے تو اُسے چاہیے تھا کہ شہ چا دیتی اور دنیا کو آگاہ کرتی کہ
 خدا کا استقبال کرنے کو تیار ہو جاؤ، وہ میرے پیٹ سے پیدا ہوگا۔ پھر اس کو چھپا یا کیوں گیا۔ ہم اس قسم

کے اعترافوں کو مردست چھوڑ دیتے ہیں، لیکن جو تین بڑے اعترافوں کو پرکھے گئے ہیں، ان کا جواب عیسائیتوں کے پاس حقیقت میں کچھ بھی نہیں ہے۔

اس بات یہ معلوم ہوتی ہے کہ مریم کو پہل میں پیٹ ہو گیا تھا اور مریم نے یہ سمجھا کہ لوگوں کو اگر بتایا گیا کہ مجھے فرشتہ نے آکر بتایا پیدا ہونے کی بشارت دی ہے، تو لوگ مٹھنٹھا کریں گے اور کہیں گے کہ اس کو بیاہ کے خواب آتے ہیں۔ کوئی بدکار مٹھنٹھا لے گا۔ لیکن جب پیٹ چھپ نہ سکا اور چرچا ہونے لگا تو آخر سب کو فکر پڑی۔ اگر پہلے سے بتا دیتی جب فرشتہ نے آکر کہا تھا، تو شاید اس قدر شہو نہ ہوتا۔ لیکن اُنھوں نے یہی سمجھا کہ اس وقت اگر بتایا تو یہی کہیں گے کہ خاندان نجی ہے کیونکہ یہ قاعدہ ہے کہ اگر کنواری لڑکی ذرا سا بھی کوئی ذکر کر بیٹھے۔ تو لوگ اس کی نسبت یہی نتیجہ نکال لیتے ہیں پس وہ ڈرتی رہی اور یہی اس نے سوچا کہ خاموش رہوں، لیکن چار پانچ مہینے کے بعد جب پیٹ بڑھا اور پردہ نہ رہ سکا۔ تو پھر بانگ لگا۔ تو ہیکل کے بزرگوں کو یوژینی معلوم ہو گیا کہ مریم حاملہ ہے اور انہیں فکر پیدا ہوئی اور جیسا کہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اگر کوئی شریف خاندان کی لڑکی حاملہ ہو جاوے، تو ضبط پٹ اس کا نکاح کر دیتے ہیں تاکہ ناک نہ کٹ جاوے۔ ان بزرگوں کو بھی یہی فکر پیدا ہوئی، کیونکہ وہ اس واقعہ سے بالکل بے خبر اور نا آشنا تھے، اس لیے انہوں نے ان باتوں کی ذرا بھی پردا نہ کی کہ اس نکاح سے عہد شکنی کا ارتکاب ہو گا یا دوسری شادی کی وجہ سے بقول شیوخ مسیح یہ زنا کاری مٹھرے گی یا حاملہ کا نکاح کرنا جائز نہیں ہے۔ عزیزوں نے بھی سمجھا کہ اگر اب خاموشی کی گئی اور نکاح نہ کیا گیا، تو ناک کٹ جاتے گی۔ اس لیے یہ نکاح کر دیا گیا جس پر اس قدر اعتراف ہوتے ہیں۔

اناجیل کی مبالغہ آرائی

مگر خود طلب سوال یہ ہے کہ ان انجیل نویسوں نے اس واقعہ پر کیوں ویسا انداز کیے کہ ساتھ روشنی نہیں ڈالی۔ یہ بیانیہ آرائی

کے خلاف ہے۔ ایک جگہ ایک انجیل نویس بھکتا ہے کہ بیورج نے اس قدم کام کیے کہ اگر وہ کلمے جاتے تو دنیا میں نہ سما سکتے مگر اس عقلمندی کی کچھ پراسنوس آتا ہے کہ اس ایک ہی جملہ نے انجیل کی ساری حقیقت کھول دی کہ اس میں جو کچھ لکھا گیا ہے ایسی مبالغہ آئیں بائیں ہیں کیونکہ یہ کیسی ہنسی کی بات ہے کہ جو کام تین برس میں ہو سکتے ہیں وہ دنیا میں نہیں سما سکتے۔ جب محدود زمانہ میں سما گئے تو پھر مکانی طور پر کیوں محدود نہیں ہو سکتے۔

اس قسم کے زدی مواد سے بھرا ہوا عیسائی مذہب کا چھوڑا ہے۔ چھوڑوں کے چھوٹنے کا ایک وقت مقرر ہوتا ہے۔ نصرانی مذہب بھی ایک چھوڑا ہے جو اندر پیپ سے بھرا ہوا ہے، اس لیے باہر سے چمکتا ہے۔ مگر اب وقت آ گیا ہے کہ یہ ٹوٹ جاوے اور اس کی اندرونی فطالت ظاہر ہو جاوے۔

انگریزی گورنمنٹ کے عہد میں مذہبی آزادی
ابھی سکھوں کا زمانہ گزرا ہے جس میں شائستگی باہل
جاتی رہی تھی۔ عالم باہل نہ رہے تھے۔ اگر کسی کو

شبہات پڑتے اور وہ سوال کرتا، تو اس کو واجب اقتل ہونے کا فتویٰ دیا جاتا۔ یہ زمانہ ایسا ہی ہو گیا تھا، مگر اب
خدا تعالیٰ نے فضل عطا کیا کہ ایک ہندو اور شائستہ علم دوست گورنمنٹ کو ہم پر بھروسہ کیا جس نے عدل اور انصاف کے
ساتھ حکومت کرنی چاہی ہے اور مذہبی آزادی کی برکت سے ساری قوموں کو مستفید کیا۔ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ
مذہب کے متعلق سوال کرنے والوں سے کوئی سختی نہیں کی جائے اور ہر ایک سائل کو جواب دیا جاتا ہے۔

میںس موعود کی بعثت کی عرض
جب زمانہ نے اس قسم کی ترقی کی اور شائستہ حق کے سارے
سامان اور ذریعے پیدا ہو گئے، تو اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کئی اُمتوں

پر غالب کرنے کے لیے مجھے مامور کر کے بھیجا۔

حقیقی مٹی اموات۔ صلی اللہ علیہ وسلم
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جب دُنیا میں بھیجا تھا، اُس وقت
کُل تری خشکی نساوے عبر کی تھی۔ آپ نے اگر بہت سے بگڑے

ہوں گے کو بنا دیا۔ یہ بات سُر سُر ہی نگاہ سے دیکھے جانے کے قابل نہیں ہے، بلکہ اس میں بڑے بڑے عقالتی ہیں۔
اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور بزرگی کا پتہ لگتا ہے، کیونکہ بجز اعلیٰ درجہ کے مقدس راستہ باز کے کوئی
دوسرے کو درست نہیں کر سکتا جس کی اپنی قوت قدسی کمال کے درجہ پر نہ پہنچی ہوتی ہو اور ایسی قوت اس میں پیدا
نہ ہو سکتی ہو۔ جو ساری ناپاکیوں کے اثر کو نازل کر دے وہ دوسروں کو درست نہیں کر سکتا۔ یوں تو ہر ایک نبی نے اپنے
اپنے وقت میں اپنی قوم کی اصلاح کی اور اس کو درست کیا۔ مگر جس شان اور مرتبہ کی اصلاح ہمارے نبی کریم صلی اللہ
علیہ وسلم نے کی ہے۔ اُس کو کسی اور کی اصلاح نہیں پسین سکتی بلکہ اُس کے مقابل میں دوسری اصلاحیں ہیچ نظر آتی
ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیڑھی قوم کو پورے طور سے درست نہ کر سکے اور حضرت مسیح چند عماروں کی پستی
تبدیلی نہ کر سکے۔ اس لیے جب اس مقابلہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا جاوے تو صاف آکر کرنا پڑتا ہے
کہ ایک ہی ہے جس نے لاکھوں کروڑوں مُردوں کو زندہ کیا۔ مٹی اگر ہے تو وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی ہے جو مٹی
ہیں وہ لوگ جو کہتے ہیں کہ مسیح مُردے زندہ کیا کرتا تھا۔ جس نے اپنے چند عمار ہی بھی زندہ نہ کیے اُن کے پاس
ہمیشہ مُردے ہی رہے۔ میں ہمیشہ حیران ہوا کرتا ہوں اور حقیقت میں یہ حیران ہونے کی بات ہے کہ وہ حیات
کیسی ہے جس کے ساتھ فنا لگی ہوتی ہے۔ یہ سئلہ ہی غلط ہے جو کہ کہ فلاں شخص زندہ کرتا ہے۔ اگر زندہ کرنے
کا مفہوم اور مطلب اور نہ ہوتا تو خدا تعالیٰ کیوں قَدْ مَيَسَّرَ لَنَا الْاِيْمَانَ فَصَلِّ عَلَيْنَا الْمَوْتِ (الزمرہ: ۳۴) فرماتا۔
اس سے معلوم ہوا کہ یہ محاورہ ہی اور ہے اور نہ اس سے تو متناقض لازم آتا ہے کہ ایک طرف کہے کہ زندہ نہیں

ہوتا اور دوسری طرف کہہ دے کہ زندہ ہو جاتا ہے۔

اگر میخ پچھڑے زندہ کرنا عقلاً تو قرآن شریف مزدور اس کی نسبت فرماتا کہ یحییٰ المتوفی کیونکہ توفی کا لفظ وہاں آتا ہے جہاں قبضِ رُوح ہو۔ موت تو اس سے پہلے ہی آسکتی ہے اور توفی کا لفظ اس لیے استعمال کیا ہے تاکہ یہ ثابت کیا جاوے کہ مرنے کے بعد رُوح باقی رہتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے قبضہ میں آجاتی ہے۔ کس قدر حیرت اور افسوس کی جگہ ہے کہ مجبوراً مسیح پر بحث کرتے ہوئے لوگ پوری توجہ نہیں کرتے۔ قرآن کریم کو اگر غور سے پڑھ لیتے اور سنت اللہ پر نظر کرتے تو یہ مسئلہ سمجھ میں آجاتا کچھ بھی شکل نہ تھا۔

میخ تاریخ ایک عمدہ علم ہے۔ اس سے پتہ لگتا ہے کہ ہر نبی کے معجزات اس

انبیاء کے معجزات زمانہ کے مناسب حال ہوتے ہیں

رنگ کے ہوتے ہیں جس کا پھر چا اور زور اُس کے وقت میں ہو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت سحر کا بہت بڑا زور تھا، اس لیے اُن کو جو معجزہ دیا گیا وہ ایسا تھا کہ اُس نے اُن کے سحر کو باطل کر دیا اور ہمارے نبی کریم کے وقت میں فصاحت و بلاغت کا زور تھا، اس لیے آپ کو قرآن کریم بھی ایک معجزہ اسی رنگ کا ملا۔ یہ رنگ اسی لیے اختیار کیا کہ شرار جاؤ بیان بگھے جاتے تھے اور اُن کی زبان میں اتنا اثر تھا کہ وہ جو باتیں تھیں چند شعر پڑھ کر کرا لیتے تھے۔ جیسے آج کل جو شش دلانے کے لیے انگریزوں نے باجا رکھا ہوا ہے۔ ان کے پاس زبان تھی جو دلیری اور وصلہ پیدا کرتی تھی۔ ہر حربہ میں وہ شعر سے کام لیتے تھے اور فی حق قادی بَعِیْثُوْنَ (اشعار: ۲۷۹) کے مصداق تھے۔ اس لیے اُس وقت مزدوری تھا کہ خدا تعالیٰ اپنا کلام بھیجتا۔ پس خدا تعالیٰ نے اپنا کلام نازل فرمایا اور اسی کلام کے رنگ میں اپنا معجزہ پیش کر دیا۔ جبکہ اُن کو مخاطب کر کے کہہ دیا کہ اِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَأْتُوا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ (البقرہ: ۲۳۱) تم جو اپنی زبانمانی کا دم مانتے اور لاف زنی کرتے ہو اگر کوئی قوت اور وصلہ ہے تو اس کلام کے معجزہ کے مقابلے کچھ پیش کر کے دکھاؤ، لیکن باوجود اس کے کہ وہ جانتے تھے کہ اگر کچھ نہ بنایا (خصوصاً ایسی حالت میں کہ جب تمہاری کردی گئی ہے کہ تم ہرگز نہرگز بنا نہ سکو گے) تو لزوم ہو کر ذلیل ہو جائیں گے۔ پھر بھی وہ کچھ پیش نہ کر سکے۔ اگر وہ کچھ بناتے اور پیش کرتے تو صحیح تاریخ مزدور شہادت دیتی، مگر کوئی ثابت نہیں کر سکتا کہ کسی نے کچھ بنایا ہو۔ پس خدا تعالیٰ نے اُس وقت اُسی رنگ کا معجزہ دکھایا تھا۔

اسلامی یہودیوں میں سلبِ امراض کا نسخہ چلا آتا تھا۔ ہندوؤں میں بھی ہے۔ مسلمانوں میں بھی ہے۔ عیسائیوں میں بھی ہے۔ بلکہ انگریزوں

سلبِ امراض کا معجزہ

میں تو آج کل یہ علم بہت ترقی کر گیا ہے۔ اس سے نبوت کا ثبوت نہیں ہوتا اور نہ نبوت سے اس کا کوئی تعلق

ہے کیونکہ یہ صرف مشق پر موقوف ہے اور ہر شخص جو مشق کرے خواہ وہ ہندو ہو یا مسلمان، عیسائی ہو یا دہریہ بغرض کوئی بھی ہو وہ مشق کرنے سے اس میں بہارت پیدا کر سکتا ہے۔ اس لیے اس سلبِ امراض کو نبوتِ کئی تعلق نہیں ہے بلکہ یہ ایک عام بات ہے تو حضرت مسیح کے وقت میں چونکہ اس کا زور تھا۔ اللہ تعالیٰ نے اس رنگ کا مجرہ حضرت مسیح کو دے دیا۔ یہ خاصیت ہر انسان میں موجود ہے کہ وہ توجہ کرتا ہے۔ توجہ کرنے کے ساتھ ایک چیز اس کے دل سے اٹھ کر پڑتی ہے اچانچہ یہ مسیح نے کہا کہ میں نے مجھے چھوڑا ہے کہ میری وقت نکلی ہے۔ سلبِ امراض والے بھی یہی کہتے ہیں۔ مختصر یہ کہ مسیح کے مجربات اس رنگ میں اگر بہت ہی کمزور اور ضعیف ہو جاتے ہیں۔ اس کے علاوہ مسیح کے مجربات پر ایک اور بڑا اعتراض بھی ہے اور وہ یہ ہے کہ انجیل میں لکھا ہے کہ ایک تالاب ایسا تھا کہ لوگ اس کے پانی کے پینے کا انتہار کیا کرتے تھے۔

اور وہ مانتے تھے کہ اس کو فرشتہ بلاتا ہے۔ پس جو سب سے پہلے اس میں اتر پڑتا۔ وہ اچھا ہو جاتا تھا اور یہ بھی پایا جاتا ہے کہ مسیح اس تالاب پر اتر جایا کرتے تھے۔ پھر کیا تعجب ہے کہ مسیح نے میاروں کے علاج کو کوئی نسخہ اس تالاب کی مٹی وغیرہ سے ہی تیار کیا ہو۔ تالاب کے اس قصہ نے جو انجیل میں درج ہے۔ یہی عجوبات کی حقیقت کو اور بھی مستحکم کرتا ہے اور ساری روئی کو دور کر دیا ہے۔ اسی لیے عماد الدین جیسے عیسائیوں کو مانتا پڑا ہے کہ تالاب والا قصہ الحاقی ہے۔ لیکن انجیل کے ان نادان دوستوں نے آسمانیان نہیں کیا کہ اس باب کو محض الحاقی کہہ دینے سے یہی عجوبات کی گئی ہوتی روئی نہیں آسکتی۔ بلکہ انجیل کو اور بھی مستحکم قرار دینا ہے۔ کیونکہ پھر اس بات کا کیا جواب ہے کہ میں انجیل میں ایک باب الحاقی ہے اور حضرت مسیح کا الحاقی نہ ہو اور جبکہ سب نامہ کو الحاقی کہنے والے بھی موجود ہیں۔ پھر اس تالاب جیسے چشمے اور ٹنکوں میں بھی پائے جاتے ہیں۔ یہ روپ کے اکثر ممالک میں ایسے چشمے ہیں جہاں جا کر اکثر مریض شفا پاتے ہیں۔ کشمیر میں بھی بعض چشموں کا پانی ایسا ہی ہے جن میں گندھک کا پانی اور نمک اور اوس قسم کے اجزاء ملے ہوتے ہیں پس وہ مجرہ نما تالاب مسیح کے سارے مجربات پر پانی پھیرتا ہے۔ خصوصاً ایسی حالت میں جبکہ مسیح کا اس تالاب پر جانا اور اس کی مٹی کا آنکھوں پر لگانا اور اپنے پاس رکھنا بھی ریاں کیا جاتا ہے اور پھر عماد الدین نے اس الحاقی ماننا ہے۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ ایک جتہ الحاقی مان کر پھر آسمانی کہتے ہوئے اسے شرم نہیں آتی۔

مسیح کی بھی ہوتی انجیل نہیں۔ حواریوں کی زبان جراتی میں نہیں۔ تیسری مصیبت یہ ہے کہ الحاقی بھی ہے اور پھر آخر یہ کہ تعلیم اور جوری اور ناقص اور نامعقول ہے اور اُسے پیش کیا جاتا ہے کہ نجات کا اصلی ذریعہ یہ ہے۔

اوپیت مسیح

معجزات کا تو یہ حال ہے، پیشگوئیوں کا یہ حال ہے کہ ایسی پیشگوئیاں ہر مدت ہر شخص تو
دیکھنا عام لوگ بھی کر سکتے ہیں کہ لڑائیاں ہوگی۔ قحط پڑیں گے۔ مریخ بانگ دے گا۔

ان پیشگوئیوں پر نظر کرو تو بے اختیار ہنسی آتی ہے۔ ان کو یہودی خدائی کا ثبوت کب تسلیم کر سکتے تھے۔ خدائی
کے لینے تو وہ جبروت اور جلال چاہیے جو خدا کے حسب حال ہے لیکن یسوع اپنی عاجزی اور ناتوانی میں ضرب الش
ہے۔ یہاں تک کہ ہوائی پرندوں اور لومڑیوں سے بھی ادنیٰ درجہ پر اپنے آپ کو دکھتا ہے۔ اب کوئی بتائے کہ کس
بنام پر اس کی خدائی تسلیم کی جاوے، کس کس بات کو پیش کیا جاوے۔ ایک صلیب ہی ایسی چیز ہے جو ساری
خدائی اور نبوت پر پائی پھیر دیتی ہے کہ جب مصلوب ہو کر ٹھون ہو گیا تو کاذب ہونے میں کیا باقی رہا۔ یہودی
مبجور تھے۔ ان کی کتابوں میں کاذب کا یہ نشان تھا۔ اب وہ صادق کو کھو کر تسلیم کرتے؟ جو خود خدا سے ڈر ہو گیا وہ
ادوں کے گناہ کیا اٹھائے گا۔ عیسائیوں کی اس خوشی اعتقادی پر سخت انوس آتا ہے کہ جب دل ہی ناپاک ہو گیا
تو اور کیا باقی رہا۔ وہ دوسروں کو کیا بچائیگا۔ اگر کچھ بھی شرم ہوتی اور عقل و فکر سے کام لیتے تو مصلوب اور ٹھون کے
عقیدے کو پیش کرتے ہوئے یسوع کی خدائی کا اقرار کرنے سے ان کو موت آجاتی۔ اب کس صلیب کے سالن کثرت سے
پیدا ہو گئے ہیں اور عیسائی مذہب کا باطل ہونا ایک بدیہی مسئلہ ہو گیا ہے جس طرح پر چور پھرا جاتا ہے تو اول اول وہ
کوئی اقرار نہیں کرتا اور پتہ نہیں دیتا مگر جب پلین کی تفتیش کامل ہو جاتی ہے تو پھر ساسی بھی نکل آتے ہیں اور عورتوں بچوں کی
شہادت بھی کافی ہو جاتی ہے۔ کچھ کچھ مال بھی بلکہ ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کو بے حیائی سے اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہاں میں نے
چوری کی ہے، اس طرح پر عیسائی مذہب کا حال ہوا ہے صلیب پر مزایا یسوع کو کاذب ٹھہراتا ہے۔ لعنت دل کو گندہ کرتی اور
خدا سے قطع تعلق کرتی ہے۔ اور اپنا قول کر پلین کے بجزہ کے سوا اور کوئی معجزہ نہ دیا جاوے گا۔ باقی معجزات کو تو دیکھتا
اور صلیب پر مرنے سے بچنے کو بجزہ ٹھہراتا ہے۔ عیسائی تسلیم کرتے ہیں کہ انجیل میں کچھ حجتہ الہامی بھی ہے۔ یہ ساری
باتیں بل ہلا کر اس بات کا اچھا خاصہ ذخیرہ ہیں جو یسوع کی خدائی کی دیوار کو جو ریت پر بنائی گئی تھی بالکل خاک
سے جلا دیں اور سرینگر میں اس کی قبر نے صلیب کو بالکل توڑ ڈالا۔ مریم عیسیٰ اس کے لیے بطور شاہ ہو گئی۔ غرض یہ
ساری باتیں جب ایک خوبصورت ترتیب کے ساتھ ایک دانشمند سلیم النظر انسان کے سامنے پیش
کی جاویں، تو اُسے صاف اقرار کرنا پڑتا ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرا۔ اس لیے کفارہ جو عیسائیت کا
اصل الامول ہے، بالکل باطل ہے۔

پس یاد رکھو کہ یہ وہ حقائق ہیں جو اس وقت خدا تعالیٰ نے اپنے
فضل و کرم سے مسیح کو عود پر رکھ لے ہیں۔ میں لپکا کر کہتا ہوں کہ

مسیح موعود کی بعثت کی غرض

اب خدا کا وقت آ گیا ہے۔ جو کچھ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا تھا۔ اُس کے پورا

ہوسنے کا وقت آہن تھا کہ مسیح موجود صلیب کو ٹوٹے گا۔ اس سے یہ مراد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ہی کہ وہ صلیب پر
 توڑتا پھرے گا کیونکہ اگر صلیب توڑنے ہی سے کوئی مسیح موجود ہو سکتا ہے تو پھر صلاح الدین اور حضرت عمر رضی اللہ
 عنہ کے وقت میں بہت سی صلیبیں توڑی گئی تھیں۔ علاوہ بریں صلیب کے اس طرح پر توڑنے سے کچھ فائدہ نہیں
 اگر ایک کڑی کی صلیب توڑی جاوے تو سس اور بن سکتی ہیں۔ چاندی سوسنے کی بن جاتی ہیں مگر تین اشدا تعالیٰ
 نے مسیح موجود کے لیے جو کبر صلیب مقرر کیا، تو اس سے یہ ہرگز ٹھوڑا نہیں مٹی کہ ان صلیبوں کو توڑتا پھرے گا کیونکہ
 اس سے ظالم ٹھہرایا جا سکتا ہے پس جو لوگ یہ اعتقاد کرتے ہیں، وہ دین کو بدنام کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے
 مسیح موجود کو اس جہانی جنگ سے بڑی رکھا ہے اور اس کے لیے یہ مقرر کیا کہ یضح الحرب تاکہ اس دودھ
 میں کھتی نہ پڑ جائے۔

مسیح موجود دنیا میں آیا تاکہ دین کے نام سے تلوار اٹھانے کے خیال کو دودھ کرے اور اپنی حج اور براہین سے
 ثابت کر دکھائے کہ اسلام ایک ایسا مذہب ہے جو اپنی اشاعت میں تلوار کی مدد کا ہرگز محتاج نہیں۔ بکلاس کی
 تعلیم کی ذاتی خوبیاں اور اس کے حقائق و معارف و حج و براہین اور خدا تعالیٰ کی زندہ تائیدات اور نشانات
 اور اس کا ذاتی جذب ایسی چیزیں ہیں جو ہمیشہ اس کی ترقی اور اشاعت کا ثوب ہوئی ہیں۔ اس لیے وہ تمام
 لوگ آگاہ رہیں جو اسلام کے بزرگ شیعری پھیلائے جانے کا اعتراف کرتے ہیں کہ وہ اپنے اس دعویٰ میں جھوٹے
 ہیں۔ اسلام کی تاثیرات اپنی اشاعت کے لیے کسی جبر کی محتاج نہیں ہیں۔ اگر کسی کو شک ہے تو وہ میرے پاس
 رہ کر دیکھئے کہ اسلام اپنی زندگی کا ثبوت براہین اور نشانات سے دیتا ہے۔

اب خدا تعالیٰ چاہتا ہے اور اس نے ارادہ فرمایا ہے کہ ان تمام اعترافوں کو اسلام کے پاک وجود سے دُور
 کر دے جو ہمیشہ آدمیوں نے اس پر کئے ہیں۔ تلوار کے ذریعہ اسلام کی اشاعت کا اعتراف کرنے والے اب
 سخت شرمندہ ہوں گے۔ یہ کہنا کہ سرمدی غازی آئے دن فساد کرتے ہیں۔ جہاد کے خیال سے یہ ایک یہودہ بات
 ہے۔ اور ان مُخدول کو غازی کہنا مسلمانوں کی اور جہالت ہے۔ اگر کوئی جاہل مسلمان اُن کے ساتھ مذاہبِ ہلکی
 رکھتا ہے اس خیال سے کہ وہ جہاد کرتے ہیں۔ نہیں سچ کہتا ہوں کہ وہ اسلام کا دشمن ہے جو مُخدع کا نام غازی رکھتا
 ہے اور اسلام کے بدنام کرنے والوں کی تعریف کرتا ہے۔

یہودیوں کے لیے خدا نے جو مسیح پیدا کیا تھا اُس کی غرض بھی یہی تھی کہ یہودیوں کی اس آلائش کو دھو ڈالے جو
 جبر کے ساتھ اشاعتِ مذہب کی اُن سے منسوب کی گئی تھی۔ اسی طرح پر چودھویں صدی میں جو مسیح موجود خدا
 نے اسلام کو دیا ہے، اس کی غرض اور مقصود بھی یہی ہے کہ اسلام کو اس اعتراف سے صاف کرے کہ اسلام کو
 جبر کے ساتھ پھیلا یا گیا ہے، اس لیے اس کا پہلا کام یہی ہے کہ وہ لڑائی نہ کرے گا۔

انچھان اور فرانس اور دیگر ممالک یورپ میں یہ الزام پڑی تھی جس سے اسلام پر لگایا جاتا ہے کہ وہ خیر کے ساتھ پہلایا گیا ہے۔ مگر فرانس اور مسیحیت انہیں سمجھ کر وہ نہیں دیکھتے کہ اسلام کھرا کھرا اذیاء و التذیب کی تعلیم دیتا ہے اور انہیں نہیں معلوم کہ کیا وہ مذہب بونوع پاکر بھی گریے نہ گرانے کا حکم دیتا ہے کیا وہ جبر کر سکتا ہے، مگر اصل بات یہ ہے کہ ان ظُلموں نے جو اسلام کے نامان دوست ہیں یہ فساد ڈالا ہے۔ انہوں نے خود اسلام کی حقیقت کو سمجھا نہیں اور اپنے خیالی عقائد کی بنا پر دوسروں کا اعتراض کا موقعہ دیا۔ جو کہ عقائد ان احمقوں نے بنا رکھے ہیں ان سے نصاریٰ کو خوب مدد پہنچی ہے۔ اگر یہ لوگ جہاد کی صورت میں دھوکا نہ دیتے رہتے کھاتے تو کسی کو اعتراض کا موقع ہی نہیں مل سکتا تھا۔ مگر اب خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہ اسلام کے پاک اور درخشاں چہرہ سے یہ سب گرد و غبار دور کرے اور اس کی خوبیوں اور حسن و جمال سے دنیا کو اطلاع بخئے، چنانچہ اس غرض اور مقصد کے لیے اسی وقت جبکہ اسلام دشمنوں کے لٹے میں پھینسا ہوا ہے یہیں اور یہیں پتھر کی طرح ہوربا تھا۔ اُس نے اپنا یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور بچے بچھا ہے۔ تائیں عملی سہایتوں اور زندہ تقانات کے ساتھ اسلام کو غالب کر دیں۔

۲۷ دسمبر ۱۹۰۶ء (بقیہ تقریر)

ان لوگوں نے اپنی نادوں اور خیالوں کو داخل کر کے اصل امر کو ہندمانہ کی کوشش کی ہے ان کی وہی مثال ہے مَا دَلَّمْ عَلٰی مَنْزِلَتِنَا اَنْبَاؤُ الْاَرْضِیْنَ۔

حَابَةُ الْاَرْضِیْنَ

(سبا: ۱۵۱) یعنی سیلمان کی موت پر دلائل کرنے والا کوئی امر نہ تھا۔ یہ ساری شرارت گویا دابۃ الارض کی جی لاس نے عیاں کیا اور وہ گریڈا۔ خدا تعالیٰ نے جو کہ فرمایا ہے وہ پرچ ہے۔ یہ حق ہے اور داستانیں نہیں ہیں بلکہ یہ حقائق اور سعادت ہیں۔ اسلام راستی کا عصا تھا۔ جو اپنے سہارے کھڑا تھا اور اس کے سامنے کوئی آدیہ ہندو عیسائی مذہب بار کتا تھا، لیکن جبکہ یہ دابۃ الارض پیدا ہوئے اور انہوں نے قرآن کو چھوڑ کر مروجہ دیتوں پر اپنا انحصار رکھا اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ ہر وقت اسلام پر حملے ہونے شروع ہو گئے۔ دابۃ الارض کے معنی اصل میں یہ ہیں کہ ایک دیکھ جوتی ہے جس میں کوئی غیر نہیں ہو سکتی اور مٹی وغیرہ کو کھا جاتی ہے۔ اس میں فنا کا مادہ ہے اور اچھی چیز کو فنا کرنا چاہتی ہے۔ اس میں آتش مادہ ہے۔

اب اس کا مطلب یہ ہے کہ دابۃ الارض اس وقت کے ملنا۔ میں جو جو ہونے سے کہتا ہوں اور اسلام پر جو ہونے والا ہوتا ہے۔ یہی اسکا حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی عظمت کو مد سے بڑھاتے ہیں اور ان کو خدا تعالیٰ کی

صفات سے مستثقل قرار دیتے ہیں۔ جبکہ ان کو مومی اور شافی۔ عالم انصیب۔ غیر متغیر وغیرہ مانتے ہیں۔ اور ایسا ہی اسلام پر یہ جھوٹا الزام لگاتے ہیں کہ وہ تنہا اس کے بدوں نہیں پھیلا۔ بھوپال کے ایک قلم نگار نے مجھے دجال کہا، حالانکہ یہ لوگ خود دجال ہیں جو مجھے کہتے ہیں۔ کیونکہ وہ حق کو چھپاتے ہیں اور اسلام کو بدنام کرتے ہیں۔ غرض عیسائے اسلام جس کے ساتھ اسلام کی شوکت اور رعب متعاد جس کے ساتھ امن اور سلاحتی ممتی اس وابستہ الازمن نے بگڑا دیا۔ پس جیسے وہ وابستہ الارض متعاید اس سے بدتر ہیں۔ اس سے تو صرف ملک میں فتنہ پڑا تھا، مگر ان سے دین میں فساد پیدا ہوا اور ایک لاکھ سے زائد لوگ مرتد ہو گئے۔ ایک وہ وقت تھا کہ اگر ایک مرتد ہو جاتا، تو گویا قیامت آ جاتی ممتی یا اب یہ حال ہے کہ ایک لاکھ سے زیادہ مرتد ہو گیا اور کسی کو خیال بھی نہیں۔ کئی کروڑ کتا ہیں اسلام کے خلاف نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین اور دعویٰ بھی گئی ہیں، لیکن کسی کو خبر تک بھی نہیں کہ کیا ہوا ہے۔ اپنے پیش وعشرت میں شغول ہیں اور دین کو ایک ایسی چیز قرار دیدیا ہے جس کا نام بھی مذہب سوسائٹی میں لیا جاتا گناہ سمجھا جاتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام پر جو اعتراض طبعی فلسفہ کے رنگ میں کیے جاتے ہیں۔ ان کا جواب یہ لوگ نہیں دے سکتے اور کچھ بھی بتا نہیں سکتے، حالانکہ اسلام پر جو اعتراض عیسائی کرتے ہیں، وہ خود ان کے اپنے مذہب پر ہوتے ہیں۔ سب سے بڑا اعتراض جہاد پر کیا جاتا ہے، لیکن جب غور کیا جاوے تو صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ یہ اعتراض خود عیسائیوں کے سمتوں پر چلتے ہیں۔ اسلام نے جہاد کو اٹھایا اسلام پر اعتراض نہیں۔ ہاں وہ اپنے گھر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی لڑائیوں کا کوئی جواب نہیں دے سکتے اور خود عیسائیوں میں جو مذہبی لڑائیاں ہوتی ہیں اور ایک فرقہ نے دوسرے فرقہ کو قتل کیا۔ آگ میں جلایا اور دوسری قوموں پر جو کھلاؤں و ستم کیا۔ جیسا کہ سپین میں ہوا۔ اس کا کوئی جواب ان عیسائیوں کے پاس نہیں ہے اور قیامت تک پاس کا جواب نہیں دے سکتے۔

یہ بات بہت درست ہے کہ اسلام اپنی ذات میں کامل، بے عیب اور پاک مذہب ہے، لیکن نادان دوست اچھا نہیں ہوتا۔ اس وابستہ الارض نے نادان دوست بن کر اسلام کو جو صدمہ اور نقصان پہنچایا ہے۔ اس کی تلافی بہت ہی مشکل ہے، لیکن اب خدا تعالیٰ نے ارادہ فرمایا ہے کہ اسلام کا نور ظاہر ہو اور دنیا کو معلوم ہو جاوے کہ سچا اور کامل مذہب جو انسان کی بنیاد کا تشکیل ہے۔ وہ صرف اسلام ہے۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے مجھے مخاطب کر کے

لے وابستہ الارض کے معنی عاموں کے ہیں۔ جیسا کہ قرآن شریف کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔ وَإِذَا وَقَعْتُم مَلِيْمًا
 أَخْرَجْنَاكُمْ مِنْ دَارِكُمْ مِّنْ دُونِ الَّذِي كَفَرْتُمْ أَنَّ النَّاسَ كَالْأَبْيَانِ يَلَافُونَ (انمل ۸۳) یعنی جب لوگوں پر جنت
 پوری ہو جائے گی۔ تو ہم ان کے لیے زمین سے ایک کیڑا نکالیں گے جو لوگوں کو اس واسطے کاٹے گا کہ وہ خدا تعالیٰ
 کے نشانوں پر ایمان نہیں لاتے تھے۔ تَبٰرَكَ الَّذِي مَعَ ذٰلِكَ عِلْمٌ كَثِيْرٌ۔ یعنی اقرب الوارد میں صاف کاٹنے کے کئے ہیں۔

مخرام کہ وقت تو نزدیک رہتے ہو پامختاریاں برمنار بلند تر محکم افتاد

لیکن ان ناعاقبت اندیش نادان دوستوں نے خدا تعالیٰ کے اس سلسلہ کی قدر نہیں کی، بلکہ یہ کوشش کرتے ہیں کہ یہ نُور نہ چمکے یہ اس کو چھپانے کی کوشش کرتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ وعدہ کر چکا ہے۔

وَاللّٰهُ مُسْتَمِرٌّ نُّورِهِ وَكَوْكَرَةِ الْكَافِرُونَ (العنق : ۹)

یہ بچے گایاں دیتے ہیں، لیکن میں اُن کی گالیوں کی
گالیوں کا جواب گالیوں سے نہ دیں

پُرُو اہنیں کرتا اور نہ اُن پر افسوس کرتا ہوں، کیونکہ وہ اس مقابلہ سے عاجز آگئے ہیں اور اپنی عاجزی اور فرومایگی کو مجھو اس کے نہیں چھپا سکتے کہ گایاں دیں۔ کلمز کے فتوے لگائیں، جوٹے مقدمات بنائیں اور ادا و قہم قہم کے افتراء اور بہتان لگائیں۔ وہ اپنی ساری طاقتوں کو کام میں لاکر میرا مقابلہ کریں اور دیکھ لیں کہ آخری فیصلہ کس کے حق میں ہوتا ہے۔ میں انہی گالیوں کی اگر پر داکر دل تو وہ اہل کام جو خدا تعالیٰ نے بے سپرد کیا ہے، رہ جاتا ہے۔ اس لیے جہاں میں ان کی گالیوں کی پر دہ اہنیں کرتا میں اپنی جماعت کو نصیحت کرتا ہوں کہ اُن کو مناسب ہے کہ اُن کی گایاں سن کر برداشت کریں اور ہرزہ ہرزہ لگانی کا جواب گالی سے نہ دیں کیونکہ اس طرح پر برکت باقی رہتی ہے۔ وہ میرا اور برداشت کا نمونہ ظاہر کریں اور اپنے اخلاق دکھائیں۔ یقیناً یاد رکھو کہ عقل اور جوش میں خطرناک دشمنی ہے۔ جب جوش اور غصہ آتا ہے، تو عقل قائم نہیں رہ سکتی۔ لیکن جو صبر کرتا ہے اور بُرہ باری کا نمونہ دکھاتا ہے اُس کو ایک نُور دیا جاتا ہے جس سے اس کی عقل و فکر کی قوتوں میں ایک نئی روشنی پیدا ہو جاتی ہے اور پھر نُور سے نُور پیدا ہوتا ہے۔ غصہ اور جوش کی حالت میں چونکہ دل دو ماخ تار ایک ہوتے ہیں۔ اس لیے پھر تاریکی سے تاریکی پیدا ہوتی ہے۔

یہ پھر اہل مطلب کی طرف رجوع کر کے کہتا ہوں کہ اسلام کی جو حالت اس وقت ہو رہی ہے اور یہ مختلف فرقہ بندیوں جو آئے دن ہوتی رہتی ہیں اور مخالفت

اس پر دلیر ہو رہے ہیں اور بیباکی سے چلنے اور اعتراض کرتے ہیں۔ یہ سب اسی وجہ اللہ تعالیٰ کا فساد ہے۔ اُنہوں نے ہی جیسا توں کو مدد دی ہے مگر اب خدا کا لشکر کہہ کر اُس نے عین وقت پر دستگیری فرمائی ہے۔ اور اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔ اس لیے تم کو مناسب ہے کہ اس فضل کو جو تم کو دیا گیا ہے۔ منافع نہ کرو اور ادب کی جگہ سے دیکھو اور اس مدد اور نصرت کی جو تمہیں دی گئی ہے قدر کرو۔ یقیناً یاد رکھو کہ خدا کی مدد بدلہ ادا اُس کے بلائے بغیر کوئی شخص راستی سے اور بُردی راستی سے ایک امر کو بیان نہیں کر سکتا۔ بغیر اس کے دلائل ملتے ہی نہیں اور طرز بیان نہیں دیا جاتا اور

یہ بھی خدا کا خاص فضل ہوتا ہے کہ اس طرز بیان سے نیکی کی قوت رکھنے والے اُس شخص کو جو خدا کی قوت و طاقت پاکر رُوح القدس سے معرکہ بولتا ہے شناخت کھینچتے ہیں پس تم پر یہ خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ اس نے ہمیں یہ قوت عطا کی اور شناخت کی آنکھ دی۔ اگر وہ یہ فضل نہ کرتا، تو جیسے اور لوگ پر دہل میں ہیں اور گایاں دیتے ہیں، تم بھی اُن میں ہی ہوتے۔ جس چیز نے تم کو کھینچا ہے وہ معنی خدا کا فضل ہے۔ جیسے میاں عبدالحی ہی کو دیکھو خدا کا فضل ان کی دستگیری نہ کرتا تو یہ کیونکر اس عیش کی جگہ سے نکل سکتے تھے خصوصاً ایسی حالت میں کہ ان کے پاس کئی نایاب بھی جمع ہوتے اور انھوں نے منع بھی کیا کہ قادیان منہ جاؤ۔ بلکہ ایک نے گالی بھی دی۔ حالانکہ گالی دینا اُن کے مذہب میں منع ہے اور عام طور پر تہذیب اور شائستگی کے بھی خلاف ہے۔ لیکن ان تمام باتوں پر خدا کا فضل غالب آگیا اللہ اُن کو کھینچ لایا۔ اُن کو بندگی کا سبب ہی بستر نہ آنے اور نہ اگر یہ بیوی کر لینے تو پھر اتلا پیش آجاتا، مگر خدا نے ہر طرح سے بچایا۔ خدا کا فضل سمجھنا نہیں ہوتا جس پر وہ اپنا کرم کرتا ہے اُسے ہر طرح سے بچا لیتا ہے۔ یہ خیال مت کرو کہ ہم مسلمان ہیں۔ اسلام بڑی نعمت ہے۔ اس کی قدر کرو اور شکر کرو۔ اس کے اندر فلاسفی ہے جو زبان سے کہہ دینے سے حاصل نہیں ہوتی۔

اسلام کی حقیقت اسلام اللہ تعالیٰ کے تمام تعقیقات کے نیچے آجاتا ہے اور اس کا خلاصہ خدا کی سچی اور کامل اطاعت ہے مسلمان وہ ہے جو اپنا سارا وجود

خدا تعالیٰ کے حضور رکھ دیتا ہے۔ بڑوں کی امید یا دُشمنی کے۔ **مَنْ آمَنَ وَجَاهًا لِلَّهِ وَجْهًا خَيْرٌ** (البقرہ: ۱۷۷) یعنی مسلمان وہ ہے جو اپنے تمام وجود کو اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے وقف کر دے اور سچو کہے اور اعتقاد ہی اور عملی طور پر اس کا مقصد اور غرض اللہ تعالیٰ ہی کی رضا اور خوشنودی ہو۔ اور تمام نیکیاں اور اعمال حسنہ جو اس سے صادر ہوں وہ بشفقت اور شکر کی راہ سے نہ ہوں بلکہ ان میں ایک لذت اور جلاوت کی کوشش ہو۔ جو ہر قسم کی تکلیف کو راحت سے تبدیل کر دے۔

حقیقی مسلمان اللہ تعالیٰ سے پارتا ہے یہ کہہ کر اور مان کر کہ وہ میرا محبوب و مولا پیدا کرنے والا اور عفو ہے اس لیے اُس کے آستانہ پر سر رکھ دیتا ہے۔ سچے مسلمان کو اگر کہا جائے کہ ان اعمال کی یاد اُٹھائیں کہ ہم بھی نہیں لے گا اور نہ بہت شہ ہے اور نہ روزِ خ سے اور نہ آرام ہیں نہ لذت ہیں تو وہ اپنے اعمال صالحہ اور محبت الہی کو ہرگز بھول چھوڑ نہیں سکتا، کیونکہ اُس کی عبادت اور خدا تعالیٰ سے تعلق اور اُس کی فرماں برداری اور اطاعت اُس کی فطری خواہش یا اہم کی بنیاد اور امید پر نہیں ہے بلکہ وہ اپنے وجود کو ایسی چیز سمجھتا ہے کہ وہ حقیقت میں خدا تعالیٰ ہی کی شناخت اُس کی محبت اور اطاعت کے لیے بنائی گئی ہے اور کوئی طرز اور مقصد اُس کا ہے ہی نہیں۔ اسی لیے وہ اپنی خدا واد

توقوں کو جب ان ہنرمندی اور مقاصد میں محنت کو دیکھتا ہے تو اس کو اپنے محبوب حقیقی ہی کا چہرہ نظر آتا ہے۔ بہشت و دوزخ چیراس کی اسلاف نہیں ہوتی۔ میں کہتا ہوں کہ گنہگار اس امر کا یقین دلا دیا جاوے کہ خدا تعالیٰ سے محبت کرنے اور اس کی اطاعت میں سخت محنت سزا دی جائے گی تو میں تم کو کہتا ہوں کہ میری فطرت ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ ان تکلیفوں اور بلاؤں کو ایک لذت اور محبت کے پوش اور شوق کے ساتھ برداشت کرنے کو تیار ہے اور باوجود ایسے یقین کے جو خطاب اور دکھ کی صورت میں دلیا جاوے کہیں خدا کی اطاعت اور فرمانبرداری سے ایک قدم باہر نکلنے کو ہزار بلکہ لاکھ ہزار موت سے بڑھ کر اور دکھوں اور مصائب کا جو بحر قرار دیتی ہے۔ جیسے اگر کوئی بادشاہ عام اعلان کر لے کہ اگر کوئی ماں اپنے بچے کو دودھ نہ دے گی، تو بادشاہ اس سے خوش ہو کر انعام دیگا۔ تو ایک ماں بھی گولنا نہیں سمجھی کہ وہ اس انعام کی خواہش اور لالچ میں اپنے بچے کو ہلاک کر لے۔ اسی طرح ایک سچا مسلمان خدا کے حکم سے باہر ہونا اپنے لیے ہلاکت کا موجب سمجھتا ہے، خواہ اس کو اس نافرمانی میں کتنی ہی آسائش اور آرام کا وعدہ دیا جاوے۔

پس حقیقی مسلمان ہونے کے لیے مزدوری ہے کہ اس قسم کی فطرت حاصل کی جاوے کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کسی جزا اور سزا کے خوف اور امید کی بنا پر نہ ہو بلکہ فطرت کا طبعی خاصہ اور جزو ہو کہ پھر وہ محبت بجائے خود اس کے لیے ایک بہشت پیدا کر دیتی ہے اور حقیقی بہشت یہی ہے۔ کوئی آدمی بہشت میں داخل نہیں ہو سکتا۔ جب تک وہ اس راہ کو اختیار نہیں کرتا ہے۔ اس لیے میں تم کو جو میرے ساتھ تعلق رکھتے ہو۔ اسی راہ سے داخل ہونے کی تعلیم دیتا ہوں کیونکہ بہشت کی حقیقی راہ یہی ہے۔

مہدی کا زمانہ — ایک عظیم الشان جمعہ

خدا تعالیٰ نے جو تمام نعمت کی ہے وہ یہی دن ہے، جس کا نام اسلام رکھا ہے۔ پھر نعمت میں جمعہ کا دن بھی ہے جس روز تمام نعمت ہو۔ یہ اس کی طرف اشارہ تھا کہ پھر تمام نعمت جو دیکھو، کئے اللہ تعالیٰ کے (الغفت : ۱۰) کی صورت میں ہو گا وہ بھی ایک عظیم الشان جمعہ ہو گا۔ وہ جمعہ اب آیا ہے کیونکہ خدا تعالیٰ نے وہ جمعہ مسیح موعود کے ساتھ مخصوص رکھا ہے۔ اس لیے کہ تمام نعمت کی صورت میں دراصل دو ہیں۔ اول میکیل ہدایت۔ دوم میکیل اشاعت ہدایت۔ اب تم خود کہے دیکھو۔ میکیل ہدایت تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں کامل طور پر ہو چکی۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے مقدر کیا تھا کہ میکیل اشاعت ہدایت کا زمانہ و مرازمانہ ہو جبکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مہدی اور گمراہوں میں ظہور فرماویں اور وہ زمانہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ ہے۔ یہی وجہ کہ رتھنہ کئے اللہ تعالیٰ کے (الغفت : ۱۰) اس شان میں فرمایا گیا ہے۔ تمام مفسرین نے بالاتفاق اس امر کو تسلیم کر لیا ہے کہ یہ آیت مسیح موعود کے زمانہ سے متعلق ہے۔ درحقیقت اظہار دین اسی وقت ہو سکتا ہے

جیکر کُل مذاہب میدان میں نکل آویں اور اشاعتِ مذہب کے ہر قسم کے مفید ذیلیے پیدا ہو جائیں اور وہ زمانہ خدا کے فضل سے آگیا ہے۔ اچنانچہ اس وقت پریس کی طاقت کا تقابلیں کی اشاعت اور طبع میں جو سہولتیں مسیحا کی ہیں وہ سب کو معلوم ہیں۔ ڈاکٹرانوں کے ذریعہ سے کل دُنیا میں تبلیغ ہو سکتی ہے۔ اخباروں کے ذریعہ سے تمام دُنیا کے حالات پر اطلاع ملتی ہے۔ ریپوں کے ذریعہ سفر آسان کر دیتے گئے ہیں۔ غرض جس قدر آئے دن نئی ایجادیں ہوتی جاتی ہیں اسی قدر عظمت کے ساتھ مسیح موعود کے زمانہ کی تصدیق ہوتی جاتی ہے اور افہار دین کی صورتیں نکلتی آتی ہیں۔ اس لیے یہ وقت وہی وقت ہے جس کی پیشگوئی اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بظہرہما علی السدینِ کلہم کہہ کر فرمائی تھی۔ یہ وہی زمانہ ہے جو انیڈوم اکنمنٹ کنکھوڈینسکنڈ واقتننت عینکھوڈینسکنڈ (المائدہ : ۴) کی شان کو بلند کرنے والا اور تکمیلِ اشاعتِ ہدایت کی صورت میں دوبارہ اتمامِ نعمت کا زمانہ ہے اور پھر یہ وہی وقت اور عہد ہے جس میں ذَاخِرِیْنِ مِنْہُمْ نُنَا یَنْتَعِزُّوْا بِہِمْ (الجمعة : ۲۱) کی پیشگوئی پوری ہوتی ہے۔ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ظہور بروزی رنگ میں ہوا ہے اور ایک جماعت صحابہ کی پھر قائم ہوتی ہے۔ اتمامِ نعمت کا وقت آپنا ہے۔ لیکن تھوڑے ہیں جو اس سے آگاہ ہیں اور بہت ہیں جو ہنسی کرتے اور غشوں میں اڑاتے ہیں، مگر وہ وقت قریب ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق تجلی فرمایا گیا اور اپنے زور آور عملوں سے دکھا دیکھا کہ اس کا نذیر سچا ہے۔

جماعت کو نصیحت میں سچ کہتا ہوں کہ یہ ایک تعزیر ہے جو اللہ تعالیٰ نے سعادت مندوں کے لیے پیدا کر دی ہے۔ مبارک وہی ہیں جو اس سے فائدہ اُٹھاتے ہیں تم لوگ

جنہوں نے میرے ساتھ تعلق پیدا کیا ہے۔ اس بات پر ہرگز ہرگز مغرور نہ ہو جاؤ کہ جو کچھ تم نے پانا تھا پانچکے۔ یہ سچ ہے کہ تم ان منکروں کی نسبت قریب تر بہ سعادت ہو جنہوں نے اپنے شدید احمکار اور توہین سے خدا کو ناراض کیا۔ اور یہ بھی سچ ہے کہ تم نے سخنِ حق سے کام لے کر خدا تعالیٰ کے غضب سے اپنے آپ کو بچانے کی فکر کی۔ لیکن سچی بات یہی ہے کہ تم اس چشمہ کے قریب آ پہنچے ہو جو اس وقت خدا تعالیٰ نے ابدی زندگی کے لیے پیدا کیا ہے۔ ہاں پانی پینا بھی باقی ہے پس خدا تعالیٰ کے فضل و کرم سے توفیق چاہو کہ وہ تمہیں سیراب کرے، کیونکہ خدا تعالیٰ کے بڑوں کچھ بھی نہیں ہو سکتا۔ یہ میں یقیناً جانتا ہوں کہ جو اس چشمہ سے پئے گا وہ ہلاک نہ ہوگا، کیونکہ یہ پانی زندگی بخشتا ہے اور ہلاکت سے بچاتا ہے اور شیطان کے عملوں سے محفوظ کرتا ہے۔ اس چشمہ سے سیراب ہونے کا کیا طریق ہے؟ یہی کہ خدا تعالیٰ نے جو دوسری تم پر قائم کیے ہیں ان کو بحال کرو اور اپنے نود پر آ کر دو۔ ان میں سے ایک خدا کا سچی ہے دوسرا مخلوق کا۔

توحید

اپنے خدا کو وحدہ لا شریک کہو جیسا کہ اس شہادت کے ذریعہ تم اقرار کرتے ہو اَشْهَدُ
 اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ یعنی میں شہادت دیتا ہوں کہ کوئی محبوب مطلق اور مطاع اللہ کے سوا
 نہیں ہے۔ یہ ایک ایسا پایا بجا ہے کہ اگر یہ دونوں ایسا ہیوں یا دوسرے شریک بت پرستوں کو سکھا یا جاتا اور وہ
 اس کو سمجھ لیتے، تو ہرگز مرکز تباہ اور ہلاک نہ ہوتے۔ اسی ایک کلمہ کے نہ ہونے کی وجہ سے ان پر تباہی اور مصیبت
 آئی اور ان کی روح مہلک ہو کر ہلاک ہو گئی۔

ایسا ہی فرمایا۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ اللّٰهُ اَحَدٌ۔ لَمْ يَلِدْ وَلَمْ يُولَدْ وَكَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ۔
 (الاحلام : ۵۲) یعنی کہہ دو کہ وہ خدا ایک ہے۔ وہ خدا کا نام ہے۔ وہ ایک ہے۔ وہ بے نیاز ہے نہ کھانے
 پینے کی اس کو ضرورت نہ زمان یا مکان کی حاجت نہ کسی کا باپ نہ بیٹا اور نہ کوئی اس کا ہمسرا اور بے تغیر ہے
 یہ چھوٹی سی سورت قرآن شریف کی ہے جو ایک سطر میں آجاتی ہے لیکن دیکھو کس خوبی اور عمدگی کے ساتھ ہر قسم کے شریک
 سے اللہ تعالیٰ کی تشریح کی گئی ہے۔

حصر عقلی میں شریک کے جس قدر تم ہو سکتے ہیں ان سے اس کو پاک بیان کیا ہے۔ جو چیز آسمان اور زمین کے
 اندر ہے۔ وہ ایک تغیر کے نیچے ہے، مگر خدا تعالیٰ نہیں ہے۔ اب یہ کیسی صاف اور ثابت شدہ صداقت ہے۔
 داغ اسی کی طرف متوجہ ہوتا ہے۔ فور قلب جس کی شریفیت دل میں ہے۔ اس پر شہادت دیتا ہے۔ قانون قدرت
 اسی کا تئید و مصدق ہے یہاں تک کہ ایک ایک پتہ اس پر گواہی دیتا ہے پس اس کو شناخت کرنا ہی عظیم شان
 بات ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں یہ چھوٹی سی سورت نازل کی یہ ایسی ہے کہ اگر قدرت کے سارے دفتر
 کی بجائے اس میں اسی قدر ہوتا تو یہود تباہ نہ ہوتے اور انجیل کے اتنے بڑے مجرم کو چھوڑا کہ اگر یہی تعلیم ان کو
 دی جاتی تو آج دنیا کا ایک بڑا جنتہ ایک مرؤہ پرست قوم نہ بن جاتا۔

مگر یہ خدا کا فضل ہے جو اسلام کے ذریعہ مسلمانوں کو ظاہر اور اس فضل کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر
 آئے۔ جس پہلو سے دیکھو۔ مسلمانوں کو بہت بڑے فزا اور ناز کا موقع ہے۔ مسلمانوں کا خدا پتھر، درخت، حیوان، ستار
 یا کوئی مرؤہ انسان ہے، بلکہ وہ قادر مطلق خدا ہے جس نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے پیدا
 کیا اور جی و قیوم ہے۔

مسلمانوں کا رسول وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم ہے جس کی نبوت اور رسالت کا دامن قیامت تک دوڑا ہے۔
 آپ کی رسالت مرؤہ رسالت نہیں، بلکہ اس کے ثمرات اور برکات تازہ ہر زمانے میں پائے جاتے ہیں جو

اس کی صداقت اور ثبوت کی ہرزاد میں دلیل مہرستہ ہیں۔

چنانچہ اس وقت بھی خدا نے ان ثبوتوں اور برکات اور فروع کو جاری کیا ہے اور مسیح موعود کو بھیج کر نبوت محمدیہ کا ثبوت آج بھی دیا ہے اور پھر اس کی دعوت ایسی عام ہے کہ کل دُنیا کے لیے ہے۔ قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جِئْتُكُمْ بِالْحَقِّ (الاعراف: ۱۵۹) اور پھر فرمایا۔ وَمَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ (الانبیاء: ۱۰۸)

کتاب دی تو ایسی کامل اور ایسی حکم اور یقینی کہ لَا تَرَىٰ فِيهَا عِيبًا (البقرہ: ۳۱) اور فِيهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البقرہ: ۳۱) اور آیاتِ مُفَكِّكَةٍ۔ قَوْلٌ مُّضِلٌّ۔ سَيِّئَاتٍ۔ مُّحْتَرِبَةٍ۔

غرض ہر طرح سے کامل اور مکمل دین مسلمانوں کا ہے جس کے لیے الْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا (المائدہ: ۳) کی مہر لگ چکی ہے۔ پھر کس قدر افسوس ہے مسلمانوں پر کہ وہ ایسا کامل دین جو رمضانِ اہلی کا موجب اور باعث ہے رکھ کر بھی بے نصیب ہیں اور اس دین کے برکات اور ثمرات سے محبت نہیں لیتے بلکہ خدا تعالیٰ نے جو ایک سلسلہ ان برکات کو زندہ کرنے کے لیے قائم کیا تو اکثر انکار کے لیے اٹھ کھڑے ہوتے اور نشتِ مُوسىٰ اور نشتِ مُوسىٰ کی آوازیں بلند کرنے لگے۔

یاد رکھو خدا تعالیٰ کی توحید کا اقرار معنی ان برکات کو جذب نہیں کر سکتا جو اس اقرار اور اُس کے دوسرے لوازمات یعنی اعمالِ صالحہ سے پیدا ہوتے ہیں۔

یہ پرچ ہے کہ توحید اعلیٰ درجہ کی جڑ ہے جو ایک پتے سُلمان اور ہر خدا ترس انسان کو اختیار کرنی چاہیے، اگر توحید کی تکمیل کے لیے ایک دوسرا پہلو بھی ہے اور وہ جنتِ اہلی ہے یعنی خدا سے محبت کرنا۔

قرآن شریف کی تعلیم کا اصل مقصد اور مدعا یہی ہے کہ خدا تعالیٰ جیسا وعدہ لا شریک ہے، ایسا ہی جنت کی رُو سے بھی اس کو وعدہ لا شریک یقین کیا جاوے اور کل انبیاء علیہم السلام کی تعلیم کا اصل منشا ہمیشہ یہی رہا ہے، چنانچہ تَلَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ جیسے ایک طرف توحید کی تعلیم دیتا ہے ساتھ ہی توحید کی تکمیل جنت کی ہدایت بھی کرتا ہے اور جیسا کہ میں نے ابھی کہا ہے۔ یہ ایک ایسا پیارا اور پرزہمی جگہ ہے کہ اس کی مانند ساری تواریت اور انجیل میں نہیں اور دُنیا کی کسی اور کتاب نے کامل تعلیم دی ہے۔

اللہ کے معنی ہیں ایسا محبوب اور مستحق جس کی پرستش کی جاوے۔ گویا اسلام کی یہ اصل جنت کے مفہوم کو پسند اور کامل طور پر ادا کرتی ہے یا دیکھو کہ جو توحید پر دلی محبت کے جو وہ ناقص اور اُخروی ہے۔

خدا کے ساتھ محبت کرنے سے کیا مُراد ہے؟ یہی کہ اپنے والدین۔ جو رو۔ اپنی اولاد۔ اپنے نفس۔ غرض ہر چیز پر

محبتِ الہی اور اپنی جماعت کو نصائح

اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کر لیا جاوے، چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ فَادْكُرُوا اللَّهَ كَذِكْرِكُمْ آبَاءَكُمْ

اَدَّأَشَدَّ ذِكْرًا (البقرہ: ۲۰۱۱) یعنی اللہ تعالیٰ کو ایسا یاد کرو کہ جیسا تم اپنے باپوں کو یاد کرتے ہو، بلکہ اس سے بھی زیادہ اور سخت و درجہ کی محبت کے ساتھ یاد کرو۔ اب یہاں یہ امر بھی غور طلب ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ تعلیم نہیں دی کہ تم خدا کو باپ کہا کرو بلکہ اس لیے یہ سکھایا ہے کہ نصاریٰ کی طرح دعو کو نہ لگے اور خدا کو باپ کہنے کے پکالانہ جانے اور اللہ کو بی کہنے کے پھر باپ سے کم درجہ کی محبت، ہوتی، تو اس اعتراض کے رفع کرنے کے لیے اَدَّأَشَدَّ ذِكْرًا لکھ دیا۔ اور اگر اَدَّأَشَدَّ ذِكْرًا نہ ہوتا تو یہ اعتراض ہو سکتا تھا، مگر اب اس نے اس کو حل کر دیا۔ جو کہتے ہیں وہ کیسے گرسے کہ ایک عاجز کو خدا کہہ اُسے۔

بعض الفاظ ابتلا کے لیے ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کو نصاریٰ کا ابتلا منظور تھا۔ اس لیے اُن کی کتابوں میں انبیاء کی یہ اصطلاح ٹھہر گئی، مگر چونکہ وہ حکیم اور علیم ہے اس لیے پہلے ہی سے لفظ آف کو کثیر الاستعمال کر دیا۔ مگر نصاریٰ کی بدعتی کہ جب سیرج نے یہ لفظ بولا تو انہوں نے حقیقت پر عمل کر لیا اور دعو کا کھالیا، حالانکہ سیرج نے یہ کہہ کر تمہاری کتابوں میں لکھا ہے کہ تم اللہ ہو اس شُرک کو مٹانا چاہنا، مگر نادانوں نے پروا نہ کی۔ اور اُن کی اس تعلیم کے ہوتے ہوتے بھی اُن کو اب اللہ قرار دے ہی لیا۔

یہودیوں کو بھی اس قسم کا ابتلا آیا۔ چونکہ نو ذمی قوم تھی۔ اُن کی درخواست پر سن دسلویٰ نازل ہوا کیونکہ یہ طاعون پیدا کرنے کا معتدبر تھا۔ اللہ تعالیٰ چونکہ جانتا تھا کہ وہ حد سے بھل جائیں گے اور اُن کی سزا طاعون تھی۔ اس لیے پہلے سے وہ اسباب رکھ دیتے۔

میں پھر اصل مطلب کی طرف آتا ہوں کہ اصل توحید کو قائم کرنے کے لیے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کی محبت سے پورا حصہ لو۔ اور یہ محبت ثابت نہیں ہو سکتی جب تک مثل جنت میں کابل نہ ہو۔ نثری زبان سے ثابت نہیں ہوتی۔ اگر کوئی مصری کا نام لیتا رہے، تو کبھی نہیں ہو سکتا کہ وہ شیریں کام ہو جائے یا اگر زبان سے کسی کی دوستی کا اعتراف اور اقرار کرے۔ مگر مصیبت اور وقت پڑنے پر اس کی امداد اور دستگیری سے پہلوتی کرے، تو وہ دوست صادق نہیں ٹھہر سکتا۔ اسی طرح پر اگر خدا تعالیٰ کی توحید کا بڑا ذبانی ہی اقرار ہو اور اُس کے ساتھ محبت کا بھی ذبانی ہی اقرار موجود ہو تو کچھ فائدہ نہیں، بلکہ یہ حصہ ذبانی اقرار کی بجائے عمل جنت کو زیادہ چاہتا ہے۔ اس سے یہ مطلب نہیں کہ ذبانی اقرار کوئی چیز نہیں ہے۔ نہیں۔ میری عرض یہ ہے کہ ذبانی اقرار کے ساتھ عمل تصدیق لازمی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کرو۔ اور ہی اسلام ہے اور ہی وہ عرض ہے جس کے لیے جے بیجا لگیا ہے۔ پس جو اس وقت اس چشمہ کے نزدیک نہیں آیا۔ جو خدا تعالیٰ نے اس عرض کے لیے جاری کیا ہے وہ یقیناً بے نصیب رہتا ہے۔ اگر کچھ لینا ہے اور مقصد کو حاصل کرنا ہے تو طالب صادق کو چاہیے کہ وہ چشمہ کی طرف بڑھے اور آگے قدم رکھے اور اس چشمہ جاری کے کنارے اپنا ٹھکانہ رکھ دے اور یہ ہو نہیں سکتا جب تک خدا تعالیٰ

کے سامنے فرقت کا چور اُٹا کر آستانہ ربوبیت پر مدگر جاوے اور یہ حمد نہ کہے کہ خواہ دنیا کی وجاہت جاتی ہے اور مصیبتوں کے پہاڑ ٹوٹ پڑیں تو بھی خدا کو نہیں چھوڑے گا اور خدا تعالیٰ کی راہ میں ہر قسم کی قربانی کے لیے تیار ہے گا۔ ابراہیم علیہ السلام کا یہی عظیم نشانِ اخلاص تھا کہ بیٹے کی قربانی کے لیے تیار ہو گیا۔ اسلام کا منشا یہ ہے کہ بہت سے ابراہیم بنائے پس تم میں سے ہر ایک کو کوشش کرنی چاہیے کہ ابراہیم بنو۔ نیز تم میں سے کچھ کہتا ہوں کہ:

دلی پرست نہ بنو۔ بلکہ دلی بنو

اور پیر پرست نہ بنو۔ بلکہ پیر بنو

تم اُن ماہوں سے آؤ۔ بیشک وہ تنگ دایاں ہیں۔ لیکن اُن سے داخل ہو کر راحت اور آرام ملتا ہے۔ مگر یہ مزدوری ہے کہ اس دروازہ سے باہر نکل سکتے ہو کہ گزنا پڑے گا۔ اگر بہت بڑی گھڑی سر پر ہو تو مشکل ہے۔ اگر گزرتا چاہتے ہو تو اس گھڑی کو جو دنیا کے تعلقات اور دنیا کو دین پر متقدم کرنے کی گھڑی ہے، چھینک دو۔ ہماری جماعت خدا کو خوش کرنا چاہتی ہے تو اس کو چاہیے کہ اس کو چھینک دے۔ تم یقیناً یاد رکھو کہ اگر تم میں قادری اور اخلاص نہ ہو تو تم جھوٹے مشرور گے۔ اور خدا تعالیٰ کے حضور راستباز نہیں بن سکتے۔ ایسی صورت میں دشمن سے پہلے وہ ہلاک ہوگا جو فاداری کو چھوڑ کر فاداری کی راہ اختیار کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ فریب نہیں کھا سکتا اور نہ کوئی نئے فریب دے سکتا ہے، اس لیے مزدوری ہے کہ تم سچا اخلاص اور صدق پیدا کرو۔

تم پر خدا تعالیٰ کی رحمت سب سے بڑھ کر پوری ہوتی ہے۔ تم میں سے کوئی بھی نہیں ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا ہے۔ پس تم خدا تعالیٰ کے اِزام کے نیچے ہو، اس لیے مزدوری ہے کہ تقویٰ اور خشیت تم میں سب سے زیادہ پیدا ہو۔

خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں مختلف طریقوں اور بیوقوفوں کو اس سلسلہ کی حقانیت کو ثابت کیا ہے۔
ذوالقرنین

اور بتایا ہے کہ ہر ایک قصہ میں اسکی طرف اشارہ کیا ہے۔ مثلاً ذوالقرنین کا قصہ ہے اس میں اسکی پیشگوئی ہے۔ چنانچہ قرآن شریف کے پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ذوالقرنین مغرب کی طرف گیا تو اسے آفتاب غروب ہوا نظر آیا یعنی ندی پائی اور ایک گدلا چھترہ اس نے دیکھا۔ وہاں پر ایک قوم تھی۔ پھر مشرق کی طرف چلتا ہے تو دیکھا کہ ایک ایسی قوم ہے جو کسی اور میں نہیں اور وہ دُھوپ میں جلی ہے۔ تیسری قوم اس میں تیا جو ج ماہوچ سے بچاؤ کی درخواست کی۔ اب یہ بظاہر تو قصہ ہے، لیکن حقیقت میں ایک عظیم الشان پیشگوئی ہے جو اس زمانہ سے متعلق ہے۔ خدا تعالیٰ نے بعض عقائد کو کھول دیتے ہیں اور بعض مخفی رکھے ہیں۔ اس لیے کہ انسان اپنے قومی سے کام لے۔ اگر انسان بڑے منتقولات سے کام لے تو وہ انسان نہیں ہو سکتا۔ ذوالقرنین اس لیے نام رکھا کہ وہ دو صدیوں کو پاتے گا۔ اب جس زمانہ میں خدا نے مجھے بھیجا ہے سب صدیوں کو بھی جگ کرنا ہے

کیا یہ انسانی طاقت میں ہے کہ اس طرح پر وہ صدیوں کا صاحبِ جمع ہو جائے۔

ہندوؤں کی صدی بھی پانی اور عیسائیوں کی بھی۔ مفتی صاحب نے تو کوئی ۱۶ یا ۱۷ صدیاں جمع کر کے دکھائی تھیں۔

غرض ذوالقرنین کے منھے ہیں ہندو صدیاں پانے والا۔ اب خدا تعالیٰ نے اس کے لیے تین قوموں کا ذکر کیا ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ پہلی قوم جو مغرب میں ہے اور آفتاب وہاں غروب ہوتا ہے اور وہ تاریکی کا چشمہ ہے۔ یہ عیسائیوں کی قوم ہے۔ جس کا آفتاب صداقتِ غروب ہو گیا اور آسمانی حق اور نور ان کے پاس نہیں رہا۔ دوسری قوم اس کے مقابل میں وہ ہے جو آفتاب کے پاس ہے، مگر آفتاب سے فائدہ نہیں اٹھا سکتی۔ یہ مسلمانوں کی قوم ہے، جن کے پاس آفتابِ صداقت قرآن شریف اس وقت موجود ہے۔ مگر وہ ابتداء میں نے ان کو بے خبر بنا دیا ہے۔ اور وہ اس سے ان فوائد کو حاصل نہیں کر سکتے۔ مجز جملنے اور ڈکھ اٹھانے کے جو ظاہر پرستی کی وجہ سے ان پر آیا۔ پس یہ قوم اس طرح پر بے نصیب ہو گئی۔ اب ایک تیسری قوم ہے جس نے ذوالقرنین سے اٹھاس کی کہ یا جوج ماجوج کے ڈر سے بند کر دئے تاکہ وہ ان کے عملوں سے محفوظ ہو جائیں۔

وہ ہماری قوم ہے جن نے اخلاص اور صدقِ دل سے مجھے قبول کیا۔ خدا تعالیٰ کی تائید سے میں ان عملوں سے اپنی قوم کو محفوظ کر رہا ہوں، جو یا جوج ماجوج کہتے ہیں۔ پس اس وقت خدا تعالیٰ تم کو تیار کر رہا ہے تمہارا فرض ہے کہ کچھ تو بہ کرو اور اپنی چٹائی اور وفاداری سے خدا کو راضی کرو، تاکہ تمہارا آفتاب غروب نہ ہو اور تاریکی کے چشمہ کے پاس جہانے والے نہ مٹھرو اور نہ تم ان لوگوں سے جو جنہوں نے آفتاب سے کوئی فائدہ نہ اٹھایا پس تم پورا فائدہ حاصل کرو اور پاک چشمہ سے پانی پو تا خدا تم پر رحم کرے۔

وہ انسان بد قسمت ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کے وعدوں پر ایمان لا کر وفاداری بد قسمت انسان کا انتہار نہیں کرتا اور شیطان کے وعدوں کو یعنی کج بیٹھتا ہے، اس لیے کہ جس جہلِ دل نہ ہو جاؤ اور تنگی اور عسکری حالت میں گھبراؤ نہیں۔ خدا تعالیٰ محمودِ رزق کے معاملہ میں فرماتا ہے: وَقُلِ اسْتَأْذِنُوا لَكُمْ فَمَا تَوْعَدُهُمْ (التاویات: ۲۳۰)۔

انسان جب خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر شیطان کا حکم بن جاتا ہے۔ وہ انسان بہت ہی بڑی ذمہ داری کے نیچے ہوتا ہے، جو خدا تعالیٰ کی آیات اور نشانات کو دیکھ چکا ہو۔ پس کیا تم میں سے کوئی ہے جو یہ کہے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا، بعض نشان اس قسم کے ہیں کہ لاکھوں کنڈوں انسان ان کے گواہ ہیں۔ جو ان نشانات کی قدر نہیں کرتا اور ان کو سزا دیکھنے سے دیکھتا ہے، وہ اپنی جان پر فکرم کرتا ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو دشمن سے پہلے ہلاک کرے گا، کیونکہ وہ اللہ پر اعتقاد بھی ہے۔ جو اپنے آپ کو درستی میں کرتا ہے نہ

صرف اپنی جان پر ظلم کرتا ہے بلکہ اپنے بیوی بچوں پر بھی ظلم کرتا ہے کہ چونکہ جب وہ خود تباہ ہو جاوے گا تو اس کے بیوی بچے بھی ہلاک اور خوار ہوں گے۔ خدا تعالیٰ اس کی طرف اشارہ کر کے فرماتا ہے: وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهُمْ (انس ۱۷۱) مردو چونکہ انبیاء آلِ قَوْمٍ عَلَى الْيَتَامَىٰ وَالسَّاءِ (النساء: ۳۵) کا مصداق ہے اس لیے اگر وہ لعنت لیتا ہے تو وہ لعنت بیوی بچوں کو بھی دیتا ہے اور اگر برکت پاتا ہے تو ہمسایوں اور شہر والوں تک کو بھی دیتا ہے اس وقت کل ملک میں ماعنون کی آگ لگ رہی ہے۔ وہ لوگ غلطی کر رہے ہیں، جو اس کو ماعنون کہتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک فرستہ ہے جو اس وقت ایک خاص کام کے لیے مامودی گیا ہے۔ اس کا علاج خدا تعالیٰ نے بے یہی بتایا ہے إِنَّ اللَّهَ لَا يُعَيِّرُ مَا يَتَعَبَّرُ بِهِ شَيْئًا يَخْتَارُ مَا يَأْتِيهِمْ خَشْرًا (الحد: ۱۷) یہ ماعنون بکار یوں اور نیت و نفور اور میرے انکار اور استہزاء کا نتیجہ ہے اور یہ لوگ نہیں سکتا جب تک لوگ اپنے اعمال میں پاک تبسمیلی نہ کریں اور دست و شتم سے زبان کو نہ روکیں۔ پھر فرماتا ہے: إِنَّهُ أَدَى الْقَرْيَةِ - اس گاؤں کو پریشانی اور انتشار سے حفاظت میں لے آیا۔ کیا اس گاؤں میں بڑھ چکے لوگ جو بڑے، چھار، دہرتہ اور شراب پینے والے اور نیچے والے اور اور قوم کے لوگ نہیں رہتے، مگر خدا نے میرے وجود کے باعث سارے گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیا اور اس امر فراموشی اور بھولنے سے اسے محفوظ رکھا۔ جو دوسرے شہروں اور قبیلوں میں ہوتی ہے۔

غرض یہ خدا تعالیٰ کے نشان ہیں، ان کو جو نعمت اور برکت کی نگاہ سے دیکھا اور اپنی ساری قوتوں کو خدا تعالیٰ کی مرضی کے نیچے استعمال کرو۔ تو باوجود استغفار کرتے رہو تا خدا تعالیٰ تم پر اپنا فضل کرے۔

۲۸ دسمبر ۱۹۰۱ء

مُرشد اور مرید کے تعلقات
 مُرشد اور مرید کے تعلقات اُنٹا اور شاگرد کی مثال سے سمجھ لینے چاہئیں۔ جیسے شاگرد اُسٹاد سے فائدہ اُٹھاتا ہے۔ اسی طرح مرید اپنے مُرشد سے۔ لیکن شاگرد اگر اُسٹاد سے تعلق تو رکھے مگر اپنی تعلیم میں قدم آگے نہ بڑھانے تو فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ اسی حال مُرید کا ہے۔ پس اس سلسلہ میں تعلق پیدا کر کے اپنی معرفت اور علم کو بڑھانا چاہیے۔ طالبِ حق کو ایک مقام پر پہنچ کر مرید مہترتا نہیں چاہیے اور وہ شیطانِ بعین اور طرف نگاہ سے گا اور جیسے بند پانی میں غنومت پیدا ہو جاتی ہے۔ اسی طرح اگر مومن اپنی ترقیات کے لیے سعی نہ کرے، تو وہ گر جاتا ہے۔ پس سعادت مند کا فرض ہے کہ وہ طلبِ دین میں لگا رہے۔ ہمارے بنی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر کوئی انسان کامل دُنیا

میں نہیں گزرا، لیکن آپ کو بھی دیتِ ذیٰ ذیٰ عِلْمًا (طہ : ۱۱۵) کی دُعا کی تعلیم ہوئی تھی۔ پھر اود کون ہے جو اپنی معرفت اور علم پر کامل مجرد سہ کے عہتر جاوے اور آئندہ ترقی کی ضرورت نہ بگے۔ جوں یوں انسان اپنے علم اور معرفت میں ترقی کرے گا اُسے معلوم ہوتا جاوے گا کہ اسی بہت سی باتیں حل طلب باقی ہیں بعض ائود کو وہ ابتدائی نگاہ میں اُس پتے کی طرح جو اقلیدس کے اشکال کو محض یہودہ سمجھتا ہے، بالکل بیہودہ سمجھتے تھے، لیکن آخر ذری امور صلاحت کی ضرورت میں اُن کو نظر آئے۔ اس لیے کس قدر ضروری ہے کہ اپنی حیثیت کو بدلنے کے ساتھ علم کو بڑھانے کے لیے ہر بات کی تکمیل کی جاوے تم نے بہت ہی بیہودہ باتوں کو چھوڑ کر اس سلسلہ کو قبول کیا ہے۔ اگر تم اس کی بابت پورا علم اور بصیرت حاصل نہیں کرو گے، تو اس سے نہیں کیا فائدہ ہوا تمہارے عقین اور معرفت میں توست کیونکہ پیدا ہوگی۔ ذنا ذرا سی بات پر شکوک و شبہات پیدا ہوں گے اور آخر قدم کو ڈنگا جانے کا خطرہ ہے۔

دیکھو دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو دین کو ہر حال میں دنیا پر مقدم کرنا چاہیے

اسلام قبول کر کے دُنیا کے کاروبار اور تجارتوں میں مصروف ہو جاتے ہیں شیطان اُن کے سر پر سوار ہو جاتا ہے۔ میرا یہ طلب نہیں کہ تجارت کرنی منع ہے۔ نہیں۔ صحابہؓ تجارتیں ہی کرتے تھے، مگر وہ دین کو دُنیا پر مقدم رکھتے تھے۔ انہوں نے اسلام قبول کیا تو اسلام کے متعلق تجا علم جو یقین سے اُن کے دلوں کو لبریز کر دے۔ انہوں نے حاصل کیا۔ یہی وجہ تھی کہ وہ کسی میدان میں شیطان کے حملے سے نہیں ڈنگا تے۔ کوئی امر اُن کو سچائی کا ظہار سے نہیں روک سکا۔

یہ مطلب اس سے صرف یہ ہے کہ جو بالکل دُنیا ہی کے بندے اور غلام ہو جاتے ہیں۔ گویا دُنیا کے پرستار ہو جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں پر شیطان اپنا قلب اور قابو پالیتا ہے۔ دوسرے وہ لوگ ہوتے ہیں جو دین کی ترقی کی فکر میں ہو جاتے ہیں۔ یہ وہ گروہ ہوتا ہے جو خوب افسد کہلاتا ہے اور جو شیطان اور اس کے لشکر پر فتح پاتا ہے۔ بل چونکہ تجارت کے بڑھانے سے اس لیے خدا تعالیٰ نے بھی طلب دین اور ترقی دین کی خواہش کو ایک تجارت ہی قرار دیا ہے، چنانچہ فرمایا ہے۔ حَسْبُكَ اَوْ كُنْكَ مَخْلُوقًا تَجَارَةً تُبْحَثُ كُنْكَ مَعْنَابِ اَلْبَيْتِ (الصفت : ۱۱) سبب عمدہ تجارت دین کی ہے، جو دُنیا کے مَذَاب سے نجات دیتی ہے۔ پس میں بھی خدا تعالیٰ کے ان ہی الفاظ میں تمہیں یہ کہتا ہوں کہ حَسْبُكَ اَوْ كُنْكَ مَخْلُوقًا تَجَارَةً تُبْحَثُ كُنْكَ مَعْنَابِ اَلْبَيْتِ

میں زیادہ اُمید اُن پر کرتا ہوں جو دینی ترقی اور شوق کو کم نہیں کرتے۔ جو اس شوق کو کم کرتے ہیں۔ بے اندیشہ ہوتا ہے کہ شیطان ان پر قابو نہ پالے۔ اس لیے کبھی سُست نہیں ہونا چاہیے۔ ہر دم کو جو کج میں نہ آنے پڑھنا چاہیے تاکہ معرفت میں زیادت ہو۔ پڑھنا حرام نہیں۔ یہ حیثیت، انکار کے بھی پڑھنا چاہیے اور عملی ترقی

کے پہلے ہی جو ملی تھی چاہتا ہے۔ اس کو چاہیے کہ قرآن شریف کو فور سے پڑھیں۔ جہاں کجیوں میں نہ کہنے دریافت کریں۔ اگر بعض معارف کج نہ کہے تو دوسروں سے دریافت کہہ کے غلطی پہنچانے۔

قرآن شریف ایک دینی مندرجہ ہے جس کی تمہیں بڑے بڑے نایاب ادرے بہا گوہر موجود ہیں جب تم کسی عیسائی سے لوگے، تو دیکھو گے کہ ان میں تمہاروں اور منٹے والوں کی طرح دیانت مفقود نظر آئے گی۔ یوں تو ان میں سے بعض ایسے ہیں جو یہ دوسرے کہتے ہیں کہ تم قرآن شریف کے ترجمہ سے واقف ہیں۔ مگر انہوں نے متفق تو کی ہے لیکن ان میں رُوحانیت نہیں ہے اور اس کا میں بار بار تجربہ ہوا ہے۔ جب ان کو بلا گیا، تو انہوں نے گریز کی ہے۔ اگر واقعی ان میں رُوحانیت ہے اگر واقعی ان کی معرفت اور علم یقین کے درجہ تک پہنچا ہوا ہے تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ گریز کرتے ہیں؟

لاہور کے بشپ کا فرار
دیکھو لاہور کے بشپ صاحب نے لاہور میں بڑے اہم معنائیں پائی ہیں

اداسی قرآن دانی اور حدیث دانی کے ثبوت کے لیے بڑی کوشش کی لیکن نہ مہنے دعوت کی تو باوجود کچھ پائیویر نے بھی اس کو شرمندگی دلائی، مگر وہ صرف یہ کہہ کر کہ ہمارا دشمن ہے مقابلہ سے بھاگ گیا۔ ہم کو انہوں سے کہنا پڑا ہے کہ بشپ صاحب تو مسیح کی تعلیم کا کامل نمونہ ہونا چاہیے تھا اور اپنے دشمنوں کو پیار کر دیا ان کا پورا نسل ہوتا۔ اگر میں ان کا دشمن بھی ہوتا، حالانکہ میں پرجہکتا ہوں۔ اور خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ نوع انسان کا سب سے بڑا کرم خیر خواہ اور دوست ہیں ہوں۔ ہاں یہ پرجہکتہ میں ان تعلیمات کا دشمن ہوں جو انسان کی رُوحانی دشمن ہیں اور اس کی نجات کی دشمن ہیں۔ غرض بشپ صاحب کو کئی بار اخباروں نے اس معاملہ میں شرمندہ کیا، مگر وہ سامنے نہ آئے۔ عیسائیوں کی یہ حالت ہے کہ اگر کسی کو ساہ دیکھتے ہیں تو چھوٹا ہے تو بیٹا بنا کر، اور بڑا ہے تو باپ بنا کر اندر داخل ہوتے ہیں۔ اور دیکھتے ہیں کہ اگر وہ حالات سے واقف ہے تو پھر اس سے لہجہ کرتے ہیں۔ اس لیے کہ جب خدا سے تعلق توڑ دیتے ہیں تو مخلوق سے سچی ہمدردی کیونکر پیدا ہو۔ مگر ہماری جماعت خاص ہے اس کو عام مسلمانوں کی طرح نہ کہیں۔

ذات اللہ
یہ مسلمان ذات اللہ ہیں اور اس لیے اس کے مخالف ہیں جو آسمان سے آتا ہے۔ جو زمینی بات کرتا ہے وہ ذات اللہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے ایسا ہی

فرمایا تھا۔ رُوحانی امور کو تو ہی دریافت کرسکتے ہیں جن میں مناسبت ہو اور چونکہ ان میں مناسبت نہ تھی اس لیے انہوں نے جھلسے دین کو کھایا۔ جیسے سیماں کے حصا کو کھایا تھا۔ اور اس سے آگے قرآن شریف میں لکھا ہے کہ جب جنوں کو یہ پتہ لگا تو انہوں نے شکر گئی اختیار کی۔ اسی طرح پرجہب عیسائی قوم نے جب اسلام کی یہ حالت دیکھی۔ یعنی اس ذات اللہ نے اس جھلسے نامی کو کزد کر دیا تو ان قوموں کو اس پر وار کرنے کا موقع دیدیا۔

حق وہ ہے جو چھپ کر ہمارے اور پیار کے رنگ میں ڈھکی کرتے ہیں، وہی پیار جو تو اسے اگر نماش نے کیا تھا۔ اس پیار کا انجام وہی ہونا چاہیے جو ابتدا میں ہوا۔ آدمؑ میرا اس سے مصیبت آئی۔ اُس وقت گویا وہ خدا سے بڑھ کر نیرغزاد ہو گیا۔ اسی طرح پر یہی وہی حیات ابدی پیش کرتے ہیں، جو شیطان نے کی تھی۔ اس لیے قرآن شریف نے اول اور آخر کو اس پر غم کیا۔ اس میں یہ بستر تھا کہ تاجنایا جاوے کہ ایک آدمؑ آفرین بھی آنے والا ہے قرآن شریف کے اول یعنی سورۃ فاتحہ کو **لَا إِلَهَ إِلَّا أَنْتَ** پر غم کیا۔ یہ امر تمام مفسرین بالاتفاق مانتے ہیں کہ ضالین سے ایسا ہی مراد ہیں اور آخر میں پر غم ہوا وہ یہ ہے۔ **قُلْ أَخَذُوا بِزِينَةِ النَّاسِ - مَلْبَأِ النَّاسِ - إِلَهُ النَّاسِ - مِنْ شَرِّ أَنْوَسُوا مِنَ الْفِتْنَةِ - أَلَذِي يُؤْمِنُونَ فِي صُدُورِ النَّاسِ - مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ -** (الناس : ۴۲) سورۃ الناس سے پہلے **قُلْ عُواذٌ** میں خدا تعالیٰ کی توحید بیان فرمائی اور اس طرح پوج گویا تیشٹ کی تردید کی۔ اس کے بعد سورۃ الناس کا بیان کرنا صاف ظاہر کرتا ہے کہ عیسائیوں کی طرف اشارہ ہے پس آخری وصیت یہی کہ شیطان سے بچتے رہو۔ یہ شیطان وہی نماش ہے جس کو اس سورۃ میں غناں کہا جس سے بچنے کی ہدایت کی۔ اور یہ جو فرمایا کہ رجب کی چناہ میں آؤ۔ اس سے معلوم ہوا کہ یہ جہانی اُمور نہیں ہیں بلکہ روحانی ہیں۔ خدا کی معرفت، معارف اور محتاج پر پختے ہو جاؤ تو اس سے بچ جاؤ گے۔ اس آخری زمانہ میں شیطان اور آدمؑ کی آخری جنگ کا خاص ذکر ہے شیطان کی لڑائی خدا اور اُس کے فرشتوں سے آدمؑ کے ساتھ ہو کر ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ اس کے ہلاک کرنے کو پورے سامان کے ساتھ اترے گا اور خدا کا مسیح اس کا مقابلہ کرے گا۔ یہ لفظ مسیح ہے جس کے معنی خلیفہ کے ہیں۔ عربی اور عبرانی میں حدیثوں میں مسیح لکھا ہے اور قرآن شریف میں خلیفہ لکھا ہے۔ غرض اس کے لیے مقدر تھا کہ اس آخری جنگ میں خاتم الخلفاء جو چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہو، کامیاب ہو۔

سورۃ العصر میں دُنیا کی تاریخ
 سورۃ العصر میں دُنیا کی تاریخ موجود ہے جس پر خدا تعالیٰ نے اپنے اہام سے مجھ کو اطلاع دی ہے اور یہ اہلی اور
 یہی تاریخ ہے جس سے پتہ لگتا ہے کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک کس قدر زمانہ گزرا ہے۔ پس اس حساب سے اب ساتویں ہزار سے کچھ سال گزر گئے اور خاتم الخلفاء چھٹے ہزار کے آخر میں پیدا ہوا تاکہ اول یا آخر نسبتے دارو کا مصداق ہو۔ آدمؑ بھی چھٹے دن پیدا ہوا تھا۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک دن ایک ہزار سال کا ہوتا ہے۔ اس چھ دن کے چھ ہزار ہونے اور پھر آدمؑ کی پیدائش چھٹے دن کے آخر میں ہوئی تھی۔ اس لیے خاتم الخلفاء چھٹے ہزار کے آخر میں ہوا۔ اور ساتویں میں جنگ ہے۔

اس جنگ سے توپ و تفنگ کی لڑائی مراد نہیں، بلکہ یہ عیسائیت اور اہل بیون کی آخری جنگ ہے۔ عیسائیت نے زمین خدا بنا

حق اور باطل کی آخری جنگ

یا ہے اور یہ ذہنی خدا یا خیالی خدا ہے جیسے بہت سی عورتیں ایک دہی عمل بوجھ کا کر لیتی ہیں۔ یہاں تک کہ پیٹ میں دہی طور پر حرکت بھی معلوم ہوتی ہے اور پیٹ بڑھتا بھی ہے۔ اسی طرح پر فرمنی میج بنایا گیا ہے جسے خدا سمجھا گیا ہے۔ غرض پتے مسیح کے مقابل وہ کھڑا ہے۔ اب یہ لڑائی ان دونوں میں شروع ہے اور خدا اس میں اپنا چمکتا ہوا ہاتھ دکھلائے گا۔

چالیس کروڑ سے بھی نائد انسان عیسائی ہو چکے ہیں۔ جب اول ہی اول یہ لوگ آئے تو مولوی ان کے حملوں اور اعتراضوں سے صحن نادا واقف تھے۔ ان کو پورا علم نہ ان کے اعتراضوں کا تھا اور نہ قرآن شریف کے حقائق ہی سے آگاہ تھے۔ برخلاف اس کے عیسائیوں کے پاس اقبال اور تالیف قلوب کے ذریعے تھے۔ اس لیے ان کی ترقی ہوتی گئی۔ مگر اب ان میں ایک بھی نہیں جو اسکی منزل کو دیکھ سکے۔ اب ان کا مدد ختم ہونے والا ہے اور محقر طور پر عمل فرمنی خدا کو سمجھ لیں گے۔ اصل بات تو یہ ہے کہ عیسائیوں کا تانا بانا آریہ اور سناسن سے ہی ہوا ہے۔ کیونکہ انھوں نے ساری بنیاد عیائت مسیح پر رکھی ہوتی ہے۔ اس کے ٹوٹنے کے ساتھ ہی ساری عمارت گر جاتی ہے۔ یہ بات اس زمانہ میں کہ وہ زندہ آسمان پر گیا ہے، کوئی مان نہیں سکتا جبکہ دلائل قطعیہ اور لاملت کے ساتھ ثابت ہو گیا کہ وہ مر گیا ہے اور اس سے بھی بڑھ کر یہ کہ اب تو لاش کے دکھا دینے تک ذمہ تو بت پہنچ گئی ہے۔ کیونکہ (سرسنگ) کشمیر میں اس کی قبر واقعات میجر کی بنا پر ثابت ہو گئی ہے۔ ان ساری باتوں کے ہوتے ہونے کوئی عقلمند یہ قبول کر سکتا ہے اور اس کی موت کے ساتھ ہی میلیب، کفارہ، لعنت وغیرہ ساری باتیں ملوم یقینید کی طرح غلط ثابت ہو جائیں گی۔ ان ساری باتوں کے علاوہ یہ مذہب ایسا کر دہ ہے کہ جو پہلو اس نے اختیار کیا ہے وہی بودا۔ ایک سنت ہی کے پہلو کو دیکھو۔ اگر اس پہلو کو اختیار نہ کرتے، تو بہتر تھا کہ یہ کونہ جیب یہ سچی بات ہے کہ سنت کا تعلق دل سے ہے اور اس کا مفہوم یہ ہے کہ ملعون خدا کا اور خدا ملعون کا دشمن، سو جاوے اور خدا سے اس کا کوئی تعلق نہ رہے اور وہ خدا سے برکت مند ہو جاوے تو پھر کیا باقی رہا۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ مسیح کو شیطان نے چھرا اگر جسمانی طور پر شیطان نے چھرا ہوتا تو مسیح تماشہ دکھا سکتے تھے اس کا کوئی مستول جواب تو نہیں دے سکے کسی یہودی کو شیطان کہہ دیا اور چہر تین مرتبہ شیطانی ابھام ہوا۔ غرضی اب عیسائی مذہب کے خاتمہ کا وقت آ گیا ہے۔

پس تم اپنی ہمت اور سرگرمی میں سست نہ ہو۔ بہت سے مسلمان کہلا کر دوسرے احمد میں ہنہک ہو جاتے ہیں۔ مگر تم خدا سے ڈرو اور سچی تجدیدی اور تقویٰ طہارت پیدا کرو۔ اس ماہ میں سست ہونا

شیطان کو لقب لگا کر ایمان کا مال سے ہانسنے کا موقع دینا ہے۔

اس وقت وہی خدا جو آدم پر ظاہر ہوا تھا۔ ابد و دوسرے نبیوں پر ظاہر ہوتا رہا ہے وہی مجھ پر ظاہر ہوا ہے اس وقت خدا نے موقع دیا ہے کہ تم اپنے معلومات کو بڑھا سکو۔ اس لیے جو بات سمجھ میں نہ آئے ان کو فوراً پوچھ لینا چاہیے جو سمجھنے سے پہلے کہتا ہے کہ سمجھ لیا۔ اس کے دل پر ایک چھالا سا پڑ جاتا ہے۔ آخر وہ ناسود ہو کر ہنہ سکتا ہے۔ میں تمکنا نہیں ہوں، خواہ کوئی ایک سال تک پوچھتا رہے پس اس موقع کی قدر کرو۔ میری باتوں کو مستواد مجھ اودان پر عمل کرو۔ پھر خادم دین بنو۔ سچائی کو ظاہر کرو۔ خدا سے محبت کرنا اور مخلوق سے ہمدردی کرنا۔ یہ دونوں باتیں دین کی ہیں۔ ان پر عمل کرو۔

۸ جنوری ۱۹۰۲ء

ابستلاء اور ہتم و غم کا فائدہ

فسرنا یا :

۱۰ اللہ تعالیٰ چاہتا تو انسان کو ایک حالت میں رکھ سکتا تھا۔ مگر بعض مصالح اور امور ایسے ہوتے ہیں کہ اس پر بعض عجیب و غریب اوقات اور حالتیں آتی رہتی ہیں۔ ان میں سے ایک ہتم و غم کی ہی حالت ہے۔ ان اختلاف حالات اور تغیر و تبدیل اوقات اللہ تعالیٰ کی عجیب و غریب قدرتیں اور اسلذا ظاہر ہوتے ہیں۔ کیا اچھا کہا ہے :

اگر دنیا بیک دستور ماندے
بسا اسرار مستعد ماندے

جن لوگوں کو کوئی ہم و غم دنیا میں نہیں پہنچتا اور جو بجائے خود اپنے آپ کو بڑے ہی خوش قسمت اور خوشحال سمجھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کے بہت سے اسرار اور صفات سے ناواقف اور نا آشنا ہوتے ہیں۔ اس کی لڑی ہی مثال ہے کہ مدرسوں میں سلسلہ تعلیم کے ساتھ یہ بھی لازم رکھنا گیا ہے کہ ایک خاص وقت تک لڑکے ورزش بھی کریں۔ اس ورزش اور قواعد وغیرہ سے جو سکھائی جاتی ہے، سر پر مشقہ تعلیم کے افسروں کا یہ منشا تو ہونی چاہیے

سکتا کہ ان کو کسی برطانی کے لیے تیار کیا جاتا ہے اور نہ یہ ہو سکتا ہے کہ وہ وقت منافع مینا جاتا ہے اور لوگوں کا وقت کھیل کود میں دیا جاتا ہے، بلکہ اصل بات یہ ہے کہ اعضاء جو حرکت کو چاہتے ہیں، اگر ان کو بالکل بیکار چھوڑ دیا جائے تو پھر ان کی حاکمیتیں زائل اور منافع ہو جائیں اور اس طرح پر اُس کو پورا کیا جاتا ہے۔ بننا ہر روز ش کرنے سے اعضاء کو تکلیف اور کئی قدر تکلیف ان کی پرورش اور صحت کا موجب ثابت ہوتی ہے۔ اسی طرح پر ہماری فطرت یہ کہ ایسی واقع ہوتی ہے کہ وہ تکلیف کو بھی چاہتی ہے تاکہ تکمیل ہو جاوے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ کا فضل اور احسان ہی ہوتا ہے۔ جو وہ انسان کو بعض اوقات ابتلاؤں میں ڈال دیتا ہے۔ اس سے اُس کی رضا بالقضا اور صبر کی قوتیں بڑھتی ہیں جس شخص کو خدا پریشانی نہیں ہوتا ان کی یہ حالت ہوتی ہے کہ وہ فدا سنی تکلیف پہنچنے پر گھبرا جاتے ہیں اور وہ خود کشی میں آمادہ دیکھتا ہے، مگر انسان کی تکمیل اور تربیت چاہتی ہے کہ اس پر اس قسم کی ابتلاء آویں۔ اور تاکہ اللہ تعالیٰ پر اس کا یقین بڑھے۔

اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے، لیکن جن کو تفرقہ اور ابتلاء نہیں آتا ان کا حال دیکھو کہ کیسا ہمتا ہے۔ وہ بالکل ڈینا اور اس کی خواہشوں میں ہنمک ہو گئے ہیں۔ اُن کا سر اُوپر کی طرف نہیں اُٹھتا۔ خدا تعالیٰ کا ان کو بخوبی کرمی خیال نہیں آتا۔ یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے اعلیٰ درجہ کی خوبیوں کو منافع کر دیا اور بجائے اس کے ادنیٰ درجہ کی باتیں حاصل کیں، کیونکہ ایمان اور عرفان کی ترقی ان کے لیے وہ راحت اور اطمینان کا سامان پیدا کرتے جو کسی آل دولت اور دنیا کی لذت میں نہیں ہیں۔ مگر افسوس کہ وہ ایک بچہ کی طرح آگ کے انگارہ پر غوش ہو جاتے ہیں اور اس کی سوزش اور نقصان رسانی سے آگاہ نہیں، لیکن جن پر اللہ تعالیٰ کا فضل ہوتا ہے اور جن کو ایمان اور یقین کی دولت سے مالا مال کرتا ہے اُن پر ابتلاء آتا ہے۔

جو کہتے ہیں کہ ہم پر کوئی ابتلاء نہیں آیا، وہ بد قسمت ہیں۔ وہ نادر نعمت میں رہ کر بہانم کی زندگی بسر کرتے ہیں۔ اُن کی زبان ہے، مگر وہ حق بول نہیں سکتی۔ خدا کی حمد و ثنا اس پر جاری نہیں ہوتی، بلکہ وہ صرف فسق و فجور کی باتیں کرنے کے لیے اندر مزہ چکھنے کے واسطے ہے۔ اُن کی آنکھیں ہیں، مگر وہ قدرت کا نظارہ نہیں دیکھ سکتیں، بلکہ وہ بد کاری کے لیے ہیں۔ پھر ان کو خوشی اور راحت کہاں سے میسر آتی ہے۔ یہ مدت کبھو کہ جن کو ہم دُغم پہنچا ہے۔ وہ بد قسمت ہے۔ نہیں۔ خدا اُس کو بیا کرتا ہے۔ جیسے مرہم لگانے سے پہلے چیرنا اور تیرا جی کا عمل ضروری ہے۔ غرض یہ انسانی فطرت میں ایک امر واقع شدہ ہے جس سے اللہ تعالیٰ یہ ثابت کرتا ہے کہ دُنیا کی حقیقت کیا ہے اور اس میں کیا کیا بلائیں اور حوادث آتے ہیں۔ ابتلاؤں میں ہی دعاؤں کے عجیب و غریب خواں اور اثر ظاہر ہوتے ہیں اور سچ تو یہ ہے کہ ہمارا خدا تو دُعاؤں ہی سے پچانا جاتا ہے۔

جُپ اور بولنے والا خدا صرف اسلام پیش کرتا ہے

دُنیا میں جس قدر کتابیں ہیں۔ کسی قوم نے ایسا خدا نہیں مانا جو جواب دیتا ہو اور

دُعاؤں کو سُنتا ہو۔ کیا ایک ہندو ایک پتھر کے سامنے بیٹھ کر یا درخت کے آگے کھڑا ہو کر یا بیل کے ڈوبو ہاتھ جوڑ کر کہہ سکتا ہے کہ میرا خدا ایسا ہے کہ میں اُس سے دُعا کروں تو یہ مجھے جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ کیا ایک عیسائی کہہ سکتا ہے کہ میں نے یسوع کو خدا مانا ہے۔ وہ میری دُعا کو سُنتا اور اس کا جواب دیتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ بولنے والا خدا صرف ایک ہی ہے جو اسلام کا خدا ہے جو قرآن نے پیش کیا ہے۔ جس نے کہا۔ اَدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔ (المومن ۹۱) تم مجھے پکارو میں تم کو جواب دوں گا اور یہ بالکل سچی بات ہے۔ کوئی ہو جو ایک عرصہ تک سچی نیت اور صفائی قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتا ہو۔ وہ مجاہدہ کرے اور دُعاؤں میں لگا رہے۔ آخر اس کی دُعاؤں کا جواب اُسے ضرور دیا جاوے گا۔

قرآن شریف میں ایک مقام پر ان لوگوں کے لیے جو گرسالہ پرستی کرتے ہیں اور گوسالہ کو خدا بناتے ہیں۔ آیا ہے۔ اَلَا يَنْبَغِيْ لَهُمْ قَوْلًا (ظلا: ۹۰) کہ وہ اُن کی بات کا کوئی جواب اُن کو نہیں دیتا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جو خدا بولتے نہیں ہیں وہ گوسالہ ہی ہیں۔ ہم نے عیسائیوں سے بار بار پوچھا ہے کہ اگر تمہارا خدا ایسا ہی ہے جو دُعاؤں کو سُنتا ہے اور اُن کے جواب دیتا ہے، تو بتاؤ وہ کس سے بولتا ہے؟ تم جو یسوع کو خدا کہتے ہو۔ پھر اُس کو بلا کر دکھاؤ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ سارے عیسائی اکٹھے ہو کر بھی یسوع کو پکاریں۔ وہ یقیناً کوئی جواب نہ دے گا، کیونکہ وہ مر گیا۔

عیسائیوں کو ملزم کرنے کے واسطے اس سے بڑھ کر کوئی تیز ہتھیار نہیں ہے۔ اُن سے پہلا سوال یہی ہونا چاہیے

عیسائیوں کو ملزم کرنے والا سوال

کہ کیا وہ ناطق خدا ہے یا غیر ناطق؟ اگر غیر ناطق ہے تو اُس کا گونگلا ہونا ہی اُس کے ابطال کی دلیل ہے۔ لیکن اگر وہ ناطق ہے تو پھر اس کو ہمارے مقابل پر بلا کر دکھاؤ اور اس سے وہ بولیاں بولاؤ جن سے سمجھا جاتا ہے کہ وہ انسان کی مقدرت اور طاقت کا ہرگز نہیں عظیم الشان پیشگوئیاں اور آئندہ کی خبریں۔

مگر وہ پیشگوئیاں اس قسم کی ہی نہیں ہونی چاہئیں جو یسوع نے خود اپنی زندگی میں کی تھیں کہ مرع بائبل سے گایا برائیاں ہوں گی۔ قسط پڑیں گے بلکہ ایسی پیشگوئیاں جن میں قیاد اور فراست کو دخل نہ ہو بلکہ وہ انسانی طاقت اور فرسستگی بالاتر ہوں۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی پادری یہ کہنے کی طاقت نہیں رکھ سکتا کہ خدائے قادر کے مقابلہ میں ایک عاجز اور ضعیف انسان یسوع کی اقتداری پیشگوئیاں پیش کر سکے۔ عرض یہ مسلمانوں کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ اُن کا خدا دُعاؤں کا سننے والا ہے۔

دُعاؤں کے نتائج میں تاخیر اور توقف کی وجہ
 کبھی ایسا اتفاق ہوتا ہے کہ ایک طالب
 نہایت رقت اور درود کے ساتھ دُعا میں کرتا

ہے، مگر وہ دیکھتا ہے کہ ان دُعاؤں کے نتائج میں ایک تاخیر اور توقف واقع ہوتا ہے۔ اس کا ہتھ کیا ہے؟ اس میں یہ سمجھتے یا درک کرنے کے قابل ہے کہ اول تو جس قدر انور دنیا میں ہوتے ہیں، ان میں ایک قسم کی تدریج پائی جاتی ہے۔ دیکھو ایک بچہ کو انسان بننے کے لیے کس قدر مرعلیٰ اور منازل طے کرنے پڑتے ہیں۔ ایک بچہ کا درخت بننے کے لیے کس قدر توقف ہوتا ہے۔ اسی طرح پر اُحد تعالیٰ کے انور کا نفاذ بھی تدریجاً ہوتا ہے۔ دوسرے اس توقف میں یہ مصیبت الہی ہوتی ہے کہ انسان اپنے عزم اور عقدِ بہت میں پختہ ہو جاوے اور معرفت میں استحکام اور رُخ ہو۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس قدر انسان اعلیٰ مراتب اور مدارج کو حاصل کرنا چاہتا ہے اسی قدر اُس کو زیادہ محنت اور وقت کی ضرورت ہوتی ہے پس استقلال اور بہت ایک ایسی عمدہ چیز ہے کہ اگر یہ نہ ہو تو انسان کامیابی کی منزلوں کو طے نہیں کر سکتا۔ اس لیے ضروری ہوتا ہے کہ وہ پہلے مشکلات میں ڈالا جاوے۔ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا (الم نشر : ۷) اسی لیے فرمایا ہے۔

دُنیا میں کوئی کامیابی اور راحت ایسی نہیں ہے جس کے ابتدا اور اول میں کوئی رنج اور شکل نہ ہو بہت کو نہ مارنے والے مستقل مزاج فائدہ اُٹھالیتے ہیں اور چمکے اور ناواقف راستہ میں ہی ٹھک کر رہ جاتے ہیں۔ چمنابی میں کسی نے کہا ہے۔

ایہو ہیگی یکمیا بے دن ٹھوڑے ہو

پس جب خدا پر پتجا ایمان ہو کہ وہ میری دُعاؤں کو سننے والا ہے تو یہ ایمان مشکلات میں بھی ایک لذیذ ایمان ہو جاتا ہے اور عزم میں ایک اعلیٰ یا قوتی کا کام دیتا ہے۔ ہوم و عزم کے وقت اگر انسان کو کوئی پناہ نہ ہو تو دل کمزور ہو جاتا ہے اور آخر وہ یائوس ہو کر ہلاک ہو جاتا اور خودکشی کرنے پر آمادہ ہوتا، بلکہ بہت سے ایسے بد قسمت یورپ کے ملکوں میں خصوصاً پائے جاتے ہیں۔ جو ذرا سی نامرادی پر گولی کھا کر مر جاتے ہیں۔ ایسے لوگوں کا خودکشی کو ناخود اُن کے مذہب کی موت اور کمزوری کی دلیل ہے۔ اگر اُس میں کوئی قوت اور طاقت ہوتی تو اپنے مننے والوں کو ایسی یاس اور نامرادی کی حالت میں نہ چھوڑتا۔ لیکن اگر خدا تعالیٰ پر اُسے ایمان ہے اور اس قادرِ کریم ہستی پر یقین رکھتا ہے کہ وہ دُعا میں سننا ہے، تو اس کے دل میں ایک طاقت آتی ہے۔ یہ دُعا میں حقیقت میں بہت قابلِ قدر ہوتی ہیں اور دُعاؤں والا آخر کار کامیاب

حقیقتِ دُعا

ہو جاتا ہے۔ ہاں یہ نادانی اور سُورہ ادب ہے کہ انسان خدا تعالیٰ کے ارادہ کے ساتھ لڑنا چاہے۔ مثلاً یہ دُعا کرے کہ رات کے پہلے حصہ میں سُورج نکل آوے۔ اس قسم کی دُعا میں گتھی میں

داخل جوتی ہیں۔ وہ شخص نقصان اٹھاتا ہے اور ناکام رہتا ہے جو گھبرانے والا اور قبل از وقت چاہنے والا ہو۔ اگر بیاہ کے سونے دن بعد مرد و عورت یہ خواہش کریں کہ اب بچہ پیدا ہو جائے، تو یہ کسی حماقت ہوگی۔ اس وقت تو اسقاط کے خون اور پچھروں سے بھی بے نصیب رہے گی۔ اسی طرح جو سبزہ کو ٹوہینیں دیتا وہ دانہ پڑنے کی نوبت ہی آنے نہیں دیتا۔

یہ نئے ارادہ کیا ہوا ہے کہ ایک بار اور شرح و بسط کے ساتھ دعائے مضمون پر ایک رسالہ لکھوں۔ مسلمان دعا سے بالکل ناواقف ہیں اور بعض ایسے ہیں کہ جن کو بد قسمتی سے ایسا موقع ملا کہ دعا کریں، مگر انہوں نے صبر اور استقلال سے بچنے کا کام نہ لیا اس لیے نامرادہ کر ستیدا اور خانی مذہب اختیار کر لیا کہ دعا کوئی چیز نہیں۔ یہ دھوکا اور غلطی اسی لیے لگتی ہے کہ وہ حقیقت سے دعا سے محض ناواقف ہوتے ہیں اور اس کے اثر سے بے خبر اور اپنی خیالی امیدوں کو پورا نہ ہونے دیکھ کر کہہ اٹھتے ہیں کہ دعا کوئی چیز نہیں اور اس سے برگشتہ ہو جاتے ہیں۔

دعا رُبُوبیت اور عبودیت کا ایک کال رشتہ ہے۔ اگر دعاؤں کا اثر نہ ہوتا تو اس کا ہونا نہ ہونا برابر ہے۔

۸ جنوری ۱۹۰۲ء (بقیہ تقریر)

اللہ تعالیٰ کی شناخت کی یہ بڑی
دلیل اور اُس کی ہستی پر بڑی بھاری

قبولیتِ دعا ہستی باری تعالیٰ کی زبردست دلیل ہے

شہادے ہیں کہ محمد انبات اُس کے ہاتھ میں ہے۔ **يَسْمَعُ اللّٰهُ مَا يَشَاءُ وَيَخْتَارُ**۔ (الرحمہ: ۴۰)

دیکھو اجرامِ سماوی کتنے بڑے اور عظیم الشان نظر آتے ہیں اور ان کی عظمت کو دیکھ کر ہی بعض نادان اُن کی پرستش کی طرف جھک پڑے ہیں اور انہوں نے اُن میں صفاتِ الہیہ کو مان لیا ہے۔ جیسے ہندو یا اور دوسرے بُت پرست یا آتش پرست وغیرہ جو سورج کی پوجا کرتے ہیں اور اس کو اپنا معبود سمجھتے ہیں۔ کیا وہ یہ کہہ سکتے ہیں کہ سورج اپنے اختیار سے چرخہ ستارے یا چھتیا ہے؟ ہرگز نہیں اور اگر وہ کہیں بھی تو وہ اس کا کیا ثبوت دے سکتے ہیں۔ وہ ذرا سورج کے سامنے یہ دعا تو کریں کہ ایک دن وہ نہ چرے یا دو پہر کو مثلاً چھپ جاوے تاکہ معلوم ہو کہ وہ کوئی اختیار اور ارادہ بھی رکھتا ہے۔ اُس کا ٹھیک وقت پر طلوع اور غروب تو صاف ظاہر کرتا ہے کہ اس کا اپنا ذاتی کوئی اختیار اور ارادہ نہیں ہے۔

ارادہ کا مالک تب ہی تسلیم ہوتا ہے کہ دُعا قبول ہو اور کرنے والے امر کو کرے اور نہ کرنے والے کو نہ کرے۔
غرض اگر قبولیت دُعا نہ ہوتی تو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر بہت سے شکوک پیدا ہو سکتے تھے اور جوئے و حقیقت میں جو
لوگ قبولیت دُعا کے قائل نہیں ہیں اُن کے پاس اللہ تعالیٰ کی ہستی کی کوئی دلیل ہی نہیں ہے۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ
جو دُعا اور اس کی قبولیت پر ایمان نہیں لاتا وہ جہنم میں جائے گا، وہ خدا ہی کا قائل نہیں ہے۔
اللہ تعالیٰ کی شناخت کا یہی طریق ہے کہ اس وقت تک دُعا کرتا رہے جب تک خدا اس کے دل میں
یقین نہ مہر دے اور انا کی کوئی آواز اس کو نہ آ جاوے۔

اس میں شک نہیں کہ اس مرحلہ کو طے کرنے اور اس
مقام تک پہنچنے کے لیے بہت سے مشکلات ہیں اور

قبولیت دُعا کے لیے صبر شرط ہے

بیکھیں ہیں۔ مگر ان سب کا علاج صرف صبر سے ہوتا ہے۔ حافظ نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر ۷

گویند سنگ لعل شود در مقام صبر
آسے شود دیک بجزن جگر شود

یاد رکھو کوئی آدمی کبھی دُعا سے فیض نہیں اٹھا سکتا۔ جب تک وہ صبر میں حد نہ کر دے اور استقلال کے ساتھ
دُعاؤں میں نہ لگا رہے۔ اللہ تعالیٰ پر کبھی بذلتی اور بدگمانی نہ کرے۔ اُس کو تمام قدرتوں اور ارادوں کا مالک
تصور کرے۔ یقین کرے پھر صبر کے ساتھ دُعاؤں میں لگا رہے۔ وہ وقت آ جائے گا کہ اللہ تعالیٰ اُس کی
دُعاؤں کو سُن لے گا اور اُسے جواب دے گا جو لوگ اس سُن کر استعمال کرتے ہیں، وہ کبھی بد نصیب اور محروم
نہیں ہو سکتے بلکہ یقیناً وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی قدرتیں اور طاقتیں بے شمار
ہیں۔ اُس نے انسانی تکمیل کے لیے دیر تک صبر کا قانون رکھا ہے۔ پس اس کو وہ بدلتا نہیں اور جو چاہتا ہے
کہ وہ اس قانون کو اُس کے لیے بدل دے۔ وہ گویا اللہ تعالیٰ کی جناب میں گستاخی کرتا اور بے ادبی کی حرات
کرتا ہے۔ پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ بعض لوگ بے صبری سے کام لیتے ہیں اور مداری کی طرح چاہتے ہیں کہ ایک دم
میں سب کام ہو جائیں۔ میں کہتا ہوں کہ اگر کوئی بے صبری کرے تو بھلا بے صبری سے خدا تعالیٰ کا کیا بگاڑے گا۔
پتا ہی نقصان کرے گا۔ بے صبری کر کے دیکھ لے وہ کہاں جائے گا۔

میں ان باتوں کو کبھی نہیں مان سکتا اور درحقیقت یہ جھوٹے قصے اور فریبی کہانیاں ہیں کہ فلاں فقیر نے چوڑک
مار کر یہ بنا دیا اور وہ کر دیا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی سنت اور قرآن شریف کے خلاف ہے اس لیے ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔
ہر امر کے فیصلہ کے لیے معیار قرآن ہے۔ دیکھو حضرت یعقوب علیہ السلام کا پیارا بیٹا یوسف علیہ السلام جب
جہاتیوں کی شرارت سے اُن سے الگ ہو گیا، تو آپت چالیس برس تک اُن کے لیے دُعا میں کرتے رہے۔

اگر وہ جلد باز ہوتے تو کوئی نتیجہ پیدا نہ ہوتا۔ چالیس برس تک دعائوں میں گئے رہے اور اللہ تعالیٰ کی قدر توں پر ایمان رکھا۔ آخر چالیس برس کے بعد وہ دعائیں کھینچ کر یوسف علیہ السلام کو لے ہی آئیں۔ اس عرصہ دراز میں بعض ملامت کرنے والوں نے یہ بھی کہا کہ تو یوسف کو بے فائدہ یاد کرتا ہے۔ مگر انہوں نے یہی کہا کہ میں خدا سے وہ جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔ بیشک ان کو کچھ خبر نہ تھی، مگر یہ کہا اِنِّیْ لَآ جِدُّوْا رِیْحَ یُؤَسِّتُ (یوسف: ۹۵) پہلے تو اتنا ہی معلوم تھا کہ دعائوں کا سلسلہ لیا ہو گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اگر دعائوں میں محروم رکھنا ہوتا، تو وہ جلد جواب دے دیتا، مگر اس سلسلہ کا لیا ہونا قبولیت کی دلیل ہے۔ کیونکہ کریم سائل کو دیر تک بٹھا کر کبھی محروم نہیں کرتا بلکہ نیکل سے نیکل بھی ایسا نہیں کرتا۔ وہ بھی سائل کو اگر زیادہ دیر تک دروازہ پر بٹھائے، تو آخر اس کو کچھ نہ کچھ دے ہی دیتا ہے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کے دعائوں کے زمانہ کی درازی پر ذَا یَمِّنْتُمْ عِیْنُہُ (یوسف: ۹۵) قرآن میں خود دلالت کر رہی ہیں۔ غرض دعائوں کے سلسلہ کے دوازہ ہونے سے کبھی گھبرانا نہیں چاہیے۔

اللہ تعالیٰ ہر نبی کی تکمیل بھی جدا جدا پیراویں میں کرتا ہے۔ حضرت یعقوب کی تکمیل اللہ تعالیٰ نے اسی غم میں رکھی تھی۔

مقرر یہ کہ دعا کا یہ اصول ہے جو اس کو نہیں جانتا وہ خطرناک حالت میں پڑتا ہے اور جو اس اصول کو سمجھ لیتا ہے اس کا انجام اچھا اور مبارک ہوتا ہے۔

متقی کے لیے مصائب ترقی کا باعث ہوتے ہیں اور جو لوگ حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ جب ان کو

پڑتا بھی ہے تو پھر جان لینے ہی کے لیے پکڑتا ہے۔ مگر مومن کے حق میں اس کی یہ عادت نہیں ہے۔ ان کی تکالیف کا انجام اچھا ہوتا ہے اور انجام کار متقی کے لیے ہی ہے۔ جیسے فرمایا:

اَلْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ (العنص: ۸۴)

ان کو جو تکالیف اور مصائب آتے ہیں۔ وہ بھی ان کی ترقیوں کا باعث بنتی ہیں تاکہ ان کو تجربہ ہو جاوے۔ اللہ تعالیٰ پھر ان کے دن پیر دیتا ہے اور یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جس شخص کے شکر گزار کے دن آتے ہیں۔ اس پر بہائی زندگی کا اثر نہیں رہتا۔ اس پر ایک موت ضرور آجاتی ہے اور خدا شناسی کے بعد وہ لقمہ اور ذوق جو بہائی سیرت میں معلوم ہوتے تھے، نہیں رہتے بلکہ ان میں غنی اور کدورت و کراہت پیدا ہوتی ہے اور نیکیوں کی طرف توجہ کرنا ایک معمولی عادت ہو جاتی ہے پہلے جو نیکیوں کے کرنے میں طبیعت پر گرائی اور سختی ہوتی تھی وہ نہیں رہتی۔

پس یاد رکھو کہ جب تک نفسانی عیووشوں سے بی ہوتی ملاویں ہوتی ہیں۔ اس وقت تک خدا ان کو مصلحت انگ

رکتا ہے اور جب رجوع کرتا ہے تو پھر وہ حالت نہیں رہتی۔ وہی بات کو کہی مست ہو کر کہ دُنیا دوزخ سے چند قطر کا
 باخداوند۔ اتنا ہی کام نہیں کہ کھپائی لیا اور برائے کَم طرح زندگی بسر کر لی۔ انسان بہت بڑی ذمہ داریاں سنبھال کر آتا ہے۔
 اس لیے آخرت کی فکر کرنی چاہیے اور اُس کی تیاری ضروری ہے۔ اس تیاری میں جو تکالیف آتی ہیں وہ رنج و
 تکلیف کے رنگ میں نہ سمجھو، بلکہ اللہ تعالیٰ ان پر بھیجتا ہے جن کو وہ نون پریشانتوں کا مزہ چکھنا چاہتا ہے۔ یعنی
 عَذَابٌ مِّمَّا تَرَيبُهُمْ بَعَثْنَا (الرہمن: ۳۴) مصائب آتے ہیں تاکہ ان عارضی اذیتوں کو جو مختلف کے رنگ
 میں ہوتے ہیں نکال دے۔ مولوی زکوی نے کیا اچھا کہا ہے۔

عشقِ اول سرکش و نحوئی بود

تا گریزِ ہر کہ . پس سُرُونی بود

سید عبدالقادر جیلانی بھی ایک مقام پر لکھتے ہیں کہ جب یومین اور یومین بھنا چاہتا ہے تو فرود ہے کہ اس پر
 ڈکھ اور ابتدا آویں اور وہ یہاں تک آتے ہیں کہ وہ اپنے آپ کو خراب سمجھتا ہے اور پھر جب اس حالت تک
 پہنچ جاتا ہے تو رحمت الہیہ کا جوش ہوتا ہے۔ تو

فَلَمَّا يَأْتُنَا ذِكْرُهَا بِنُورٍ أَوْ سَلَامًا (الانبیاء: ۶۰)

کالمک ہوتا ہے۔ اہل ابد آخری بات یہی ہے مگر نہ شہیدای کہ خداواری چہ غم داری۔

۹ جنوری ۱۹۰۲ء

آیاتِ مبین
 میرے نزدیک آیت مبین وہ ہوتی ہیں، مخالفت میں کے مقابلے سے عاجز ہو جائے
 خواہ وہ کچھ ہی ہو، جس کا مخالفت مقابلہ نہ کر سکے وہاں حجازِ عمہر جاسنے گا جبکہ اس کی
 تہجدی کی گئی ہو۔ یاد رکھنا چاہیے کہ اقتراح کے نشاںوں کو اللہ تعالیٰ سننے میں کیا ہے۔ یہی گہری جرأت کر کے
 یہ نہیں کہے گا کہ تم جو نشان مجھ سے مانگو میں وہی دکھانے کو تیار ہوں۔ اس کے منہ سے جب نکلے گا وہی نکلے
 گا اِنَّمَا الْاٰیٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ (العنکبوت: ۲۵) اور یہی اس کی صداقت کا نشان ہوتا ہے۔ کم نصیب
 مخالفت اس قسم کی آیتوں سے یہ نتیجہ نکال لیتے ہیں کہ مجرات سے انکار کیا گیا ہے، مگر وہ آنکھوں سے نہ دیکھتے
 ہیں۔ اُن کو مجرات کی حقیقت ہی معلوم نہیں ہوتی، اس لیے وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ اور نزوات باری
 کی عزت اور جبروت کا ادب اُن کے دل پر ہوتا ہے۔ ہمارا خدا تعالیٰ پر کیا حق ہے کہ ہم جو کہیں وہ وہی کرے

یہ موجود ہے اور ایسا خدا ہی نہیں ہو سکتا۔ ہاں یہ اس کا نفس ہے کس نے ہم کو امید اور جوصلہ دلایا کہ
 اَدْعُوْنِيْ اَسْتَجِبْ لَكُمْذ (المومن ۶۱) یہ نہیں کہا کہ تم جو مانگو گے وہی دیا جاوے گا۔ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم سے جب بعض اقوامی نشانات مانگے، تو آپ نے ہی خدا کی تعلیم سے جواب دیا قَدْ سُبْحَانَ رَبِّيْ
 هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلُكُمْ (ذہبی اسرئیل ۱۴۴) خدا کے رسول بھی اپنی بشریت کی حد سے نہیں بڑھتے اور
 وہ کو ادب الہی کو قدر نظر رکھتے ہیں۔ باتیں منحرفیں معرفت پر۔ جس قدر معرفت بڑھی ہوئی ہوتی ہے اسی قدر خدا تعالیٰ کا
 خوف اور خشیت دل پر ستولی ہوتی ہے اور سب سے بڑھ کر معرفت انبیاء علیہم السلام ہی کی ہوتی ہے۔ اس لیے اُن
 کی ہر بات اور ہر ادا میں بشریت کا رنگ جدا نظر آتا ہے اور تاویلات الہیہ الگ نظر آتی ہیں۔

ہمارا ایمان ہے کہ خدا تعالیٰ نشان دکھاتا ہے جب چاہتا ہے، وہ دنیا کو قیامت بنانا نہیں چاہتا۔ اگر وہ
 ایسا کھلا ہوا ہو کہ جیسے سونچ تو پھر ایمان کیا رہا اور اس کا ثواب کیا؟ ایسی صورت میں کون بد بخت ہو گا جو
 انکار کرے گا۔ نشان دین ہوتے ہیں لیکن ان کو باریک بین دیکھ سکتے ہیں اور کوئی نہیں۔ اور یہ وقت نظر اور معرفت
 سعادت کی وجہ سے عطا ہوتی ہے اور تقویٰ سے ملتی ہے شقی اور فاسق اس کو نہیں دیکھ سکتا۔ ایمان اُس وقت
 تک ایمان ہے۔ جب تک اس میں کوئی پہلو اِخْتِصَاف کا بھی ہو، لیکن جب بالکل پر وہ برائے نام ہو تو وہ ایمان نہیں رہتا۔
 اگر شقی بند ہو اور کوئی بتا دے کہ اس میں یہ ہے، تو اس کی فراست قابلِ تعریف ہو سکتی ہے، لیکن جب سُخْطی
 کھول کر دکھادی اور پھر کسی نے کہا کہ میں بتا دیتا ہوں تو کیا ہوا۔ یا پہلی رات کا چاند اگر کوئی دیکھ کر بتائے، تو اَبْتَلُے
 نیز نظر کریں گے، لیکن جب پورے چاند کا چاند ہو گیا اس وقت کوئی کہے کہ میں نے چاند دیکھ لیا۔ وہ چر دھا ہوا ہے۔
 تو لوگ اُسے پاگل کہیں گے۔ غرض ہر بات وہی ہوتے ہیں جس کی نظیر لانے پر دوسرے عاجز ہوں۔ انسان کا یہ
 کام نہیں کہ وہ اُن کی حد بند کرے کہ ایسا ہونا چاہیے۔ یا ویسا ہونا چاہیے۔ اس میں مزدور ہے کہ بعض پہلو اِخْتِصَاف کے ہوں
 کیونکہ نشانات کے ظاہر کرنے سے اللہ تعالیٰ کی غرض یہ ہوتی ہے کہ ایمان بڑھے اور اُس میں عرفانی رنگ پیدا
 ہو جس میں ذوق بلا ہوا ہو۔ لیکن جب ایسی کھلی باتیں ہوں گی تو اس میں ایمانی رنگ ہی نہیں آ سکتا۔ چہ جائیکہ عرفانی
 اور ذوقی رنگ ہو پس اقوامی نشانات سے اس لیے منع کیا جاتا ہے اور رد کا جاتا ہے کہ اس میں پہلی درجہ سوادنی
 کی پیدا ہو جاتی ہے جو ایمان کی جو کھاٹ ڈالتی ہے۔

ابتداءً جنوری سنہ ۱۹۰۲ء کو ایک عرب صاحب آئے ہوئے تھے۔ بعض لوگ
 ان کے متعلق مختلف رائےیں رکھتے تھے۔ حضرت اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کو

ایک پرانا ابہام

۹ جنوری کی شب کو اس کے متعلق ابہام ہوا۔

قَدْ جَزَتْ عِبَادَةُ اللَّهِ أَيْمَهُ لَا
يَنْفَعُ الْأَمْوَاتَ إِلَّا السُّدَّ عَادَ

اس وقت رات کے تین بجے ہوں گے حضرت اقدس فرماتے ہیں کہ اس وقت پر میں نے دُعا کی تو یہاں ہوا
فَكَيْفَهُ مِنْ كَيْفِ نَابٍ وَلَكِنْ يَنْفَعُ إِلَّا هَذَا السُّدَّ مَا دُرِ (أَيْ السُّدَّ عَادَ)۔ اور پھر ایک اور اہام اسی عرب کے
متعلق ہوا کہ فَيَسْتَبِيحُ الْقُرْآنَ إِنَّ الْقُرْآنَ كِتَابُ اللَّهِ كِتَابُ الْمَسَاوِي۔

پنچاچ ۹ جنوری سن ۱۹۸۶ء کی صبح کو جب آپ سیر کر رہے تھے حضرت اقدس نے عربی زبان میں ایک تقریر فرمائی۔
جس میں سلسلہ محمدیہ اور موسویہ کی مشابہت کو بتایا اور پھر سورہ فُور کی آیت استخلاف اور سورہ تحریم سے اپنے دعویٰ
پر دلائل پیش کیے اور قرآن شریف اور احادیث کے مراتب بتائے جن کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ عرب صاحبِ پوپلے
بڑے جوش سے بولتے تھے بالکل صاف ہو گئے اور انہوں نے بددق دل سے بیعت کی اور ایک اشتہار بھی شائع
کیا اور بڑے جوش کے ساتھ اپنے ملک کی طرف بغرضِ تبلیغ چلے گئے، چونکہ یہ خدا تعالیٰ کا کلام تھا۔ ہم نے اس کی
عزت و عظمت کے لحاظ سے مزوری سمجھا کہ گویا انا اہام ہے۔ لیکن چونکہ آج تک یہ سلسلہ اشاعت میں نہیں
آیا۔ اس کو شائع کر دیا جاوے۔

❖ ❖ ❖

نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں ؟ اس سوال کا جواب حضرت حمزہ اقدس علیہ السلام نے

ایک بار اپنی ایک مختصر سی تقریر میں دیا ہے۔ فرمایا :

”نشانات کس سے صادر ہوتے ہیں۔ جس کے اعمال بجا نہ ہوں، خلاق کے در پر تک پہنچ جائیں، مثلاً ایک
شخص خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری کرتا ہے۔ وہ ایسی وفاداری کرتے کرتے اُس کی وفاداری عادت ہو جاوے۔
اُس کی محبت اسکی عبادت عادت ہو، ہر شخص ایشا رک رکھتا ہے اور کتا بھی ہے، لیکن اس کا ایشا عادت عادت
ہو، غرض اُس کے اخلاق، عبادات اور سب تعلقات جو خدا تعالیٰ کے ساتھ رکھتا ہے اپنے اندر ایک خلاق
عادت نور نہ پیدا کریں۔ تو چونکہ خلاق عادت کا جواب خلاق عادت ہوتا ہے اس لیے اقدس تعالیٰ اس کے
باتہ پر نشانات ظاہر کرنے لگتے ہیں۔ پس جو چاہتا ہے کہ اس سے نشانات کا صدور ہو تو اس کو چاہیے کہ اپنے
اعمال کو اس درجہ تک پہنچائے کہ ان میں خلاق عادت ناسخ کے جذب کی قوت پیدا ہونے لگے۔

انبیاء علیہم السلام میں یہی ایک نرالی بات ہوتی ہے کہ ان کا تعلق اللہ و فی اللہ تعالیٰ کے ساتھ لیا
شدید ہوتا ہے کہ کسی دوسرے کا ہرگز نہیں ہوتا۔ اُن کی عبودیت ایسا رشتہ دکھاتی ہے کہ کسی اور کی عبودیت
نہیں دکھا سکتی۔ پس اس کے مقابلے میں ربوبیت اپنی تجلی اور اظہار بھی اسی حیثیت اور رنگ کا کرتی ہے۔

موجودیت کی مثال عدوت کی سی ہوتی ہے کہ جیسے وہ حیا اور شرم کے ساتھ رہتی ہے اور جب مرد یا بنے جاتا ہے تو وہ علانیہ جاتا ہے۔ اسی طرح پر موجودیت پر وہ خفا میں ہوتی ہے۔ لیکن اُوہیت جب اپنی نگلی کرتی ہے تو پھر وہ ایک دینی امر ہو جاتا ہے اور ان تعلقات کا جو ایک پتے مومن اور عبد اور اس کے رب میں ہوتے ہیں۔ خارقِ عادت نشانات تک ذرا غیر ظہور ہوتا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے معجزات کا یہی راز ہے اور پوچھو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے تعلقات اللہ تعالیٰ کے ساتھ کل انبیاء علیہم السلام سے ہٹے ہوئے تھے۔ اس لیے آپ کے معجزات ہی سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔

۱۵ جنوری ۱۹۰۲ء (شب)

طاغون اور غوغوں کی حالت

طاغون کی خبریں سن کر فرمایا:

”یہ خدا کی طرف سے کس قدر تہذیب ہے اگر اب بھی دل بیدار نہ ہوں اور اب بھی خدا سے صلح کا جہد باندھنے کے لیے مستعد نہ ہوں تو کیسی بد قسمتی ہے۔ انفوس ہے کہ لوگ اب بھی خدا تعالیٰ کی طرف توجہ نہیں کرتے۔ اور فتنہ و فجور اور شوخیوں سے بند نہیں آتے۔ اگر کسی کے اولاد اور عزیزوں پر آفت آجائے تو ساری باتیں رہ جائیں۔ پھر کس شیئی اور بھروسہ پر انسان خدا سے اس قدر سرکشی کرتا ہے؟ وہ اُس کی حکومت سے کیسے بھاگ کر نہیں جاسکتا۔ جب یہ حال ہے تو سب سے بہتر اور محفوظ طریق عقابِ اہلی سے بچنے کا تو خود اُس کی ہی پناہ میں آنا ہے۔ وہ اچھی ہے جو خدا کے حُزور کو توڑ کر نکلتا ہے اس لیے کہ امان پاوے وہ مصیبت کو بلاتا ہے اور خدا کو جذب کرتا ہے۔ اب وقت ہے کہ مسلمان اپنے ایمان اور توبہ کی تجدید کریں۔ یہ وقت آیا ہے کہ خدا اپنا وجود دکھانا چاہتا ہے اور اپنی ہستی کو منورانا چاہتا ہے۔“

ایمان با اللہ کے تین ذرائع
اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے اور اس کو مستحکم اور مضبوط کرنے کی تین صورتیں ہیں اور خدا تعالیٰ نے وہ تینوں ہی سورۃ فاتحہ میں

بیان کر دی ہیں:

”اول اللہ تعالیٰ نے اپنے مَن کو دکھایا ہے جبکہ جمیع عباد کے ساتھ اپنے آپ کو متعصب کیا ہے۔ یہ

قائدہ کی بات ہے کہ خوبی بجائے خود دل کو اپنی طرف کھینچ لیتی ہے۔ خوبی میں ایک متعاقب سی جذب ہے جو دلوں کو کھینچتی ہے جیسے موتی کی آب، گھوڑے کی خوبصورتی، لباس کی چمک دمک، غرضن بیٹن پیٹوں، پتوں، پتھروں، حیوانات۔ نباتات۔ جمادات کسی چیز میں ہو اس کا خاصہ ہے کہ بے اختیار دل کو کھینچتا ہے۔ پس خدا تعالیٰ نے پہلا مرحلہ اپنی خدائی منزلت کے لئے کار کھا ہے جب **أَلْحَمْدُ لِلَّهِ** فرمایا۔ کریم صیغ اقسام حمد دستا ئش اسی کے لیے منظر وارد ہیں۔

پھر دوسرا درجہ احسان کا ہوتا ہے۔ انسان جیسے عمن پر مائل ہوتا ہے، ویسے ہی احسان پر عی مائل ہوتا ہے۔ اس لیے پھر اللہ تعالیٰ نے **رَبِّ الْعَالَمِينَ - الرَّحْمٰنِ - الرَّحِیْمِ - مَلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ** صفات کو بیان کر کے اپنے احسان کی طرف توجہ دلائی۔ لیکن اگر انسان کا مادہ ایسا ہی خراب ہو اور وہ سن اور احسان سے بھی کچھ نہ سکے تو پھر تیسرا درجہ سورۃ فاتحہ میں **خَیْرَ الْمَقْضُوْبِ** کہہ کر متنبہ کیا ہے۔ اعلیٰ درجہ کے لوگ تو عمن سے فائدہ اٹھاتے اور جو ان سے کم درجہ پر ہوں وہ احسان سے فائدہ اٹھالیتے ہیں۔ لیکن جو ایسے ہی پیدا ہوتے ہیں ان کو اپنے جلال اور غضب سے متوجہ کیا ہے۔ یہودیوں کو مغضوب کہا ہے اور ان پر طاعون ہی پڑی تھی۔ خدا تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں یہودیوں کی راہ اختیار کرنے سے منع فرمایا۔ یا یوں کہو کہ طاعون کے غضب شدید سے فرمایا ہے شیطان بیباک انسان پر ایسا سوار ہے کہ وہ سن لیتے ہیں مگر عمل نہیں کرتے۔ اصل یہ ہے کہ غضب سے اور شہوات پر ایک موت وارد ہو کہ انہیں بالکل صمد نہ کر دے۔ خدا تعالیٰ پر ایمان لانا مشکل ہے۔ اب تو غضب الہی کے خوف نے خطرناک ہیں۔ ابھی تین جینے باقی ہیں خدا جانے کیا ہو نوا ہے۔

غافلین کے لیے لمحہ فکریہ

غافلوں کی خطرناک فحش تحریروں پر فرمایا:

کہ ہمارے اہل ان کے دل اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہیں۔ خدا تعالیٰ انہوں کو خوب جانتا ہے اور ان افعال کو جو ہم کر رہے ہیں دیکھتا ہے۔ وہ خود فیصلہ کر دیکھا لھڑ سچائی پر اپنی لہڑ کر دے گا۔ ہم کو تو یہ تعجب آتا ہے کہ اگر یہ لوگ تقویٰ اور خدا ترسی سے کام لیتے تو خوف کے محل اور مقام سے ڈر جاتے اور مخالفت میں اس قدر زبان درازی نہ کرتے۔ وہ دیکھتے کہ کیا وہ وقت نہیں آیا کہ سچ ہو جو نازل ہو؟ کیا صلیب کا غلبہ نہیں کیا اسلام کی توہین اور تفسیریک نہیں کی جاتی؟ وہ دیکھتے کہ صدی میں سے انہیں سال گذر گئے اور کوئی مدعی کھڑا نہ ہوا، جو دراندہ اسلام کی حمایت کے لیے میدان میں آتا۔

پھر ضرورت اور وقت ہی پر اپنی نگاہ محدود نہ کرتے اگر وہ خود کرتے تو ان کو معلوم ہوتا کہ آسمان نے

صاف شہادت دیدی اور کسوفِ خسوف ظاہر ہو گیا جو عظیم الشان نشان مقرر ہو چکا تھا۔ تاہم یہی نشانوں کی تعداد دن بلی بڑھ رہی ہے وہ اُسے دیکھنے اور سلسلہ کی ترقیات پر غور کرتے اور سوچتے کہ کیا حق تعالیٰ اسی طرح ترقی کیا کرتے ہیں؟

ان سب امور پر بھائی نظر کے بعد تعوی کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس قدم بین خواہ ہوتے ہوئے بھی اگر ان کی نگاہ تاریک تھی، تو وہ خاموش ہو جاتے اور صبر سے انتظار کرتے کہ انجام کیا ہوتا ہے، مگر یہاں تو شہرِ عظیم میری مخالفت میں برپا کیا گیا اور گندی گالیاں دی گئیں جن کی نظیر پہلے مخالفتوں میں بھی پائی نہیں جاتی۔

حج انکار میں نواب صدیق حسن خان نے لکھا ہے کہ آیات پوری ہو گئی ہیں اور پھر اپنی اولاد کو اسلام کی وصیت کرتا ہے، مگر میں کہتا ہوں کہ اگر وہ زندہ ہوتے تو خود بھی ان مخالفت کرنے والوں ہی کے ہمراہ ہوتے۔ یہ لوگ کب اسنے دانسے ہوتے ہیں جب تک وہی نفلدہ آنکھوں سے نہ دیکھ لیں جو خیالی طور پر دل میں فرض کر رکھا ہے۔ یہ لوگ جو کہ ان سے بن پڑتا ہے میری مخالفت میں کریں بھے ذرا بھی پر داہ نہیں کیونکہ یہ میرا مقابلہ نہیں، یہ تو خدا سے مقابلہ کیا جاتا ہے، اگر میری اپنی مرضی پر ہوتا تو میں تخلیق کو بہت پسند کرتا تھا، مگر میں کیا کر سکتا تھا جبکہ خدا تعالیٰ نے ہی ایسا پسند کیا۔ یہ مقابلہ کریں، مگر دیکھ لیں گے کہ خدا کے ساتھ کوئی جنگ نہیں کر سکتا۔ وہ ایک طرفتہ العین میں ساہا سال کی کارروائی کو لیا میٹ کر دیتا ہے۔ اس لیے میں خوشی ہے کہ ان کی مخالفت کذا لیا میٹ نہیں ہوتا، کیونکہ ہمارا خدا ایسا خدا ہے جو ساری خوبیوں سے متصف ہے جیسا کہ اَلْعَدُوُّ لِلّٰہِ میں ہم کو پہلے ہی بتایا گیا ہے۔ پھر خدا داری چھ غم داری ہیں ان کی مخالفت کا کیا فکر؟

ہم کیوں بے حوصلہ ہوں؟ کیا معلوم ہے کہ اُس نے اس مخالفت کے طوفان کے انجام میں کیا مقدر رکھا ہے؟ ۹۹۹ یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وَاسْتَفْتَحُوا وَخَابَ كُلُّ جَبَلٍ اَرْضًا عِنْدَ رَبِّہِمْ (ابراہیم، ۱۶) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جب انبیاء اور رسل آتے ہیں وہ ایک وقت تک ممبر کرتے ہیں اور مخالفتوں کی مخالفت جب انتہا تک پہنچ جاتی ہے تو ایک وقت تو جہنم سے اقبال علی اقدار کے فیصلہ چاہتے ہیں اور پھر توبہ ہوتا ہے وَخَابَ كُلُّ جَبَلٍ اَرْضًا عِنْدَ رَبِّہِمْ۔ اِسْتَفْتَحُوا اسنت اقدار کو بیان کرتا ہے کہ وہ اس وقت فیصلہ چاہتے ہیں امداد اس فیصلہ چاہنے کی خواہش ان میں پیدا ہی اس وقت ہوتی ہے جب گویا فیصلہ ہو چکا ہوتا ہے۔ پس ہم اپنے مخالفتوں کی مخالفت کی کیا پردا کریں۔ یہ مخالفت توبہ سے توبہ ہے نہ توبہ سے توبہ ہے نہ توبہ سے توبہ ہے۔ ابتداء ان کی ہوتی ہے امداد انجام تبتوتوں کا۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ۔ (الاعراف، ۱۶)

عصمت اور شفاعت

(ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں)

فسرنا :۔

تجربہ ہے کہ عیسائی لوگ شفاعت کے لیے عصمت کا مطالبہ کیوں کرتے ہیں، کیونکہ ان کے ہاں نری عصمت شفاعت کا موجب نہیں ہو سکتی بلکہ شفاعت تب ہو سکتی ہے جبکہ شیخ معصوم، ہوادیر پیر وہ ابن اشد، ہوادیر پیر صلیب پر لٹکا یا جا کر ملعون ہو۔ جب تک یہ تکیف عیسائی مذہب کے عقیدہ کے موافق قائم نہ ہو۔ شیخ نہیں ہو سکتا۔ پھر وہ عصمت معصمت ہی کیوں پکارتے ہیں، کیا اگر کوئی معصوم ان کے سامنے پیش کیا جاوے یا ثابت کر دیا جاوے تو وہ مان میں گئے کہ وہ شیخ ہے؟ ہرگز نہیں، بلکہ عیسائی عقیدہ کے موافق یہ ضروری ہے کہ وہ خدا ہی نہ ہو بلکہ ابن اشد، ہوادیر وہ ملعون ہو کر جب تک ملعون نہ ہوئے ہرگز وہ شیخ نہیں ہو سکتا۔ پھر ایک اور بات قابل غور ہے کہ جبکہ یسوع خود خدا تھا اور اس لیے علت اسل تھا اور اس لیے کل جہان کے گناہ بھی اپنے فتنے لیے پھر وہ معصوم کیونکر ہوا اور گناہوں کا تذکرہ ہم چھوڑتے ہیں جو یہودی مورخوں اور فری تحفکروں (آزاد خیال) نے ان کی انجیل سے ثابت کیے ہیں، لیکن جب اس نے خود گناہ اُمثالے اور پوجہ علت اسل ہونے کے بدلے گناہوں کا کٹنے والا اور ہی مٹھرا، تو پھر اسے معصوم قرار دینا عجیب دانش ہندی ہے۔ پھر خدا کا نام معصوم نہیں کیونکہ معصوم وہ ہے جس کا کوئی دوسرا نام نہ ہو۔ خدا کا نام عام ہے، اس لیے جب شفاعت کے لیے اہلیت کی ضرورت ہے اور اُس کے لیے بھی معصومیت کی عصمت ضروری ہے تو یہ سارا سارا تانا بانا ہی بنانے کا فاسد فریاد کا اصدان ہے۔

حقیقی اور سچی بات یہ ہے جو میں نے پہلے ہی بیان کی تھی کہ شیخ کے لیے ضرورت ہے کہ اول خدا تعالیٰ سے تعلق کامل ہو۔ تاکہ وہ خدا سے فیض کو حاصل کرنے اور پھر مخلوق سے شدید تعلق ہو تاکہ وہ فیض اور خیر جو وہ خدا سے حاصل کرتا ہے مخلوق کو پہنچا دے۔ جب تک یہ دونوں تعلق شدید نہ ہوں۔ شیخ نہیں ہو سکتا، پھر اسی مسئلہ پر تیسری بحث قابل غور یہ ہے کہ جب تک نمونے نہ دیکھے جائیں کوئی مفید نتیجہ نہیں نکل سکتا، اور ساری بحثیں فرضی ہیں۔ مسیح کے نوز کو دیکھ لو کہ چند عمارتوں کو بھی ڈسٹ مار کے ہمیشہ اُن کو سُست اعتقاد کہتے رہے بلکہ بعض کو شیطاں بھی کہا اور انجیل کی رُو سے کوئی نمونہ کامل ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ بالمقابل ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کامل نمونہ ہیں کہ کیسے رُو حانی اور جہانی طور پر انھوں نے عذابِ اہلیم سے چھڑایا اور

مخالفانہ تحریروں کا جواب مخالف جو گالیاں دیتے ہیں اور گندے اور ناپاک اشتہار شائع کرتے ہیں۔ ہم کو ان کا جواب گایوں سے کبھی دینا نہیں چاہیے۔ ہم کو سخت زبانی کی ضرورت نہیں، کیونکہ سخت زبانی سے برکت جاتی رہتی ہے، اس لیے ہم نہیں چاہتے کہ اپنی برکت کو کم کریں۔ ان کو تو مخاطب کرنے کی بھی ضرورت نہیں۔ یہ لوگ بجائے خود واجب الرحم ہیں۔ ہاں فضول باتوں کو نکال کر اگر کسی معقول اعتراض کا جواب عوام کو دھوکے سے بچانے کے لیے دیا جائے تو نامناسب نہیں۔ اگر ہم ان کے مقابل پر سخت زبانی کا استعمال کریں۔ تو یہ تو اپنے مرتبہ کا بھی تزلزلہ ہے۔ اگر کبھی کوئی سخت لفظ استعمال کیا گیا ہے تو وہ حق کی لازمی مراد ہے جو دوا کے طور پر ہے جس کی نظیر انجیل اور نبیوں کے کلام میں پائی جاتی ہے۔ پس اور تعقید کرنا انبیاء کا کام نہیں۔ نام تو وہی ہوتا ہے جو آسمان پر رکھا جاتا ہے کسی کے خلاف۔ کافر کہنے سے کیا بنتا ہے۔ زمینی ناموں کا آخر خاتمہ ہو جاتا ہے اور آسمانی نام ہی رہ جاتے ہیں۔ پس دنیا کے کیزوں کے ناموں کی کیا پروا؟ اس نام کی قدر کرو جو آسمان پر نیک رکھا جادے۔

میسج کے دو زرد چادروں میں نزول زرد چادروں سے مراد اگر یہی ہو جو ہمارے مخالف بیان کرتے ہیں تو پھر عام ہندو جو گیوں اور مسیح میں ابدا امتیاز کیا ہوگا۔ اس میں خدا کی چادر اپنے الگ معنی رکھتی ہے اور وہ دہری ہیں جو خدا تعالیٰ نے بھڑپھڑکھولے ہوئے ہیں کہ دو زرد چادروں سے مراد دو بیماریاں ہیں جو بھلے لاشی حال ہیں۔

آداب تبلیغ دنیا میں تین قسم کے آدمی ہوتے ہیں۔ عوام۔ متوسط درجے کے۔ اُمراء۔ عوام عوامنا کم فہم ہوتے ہیں۔ ان کی سمجھ موٹی ہوتی ہے۔ اس لیے ان کو سمجھانا بہت ہی مشکل ہوتا ہے۔ اُمراء کے لیے سمجھانا بھی مشکل ہوتا ہے، کیونکہ وہ نازک مزاج ہوتے ہیں اور جلد گھبرا جاتے ہیں اور انکا سمجھ اور عقلی اور عملی سہارا ہوتی ہے۔ اس لیے ان کے ساتھ گفتگو کرنے والے کو چاہیے کہ وہ ان کے طرز کے موافق ان سے کلام کرے یعنی مختصر طور پر مطلب کو ادا کرنے والی تقریر ہو۔ عقلی و ذہنی مگر عوام کو تبلیغ کرنے کے لیے تقریر بہت ہی صاف اور عام فہم ہونی چاہیے۔ رہے اوسط درجہ کے لوگ۔ زیادہ تر یہ گروہ اس قابل ہوتا ہے کہ ان کو تبلیغ کی جادے۔ وہ بات کو سمجھ سکتے ہیں اور ان کے مزاج میں وہ عقلی اور سمجھ اور نزاکت بھی نہیں

ہوتی جو امر کے مزاج میں ہوتی ہے، اس لیے ان کو کھانا بہت مشکل نہیں ہوتا۔

بعثت انبیاء پر لوگ کس طرح ہدایت پاتے ہیں

جب انبیاء علیہم السلام مامور ہو کر دنیا میں آتے ہیں تو لوگ تین ذریعوں سے ہدایت پاتے ہیں۔

یہ اس لیے کہ تین ہی قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ظالم، متعقد، سابق بالخیرات۔

اول درجے کے لوگ تو سابق بالخیرات ہوتے ہیں جنکو دلائل اور حجرات کی ضرورت ہی نہیں ہوتی۔ وہ ایسے صاف دل اور سید ہوتے ہیں کہ مامور کے چہرہ ہی کو دیکھ کر اس کی صداقت کے قائل ہو جاتے ہیں اور اُس کے دعویٰ کو ہی سنی کر اس کو برنگ دلیل سمجھ لیتے ہیں۔ اُن کی عقل ایسی لطیف واقع ہوتی ہوتی ہے کہ وہ انبیاء کی ظاہری صورت اور اُن کی باتوں کو سُن کر قبول کر لیتے ہیں۔

دوسرے درجے کے لوگ متعقدین کہلاتے ہیں جو ہوتے تو سید ہیں، مگر اُن کو دلائل کی ضرورت ہوتی ہے اور وہ شہادت سے مانتے ہیں۔

تیسرے درجے کے لوگ جو فانیین ہیں ان کی طبیعت اور فطرت کچھ ایسی دماغ پر واقع ہوتی ہے کہ وہ بجز ارکانہ اور سختی کے مانتے ہی نہیں۔

جو لوگ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ اسلام جبر سے پھیلا ہے وہ تو بالکل جھوٹے ہیں، کیونکہ اسلامی جنگیں فانی اصول پر تھیں، مگر ہاں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے قانون میں یہ بات رکھی ہوئی ہے کہ تیسرے درجے کے لوگوں یعنی فانیوں کے لیے ایک طریق رکھا ہوا ہے جو بظاہر جبر کہلاتا ہے اور ہر نبی کے وقت میں عوام کی ہدایت جبر کے کسی نہ کسی پیرایہ میں ہوتی ہے، کیونکہ دُورین سے دیکھنے والے کا مقابلہ مجرّموں سے دیکھنے والا نہیں کر سکتا جب استدلال میں مخالفت ہیں تو پھر سب کے لیے ایک ہی ذریعہ کیونکر مفید ہو سکتا ہے۔

بڑے مقبول اور مقرب اور رسالت کی سچی خلافت حاصل کرنے والے وہی ہوتے ہیں جو سابق بالخیرات ہوتے ہیں۔ اُن کی مثال حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی سی ہے کہ آپ نے کوئی مجرّم اور نشان طلب نہیں کیا۔ سُننے ہی ایمان لے آئے۔

اور حقیقت میں یہ ہے بھی سچ اس لیے کہ جس شخص کو مامور کی اخلاقی حالت کی واقعیت ہو اس کو مجرّم اور نشان کی ہرگز ضرورت نہیں ہوتی۔ اسی لیے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یاد دلایا کہ فَتَقَدَّرَ لَيْسَتْ فِيكَ كُفْرٌ عَمَّا مِثْنُ قَبْلِهِ (پرنس : ۱۰۷) سابقین کو تو یہ صورت پیش آتی ہے کہ وہ اپنی فراستِ صحیحہ سے ہی تازہ جانتے ہیں۔ اس کا ثبوت یہ ہے کہ جب آپ میرزا تشریف لے گئے تو بہت لوگ آپ کو دیکھنے آئے۔ ایک یہودی

بھی آیا اور اس سے جب لوگوں نے پوچھا تو اُس نے یہی کہا کہ یہ مُنہ تو مجھوں کا نہیں ہے اور مقصد لوگ وہ جوتے ہیں جو دلائل اور مہجرات کے محتاج ہوتے ہیں اور تیسری قسم ظالمین کی ہے جو سختی سے مانتے ہیں۔ جیسے موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں کبھی طاعون سے اور کبھی زلزلہ سے ہلاک ہوئے اور دوسروں کے لیے عبرت گاہ بنے یہ ایک قسم کا جبر ہے جو اس تیسری قسم کے لیے خدا تعالیٰ نے رکھا ہوا ہے اور سلسلہ نبوت میں یہ لازمی طور پر پایا جاتا ہے۔

مأمور من افند شفیع ہوتا ہے
 مأمور من افند کی دعاؤں کا کل جہان پر اثر ہوتا ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا ایک باریک قانون ہے جس کو ہر ایک شخص نہیں سمجھ سکتا۔ جن لوگوں نے شفیع کے مسئلہ سے انکار کیا ہے انہوں نے سخت غلطی کھائی ہے۔ شفیع کو قانون قدرت چاہتا ہے۔ اُس کی ایک شدید خدا تعالیٰ سے ہوتا ہے اور دوسرا مخلوق سے۔ مخلوق کی ہمدردی اس میں اس قدر ہوتی ہے کہ یوں کہنا چاہیے کہ اُس کے قلب کی بناوٹ ہی ایسی ہوتی ہے کہ وہ ہمدردی کے لیے جلد متاثر ہو جاتا ہے اس لیے وہ خدا سے لیتا ہے اور اپنی عقد ہمت اور توجہ سے مخلوق کو پہنچاتا ہے اور اپنا اثر اُس پر ڈالتا ہے۔ اور یہی شفاعت ہے۔

انسان کی دعا اور توجہ کے ساتھ مصیبت کا رفع ہونا یا معصیت اور ذنوب کا کم ہونا یہ سب شفاعت کے نتیجے ہیں۔ توجہ سب پر اثر کرتی ہے خواہ مأمور کو اپنے ساتھ تعلق رکھنے والوں کا نام بھی یاد ہونہ ہو۔

۱۵ جنوری ۱۹۰۲ء (بقیۃ تقریر)

مأمور کی صحبت
 شریعت کی کتابیں حقائق اور معارف کا ذخیرہ ہوتی ہیں۔ لیکن حقائق اور معارف پر کبھی پوری اطلاع نہیں مل سکتی جب تک صادق کی صحبت اور اخلاص اور صدق سے استفادہ نہ کی جائے۔ اسی لیے قرآن شریف فرماتا ہے۔ **يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا اللَّهَ ذَكَرُوا اللَّهَ كَثِيرًا وَنَادُوا بِحُبِّ اللَّهِ (التوبہ: ۱۱۹)** اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ایمان اور افعال کے مدارج کامل طور پر کبھی حاصل نہیں ہو سکتے جب تک صادق کی صحبت اور صحبت نہ ہو، کیونکہ اس کی صحبت میں رہ کر وہ اس کے انفاس طیبہ عقد ہمت اور توجہ سے فائدہ اٹھاتا ہے۔

قبول ہونے والی دُعا کا راز

دُعا جب قبول ہونے والی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے لیے دل میں ایک جوش اور اضطراب پیدا کر دیتا ہے اور بسا اوقات اللہ تعالیٰ خود ہی ایک دُعا سکھاتا ہے اور الہامی طور پر اُس کا پیرایہ بنا دیتا ہے جیسا کہ فرماتا ہے فَتَلَقَىٰ اٰذْرٰۤىمًا مِّنْ ذُرِّيَّتِهٖۤا كَلِمَاتٍ (البقرہ: ۲۸) اِس سے صاف پایا جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے راستباز بندوں کو قبول ہونے والی دُعائیں خود الہاماً سکھادیتا ہے۔

بعض اوقات ایسی دُعائیں ایسا حقیقہ بھی ہوتا ہے جس کو دُعا کرنے والا ناپسند کرتا ہے، مگر وہ قبول ہو جاتی ہے تو معلوم ہوتا ہے کہ وہ اس آیت کے مصداق ہے۔ عَسَىٰ اَنْ تَكْرَهُنَّ وَلٰكِنْ لَّيْسَ لَكَ عَلَيْهِنَّ حَرْمٌ (البقرہ: ۲۱۷) مومنین اللہ جب آتا ہے تو اس کی فطرت میں سچی ہمدردی رکھی جاتی ہے اور یہ ہمدردی عوام سے بھی ہوتی ہے اور جماعت سے بھی اس

ہمدردی میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سب سے بڑھے ہوئے تھے۔ اس لیے کہ آپؐ کل دنیا کے لیے مامور ہو کر آئے تھے اور آپؐ سے پہلے جس قدر نبی آئے وہ مختص القوم اور مختص الزمان کے طور پر تھے، مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا اور ہمیشہ کے لیے نبی تھے، اس لیے آپؐ کی ہمدردی بھی کامل ہمدردی تھی؛ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَقَلَّتْ بَاجِحٌ نَفْسًا اَلَا يَكُوْنُوْنَ اَمْوِيْنِيْنَ (الشعراء: ۴۷) اس کے ایک تو یہ معنی ہیں کہ کیا تو ان کے مومنین نہ ہونے کی فکر میں اپنی جان دے دیگا۔ اِس آیت سے اس درد اور فکر کا پتہ لگ سکتا ہے جو آپؐ کو دنیا کی تباہ حالت دیکھ کر ہوتا تھا کہ وہ مومنین بن جاوے۔ یہ تو آپؐ کی عام ہمدردی کے لیے ہے اور یہ معنی بھی اِس آیت کے ہیں کہ مومنین کو مومنین بنانے کی فکر میں تو اپنی جان دے دیگا۔ یعنی ایمان کو کامل بنانے میں۔

اسی لیے دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے يَاۤ اَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ (النساء: ۱۳۷) بظاہر تو یہ تعمیل حاصل معلوم ہوتی ہوگی، لیکن جب حقیقت حال پر غور کی جاوے، تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ کسی مرتبت ہوتے ہیں، اس لیے اللہ تعالیٰ تکمیل چاہتا ہے۔

غرض مامور کی ہمدردی مخلوق کے ساتھ اِس درجہ کی ہوتی ہے کہ وہ بہت جلد اُس سے متاثر ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اُس کے ماموروں کے درمیان دو قسم کے تعلقات ہوتے ہیں۔ مامور تو اللہ تعالیٰ کا رسول ہوتا ہی ہے، لیکن بعض مقامات پر اللہ تعالیٰ بھی مامور کا رسول ہو جاتا ہے۔ یہ ایک باریک عبید ہے جس کو ہر شخص جلدی نہیں سمجھ سکتا۔ یہ صورت اس وقت پیدا ہوتی ہے جب مامور اپنی جماعت کو اپنی منشا کے موافق نہیں دیکھتا تو اس کے دل میں ایک درد پیدا ہوتا ہے اور اِس پر ایک ٹھوکہ لگتی ہے۔ اس وقت خدا تعالیٰ تشبیل طور پر بعض افراد کو ان کے عیوب اُن پر ظاہر کر دیتا ہے اور کسی اس فعل کا علم مامور اور اس کے ساتھ تعلق رکھنے والے

انسان دونوں کو ہوتا ہے اور کبھی ایک ہی کو۔

(ہم اس عقدہ کو مل کرنے کے لیے ذرا مثال کے طور پر سمجھا دیتے ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہوں گے بلکہ تقریباً ہر ایک شخص پر اس قسم کے واقعات گزریں ہوں گے کہ جب کبھی وہ کسی گناہ کی حالت میں گرفتار ہونے کو ہوا ہے تو روایا میں حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی اس نے زیارت کی اور اس گناہ کی حالت سے بچ گیا۔ اس قسم کے تفلّات وہ ہوتے ہیں جن میں اللہ تعالیٰ مأمور کا رسول ہو کر اپنا فیض پہنچاتا ہے)

بغیر تاریخ کے سنہ ۱۹۰۲ء

قصہ اور دُعا
قد اور جبر پر بڑی بڑی بحثیں ہوتی ہیں، مگر تعجب کی بات ہے کہ لوگ اس پر کیوں بحث کرتے ہیں۔ میرا مذہب یہ ہے کہ قرآنِ ثلاثہ کے بعد ہی اس قسم کی بحثوں کی بنیاد پڑی ہے؛ اور نہ انسانیت یہ چاہتی تھی کہ ان پر توجہ نہ کی جاوے۔ جب روحانیت کم ہو گئی تو اس قسم کی بحثوں کا بھی آغاز ہو گیا۔

جس شخص کا یہ ایمان نہ ہو کہ **إِنَّمَا أَمْرُهُ إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَنْ يَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ** (یس: ۸۳) میں سچ سچ کہتا ہوں کہ اس نے خدا تعالیٰ کو نہیں پہچانا اور ایسا ہی اس شخص نے بھی شناخت نہیں کیا جو اس کو عظیم ذات العتدہ و راد حق و قیوم کہ دوسروں کی حیات و قیام اسی سے ہے اور وہ مدبر بالارادہ ہے مدبر بالطبع نہیں مانتا جو فلاسفوں کا عقیدہ ہے۔ غرض ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں۔ یہ بات قریب پر کفر ہو جاتی ہے، اگر یہ تسلیم کریں کہ کوئی حرکت یا سکون یا فلکیت یا نور بدوں خدا کے ارادے کے ہو جاتا ہے اس پر ثبوت اول قانون قدرت ہے۔ انسان کہ اللہ تعالیٰ نے **وَدَاخَلْنَاهُمْ نَارَ الْكَلْبِ**، دوکان ایک ناک دینے میں۔ اتنے ہی اعضاء لے کر بچ پیدا ہوتا ہے۔ پھر اسی طرح عمر ہے اور بہت سے امور ہیں جو ایک دائرہ کے اندر محدود ہیں۔ بعض کے اولاد نہیں ہوتی۔ بعض کے لڑکے یا لڑکیاں ہی ہوتی ہیں۔ غرض یہ امور خدا تعالیٰ کے قدر ہونے کو ثابت کرتے ہیں۔

پس ہمارا مذہب یہ ہے کہ خدا کی اوبیت اور رُبوبیت فذہ فذہ پر محیط ہے؛ اگرچہ اعدیث میں آیا ہے کہ

بدی شیطان یا نفس کی طرف سے ہوتی ہے۔ ہم کہتے ہیں کہ وہ بدی جس کو بدی سمجھا جاوے، مگر بعض بدیاں ایسی ہیں کہ ان کے اسرار اور حکم اور غیوم سے ہم آگاہ نہیں ہیں۔ جیسے آدم کا دانہ کھانا۔ غرض ہزار ہا اسرار ہیں جو مستحضرات کا رنگ دکھانے کے لیے کر رکھے ہیں۔ قرآن شریف میں ہے۔ **مَا كَانَ لِنَفْسٍ أَنْ مَعْبُودًا إِلَّا بِإِذْنِ اللَّهِ (آل عمران ۱۷۶)** سموت میں رُو معانی اور جسمانی دونوں باتیں رکھی ہوتی ہیں۔ ایسے ہی ہدایت اور ضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اس پر اعتراض یہ ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کا سلسلہ لغو ہو جاتا ہے۔ ہم اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ کوئی ایسی نہایت پیش کر د جس میں لکھا ہو کہ فلاں شعی ہے۔

انبیاء علیہم السلام جب دعوت کرتے تو اس کے ساتھ کوئی نہ کوئی اثر مرتب ہوتا ہے۔ اور ایسا ہی دعا کے ساتھ بھی۔ اللہ تعالیٰ قصداً و قدر کو بدل دیتا ہے اور قبل از وقت اس تبدیلی کی اطلاع بھی دیدیتا ہے۔ اس وقت ہی دیکھو کہ جو رجوع لوگوں کا اس سلسلہ کی طرف اب ہے۔ براہین احمدیہ کے زمانہ میں کب تھا۔ اس وقت کوئی جانتا بھی نہ تھا۔

میں نے خود عیسائیوں کی کتابیں پڑھی ہیں، لیکن اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ایک طرفہ العین کے لیے بھی عیسائی مذہب کی سچائی کا خیال میرے دل میں نہیں گزرا وہ قرآن شریف کی اس تعلیم پر کہ خدا کے ہاتھ میں ضلالت اور ہدایت ہے اعتراض کرتے ہیں، لیکن اپنی کتابوں کو نہیں پڑھتے۔ جن میں لکھا ہے کہ شریر جہنم کے لیے بنائے گئے ہیں۔ یا مثلاً یہ لکھا ہے کہ فرعون کا دل سخت ہونے لیا۔ اگر لفظوں پر ہی اعتراض کرنا ہو تو عیسائی ہمیں بتائیں اس کا کیا جواب دیتے ہیں؟

بددیانت آدمی سے ڈرے ہوئے کتے سے بھی زیادہ بدبو آتی ہے۔ ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ ان پادریوں کا اسلام پر ایسا اعتراض نہیں ہے جو توہریت اور انجیل کے ذوقِ ذوق پر صاف صاف نہ آتا ہو۔ ایسا ہی رگ وید اور فارسیوں اور ستائیسوں کی کتابوں سے پایا جاتا ہے۔

قرآن شریف نے ان امور کو جن سے اہم معترضوں نے جبر کی تعلیم نکالی ہے۔ معنی اس عظیم الشان اصول کو قائم کرنے کے لیے بیان کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایک ہے اور ہر ایک امر کا مبدع اور مریخ وہی ہے وہی علت العلل اور مستبب الاسباب ہے۔ یہ غرض ہے جو اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں بعض درمیانی وسائل اٹھا کر اپنے علت العلل ہونے کا ذکر فرمایا ہے؛ در نہ قرآن شریف کو پڑھو اس میں بڑی مرحمت کے ساتھ ان اسباب کو بھی بیان فرمایا جس کو وجہ سے انسان مکلف ہو سکتا ہے۔

ملاوہ برس قرآن شریف میں حال میں اعمالِ بد کی سزا ٹھہراتا ہے اور حدود قائم کرتا ہے۔ اگر قصداً و قدر میں کوئی تبدیلی ہونے والی نہ تھی اور انسان مجبور مطلق تھا، تو ان حدود و شرائع کی ضرورت ہی کیا تھی۔

پس یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن شریف دہریوں کی طرح تمام اُمور کو اسبابِ طبیعیہ تک محدود رکھنا نہیں چاہتا بلکہ
خاص توحید پر پہنچانا چاہتا ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ لوگوں نے دعا کی حقیقت کو نہیں سمجھا اور نہ تقنا و قدر کے
تعلقات کو جو دُعا کے ساتھ ہیں۔ تذبذب کی نگاہ سے دیکھا ہے۔ جو لوگ دُعا سے کام لیتے ہیں۔ اَللّٰهُ تَعَالٰی ان کے لیے
راہ کھول دیتا ہے۔ وہ دُعا کو رد نہیں کرتا۔ ایک طرف دُعا ہے۔ دوسری طرف تقنا و قدر۔ خدا نے ہر ایک کے لیے
اپنے رنگ میں اوقات مقرر کر دیئے ہیں۔ اور رُبُوبیت کے حصّہ کو ربوبیت میں دیا گیا ہے اور فرمایا ہے اُوْحُوْفَا
اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن : ۶۱) مجھے پکارو میں جواب دوں گا۔ میں اس لیے ہی کہا کرتا ہوں کہ ناطق خدا سگھانوں
کا ہے لیکن جس خدا نے کوئی ذرہ پیدا نہیں کیا یا جو خود بیودوں سے ملایکے کہا کر مر گیا وہ کیا جواب دے گا۔

تو کار زمین را نحو ساختی

کہ با آسمان نیز پرداختی

جبر اور قدر کے مسئلہ کو اپنی خیالی اور فرضی منطق کے میسار پر کنا دانشمندی نہیں ہے۔ اس بترک اندر داخل
ہونے کی کوشش کرنا بیہودہ ہے۔ اُوْهُبیت اور رُبُوبیت کا کچھ تو ادب بھی چاہیے اور یہ راہ تو ادب کے خلاف ہے کہ
اُوْهُبیت کے اسرار کو سمجھنے کی کوشش کی جاوے۔ الطریقۃ کلھا ادب۔

تقنا و قدر کا دُعا کے ساتھ بہت بڑا تعلق ہے۔ دُعا کے ساتھ معلق تقدیر مل جاتی ہے۔ جب شکلات پیدا
ہوتے ہیں تو دُعا ضرور اثر کرتی ہے جو لوگ دُعا سے مُنکر ہیں، اُن کو ایک دعو کا لگا ہوا ہے۔ قرآن شریف نے دُعا کے
دو پہلو بیان کئے ہیں۔ ایک پہلو میں اَللّٰهُ تَعَالٰی اپنی منوانا چاہتا ہے اور دوسرے پہلو میں بندے کی مان
لیتا ہے۔

وَلَذَبْنٰوْمِكُمْ لِيَسْتَجِيْبَ مِنْ السَّمَوٰتِ وَالْاَرْضِ (البقرہ : ۱۵۶) میں تو اپنا حق رکھ کر منوانا چاہتا ہے۔ اُوْن
تغییر کے ذریعہ سے جو اظہارِ تائید کیا ہے۔ اس سے اَللّٰهُ تَعَالٰی کا یہ منشا ہے کہ تقنا نے مبرم کو ظاہر کریں گے
تو اس کا علاج اِنَّا جٰلِدُوْا اَنْفُسَنَا لِيَسْتَجِيْبَ رَاٰجِعُوْنَ (البقرہ : ۱۵۷) ہی ہے۔ اور دوسرا وقت خدا تعالیٰ کے فضل و
کرم کی امواج کے بوش کا ہے وہ اُوْحُوْفَا اَسْتَجِبْ لَكُمْ (المومن : ۶۱) میں ظاہر کیا ہے۔

پس مومن کو ان دونوں مقامات کا پورا علم ہونا چاہیے۔ صوفی کہتے ہیں کہ فقرِ کمال نہیں ہوتا، جب تک مل اور
موقع کی شناخت حاصل نہ ہو بلکہ کہتے ہیں کہ صوفی دُعا نہیں کرتا۔ جب تک کہ وقت کو شناخت نہ کرے۔
سید عبدالقادر جیلانی رضی اَللّٰهُ عَنْہُ فرماتے ہیں کہ دُعا کے ساتھ شقی سید کیا جاتا ہے، بلکہ وہ تو یہاں تک کہتے
ہیں کہ شدیداً لانا تھا امور شبہ بالمبرم بھی دُور کیے جاتے ہیں۔

انفرض دُعا کی اس قسم کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہیے کہ کسی اَللّٰهُ تَعَالٰی اپنی منوانا چاہتا ہے اور کسی وہ مان لیتا ہے۔

یہ حجاز گویا دوستانہ معاہدہ ہے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی یہی عظیم الشان قبولیت و عبادت کی ہے۔ اس کے مقابلہ میں انہی کے ہی آپ اعلیٰ درجہ کے مقام پر ہیں۔

پہنچنے پر آپ کے گیارہ پتے مگر آپ نے بھی سوال نہ کیا کہ کیوں؟ جو لوگ فقراء اور اہل اللہ کے پاس آتے ہیں۔ اکثر ان میں سے صحت آزمائش اور امتحان کے لیے آتے ہیں۔ وہ دُعا کی حقیقت کا آشنا ہوتے ہیں، اس لیے پورا فائدہ نہیں ہوتا۔ مصلحتاً انسان اس سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ صحیح تو یہ ہے کہ اگر دُعا نہ ہوتی تو اہل اللہ مرتعاً۔ جو لوگ دُعا کے منافع سے محروم ہیں ان کو دھوکا ہی لگا ہوا ہے کہ وہ دُعا کی تقسیم سے ناواقف ہیں۔

میرا جب سب سے پہلا رکا فوف ہوا تو اس کو ایک سخت غشی کی حالت تھی۔ مگر میں اُس کی والدہ نے جیب دیکھا کہ حالت نازک ہے تو انہوں نے کہا کہ یہ تو امید نہیں اب جانبر ہو۔ میں اپنی نماز کیوں ضائع کروں اپنا پتہ وہ نماز میں مصروف ہو گئے اور جب نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا تو اُس وقت چونکہ انتقال ہو چکا تھا۔ میں نے کہا کہ رکا فوف گیا ہے انہوں نے پورے صبر اور رضا کے ساتھ اتنا اُٹھا دیا تا کہ اسے راجتوں پر رکھا۔

خدا جس امر میں نامراد کرتا ہے، اس نامرادی پر صبر کرنے والوں کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی صبر کا نتیجہ ہے کہ خدا نے ایک کی بجائے چار لڑکے عطا فرمائے۔

الغرض دُعا بڑی دولت ہے۔ بے صبر ہو کر دُعا نہ کرے، بلکہ دُعاؤں میں لگا رہے۔ یہاں تک کہ وہ وقت آجائے۔

قرآن مجید میں فتنہ و مجال کا ذکر

اول باختر، نسبتے دارو

قرآن شریف کو سورۃ فاتحہ سے شروع کر کے خَيْرِ الْمُنْضَوْبِ عَلَيْنِمْ وَلَا الضَّالِّينَ۔ (الفاتحہ : ۷) پر ختم کیا ہے، لیکن جب ہم مسلمانوں کے معتقدات پر نظر کرتے ہیں، تو مجال کا فتنہ اُن کے ہاں عظیم الشان فتنہ ہے اور یہ ہم کو بھی تسلیم نہیں کر سکتے کہ خدا تعالیٰ مجال کا ذکر ہی مجھول کیا ہو نہیں۔ بلکہ اصل یہ ہے کہ مجال کا مفہوم سمجھنے میں لوگوں نے دھوکا کھایا ہے۔ سورۃ فاتحہ میں جو دو فبتوں سے بچنے کی دُعا سمجھائی ہے۔ اول خَيْرِ الْمُنْضَوْبِ عَلَيْنِمْ غیر المنضوب سے مراد بافتاق جمع اہل اسلام بیہود ہیں اور یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ایک وقت اُمت پر آنے والا ہے جبکہ وہ بیہود سے تشابہ پیدا کرے گی اور وہ زمانہ مسیح موعود ہی کا ہے۔ جبکہ اس کے اٹھارہ اور کفر پر اسی طرح زور دیا جائے گا جیسا کہ حضرت مسیح ابن مریم کے کفر پر بیہودوں نے دیا تھا۔ غرض اس دُعا میں یہ سکھایا گیا کہ بیہود کی طرح مسیح موعود کی توہین اور تکفیر سے ہم کو بچا اور دوسرا عظیم الشان فتنہ جس کا ذکر سورۃ فاتحہ میں کیا ہے اور

جس پر سورۃ فاتحہ کو ختم کر دیا ہے وہ نصاریٰ کا فتنہ ہے وَلَا الضَّالِّينَ میں بیان فرمایا ہے اب جب قرآن شریف کے انجام پر نظر کی جاتی ہے تو وہ بھی ان دونوں فتنوں کے متعلق مکمل مکمل شہادت دیتا ہے۔ شَلَّا خَيْرًا لِّلْمُضْتَبِّينَ کے مقابل میں سورۃ بَنَّتْ يَدَاہِے۔ مجھے بھی فتویٰ کفر سے پہلے یہ الہام ہوا تھا۔ اذِيعُكَ رَبِّكَ الَّذِي كَفَرَ۔ اَوْفِدْ لِي يَا حَامَانَ لِعَلِّيَّ اَطْلِمَ عَلَيَّ الْاَلِهَ مُوسَىٰ وَآدِي لَا ظَلْتُهُ مِنَ الْاَكَاذِبِيْنَ۔ بَنَّتْ يَدَاہِ اِيَّيْكَ لَقَبٌ وَ تَبَّتْ مَا كَانَتْ لَسَا اَنْ يَّخْتَلُ فِيْهَا الْاَخَايِفَا وَمَا اَصَابَكَ فِيمَنْ اَللّٰهُ۔ یعنی وہ زمانہ یاد کر جائیے مگر کفر پر تکبر کا کفر کا فتویٰ لگائے گا۔ اور اپنے کسی حامی کو جس کا لوگوں پر اثر پڑ سکتا ہو۔ کہے گا کہ میرے لیے اس فتنہ کی آگ بھڑکا۔ تائیں دیکھ لوں کہ شیخ جس قوم کی طرح کلیم افندہ ہونے کا ندی ہے۔ خدا اس کا معاون ہے یا نہیں اور میں تو اُسے جو ماننیال کرتا ہوں۔ ابی لبیب کے دونوں ہاتھ ہلاک ہو گیا اور آپ ہی ہلاک ہو گیا۔ اس کو نہیں چاہتا تھا کہ اس میں دخل دیتا، مگر ڈر ڈر کر اور جو رنج تجھے پہنچے گا وہ خدا کی طرف سے ہے۔

غرض سورۃ بَنَّتْ میں خَيْرًا لِّلْمُضْتَبِّينَ عَلَيَّہِمْ کے فتنہ کی طرف اشارہ ہے اور وَلَا الضَّالِّينَ کے مقابل قرآن شریف کے آخر میں سورۃ اخلاص ہے اور اس کے بعد کی دونوں سورتیں سورۃ الفلق اور سورۃ اناس ان دونوں کی تفسیر ہیں۔ ان دونوں سورتوں میں اس تیرہ و تار زمانہ سے پناہ مانگی گئی ہے جبکہ مسیح موعود پر کفر کا فتویٰ لگا کر... مضنون علیہم کا فتنہ پیدا ہوگا اور عیسائیت کی ضلالت اور ظلمت دُنیا پر محیط ہونے لگے گی پس جیسے سورۃ فاتحہ میں جو ابتدائے قرآن ہے۔ ان دونوں بلاؤں سے محفوظ رہنے کی دُعا سکھائی گئی ہے۔ اسی طرح قرآن شریف کے آخر میں بھی ان فتنوں سے محفوظ رہنے کی دُعا تعلیم کی۔ تاکہ یہ بات ثابت ہو جائے کہ اول باختر نسبتے والد۔ سورۃ فاتحہ میں جو ان فتنوں کا ذکر ہے وہ کئی مرتبہ بیان کیا ہے مگر قرآن شریف کے آخر میں جو ان فتنوں کا ذکر ہے وہ بھی مختصر طور پر سمجھ لو۔ العاقبتین کے مقابل آخر کی تین سورتیں ہیں۔ اَمَلْ تَوْفَلَّ هُوَ اللّٰهُ ہے اور باقی دونوں سورتیں اس کی شرح ہیں۔ قُلْ هُوَ اللّٰهُ کا ترجمہ یہ ہے کہ نصاریٰ سے کہہ دو کہ اقلہ ایک ہے۔ اقلہ بے نیاز ہے۔ نہ اُس سے کوئی پیدا ہوا۔ اور نہ وہ کبھی سے پیدا ہوا۔ اور نہ کوئی اس کے برابر ہے۔

پھر سورۃ الفلق میں اس فتنہ سے بچنے کے لیے یہ دُعا سکھائی قُلْ اَعُوذُ بِرَبِّ الْعَلَقِ۔ یعنی تمام فتنوں کے شر سے اس خدا کی پناہ مانگتا ہوں جو رب الفلق ہے یعنی مسیح کا مالک ہے۔ یا رُوْحِیْ عَلٰی ہرگز نہ اسی کے قبضہ اقتدار میں ہے۔ رب الفلق کا لفظ بتاتا ہے کہ اس وقت عیسائیت کے فتنہ اور مسیح موعود کی تکبر اور توہین کے فتنہ کی اندھیری لالت احاطہ کرے گی۔ اور پھر کھول کر کہا کہ شَتْرٍ خَاصِقٍ اِذَا وَقَبَّ اَدْرٰی اس اندھیری لالت کے شر سے جو عیسائیت کے فتنہ اور مسیح موعود کے انکار کے فتنہ کی شب تار ہے، پناہ مانگتا ہوں۔ پھر فرمایا ذِیْنِ شَتْرٍ اَللّٰھُ فِی الْعُقَدِ (الفلق ۵) اور میں ان زمانہ سیرت لوگوں کی شرارت سے پناہ مانگتا ہوں جو گنڈھل

پر چھوڑیں مار سکتے ہیں۔ مگر جہوں سے مراد وہ مصیبت اور مشکلات شریعت تھی یہ ہیں جن پر جاہل مخالف اعتراض کرتے ہیں اور ان کو ایک پیچیدہ صورت میں پیش کر کے لوگوں کو دھوکہ میں ڈالتے ہیں اور یہ دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو پادری اور ان کے دوسرے پس خوردہ کھالے والے اور دوسرے وہ نادان قنفذ اور منڈی ملاں ہیں جو اپنی غلطی کو تو چھوڑتے ہیں اور اپنی نفسانی چھوڑوں سے اس صاف دین میں اور بھی مشکلات پیدا کر دیتے ہیں اور زمانہ خصلت رکھتے ہیں کہ خدا کے ہنر و مہرسل کے سامنے آتے نہیں پس ان لوگوں کی شرارتوں سے پناہ مانگتے ہیں اور ایسا ہی ان حاسدوں کے حسد سے پناہ مانگتے ہیں اور اس وقت پناہ مانگتے ہیں جب وہ خدا کے لئے لگیں۔

اور پھر آخر سورۃ میں شیطان دوسروں سے محفوظ رہنے کی دعا تعلیم فرماتی ہے۔ جیسے سورۃ فاتحہ کو الصالحین پر نازل کیا تھا۔ ویسے آخری سورۃ میں بھی خناس کے ذکر پر ختم کیا تاکہ خناس اور صالحین کا تعلق معلوم ہو۔ اور آدم کے وقت میں بھی خناس جس کو عبرانی زبان میں نحاش کہتے ہیں جنگ کے لیے آیا تھا۔ اس وقت بھی مسیح موعود کے زمانہ میں جو آدم کا شیل بھی ہے۔ ضروری تھا کہ وہی نحاش ایک دوسرے لباس میں آتا اور اسی لیے عیسائیوں اور مسلمانوں نے با اتفاق یہ بات تسلیم کی ہے کہ آخری زمانہ میں آدم اور شیطان کی ایک عظیم نشان لڑائی ہوگی جس میں شیطان ہلاک جاوے گا۔ اب ان تمام امور کو دیکھ کر ایک خدا ترس آدمی ڈر جاتا ہے۔ کیا یہ میرے اپنے بنائے ہوئے امور ہیں جو خدا نے جمع کر دیئے ہیں۔

کس طرح پر ایک دائرہ کی طرح خدا نے اس سلسلہ کو رکھا ہوا ہے۔ ولا الصالحین پر سورۃ فاتحہ کو جو قرآن کا آغاز ہے ختم کیا اور پھر قرآن شریف کے آخر میں وہ سورتیں رکھیں جن کا تعلق سورۃ فاتحہ کے انجام سے ہے۔ اور مسیح اور آدم کی مماثلت شہرانی اور بھیرج موعود بنایا، تو ساتھ ہی آدم بھی میرا نام رکھا۔ یہ باتیں معمولی باتیں نہیں ہیں۔ یہ ایک علمی سلسلہ ہے جس کو کوئی زد نہیں کر سکتا کیونکہ خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے اس کی بنیاد رکھی ہے۔

شیخ کا لفظ شیخ سے نکلا ہے جس کے معنی جنت کے ہیں اس لیے شیخ کون ہو سکتا ہے شیخ وہ ہو سکتا ہے جو دو مقامات کا منظر قائم ہو یعنی منظر کمال اللہوت

اور ناسوت کا ہو۔ لاہوتی مقام کا منظر کمال ہونے سے یہ مراد ہے کہ اس کا خدا کی طرف موصود ہو۔ وہ خدا سے حاصل کرے اور ناسوتی مقام کا منظر کا یہ مفہوم ہے کہ مخلوق کی طرف اس کا نزول ہو جو خدا سے حاصل کرے وہ مخلوق کو پہنچا دے اور منظر کمال ان مقامات کا ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے۔ **وَمَا لَنَا لِمَا آتَيْنَاكَ قَاتِلِينَ إِذْ أَنْزَلْنَا** (انجم ۹۰-۱۱۰)

ہم دعویٰ سے کہتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بدلے کمال حصہ مقام لاہوت کا کسی نبی میں نہیں

آیا۔ اور ناسوتی حصّہ چاہتا ہے بشری لوازم کو ساتھ رکھے اور حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام میں یہ ساری باتیں پوری پائی جاتی ہیں۔ آپ نے شادیاں بھی کیں۔ پتھے بھی ہوئے، دوستوں کا زمرہ بھی تھا۔ فتوحات کر کے اختیاری قوتوں کے ہوتے ہوئے انتقام چھوڑ کر رحم کر کے بھی دکھایا۔ جب تک انسان کے پیارے پورے نہ ہوں، وہ پوری ہمدردی نہیں کر سکتا۔ اس حصّہ اخلاق فاضلہ میں وہ نامکمل رہے گا۔ مثلاً جس نے شادی ہی نہیں کی وہ بیوی اور بچوں کے حقوق کی کیا قدر کر سکتا ہے اور ان پر اپنی شفقت اور ہمدردی کا کیا نمونہ دکھا سکتا ہے۔ رہبانیت ہمدردی کو دور کر دیتی ہے اور یہی وجہ ہے کہ اسلام میں رہبانیت کو نہیں رکھا۔ غرض کامل شفیق وہی ہو سکتا ہے، جس میں یہ دونوں حصّے کامل طور پر پائیں جائیں، چونکہ یہ ایک ضروری امر تھا کہ شفیق ان دونوں مقامات کا مظہر ہو۔ اللہ تعالیٰ نے ابتدا سے آفرینش سے ہی اس سلسلہ کا طبل قائم رکھا۔ یعنی آدم علیہ السلام کو جب پیدا کیا تو لادہ ہوئی حصّہ تو اس میں یوں رکھ دیا۔ جب کہا۔ **فَاِذَا سَوَّيْتُهُ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سَاجِدِيْنَ** (الحجر ۱-۲۰) اور ناسوتی حصّہ یوں رکھا کہ خواہ اس سے پیدا کیا۔

یعنی جب رُوحِ چھوٹی تو ایک جوڑ آدم کا خدا تعالیٰ سے قائم ہوا۔ اور جب توانکالی تو دوسرا جوڑ مخلوق کے ساتھ ہو۔ لے کی وجہ سے ناسوتی ہو گیا۔ پس جب تک یہ دونوں حصّے کامل طور پر کامل انسان میں نہ پائے جائیں وہ شفیق نہیں ہو سکتا۔ جیسے آدم کی پسلی سے خواہنگی اسی طرح کامل انسان سے مخلوق نکلتی ہے۔

تصویر اور نماز

ایک شخص نے دریافت کیا کہ تصویر کی وجہ سے نماز فاسد تو نہیں ہوتی جو اب میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا،

”کفار کے بتیغ پر تو تصویر ہی جائز نہیں۔ ان نفسِ تصویر میں حرمت نہیں بلکہ اس کی حرمت اضافی ہے۔ اگر نفسِ تصویر مُفسد نماز ہو تو میں پوچھتا ہوں کہ کیا پھر روپیہ پیسہ نماز کے وقت پاس رکھنا مفید نہیں ہو سکتا۔ اس کا جواب اگر یہ دوکر روپیہ پیسہ کا رکھنا منظر آری ہے۔ میں کہوں گا کہ کیا اگر منظر اسے پاخانہ آجاوے تو وہ مُفسد نماز نہ ہوگا۔ اور پھر و متوکرا نہ پڑے گا۔“

اصل بات یہ ہے کہ تصویر کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہے کہ کیا اس سے کوئی دینی خدمت مقصود ہے یا نہیں۔ اگر کوئی بے فائدہ تصویر رکھی ہوئی ہے اور اس سے کوئی دینی فائدہ مقصود نہیں تو یہ خوب ہے اور خدا تعالیٰ فرماتا ہے **وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اللّٰغْوِ مَعْمُوْنُوْنَ**۔ (المومن: ۴) لغو سے اعراض کرنا مومن کی شان ہے، اس لیے اس سے بچنا چاہیے لیکن ہاں اگر کوئی دینی خدمت اس ذریعے سے بھی ہو سکتی ہو تو منع نہیں ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ معلوم کو مانع نہیں کرنا چاہتا۔

شلاہم نے ایک موقع پر عیسائیوں کے مثلث خدا کی تصویر دی ہے جس میں رُوح القدس بشکل کبوتر دکھایا گیا ہے اور باپ اور بیٹے کی بھی جدا جدا تصویر دی ہے۔ اس سے ہماری یہ غرض تھی کہ تاثلثت کی تردید کے دکھائیں کہ اسلام نے جو خدا پیش کیا ہے وہی حقیقی خدا ہے جو حق و قیوم ازل وابدی غیر متغیر اور مجسم سے پاک ہے۔ اس طرح پر اگر خدمت اسلام کے لیے کوئی تصویر ہو، تو مشرع کلام نہیں کرتی کیونکہ جو امور عبادت شریعت ہیں ان پر اجترامن نہیں ہے۔

کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ کے پاس کئی بیوں کی تصویریں تھیں۔ قیصر روم کے پاس جب صحابہ گئے تھے، تو انھوں نے انھیں صلی آؤذ علیہ وسلم کی تصویر اس کے پاس دیکھی تھی۔ تو یاد رکھنا چاہیے کہ نفس تصویر کی حرمت نہیں بلکہ اس کی حرمت امانی ہے جو لوگ ٹھوکر پر تصویریں رکھتے اور بناتے ہیں وہ حرام ہے بشرطیت ایک پہلو سے حرام کرتی ہے اور ایک جائز طریق پر اُسے حلال مٹھراتی ہے۔ روزہ ہی کو دیکھو رمضان میں حلال ہے لیکن اگر عید کے دن روزہ رکھے تو حرام ہے۔

گر حفظ مراتب نہ سخی زندلیتی

حرمتِ روم کی ہوتی ہے۔ ایک بانٹن حرام ہوتی ہے، ایک بانبت۔ جیسے خنزیر یا بکل حرام ہے۔ خواہ وہ جنگل کا ہو یا کبیر کا۔ سفید ہو یا سیاہ، چھوٹا ہو یا بڑا۔ ہر ایک قسم کا حرام ہے۔ یہ حرام بانٹن ہے لیکن حرام بانبت کی مثال یہ ہے کہ ایک شخص عمت کر کے کسبِ حلال سے روپیہ پیدا کرے، تو حلال ہے لیکن اگر وہی روپیہ بقیعہ زنی قمار بازی سے حاصل کرے تو حرام ہوگا۔ بخاری کی پہلی ہی حدیث ہے۔ اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ۔ ایک خوبی ہے اگر اس کی تصویر اس غرض سے لے لیں کہ اس کے ذریعہ اس کو شناخت کر کے گرفتار کیا جائے تو یہ نہ صرف جائز ہوگی، بلکہ اس سے کام لینا فرض ہو جائے گا۔ اسی طرح اگر ایک شخص اسلام کی توہین کرنے والے کی تصویر بھیجتا ہے تو اس کو گرفتار کیا جائے۔ حرام کام کیا ہے تو یہ کتنا مؤذی کا کام ہے۔ یاد رکھو اسلام بُت نہیں بلکہ رُوحِ مذہب ہے۔ بچے انہوں سے کہنا پڑا ہے کہ آجکل نا بچھ مولیوں نے لوگوں کو اسلام پر اجترامن کرنے کا موقع دیا ہے۔

آنکھوں میں ہرٹے کی تصویر بنتی ہے۔ یعنی پتھر ایسے ہیں کہ جانور اڑتے ہیں تو خود بخود ان کی تصویر اتر آتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کا نام حضور ہے۔ یہ تکرار کے فی الانہماہر (آل عمران: ۷۰) پھر بلا سوچے بچے کیوں اجترامن کیا جاتا ہے۔ اصل بات یہی ہے جو میں نے بیان کی ہے کہ تصویر کی حرمت غیر حقیقی ہے کسی عمل پر ہوتی ہے اور کسی پر نہیں۔ غیر حقیقی حرمت میں ہمیشہ نیت کو دیکھنا چاہیے۔ اگر نیت شرعی ہے تو حرام نہیں، ورنہ حرام۔ حدیثوں ہی پر تکیہ نہ کرو۔ اگر قرآن شریعت پر حدیث کو مقدم کرتے ہو تو پھر گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر الزام

لگاتے ہو کہ کیوں انہوں نے احادیث کو خود جمع نہیں کر لیا، کیونکہ آپ نے کوئی حکم احادیث کے جمع کرنے کو نہیں فرمایا؛ حالانکہ قرآن شریف کو آپ خود لکھواتے اور سنا تے تھے۔ لیکن صحابہ نے احادیث کو اپنے طور پر جمع کیا، لیکن آخر انہوں نے جلا دیا جب سبب دریافت کیا تو یہی بتایا کہ آخر ادویوں سے سنی میں ممکن ہے ان میں کمی نہ ہوئی ہو۔ اپنے ذمے کیوں بوجھ لیں پس قرآن کو مقدم کرو اور حدیث کو قرآن پر عرضی کرو۔ حکم نہ بناؤ۔

۱۲ فروری ۱۹۰۲ء

ضروری اعلان

حضرت سیح مودود اہم اشد فیضیہم نے ارشاد فرمایا ہے کہ اگر کم کے ذریعہ اپنے تمام دوستوں کو اطلاع دی جائے کہ چونکہ طاعون پنجاب کے اکثر حصوں میں زور کے ساتھ پھیل گیا ہے اور پھیلتا جاتا ہے ایسی صورت میں یہ امر قرین مصلحت نہیں کہ ایسا مجمع ہو جس میں زبانہ علاقوں کے لوگ بھی شامل ہوں۔ اس لیے میدانِ لائیمہ پر جو تجویز امتحان کی قرار پائی تھی وہ کسی دوسرے وقت کے لیے متوی کی جاتی ہے۔ وہ لوگ جن کے شہروں اور دیہات میں طاعون شدت کے ساتھ پھیل گیا ہے، اپنے شہروں سے دوسری جگہ نہ جائیں۔ اپنے مکانوں کی صفائی کریں اور پاک تبدیلی کر کے خدا تعالیٰ رکھیں اور ضروری تدابیر حفظ و اتمام کی عمل میں لائیں اور سب سے بڑھ کر یہ کہ سچی توبہ کریں اور پاک تبدیلی کر کے خدا تعالیٰ سے صلہ کریں۔ لائق کو اٹھانے کے بعد تہجدیں دعائیں مانگیں۔ ہر ایک قسم کے فسق و فجور خیانت اور غلط کاری کی راہ سے اپنے آپ کو بچائیں۔ اپنی حالت کی سچی تبدیلی ہی خدا کے اس عذاب سے بچانے کے لیے۔ ذبیحۃ ماقبلیہ۔

خود تاباں سپہ گشت است از بدکاری مردم
زین طاعون ہی آدپتے تھوینے انڈا سے
پر تشریش قیامت مانڈاں تشریش گریسنی
طلبے نیست بہر دفع آں بوجھن کر داسے

۱۔ النجمہ جلد ۹ نمبر ۸ صفحہ ۶۳ پر ۲۸ فروری ۱۹۰۲ء

۲۔ النجمہ جلد ۹ نمبر ۱ صفحہ ۱ پر ۱۳ فروری ۱۹۰۲ء

۱۲ فروری ۱۹۰۲ء

(ایڈیٹر کے اپنے الفاظ میں)

معراج کے اسرار

معراج میں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اسرائیل کے انبیاء علیہم السلام کو مختلف آسمانوں پر دکھایا ہے حقیقت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے نبی اسرائیل کے نبیوں کا سلسلہ زمانی طور پر بتایا ہے۔ سب سے اوپر حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کو جو اول انبیاء تھے۔ دکھایا ہے اور دوسرے آسمان پر حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو، چونکہ حضرت یحییٰ اور حضرت عیسیٰ کا ناماد مشترک تھا، اس لیے ان کو اکٹھے دکھایا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے دوسرے درجے پر تھے، اس لیے دوسرے آسمان پر ان کو دکھایا اور آدم کو پہلے آسمان پر دکھایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی آدم تھے۔ اس لیے آپ کو پہلے آسمان پر دکھایا گیا۔

اس وحی خدا تعالیٰ نے درجہ نبی اممور کو تھمتے اور کھتا کے رنگ میں

درجہ سانس ہے

نبیوں کو دکھایا ہے، بلکہ درجہ سانس کو ایک سانس (دلم) بنا دیا ہے اور نبیوں کو جب کہ یہ زمانہ کشف حقائق کا زمانہ ہے جبکہ ہر بات کو علمی رنگ میں ظاہر کیا جاتا ہے۔ میں اس لیے ہی بھیجا گیا ہوں کہ ہر اعتقاد کو اور قرآن کریم کے قصص کو علمی رنگ میں ظاہر کروں۔

یہ زمانہ چونکہ کشف حقائق کا زمانہ ہے اور خدا تعالیٰ قرآن شریف کے

ذوالقرنین اور مسیح موجود

حقائق اور معارف مجھ پر کھول دیا ہے۔ ذوالقرنین کے قصے کی طرف

جو میری توجہ ہوئی تو مجھے یہ دکھایا گیا ہے کہ ذوالقرنین کے پیروں میں مسیح موجود ہی کا ذکر ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کا نام ذوالقرنین اس لیے رکھا ہے کہ قرین چونکہ صدی کہتے ہیں اور مسیح موجود دو قرینوں کو پائے گا، اس لیے ذوالقرنین کہلائے گا۔ چونکہ میں نے تیرہویں اور چودھویں صدی دونوں پائی ہیں اور اسی طرح پر دوسری صدیاں ہندوؤں اور عیسائیوں کی بھی پائی ہیں۔ اس لحاظ سے تو ذوالقرنین ہے۔ اور پھر اسی قصہ میں اللہ تعالیٰ نے بتایا ہے کہ ذوالقرنین نے تین قومیں پائیں۔ اول وہ جو زوب آفتاب کے پاس ہے اور کچھ نہیں ہے۔ اس سے مراد عیسائی قوم ہے جس کا آفتاب زوب گیا ہے یعنی شریعت حقدان کے پاس نہیں رہی۔ رد عایت مرگنی اور ایمان کی گری جاتی رہی یہ ایک کچھ نہیں پھینے ہوئے ہیں۔

دوسری قوم وہ ہے جو آفتاب کے پاس ہے اور ٹھیلنے والی دھوپ ہے۔ یہ مسلمانوں کی موجودہ حالت ہے۔ آفتاب یعنی شریعت حقدان کے پاس موجود ہے، مگر یہ لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھاتے، کیونکہ فائدہ تو کھرتے ہیں

سے اُٹھایا جاتا ہے۔ جیسے شذر وئی پکانا۔ وہ گو آگ سے پکائی جاتی ہے، لیکن بینک اس کے مناسب مال انتظام اور تدبیر نہ کی جاوے وہ روئی تیار نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح پر شریعت حقہ سے کام لینا بھی ایک حکمت عملی کو چاہتا ہے۔ پس مسلمانوں نے اس وقت باوجودیکہ ان کے پاس آفتاب اور اس کی روشنی موجود تھی اور ہے لیکن کام نہیں لیا اور فیہ صورت میں اس کو استعمال نہیں کیا اور خدا کے جلال اور عظمت سے حسرتہ نہیں لیا۔

اور تیسری وہ قوم ہے جس نے اس سے فریاد کی کہ ہم کو یا جوج ماجوج سے بچا۔ یہ چواری قوم ہے جو سرخ بود کے پاس آئی اور اُس نے اس سے استفادہ کرنا چاہا ہے۔ غرض آج ان قوموں کا علمی رنگ ہے۔ ہمارا ایمان ہے کہ یہ قسمت پہلے ہی کسی رنگ میں گزارا ہے لیکن یہ سچی بات ہے کہ اس قسم میں واقفہ آئندہ کا بیان میں بطور پیشگوئی مشابوہ آج اس زمانہ میں پورا ہو گیا۔

هُدَىٰ الْهَدَىٰ اَوَّلَ الْحَقِّ سَعْدُ مَرَادٍ
يُظهِرُ كَحَلِيِّ السَّيِّئِينَ كَلِمَةً (الوقت : ۱۰) پر سوچتے

سوچتے مجھے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ نے اس میں دو لفظ ہدی اور حق کے رکھے ہیں۔ ہدی تو یہ ہے کہ اندر روشنی پیدا کرے۔ تمنا نہ دے۔ یہ گرا اندرونی اصلاح کی طرف اشارہ ہے، جو ہدی کا کام ہے اور حق کا لفظ اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ خارجی طور پر باطل کو شکست دے، چنانچہ دوسری جگہ آیا ہے۔ جَاءَ الْهَدَىٰ ذُو هَقِّ الْبَاطِلِ۔ اور خود اس آیت میں بھی فرمایا ہے۔ يُظهِرُ كَحَلِيِّ السَّيِّئِينَ كَلِمَةً۔ یعنی اس رسول کی آمد کا نتیجہ یہ ہو گا کہ وہ حق کو فہم دے گا۔ یہ فہم توار اور تفہم سے نہیں ہو گا، بلکہ وجود حقیت سے ہو گا۔

یاد رکھو کہ پاک صاف عقل کا خاصہ ہے کہ وہ تقویٰ پر اکتفا نہیں کرتی بلکہ اسرار کو پہنچ لاتی ہے۔ اسی واسطے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جن کو حکمت دی گئی، ان کو خیر کثیر دی گئی ہے۔

اِنَّهُ اَوْى الْقَرِيَةَ كَعْنِي
آجکل ہمارے حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی توجہ

طاہرین کی طرف زیادہ ہے اور چونکہ یہ لوگ عارف تر ہوتے ہیں۔ اس لیے خدا تعالیٰ کی غنا بر ذاتی سے خافت تر بھی ہوتے ہیں۔ عموماً سیر اور بعد شام طاہرین پر کچھ نہ کچھ تقریر ہو جاتی ہے اِنَّهُ اَوْى الْقَرِيَةَ۔ کا جو ابام ایک عرصہ سے اکتھرت کو ہو چکا ہے۔ اس کے متعلق فرمایا کہ میں اس کے معنی یقیناً ہی سمجھتا ہوں کہ وہ افراتفری اور قیامت خیز نظارہ جو طاہرین کی وجہ سے پیدا ہوا ہے اس سے اللہ تعالیٰ قادیان کو منور محفوظ رکھے گا، اگرچہ یہ امر ممکن ہی ہو کہ کوئی کس خدا نما سستہ یہاں ہو

جانتے، مگر التا در کا لحد و حد کے ضمن میں ہے، تاہم اللہ تعالیٰ کے فضل اور وعدہ کے موافق یقین ہے کہ وہ ہمیں آتشیں اور سخت اسرار کے غرور محفوظ رکھے گا۔

۲۲ مارچ ۱۹۰۲ء

مؤمن اللہ کی صحبت میں رہنے والے لوگ بہت کچھ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اور

مؤمن اللہ کے مکتبین سے خدا تعالیٰ کا معاملہ

ایک حد تک علم صحیح اس تعلق کے متعلق جو مؤمن اللہ اور خدا تعالیٰ میں ہوتا ہے حاصل کرتے ہیں، اگر وہ کامل علم جو اس ماٹور کو دیا جاتا ہے کسی دوسرے کو نہیں مل سکتا۔ اور خدا تعالیٰ کا علم تو پھر اور ہی رنگ رکھتا ہے جب انمولیٰ تکذیب اور انکار حد تک پہنچ جاتا ہے تو پھر ٹھیک اسی طرح جیسے زمیں سدا جب فصل پک جاتی ہے تو اس کے کاٹنے کے واسطے دانائی کو درست کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ بھی مکتبوں کے لیے تیاری کرتا ہے اور اس دیکھتا ہوں کہ اب وہ وقت آ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ ہر پہلو سے محنت پوری کر چکا ہے۔ اس لیے اب ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ خاموشی سے آسمانی ہتھیار اور حربے کو دیکھے۔ دنیا میں ہم یہ قانون دیکھتے ہیں کہ جب ایک حاکم کو معلوم ہو جاتا ہے کہ فلاں مظلوم ہے تو وہ اس کی مدد کرتا ہے تو پھر خدا تعالیٰ جن کا علم سب سے زیادہ صحیح اور یقینی ہے جو ہر حال کا بینا ہے، انہیں اس مظلوم صادق کی مدد کرنے کا جوصل اس لیے ستایا گیا ہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ سے الہام پا کر یہ کہا کہ میں خدا کی طرف سے اصلاح خلق کے لیے بھیجا گیا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اپنے راستباز بندوں کو کبھی ضائع نہیں کرتا۔ وہ ان کی مدد کرتا ہے، لیکن ان یہ سنت اللہ ہے کہ وہ صبر سے کام لیتا ہے۔ یہ کہنا کہ خدا تعالیٰ کو اس تکذیب اور انکار کی خبر نہیں کفر ہے۔ وہ تو ابتدا سے جانتا ہے کہ کیا کیا جاتا ہے۔

اس وقت خدا تعالیٰ کے فضل سے دو فریق ہو گئے ہیں۔ جس طرح ہماری جماعت شرح صدر سے اپنے آپ کو حق پر جانتی ہے۔ اسی طرح مخالفت اپنے فلو میں ہر قسم کی بے حیائی اور جھوٹ کو جائز سمجھتے ہیں۔ شیطان نے ان کے دلوں میں جما دیا ہے کہ ہماری سنت ہر قسم کا افترا اور بہتان ان کے لیے جائز ہے اور نہ صرف جائز بلکہ ثواب کا کام ہے۔ اس لیے اب ضروری ہے کہ ہم اپنی کوششوں کو ان کے مقابلے میں بالکل چھوڑ دیں اور خدا تعالیٰ کے فیصلہ پر نگاہ کریں۔ جس قدر وقت ان کی یہ ہودگیوں اور گالیوں کی طرف

تو جبر کرنے میں ضائع کریں بہتر ہے کہ وہی وقت استغفار اور دعاؤں کے لیے دیں۔

خوش قسمت ہے وہ انسان جو متقی ہے
ہماری جماعت کو یہ نصیحت ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ
وہ اس امر کو مد نظر رکھیں جو میں بیان کرتا ہوں۔ مجھے

ہمیشہ اگر کوئی خیال آتا ہے، تو یہی بات ہے کہ دنیا میں تو رشتے ٹاٹے ہوتے ہیں۔ بعض ان میں سے خوبصورتی کے لحاظ سے ہوتے ہیں، بعض خاندان یا دولت کے لحاظ سے اور بعض طاقت کے لحاظ سے لیکن جناب الہی مکان اٹھنے پر وہ نہیں۔ اُس حد تک تو صاف طور پر فرمادیا کہ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ۔ (المحرات: ۱۳۴) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و محترم ہے جو متقی ہے۔ اب جو جماعت اقیانہ ہے خدا اس کو ہی رکھے گا اور وہی کی ہلاکت کرے گا۔ یہ نازک مقام ہے اور اس جگہ پر ڈو کھڑے نہیں ہو سکتے کہ متقی ہی وہیں رہے اور شریک اور ناپاک بھی وہیں۔ مزدرب ہے کہ متقی کھڑا ہو اور نصیحت ہلاک کیا جاوے اور چونکہ اس کا علم خدا کرے کہ کون اُس کے نزدیک متقی ہے پس یہ بڑے خوف کا مقام ہے خوش قسمت ہے وہ انسان جو متقی ہے اور بد بخت ہے وہ جو مستحکم کے پیچھے آیا ہے۔

اگر کوئی یہ خیال کرے کہ ان میں علماء بھی ہیں، بلہم میں ہیں تو یہ ایک خیالی بات ہے اور اس سے کوئی فائدہ اس مقصد کو نہیں

الہی اور شیطانی الہام میں فرق

پہنچ سکتا جو انسانی ہستی کا ہونا چاہیے۔ یاد رکھو وہ امر جس پر خدا راضی ہوتا ہے جب تک وہ نہ ہو نہ علم صحیح ہو تو ہرے نہ اہا کہ مفید۔ جو شخص یا خانہ کے پاس کھڑا ہے۔ پہلے تو اُسے بدبو ہی آئے گی۔ پھر اگر عطر اس کے پاس کیا جاوے تو وہ اس سے کیا فائدہ اٹھائے گا۔ جیسا کہ خدا تعالیٰ کا قُرب حاصل نہ ہو کہ نہیں ملتا۔ اور خدا سے قریب کرنے والی بات صرف تقویٰ ہے۔ یعنی آواز سننے کے لیے متقی بننا چاہیے۔ میں نے بیست لوگ دیکھے ہیں جو ہر آواز کو جو انہیں آجوادے الہام ہی کہتے ہیں، حالانکہ اصغاث اسلام بھی ہوتے ہیں۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ جو آوازیں انہیں سنائی دیتی ہیں وہ بناوٹی ہیں۔ نہیں ان کو آوازیں آتی ہوں گی، مگر ہم ہر آواز کو خدا تعالیٰ کی آواز قرار نہیں دے سکتے، جب تک اس کے ساتھ وہ الفاظ اور برکات نہ ہوں جو اللہ تعالیٰ کے پاک کلام کے ساتھ ہوتے ہیں۔ اس لیے ہم کہتے ہیں کہ ان الہام کے دعویٰ کرنے والوں کو اپنے الہاموں کو اس کوئی پر پوکھنا چاہیے اور اس بات کو بھی انہیں فراموش نہیں کرنا چاہیے کہ بعض آوازیں بڑی شیطانی ہوتی ہیں۔ اس لیے ان آوازوں پر ہی فریفتہ ہو جانا و انشد انسان کا کام نہیں، بلکہ جیسا کہ اندرونی نجاست اور گند دور نہ ہو اور تقویٰ کی اعلیٰ درجہ کی صفائی حاصل نہ ہو اور اس درجہ اور مقام پر انسان نہ پہنچ جاوے۔ جو دنیا ایک مڑے ہوئے کیرے سے جی پتھر اور ذیل نظر آوے اور اللہ تعالیٰ ہی ہر قول و فعل میں مقصود ہو اس مقام پر قدم نہیں پڑ سکتا جہاں پہنچ کر انسان

پنے اللہ کی آواز کو سنا ہے۔ اور وہ آواز حقیقت میں اسی کی ہوتی ہے، کیونکہ اس وقت یہ تمام نجاستوں سے پاک ہو گیا ہوتا ہے۔

غرض نری آوازیں اور چند رسمی آوازوں کے پڑھ لینے سے فیصلہ نہیں ہوتا، بلکہ فیصلہ کی اصل اور سچی راہ وہی ہے جس کو صحیح حدیث البیہ کہتے ہیں۔ ان سے ہی فیصلہ ہوتا ہے اور خدا ہی کا حرم فیصلہ کرتا ہے جو شخص خدا تعالیٰ کے محمد علیہ السلام پر کھڑا ہے جو بجا سکتا بالکل الگ ہے۔ وہ وہی پاک آواز میں سنا ہے جو حضرت موسیٰ بن حضرت یسعی حضرت لوح حضرت ابراہیم اور دوسرے انبیاء علیہم السلام نے سنیں اور ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے سنیں سنا تھا۔ میں سچ سچ کہتا ہوں کہ ان آوازوں کی صداقت اور علی ظہور کے لیے انسانی اہتوں کی ضرورت نہیں ہے۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ ان کی چمکار دکھاتا ہے، اگرچہ یہ بہت ہی باریک باتیں ہیں جو معرفت کے اسرار میں داخل ہیں اور ہم خوشبو اور بڑ بڑاپنے منافع نظاروں سے شناخت کی جا سکتی ہے۔ اچھے درخت کو کئی طرح پہچان لینے ہیں۔ پتوں سے بھی سنا شناخت کر لیتے ہیں۔ میں نے ایک بار الپچی کا درخت انبار میں دیکھا اور ایک پتا اس کا ایک کھڑو لکھا، تو اس میں الپچی کی خوشبو موجود تھی، اگرچہ اسی اس کے تین درجے باقی تھے، مگر خوشبو موجود تھی۔ دانشمند انسان بہت کم قرآن سے امر واقعی کو معلوم کر لیتا ہے۔ جناب شت بھی ہزاروں پردوں میں چھپی رہتی ہے اور تقویٰ بھی ہزاروں پردوں میں مخفی رہتا ہے، مگر ان کے آثار اور قرآن سے بخوبی پتہ لگ سکتا ہے۔ مومنوں نے لکھا ہے کہ جیسے کوئی آدمی میں بدکاری کی حالت میں پکڑا جاوے تو اسے بہت ہی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ ایسے ہی ایک متقی جب اپنے تقویٰ کے میر و عبادت میں مصروف ہو اور کوئی اجنبی اس پر گورے تو اس کو بھی شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ شرمندگی کے موجبات تو ایک ہی ہیں۔ بدکار اپنی بدکاری کو امر مستور رکھنا چاہتا ہے اور متقی اپنے تقویٰ کو۔ غرض تقویٰ کے امور بہت پوشیدہ ہوتے ہیں بلکہ اصل تو یہ ہے کہ اس متحرک ملائکہ کو بھی خبر نہیں ہوتی۔ پھر دوسرے کو کیسے ل سکی ہے، حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جو تعلق تبتی کا تھا اس کی کیفیت کو اللہ تعالیٰ جس قدر سمجھتا تھا اس کو کسی دوسرے نے ہرگز نہیں سمجھا۔ نہ حضرت ابو بکر نے اسے سمجھا نہ حضرت علی نے اور نہ کسی اور نے۔ آپ کا اعتقاد تمام اور اللہ تعالیٰ پر توکل کرنا۔ اللہ مخلوق کو مرے ہو کے کیڑے سے بچ بھٹا ایک ایسا امر تھا جو دوسروں کو نظر نہ آ سکتا تھا، مگر خدا تعالیٰ کی حمایتوں کو دیکھ کر لوگ یہ نتیجہ ضرور نکالتے تھے کہ جیسا خدا تعالیٰ سے سچا اور قوی تعلق میں لے پیدا کیا ہوا ہے۔ خدا تعالیٰ نے بھی اس سے کوئی فرق نہیں کیا ہے۔

کیسی عظیم الشان بات ہے کہ آپ کو کوئی مقام عزت کا کسی نصیب نہیں ہوا، بلکہ ہر میدان میں آپ ہر طرح

قرآن کریم اور انجیل کی تعلیمات کا موازنہ

معزز و منظر ثابث ہوتے ہیں لیکن بالمقابل اگر مسیح کی حالت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کسی ذلت پر ذلت نصیب ہوئی ہے۔ بسا اوقات ایک عیسائی شرمندہ ہو جاتا ہو گا۔ جب وہ اپنے اس خدا کی حالت پر غور کرتا ہو گا جو انھوں نے فرضی اور خیالی طور پر بنایا ہوا ہے۔ مجھے ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ عیسائی اس تعلیم کو جو انجیل میں بیان ہوئی ہے اور اس خدا کو جس کے واقعات کسی قدر انجیل سے ملتے ہیں۔ رکھ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اسے تزیین کو نکھو دیتے ہیں۔ مثلاً ہی تعلیم ہے کہ ایک گال پر پلٹا پچھو کھا کر دوسری بھی پھیر دو۔ اب اس کے تمام پہلوؤں پر غور کرو تو صاف نظر آ جائے گا کہ یہ کیسی بودی اور سختی تعلیم ہے۔ یعنی باتیں ایسی ہوتی ہیں کہ ان سے نپختے خوش ہو جاتے ہیں۔ لیکن سے متوسط درجے کے لوگ اور بعض سے اعلیٰ درجے کے لوگ۔

انجیل کی تعلیم صرف بچوں کا کھلونا ہے کہ جس کی حقیقت کچھ بھی نہیں، کیا اللہ تعالیٰ نے جو انسان کو اس قدر قوی عطا فرمائے ہیں۔ ان سب کا موضوع اور مقصود یہی ہے کہ وہ مٹانے کا یا کرے؟ انسان انسان تب ہی بنتا ہے کہ وہ سارے قوی کو استعمال کرے، مگر انجیل کہتی ہے کہ سارے قوی کو بیکار چھوڑ دو اور ایک ہی قوت پر زور دینے جاؤ۔ بالمقابل قرآن شریف تمام قوتوں کا مرتی ہے اور ہر عمل ہر قوت کے استعمال کی تعلیم دیتا ہے جیسا کہ مسیح کی اس تعلیم کی جیسے قرآن شریف فرماتا ہے، جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا فَمَنْ حَقَّ دَاخِلُهَا (الشوری ۴۱) یعنی بدی کی سزا تو ایسی قدر بدی ہے، مگر غصہ بھی کر دو تو ایسا غصہ کرنا کہ اس کے نتیجہ میں اصلاح ہو۔ وہ غصہ سے مل نہ ہو مثلاً ایک فرمانبردار خادم ہے اور کبھی کوئی خیانت اور غفلت اپنے فرض کے ادا کرنے میں نہیں کرتا، مگر ایک دن اتفاقاً اس کے ہاتھ سے گرم پانی کی پیالی گر جاوے اور نہ صرف پیالی ہی ٹوٹ جاوے بلکہ کسی قدر گرم پانی سر پر بھی پڑ جاوے، تو اس وقت یہ مزدوری نہیں کہ آقا اس کو سزا دے بلکہ اس کے حسب حال سزا ہی ہے کہ اس کو معاف کر دیا جاوے۔ ایسے وقت پر موقع شناس آقا تو خود شرمندہ ہو جاتا ہے کہ اس بیچارے کو کہہ کر شرمندہ ہونا پڑے گا لیکن کوئی شریر لوگ اس قسم کا ہے کہ وہ ہر روز نقصان کرتا ہے مگر اس کو غصہ کر دیا جاتے تو وہ اور بھی بگڑے گا۔ اس کو تنبیہ مزدوری ہے۔ غرض اسلام انسانی قوی کو اپنے اپنے موقع اور عمل پر استعمال کرنے کی تعلیم دیتا ہے اور انجیل اندھا دھند ایک ہی قوت پر زور دیتی چلی جاتی ہے۔ مگر حفظ مراتب نہ کئی ذمہ داری۔

غرض حفظ مراتب کا مقام قرآن شریف نے رکھا ہے کہ وہ عدل کی طرف لے جاتا ہے۔ تمام احکام میں اس کی یہی صورت ہے۔ مال کی طرف دیکھو۔ نہ ٹھیک بناتا ہے نہ سُرف۔ یہی وجہ ہے کہ اس امت کا نام ہی اُمَّةٌ دَسُّطًا رکھ دیا گیا ہے۔

پھر دوسری قابلِ غور بات یہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے تقرب کو دیکھنا چاہیے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح علیہ السلام

یہ قادیہ کی بات ہے کہ بادشاہ کے دل کی بات تو بادشاہ ہی جانتا ہے مگر جس پر وہ اسرار ظاہر کرتا ہے یا اپنی رضامندی کے آثار جس پر دکھاتا ہے منور ہی ہے کہ ہم اس کو مقرب کہیں۔ اسی طرح پر رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کو جب ہم دیکھتے ہیں تو آپ کے قرب کا مقام وہ نظر آتا ہے جو کسی دوسرے کو بھی نصیب نہیں ہوا۔ وہ عطایا اور نعماء جو آپ کو دیتے گئے ہیں سب سے بڑھ کر ہیں اور جو اسرار آپ پر ظاہر ہوئے اور کوئی اس حد تک پہنچا ہی نہیں۔ قرآن شریف ہی کو دیکھ لو۔ کہ کس قدر عظیم الشان پیشگوئیاں اس میں موجود ہیں۔ حضرت یوحنا کا بے باک خیال آتا ہے کہ یہ نادان عیسائی کس شیخی پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اُن کا مقابلہ کرنے بیٹھے ہیں۔ حضرت یوحنا کا تو دعویٰ ہی بجائے خود مردود ہے۔ وہ مٹا کہتے ہیں کہ میں بنی اسرائیل کی میٹروں کے لیے آیا ہوں۔ حَبْرِيْنَثَ عَلَيْنِمْ السَّلٰةُ (آل عمران ۱۱۳) کی مصداق آپ کی دعوت کی مخاطب قوم تھی۔ یہ دعویٰ تو ایسا ہی ہے جیسے کوئی تیرداری یا پتی داری کا دعویٰ کرے۔ اب اُن کی ہمت استقلال اور توجہ اسی دعویٰ کی نسبت ہوتی چاہیے۔ دوسری طرف ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں رَقُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ (آل عمران ۱۵۹) اب اس ہمت اور بلند نظری اور توجہ کا مقابلہ کر دو۔ کیا یہی خدائی کی شان ہے کہ یہودیوں کے چار گھروں کے سوا اور کسی کی اصلاح کے لیے بھی نہیں آئے۔

خدا کے حسبِ حال تو ہونا چاہیے تھا کہ آپ کی دعوت کا میدان بڑا وسیع ہوتا۔ خیر بنی اسرائیل کی گمشدہ میٹروں کے لیے ہی دعوت تھی۔ مگر اب یہ بھی تو دیکھنا ہے کہ اس میں کامیابی کیا ہوئی۔ خود کیا جاوے اور انجیل واقعات پر نگاہ کی جاوے تو یہ راز بھی کھل جاتا ہے کہ آپ کو ہر میدان میں ذلیل ہونا پڑا۔ دشمنوں پر کامیابی نہ ملی۔ انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا اور قہقہہ لگایا۔

اس خدا کا مقابلہ رسول اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے کیا جاتا ہے۔ آپ ہر میدان میں مظہر و منصور ہوتے۔ آپ کے دشمن آپ پر کبھی قابو اور غلبہ نہ پاسکے اور آپ کے سامنے ہی ہلاک ہوئے۔ آپ کو بھی جیسا ایسے وقت میں گیا جبکہ زمانہ آپ کی ضرورت کو خود ثابت کرتا تھا۔ اور اٹھاتے ایسے وقت گئے جبکہ کامل اصلاح ہو چکی اور آپ اپنے فرض منصبی کو پوری کامیابی کے ساتھ ادا کر چکے اور آئینہ آکھنڈت تکمہ دیشککمہ (المائدہ ۳۱) کی آھاذا آپ نے سُن لی۔

پھر سیح کی طرف دیکھو آپ صلیب پر چر دے ہوئے ہیں اور ایلی ایلی لما بستیقی کی فریاد کرتے ہیں۔ یہود اور مسکروٹی تیس روپیہ پر اپنے پاک استاد کو پڑوا چکا ہے اور پطرس صاحب لعنت میج رہے ہیں۔ یہ کہنے کے لیے وہ نفاذہ کیسا باؤسی بخش ہے۔ دوسری طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھو کہ آپ کے جان نثار رفیق کس طرح پراپی جاتے ہیں آپ کے قدموں پر قربان کر رہے ہیں۔ ایسے وفادار اور فرمانبردار صحابہ اور رفیق کس کو لے اور یہ وفاداری اور امت

میں نفاک اپنی جانوں تک کے دے دینے میں دریغ نہ کیا۔ آپؐ کی ذاتی قربتِ قدسی کا ثبوت ہے جو مقابلہ کرنے سے مسیحین کچھ بھی نظر نہیں آتی۔

قرآنِ کریم اور بائبل
 پھر اسرار کی طرف ہنگامہ کرو۔ جس قدر اسرار اور دوزخ قرآنِ شریف میں ہیں اسی قدر اور انجیل میں وہ کہاں؟ پھر قرآنِ شریف تمام امور کو صرف دعویٰ ہی کے رنگ میں بیان نہیں کرتا جیسے کہ تورات یا انجیل جو دعویٰ ہی دعویٰ کرتی ہیں، بلکہ قرآنِ شریف استدلالی رنگ رکھتا ہے۔ کوئی بات وہ بیان نہیں کرتا جس کے ساتھ اس نے ایک قوی اور مستحکم دلیل نہ دی ہو۔ جیسی قرآنِ شریف کی فصاحت و بلاغت اپنے اندر ایک جذبہ رکھتی ہے۔ جس طرح پر اس کی تعلیم میں مقبولیت اور کشش ہے ویسے ہی اس کے دلائل مؤثر ہیں۔ غرض میرا مطلب ان ساری باتوں سے یہ ہے کہ سب سے بڑھ کر کامل اور مؤثر نونہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔

اسی طرح پر اب بھی وہی خدا ہے جس نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر احسان اور

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حقیقی وارث جماعت

انعام کئے اور اسی طرح پر اب بھی اس کے فضل اور برکات کے انعام دہیے ہیں۔ پس یاد رکھو کہ جو فریق اس حق کی مخالفت کرتا ہے اور اُسے مُنکری کہتا ہے وہ جس قدر مخالفت چاہیں کریں، مخالفت الہامِ ستائیں ان کو آخر معلوم ہو جائے گا کہ غالب وہی ہوتا ہے جس کو خدا نے اپنا نور اور فضل دے کر بھیجا ہے اور خدا تعالیٰ اپنی قدیم سنت اور عادت کے موافق اس قوم پر اپنا فضل کرنے گا جس کو اُس نے منتخب کیا ہے۔ وہی دنیا پر پھیلے گی اور وہی قرآنِ شریف، اسلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی وارث ہوگی۔

دُنیا میں ہمیشہ انسانوں کے تین طبقے ہوتے ہیں۔ سابق بالخيرات، مقتصد اور مومنین کے تین طبقے

عالم۔ سابقین کو نشانات اور معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی۔ وہ تو قرآن اور حالات موجودہ سے پہچان لیتے ہیں۔ مقتصدین کو کچھ جستہ روشن دماغی کا ملا ہوا ہوتا ہے اور کچھ تاریکی کا۔ اس لیے وہ دلائل اور معجزات کے محتاج ہوتے ہیں۔ مگر تیسرا طبقہ جو ظالمین کا ہوتا ہے وہ چونکہ بہت ہی غمی اور بید ہوتے ہیں۔ بجز وارکھانے کے وہ نہیں مانتے۔ یہ ایک قسم کا جبر ہوتا ہے۔ جو ہر مذہب حق میں پایا جاتا ہے، کیونکہ ظالمین بجز اس کے کچھ نہیں سکتے۔ حضرت مسیح کے لیے طیلاؤں رُوی کا اتفاق ہو گیا۔ موسیٰ کی قوم جو پیٹے ہی سے سُر دور لیل اور فرعون کی سختیوں سے نالاں تھی اُس نے حضرت موسیٰ کی دعوت کو قبول کر لیا اپنی نجات کا موجب سمجھا اور پھر بھی اللہ تعالیٰ اُن کی اصلاح کے لیے وقتاً فوقتاً اُن پر عذاب بھیجتا رہا۔ کبھی طاعون کسی دزدے مختلف طریق پر انہیں مٹایا اور اسی طرح ہوتا رہا ہے۔

غرض یہ ایک سنتِ اقدسہ کہ غلامین کو اللہ تعالیٰ اس طریق پر سمجھا ہے کہ یوں؟ یہ فرقہ زیادہ بھی ہوتا ہے اور نبی بھی۔ اس وقت بھی یہ فرقہ زیادہ ہے۔ جو نشاناتِ خدا نے ظاہر کئے ان پر بھی جرح کستے ہیں کیٹوں و دشمنوں کی حدیث کو بدمذہب قرار دیا یا یکھترام کی پیشگوئی پر اعتراض کر دیا۔ ہر نشان جو ظاہر ہوتا ہے اعتراض کر دیتے ہیں، مگر خدا تو سب کا موجد ہے اس نے قیسی صورت اور آخری ہمت اختیار کی ہے جو طاعون ہے۔

طاعون کا علاج۔ توبہ۔ استغفار اور توبہ۔ طاعون کا علاج توبہ و استغفار ہی ہے۔ یہ کوئی معمول بلا نہیں بلکہ ارادۃ الہی سے نازل ہوئی ہے۔

یہ تو ہم نہیں کہہ سکتے کہ ہماری جماعت میں سے کسی کو نہ ہو۔ صحابہ میں سے بھی بعض کو طاعون ہو گئی تھی لیکن مہلک نہیں کہتے ہیں کہ جو خدا تعالیٰ کے حضور تضرع اور زاری کرتا ہے اور اس کے حدود و احکام کو غفلت کی نگاہ سے دیکھتا ہے اور اس کے جلال سے ہیبت زدہ ہو کر اپنی اصلاح کرتا ہے۔ وہ خدا کے فضل سے ضرور چھوڑے گا۔ اس لیے ہماری جماعت کو چاہیے کہ وہ تہجد کی نماز کو لازم کر لیں۔ جو زیادہ نہیں۔ وہ ڈوہری رکعت پڑھے، کیونکہ اس کو دعا کرنے کا موقع بہر حال ملی جائیگا۔ اس وقت کی دعاؤں میں ایک خاص تاثیر ہوتی ہے، کیونکہ وہ سگے درد اور جوش سے بھٹی ہیں۔ جب تک ایک خاص سوز اور درد دل میں نہ ہو۔ اس وقت تک ایک شخص خواب راحت سے بیدار کب ہو سکتا ہے؟ پس اس وقت کا اٹھنا ہی ایک درد دل پیدا کر دیتا ہے جس سے دعائیں رقت اور اضطراب کی کیفیت پیدا ہو جاتی ہے اور یہی اضطراب اور اضطراب قبولیت دعا کا موجب ہو جاتے ہیں، لیکن اگر اٹھنے میں سستی اور غفلت سے کام لیتا ہے تو ظاہر ہے کہ وہ درد اور سوز دل میں نہیں کیونکہ نیند تو ہم کو ڈور کر دیتی ہے۔ لیکن جبکہ نیند سے بیدار ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ کوئی درد اور غم نیند سے بھی بڑھ کر ہے جو بیدار کر دیا ہے پھر ایک اور بات بھی ضروری ہے جو ہماری جماعت کو اختیار کرنی چاہیے۔ اور وہ یہ ہے کہ زبان کو فضول گوئیوں سے پاک رکھا جاوے۔ زبان وجود کی ڈیورٹمی ہے اور زبان کو پاک کرنے سے گویا خدا تعالیٰ وجود کی ڈیورٹمی میں آجاتا ہے جب خدا تعالیٰ ڈیورٹمی میں آگیا، تو پھر اندر آگیا کیونکہ ہے؟

پھر یاد رکھو کہ حقوق اللہ اور حقوق العباد میں دانستہ ہرگز غفلت نہ کی جاوے جو ان امور کو بڑ نظر رکھ کر دعاؤں سے کام لے گا۔ یا یوں کہو کہ جسے دعا کی توفیق دی جاوے گی۔ ہم یقین رکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اور وہ بیخ جاوے گا۔ ظاہری تدابیر صفائی وغیرہ کی منع نہیں ہیں بلکہ بر توکل زانے اشتر بہ بند پر عمل کرنا چاہیے جیسا کہ اِيَاتُكَ نَسْتَعِيْنُ وَاِيَاتُكَ نَسْتَعِيْنُ سے معلوم ہوتا ہے، مگر یاد رکھو کہ اصل صفائی وہی ہے جو فرمایا ہے قَدْ اَفْتَحْنَا مِنْ ذِكْرِنَا (الشمس ۱۰) ہر شخص اپنا فرض سمجھے کہ وہ اپنی حالت میں تبدیلی کرے نہیں یا ہو گا کہ مجھے الہام ہوا تھا۔

اَيُّهَا رَحْمَتُ اللَّهِ غَضِبْتُ غَضَبًا مُشَدِّدًا

یہ طائفوں کے متعلق ہے مگر وہی خدا کے فضل کا امیدوار ہو سکتا ہے جو سلسلہ دُعا۔ توبہ اور استغفار کا نہ توڑے اور عدا گناہ نہ کرے۔

گناہ ایک زہر ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتی ہے اور خدا کے غضب کو بھڑکاتی ہے۔ گناہ سے صرف خدا تعالیٰ کا خوف اور اس کی محبت بھٹاتی ہے۔ طاعون بھی گناہوں سے بچانے کے لیے ہے۔ صوفی کہتے ہیں کہ سعید کی مویق کو ہاتھ سے نہیں دیتے۔ بعض کے حالات تھے ہیں کہ اُصفوں نے دُعا کو کوئی بہت ناک نظارہ ہوتا کہ دل میں رقت اور درد پیدا ہو۔ اب اس سے بڑھ کر کیا بہت ناک نظارہ ہو گا کہ لاکھوں پتے قیم کیے جاتے ہیں۔ بیواؤں سے گھر بھر جاتے ہیں۔ ہزاروں خاندان بے نام و نشان ہو جاتے ہیں اور کوئی باقی نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ وہ انبیاء علیہم السلام کو ایسے موقعوں پر ہمیشہ پیرا لیتا ہے جبکہ بلائیں عذاب الہی کی صورت میں نازل ہوں ہیں اس وقت خدا کا غضب بڑھا ہوا ہے اور حقیقت میں یہ خدا کے غضب کے آیام ہیں، اس لیے کہ خدا کے حدود و احکام کی بے عزتی کی جاتی ہے اور اس کی باتوں پر ہنسی اور ٹھٹھا کیا جاتا ہے پس اس سے بچنے کے لیے یہی علاج ہے کہ دُعا کے سلسلہ کو نہ توڑو۔ اور توبہ و استغفار سے کام لو۔ وہی دُعا مفید ہوتی ہے جبکہ دل خدا کے آگے پھل جاوے اور خدا کے سوا کوئی مقرر نظر نہ آوے۔ جو خدا کی طرف بھاگتا ہے اور اضطراب کے ساتھ امن کا جو یاں ہوتا ہے وہ آخر چرچ جاتا ہے۔

۵ اپریل ۱۹۰۲ء

شام کو چند آدمی بیت کیلئے آئے ہوئے تھے۔ اپنے بعد بھیت بظاہر ان کو خطاب کر کے کل جماعت کو یوں ہدایت فرمائی۔ استغفار کرتے رہو اور موت کو یاد رکھو۔ موت سے بڑھ کر اور کوئی بیدار کرنے والی چیز نہیں ہے جب انسان پتے دل سے خدا کی طرف رجوع کرتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتا ہے۔

جس وقت انسان اللہ تعالیٰ کے حضور پتے دل سے توبہ کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ پہلے گناہ بخش دیتا ہے پھر بندے کا نیا حساب چلتا ہے۔ اگر انسان کا کوئی ذرا سا بھی گناہ کہنے تو وہ ساری عمر اس کا گینہ اور دشمنی رکھتا ہے اور گو زبان معاف کر دینے کا اقرار بھی کرے لیکن پھر بھی جب لمبے عرصے ملتا ہے تو لینے اس گینہ اور عداوت کا اس سے اظہار کرتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ ہی ہے کہ جب بندہ پتے دل سے اس کی طرف آتا ہے تو وہ اس کے گناہوں کی سزا کو معاف کر دیتا اور رجوع برحمت فرماتا ہے۔ اپنا فضل اس پر نازل کرتا ہے اور اس گناہ کی سزا معاف کر دیتا ہے اس لیے تم بھی اب ایسے ہو کر جاؤ کہ تم وہ ہو جاؤ جو پہلے نہ تھے۔ نماز سنو اور پڑھو۔ عدا جو یہاں ہے وہاں بھی ہے۔ پس ایسا نہ ہو کہ جب تک تم یہاں ہو تمہارے دلوں میں رقت اور خدا کا خوف ہو اور جب پھر لینے گھر میں جاؤ

لے (الحکمد جلد ۶ نمبر ۱۲ صفحہ ۶۵۳ پرچہ ۳۱ مارچ ۱۹۰۲ء)

تو بے خوف اور ڈر ہو جاؤ۔ نہیں بلکہ خدا کا خوف ہر وقت تمہیں رہنا چاہیے۔ ہر ایک کام کرنے سے پہلے سوچ لو اور دیکھ لو کہ اس سے خدا تعالیٰ راضی ہو گا یا ناراض۔ نماز بڑی ضروری چیز ہے اور مومن کا معراج ہے۔ خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ نماز ہے۔ نماز اس لیے نہیں کر کریں ماری جاویں یا شرع کی طرح کچھ ٹھونگیں مار لیں۔ بہت لوگ ایسی ہی نمازیں پڑھتے ہیں اور بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ کسی کے کہنے سننے سے نماز پڑھنے لگتے ہیں۔ یہ کچھ نہیں۔

نماز خدا تعالیٰ کی حضور ہی ہے اور خدا تعالیٰ کی تعریف کرنے اور اس سے اپنے گناہوں کے معاف کرانے کی مرکب صورت کا نام نماز ہے۔ اس کی نماز ہرگز نہیں ہوتی جو اس مغرض اور مقصد کو برقرار رکھ کر نماز نہیں پڑھتا۔ پس نماز بہت ہی اچھی طرح پڑھو۔ کھڑے ہو۔ تو ایسے طریق سے کہ تمہاری صورت صاف بتا دے کہ تم خدا تعالیٰ کی اطاعت اور فرما برداری میں درست بستہ کھڑے ہو اور بھکو تو ایسے جس سے صاف معلوم ہو کہ تمہارا دل بھکتا ہے اور سجدہ کرو تو اس آدمی کی طرح جس کا دل ڈرتا ہے اور نمازوں میں اپنے دین اور دنیا کے لیے دعا کرو۔

طاغون ایک غضب الہی ہے

طاغون جو دنیا میں آئی ہے اور اس نے لاکھوں انسانوں کو زیر زمین کر دیا ہے، جس سے لاکھوں نپتے تپتے تپتے اور عورتیں

بیوہ ہو گئی ہیں بلکہ کئی گھر بالکل تباہ ہو گئے اور خاندانوں کے خاندان بے نام و نشان ہو گئے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کا ایک غضب ہے جو انسانوں کی غفلت اور حد سے بڑھی ہوئی شہوات اور انکار کی وجہ سے آیا ہے۔

خدا تعالیٰ کا قانون ہی ہے کہ جب انسان فاضل ہو جاتا ہے اور طرح طرح کی بیکاریوں اور فتنوں اور فوجوں میں مبتلا ہو جاتا ہے، تو اس وقت خدا کا غضب بوشش میں آتا ہے۔ اس وقت بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو گئی تھی۔ کچھ تو خود گمراہ ہی تھے اور غفلت اور سستی ان میں آگئی تھی۔ پتے مذہب کے پتے عقائد کو چھوڑ بیٹھے تھے اور تمام اعمال صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی تھی۔ اس پر پادریوں نے اور بھی مٹی پسلی کی۔ اُمنوں نے مخالفت ذریعوں سے اس بیوہ مذہب کو جس میں ایک عاجز انسان کو جو مر گیا ہے خدا بنایا گیا۔ لوگوں کے سامنے عجیب عجیب رنگ دے کر پیش کیا اور اس کے ثنوں کو گناہوں کا کفارہ قرار دے کر بیباک زندگی بسر کرنے کی ترغیب دی۔ جیلہ جوبلیعتوں کو ایک بہانہ بن گیا اور بہت سے مرتد ہو گئے اور اکھڑوں نے دین کی غفلت کو دل سے دُور کر دیا۔ پادریوں کے اس فتنے کے ساتھ ہی یہ نقش پیدا ہوا کہ انگریزی تعلیم اور انگریزی وضع نے بھی ایک قسم کی نصرا نیت پھیلا دی جبکہ سروں میں آنا دی ہی آنا دی کا خیال بھر گیا۔

ادھر یورپ کے فلسفہ اور طبیعت نے اپنی جدید تہمتیں جو پیش کیں تو علمائے اپنی کمی معرفت اور علم حق سے بیخبری کے باعث اور بھی نقصان اسلام کو پہنچایا۔ ان میں سے بعض نے تو قرآن کریم کی تعلیمات کی اس فلسفہ سے

دب کر ایسی تالیس شروع کر دیں جو خدا تعالیٰ کے پاک کلام کے منشاء کے مزاج خلاف عقیدیں اور بعض نے سرے سے ان علوم جدیدہ کے پڑھنے والوں کے اعتراضوں پر ان کو کفر کے فتوے دینے شروع کر دیئے، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ انگریزی تعلیم نے جو آزادی پھیلا دی تھی۔ اُس نے مسلمانوں کے گھروں میں پیدا ہوئے ہوئے بچوں کو بالکل بیباک کر دیا اور پھر ایک اور آفت یہ آئی کہ مسلمانوں میں سستی اور غفلت تو پیدا ہو ہی چکی تھی۔ پچھلے عقائد کو چھوڑ کر قسم قسم کی بدعتیں اور سلسلے خدا تعالیٰ کے پتے دین اور سلسلے کے خلاف پیدا کئے گئے اور مشرکانہ تعلیمات اور ذلت قائم کر لیے تھے۔

ان ساری آفتوں کے ہوتے ہوئے جب خدا تعالیٰ نے اپنے قدیم قانون کے موافق بعض اپنے فضل سے ایک بندہ بھیج دیا جو ان ساری مصیبتوں کا چارہ گر اور مداوا تھا۔ ان لوگوں نے ناحق اسے تکلیف دی، اس کی مخالفت کے لیے اُٹھے۔ جب ان کی مخالفت اور شرارت حد سے بڑھ گئی اور خدا تعالیٰ کے حضور ان کی شوشیاں اور گستاخیاں اور بے جا عداوت اور عداوتیں بڑھا ہوا ابکار قابلِ سزا ٹھہر گیا، تو اس نے اپنے وعدہ کے موافق اس بندہ کی تائید کے لیے طاعون بھیجا۔ ہمیشہ دُعا کرتے رہو کہ اللہ تعالیٰ اس مرض سے محفوظ رکھے اور اپنی پناہ میں لے۔ طاعون کوئی معمولی مرض نہیں ہے اور نہ اس کے فوریہ کا کوئی خاص نظام ہے بلکہ بعض اوقات یہ ساہاگنے دراز تک اپنا سلسلہ جاری رکھتی ہے اور اس وقت تو طاعون خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص کام کے لیے اُمور کی گئی ہے۔ وہ لوگ غلطی اور گناہ کرتے ہیں جو طاعون کو بُرا کہتے ہیں۔ یہ خدا کا فرشتہ ہے جو اس کے بندے کی تجمانی پر ایک گواہی قائم کرنے کے لیے آیا ہے۔

طاعون کی شدت اور اُس کے متعلق پیشگوئیاں

پس ہمیشہ دُعا کرتے رہو کہ خدا اس سے محفوظ رکھے۔ بظاہر طاعون ہر ایک گاؤں کا دورہ کرے گی۔ یہ نہ سمجھو کہ کوئی باقی رہ جاوے گا۔ وہی بچ سکتا ہے جو توبہ اور استغفار میں مصروف ہے۔ اس لیے اس وقت ضروری ہے کہ اپنی جان اور اپنی بیوی بچوں پر رحم کرو۔ یہ خدا تعالیٰ کے غضب کے دن ہیں۔ بہت دفعہ ایسا ہوتا ہے کہ انسان کی بدکاریاں اور شوشیاں اس حد تک پہنچی ہوئی ہوتی ہیں کہ جب وہ خدا کے غضب سے ہلاک ہوتا ہے، تو اس لعنت اور غضب کا اثر اُس کی اولاد تک بھی پہنچتا ہے۔ اسی لیے قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وَلَا يَخَافُ عُقْبَاهُمْ (الشمس: ۱۶) عقبہا سے اولاد اور پسانہ گان مراد ہیں۔ جہاں جہاں طاعون پھیلا ہے۔ لوگ گتوں کی طرح مرتے ہیں۔ بعض مُردہ چڑھوں کی طرح بدبو دار ہو جاتے ہیں۔ کوئی اُن کو اعضاء بھی نہیں سکتا اور ان کے جنازوں کو گھسیٹ گھسیٹ کر قبروں میں ڈالتے ہیں۔ بہت سے خطوط طاعون زدہ علاقوں اور گاؤں

سے آتے ہیں، جن میں لکھا ہوا تھا کہ کوئی جنازہ نہیں پڑھتا۔ مردوں کی طرح مردوں کو گڑ سے کھود کر ڈال دیا جاتا ہے، مگر تعجب اور افسوس کی بات ہے کہ لوگوں نے اس بات کی طرف توجہ نہیں کی کہ خدا تعالیٰ کا یہ غضب کیوں آیا؟

میں یقیناً کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو لوگ آتے ہیں۔ جب ان کی باتوں کو لوگ نہیں مانتے اور شرارت اور شوشی سے ان کا انکار کر کے ایذا رسانی کی حد تک پہنچ جاتے ہیں۔ تو پھر خدا تعالیٰ کا غضب کسی نہ کسی رنگ میں جوش میں آتا ہے، اپنا پتھر پہلے بیوں کے وقت میں کسی قوم کو کسی مذابحے ہلاک کیا۔ کسی کو کسی سے، مگر اس وقت جو مسیح موعود کا زمانہ ہے خدا تعالیٰ نے اس شرارت اور شوشی سے بے ہوشے ہوئے انکار کی سزا کے لیے طاعون کو مقرر کیا ہے؛ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مسیح موعود کے زمانہ کا نشان طاعون قرار دیا اور انہیں میں ہی اسی کی صداقت موجود ہے۔ براہین احمدیہ میں بھی آج سے پچیس برس پیشتر خدا تعالیٰ نے طاعون کے پھیلنے کی خبر دی تھی۔ چونکہ انکار حد سے زیادہ بڑھ گیا ہے اور انکار کے ساتھ شرارت اور ایذا رسانی میں ہے اور قسم قسم کے طعن کیے جاتے ہیں، اس لیے خدا تعالیٰ نے طاعون ہی کو سزا کے لیے بھیجا۔ اور یہ بات کہ ناموس اللہ کی تکذیب اور ایذا رسانی پر مذابح کیوں آتا ہے ایسی صاف ہے کہ تم اس کی مثال ایسی سمجھ سکتے ہو جیسے سرکار کسی چوڑاسی کو معاملہ وصول کرنے کے لیے بھیجے، حالانکہ وہ چوڑاسی پانچ چھ روپیہ ماہوار کا ملازم ہوتا ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کو معاملہ نہ دے یا شرارت کر کے اس کو ڈک دے تو گورنمنٹ سارے گاؤں کو سزا دینے کے لیے تیار ہو جاتی ہے خواہ اس میں کیسے ہی معتز اور دو تین مذمیں سندانہ بھی ہوں۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ کے مائودوں کی بے عزتی کی جاوے، تو خدا تعالیٰ کی غیرت جوش میں آتی ہے اور اس کا غضب بھڑک اُٹھتا ہے۔ اس وقت وہ شہرہ رول کو سزا دینے کے لیے اپنے بندے کی حمایت میں نشان ظاہر کرتا ہے۔

مسیح موعود کی بعثت کی غرض

پھر میں یہ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے جو آتے ہیں وہ کوئی بڑی بات تو کہتے ہی نہیں۔ وہ تو یہی کہتے ہیں کہ خدا ہی کی عبادت

کر اور مخلوق سے نیکی کرو۔ نمازیں پڑھو اور جو غلطیاں مذہب میں پڑ گئی ہوتی ہیں، انہیں نکالتے ہیں، چنانچہ اس وقت جو میں آیا ہوں، تو میں بھی ان غلطیوں کی اصلاح کے لیے بھیجا گیا ہوں جو فرج اور حج کے زمانہ میں پیدا ہو گئی ہیں۔ سب سے بڑی غلطی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو خاک میں ملا دیا گیا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اور اہم اور اعلیٰ تعلیم کو توحید کو مشکوک کیا گیا ہے۔ ایک طرف تو یہ سنا کر کہتے ہیں کہ نبیوں کا زمانہ ہے اور تمہارے نبی مسلم زندہ نہیں ہیں اور وہ اس سے حضرت عیسیٰ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیتے ہیں۔ کیونکہ وہ دو ہزار برس سے زندہ چلے آتے ہیں۔ نہ زمانہ کا کوئی اثر ان پر ہوا۔ دوسری طرف مسلمانوں نے یہ تسلیم کر لیا کہ بیشک مسیح زندہ آسمان پر چلا گیا ہے اور دو ہزار برس سے اب تک اسی طرح موجود ہے۔ کوئی تغیر و تبدل اس کی حالت اور صورت میں نہیں ہوا۔

اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرگئے۔ میں پوچھ گیا ہوں کہ میرا دل کانپ جاتا ہے، جب میں ایک مسلمان مولوی کے منہ سے یہ لفظ سنتا ہوں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مرگئے۔ زندہ نبی کو مردہ رسول قرار دیا گیا۔ اس سے بڑھ کر کبہ عرabi اور بے عزتی اسلام کی کیا ہوگی، مگر یہ فعلی خود مسلمانوں کی ہے، جنہوں نے قرآن شریف کے صریح خلاف ایک نئی بات پیدا کر لی۔ قرآن شریف میں مسیح کی موت کا بڑی وضاحت سے ذکر کیا گیا ہے، لیکن اصل میں اس فعلی کا ازالہ میرے اسی لیے دکھانتا، کیونکہ میرا نام خدا نے حکم رکھا ہے۔ اب جو اس فیصلہ کے لیے آدے وہی اس فعلی کو نکالے۔ دُنیا سے اس کو قبول نہ کیا، پر خدا افسوس کو قبول کرے گا اور بڑے زور آور جھٹوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اس قسم کی باتوں نے دُنیا کو بڑا نقصان پہنچایا ہے۔

مگر اب وقت آ گیا ہے کہ یہ سب جھوٹ ظاہر ہو جاوے۔ خدا تعالیٰ نے جس کو حکم کر کے بھیجا اس سے یہ باتیں مخفی نہیں رہ سکتی ہیں۔ جہلا دان سے پیٹ چُٹ سکتا ہے۔ قرآن نے صاف فیصلہ کر دیا ہے کہ آخری خلیفہ مسیح سلام ہوگا اور وہ آ گیا ہے۔ اب بھی اگر کوئی اس پر لکیر کاغذ بے گاہ جو منج عروج کے زمانہ کی ہے تو وہ نہ صرف خود نقصان اٹھائے گا بلکہ اسلام کو نقصان پہنچانے والا قرار دیا جاوے گا۔ اور حقیقت میں اس غلط اور ناپاک عقیدہ نے لاکھوں آدمیوں کو مُردہ کر دیا ہے۔ اس اصول نے اسلام کی سمٹ ہٹاک کہ ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین۔ جب یہ مان لیا کہ مُردوں کو زندہ کرنے والا، آسمان پر جانے والا۔ آخری انصاف کرنے والا مسیح ہی ہے تو پھر پڑھے نبی کو ہم صلی اللہ علیہ وسلم تو معاذ اللہ کچھ بھی نہ ہوتے، حالانکہ اُن کو رحمتہ للعالمین کہا گیا اور وہ کائناتوں کے لیے رسول ہو کر آئے۔ خاتم النبیین وہی ہوتے۔ ان لوگوں کا جنہوں نے مسلمان کہلا کر ایسے یہودہ عقیدہ رکھتے ہیں، یہ بھی مذہب ہے کہ اس وقت جو پرندے موجود ہیں اُن میں کچھ مسیح کے ہیں اور کچھ خدا تعالیٰ کے نمونہ باقد من ذلک۔ میں نے ایک بار ایک موقع سے سوال کیا کہ اگر اس وقت دو جانور پیش کیے جاویں اور پوچھا جاوے کہ خدا کا کونسا ہے اور مسیح کا کونسا ہے۔ تو اُس نے جواب دیا کہ بل جمل ہی گئے ہیں۔

پھر وہ دین جو خدا تعالیٰ کی توحید کا سرچشمہ تھا اور جس کی حمایت اور ایاری کے لیے زمین صحابہ کے پاک خون سے شریخ ہو گئی تھی۔ اسی کے بستے کا دعویٰ کرنے والوں نے ایک حدت کے پتھر کو میسائیوں کا متبع کر کے خدا بنا دیا اور خدا کی صفات کو اس میں قائم کر دیا۔ جب یہاں تک توبت پہنچ گئی تو خدا تعالیٰ نے اپنی غیرت اور جلال کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا اور اُس نے اس نبی نامری کے نمونہ پر (جس کو نادان مسلمانوں نے خدائی صفات سے متصف کرنا چاہا ہے) مجھے بھیجا ہے، مگر ان لوگوں نے جو جنت اور تعصب سے خالی نہ تھے بلکہ اُن کے دل ان تارک

مخالفات سے سیاہ ہو چکے تھے، میری مخالفت کی اور اس مخالفت کو شرارت اور ایذا رسانی کی حد تک پہنچایا۔ اس پر خدا تعالیٰ نے جو اپنے بندوں کے لیے عفت رکھتا ہے، طاعون کو بھیجا اور یہ اس وقت ہوا ہے جب ہر قسم کی بھت پوری ہو چکی۔ عقلی دلائل ان کے سامنے پیش کیے گئے۔ نصوص قرآنیہ مدنیہ سے ان پر بھت پوری کی اور آخر خدا تعالیٰ کے تائیدی نشانات بھی کثرت کے ساتھ ظاہر ہوئے۔ ہر قسم کے نشان ان کو ملے، مگر انھوں نے انکو عقیدت کی نگاہ سے دیکھا اور ان پر ٹھٹھا کیا۔ اس لیے آخری علاج طاعون رکھا گیا۔ یہ وہ نشان ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ ص ۴۷ کے سبب میں برسر پہلے جڑا بھیج میں بھی کیا ہے اور خدا تعالیٰ نے پہلی کتابوں میں بھی ایسے موجود کے زمانہ کا یہ ایک نشان رکھا ہے۔ اس سے وہی نہیں گے جو توحید اختیار کریں گے اور عاجز انسان کو خدا بنا دیں گے اور خدائی صفات سے اس کو مستغف نہ ٹھہرائیں گے اور خدا تعالیٰ کے بیٹھے ہوئے رسول کی تقدیر کریں گے۔

مسئلہ وفات مسیح کی اہمیت

سب سے پہلی بات جو یاد رکھنی چاہیے، وہ وفات مسیح کا یہی مسئلہ ہے۔ یہ لوگ بعض وقت دھوکا دیتے ہیں کہ وفات مسیح کی بھت کی ضرورت ہی کچھ نہیں، اعلانِ کفر اصل جڑ ہی ہے۔ اس مسئلہ سے عیسائیوں کی ساری کارروائی باطل ہوتی ہے اور حضرت مسیح کی خدائی کی مانگ ٹوٹی ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت دنیا میں قائم ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف نے وفات مسیح کے مسئلہ پر پر خلاف اور نبیوں کی وفات کے بہت ہی بڑا زور دیا ہے۔ اور میں سے بھی زیادہ آیتوں میں اس مضمون کو بیان کیا، چنانچہ لیتیسائی (۱۴) مَبْتُو ذِيانَفْ اور فَكَلَمَاتَا تَوَلَّوْا شَيْخًا ذَكِيْرًا رُؤُوْنَ فِيْ بَرِيْ صِلَاتِ كَيْ سَاغَدُ يَرْكُوعًا مَوْجُوْدُ هِيْ۔ یہ جو قوف کہتے ہیں کہ وفات نہیں ہوتی بلکہ خدا نے آسمان پر اٹھایا۔ یہ غلطیاں ہیں جو کتاب اللہ کے خلاف دین کی ہتک کے لیے لوگوں نے از خود پیدا کر لی ہیں۔ خدا تعالیٰ نہیں چاہتا ہے کہ اس کی صفات عاجز انسان کو دی جائیں۔ پھر کشتی پر یا اسلام کا دعویٰ کرتے ہیں۔ کیا اسلام اسی کا نام ہے کہ یہ اقرار کیا جاوے کہ کچھ خلوق خدا کی ہے اور کچھ مسیح کی۔ یعنی سچ کہتا ہوں کہ ایسے عقائد بنا کر ان لوگوں نے اسلام کی ہتک کی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی ہے اور خدا تعالیٰ کی مخالفت کی ہے۔

مسئلہ وہ مصفا اور خالص توحید کے کرایا تھا جس کا نام وہ اور خالص توحید اسلام نے سکھائی

نام و نشان بھی دوسرے بتوں اور مذہبوں میں پایا نہیں جاتا۔ یہاں تک کہ میرا ایمان ہے کہ اگرچہ پہلی کتابوں میں بھی خدا کی توحید بیان کی گئی ہے اور کئی انبیاء علیہم السلام کی بعثت کی غرض اور منشاء بھی توحید ہی کی اشاعت تھی۔ لیکن اس اسلوب اور طرز پر خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم

توحید سے کہ آتے اور جس بیچ پر قرآن نے توحید کے مراتب کو کھول کھول کر بیان کیا ہے کسی اور کتاب میں اس کا ہرگز پتہ نہیں ہے۔ پھر حسب ایسے صاف چشمہ کو انھوں نے گذر کرنا چاہا ہے، تو تباہ اسلام کی توہین میں کیا باقی رہا۔ اس پر ان کی بد قسمتی یہ ہے کہ جب ان کو وہ اصل اسلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لے کر آئے تھے پیش کیا جاتا ہے اور قرآن شریف کے ساتھ ثابت کر کے دکھایا جاتا ہے کہ تم غلطی پر ہو تو کہہ دیتے ہیں کہ ہمارے باپ دادا اسی طرح مانتے آئے ہیں۔ مگر میں کہتا ہوں کہ کیا اتنی بات کہہ کر یہ اپنے آپ کو بڑی کر سکتے ہیں؟ نہیں! بلکہ قرآن شریف کے موافق اور خدا تعالیٰ کی سنت قدیم کے مطابق اس قول سے بھی ایک جنت ان پر پوری ہوتی ہے۔ جب کبھی کوئی خدا کا مقرر اور مقرر کیا ہے تو مخالفوں نے اس کی تعلیم کو سن کر یہی کہا ہے۔

مَا سَمِعْنَا بِهَذِهِ اَنْ اَبَانَا اِنَّا اَلَا قَوْلِيْنَ (مومنوں: ۲۵)

مجددین کی ضرورت
توحید کی بات ہے کہ تہذیب کا قانون یہ روزمرہ دیکھتے ہیں۔ ایک ہفتہ کے بعد پھر سے بھی بیٹھے ہو جاتے ہیں اور ان کے دھلانے کی ضرورت پڑتی ہے لیکن کیا پوری صدی گزر جانے کے بعد بھی مجدد کی ضرورت نہیں ہوتی؟ ہوتی ہے اور ضرور ہوتی ہے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا۔ کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد اصلاح خلق کے لیے آتا ہے، کیونکہ صدی کے اس درمیانی حصہ میں بہت سی غلطیاں اور بدعتیں جن میں شامل کر لی جاتی ہیں اور خدا تعالیٰ کبھی پسند نہیں فرماتا کہ اس کے پاک دین میں غرابی رہ جاوے، اس لیے وہ ان کی اصلاح کی خاطر مجدد بھیج دیتا ہے؛ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد خلفائے راشدین پھر تابعین پھر تابعین کے زمانے کیسے مبارک زمانے تھے۔ ان تین زمانوں کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی خیر العزائم فرمایا ہے۔ بعد اس کے نیکی اور خیر میں کمی آتی رہی اور غلطیاں پیدا ہونے لگیں۔ یہاں تک کہ بہت ہی خطرناک غلطیاں پیدا ہو گئیں۔ یہ وہ زمانہ ہے جس کا نام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرج العوج رکھا ہے، جس میں جھوٹ کثرت سے پھیل گیا اور جس کی بابت آپ نے فرمایا: لَيَسُوْا اُمَّتِيْ وَنَسُوْا مَنِّيْ۔

ظہور مہدی و مسیح موعود کی غرض
اب اس زمانہ کے بعد خدا نے چاہا ہے کہ ان غلطیوں کو دور کرے اور اسلام کا حقیقی چہرہ پھر دنیا کو دکھائے اور بشرک اور مردہ انسان کی پرستش کو دور کرے اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برداری طور پر ظہور ہوا۔ اور آپ کی عظمت کو مسیح کے مقابلہ میں ظاہر کرنے کے لیے خدا کی غیرت چاہا کہ احمد کے غلام کو مسیح سے افضل قرار دیا۔ اسی بات کے لیے سورج چاند کو رمضان میں مقررہ تاریخوں پر پیش گوئی کے موافق گراں لگا۔ یہ سب وہی جب تک یہ واقع نہ ہوا تھا۔ مہدی کی علامتوں میں بڑے زور شور سے منبروں پر چڑھ چڑھ کر اس کو بیان کرتے تھے۔

لیکن اس جبکہ خدا تعالیٰ نے اپنے وقت پر اس نشان کو ظاہر کر دیا تو میری مخالفت کے لیے یہ خدا تعالیٰ کے اس
جلیل نشان نشان کی بے حرمتی کرتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک پیشگوئی کی توہین کرتے ہوئے
حدیثوں کو جھوٹا قرار دیتے ہیں !!! انوس۔

اسی طرح پر یہود کے بڑے بڑے مولوی فقیہ اور فریسی کرتے تھے جب حضرت مسیح آئے انھوں نے بھی انکار کیا۔
یاد رکھو حتیٰ بین ایک نوسبٹو ہوتی ہے اور وہ خود بخود جھیل جاتی ہے اور خدا اس کی حمایت کرتا ہے جب خدا تعالیٰ
نے مجھے مانور کیا تھا۔ اس وقت میں ایلا تھا اور کوئی مجھے جانتا بھی نہ تھا، مگر اب پچاس ہزار سے بھی زیادہ انسان
اس سلسلہ میں شامل ہیں اور اطراف عالم میں اس دعویٰ کا شور مچ گیا ہے۔ خدا تعالیٰ اگر ساتھ نہ ہوتا اور اس کی طرف
سے یہ سلسلہ نہ ہوتا، تو اس کی تائید کیونکر ہو سکتی تھی اور یہ سلسلہ قائم کیونکر رہ سکتا تھا؟

اور پھر یہ نہیں کہ اس طریقہ میں سب کو خوش کیا گیا تھا، نہیں بلکہ سب مخالفت اور

مخالفت کی وجہ

سب کو ناراض کیا گیا۔ عیسائی الگ ناراض اور سب بڑھ کر ناراض ہیں، جبکہ
ان کو سنایا گیا کہ عیسیٰ اعتقاد کو پاش پاش کرنے آیا ہوں اور ان کو دعوت کی گئی کہ تمہارا یسوع مسیح جس کو تم
نے خدا بنایا ہے اور جس کی عیسیٰ موت پر جو تمہارے نزدیک نعمتی موت ہے تمہاری نجات منحصراً ہے، وہ تو ایک
عاجز انسان تھا اور وہ کشمیر میں مرا پڑا ہے۔ عیسائی اگر ناراض تھے تو ادرسی قوم کے ساتھ بھی صلح نہ رہی۔ ادرسیوں
کے ساتھ الگ مخالفت، جبکہ ان کے نیوگ، تناسخ اور دوسرے معتقدات کی ایسی تردید کی گئی کہ جس کا جواب ان
سے بھی نہ ہو سکے گا۔ اور آخر خدا تعالیٰ نے اپنے ایک تین نشان کے ساتھ ان پر رحمت پوری کی اور اگر ہر داسے
ناراض تھے۔ تو مسلمان ہی خوش ہوتے، مگر تم دیکھ لو کہ ان لوگوں کی حسب غلطیاں نکالی گئیں۔ ان کے مشائخ بیچاروں
مولویوں اور دوسرے لوگوں کی بدتمیز اور شرکاتہ رسومات کو ظاہر کیا گیا اور ان کے خانہ ساز عقائد کو کھولا گیا تو یہ سب
سے بڑھ کر دشمن ثابت ہوئے۔ اب ان سب لوگوں کی مخالفت کئے ہوئے ہوتے۔ اس سلسلہ کا ترقی کرنا۔ اور دن بدن
بڑھنا بتاؤ خدا کی تائید کے بغیر ہو سکتا ہے؟ کیا انسانی منصوبوں سے یہ عظیم نشان سلسلہ چل سکتا ہے؟

انسان کی عبادت میں داخل ہے کہ جب اسکی عادت اور عقیدہ کے خلاف کہا جاوے تو وہ مخالفت ہو جاتا ہے
اور ناراض ہو جاتا ہے۔ ایک ہندو کو جب گنگا کے خلاف ذرا سی بات بھی کہی جاوے تو وہ دشمن بن جاتا ہے پھر
کل مذاہب کے خلاف کہا گیا۔ وہ کیوں ناراض نہ ہوتے اور اس پر اگر خدا کی طرف سے یہ کام نہ ہوتا تو تباہ ہو جاتا۔ اس
قدر مخالفت کے ہوتے ہوتے اس کا سر سبز ہونا ہی اس کے خدا کی طرف سے ہونے کی دلیل ہے۔

پھر عام پیروں اور مشائخ کی طرح نہیں کہ نذر و نیاز سے ہی کام ہے خواہ وہ چوری کی ہی ہو۔ اور کچھ بھی خالصتاً
اسکی تہی شریعت کے متعلق نہیں بتاتے، بلکہ جتاتے ہوتے ڈرتے ہیں۔ وہ اس قدر جرات نہیں کر سکتے کہ ایک

ٹریڈ کو چوری کرنے سے منع کر سکیں یا سود خمار یا بدکار کو اس کے پیسوں سے آگاہ کر سکیں۔ دُنیا کے گدی نشینوں اور
ہنستوں کا اس طرح پر گزارہ نہیں ہو سکتا۔

یہ خدا ہی کے سلسلہ میں برکت ہے کہ وہ دشمنوں کے درمیان پردوش
پانا اور بڑھتا ہے۔

یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے

انہوں نے بڑے بڑے منصوبے کئے۔ خون تک کے عقدے بڑے بڑے، مگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے جو
باتیں ہوتی ہیں، وہ نتائج نہیں ہو سکتیں۔ میں تمہیں سچ کہتا ہوں کہ یہ سلسلہ خدا کی طرف سے ہے۔ اگر انسانی ہاتھوں
اور انسانی منصوبوں کا نتیجہ ہوتا تو انسانی تدابیر اور انسانی مقابلے اب تک اُس کو نیست و نابود کر چکے ہوتے انسانی
منصوبوں کے سامنے اس کا بڑھنا اور ترقی کرنا ہی اس کے خدا کی طرف سے ہونے کا ثبوت ہے۔ پس جس قدر
تم اپنی قوت یقین کو بڑھاؤ گے، اسی قدر دل روشن ہوگا۔

قرآن شریف کو پڑھو اور خدا سے کبھی نا اُمید نہ ہو۔ مومن خدا سے کبھی یائوس نہیں ہوتا۔

دُعا کے آداب

یہ کافروں کی عادت میں داخل ہے کہ وہ خدا تعالیٰ سے یائوس ہو جاتے ہیں ہمارا
خدا علیٰ حَقِّ شَیْئِی خَدَّیْزُ خدا ہے۔ قرآن شریف کا ترجمہ بھی پڑھو اور نمازوں کو سنو اور سنوار کر پڑھو اور اس کا
مطلب بھی سمجھو۔ اپنی زبان میں بھی دُعا میں کرو۔ قرآن شریف کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ پڑھو، بلکہ اُس کو خدا تعالیٰ
کا کلام سمجھ کر پڑھو۔ نماز کو اسی طرح پڑھو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پڑھتے تھے۔ البتہ اپنی حاجتوں اور
مطالب کو سنو، اذکار کے بعد اپنی زبان میں بیشک ادا کرو اور خدا تعالیٰ سے مانگو۔ اس میں کوئی حرج نہیں ہے۔
اس سے نماز ہرگز ضائع نہیں ہوتی۔ سبکل لوگوں نے نماز کو قراب کر رکھا ہے۔ نمازیں کیا پڑھتے ہیں، کتنی مارتے ہیں۔
نماز تو بہت جلد جلد شروع کی طرح شروع کی جاوے تو اپنی درخواست پیش کرے۔ اسے کیا فائدہ۔ ایسا ہی حال ان لوگوں کا
ہے جو نماز میں مشغول حضور کے ساتھ دُعا میں نہیں مانگتے۔ تم کو جو دُعا میں کرنی ہوں، نماز میں کر لیا کرو۔ اور پورے
آداب اللہ کا ملحوظ رکھو۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف کے شروع ہی میں دُعا سکھائی ہے اور اس کے ساتھ ہی دُعا کے آداب بھی

بتا دیئے ہیں۔ سورۃ فاتحہ کا نازل ہونا پڑھا لازمی ہے اور یہ دعا ہی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلِ دُعا نمازی میں ہوتی ہے، اچھا کچھ اس دُعا کا اللہ تعالیٰ نے یوں سکھایا ہے۔ اَللّٰهُمَّ رَبِّ الْعَالَمِينَ۔ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔ اِنِ اَكْرَمُ۔ یعنی دُعا سے پہلے ضروری ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی جا دے جس سے اللہ تعالیٰ کے لیے رُوح میں ایک جوش اور محبت پیدا ہو، اس لیے فرمایا۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ سُبْحٰنَہٗ وَاَعْلٰیہٗ اَشَدِّہٖ كَمَا يَلِيہٗ اِنَّ الْعَالَمِيْنَ۔ سب کو پیدا کرنے والا اور پالنے والا۔ اَلرَّحْمٰنِ۔ جو بلا عمل اور بن مانگے دینے والا ہے۔ اَلرَّحِيْمِ۔ پھر عمل پر بھی بدلہ دیتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی دیتا ہے۔ مَنَالِكُ يَعْزِمُ الْمُسْتَقِيْمِ۔ ہر بدلہ اسی کے ہاتھ میں ہے، نیکی بری سب کچھ اللہ تعالیٰ ہی کے ہاتھ میں ہے۔ پورا اور کامل موتہ تب ہی ہوتا ہے، جب اللہ تعالیٰ کو مالکِ یومِ الدین تسلیم کرنا ہے۔ دیکھو حکام کے سامنے جا کر ان کو سب کچھ تسلیم کر لینا یہ گناہ ہے اور اس سے شرک لازم آتا ہے۔ اس لحاظ سے کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو حاکم بنایا ہے۔ اُن کی امانت ضروری ہے، مگر اُن کو خدا ہرگز نہ بناؤ۔ انسان کا حق انسان کو اور خدا تعالیٰ کا حق خدا تعالیٰ کو دو۔ پھر یہ کہو۔ اَيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ۔ ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور ہم تجھ سے ہی مدد مانگتے ہیں۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ۔ ہم کو سیدھی ماہ دکھا۔ یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیلئے اور وہ نبیوں۔ صدیقوں۔ شہیدوں اور صالحین کا گروہ ہے۔ اس دُعا میں ان تمام گروہوں کے فضل اور انعام کو مانگا گیا ہے۔ ان لوگوں کی راہ سے بچا، جن پر تیرا غضب ہوا اور جو گمراہ ہوئے۔ غرض یہ مقرر طور پر سورۃ فاتحہ کا ترجمہ ہے۔ اسی طرح پر کچھ سمجھ کر سادی نماز کا ترجمہ پڑھ لو اور پھر اسی مطلب کو سمجھ کر نماز پڑھو۔ طرح طرح کے عرت رٹ لینے سے کچھ فائدہ نہیں۔ یہ یقیناً سمجھو کہ آدمی میں سچی توحید آہی نہیں سکتی، جب تک وہ نماز کو طے کی طرح پڑھتا ہے۔ رُوح پر وہ اثر نہیں پڑتا اور ٹھوکر نہیں لگتی جو اس کو کمال کے درجہ تک پہنچاتی ہے۔ عقیدہ بھی ایسی رکھو کہ خدا تعالیٰ کا کوئی ثانی اور تہ نہیں ہے اور اپنے عمل سے بجا ہی ثابت کر کے دکھاؤ۔

سلسلہ احمدیہ کے برحق ہونے کا ثبوت
خدا تعالیٰ کی دُورِ دست گواہیاں ہر بات میں
ہیں جو خدا تعالیٰ کی طرف سے ہوتی ہیں۔ اَدَلِّ

گو اسی اس کی کتاب کی ہے جو قرآن شریف ہے۔ قرآن شریف میں جو کچھ لکھا ہے، وہ سب صحیح اور سچ ہے اور ہم ایمان لاتے اور یقین کرتے ہیں کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ پس اس کو مالو۔ اور دوسری گواہی اس کے کام کی ہے۔ زمین و آسمان اپنی شہادتوں سے اس کی سچائی کو ثابت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کو جو قائم کیا ہے اور بچے جو پیدا کیا ہے تو اس میں بھی ان دونوں گواہیوں کو ساتھ رکھا ہے۔

اَدَلِّ۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے فوت ہونے کا بڑی صفائی کے ساتھ قرآن شریف میں ذکر کیا

اور تیس آیتوں میں کھول کھول کر اُس کی موت بیان کی۔

دوم۔ قرآن شریف نے یہ بھی تعلیم دی کہ حقیقی مَرُوے کبھی واپس نہیں آسکتے۔

سوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو مشیل موسیٰ علیہ السلام کی تعلیم دی کہ جس طرح سلسلہ موسوی میں رسول کہتے ہے محمدی سلسلہ میں بھی اس کا نمونہ اور نظیر ہوگی۔ گویا اس سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء کے نام پر مسیح کے نام سے آئے گا۔

چنانچہ ان وعدوں کے موافق جب خدا نے بے مسیح موجود بنا کر جیسا تو میری تائید میں زمین اور آسمان نے بھی اپنی شہادت کو ادا کر دیا۔

یعنی زمین کی حالت بجائے خود ایسی ہو گئی کہ وہ پکار پکار کر کہہ رہی تھی کہ خدا کا نامور اور مُصلِح اس وقت آئے۔ وہ ہر قسم کے فساد سے لبریز ہو گئی تھی۔ اسلام پر خطر ناک حملے شروع ہو چکے تھے۔ آسمان نے اپنے نشا فوں سے نیری شہادت دی؛ چنانچہ جس طرح پر پہلے کہا گیا تھا، اُسی طرح اپنے وقت پر کسوف و خسوف ہو گیا۔ زمین کے دوسرے نشانات میں سے طاعون بھی ایک بڑا نشان ہے۔ غرض جو کچھ تسلی کے لیے مژدوری تھا۔ وہ خدا نے سب پُورا کر دیا۔ اگر کسی کو خبر نہیں تو اُسے چاہیے کہ ان کتابوں کو جو ہم نے بھیجی ہیں پڑھے یا نئے کر کے پھر خدا تعالیٰ نے اپنے نشانات کو وقت پر پورا کیا ہے۔ بغیر علم کے انسان اندھا ہوتا ہے اور جہالت ایک موت ہے۔ پس اس نایبائی اور موت سے بچنا چاہیے۔ خدا کے نشانات سمندر کی طرح بہہ رہے ہیں۔ ایک زبردست اور کھلا کھلا نشان طاعون کا ہے جو خدا تعالیٰ نے طعنہ کرنے والوں اور سیفہوں کے لیے دکھا ہوا تھا۔ وہ بھی پورا ہو گیا۔ میں سچ کہتا ہوں کہ خدا تعالیٰ اس وقت غضب میں ہے۔ اُس کی باتوں پر ہنسی کی گئی۔ اس کے نشا فوں کو ذلیل قرار دیا گیا، اس لیے خدا کے قہر کے دن آگئے۔ اب دیکھو گے کہ وہ کیا کرے گا۔ اب وہ وقت آیا ہے کہ یہ ابھام پورا ہو رہا ہے۔

دُنیا میں ایک نذیر آیا پر دُنیا نے اُس کو قبول نہ کیا لیکن خدا اُسے قبول کرے گا اور بڑے زور آور حملوں سے اُس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔

اس لیے اب وہ وقت ہے کہ نیکبخت کو بھی ڈرنا چاہیے، کیونکہ خدا بے نیاز ہے۔ موت کو یاد رکھو کہ یہ دن خدا کے غضب کے ہیں۔ نمازوں پر پکتے ہو جاؤ۔ تہجد پڑھو اور گورتوں کو بھی نماز کی تاکید کرو۔

غرض یہ طاعون خدا کا قہر ہے۔ عقلمند وہی ہے جو ہوا پہچان لے اور خدا کی باتوں پر صدق دل سے ایمان لے آئے۔ یاد رکھو کہ خدا تعالیٰ جو اس وقت طاعون قہر الہی ہے

عذاب دے رہا ہے۔ وہ ایک خاص کام کے لیے عذاب دے رہا ہے۔ ہمارے سلسلہ کی بابت بیسیوں بیسیوں یا سجادہ نشینوں سے بات کرو تو وہ پہلے ہی گایاں دینی شروع کر دیتے ہیں۔ اب دیکھ لو کہ خدا تعالیٰ کا صبر کتنا بڑا صبر ہے کہ ہزار برس سے اوپر ہونے کو آیا ہے کہ خدا کے پاک نبیوں اور راستبازوں اور برگزیدوں کو گایاں دی جاتی ہیں اور ان کی بھیر مٹی اور ذلت کے لیے ہر قسم کے وسائل اختیار کئے جاتے ہیں آخر اُس نے ان سب نبیوں اور خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو قائم کرنے کے لیے یہ سلسلہ قائم کیا۔ اور جب سے یہ قائم ہوا۔ اس کے ساتھ بھی وہی سلوک ہوا جو پہلے راستبازوں کے ساتھ ہوا تھا، مگر آخر خدا تعالیٰ نے ان حد سے بڑھے ہوئے بیباکوں اور شوخ چشموں کا علاج کرنا چاہا ہے۔

اس میں شک نہیں کہ وہ بہت حلیم ہے، مگر اس میں بھی کلام نہیں کہ جب پکڑتا ہے تو سخت پکڑتا ہے۔ کیا سچ کہا ہے۔ شفرہ

ہاں مٹو مغرور برحلم خدا
دیر گیرو سخت گیرو مرترا

آدمی دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے

سیدنا فطرت ہوتے ہیں جو پہلے ہی مان لیتے ہیں۔ یہ لوگ بڑے ہی دُور اندیش اور باریک بین ہوتے ہیں۔ جیسے حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ تھے اور ایک بیوقوف ہوتے ہیں۔ جب سر پر آ پڑتی ہے تب کچھ چونکتے ہیں۔ اس لیے تم اس سے پہلے کہ خدا کا غضب آ جاوے، دُعا کرو اور اپنے آپ کو خدا کی پناہ اور حفاظت میں دیدو۔ دُعا اس وقت قبول ہوتی ہے جب دل میں درد اور رقت پیدا ہو اور مصائب اور غضب الہی دُور ہو، لیکن جب بلا سر پر آئی ہے بیشک اس وقت بھی ایک درد پیدا ہوتا ہے، مگر وہ درد قبولیت دعا کا جذب اپنے اندر نہیں رکھتا۔ یقیناً سمجھو کہ اگر مصیبت سے پہلے اپنے دلوں کو گماذ کرو گے اور خدا تعالیٰ کے حضور اپنی اور اپنے خاندان کی حفاظت کے لیے گریہ و بکا کرو گے تو تمہارے خاندان اور تمہارے بچے ظالموں کے مذاہب سے بچائے جائیں گے۔ اگر دنیا داروں کی طرح رہو گے تو اس سے کچھ فائدہ نہیں کہ تم نے میرے ہاتھ پر توبہ کی۔ میرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو چاہتا ہے تاکہ تم نئی زندگی میں ایک اور پیدا کیش ماہل کرو۔

بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نیوجاس کا نہیں۔ میری بیعت سے خدا دل کا اقرار چاہتا ہے پس جو پستے دل سے مجھے قبول کرتا اور اپنے گناہوں سے سچی توبہ کرتا ہے۔ غفور و رحیم خدا اُس کے گناہوں کو مغرور بخش دیتا ہے۔ اور وہ ایسا ہو جاتا ہے جیسے ماں کے پیٹ سے نکلا ہے۔ تب لڑھکتے اس کی حفاظت کرتے ہیں۔ ایک

گاؤں میں اگر ایک آدمی نیک ہو، تو اللہ تعالیٰ اس نیک کی رعایت اور خاطر سے اس گاؤں کو تباہی سے محفوظ کر لیتا ہے، لیکن جب تباہی آتی ہے تو پھر سب پر پڑتی ہے، اگر پھر بھی وہ اپنے بندوں کو کسی نہ کسی نہج سے بچا لیتا ہے۔ سنت اللہ یہی ہے کہ اگر ایک بھی نیک ہو تو اس کے لیے دوسرے بھی بچائے جاتے ہیں۔

جیسے حضرت ابراہیم کا قصہ ہے کہ جب لوط کی قوم تباہ ہونے لگی، تو انہوں نے کہا کہ اگر نسویم سے ایک ہی نیک ہو تو یہ تباہ کر دے گا، کہا نہیں۔ آخر ایک تک بھی نہیں کروں گا۔ فرمایا، لیکن جب بالکل حد ہی ہو جاتی ہے تو پھر لا یتخاٹ عتقنا۔ خدا کی شان ہوتی ہے۔ پلیدیوں کے عذاب پر وہ پرواہ نہیں کرتا کہ ان کی بیوی بچوں کا کیا حال ہوگا اور صادقوں اور راستبازوں کے لیے کان اَبُوْهُمَّا صَالِحًا کی رعایت کرتا ہے۔ حضرت موسیٰ اور حضرت کو حکم ہوا تھا کہ ان بچوں کی دیوار بنا دو۔ اس لیے کہ ان کا باپ نیک بخت تھا۔ اداس کی نیک بختی کی خدا نے ایسی قدر کی کہ پیغمبر راج مردور ہوئے۔ غرض ایسا تو رحیم کریم ہے، لیکن اگر کوئی شرارت کرے اور زیادتی کرے تو پھر بہت بُری طرح پکڑتا ہے۔ وہ ایسا غیور ہے کہ اس کے غضب کو دیکھ کر کلبہ مچھتا ہے۔ دیکھو لوط کی بی بی کو کیسے تباہ کر ڈالا۔

اس وقت بھی دنیا کی حالت ایسی ہو رہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے غضب کو کھینچ لاتی ہے۔ تم بہت اچھے وقت آگئے ہو۔ اب بہتر اور مناسب یہی ہے کہ تم اپنے آپ کو بدلاؤ۔ اپنے اعمال میں اگر کوئی انحراف دیکھو تو اسے دُور کرو۔ تم ایسے ہو جاؤ کہ مخلوق کا حق تم پر باقی ہے نہ خدا کا۔ یاد رکھو جو مخلوق کا حق داتا ہے اُس کی دعا قبول نہیں ہوتی کیونکہ وہ ظالم ہے۔

اپنی زندگی میں انقلاب پیدا کرو

اس سلسلہ میں داخل ہو کر تمہارا وجود الگ ہو اور تم بالکل ایک نئی زندگی بسر کرنے والے انسان بن جاؤ۔ جو کہ تم پہلے تھے وہ نہ رہو۔ یہ مت سمجھو کہ تم خدا تعالیٰ کی راہ میں تبدیلی کرنے سے محتاج ہو جاؤ گے یا تمہارے بہت سے دشمن پیدا ہو جائیں گے۔ نہیں۔ خدا کا دامن پکڑنے والا ہرگز محتاج نہیں ہوتا۔ اس پر کبھی بڑے دن نہیں آسکتے۔ خدا جس کا دوست اور مددگار ہو۔ اگر تمام دنیا اس کی دشمن ہو جاوے تو کچھ پرواہ نہیں۔ سو من اگر شکلات میں بھی چڑے تو وہ ہرگز تکلیف میں نہیں ہوتا بلکہ وہ دن اس کے لیے بہشت کے دن ہوتے ہیں۔ خدا کے فرشتے مال کی طرح اسے گود میں لے لیتے ہیں۔

مقرر یہ کہ خدا خود ان کا محافظ اور ناصر ہو جاتا ہے۔ یہ خدا جو ایسا خدا ہے کہ وہ علیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِيرٌ

ہے وہ عالم الغیب ہے وہ حق و قیوم ہے۔ اس خدا کا دامن پکڑنے سے کوئی تکلیف پاسکتا ہے، کبھی نہیں۔
 خدا تعالیٰ اپنے حقیقی بندے کو ایسے دقتوں میں بچالیتا ہے کہ دنیا حیران رہ جاتی ہے۔ آگ میں پڑ کر حضرت ابراہیم
 علیہ السلام کا زندہ نکلنا کیا دنیا کے لیے حیرت انگیز امر نہ تھا۔ کیا ایک خطرناک طوفان میں حضرت نوح اور آپ
 کے رفقاء کا سلامت بچ رہنا کوئی چھوٹی سی بات تھی۔ اس قسم کی بے شمار نظریں موجود ہیں۔ اور خود اس زمانہ میں
 خدا تعالیٰ نے اپنے دست قدرت کے کرشمے دکھائے ہیں۔ دیکھو بھر پر خون اور اقدام قتل کا مقدمہ بنا یا گیا۔
 ایک بڑا بھاری ڈاکٹر جو پادری ہے وہ اس میں تدمی ہوا۔ اور آریہ اور بعض مسلمان اُس کے معاون ہوتے لیکن
 آخر وہی ہوا جو خدا نے پہلے سے فرمایا تھا۔ (ایراو (بے قصور مٹھانا)

پس یہ وقت ہے کہ تم توبہ کرو اور اپنے دلوں کو پاک صاف کرو۔ ابھی طاعون تمہارے گاؤں میں نہیں۔
 یہ خدا کا فضل و کرم ہے۔ اس لیے توبہ کا وقت ہے اور اگر مصیبت سر پر آ پڑی اس وقت توبہ کیا فائدہ دے
 گی۔ تجوں، سبیا، گھوٹ اور لُہیانہ وغیرہ اضلاع میں دیکھو کہ کیا ہو رہا ہے۔ ایک طوفان برپا ہے اور قیامت
 کا ہنگامہ ہو رہا ہے۔ اس قدر خوفناک موتیں ہوتی ہیں کہ ایک سنگدل انسان بھی اس نظارہ کو دیکھ کر ضبط نہیں کر
 سکتا۔ چھوٹا سا بچہ پاس پڑا ہوا تڑپ رہا اور بلبل رہا ہے۔ ماں باپ سلسنے مرتے ہیں۔ کوئی خبر گیر نہیں ہے بہت
 عرصہ کا ذکر ہے کہ میں نے ایک رویا دیکھی تھی کہ ایک بڑا میدان ہے۔ اس میں ایک بڑی نالی کھدی ہوئی
 ہے جس پر بیڑیں لٹا کر قصاب ہاتھ میں چھری لئے ہوئے بیٹھے ہیں اور وہ آسمان کی طرف منہ کیے ہوئے حکم کا انتظار
 کرتے ہیں۔ میں پاس ٹہل رہا ہوں۔ اُنٹے میں میں نے پڑھا قُلْ مَا تَعْبُدُونَ اِلَّا كُفْرًا قَدِ افْتَرَقُوا لَمَّا
 يَسْتَنْتَهُنَّ اَيُّهُنَّ لَمْ يَحْضُرْ پھیر دی۔ بیڑیں تڑپتی ہیں اور وہ قصاب انہیں کہتے ہیں کہ تم ہو کیا۔ گوہ کھانے والی
 بیڑیں ہی ہو۔ وہ نظارہ اس وقت تک میری آنکھوں کے سامنے ہے۔

غرض خدا بے نیاز ہے، اُسے صادق مومن کے سوا اور کسی کی پرواہ نہیں ہوتی۔ اور بعد از وقت دُعا
 قبول نہیں ہوتی ہے۔

جب اللہ تعالیٰ نے مہلت دی ہے اُس وقت اُسے راضی کرنا چاہیے، لیکن جب اپنی سیدہ کاریوں اور
 گناہوں سے اُسے ناراض کر لیا اور اس کا غضب اور غصہ بھریا اُٹھا۔ اُس وقت مذابِ الہی کو دیکھ کر
 توبہ استغفار شروع کی اس سے کیا فائدہ ہوگا جب منرا کا فتویٰ لگ چکا۔

یہ ایسی بات ہے کہ جیسے کوئی شہزادہ جیس بدل کر نکلے اور کسی دولت مند کے گھر جا کر روٹی یا کپڑا پانی مانگے
 اور وہ باوجود مقدرت ہونے کے اُس سے سخری کریں اور ٹھٹھے مار کر نکال دیں۔ اور وہ اسی طرح ساسے گھر
 پھرے، لیکن ایک گھر والا اپنی چار پائی دے کر بھانٹے اور پانی کی بجائے شربت اور خشک روٹی کی بجائے

پلاؤ دے اور پھٹے ہوئے کپڑوں کی بجائے اپنی خاص پریشاک اس کو دے تو اب تم سمجھ سکتے ہو کہ وہ چونکہ دوسل
 تو بادشاہ تھا۔ اب ان لوگوں سے کیا سلوک کرے گا۔ صاف ظاہر ہے کہ ان کجمنوں کو جنھوں نے باوجود قدرت
 ہونے کے اس کو دھتکار دیا اور اس سے برسوں کی سخت سزا دے گا اور اس غریب کو جس نے اس کے ساتھ
 اپنی ہمت اور طاقت سے بڑھ کر سلوک کیا وہ دے گا جو اس کے وہم و گمان میں بھی نہیں آسکتا۔

اسی طرح حدیث میں آیا ہے کہ خدا کہے گا کہ میں بھوکا تھا۔ مجھے کھانا نہ دیا۔ میں تنگ تھا۔ مجھے کپڑا نہ دیا۔
 میں پیاسا تھا، مگر مجھے پانی نہ دیا۔ وہ کہیں گے کہ یا رب العالمین کب وہ فرمائے گا۔ فلاں جو میرا حاجت مند بندہ
 تھا۔ اس کو دینا ایسا ہی تھا، جیسا مجھ کو۔ اور ایسا ہی ایک شخص کو کہے گا کہ تو نے روٹی دی کپڑا دیا۔ وہ کہے گا کہ
 تو تو رب العالمین ہے کہ کب گیا تھا کہ میں نے دیا۔ تو پھر اللہ تعالیٰ فرمائے گا کہ فلاں بندہ کو دیا تھا۔
 غرض یہی وہی ہے جو قبل از وقت ہے۔ اگر بعد میں کچھ کرے تو کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کی قبول نہیں کرتا جو
 صرف فطرت کے جوش سے ہو۔ کشتی ڈوبتی ہے تو سب روتے ہیں اگر وہ رونا اور چلاتا چونکہ تھا عند فطرت کا
 نتیجہ ہے اس لیے اس وقت سؤمند نہیں ہو سکتا اور وہ اس وقت مفید ہے جو اس سے پہلے ہوتا ہے
 جبکہ امن کی حالت ہو۔

یقیناً بھوکا خدا کو پالنے کا یہی گڑھے جو قبل از وقت چوکتا اور بیدار ہوتا ہے۔ ایسا بیدار کہ گویا اس پر بجلی
 گرنے والی ہے اس پر ہرگز نہیں گرتی۔ لیکن جو بجلی کو گرتے دیکھ کر چلاتا ہے۔ اُس پر گرنے لگی اور ہلاک کرے گی۔
 وہ بجلی سے ڈرتا ہے نہ خدا سے۔

اسی طرح پر جب طاعون گھر میں آگئی اس وقت اگر توبہ و استغفار شروع کیا تو وہ طاعون کا خوف ہے نہ
 خدا کا۔ اس کا بُت طاعون ہے خدا سبوتا نہیں۔ اگر خدا سے ڈرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس فرشتہ کو حکم دیتا ہے
 کہ اس کو نقصان نہ پہنچاؤ۔ یہی تسمیہ ہے کہ طاعون گرمی میں ہٹ جاتی۔ سردی میں پھیر یہی بلا آن موجود ہوتی ہے۔
 بعض وقت اس کا دورہ شتر شتر برس تک ہوتا ہے۔ یہ وہی ہے ہی بلا پڑی تھی۔

غَيْرِ الْمُنْقَذِ فِيهَا میں اللہ تعالیٰ نے یہی تعلیم دی ہے کہ ان یہودیوں کی راہ سے بچاؤ جو بن پر طاعون پڑی
 تھی۔ پس قبل از وقت عاجزی کر دے، تو ہماری دعا میں بھی تمہارے لیے نیک نتیجے پیدا کریں گی۔ لیکن اگر تم غافل
 ہو گئے تو کچھ فائدہ نہ ہو گا۔ خدا کو ہر وقت یاد رکھو اور موت کو سامنے موجود سمجھو۔ زمیندار بڑے نادان ہوتے ہیں۔
 اگر ایک رات بھی امن سے گزر جاوے تو بے خوف ہو جاتے ہیں۔

دیکھو تم لوگ کچھ محنت کر کے کھیت تیار کرتے ہو تو فائدہ کی امید ہوتی ہے۔ اسی طرح پر امن کے دن
 محنت کے لیے ہیں۔ اگر اب خدا کو یاد کرو گے تو اس کا مزہ پاؤ گے۔ اگرچہ زمینداری اور دُنیائے کاموں کے

مقابلہ میں نمازوں میں حاضر ہونا مشکل معلوم ہوتا ہے اور بھجوتہ کے لیے اور بھی، مگر اب اگر اپنے آپ کو اس کا عادی کر لو گے، تو پھر کوئی تکلیف نہ رہے گی۔ اپنی دعاؤں میں طاعون سے محفوظ رہنے کی دعا ملاو۔ اگر دعائیں کر دے گا تو وہ کویم رحیم خدا احسان کرے گا۔

دعائیں کرنے کے لیے نصیحت
دیکھو اب کام تم کرتے ہو۔ اپنی جانوں اور اپنے کنبہ پر رحم.....
کرتے ہو بچوں پر نہیں رحم آتا ہے جس طرح اب ان پر رحم کرتے ہو۔ یہ بھی ایک طریق ہے کہ نمازوں میں ان کے لیے دعائیں کر دو۔ کوع میں بھی دعا کرو۔ پھر سجدہ میں دعا کرو۔ کہ اللہ تعالیٰ اس بلا کو پھیر دے اور عذاب سے محفوظ رکھے۔ جو دعا کرتا ہے۔ وہ محروم نہیں رہتا۔ یہ کبھی ممکن نہیں ہے کہ دعائیں کرنے والا غافل پلید کی طرح مارا جاوے۔ اگر ایسا نہ ہو تو خدا کبھی سچا مانا ہی نہ جاوے۔ وہ اپنے صادق بندوں اور فیروں میں امتیاز کر لیتا ہے۔ ایک پکڑا جاتا ہے۔ دوسرا بچایا جاتا ہے۔ غرض ایسا ہی کر دو کہ پورے طور پر تم میں سچا اخلاص پیدا ہو جاوے۔ نہ

۱۰ اپریل ۱۹۰۲ء

دعائے کرنا سوء ادبی ہے
انبیاء علیہم السلام کے سلسلہ میں یہی رہا ہے کہ وہ پیشگوئیوں کے دینے جانے پر بھی اور اللہ تعالیٰ کے وعدوں پر سچا ایمان رکھ کر بھی دعاؤں کے سلسلہ کو ہرگز نہ چھوڑتے تھے۔ اس لیے کہ وہ خدا تعالیٰ کے غفار ذاتی پر بھی ایمان لاتے ہیں اور مانتے ہیں کہ خدا کی شان نہ ٹوٹتی ہے اور یہ سوء ادب ہے کہ دعائے کی جاوے۔ لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اضطراب سے دعا کر رہے تھے تو حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے عرض کی کہ حضور! اب دعائے کریں۔ خدا تعالیٰ نے آپ کو فتح کا وعدہ دیا ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں مصروف رہے بسن نے اس پر تھریا کیا ہے کہ حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کا ایمان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ نہ تھا بلکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی معرفت بہت بڑھی ہوئی تھی اور ہر کہ عارف تر باشد خائف تر باشد وہ معرفت آپ کو اللہ تعالیٰ کے غفار ذاتی سے ڈراتی تھی۔ پس دعا کا سلسلہ ہرگز چھوڑنا نہیں چاہیے۔

یسح موعود کی دعوتوں کی عظمت

۱۹ اپریل ۱۹۷۲ء صبح کی سیر میں فرمایا کہ

میں آج کل طاعون سے قادیان کے محنوز رہنے کے لیے بہت دعائیں کرتا ہوں اور باوجود اس کے کہ اللہ تعالیٰ نے بڑے بڑے بندوں سے فرمائے ہیں، لیکن یہ سوا ادب اور انبیاء کے طریق سے فوراً ہے کہ خدا کی تَرْکِ ذَلْفِ شَان اور غناء ذاتی سے خوف نہ کیا جاوے۔ آج پہلے وقت ہی یہ ابہام ہوا۔

دلم می بلرزد پوچو یاد آدم

مناجات شویده اندر حرم

شویده سے مُرادِ ذکا کرنے والا ہے اور حرم سے مراد جس پر خدا نے تباہی کو حرام کر دیا ہو۔ اور دلم سے بلرزد خدا کی طرف ہے۔ یعنی یہ دعائیں قوی اثر ہیں میں انہیں جلدی قبول کرتا ہوں۔ یہ خدا تعالیٰ کے فضل اور رحمت کا نشان ہے۔ دلم سے بلرزد بظاہر ایک غیر عمل سا محاورہ ہو سکتا ہے، مگر یہ اسی کے مشابہ ہے جو بخاری میں ہے کہ موسیٰ کی جان نکالنے میں مجھے تردد ہوتا ہے۔

توریت میں جو چھپانا وغیرہ کے الفاظ آئے ہیں۔ دراصل وہ اسی قسم کے محاورہ ہیں جو اس سلسلہ کی ناواقفی کی وجہ سے لوگوں نے نہیں سمجھے۔ اس ابہام میں خدا تعالیٰ کی اعلیٰ درجہ کی محبت اور رحمت کا اظہار ہے اور حرم کے لفظ میں گویا حفاظت کی طرف اشارہ ہے۔ (حرم کے لفظ پر اس وقت خاکسار ایڈیٹر نے عرض کیا تھا۔ مَن دَحَلَهُ كَانَ اِمْتًا اور بھی اس لفظ حرم کی تصدیق کرتا ہے اور اب ہم کہتے ہیں کہ اِنِّیْ اَمَّا اِنظَرَ مَن مِّنْ رِّفِ السَّادِ کا ابہام بھی اسی کا مویشی ہے۔ یاد آدم اسی طرح ہے جیسے اَذْکُرُ فِیْ اَذْکُرُ کُنْ (البقرہ ۱۸۳)۔

وَأَقْرِضُوا اللَّهَ قَرْضًا حَسَنًا

اللہ تعالیٰ جو قرض مانگتا ہے تو اس سے یہ مزار نہیں ہوتی ہے کہ

معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو حاجت ہے اور وہ محتاج ہے۔ ایسا دہم کرنا

بھی گنہگار ہے بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ جواز کے ساتھ واپس کروں گا۔ یہ ایک طریق ہے اللہ تعالیٰ جس سے فضل کرنا چاہتا ہے۔

حضرت سید عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا قول

ہے زَائِنَتْ رِقَّةً عَلَى مَوْلَاةٍ أَيْحَىٰ لِمَنْ يَشَاءُ لَمْ يَلْطَمِ

باپ کی شکل پر خدا تعالیٰ کو دیکھنا

ربت کو اپنے باپ کی شکل پر دیکھا۔ میں نے بھی اپنے والد صاحب کی شکل پر اللہ تعالیٰ کو دیکھا۔ ان کی شکل بڑی

بارعب تھی۔ انہوں نے ریاست کا ادارہ دیکھا ہوا تھا، اس لیے بڑے بند بہت اور عالیٰ و صلد تھے۔ غرض میں نے دیکھا کہ وہ ایک عظیم شانِ تخت پر بیٹھے ہیں اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ خدا تعالیٰ ہے۔ اس میں ہرگز ہوتا ہے کہ باپ چونکہ شفقت اور رحمت میں بہت بڑا ہوتا ہے اور قریب اور تعلق شدید رکھتا ہے، اس لیے اللہ تعالیٰ کا باپ کی شکل میں نظر آتا، اس کی حمایت تعلق اور شدت محبت کو ظاہر کرتا ہے۔ اگلے قرآن شریف میں بھی آیا ہے لکڑی کو لکڑی اپنا لکڑی (المقرہ: ۲۱) اور میرے اہامات میں یہ بھی ہے۔ اَللّٰهُ بِمَنْ كُنْتُمْ تُدْعَوْنَ اِلَيْهِ اَشَدَّ حُبًّا۔ یہ قرآن شریف کی اسی آیت کے مفہوم اور مصداق پر ہے۔

الہام

۱۔ ہمارے اپریل کو الہام ہوا : "افسوس صد افسوس"
 اور ۱۱ اپریل کو الہام ہوا : "رہ گرائے عالم جامدانی شد"

"ہمارا اصل منشاء اور مدعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال و کبریا ہے اور آپ کی عظمت کو قائم کرنا۔ ہمارا ذکر و ضمنی ہے۔ اس لیے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم میں جذب اور اقامت کی قوت ہے اور اس افاضہ میں ہمارا ذکر ہے۔"

بیت صحیح موعود کا اصل منشاء

۱۴ اپریل ۱۹۰۲ء

طاعون سے متعلق ایک اعتراض کا جواب

بعد از نماز مغرب فرمایا :

طاعون کے متعلق بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اکثر غریب مرتے ہیں اور امراء اور ہمارے بڑے بڑے بڑے مخالفت ابھی تک پکے ہوئے ہیں، لیکن سنت اللہ یہی ہے کہ اتنے کمزور میں کڑے جابا کرتے ہیں اپنا پتھر حضرت موسیٰ کے وقت جس قدر مذاہب پہلے نازل ہوئے۔ ان سب میں فرعون بچارا اپنا پتھر قرآن شریف میں

بھی آیا کہ اَنَا نَاتِي فَلاَ رَحْمَةَ لِمَنْ ظَلَمَ اِغْتَالًا (الرحمہ : ۴۲) یعنی ابتدا محام سے ہوتا ہے اور پھر خواص پر پڑے جاتے ہیں اور بعض کے پھالے میں اللہ تعالیٰ کی یہ حکمت بھی ہوتی ہے کہ انھوں نے آخر میں توبہ کرنی ہوتی ہے یا ان کی اولاد میں سے کسی نے اسلام قبول کرنا ہوتا ہے۔

فرمایا : کلماتِ تفرقہ جو تمام دیگر انبیاء میں پائے جاتے تھے۔ وہ سب

سیح موعود کا مقام

حضرت رسول کریم میں ان سے بڑھ کر موجود تھے اور اب وہ سارے کلمات حضرت رسول کریم سے نقلی طور پر ہم کو عطا کیے گئے۔ اور اسی لیے ہمارا نام آدم، ابراہیم، موسیٰ، ائرج، عاڈو یوسف، محمد، سلمان، یحییٰ، عیسیٰ وغیرہ ہے، اچھا پھر ابراہیم ہمارا نام اس واسطے ہے کہ حضرت ابراہیم ایسے مقام میں پیدا ہوتے تھے کہ وہ بُت خانہ تھا اور لوگ بُت پرست تھے۔ اور اب بھی لوگوں کا یہی حال ہے کہ قسم قسم کے خیالی اور دہی بتوں کی پرستش میں مصروف ہیں اور وحدانیت کو چھوڑ بیٹھے ہیں۔ پہلے تمام انبیاء نقل تھے۔ نبی کریم کی خاص خاص صفات میں اور اب ہم ان تمام صفات میں نبی کریم کے نقل ہیں۔ مولانا روم نے خوب فرمایا ہے۔

نام احمد نام جُستہ انبیاء است

چوں بیاد صد لودم پیش نا است

نبی کریم نے گویا سب لوگوں سے چندہ وصول کیا اور وہ لوگ تپانے اپنے مقامات اور حالات پر پہے پر نبی کریم کے پاس کروڑوں روپے ہو گئے۔

فرمایا : سلام آواز ہے کہ اس مالگیر طوفانِ دبا میں یہ

ہندو اسلام کی طرف توجہ کریں گے

ہندوؤں کی قوم بھی اسلام کی طرف توجہ کرے اچھا پھر

جب ہم نے باہر مکان بنوانے کی تجویز کی تھی۔ تو ایک ہندو نے ہم کو آکر کہا تھا کہ ہم تو قوم سے علیحدہ ہو کر آپ ہی کے پاس باہر رہا کریں گے اور نیز مدد دے ہم نے دیکھا کہ یہ ہندو ہمارے آگے سجدہ کرنے کی طرح بھکتے ہیں اور کہتے ہیں کہ یاد آ رہا ہے اور کوشش میں اور ہمارے آگے نذرین دیتے ہیں اور ایک دفعہ الہام ہوا ہے کہ شکر دودر گہاں تیری ہما ہو۔ تیری استغی گیتا میں موجود ہے۔ لفظ رودر کے معنی نذیر اور گہاں کے معنی پیش کرے ہیں۔

اُمتِ محمدی کی شان

فرمایا : عیسائیوں نے جو شور مچایا تھا کہ عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتا تھا۔ اور وہ خدا تھا۔ اس واسطے غیرتِ الہی نے جوش مارا کہ دنیا میں

عالموں پھیلانے اور ہمارے مقام کو بچانے تاکہ لوگوں پر ثابت ہو جائے کہ اُمتِ محمدی کا کیا شان ہے کہ احمد کے ایک غلام کی اس قدر عزت ہے۔ اگر عیسیٰ مردوں کو زندہ کرتا تھا، تو اب عیسائیوں کے مقامات کو اس بلا سے بچائے۔ اس وقت غیرتِ الہی جوش میں ہے، تاکہ عیسیٰ کی کسرِ شان ہو جس کو خدا بنایا گیا ہے۔

پھر خوش ترانہ زداں مطرب مقام شناس
کہ درمیان غزل قول آشنا آورد

قرآن میں مسیح کی معصومیت کے ذکر کی وجہ

قرآن شریف اور احادیث میں جو حضرت عیسیٰ کے نیک اور معصوم ہونے کا ذکر ہے۔ اس سے

یہ مطلب نہیں کہ دوسرا کوئی نیک یا معصوم نہیں بلکہ قرآن شریف اور حدیث نے ضرور بتایا ہے کہ منہ کو بند کرنے کیلئے یہ فقرہ بولے ہیں کہ یہود و نصاریٰ با خدا مریم کو زنا کار عورت اور حضرت عیسیٰ کو دلدار بنا کہتے تھے۔ اس لیے قرآن شریف نے اُن کا ذنب کیلئے کہ وہ ایسا کہتے سے باز آویں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جسمانی برکات

فرمایا : حضرت رسول کریم کے ہزاروں جسمانی برکات بھی تھے۔ آپ کے قبضہ سے بعد دنیا

آپ کے لوگ برکات پاتے تھے۔ بیاریوں میں لوگوں کو شفا دیتے تھے اور ہائش نہ ہوتی تو دُعا کرتے تھے اور بلائیں ہو جاتی تھی۔ ایک لاکھ سے زیادہ آپ کے اصحاب تھے۔ بیہوش کی جسمانی تکلیفات آپ کی اماؤں سے دور ہو جاتی تھیں۔ عیسیٰ کو نبی کریم کے ساتھ کیا نسبت ہو سکتی ہے۔ جس کے ساتھ چند آدمی تھے اور ان کا حال بھی انجیلوں سے ظاہر ہے کہ وہ کس مرتبہ دُعا نیت کے تھے۔

اس اُمت کا فرعون

فرمایا : ابوہل اس اُمت کا فرعون تھا، کیونکہ اس نے بھی نبی کریم کی چند دن پر دوش کی مٹی جیسا کہ فرعون مصری نے حضرت موسیٰ کی پر دوش کی مٹی

اور ایسا ہی مولوی محمد حسین صاحب نے ابتداء میں برآئین پر ریویو لکھا کہ ہمارے سلسلہ کی چند یوم پر دوش کی۔

ایک الہام کی تشریح

حضرت اقدس نے اپنا ایک پرانا الہام سنایا۔ یا نَحْنُ خَدَا انْصَابَ بَعُوَّةَ وَ الْغَيْرُ مَلَكَةٌ فِي الْقُرْآنِ۔
اور فرمایا کہ :

اس میں ہم کو حضرت یحییٰ کی نسبت دی گئی ہے کیونکہ حضرت یحییٰ کو یہودیوں کی ان اقوام سے مقابلہ کرنا پڑا تھا۔ جو کتاب اللہ توریت کو چھوڑ بیٹھے تھے اور حدیثوں کے بہت گرویدہ ہو رہے تھے اور ہر بائبل میں احادیث کو پیش کرتے تھے۔ ایسا ہی اس زمانہ میں ہمارا مقابلہ اہل حدیث کے ساتھ ہوا کہ ہم قرآن پیش کرتے اور وہ حدیث پیش کرتے ہیں۔

اذان کے وقت کوئی اور نیکی کا کام کرنا

ایک شخص اپنا مضمون اشتہار دوبارہ طالعون سنار با تھا۔ اذان ہونے لگی۔ وہ چُپ ہو گیا۔ فرمایا :
”پڑھتے جاؤ۔ اذان کے وقت پڑھنا جائز ہے۔“

طالعون زدہ علاقہ میں جانے کی ممانعت
ایک شخص نے دریافت کیا کہ میرے اہل خانہ اور بچے
ایک ایسے مقام میں ہیں جہاں طالعون کا زہر ہے۔

میں گھرایا ہوا ہوں اور وہاں جانا چاہتا ہوں۔ فرمایا :

”مت جاؤ۔ وَلَا تَلْعَوْاْ بِأَيْدِيكُمْ إِلَى الْتَمَلُّكَةِ“ (البقرہ: ۱۹۶) پچھلے رات کو اٹھ کر ان کے لیے
دعا کرو۔ یہ بہتر ہوگا نسبت اس کے کہ تم خود جاؤ۔ ایسے مقام پر جانا گناہ ہے۔“

حضرت اقدس کو الہام ہوا۔ اَنْتَ مَعَهَا وَ اَنَا مَعَهَا۔ اِرْحَمِ
قُرْآنی العاطف میں الہام کی حکمت
بِأَيْدِيكُمْ إِلَى الْتَمَلُّكَةِ۔ فرمایا کہ :

اللہ تعالیٰ کا مشاہدہ ہے کہ قرآن شریف کو صل کیا جائے اس واسطے اکثر الہامات جو قرآن شریف کے الفاظ
میں ہوتے ہیں۔ ان کی ایک عملی تفسیر ہو جاتی ہے۔ اس سے خدا تعالیٰ یہ دکھانا چاہتا ہے کہ یہی زندہ اور بابرکت زبان
ہے اور تاکہ ثابت ہو جائے کہ تیرہ سو سال اس سے قبل ہی اسی طرح یہ خدا کا کلام نازل ہوا۔

قرآن مجید میں اس زمانہ اور طاعون کے متعلق پیشگوئیاں

فرمایا کہ :

اس آیت قرآن کریم میں اس زمانہ اور طاعون کے متعلق پیش گوئی ہے۔ وَالْمَوْسَدَةُ عُرْفًا كَمَا الْغَيْبَتِ عَضْفًا۔
 وَالنَّشْرَاتِ لَشْرًا۔ فَالْمُفْرَقَاتِ حُرْجًا۔ فَالْمَلِيْقِيَاتِ ذِكْرًا۔ عُنْدَآ اَوْ سُنْدَآ (المسرات: ۷۶، ۷۷)
 قسم ہے ان ہوائوں کی جو آہستہ چلتی ہیں۔ یعنی پہلا وقت ایسا ہو گا کہ کوئی کوئی واقعہ طاعون کا ہو جایا کرے۔
 پھر وہ زور پکڑے اور تیز ہو جاوے۔ پھر وہ ایسی ہو کہ لوگوں کو پراگندہ کرے۔ اور پریشان خاطر کر دے۔ پھر ایسے
 واقعات ہوں کہ مومن اور کافر کے درمیان فرق اور تیز کر دیں۔ اس وقت لوگوں کو سمجھ آ جائے گی کہ حق کس امر میں
 ہے۔ آہ اس امام کی اطاعت میں یا اس کی مخالفت میں۔ یہ سمجھ میں آنا بعض کے لیے صرف نعمت ہو گا۔ (عندآ)
 یعنی مرتے مرتے اُن کا دل اقرار کر جائے گا کہ ہم غلطی پر تھے اور بعض کے لیے (سُنْدَآ) یعنی ڈرانے کا موجب ہو
 گا کہ وہ توبہ کر کے بدیوں سے باز آویں۔

۱۸ اپریل ۱۹۰۲ء

الہامات

فرمایا کہ آج مات کہ یہ الہام ہوا

إِنِّي مَعَ الرَّسُولِ أَقَوْمٌ
 وَمَنْ يَلُومُهُ الْيَوْمَ
 انْفِطِرًا وَاصْوَمٌ

یعنی میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں و ذمہ لگاؤں کی مدد کروں گا اور جو اس کو ملامت کرے گا۔ اُس کو ملامت
 کروں۔ روزہ افطار کروں گا اور روزہ رکھوں گا یعنی کبھی طاعون بند ہو جائے گی اور کبھی زور کرے گی۔
 نماز جمعہ کے بعد انجمن حمایت اسلام کا اشتہار دربارہ دعا برائے دفیہ طاعون آپ کو دکھایا گیا جس کی تحریک پر اپنے
 طاعون کا مختصر اردو اشتہار لکھا۔

قادیان میں ایک بزرگ بد باطن مخالفت کیا ہوا تھا اس نے اجاب میں سے ایک کو بولا۔ وہ اس کے ساتھ بات

بدگو بد باطن مخالفت اعراض مناسب ہے

کرنے کو گیا۔ حضرت کو خبر ہوئی تو فرمایا کہ :

”ایسے خبیث مفرد کو اتنی عزت نہیں دینی چاہیے۔ کہ اس کے ساتھ تم میں سے کوئی بات کرے“

خوابوں کو جمع کرنے کے لیے ارشاد

فرمایا کہ : مختلف لوگوں کو جو رویا ہوتے ہیں کہ قادیان میں طاعون نہیں ہوگی۔ ان خوابوں کو جمع کر کے شائع کر دینا چاہیے“

اسل مقصد تقدیس رسول ہے

مولوی محمد احسن صاحب ایک کتاب لکھنے کا ارادہ کرتے ہیں۔ ان کو فرمایا کہ :
”اسل میں ہمارا منشاء یہ ہے کہ رسول کریم کی تقدیس ہو اور آپ کی تعریف ہو۔ اور ہماری تعریف اگر ہو تو رسول اللہ کے ذمہ میں ہو“

سلف صالحین کے متعلق مسلک

فرمایا : وفات مسیح یا ایسے مسائل کے متعلق پہلے لوگ جو کچھ کہہ آتے ان کے متعلق ہم حضرت موسیٰ کی طرح یہی کہتے ہیں کہ جلتہ ما جلتہ ذبیحی (الاعراف ۱۸۸) یعنی گذشتہ لوگوں کے حالات اللہ تعالیٰ بہتر دانتھ ہے۔ ان مسائل کے لوگوں کو ہم نے کافی طور پر سمجھا دیا ہے اور محبت قائم کر دی ہے“

ایک اہم کی تشریح

فرمایا : خدا تو چور کا بھی دشمن ہے۔ اگر میں مغزی ہوتا تو وہ مجھے اتنی مہلت کیوں دیتا۔ ہاں اللہ تعالیٰ کی عاقبت

ہیں اسے ہے کہ مخالفی غلطی ہر طرح کے لوگ دنیا میں ہوں تاکہ ایک نفاذہ قدرت سے جو جن دنوں لڑکی پیدا ہوئی تھی اور لوگوں نے پہلا بھی پیدا کرنے کے لیے غور چمایا کہ پیشگوئی غلط نکلی۔ ان دنوں میں یہ ابہام ہوا تھا،

دشمن کا بھی غیب دار نکلا

تیس پر بھی وہ حواد پار نکلا

یعنی مخالفوں نے تو یہ شور مچایا ہے کہ پیشگوئی غلط نکلی، مگر جلد فیہم لوگ سمجھ جائیں گے اور نادان واقف شرمندہ ہوں گے۔

فرمایا: بکہ والوں کو جب فتح کا وعدہ دیا گیا۔ تو ان کو ۱۳ سال اس کے استفسار میں گذر گئے۔ مگر آخر اللہ تعالیٰ کے وعدہ کا دل لگا گیا اور دشمن ہلاک ہو گئے اور نہ وہ کہنا کرتے تھے مَتَى هَذَا الْفَتْحُ (المجدہ: ۲۹)

ابتلا تھمیں کے لیے آتے ہیں

فرمایا: اللہ تعالیٰ تھمیں کرنا چاہتا ہے تاکہ جیسا دوسرے پیروں کا حال ہے۔ ہمارے پاس بھی ہر طرح کے گندے اور ناپاک لوگ شامل نہ ہو جائیں۔ اس واسطے اس قسم کے ابتلا بھی دے میان میں کھاتے ہیں۔

۲۶ اپریل ۱۹۰۲ء

سوالات متعلقہ

بعض فقہی سوالات کے جوابات

پیشکش بعض مضمون کی کہ دید پر ذکوہ ہے یا نہیں؟ فرمایا کہ: "جو زیور استعمال میں آتا ہے اور مثلاً کوئی بیواہ شادی پر ناگاہک کر لے جاتا ہے تو دے دیا جاوے، وہ ذکوہ کے مستثنیٰ ہے۔"

سوال ہوا کہ جو آدمی اس سلسلہ میں داخل نہیں اس کا جنازہ جائز ہے یا نہیں؟ فرمایا:

”اگر اس سلسلہ کا مخالف تھا اور ہیں بُرا کہتا اور کھتا تھا، تو اس کا جنازہ نہ پڑھو اور اگر خاموش تھا اور درمیانی حالت میں تھا، تو اس کا جنازہ پڑھ لینا جائز ہے؛ بشرطیکہ نماز جنازہ کا امام تم میں سے کوئی ہو۔ ورنہ کوئی ضرورت نہیں“ سوال ہوا، کہ اگر کسی جگہ امام نماز حضور کے حالات کے واقف نہیں تو اس کے پیچھے نماز پڑھیں یا نہ پڑھیں؟ فرمایا: پیچھے تمہارا فرض ہے کہ اُسے واقف کرو۔ پھر اگر تصدیق کرے تو بہتر ورنہ اس کے پیچھے اپنی نماز منقطع نہ کر دو اور اگر کوئی خاموش ہے نہ تصدیق کرے نہ تکذیب کرے تو وہ بھی منافق ہے۔ اُس کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔“ فرمایا: اگر کوئی ایسا آدمی جو تم میں سے نہیں اور اُس کا جنازہ پڑھنے اور پڑھانے والے غیر لوگ موجود ہوں اور وہ پسند نہ کرتے ہوں کہ تم میں سے کوئی جنازہ کا پیش امام بنے اور جھگڑے کا خطرہ ہو تو ایسے مقام کو ترک کر دو اور اپنے کسی نیک کام میں مصروف ہو جاؤ۔“

۲۷ اپریل ۱۹۰۲ء

فرمایا: جیسا کہ یہودی فاضل نے اپنی کتاب میں موجودہ عیسائیت درحقیقت پوٹوسی مذہب ہے

جس میں شریعت کا کوئی پاس نہیں۔ اور سوز کھانا اور غیر خون رہنا وغیرہ تمام پانچ تشریحت موسوی کے مخالف ہیں۔ یہ باتیں اصل میں پوٹوسی کی ایجاد ہیں۔ اور اس واسطے ہم اس مذہب کو عیسوی مذہب نہیں کہہ سکتے بلکہ دراصل یہ پوٹوسی مذہب ہے اور ہم تعجب کرتے ہیں کہ حواریوں کو چھوڑ کر اور اُن کی رائے کے برخلاف کیوں ایسے شخص کی باتوں پر اعتبار کر لیا گیا تھا، جس کی ساری عمر یسوع کی مخالفت میں گزری تھی۔ مذہب عیسوی میں پوٹوسی کا ایسا ہی حال ہے جیسا کہ بادانا تک صاحب کی اصل باتوں کو چھوڑ کر ہم بلکہ گورو گو بند سنگھ کی باتوں کو پڑھیں ہی ہے۔ کوئی شنداسی مل نہیں سکتی جس کے مطابق عمل کر کے پوٹوسی میں سے آدمی کے خطوط اناجیل اربعہ کے ساتھ شامل کیے جاسکتے تھے۔ پوٹوسی خواہ مخواہ معتبرین بیٹھا تھا۔ ہم اسلام کی تاریخ میں کوئی ایسا آدمی نہیں پاتے۔ جو خواہ مخواہ صحابی بن بیٹھا ہو۔“

۱۔ الحکمہ جلد ۶ نمبر ۱۶ صفحہ ۷ پرچہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء

۲۔ الحکمہ جلد ۶ نمبر ۱۶ صفحہ ۷ پرچہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء

۲۸ اپریل ۱۹۰۲ء

اشتہارہ افح البلاک الاشاعت کے لیے شیخ یعقوب علی صاحب کی امداد
 اشہارہ افح البلاک کے متعلق حضرت بہت تاکید
 کرتے تھے کہ اس کو بہت جلد شائع کیا جائے۔ مگر مطبع میں ہفتہ کے اندر آٹھ سو چھپ سکتا ہے۔ اس پر شیخ یعقوب
 صاحب نے عرض کیا کہ اعداد و کلم کے ہر دو پر سیل ہم دو دن کے لیے خالی کر دیتے ہیں۔ حضرت نے بہت پسند فرمایا
 اور حکم فرمایا کہ ایسا کیا جائے تاکہ یہ اشتہار وقت پر جلد شائع ہو جائے۔ اقدس تعالیٰ شیخ صاحب موصوف کو جزائے خیر
 دے۔ ان کے مطبع سے اس طرح وقتاً فوقتاً حضرت کے زیادہ ضروری کاموں میں نصرت ملتی رہتی ہے۔

البہام

حضرت اقدس کو البہام ہوا : اِنْفِ اَنْحَا فِظًا مَحْتَمِنٌ فِي الدَّارِ - فرمایا :
 حاسر کے حصے نہیں کھلے کہ اس سے مراد صرف یہ مگر ہے یا قادیان میں جتنے ہمارے سلسلہ کے متعلق مگر
 ہیں۔ مثلاً درساؤں مولوی صاحب کا مگر وغیرہ۔

۲۹ اپریل ۱۹۰۲ء

چراغ الیمن جنوبی کا توبہ نامہ

نمبر کے وقت فرمایا :

میاں چراغ الیمن جنوبی داسے نے اپنا توبہ نامہ بھیج دیا ہے۔ یہ من کی بڑی سعادت ہے اور ہم اسے ہیں کہ
 انہوں نے دراصل کوئی اعتراض نہیں کیا تھا بلکہ حدیث نفس اور اشعارت احلام سے ایک دو کوا لگ جا کے ہے۔ شیخ
 یعقوب علی حکم میں شائع کر دیں کہ سب لوگ ان کو اپنا بھائی بھیجیں اور مقلق کے ساتھ ان سے پیش آویں۔

۲۸ اپریل کے البہام کا ذکر تھا۔ فرمایا کہ :

”ہم تو چاہتے ہیں کہ ہمارا گھرانہ بڑا ہو تاکہ سارے جماعت داسے اس کے امداد آجائے۔“

میسائیتوں کے باہمی اختلافات کا ذکر عتا اور ایک کتاب پڑھی
 جاری تھی جس میں یہ ذکر ہے کہ جو وہ مذہب مسیوی اہل میں

پلوں نے فریب ہی سے بنایا ہے صحیح کا یہ مذہب رہ عتا حضرت اقدس نے فرمایا کہ
 ”دیکھو یہ لوگ آپ ہی میسائیت کی جڑیں کاٹ رہے ہیں کیونکہ لکھا ہے کہ اگر مسیح و قبل کہ نہ مارے گا تب ہی
 وہ گل گل کر مر جائے گا“

۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء

الہام

فرمایا: آج رات کو الہام ہوا:

وَلَا إِلَهَ إِلَّا أَنَا فَاعْبُدْنِي

یعنی اگر سنت اللہ اور میری اس طرح پر نہ ہوتا کہ انہما بھرا خیر میں ہلاک ہوا کریں۔ تو اب بھی بڑے بڑے
 مخالف جلد تباہ ہو جاتے لیکن چونکہ بڑے مخالف ہو سکتے ہیں۔ ان میں ایک عربی اور عجم اور بہت اور لوگوں پر
 حکمرانی اور اثر ڈالنے کی ہوتی ہے۔ اس واسطے ان کے متعلق یہ امید بھی ہوتی ہے کہ شاید لوگوں کے حالات سے
 عبرت پڑ کر توبہ کریں اور دین کی خدمت میں اپنی قوتوں کو کام میں لادیں۔

فرمایا: اس بات میں بڑی لذت ہے کہ انسان خدا کے وجود کو سمجھے کہ وہ یہ ہے اور رسول کو برحق جاننے انسان
 کو چاہیے کہ اپنے گناہوں کے مطابق اپنی معیشت کو حاصل کرے اور دنیا کی بہت مٹا دیا بیوی کی خواہش کے
 پیچھے نہ پڑے۔“

۵ مئی ۱۹۰۲ء

الہامات

رات کے تین بجے حضرت اقدس کا الہام ہوا:

۱۰ الحکمہ جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۷-۸ پرچہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء

۱۱ الحکمہ جلد ۶ نمبر ۱۹ صفحہ ۸ پرچہ ۳۰ اپریل ۱۹۰۲ء

إِنِّي أَحَافِظُ كُلَّ مَنٍّ فِي الدَّارِ إِلَّا الَّذِينَ عَلَوْا بِمَنِّ كِبَارِ

یعنی میں دار کے اندر رہنے والوں کی حفاظت کروں گا۔ سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے منجرت کے ساتھ ملوکیا فرمایا: ملو دو تم کا ہوتا ہے۔ ایک جائز ہوتا ہے اور دوسرا ناجائز۔ جائز کی مثال وہ علو ہے جو حضرت موسیٰ علیہ السلام میں تھا اور ناجائز کی مثال وہ علو تھا جو فرعون میں تھا۔ اور فرمایا کہ صبح کی نماز کے بعد یہ الہام ہوا:

إِنِّي أَرَى السَّمَلَاتِ كَتَّةَ الشَّيْطَانِ

یعنی میں سخت فرشتوں کو دیکھتا ہوں جیسا کہ مثلاً ملک الموت وغیرہ ہیں۔

فرمایا کہ: خدا کے غضب شدید سے بغیر تقویٰ و طہارت کے کوئی نہیں بچ سکتا۔ پس سب کو چاہیے کہ تقویٰ و طہارت کو اختیار کریں اور اگر کوئی فاسق اور فاجر دار میں داخل ہو جائے، تو اس کا بچ رہنا یقینی کیونکر ہو سکتا ہے۔ ہاں اس میں پھر بھی ایک قسم کی خصوصیت کی گئی ہے۔ کیونکہ جو لوگ ملو استکبار نہ کریں۔ ان کی حفاظت اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے۔ لیکن إِنَّهُ أَرَى الْقَرْيَةَ فِيهَا أُمَّةٌ يَدْعُونَ بِلِسَانٍ شَدِيدٍ سَبَّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ فِي الْبُيُوتِ وَالْحُرُوفِ سَبَّحُوا بِحَمْدِ اللَّهِ فِي الْبُيُوتِ وَالْحُرُوفِ۔ اور گناہ کی طرف نہ جھکے۔ گلیں نہ کھینچیں۔ منجرت علو کرنے والوں کے استثناء کی مثال ایسی ہے جیسا کہ ایک کافر نے حضرت رسول کریم کے زمانہ میں بیت اللہ کی پناہ لی تھی۔ تو آنحضرت علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا کہ اس کو اسی جگہ قتل کر دو۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کا گھر مُفسد کو پناہ نہیں دیتا۔

اس گاؤں میں دراصل اس قسم کے سخت دل اور مخالفت دین اسلام لوگ موجود ہیں کہ اگر اس سلسلہ کا اکرام ملے ہوتا تو یہ سارا گاؤں ہلاک ہو جاتا۔ اور اب بھی اگرچہ ممکن ہے کہ بعض دار داتیں ہوں، مگر تاہم اللہ تعالیٰ ایک ماہ الامتیاز قائم رکھے گا۔

سیونگ بینک اور تجارتی کارخانوں کے سود کا حکم

ایک شخص نے ایک لمبا خط لکھا کہ سیونگ بینک کا سود اور دیگر

تجارتی کارخانوں کا سود جائز ہے یا نہیں۔ کیونکہ اس کے ناجائز ہونے سے اسلام کے لوگوں کو تجارتی معاملات میں بڑا نقصان ہو رہا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ ایک اجتہادی مسئلہ ہے اور بینک کے اس کے سارے پہلوؤں پر غور نہ کی جائے اور ہر قسم کے ہرج اور فائدہ جو اس سے حاصل ہوتے ہیں وہ ہمارے سامنے پیش نہ کیے جاویں ہم اس کے

متعلق اپنی رائے دینے کے لیے تیار نہیں ہیں کہ یہ جائز ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ہزاروں طریق روپیہ کمانے کے پیدا کیے ہیں۔ مسلمان کو چاہیے کہ ان کو اختیار کرے اور اس سے پرہیز رکھے۔ ایمان صرف دوستی سے وابستہ ہے اور اللہ تعالیٰ کے احکام کو اس طرح سے ٹال دینا گناہ ہے۔ مثلاً اگر دنیا میں سڑک کی تجارت ہی سب سے زیادہ نفع مند ہو جاوے تو کیا مسلمان اس کی تجارت شروع کر دیں گے۔ ہاں اگر ہم یہ دیکھیں کہ اس کو چھوڑنا اسلام کے لیے ہلاکت کا موجب ہوتا ہے۔ تب ہم حَتْمًا مَطْمَئِنَّةً خَيْرًا بِنَاوَجٍ وَلَا عَاجِدًا (الانعام، ۱۲۶) کے نیچے لاکر اس کو جائز کہیں گے مگر یہ کوئی ایسا امر نہیں اور یہ ایک خانگی امر اور غرضی کا مسئلہ ہے۔ ہم فی الحال بڑے بڑے عظیم انسان امور دینی کی طرف متوجہ ہیں۔ ہمیں تو لوگوں کے ایمان کا نفسک پڑا ہوا ہے۔ ایسے ادنیٰ امور کی طرف ہم توجہ نہیں کر سکتے۔ اگر ہم بڑے عالیشان بہتات کو چھوڑ کر ابھی سے ایسے ادنیٰ کاموں میں لگ جائیں تو ہماری مثال اس بادشاہ کی ہوگی جو ایک مقام پر ایک محل بنانا چاہتا ہے، مگر اس جگہ بڑے شیر اور درندے اور سانپ ہیں اور نیز مکتھیاں اور چوٹیال ہیں۔ پس اگر وہ پہلے درندوں اور سانپوں کی طرف توجہ نہ کرے اور ان کو ہلاکت تک نہ پہنچائے اور سب سے پہلے مکتھیوں کے فنا کرنے میں مصروف ہو تو اس کا کیا حال ہوگا۔ اس سائل کو لکھنا چاہیے کہ تم پہلے اپنے ایمان کا فکر کرو اور دو چار ماہ کے واسطے یہاں آکر ٹھہرو، تاکہ تمہارے دل و دماغ میں روشنی پیدا ہو اور ایسے خیالات میں نہ پڑو۔

۲۶ مئی ۱۹۰۲ء

۲۶ مئی ۱۹۰۲ء کو ۹ بجے دن کے قدام حضرت
آقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی خدمت میں

جماعت کو مباحثوں اور مقابلوں کی ممانعت

عاضر ہونے تو ممانعت بائوں کے تذکرہ کے اشار میں فرمایا:

”میں بڑی تاکید سے اپنی جماعت کو جہاں کہیں وہ ہیں منع کرتا ہوں کہ وہ کسی قسم کا مباحثہ مقابلہ اور مجادلہ نہ کریں۔ اگر کہیں کسی کو کوئی درشت اور نالایق بات کہنے کا اتفاق ہو، تو اعرام نہ کرے۔ میں بڑے دُلق اور پستے ایمان سے کہتا ہوں کہ میں دیکھ رہا ہوں کہ ہماری تائید میں آسمان پر خاص تیاری ہو رہی ہے۔ ہماری طرف سے ہر پہلو کے لحاظ سے لوگوں پر رحمت پوری ہو چکی ہے۔ اس لیے اب خدا تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس کارروائی کے کرنے کا ارادہ فرمایا ہے جو وہ اپنی سنتِ قدیم کے موافق اتمامِ حجت کے بعد کیا کرتا ہے۔ مجھے خوف ہے کہ

لے الحکمہ جلد ۶ نمبر ۱ صفحہ ۱۰-۱۱ پرچہ ۱۰ مئی ۱۹۰۲ء

اگر ہماری جماعت کے لوگ بزرگانوں اور فضول جموں سے باز رہیں گے، تو ایسا نہ ہو کہ آسمانی کارروائی میں کوئی تاخیر اور روک پھینکا ہو جائے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہمیشہ اس کا قاب ان لوگوں پر ہوتا ہے جن پر اس کے فضل اور عطایات بے شمار ہوں اور جنہیں وہ اپنے نشانات دکھا چکا ہوتا ہے۔ وہ ان لوگوں کی طرف ہمیں متوجہ نہیں ہوتا کہ انہیں عتاب یا خطاب یا ملامت کرے جن کے خلاف اس کا آخری فیصلہ نافذ ہونا ہوتا ہے؛ چنانچہ ایک طرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا ہے۔ **فَاذْبُرْ كَمَا صَبَرُوا لَوْلَا الْعَزْمُ مِنَ الرَّسُولِ وَلَا تَسْتَعْجِلْ لِقَوْمِ** (الاحزاب: ۲۷) اور فرمایا ہے۔ **وَلَا تَسْجُدْ كَسَجْدِ الْجَنَابِ الْحَدِيثِ** (الانعام: ۲۷) اور فرمایا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بہت جلد فیصلہ کفار کے حق میں چاہتے تھے، مگر خدا تعالیٰ اپنے مصالح اور سنن کے لحاظ سے بڑے توقف اور حلم کے ساتھ کام کرتا ہے، لیکن آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمنوں کو ایسا کچلا اور بیا کھانے کا نام و نشان مٹا دیا۔ اسی طرح پر ہمکن ہے کہ ہماری جماعت کے بعض لوگ طرح طرح کی گالیاں، انہجراں پر ملازیاں اور بزرگانیاں خدا تعالیٰ کے پتے سلسلے کی نسبت سنگسار اضطراب اور استعجال میں پڑیں۔ مگر انہیں خدا تعالیٰ کی اس سمیت کو جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ برتی گئی ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھنا چاہیے۔ اس لیے میں پھر اور بار بار بتا کر حکم کرتا ہوں کہ جنگ جہاد کے مجموعوں، تحریکوں اور تقریروں سے کنارہ کشی کرو۔ اس لیے کہ جو کام تم کرنا چاہتے ہو یعنی دشمنوں پر رحمت پوری کرنا وہ اب خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ میں لے لیا ہے۔

تہا را کام اب یہ ہونا چاہیے کہ عبادوں اور استغفار اور عبادت الہی اور تزکیہ و تصفیہ نفس میں مشغول ہو جاؤ۔ اس طرح اپنے سین میں سخی بناؤ خدا تعالیٰ کی عنایات اور توجہات کا جن کا اس نے وعدہ فرمایا ہے؛ اگرچہ خدا تعالیٰ کے میرے ساتھ بڑے بڑے وعدے اور پیشگوئیاں ہیں جن کی نسبت یقین ہے کہ وہ پوری ہوں گی، مگر تم خواہ خواہ ان پر مغرور نہ ہو جاؤ۔ ہر قسم کے حسد کینہ بغض، قیمت اور دیگر اور رعونت اور فسق و جور کی ظاہری اور باطنی راہوں اور کسل اور غفلت سے بچو اور خوب یاد رکھو کہ انجام کار ہمیشہ متیقنوں کا ہوتا ہے۔ جیسے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَالَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لَنُدْخِلَنَّهُمُ الْجَنَّاتِ الْجَنَّةِ الَّتِي فِيهَا جَارُونَ** (الاعراف: ۴۲) اس لیے معنی بننے کی فکر کرو۔

حضرت مولانا عبدالحکیم صاحب نے ذکر کیا کہ حضور کی بیماری

سلسلہ احمدیہ کی عزت و عظمت کی شدت میں میرے دل میں بہت دقت پیدا ہوئی، تو میں نے

بہت دعا کی کہ مولانا کریم اسلام کی عزت و عفو کی عزت۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور بالآخر تیری اپنی عزت اور جلال کے انہجراں کا بھی اس وقت ہی ذریعہ ہے۔ تو اس پر فرمایا:

بیماری کی شدت میں جبکہ یہ گمان ہوتا تھا کہ رُوح پر واؤ کر جائے گی۔ مجھے بھی الہام ہوا۔

اللَّهُمَّ إِنَّ أَخْلَقْتَ لِحَدِيثِ الْعَصَابَةِ فَكُنْ تَعَبُدِي فِي الْآخِرَةِ مِنْ أَبَدًا۔

یعنی اے خدا اگر تو نے اس جماعت کو ہلاک کر دیا تو پھر اسکی جگہ اس زمین میں تیری پرستش کبھی نہ ہوگی۔

فرمایا: یقیناً یاد رکھو۔ یہ سلسلہ اس وقت اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے قائم کیا ہے۔ اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہوتا، تو دُنیا میں نصرانیت پھیل جاتی اور خدائے وحدہ لا شریک کی توحید قائم نہ رہتی۔ یا یہ مسلمان ہوتے جو اپنے ناپاک اور جھوٹے عقیدوں کے ساتھ نصرانیت کو مدد دیتے ہیں اور ان کے مہمود اور خدا بناتے ہوتے ربح کے لیے میدانِ خالی کرتے ہیں۔ یہ سلسلہ اب کسی ہاتھ اور طاقت سے نابود نہ ہوگا۔ یہ منور بڑھے گا اور چھوٹے گا اور خدا کی بڑی بڑی برکتیں اور فضل اس پر ہوں گے جب تمہیں خدا کے زندہ اور مبارک وعدہ ہر روز ملتے ہیں اور وہ تسلی دیتا ہے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں اور تمہاری دعوت زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا۔ پھر ہم کسی کی تحقیر اور گالی گلوچ پر کیوں مضطرب ہوں گے۔

۳۰ مئی ۱۹۰۲ء

مامورین کی تجبید اور مدح و ثنا کی حقیقت

۳۰ مئی ۱۹۰۲ء کی شام کو مختلف باتوں کے تذکرہ میں یہ ذکر شروع ہوا کہ لوگ جناب کے اس فقرہ

پر کہ میں سیرج اور حسین سے بڑھ کر ہوں بہت جھٹلا رہے ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

”دُنیا میں دو قسم کے لوگ ہوتے ہیں۔ ایک تو وہ جو خواہ مخواہ بلا کسی قسم کے استحقاق کے اپنے تئیں محامد۔

مناب اور صفاتِ محمودہ سے موصوف کرنا چاہتے ہیں۔ گو وہ یہ چاہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کی کبریائی کی چادر آپ اڑھ میں۔ ایسے لوگ لعلی ہوتے ہیں۔

دوسری قسم کے وہ لوگ ہوتے ہیں جو طبعاً ہر قسم کی مدح و ثنا اور منقبت سے نفرت اور کراہت کرتے ہیں۔

اور اگر وہ اپنے اختیار پر چھوڑ دیئے جائیں تو دل سے پسند کرتے ہیں کہ گوشہ گنہامی میں زندگی گذار دیں۔ گو خدا تعالیٰ

اپنے مصالح اور باریک حکمتوں کی بنا پر ان کی تعریف اور تجبید کرتا ہے اور درحقیقت ہونا بھی اسی طرح چاہیے۔

کیونکہ جن لوگوں کو وہ مامور کر کے بھیجتا ہے۔ ان کی ماموریت اس کا منشاء یہ ہوتا ہے کہ اس کی حمد و ثنا اور جلال

دُنیا میں ظاہر ہو۔ اگر ان ماموروں کی نسبت وہ یہ کہے کہ فلاں مامور جسے میں نے مجتوٰث کیا ہے ایسا کتہہ بڑول نالائق
کیسہ۔ بے فائدہ اور ہر قسم کے فضائل سے عاری اور بیگانہ ہے تو کیا خدا تعالیٰ کی اس کے ذریعہ سے کوئی صفت قائم
ہو سکتی؟ حقیقت میں خدا کا ان کی تجہد اور مراج اور فضائل بیان کرنا اپنے ہی جلال اور عظمت کی تہئید کے
پہلے ہوتا ہے۔

وہ تو اپنے نفس سے بالکل خالی ہوتے ہیں اور ہر قسم کے مدح و ذم سے بے پردا ہوتے ہیں؛ چنانچہ
سالہا سال اس سے پہلے جبکہ نہ کوئی مقابلہ تھا نہ گرد و پیش میں کوئی جمع تھا۔ نہ یہ مجلس اور اس کی کوئی تہئید تھی
اور نہ دُنیا میں کوئی شہرت تھی۔

خدا تعالیٰ نے براہین احمدیہ میں میری نسبت یہ فرمایا کہ :

يَعْمَدُكَ اللهُ مِنْ عَرْشِهِ - مُحَمَّدُكَ وَنَعْتِي - كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ وَإِخْتِيارًا
لِلْمُؤْمِنِينَ - يَا أَحْمَدُ فَامْنِتِ الرَّحْمَةَ عَلَى شَفَعَتِي - إِنَّكَ يَا عَيْنِنَا - يُرْفَعُ اللهُ ذِكْرَكَ وَصِيَّةُ
رَحْمَتِهِ عَلَيْكَ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - يَا أَحْمَدِي أَنْتَ مُلَوِّحِي وَمَعِي عَرْسُكَ كَمَا مَتَكَ سَيْدِي -
يَا أَحْمَدُ يُتَدَرَّسُ مِنْكَ وَلَا يُتَدَرَّسُونَ - بَوَّكْتُ يَا أَحْمَدُ وَكَانَ مَا بَاذَكَ اللهُ فِيكَ عَقَابَتِكَ -
شَأْنُكَ جَنِيْبٌ وَاجْرُكَ حَرِيْبٌ - إِنْ جَاءَ عَلَيْكَ لِلنَّاسِ إِمَامًا - أَنْتَ وَجِيْهِ فِي حَضْرَتِي - اخْتَرْتُكَ
لِلنَّفْسِ - الْأَرْضُ وَالسَّمَاءُ مَعَكَ كَمَا هُوَ مَعِي - وَسِعْتُكَ سِعْرِي - أَنْتَ مِثْقَلِي بِمِثْقَلِي لَوَاعِيْدِي
وَأَعْرَيْدِي - سُبْحَانَ اللهِ تَبَارَكَ وَتَعَالَى زَادَ جَعْدَكَ - سَلَامًا عَلَيْكَ جُعِلْتُ مَبَادِكًا - وَإِنْ
فَعَلْتِكَ عَلَى الْفُلَيْنِ - وَفَعَلْتُ مَنَا بِنِي أَدَمَ وَكُنْتُمْ عَلَى بَعْضِهِمْ عَلَى بَعْضٍ - دَفِي فَعَلْتُ فِي فِكَانٍ
قَابٍ فَوَسِيْعِي أَوْ أَدْفِي - وَإِنْ عَلَيْكَ رَحْمَتِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ - وَأَلْقَيْتُ عَلَيْكَ عَجَبِي مِثْقَلِي -
وَلَقَدْ صَنَعْتُ عَلَى عَيْنِي - يَعْمَدُكَ اللهُ وَيَعْمَدُ عَلَيْكَ - خَلَقَ أَدَمَ فَكَرَّمَهُ - جَرَعْتُ اللهُ فِي حَلْلِ الْأَنْبِيَاءِ
أَنْتَ مِثْقَلِي وَإِنَّا مَعَكَ خَلَقْتُ لَكَ لَيْلًا وَنَهَارًا - اِعْتَدْ مَا شِئْتَ فَدَعُوْنَا نَك - أَنْتَ مِثْقَلِي
بِمِثْقَلِي لَا يَلْفَهَا الْخَلْقُ - وَيَعْمَدُكَ اللهُ وَتَوَلَّيْتُ يَعْصِمُكَ النَّاسُ يَعْمَدُكَ اللهُ - أَنْتَ الْمَيْلِي
الَّذِي لَا يَمْنَعُ وَقْتَهُ - كَيْفَ لَكَ دُرٌّ لَا يُعْنَا عُر - أَنْتَ السَّيْفُ الْمَسِيْمُ وَإِنِّي مَعَكَ وَمَع
أَنْصَارِكَ - وَأَنْتَ إِسْمِي الْأَعْلَى وَأَنْتَ مِثْقَلِي بِمِثْقَلِي لَوَاعِيْدِي وَأَعْرَيْدِي وَأَنْتَ مِثْقَلِي
بِمِثْقَلِي الْمَعْبُودِينَ - عَلَيْكَ بَرَكَاتٌ وَسَلَامٌ - سَلَامٌ قَوْلًا مِنْ رَبِّ رَحِيْمٍ - مَخْلَعًا لِحَقِّ -
وَأَنْتَ مِثْقَلِي مَبْدَأُ الْأَمْرِ - وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوَى إِنْ هُوَ إِلَّا وَحْيٌ يُوحَى -

فرمایا۔ میں اپنے قلب کو دیکھ کر یقین کرتا ہوں کہ ان انبیاء علیہم السلام طبعاً ہر قسم کی تعریف اور مدح و ثنا سے

کراہت کرتے تھے، مگر جو کچھ خدا تعالیٰ نے اُن کے حق میں بیان فرمایا ہے اور میں خدا تعالیٰ کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ یہ الفاظ میرے الفاظ نہیں خدا تعالیٰ کے الفاظ ہیں۔ اور یہ اس لیے کہ خدا تعالیٰ کی عزت اور جلال اور عظمت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت اور عظمت اور جلال کو فناک میں بلا دیا گیا ہے اور حضرت یسٰیؑ اور حضرت حسین کے حق میں ایسا فلوا اور اطرا کیا گیا ہے کہ اس سے خدا کا عرش کا پنا ہے۔

اب جبکہ کروڑ ہا آدمی حضرت یسٰی کی مدح و ثنا سے گمراہ ہو چکے ہیں اور ایسا ہی بے انتہا مخلوق حضرت حسین کی نسبت فلوا اور اطرا کر کے ہلاک ہو چکی ہے تو خدا کی مصلحت اور غیرت اس وقت یہی چاہتی ہے کہ وہ تمام عزتوں کے کپڑے جو بیجا طور پر اُن کو پہنائے گئے تھے۔ اُن سے اتار کر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور خدا تعالیٰ کو پہنائے جاویں پس ہماری نسبت یہ کلمات درحقیقت خدا تعالیٰ کی اپنی عزت کے اظہار اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت کے اظہار کے لیے ہیں۔

فرمایا: میں صفا کہتا ہوں کہ میرے دل میں اسی اور حقیقی پوشش یہی ہے کہ تمام حامد اور مناقب اور تمام صفات جیدہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کروں۔ میری تمام تر خوشی اسی میں ہے اور میری بدبختی کی اصل غمخیزی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی توحید اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و دنیا میں قائم ہو۔ میں یقیناً جانتا ہوں کہ میری نسبت جس قدر تعریفی کلمات اور تجیدہ باتیں اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں۔ یہ بھی درحقیقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف راجع ہیں۔ اس لیے کہ میں آپ کا ہی غلام ہوں اور آپ ہی کے شکوہ و بیزاری سے نوز حاصل کرنے والا ہوں اور مستقل طور پر ہمارا کچھ بھی نہیں۔ اسی سبب سے میرا یہ پختہ عقیدہ ہے کہ اگر کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد یہ دعویٰ کرے کہ میں مستقل طور پر بلا استغناء آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے مأمور ہوں اور خدا تعالیٰ سے تعلق رکھتا ہوں تو وہ مردود اور مخذول ہے۔ خدا تعالیٰ کی ابدی ٹہر لگ چکی ہے۔ اس بات پر کہ کوئی شخص وصول الی اللہ کے دروازہ سے آہنیں سکتا ہے۔ بجز اتباع آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے۔

۳۱ مئی ۱۹۰۲ء

شرک تین قسم کا ہے۔ اول یہ کہ عام طور پر بت پرستی۔ ودھت پرستی وغیرہ کی بنا پر۔
یہ سب سے عام اور موٹی قسم کا شرک ہے۔ دوسری قسم شرک کی یہ ہے کہ اسباب پر

شرک کی اقسام

مد سے زیادہ بھر دیا جاوے کہ فلاں کام نہ ہو تا تو میں ہلاک ہو جاتا۔ یہ بھی شُرک ہے۔ تیسری قسم شُرک کی یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وجود کے سامنے اپنے وجود کو بھی کوئی شے سمجھا جاوے۔ سولے شُرک میں تو آجکل اس روشی اور عقل کے زمانہ میں کوئی گرفتار نہیں ہوتا۔ البتہ اس مادی ترقی کے زمانہ میں شُرک کی الاسباب بہت بڑھ گیا ہے۔ طاعون کے پھیلنے پر یہ کوئی خیال نہیں کرتا کہ شاستہ اعمال سے پھیلی ہے اور اور اسباب کی طرف توجہ کرتے ہیں۔

نماز عربی زبان میں پڑھنی چاہیے
نماز اپنی زبان میں نہیں پڑھنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ نے جس زبان میں قرآن شریف رکھا ہے، اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔

ہاں اپنی حاجتوں کو اپنی زبان میں خدا تعالیٰ کے سامنے بعد مستحسن طریق اور اذکار کے بیان کر سکتے ہیں، مگر اصل زبان کو ہرگز نہیں چھوڑنا چاہیے۔ عیسائیوں نے اصل زبان کو چھوڑ کر کیا پھل پایا۔ کچھ بھی باقی نہ رہا۔

قرآن مجید میں طاعون کے متعلق پیشگوئی
قرآن شریف پر فوراً کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ طاعون سے کوئی جگہ باقی نہ رہے گی۔ جیسے فرمایا

ہے۔ اِنْ تَمَنَّٰ قَرْيَةً اِلَّا مَضَعْنَا بِهَا قَبْلَكَ يَوْمَ اِنْفِاصِنَا مَبْدَاً مُّعَذِّبًا لِّهَا۔ (یعنی اسرائیل ۱۰۹)۔
اس سے لازم آتا ہے کہ کوئی قریہ جس طاعون سے باقی نہ رہے۔ اس لیے قادیان کی نسبت یہ فرمایا۔ اِنَّهَا اَوْدِي الْقَرْيَةِ۔ یعنی اس کو انتشار اور آفات قری سے اپنی پناہ میں لے لیا۔ سزائیں دو قسم کی ہوتی ہیں۔ ایک بالکلیت ہلاک کرنے والی۔ جس کے مقابلہ میں فرمایا۔ لَا اِلٰهَ اِلَّا كُوْنُ لَهَا لَكُمُ الْمَقَامُ۔ یعنی یہ مقام ہلاک سے بچایا جائے گا۔

دوسری قسم کی سزا بطور تعذیب ہوتی ہے۔ فرض خدا تعالیٰ نے قادیان کو ہلاکت سے محفوظ رکھا ہے اور تعدی سزا ممنوع نہیں بلکہ ضروری ہے۔

آیات اٹھ
دانے کا کیا وجود ہوتا ہے، لیکن جمع کیے جاویں تو سیری کا موجب ہو جاتا ہے۔ ایک سیر خام میں قریباً پندرہ ہزار کے دانے ہوتے ہیں۔ جس سے ایک آدمی کو بئی سیر ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر آیات اٹھ کو اگر جمع کیا جاوے اور قدر کی جاوے تو وہ روحانی سیری کا موجب ہو جاتی ہیں۔ ہمارے نشانات کو اگر کجانی طور پر دیکھا جاوے تو ان کی قوت اور شوکت معلوم ہوتی ہے۔

ایک نشان
 آج کل جو ایک چارو کی وجہ سے جزائر غرب الہند میں سینٹ پیری اور مارٹینیک
 ہلاک ہوئے ہیں۔ ان کے متعلق تذکرہ کرتے ہوئے فرمایا :
 ٹونڈ کی بستی پر بھی اسی طرح پتھر برسے جیسے کہ آتش فشاں سے پڑتے ہیں۔ یہ قانون قدرت ہے۔
 موجودہ واقعہ جو ہلاکت کا ہے۔ یہ مسیح کے زمانہ کا ایک نشان ہے۔

قرآن کے ذریعہ توریث کی اصلاح
 ہم قرآن کریم کے ذریعہ توریث کی اصلاح کرنا چاہتے
 ہیں۔ توریث کے ذریعہ قرآن کی اصلاح کن نہیں چاہتے
 توریث کا مقابلہ ہی قرآن سے کیا ہے۔ جہاں قرآن اور توریث کا اختلاف ہے وہاں صاف نظر آئے کہ توریث
 میں ایک گند اور جھوٹ ہے جو بعد میں ملا دیا گیا ہے۔

انبیاء اور مامورین کی ابتداء
 انبیاء اور مامور ہمیشہ کوزہ چماتے ہیں۔ ابتداء میں حیران و ذلیل
 نظر آتے ہیں۔ فلسفی ان کو حقارت کی نگاہ سے دیکھتا ہے لیکن
 آخر خدا تعالیٰ کی قدرت کا ظہور ہوتا ہے۔

۱۳ جون ۱۹۰۲ء

مردوں کا جی اٹھنا
 ہم خدا تعالیٰ کے اسی قانون قدرت کو مانتے ہیں جو قرآن شریف میں بیان ہوا
 ہے۔ جو مردہ ایسے ہیں کہ قبر میں رکھے جاتے ہیں۔ اور ان کے پاس ملائکہ
 آتے ہیں۔ ان کی نسبت قرآن شریف کا یہی فتویٰ ہے **فَيُنسِفُ الْكَافِرَ قَلْبًا عَلَىٰ لِسَانِ الْمَلَكِ** (الزمر ۳۴) مگر
 بزرگ دیگر فریقین موت میں ایسا بھی ہوتا ہے، چنانچہ اس قسم کے واقعات خود ہمارے سامنے بھی پیش آئے
 ہیں، چنانچہ مبارک کے متعلق اس قسم کی موتیں **فَيُنسِفُ الْكَافِرَ قَلْبًا عَلَىٰ لِسَانِ الْمَلَكِ** سے نہیں۔ اور وہ یہ
 احوال ہے جس پر ہم ایمان لاتے ہیں کہ مردہ جی اٹھتا ہے۔
 طعن خدا تعالیٰ نے جو قانون بنا دیا ہے اسے ہم مانتے ہیں۔ اگر اس پر اقبال نہ کریں اور یقین نہ لائیں تو

ان اٹھ جہانوں پر خدا تعالیٰ کا قانون قدرت جو کتاب اللہ میں درج ہے۔ اس پر ہمارا ایمان ہے اور ہم اس پر بھی ایمان لاتے ہیں کہ خدا تعالیٰ اپنی صفات کے خلاف نہیں کرتا۔ مثلاً کوئی بے کہ خدا تعالیٰ قادر ہے تو کیا خودی بھی کر لیتا ہے؟ ہم اس کے جواب میں کہیں گے کہ کسی نہیں کیونکہ **لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ** (العنقرہ: ۲۵) کوئی صفت اس سے منسوب نہیں کر سکتے۔ وہ اپنی صفات قدریہ کے خلاف نہیں کرتا۔ غرض اچھائے موقی اور قانون قدرت کے متعلق ہمارا یہ مذہب ہے کہ ہم اس اچار کے قائل ہیں جو قرآن شریف نے بیان کیا ہے اور وہ قانون قدرت، ہمارا امام ہے جو قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے۔ یورپ کا فلسفہ اور اس کی محدود تحقیقاتیں ہمارے لیے رہبر نہیں ہو سکتی ہیں۔

ہمارا خدا قادر خدا ہے
 ہم اپنے خدا تعالیٰ پر یہ قوی ایمان رکھتے ہیں کہ وہ اپنے صادق بندہ کو کبھی مٹانے نہیں کرتا۔ حضرت ابراہیمؑ کی طرح اگر وہ آگ میں ڈالا جاتا تو وہ آگ اس کو جلا نہیں سکتی۔ ہمارا مذہب یہی ہے کہ ایک آگ نہیں اگر ہزار آگ بھی ہو تو وہ جلا نہیں سکتی۔ صادق اُس میں ڈالا جاوے تو مزور بچ جاوے گا۔ ہم کو اگر اس کام کے مقابلہ میں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے۔ آگ میں ڈالا جاوے، تو ہمارا یقین ہے کہ آگ جلا نہیں سکے گی اور اگر شیروں کے بچرو میں ڈالا جاوے تو وہ کھانہ سکھیں گے۔ میں یقیناً کہتا ہوں کہ ہمارا خدا وہ خدا نہیں جو اپنے صادق کی مدد نہ کر سکے، بلکہ ہمارا خدا قادر خدا ہے جو اپنے بندوں اور اس کے ظہروں میں ماہر الامتیا رکھ دیتا ہے۔ اگر ایسا نہ ہو تو پھر دعا بھی ایک فضول شے ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جو کچھ میں خدا تعالیٰ کی نسبت بیان کرتا ہوں اس کی قوتیں اور طاقتیں اس سے بھی کروڑوں درجے بڑھ کر ہیں جن کو ہم بیان نہیں کر سکتے۔

ہمارا ایمان ہے کہ اگر قریش مکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑ کر آگ میں ڈال دیتے، تو وہ آگ ہرگز ہرگز آپ کو جلا نہیں سکتی تھی۔ اگر کوئی بعض اس بنا پر کہ آگ اپنی تاثیر نہیں چھوڑتی۔ انکار کرے تو وہ غیبت اور کافر ہے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے جب ان سب دشمنوں کو مخاطب کر کے یہ کہہ دیا۔ **يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا اِنَّ هٰذَا لَآيٰتُ الْاٰلِ الْاٰخِرٰتِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَبُوْنَ** (صود: ۵۶) تم سب کو کر کے دیکھ لو میں اس کو ضرور پچالوں گا۔ پھر اگر کوئی یہ وہم بھی کرے کہ آگ میں ڈالتے تو معاذ اللہ جل جلالہ یہ کفر ہے قرآن شریف سچا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدے سچے ہیں وہ کوئی بھی جیل اور فریب آپ کی جان لینے کے لیے کرتے۔ اللہ تعالیٰ ضرور ان کے گزند سے محفوظ رکھتا جیسا کہ محفوظ رکھ کر دکھا دیا۔ خواہ وہ صلیب کا ٹکڑے خواہ آگ میں ڈالنے کا۔ غرض کوئی بھی کہتا ہے کہ آخر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے وعدے کے موافق صادق ثابت ہوتے۔ جیسا کہ ہوتے۔ جس طرف ہم اپنی جماعت کو کھینچنا چاہتے ہیں وہ یہی عظیم الشان مرحلہ خدا شناسی کا ہے اور ہم یقین رکھتے ہیں

کہ انشاء اللہ تعالیٰ آہستہ آہستہ سب کچھ ہو جاوے گا۔

تبلیغ کا جو شس
 ہمارے اختیار میں ہو تو ہم فیضوں کی طرح گھڑ بے گھر چکر خدا تعالیٰ کے سچے
 دین کی اشاعت کریں اور اس ہلاک کرنے والے شرک اور کفر سے جو دنیا میں پھیلا
 ہوا ہے۔ لوگوں کو بچالیں۔ اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھادے تو ہم خود پھر کہ اور دورہ کر کے تبلیغ کریں اور
 اسی تبلیغ میں زندگی ختم کر دیں خواہ ہمارے ہی جاویں۔

مسیح کی قبر کی اشاعت یورپ میں
 یورپ اور دوسرے ملکوں میں ہم ایک اشتہار شائع کرنا چاہتے
 ہیں جو بہت ہی مختصر ایک پھولے سے منظر کا ہونا کہ سب
 اُسے پڑھ لیں۔ اس کا معنوں اتنا ہی ہو کہ مسیح کی قبر سرینگر کشمیر میں ہے۔ جو واقعاتِ میسرہ کی بنا پر ثابت ہو گئی
 ہے۔ اس کے متعلق مزید حالات اور واقفیت اگر کوئی معلوم کرنا چاہے تو ہم سے کرے۔ اس قسم کا اشتہار جو جو بہت
 کوشش سے چھپوا کر شائع کیا جاوے۔

مضر صحت چیزیں مضر ایمان ہیں
 حدیث میں آیا ہے وَمِنْ حَسْبِ الْإِسْلَامِ تَرْكُ مَا لَا يَنْفَعُ فِيهِ
 یعنی اسلام کا ضمن یہ بھی ہے کہ جو چیز مضر دینی نہ ہو وہ چھوڑ دی
 جاوے۔

اسی طرح پر یہ پانچ نکتہ زدہ (تباہ کن) ایفون وغیرہ ایسی ہی چیزیں ہیں، بڑی سادگی یہ ہے کہ ان چیزوں سے
 پرہیز کرے۔ کیونکہ اگر کوئی اور بھی نقصان اُن کا بفرض حال نہ ہو، تو بھی اس سے ابتلا آجاتے ہیں اور اُن کا
 مشکلات میں پھنس جاتا ہے۔ مثلاً قید ہو جائے تو روٹی تو بے گی لیکن بینگ چرس یا اور مٹھی اشیاء نہیں دی جاوے
 گی۔ یا اگر قید نہ ہو کسی ایسی جگہ میں جو جو قید کے تمام مقام ہو تو پھر بھی مشکلات پیدا ہو جاتے ہیں۔ عمدہ صحبت
 کو کسی بلے ہو وہ سہارے سے کبھی منافع کرنا نہیں چاہیے۔ شریعت نے خوب فیصلہ کیا ہے کہ ان مضر صحت
 چیزوں کو مضر ایمان قرار دیا ہے امدان سب کی سردار شراب ہے۔

یہی بات ہے کہ نشوں اور قوی میں عداوت ہے۔ ایفون کا نقصان بھی بہت بڑا ہوتا ہے۔ طبی طور پر یہ
 شراب سے بھی بڑھ کر ہے اور جس قدر قوی لے کر اس کا کیا ہے اُن کو منافع کر دیتی ہے۔

بیدارشد اور کیوڑہ کا استعمال

نشی الہی بخش اور اس کے دوسرے رفیق اعتراف کرتے ہیں کہ میں بیدارشد اور کیوڑہ کا استعمال کرتا ہوں یا اور اس قسم کی دوائیاں کھاتا ہوں۔ تعجب ہے کہ علاج اور طبیب چیزوں کے کھانے پر اعتراف کیا جاتا ہے۔ اگر وہ غور کر کے دیکھتے اور مولوی جید اللہ غزنوی کی حالت پر نظر رکھتے تو میرا مقابلہ کرتے ہوئے ان کو شرم آجاتی۔ مولوی جید اللہ کو بیویوں کا استفادہ تھا، اس لیے انڈے اور مرغ کثرت سے کھاتے تھے۔ یہاں تک کہ آخر عمر میں شادی کرنا چاہتے تھے میری شہادت مل سکتی ہے کہ مجھے کیوڑہ وغیرہ کی ضرورت کس وقت پڑتی ہے۔ میں کیوڑہ وغیرہ کا استعمال کرتا ہوں جب داغ میں اختلال معلوم ہوتا ہے یا جب دل میں تشنج ہوتا ہے۔ خدائے وحدہ لا شریک جانتا ہے کہ بجز اس کے مجھے ضرورت نہیں پڑتی۔ بیٹھے بیٹھے جب بہت محنت کرتا ہوں تو یخ فعدہ ہی دورہ ہوتا ہے۔ یعنی وقت ایسی حالت ہوتی ہے کہ قریب ہے کہ منہ آجائے اس وقت علاج کے طور پر استعمال کرنا پڑتا ہے اور اسی لیے ہر روز باہر سیر کر جاتا ہوں۔

مگر مولوی جید اللہ جو کچھ کرتے تھے یعنی مرغ، انگور، انڈے وغیرہ جو استعمال کرتے تھے اس کی وجہ کثرت لزوج مقلی اور کوئی سبب نہ تھا۔ انبیاء علیہم السلام ان چیزوں کو استعمال کرتے تھے مگر وہ خدائی روئے خدائے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جب کبھی گھبراتے تھے، تو حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کی دان پر ہاتھ مار کر کہتے کہ اے عائشہ ہم کو راحت پہنچا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے تو سارا جہان دشمن تھا۔ پھر اگر ان کے لیے کوئی راحت کا سامان نہ ہو، تو یہ خدائی شان کے ہی خلاف ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی حکمت ہوتی ہے کہ جیسے کافور کے ساتھ دو چادر مرویں رکھی جاتی ہیں کہ اڑ نہ جائے۔

اسلام کا آئندہ غلبہ

اللہ تعالیٰ جو کچھ کرتا ہے وہ تعلیم اور تربیت کے لیے کرتا ہے، چونکہ شوکت کا زمانہ ویرانہ رہتا ہے اور اسلام کی قوت اور شوکت میدان ملک رہی اور اس کے فتوحات دور دراز تک پہنچے۔ اس لیے بعض اہمقوں نے سمجھا لیا کہ اسلام جبر سے پھیلا گیا۔ حالانکہ اسلام کی تعلیم ہے۔ لا اِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (البقرہ: ۲۵۶) اس امر کی صداقت کو ظاہر کرنے کے لیے کہ اسلام جبر سے نہیں پھیلا۔ اللہ تعالیٰ نے قائم الخلفاء کو پیدا کیا اور اس کلام **يَفْعُ الْخَرِيْبَ دَكْحًا** دوسری طرف **يُثَبِّتُهَا** عَلَى السَّيِّئِ كَحَبْلِهِ (العنق ۱۰) قرار دیا۔ یعنی وہ اسلام کا غلبہ بل بلکہ بروجت اور براہین سے قائم کرے گا اور جنگ و جدال کو اٹھا دے گا۔ وہ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جو کسی خوشی مہدی اور خوشی مسیح کا انتظار کرتے ہیں۔

اسلام کا عظیم نشان اعجاز

اسلام کا سب سے بڑا اور عظیم نشان مجبہ جس کی نظیر کہیں نہیں مل سکتی۔
وہ اس کی محتانیت اور روشنی ہے وہ کسی پہلو سے شرمندہ نہیں ہوتا۔

تمام حقانی اور صدقیتیں اسلام میں موجود ہیں۔ ہر ایک پہلو سے کامل۔ سب کے جملوں کا جواب دیتا ہے اور وہ مٹوں
پر ایسا حملہ کرتا ہے کہ اس کا جواب نہیں ہو سکتا۔

درازئی عمر کا راز

ہر ایک شخص چاہتا ہے کہ اس کی عمر دراز ہو، لیکن بہت ہی کم ہیں وہ لوگ جنہوں نے کسی

اس اصول اور طریق پر فہم کی ہو جس سے انسان کی عمر دراز ہو، مگر ان شریعت ایک

اصول بتایا ہے۔ **وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ يَكْفُلُوا فِي الْأَنْزِلِ (الرعد ۱۸)** یعنی جو نفع رسالوں میں ہے۔

ان کی عمر دراز ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے ان لوگوں کو درازئی عمر کا وعدہ فرمایا ہے جو دوسرے لوگوں کے لیے

منہدین، احوالاً کچھ شریعت کے دو پہلو ہیں۔ اول خدا تعالیٰ کی عبادت، دوسرے بنی نوع سے ہمدردی۔ لیکن

یہاں یہ پہلو اس لیے اختیار کیا ہے کہ کامل عابد وہی ہوتا ہے جو دوسروں کو نفع پہنچائے۔ پہلے پہلو میں اول

مرتبہ خدا تعالیٰ کی محبت اور توحید کا ہے۔ اس میں انسان کا فرض ہے کہ دوسروں کو نفع پہنچائے۔ اور اس کی موت

یہ ہے۔ **أَنْ كُوْفَاكُم مَّتَّ بِيَدِكُمْ لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ (احقر ۳۱)**

سے پایا جاتا ہے۔ انسان بعض وقت خود ایک امر کو سمجھ لیتا ہے، لیکن دوسرے کو سمجھانے پر قادر نہیں ہوتا۔ اس لیے

اس کو چاہیے کہ محنت اور کوشش کر کے دوسروں کو بھی فائدہ پہنچا دے۔ ہمدردی خلائی ہی ہے کہ محنت کر کے نافع

فرج کر کے ایسی راہ نکالے کہ دوسروں کو فائدہ پہنچائے تاکہ عمر دراز ہو۔ **وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ (الرعد ۱۸)** کے مقابل

پر ایک دوسری آیت ہے جو دراصل اس دوسرے کا جواب ہے کہ عابد کے مقابل نفع رسالوں کی عمر زیادہ ہوتی

ہے اور عابد کی کیوں نہیں ہوتی؟ اگرچہ میں نے بتایا ہے کہ کامل عابد وہی ہو سکتا ہے، جو دوسروں کو فائدہ

پہنچائے، لیکن اس آیت میں اور بھی صراحت ہے اور وہ آیت یہ ہے۔ **قُلْ إِنَّمَا أَسْأَلُكُمْ لِتَقِظُوا مِنْهَا وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَكُونَ (الفرقان ۷۸)** یعنی ان لوگوں کو کہہ دو۔ کہ اگر تم لوگ رتبہ کو تہہ چکاو تو میرا رتبہ تمہاری پرواہ ہی کیا کرتا ہے۔

یاد دوسرے الفاظ میں توں کہہ سکتے ہیں کہ وہ عابد کی پرواہ کرتا ہے۔ وہ عابد زیادہ مہین کی باہر کہتا جاتا ہے کہ

وہ بنوں اور جنوں میں رہتے اور تاک الہیہ تھے۔ ہمارے نزدیک وہ بوسے اور کھردر تھے۔ کیونکہ ہمارا مذہب یہ

ہے کہ جو شخص اس حد تک پہنچ جاوے کہ اللہ اور اس کے رسول کی کامل معرفت ہو جاوے وہ کبھی خاموش رہ سکتا

ہی نہیں۔ وہ اس ذوق اور لذت سے سرشار ہو کہ دوسروں کو اس سے آگاہ کرنا چاہتا ہے۔

یقین ایک ایسی شے ہے جو انسان کو ایک قوت اور شجاعت عطا کرتا ہے۔ یقین معلومات کا بڑا حصہ ہے اور جب معلومات وسیع ہوں تو

حکمت ایمانیان را ہم بخوان

یقین کی قوت سے ایک ماتحت اپنے افسر کے سامنے اپنے مقصد کو بیان کرنے سے نہیں ڈرتا، لیکن اگر معلومات کم ہوں تو یقین میں بھی ایک قسم کی کمزوری ہوگی اور پھر خواہ وہ افسر بھی ہوتو اُسے بھی دبا پڑتا ہے۔

یہ صحیح بات ہے کہ زندگی اور طاقت تیب پیدا ہوتی ہے جب پورا علم ہو۔ اس وقت انسان اپنے آپ کو شکلاکت میں ڈالتا ہوا بھی پرواہ نہیں کرتا۔ جیسے صحابہ جو یقین اور معرفت کے نور سے بھر کر دل میں ایک قوت اور شجاعت دیکھتے تھے۔ وہ باو شاہوں کے سامنے کسی دلیری سے جا بولے۔ یقین ایسی چیز ہے جو موت کو بھی کسان کر دیتا ہے، ماسیٰ نے شہادت کی موت اہل اور آسان ہے۔

اگر ایک بچے کو قتل کی دھمکی دی جاوے، تو وہ قتل اس کو سہل معلوم ہوگا۔ یقین ایک کٹ مانی سکن ہے۔ شہادت کی موت والا دنیا اور طول اہل کو طاقی پر سکھ دیتا ہے۔ غرض انسان کو یقین حاصل کرنا چاہیے۔ اس سے پہلے کہ وہ فلسفہ اور طبیعت میں ترقی کرے۔

لئے کہ خواندی حکمت ایمانیان

حکمت ایمانیان را ہم بخوان

جس نے حکمت ایمان نہیں پڑھی وہ مردہ پرست ہی رہا۔

ہر نیا دن موت کے قریب کرتا ہے
جوں جوں انسان بڑھا ہوتا جاتا ہے دین کی طرف

بے پروائی کرتا جاتا ہے۔ نفس کا دھوکا اور سخت فعلی ہے، جو موت کو دور سمجھتا ہے۔ موت ایک ایسا جنرل ہے کہ اس سے کسی صورت میں بچ نہیں سکتے اور وہ قریب ہی قریب ہے۔ ہر ایک نیا دن موت کے زیادہ قریب کرتا جاتا ہے۔ میں نے دیکھا ہے کہ بعض آدمی لوکل ٹرین میں بٹسے نرم دل تھے، لیکن آخر ٹرین آ کر سخت ہو گئے۔ ایسا کیوں ہوتا ہے؟ نفس دھوکا دیتا ہے کہ موت ابی بہت دور ہے، حالانکہ بہت قریب ہے۔ موت کو قریب سمجھو، تاکہ گناہوں سے بچو۔

ایک درگاہ مادرگہ تو میدی نیست
خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کا دروازہ کسی بندہ نہیں ہوتا انسان

اگر تھے دل سے اغلام سے کہ رنج کرے تو وہ غور و خیرم ہے اور تو بہ قبول کرنے والا ہے۔ یہ سمجھنا کہ کس کس گناہ کو بچنے کا۔ خدا تعالیٰ کے حضور سخت گستاخی اور بے لادبی ہے۔ اس کی رحمت کے نزلانے وسیع اور لانا ہوتا ہیں۔ اس کے حضور کوئی کمی نہیں۔ اس کے دروازے کسی پر

بند نہیں ہوتے۔ انگریزوں کی نوکریوں کی طرح نہیں کہ اتنے تعلیم یافتہ کہ کہاں سے نوکریاں ملیں۔ خدا کے حضور جس قدر پیشینگیں گے سب اعلیٰ مدارج پائیں گے۔ یہ یقینی وعدہ ہے۔ وہ انسان بڑا ہی بد قسمت اور بد بخت ہے جو خدا تعالیٰ سے یائوس ہو اور اس کی نزع کا وقت غفلت کی حالت میں اس پر آجاوے۔ بیشک اس وقت دروازہ بند ہو جاتا ہے۔

۱۳ جون ۱۹۰۲ء

علم نور ہے اور جہالت حجابِ اکبر
یاد رکھو لغزش ہمیشہ نادان کو آتی ہے شیطان کو جو
لغزش آتی وہ علم کی وجہ سے نہیں، بلکہ نادانی سے

آتی۔ اگر وہ علم میں کمال رکھتا تو لغزش نہ آتی۔ قرآن شریف میں علم کی قدرت نہیں، بلکہ اِنَّمَا يَخْشَى اللَّهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمَاءُ (فاطر: ۲۹) ہے۔ اور نیم ملاں خطرہ ایمان مشہور مثل ہے۔ پس میرے مخالفوں کو علم نے ہلاک نہیں کیا، بلکہ جہالت نے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا۔ قُلْ رَبِّ زِدْنِي حِلْمًا (طہ: ۱۱۵) پس اگر علم کوئی معمولی اور چھوٹی سی چیز ہوتی تو یہ دعا آپ کو تعلیم نہ کی جاتی۔ اور پھر فرمایا۔ مَن يُوْتِ الْوَيْلَةَ الْحِكْمَةَ فَخَسَدُ اُوْتِي خَيْرًا اَكْبَرًا (البقرہ: ۲۴۰) غرض ساری سعادتیں علم صحیح کی تحصیل میں ہیں۔ یہ جس قدر لوگ نصرانی ہوئے ہیں۔ وہ جہالت کے سبب ہوئے۔ اگر علم کال ہوتا تو انسان کو خدا نہ بنا تے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جہتی کہیں گے۔ فَوَكُنَّا نَسْتَمِعُ اَوْ ذَلَعْتُنَّ مَا كُنَّا فِيْ اَمْصَحَابِ الشَّعْبِ الْاَكْبَرِ (الملک: ۱۱) یہ جو کہتے ہیں۔ اَلْعِلْمُ الْجَبَابِلُ الْاَكْبَرُ یہ غلط ہے۔ اَلْعِلْمُ الْجَبَابِلُ الْاَكْبَرُ۔ علم نور ہے وہ حجاب نہیں ہو سکتا، بلکہ جہالت حجابِ اکبر ہے۔

خدا کا نام عظیم ہے اور پھر قرآن میں آیا ہے۔ اَلَّذِيْنَ عَلَّمَ الْقُرْآنَ (الرحمان: ۳، ۲) اسی لیے ملائکہ نے کہا۔ لَا جِلْدَ لَنَا اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا (البقرہ: ۳۳) منقر یہ کہ یاد رکھو کہ ساری زہروں نادانی میں ہیں۔ جہالت پر سچ ایک کوس ہے۔ تمام اقبار اور ڈاکٹر اور دوسرے لوگ جو فعلی کھاتے ہیں وہ تصور علم کی وجہ سے کھاتے ہیں۔ انبیاء علم لے کر آتے ہیں جب دُنیا میں مُلکیت چھا جاتی ہے اور مخلوق شیطان ہو جاتی ہے اور خدا تعالیٰ سے کوئی تعلق نہیں رہتا اُس وقت اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو تجدید کے لیے بھیجتا ہے۔

۱۔ التحکیم جلد ۶ نمبر ۲۳ صفحہ ۲۶۲ پرچہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء

۲۔ التحکیم جلد ۶ نمبر ۲۵ صفحہ ۲ پرچہ ۱۰ جولائی ۱۹۰۲ء

موت مومن کے لیے خوشی کا باعث ہے موت کے متعلق ایک دن حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا:

”موت سے نہیں ڈرنا چاہیے، مگر خدا کے غضب سے بچنا چاہیے، کیونکہ موت تو بہر حال آنے والی ہے۔“
 ”موت نہیں ہنستی، مگر جو خدا کے دین کے غلام ہوں۔ اعلیٰ کے کلمہ اشد چاہتے ہوں ان کی عمر وراثت کی جاتی ہے۔
 جو اپنی زندگی کھانے پینے تک محدود رکھتے ہیں، ان کا خدا ذمہ دار نہیں۔“

”موت مومن کے لیے خوشی کی باعث ہے، کیونکہ وہ ایک مرکز ہے جو دوست کو دوست کے پاس پہنچاتی ہے۔“

”قرب الہی کے حصول کی دو چیزیں ہیں۔ اول تہا ایمان۔ دوم اعمال صالحہ۔ عیسائی مذہب میں دونوں باتیں نہیں ہیں۔ اصول ایمان کی جگہ کفارہ نے لی اور اس کے ساتھ ہی اعمال صالحہ حذف ہوئے۔ کیونکہ مندرت نہ رہی۔“

عبادات کے دو حصے تھے۔ ایک وہ جو انسان اللہ تعالیٰ سے ڈرے جو ڈرنے
اسلامی عبادات کا حق ہے۔ خدا تعالیٰ کا خوف انسان کو پاکیزگی کے چشمہ کی طرف لے جاتا ہے
 اور اس کی روح گداز ہو کر انوریت کی طرف بہتی ہے اور جو دیت کا حقیقی رنگ اس میں پیدا ہو جاتا ہے۔
 دوسرا جمعہ عبادت کا یہ ہے کہ انسان خدا سے محبت کرے جو محبت کرنے کا حق ہے اسی لیے فرمایا ہے۔
 فَالَّذِينَ آمَنُوا أَشَدُّ حُبًّا لِلَّهِ (البقرہ ۱۶۶) اور دنیا کی ساری نعمتوں کو غیر فانی اور آئی سمجھ کر حقیقی محبوب
 اللہ تعالیٰ ہی کو قرار دیا جاوے۔

یہ دو حق ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی نسبت انسان سے مانگتا ہے۔ ان دونوں قسم کے حقوق کے ادا کرنے کے لیے
 یوں تو ہر قسم کی عبادت اپنے اندر ایک رنگ رکھتی ہے، مگر اسلام نے دو مخصوص صورتیں عبادت کی اس کے
 لیے مقرر کی ہوئی ہیں۔

خوف اور محبت دو ایسی چیزیں ہیں کہ بظاہر ان کا جمع ہونا بھی محال نظر آتا ہے کہ ایک شخص جس سے خوف
 کرے اس سے محبت کیونکر کر سکتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کا خوف اور محبت ایک ایک رنگ رکھتی ہے جس کا انسان
 خدا کے خوف میں ترقی کرے گا۔ اسی قدر محبت زیادہ ہوتی جاوے گی اور جس قدر محبت الہی میں ترقی کرے گا۔

اسی قدر خدا تعالیٰ کا خوف غالب ہو کر بدیوں اور برائیوں سے نفرت دلا کر پاکیزگی کی طرف لے جائے گا۔ پس اسلام نے ان دونوں حقوق کو پورا کرنے کے لیے ایک صورت نماز کی رکھی جس میں خدا کے خوف کا پہلو دکھایا ہے اور محبت کی حالت کے افسار کے لیے ج رکھا ہے۔ خوف کے جس قدر ارکان ہیں وہ نماز کے ارکان سے بخوبی واضح ہیں کہ کس قدر تذلل اور اقرارِ جمودیت اس میں موجود ہے۔ اور حج میں محبت کے سارے ارکان پائے جاتے ہیں۔ بعض وقت شدتِ محبت میں کپڑے کی بھی حاجت نہیں رہتی۔ حشمت بھی ایک ہنوں ہوتا ہے۔ کپڑوں کو سوار کر رکھنا یہ حشمت میں نہیں رہتا۔ سیا کھٹ میں ایک عورت ایک درزی پر عاشق مئی۔ اسے بیتر کپڑا کر رکھتے تھے۔ وہ کپڑے پھاڑ کر پھلی آتی تھی۔ غرض یہ نونہ جو انتہائے محبت کے لباس میں ہوتا ہے۔ وہ حج میں موجود ہے۔ سر منڈایا جاتا ہے۔ دوڑتے ہیں۔ محبت کا بوسہ رہ گیا وہ بھی ہے۔ جو خدا کی ساری شریعتوں میں تصویرِ زبان میں چلا آیا ہے۔ پھر قربانی میں بھی کمالِ حشمت دکھایا ہے۔ اسلام نے پورے طور پر ان حقوق کی تکمیل کی تعلیم دی ہے۔ نادان ہے وہ شخص جو اپنی ناپیدائی سے اعتراف کرتا ہے۔

یکم اگست ۱۹۰۲ء

دارالامان کی ایک شام

بعد نماز مغرب حضرت سیح موعود حسب معمول تشریف فرما ہوئے سید ناصر شاہ صاحبِ حق سے تشریف لائے تھے۔ کئی سال بعد آئے تھے۔ وہ پاؤں دبا لے گئے۔ آپ نے فرمایا کہ
”آپ بیٹھ جائیے“

سید صاحب بوش ارادہ اور جن عقیدت کی وجہ سے چاہتے تھے کہ دیر تک قدم مبارک کو دبا لے دیں۔ آپ نے پھر کمالِ لطف اور پیار سے فرمایا کہ

”آپ بیٹھ جائیں“

الآنتم رفوق الادیب۔ یہ سکر سید صاحب اور شاہ نشین پر بیٹھ گئے۔

جناب مولوی عبد الحکیم صاحب نے استفسار کیا کہ آج جناب نے کیا لکھا ہے۔ مولانا ممدوح کی غرض اس قسم کے استفسار سے محض ایک تکریم کرنا ہوتی ہے کہ حضرت امام کچھ بطور غلام مسلمان فرادیں۔ فرمایا:

آج تریں پھلا ستودہ دیکھتا رہا، کیونکہ کاتب لکھ رہا ہے۔

اس پر مولوی عبدالکريم صاحب نے پھر قصیدوں کی بابت جو حضرت مجتہد اٹھ اس کتاب کے ساتھ منظم فرمادیں گے۔ فرمایا :

”وہ آفریں لگاتے جائیں گے بشر میں اس کے تماثل کی ضرورت نہیں۔ اس لیے بعد ہی میں ان کو پورا کر دینگا۔“
فرمایا :

فیصلہ بہت ہی آسان تھا، اگر یہ لوگ فیصلہ کرنے والے ہوتے۔ اب ان کو کیا معلوم
ہے کہ جب میں عربی لکھتا ہوں تو کس طرح افواج کی طرح الفاظ اور فقرے سامنے ٹھہرے
ہوتے ہیں۔ ہاں ان کو پتہ لگ جاتا اگر یہ مقابلہ کر سکتے اور کچھ لکھنے کے لیے قلم اٹھاتے۔ یہ جو سرقہ کا یہ ہودہ ان لگاتے
ہیں ہماری طرف ان کو اجازت ہے کہ ساری دنیا کی کتابوں سے سرقہ کر لیں۔ مگر جب علمی مضمون کو ادا ہی نہیں کر سکتے
اور معارف سے آگاہ ہی نہیں تو نہ بے الفاظ اور جملوں کے سرقہ سے کیا ہوگا۔ الفاظ کے معانی کے تابع علمی رنگ
میں کسی مضمون کو یہ لوگ ہرگز لکھ نہیں سکتے۔ یہ تو وہی مثال ہے کہ ایک شخص معمار ہو اور اینٹیں چرا کر لیں اور بس۔
مگر محض اینٹیں چرانے سے تو عمارت تیار نہیں ہو سکتی۔ سرقہ کا الزام تو تحریری پر بھی لگایا گیا۔ یہ لوگ الفاظ کی جمع کرتے
ہیں، مضمون کا نہیں کر سکتے، چنانچہ تحریری کی بابت بھی مشہور ہے کہ جب اُسے ایک اظہار لکھنے کے لیے کہا گیا
تو نہ لکھ سکا۔ یہ قرآن شریف ہی کا مجموعہ ہے کہ عبادت بھی فصیح و بلیغ ایسی ہے کہ اس کی نظیر نہیں مل سکتی اور مضامین
بھی عالی اور علمی ہے۔

اس پر مولانا مولوی عبدالکريم صاحب نے عرض کی کہ حضور ایک بار میرے دل میں آیا کہ میں کوشش کر کے قاتل
حزری کی کل فصیح عبارتوں میں فرضی قصے لکھ سکتا ہوں؟ آخر یہ بات کھل گئی کہ الفاظ اپنے اعراب کے ماتحت کر کے
انسان لکھ لینے آسان ہیں۔ مگر حقائق و معارف اور واقعات فصیح و بلیغ عبارت میں لکھنا قریب کمال ہے۔ فرمایا :
”یہی تو مجموعہ قرآن شریف کا ہے“

پھر اسی سلسلہ کلام میں فرمایا کہ :

”فیصلہ کی کسی آسان راہ تھی۔ یہ جو مشہور کرتے ہیں کہ گزلی کے مقابلے میں لاہور نہ آئے۔ ہم نے کہا تھا کہ قتلوار
کے طور پر قرآن کہیں سے کھول کر اس کی تفسیر یا مقابل لکھن چاہیے۔ اس کا جواب اس وقت گزلی نے یہ دیا
کہ پہلے قاتل پر تہمیر کر کے مولوی محمد حسین کا فیصلہ مان لو۔ اگر وہ کہہ دے کہ یہ عقیدہ غلط ہے تو مجا میرے ہاتھ پر
بیعت کرو۔ پھر تفسیر لکھو۔ اب بتاؤ یہ کیا فیصلہ ہوا۔ اس پر کہتے ہیں کہ لاہور نہیں آئے“

حضرت حکیم الامت نے سید علی سائری لاہوری شیخ کے رسالہ کا ذکر کیا کہ اس میں حضرت امام حسین کی فضیلت

پر بحث کرتے ہوئے۔۔۔۔۔ لکھا ہے کہ بارہ اماموں میں سے پیدا ہوئے تھے جس کا ظاہری ثبوت یہی ہے کہ ان کا سایہ نہ
مٹتا پس جبکہ وہ نورانی سے بنے تھے تو پھر ان پر کسی کو فضیلت کیسی! اور پھر لکھا ہے کہ قرآن شریف کی چودہ منزلیں
ہیں۔ یہ تقسیم اپنے طور پر کی ہے کہ لوح محفوظ پر آیا۔ پھر جبرائیل کے پاس، علی بذالقیاس۔ (۱) اس پر حضرت مجتہد
نے فرمایا کہ :

کیا چودھویں منزل یہ نہیں تھی کہ آخر حضرت عثمان کے پاس معرفت مبدل ہو گیا۔ چودھویں منزل تو ان کے
اعتقاد کے موافق یہی ہوگی نا۔

اور مدینہ منورہ سے کر بلا چودہ^{۱۴} منزل ہیں۔ اس سے حضرت حسین کی فضیلت قرآن سے ثابت ہوگئی غرض اس
قسم کے نظریات اس میں بھرے ہیں۔ اور ایک جگہ باب کی کتاب ہی ثبوت کے لیے کافی قرار دیدی ہے۔
اور ایک مقام پر لکھا ہے کہ فائیت المقصود پڑھ کر اتنے ہزار مرزائی مومن ہو گئے۔ اس پر مضیٰ محمد صادق صاحب
نے عرض کی کہ گوردی کہتا ہے کہ میری کتاب پڑھ کر اتنے ہزار نے توبہ کی یہ عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو تعداد کم بتلاتے
ہیں اور پھر ہزاروں نیک کران میں بھی شامل ہو جاتے ہیں اور تم نہیں ہوتے۔
حضرت مجتہد نے ہنس کر فرمایا :

یہ عجیب حساب ہے جو سمجھ میں نہیں آتا کہ اس کا کیا نام رکھا جاوے۔ اربعہ ہے یا کیا کہ جس قدم ہوئے
جاویں وہ بڑھتے جاویں!

حضرت اقدس نے ضنائف ایڈیٹر الحکم سے خطاب کر کے اشاعت السنۃ کے متعلق دریافت فرمایا کہ ابھی
شائع ہوا یا نہیں۔ عرض کی گئی کہ اشاعت ہمارا اشاعت کے بعد کچھ کم معلوم نہیں ہوا۔ اسی کے ضمن میں دہلی کے
ایک پنجابی کا تب دالے اخبار کا ذکر ایڈیٹر نے کیا کہ اس میں ایک نوٹ لکھ کر گویا، مختلف مقامات پر ناسخ کی دھجی
دی ہے۔

پھر اسٹر عبد الرحمن صاحب نے ایک رسد کے کا خواب بتلایا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ :

ہر شخص کی خواب اس کی ہمت اور استعداد
رویا بہت اور استعداد کے مطابق ہوتی ہے

لکھا ہے۔

ضنائف جان محمد صاحب مرحوم امام سجد قادیان کی ایک روایہ کا تذکرہ فرمایا۔ پھر فرمایا :
خدا تعالیٰ کا فیضان ظرف اور استعداد کے موافق ہوتا ہے۔ خدا تو ایک ہی ہے لیکن جیسے روشنی صاف
اور روشن چیز پر جیسے شیشہ ہے بہت صفائی سے پڑتی ہے اسی طرح پر خدا تعالیٰ کے فیضان کا حال ہے۔

ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ہمت بہت ہی بلند تھی۔ اس لیے قرآن شریف جیسا کلام آپ پر نازل ہوا۔ قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کی صاف تصویر نظر آتی ہے۔ اور کتابوں میں دھندلی سی روشنی پڑتی ہے۔ یہ سچ ہی کہ دیکھ لو کہ اسرائیل کی قوم ہی پیش نظر ہے۔ مگر قرآن شریف کسی خاص قوم کو خطاب نہیں کرتا۔ شروع ہی سے اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ (الفاتحہ : ۲) کہتا ہے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی کسی بلند ہمت اور عام دعوت ہے کہ کہتے ہیں۔ يَا أَيُّهَا النَّاسُ اذِنُوا لِرَسُولِ اللّٰهِ لِيُنزِلَ عَلَيْكُمْ مِنْ سَمَاءٍ رِزْقًا مِّنْ لَّدُنْهِ فَذَكِّرُوا بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ (اعراف : ۱۵۹) مگر انہیں میں اسرائیل ہی کا ذکر ہے۔ جو پیشگوئیاں ہیں وہ بھی ان ہی کے متعلق ہیں۔ اسی سبب یہودیوں کو شوکر لگی اور خدا کے وعدوں کے مصداق اپنی ہی قوم کو سمجھ کر تمام قوموں سے بے تعلق اور غافل ہو گئے اور خدا کے وعدوں کے ایفاد کی آخری منزل اسی دنیا کو خیال کر کے قیامت سے بے خبر اور بہتر سے منکر ہو گئے اور فرمایا :

”ہمت بلند ہونی چاہیے، چنانچہ لکھا ہے۔ ہمت بلند دار کہ داد لہ کر دکا“

ان باتوں میں ہی اذان ہو گئی حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نماز کے لیے اُٹھے اور بعد نماز تشریف لے گئے۔

انبیاء کی بعثت کی اصل غرض
 انبیاء کی بعثت کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ پر ایسا ایمان پیدا کریں جو اعمالِ صالحہ کی قوت عطا کرتا ہے اور گناہ سوز فطرت پیدا کرتا ہے۔ کیونکہ اعمالِ صالحہ کبھی نہیں ہو سکتے جب تک اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان اور معرفت پیدا نہ ہو۔ ہر ایک عمل معرفت صحیح اور عرفانِ کامل کے بعد اعمالِ صالحہ کی تدبیر میں آتا ہے۔ لوگ جو کچھ اعمالِ صالحہ کرتے ہیں یا صدقات و خیرات کرتے ہیں یہ رسم اور عادت کے طور پر کرتے ہیں۔ اس معرفت کا نتیجہ نہیں ہوتے جو ایمان علی اللہ کے بعد پیدا ہوتی ہے، چونکہ دنیا کی نیکیاں اور بظاہر اعمالِ صالحہ رسم اور عادت کے طور پر ہوتے ہیں۔ اور دنیا خدا شناسی اور خدا سے مقاموں سے دور ہوتی ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ انبیاء علیہم السلام کو مبعوث فرماتا ہے جو اگر دنیا کو خدا تعالیٰ پر ایمان لانے کی حقیقت آگاہ کرتے ہیں۔ باقی تمام امور اسی ایمان کا نتیجہ ہوتے ہیں۔ اس لیے اصل غرض انبیاء کے بعثت کی یہی ہوتی ہے کہ وہ انسان کو اس کی زندگی کے اصل منشا، عبودیت تبار سے آگاہ کریں اور خدا تعالیٰ پر عرفانِ محض ایمان لانے کی تعلیم دیں۔

انبیاء علیہم السلام متوڑے ہوتے ہیں اور اپنے اپنے وقت پر آیا کرتے ہیں۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے تمام دنیا

كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ

کو رسم اور عبادت سے نجات دینے اور تپا اخلاص اور ایمان حاصل کرنے کی یہ راہ بتائی ہے کہ كَلِّفْنَاكُمْ الصَّلَاةَ وَالزَّكَاةَ (التوبہ : ۱۱۹) یہ سچی بات ہے۔ اس کو کبھی بھولنا نہیں چاہیے کہ جس نے نبی کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالیٰ کی عبادت کا صحیح اور اکر دیا۔ رسم اور عبادت کی غلامی سے انسان اسی وقت نکل سکتا ہے جب وہ عرصہ دراز تک صادقوں کی صحبت اختیار کرے اور ان کے نقش قدم پر چلے۔

یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مَا يَنْفَعُ النَّاسَ مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَنْبَغُ فِي الْأَرْضِ (الرعد : ۱۸) حقیقت یہی

ہے کہ جو شخص دُنیا کے لیے نفع رساں ہو۔ اس کی عمر دراز کی جاتی ہے۔ اس پر جو یہ اعتراض کیا جاتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عمر چھوٹی تھی۔ یہ اعتراض صحیح نہیں ہے۔ اول اس لیے کہ انسانی زندگی کا اصل منشا اور مقصد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حاصل کر لیا۔ آپ دُنیا میں اس وقت آئے جبکہ دنیا کی حالت باطن مصلح کو چاہتی تھی اور پھر آپ اُس وقت اُٹھے جب پوری کامیابی اپنی رسالت میں حاصل کر لی۔

أَيُّوْمًا أَصْحَابُكُمْ كُنْتُمْ دِينَكُمْ (المائدہ : ۴۱) کی صدا کسی دوسرے آدمی کو نہیں آئی اور اِذَا جَاءَ كَوْمًا مِّنْ النَّاسِ وَانْفَضُّوا مِنْكَ وَانْتَبِهْتُمْ لِيَدْعُوهُنَّ لِيَدْعُوهُنَّ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْجَا (النصر : ۴۷) پوری کامیابی کا ثبوت اپنی اپنی آنکھوں سے دیکھ لیا۔ اب جس حال میں کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پورے طور پر کامیاب ہو کر اُٹھے، پھر یہ کہنا کہ آپ کی عمر تنہا ہی سہنت غلطی ہے۔ اس کے علاوہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بركات اور فیوض ابدی ہیں اور ہر زمانہ میں آپ کے فیوض کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ اس لیے آپ کو زندہ نبی کہا جاتا ہے اور سچی حیات آپ کو حاصل ہے۔ فوٹوں عمر کا جو مقصد تھا وہ حاصل ہو گیا۔ اور اس آیت کے موافق آپ ابدالاً باد کے لیے زندہ ہے۔

مسیح علیہ السلام کی وفات کے دو گواہ

مسیح علیہ السلام کی وفات پر دو زبردست گواہیاں

مللا وہ اور گواہوں کی شہادت کے موجود ہیں۔ جن کا انکار ہرگز نہیں ہو سکتا۔ اول خدا تعالیٰ کی شہادت جیسے يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اَنْذِرْ نَفْسَكَ وَاذْعَنْتَ اِلٰى (آل عمران : ۵۶) فرمایا ہے۔ اور پھر دوسری شہادت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی رویت کی ہے۔ آپ نے نبی علیہ السلام کے ساتھ حضرت مسیح کو دیکھا۔ اب ان دو گواہوں کے خلاف یہ کہنا کہ وہ زندہ ہے کہا ناسمجھ ہو سکتا ہے؟

دُجوع کا لفظ معنوی کے بعد ہوتا ہے۔ پھر جو لوگ مسیح کے معنوی وجود غمیری آسمان پر چڑھنے کو ثابت کرتے ہیں، ان کا فرض ہے کہ وہ مسیح کا دُجوع ثابت کریں، کیونکہ نزول کے لیے معنوی لازم نہیں ہے۔

صدق و وفا

حدیث میں آیا ہے کہ صوم و صلوٰۃ سے درجہ نہیں ملتا، بلکہ اُس بات سے جو انسان کے دل میں ہے یعنی صدق و وفا۔ خدا یہی چاہتا ہے کہ عمل صالح ہو

اور اس کا اتنا ہو دیا کاری نہ ہو۔

صدق بڑی چیز ہے اس کے بغیر عمل صالح کی تکمیل نہیں ہوتی۔ خدا تعالیٰ اپنی سنت نہیں چھوڑتا اور انسان اپنا طریق نہیں چھوڑتا چاہتا اس لیے فرمایا ہے۔ **وَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِيْنَا لَنُقَدِّبَهُمْ مَّشَلْنَا (العنکبوت: ۷۰)** خدا تعالیٰ میں ہو کر جو مجاہدہ کرتا ہے۔ اس پر ا خدا تعالیٰ اپنی راہیں کھول دیتا ہے۔

وحدت الوجود

بُت پرست بھی وجودوں کی طرح اپنے بتوں کو مٹا رہی مانتے ہیں قرآن شریف

اس مذہب کی تردید کرتا ہے۔ وہ شروع ہی میں یہ کہتا ہے **الْحَمْدُ لِلَّهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ**

اگر مخلوق اور خالق میں کوئی امتیاز نہیں، بلکہ دونوں برابر اور ایک ہیں تو رب العالمین نہ کہتا اب عالم تو خدا تعالیٰ میں داخل نہیں کیونکہ عالم کے معنی ہیں مَآئِضُكُمْ بِمِ اور خدا تعالیٰ کے لیے **لَا شِدَّةَ لَكُمْ وَلَا تَعْسَارَ (الانعام: ۱۰۲)**

موجودات کو جو وہ مین اٹھتے ہیں۔ یہ بالکل غلط ہے۔ قرآن شریف نے مین اور غیر کی کوئی بحث

نہیں کی۔ محی الدین ابن عربی سے جو منسوب کرتے ہیں کہ اس نے لکھا ہے کہ **الْحَمْدُ لِلَّهِ الَّذِي خَلَقَ**

الْأَشْيَاءَ وَهُوَ عَيْنُهُمَا یہ بات صحیح ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **لَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ**

(بنی اسرائیل: ۳۷) جب انسان کو کچھ خبر نہیں۔ پھر جادو کہ غیب کہاں رہی۔ یہ تو پچی بات ہے کہ صفات

کسی چیز کے اس سے الگ نہیں ہوتے۔ خواہ وہ کہیں چلی جادو سے۔ پانی کو خواہ لندن نے جادو، آفرودہ پانی

رہے گا۔ جب انسان خدا ہو تو اس کی صفات اس سے کیوں الگ ہونے لگیں۔ خواہ کسی حالت میں ہو۔

استحارہ کے ساتھ اس کے صفات معدوم ہو جاتے ہیں۔ ہر ایک چیز کا بقا تو اس کے صفات ہی کے ساتھ ہے۔

اگر ایک پتوں کے صفات اُس کے ساتھ نہیں تو وہ پتوں کیونکر ہو سکتا ہے۔ پس اگر انسان خدا ہے تو پھر اسکی

خدائی کے صفات اس کے ساتھ ہونے ضروری ہیں۔ اگر صفات نہیں، تو پھر نادانی سے اُسے خدا بنایا جاتا ہے۔

انسان ایسی ایسی معیبتوں اور مشکلات میں گرفتار ہوتا ہے کہ گھریں ماننا پھرتا ہے اور ایسا سرگرداں ہوتا ہے کہ

کچھ پتہ نہیں لگتا۔ ہزاروں آرزوئیں اور تمنائیں ایسی ہوتی ہیں کہ پوری ہونے میں نہیں آتیں۔ کیا خدا تعالیٰ کے

ارادے بھی اس قسم کے ہوتے ہیں۔ کہ پورے نہ ہوں۔ اس کی شان تو یہ ہے۔ **إِذَا أَرَادَ شَيْئًا أَن يَقُولَ لَهُ كُنْ**

فَيَكُونُ (یس: ۸۲)

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ جو انسان کو اپنے ارادوں میں نامراد کرتا ہے۔ وہ کوئی الگ اور

طاقتور ہستی ہے۔ اگر دونوں ایک ہوتے تو یہ نامرادی نہ ہونے پاتی۔ یہ باتیں قرآن شریف کی تعلیم کے صریح خلاف ہیں اور خدا تعالیٰ کے حضور خطرناک گستاخی کی باتیں ہیں۔ اس قسم کے اعتراض کرنا کہ پھر دنیا کہاں سے بنائی۔ بے ادبی ہے۔ جب خدا تعالیٰ کو قادر مان لیا، پھر ایسے اعتراضات کیوں کیے جاویں۔ آریہ بھی اس قسم کے اعتراض کیا کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کو اپنی قوت اور طاقت کے پیمانہ سے پانا چاہتے ہیں۔

پھر دیکھو۔ وجودیوں کے بڑے بڑے نمونی مرے ہیں اور مرتے ہیں۔ اگر وہ خدا تھے تو ان کو تو اس وقت خدائی کا کرشمہ دکھانا چاہیے تھا۔ نہ یہ کہ عاجز انسان کی طرح تڑپ کر جان دیدی۔ یاد رکھو انسان کی سعادت یہی ہے کہ وہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں اپنا دخل نہ دے، بلکہ اپنی عبودیت کا اعتراف کرے۔ ہمارا تو یہ ایمان ہے اور مذہب ہے کہ ایک فوق الفوق قادر ہستی ہے جو ہم پر کام کرتی ہے۔ جہدہر چاہتی ہے لے جاتی ہے۔ وہ خالق ہے ہم مخلوق ہیں۔ وہ حق قیوم ہے اور ہم ایک عاجز مخلوق۔ قرآن شریف میں جو حضرت سلیمان اور بلقیس کا ذکر ہے کہ اس نے پانی کو دیکھ کر اپنی پنڈلی سے پھڑا اٹھایا۔ اس میں بھی یہی تعلیم ہے جو حضرت سلیمان نے اس عورت کو دی تھی۔ وہ دراصل آفتاب پرستی کرتی تھی۔ اس کو اس طریق سے نمونوں نے دکھایا کہ جیسے یہ پانی شیشہ کے اندر چل رہا ہے۔ دراصل آؤپر شیشہ ہی ہے۔ اسی طرح آؤپر آفتاب کو روشنی اور منیار بخشنے والی ایک اور ذرہ دست طاقت ہے۔

اور یہ اعتراض جو کیا جاتا ہے کہ قرآن شریف غیرت اٹھانے آیا تھا۔ اس کو وجودیوں نے سمجھا نہیں۔ قرآن شریف ایک اتحاد عام مسلمانوں میں قائم کرتا ہے نہ یہ کہ خالق اور مخلوق کو متحدی الفئات کر دے۔ نفاذ کے بغیر تو کچھ سمجھ میں نہیں آتا۔ پس ایسی کوئی مثال وجودیوں کو پیش کرنی چاہیے جس سے معلوم ہو جاوے کہ خالق اور مخلوق ایک ہی ہیں۔ انسان گناہ سے محبت کرتا ہے پھر وہ عین خدا کیونکر ہو سکتا ہے۔ وجودی کہتے ہیں کہ تم نے غیرت سے شریک بنالیا۔ ہم کہتے ہیں۔ یہ فطرت ہے ہم تو مخلوق مانتے ہیں۔ کوئی الگ خدا تو تجویز نہیں کرتے اور پھر مخلوق بھی ایسی مانتے ہیں جس پر سارا ہی تعترف خدا تعالیٰ کا ہے، کیونکہ وہ حق قیوم خدا ہے۔ جس کے سہارے سے زندگی قائم ہے۔ خدا تعالیٰ اس قسم کا حق قیوم نہیں ہے کہ جیسے سمار کی عمارت کو ضرورت نہیں ہوتی کہ سمار اس کے ساتھ زندہ ہے یعنی اگر سمار مر جاوے تو عمارت کو اس کے مرنے سے کوئی نقصان نہیں ہوتا، بلکہ مخلوق کسی صورت میں اس کے سہارے سے الگ ہو ہی نہیں سکتی بلکہ اور مخلوق کی زندگی اور قیام کا اصلی ذریعہ وہی ہے۔ ہم عین غیر کی بحث میں ہرگز نہیں پڑتے۔ قرآن شریف نے ان اصطلاحوں کو کبھی بیان نہیں کیا۔ جو تعلقات خالق اور مخلوقات کے اُس نے بیان کیے ہیں۔ ان سے باہر جانا گستاخی اور بے ادبی ہے۔

شیخ محمد الیدین سے پہلے اس وحدت وجود کا نام و نشان نہ تھا۔ ہاں وحدت شہودی مقلیٰ یعنی خدا تعالیٰ کے شاہدہ میں اپنے آپ کو فانی سمجھنا۔ وحدت شہودی میں حق تو شہد تو من شہدی استیلائے محبت کا تقاضا تھا۔ وجودیوں نے اس سے تجاوز کر کے وہ کام کیا جو ڈاکٹر اور فلاسفر کرتے ہیں کہ وہ خدائی کے حصہ دار بنتے ہیں اور دیکھا گیا ہے کہ یہ وحدت وجود والے عموماً باہمی ہوتے ہیں اور نماز و روزہ کی ہرگز پرواہ نہیں کرتے۔ یہاں تک کہ کبھوں (کبھوں) کے ساتھ ہی تعلقات رکھتے ہیں۔ ان کو کوئی پرہیز اور غلہ نہیں ہوتا۔ شہود کی حقیقت تو یہی ہے کہ جیسے لہے کو آگ میں ڈالا جاوے اور وہ اس قدر گرم ہو جاوے کہ سڑخ آگ کی طرح ہو جائے۔ اس وقت اگرچہ آگ کے خواص وہی میں پائے جاتے ہیں تاہم وہ آگ نہیں کہلا سکتا۔ اسی طرح جس شخص کو خدا تعالیٰ سے تعلقات قوی اور شدید ہوتے ہیں اور فانی احمد کے درجہ پر ہوتا ہے، تو اس سے بسا اوقات خارق عادت معجزات صادر ہوتے ہیں جو اپنے اندر ایک قسم کی اقتداری قوت کا نمونہ رکھتے ہیں۔ لوگ اپنی غلط فہمی اور کرداری سے یہ گمان کر بیٹھتے ہیں کہ شاید یہ خدا ہو۔ شہودی حالت میں اکثر ائمہ ان کی مرضی کے موافق ہو جاتے ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فعلوں کو خدا تعالیٰ نے اپنا فعل قرار دیا ہے اور اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ (المائدہ: ۴) اور اِذَا اَجَاءَ نَصْرُ اللّٰهِ (النصر: ۲) کی صدا آپ کو آگئی۔

۴ اگست ۱۹۰۲ء

۴ اگست کی شام کو بعد نماز مغرب حجۃ اشد حسب معمول تشریف فرما ہوئے۔ خدام پر دانہ دار اور گردے تھے۔ ایک نوجوان نے عرض کی کہ میں اپنا غراب بیان کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا :
 "کل شیخ کو بیان کرو۔ بسٹون طریق ہی ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی شیخ ہی کو غراب بنا کرتے تھے"
 اُنہائے کلام میں اس امر پر تذکرہ ہوا کہ فیضی ساکن میں نے اعجاز ایس کا جواب کھنا چاہا تھا، جو خدا نے تعالیٰ کے وعدے کے موافق ایک زبردست نشان
 جو اعجاز ایس کے ٹائٹل بیچ پر ڈرچ ہے۔ بائراؤ نہ ہو سکا، بلکہ اس دنیا سے اُٹھ گیا۔ حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ :
 "یہ کس قدر زبردست نشان ہے خدا کی طرف سے ہماری تصدیق اور تائید میں کیونکہ قرآن شریف میں آیا ہے۔

وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَنْفَعُ فِي الْأُخْرَى (الرحمہ: ۱۸۰) اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ سلسلہ جیسا کہ ہمارے مخالف مشہور کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں تھا۔ تو چاہیے تھا کہ فیضی نے جو لوگوں کی نفع رسانی کا کام شروع کیا تھا اس میں اس کی تائید کی جاتی، لیکن اس طرح پر اس کا جو نامرگ ہو جانا صاف ثابت کرتا ہے کہ اس سلسلہ کی مخالفت کے لیے علم اٹھانا لوگوں کی نفع رسانی کا کام نہ تھا۔ کم از کم ہمارے مخالفوں کو بھی اتنا تو تسلیم کرنا پڑے گا کہ اس کی نیت نیک نہ تھی، ورنہ کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس کی تائید نہ کی اور اس کو ٹھہرت نہ لی کہ اس کو تمام کر لیتا۔

میرے اپنے الہا میں بھی یہ ہے وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَنْفَعُ فِي الْأُخْرَى۔ تیس برس سے زیادہ عرصہ ہوا جب میں تپ سے سخت بیمار ہوا۔ اس قدر شدید تپ بھے چڑھی ہوئی تھی کہ گویا بہت سے انگارے سینے پر رکھے ہوئے معلوم ہوتے تھے۔ اس اٹھانے میں بھے الہام ہوا۔ وَأَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَنْفَعُ فِي الْأُخْرَى۔ یہ جو اعتراض کیا جاتا ہے کہ بعض مخالفین اسلام بھی لمبی عمر حاصل کرتے ہیں۔ اس کی کیا وجہ ہے؟ میرے نزدیک اس کا سبب یہ ہے کہ ان کا وجود بھی بعض رنگ میں مفید ہی ہوتا ہے۔ دیکھو ابو جہل بدک کی جنگ تک زندہ رہا۔ اصل بات یہ ہے کہ اگر مخالف اعتراض نہ کرتے تو قرآن شریف کے تیس سپارے کہاں سے آتے جس کے وجود کو اللہ تعالیٰ مفید سمجھتا ہے اسے ٹھہرت دیتا ہے۔ ہمارے مخالف بھی جو زندہ ہیں۔ وہ مخالفت کرتے ہیں۔ ان کے وجود سے بھی یہ فائدہ پہنچتا ہے کہ خدا تعالیٰ قرآن شریف کے حقائق و معارف عطا کرتا ہے۔ اب اگر ہر علیشاہ اتنا شور نہ مچاتا تو نزول مسیح کیسے لکھا جاتا۔

اس طرح پر جو دوسرے مذاہب باقی ہیں ان کے بقا کا بھی یہی باعث ہے تاکہ اسلام کے اصولوں کی خوبی اور عین ظاہر ہو۔ اب دیکھ لو کہ نیوگ اور کفارہ کے اعتقاد داسے مذہب اگر موجود نہ ہوتے تو اسلام کی خوبیوں کا امتیاز کیسے ہوتا۔ غرض مخالف کا وجود اگر مفید ہو تو اللہ تعالیٰ اسے ٹھہرت دیتا ہے۔ چونکہ حضرت کی طبیعت آج کسی قدر ناساز تھی اور گرمی بھی زیادہ تھی اس کے بعد جلد نماز عشاء ادا کر لی گئی۔

۶ اگست ۱۹۰۲ء

۶ اگست کی شام کو حضرت مسیح موعود تشریف لائے۔ پیر گزری کی اس پُرفن کارروائی کا ذکر تھا جو اس نے اپنی کتاب سیفِ پشتیانی کی تالیف میں کی ہے اور جس کا راز انکی اشاعت میں بالکل کھول دیا جاوے گا اللہ

دینا کو دکھایا جاوے گا کہ کفن کھسوٹ مصنت بھی دُنیا میں ہیں۔ اس کے بعد امریکہ کے مشہور مغزئی مدعی ایسا ڈوئی کا اخبار پڑھا گیا جو منقح محمد صادق صاحب ایک عرصہ سے سنایا کرتے ہیں۔ ڈوئی نے اپنے مخالف قوموں بادشاہوں اور سلطنتوں کی نسبت پیشگوئی کی ہے کہ وہ تباہ ہو جائیں گے۔ اس پر حضرت اقدس کی رگ غیرت و محبت دینی جوش میں آئی اور فرمایا کہ :

”مغزئی کذاب اسلام کا خطرناک دشمن ہے۔ بہتر ہے اُس کے نام ایک کھلا خط چھاپ کر بھیجا جاوے اور اس کو مقابلہ کے لیے بلاجا جاوے۔ اسلام کے سوا دُنیا میں کوئی سچا مذہب نہیں ہے اور اسلام ہی کی تائید میں برکات اور نشان ظاہر ہوتے ہیں۔ میرا یقین ہے کہ اگر یہ مغزئی میرا مقابلہ کرے گا، تو سخت شکست کھائے گا اور اب وقت آگیا ہے کہ خدا تعالیٰ اس کے افزا کی اس کو سزا دے“

غرض یہ قرار پایا کہ ، راگت کو حضرت اقدس ایک خط اس مغزئی کو کھیں اور اسے نشان نمائی کے میدان میں آنے کی دعوت کریں۔ یہ خط انگریزی زبان میں ترجمہ ہو کر مختلف اخبارات میں بھی شائع ہو گا اور بھیجا جاوے گا“

الہام

زوالِ مسیح جو آجکل لکھ رہے ہیں۔ اور پیر گولڈی کی کتاب سیعتِ چشتیانی بھی زیرِ نظر ہے۔ اس پر کسی قدر توجہ کرنے سے یہ الہام ہوا :

إِنِّي أَنَا رَبُّكَ الْقَدِيرُ - لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمَاتِي

۷ اگست ۱۹۰۲ء

۷ اگست کی صبح کو حسبِ معمول میر کو بچلے۔ ایڈیٹرِ الملک نے عرض کی کہ حضورِ اسماں شکاگو کی طرز پر ایک مذہبی کانفرنس جاپان میں ہونے والی ہے۔ جس میں مشرقی دُنیا کے مذاہب کے سرکردہ ممبروں کا اجتماع ہو گا۔ اور اپنے اپنے مذہب کی خوبیوں پر بیکھر دیتے جائیں گے۔ کیا اچھا ہو اگر حضور کی طرف سے اس تقریب پر کوئی مضمون لکھا جائے اور اسلام کی خوبیاں اس جلسہ میں پیش کی جاویں۔ ہماری جماعت کی طرف سے کوئی حصہ جیسے مولوی محمد علی صاحب ہیں، اچھے جائیں۔ جاپان کے مصارف بھی بہت نہیں ہیں اور جاپان والوں

نے ہندوستانیوں کو دعوت کی ہے بلکہ وہ ہندوستان سے جانے والوں کے لیے اپنا ملک جہاز بھیجنے کا ارادہ ظاہر کرتے ہیں۔ اس پر فرمایا کہ :

بیشک ہم تو ہر وقت تیار ہیں۔ اگر یہ معلوم ہو جاوے کہ وہ کب ہوگی اور اس کے قواعد کیا ہیں، تو ہم اسلام کی خوبیوں اور دوسرے مذاہب کے ساتھ اس کا مقابلہ کر کے دکھا سکتے ہیں اور اسلام ہی ایسا مذہب ہے جو کہ ہر میلان میں کامیاب ہو سکتا ہے کیونکہ مذہب کے تین جزو ہیں۔ اول خدا شناسی۔ مخلوق کے ساتھ تعلق اور اس کے حقوق اور اپنے نفس کے حقوق جس قدر مذاہب اس وقت موجود ہیں بجز اسلام کے جو ہم پیش کرتے ہیں سب نے بے اعتدالی کی ہوئی ہے۔ پس اسلام ہی کامیاب ہوگا۔

ذکر کیا گیا کہ وہاں بڑھ مذہب ہے اس کا ذکر بھی اس مضمون میں آجانا چاہیے۔ فرمایا :

بُذْه ممت بڑھ مذہب دراصل ستان دھرم ہی کی شاخ ہے۔ بڑھ نے جو اول میں اپنے بیوی بچوں کو چھوڑ دیا۔ اور قطع تعلق کر لیا، شریعت اسلام نے اس کو جائز نہیں رکھا۔ اسلام نے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرنے اور مخلوق سے تعلق رکھنے میں کوئی تاقض بیان نہیں کیا۔ بڑھ نے اول ہی قدم پر غلطی کھائی ہے اور اس میں دہریت پائی جاتی ہے۔ مجھے اس بات سے بھی قوت نہیں ہوتا کہ ایک گنا مُردار کیوں کھاتا ہے جس قدر تبت اس بات سے ہوتا ہے کہ انسان انسان ہو کر اپنی میسی مخلوق کی پرستش کیوں کرتا ہے۔ اس لیے اس وقت جب خدا نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے تو سب سے اول میرا فرض ہے کہ خدا کی توحید قائم کرنے کے لیے تبلیغ اور اشاعت میں کوشش کروں۔ پس مضمون تیار ہو سکتا ہے اور وہاں بیجا جا سکتا ہے۔ پہلے تو امداد آنے چاہئیں۔

پھر فرمایا کہ :

اس مضمون کے پڑھنے کے لیے اگر مولوی عبدالکریم صاحب جائیں تو خوب ہے۔ ان کی آواز بڑی باڑعب اور زبردست ہے اور وہ انگریزی لکھا ہوا ہو۔ تو اسے خوب پڑھ سکتے ہیں اور ساتھ مولوی محمد علی صاحب بھی ہوں اور ایک اور شخص بھی چاہیے۔ اَلَّذِي نَشَاءُ الْعَرَفِيُّ ۔

پھر اس سلسلہ کلام میں فرمایا :

زمانہ میں باوجود استغراق دُنیا کے مذہب کی طرف بھی توجہ ہو گئی ہے اور مذہبی چیز چھوڑا کر ایسا سلسلہ جاری ہو گیا ہے کہ پہلے کسی ایسا موقع نہیں ملا۔

پھر اس ذکر پر کہ انجمن حمایت اسلام کو بعض اخباروں نے توجہ دلائی ہے کہ وہ کوئی آدمی بھیجیں۔ فرمایا :

ہمارے مخالفت اسلام کو کیا پیش کریں گے جبکہ اسلام کی خوبیوں کا خود ان کو اعتراف نہیں ہے۔ اول

خدا تعالیٰ کی توحید اسلام نے بڑے زور سے قائم کی مگر جب یہ مسیح میں خدائی صفات کو قائم کرتے اور مانتے ہیں تو توحید کہاں رہی۔ پھر رکات اسلام کا فرض ہے، مگر یہ لوگ اس سے بھی منکر ہیں۔ اگر پچھلے قصبے پیش کریں تو سناتق، والے بھی کر سکتے ہیں۔ اسلام تو اس پہل کی طرح مشابہت تازہ بنا دہے۔ جو جس کے کھانے سے لذت اور خوشی محسوس ہوتی ہے، مگر اب ان لوگوں نے وہ حالت کر دی ہے جیسا کہ ایک مڑا ہوا پہل ہو۔ جس کی غفلت و مبالغہ کو غراب کہتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اسلام کو تازہ ہی رکھا ہے اور اس لیے مگر جہاں کوئی دوسرا اس کو پیش نہیں کر سکتا۔ آج اسلام کو وہی کامیاب کر سکتا ہے جو میان کرتے کرتے مسیح کو قبر تک پہنچائے۔

پھر اسی سلسلہ میں فرمایا کہ :

خدا تعالیٰ نے جو براہین میں وعدہ کیا تھا **يَنْظُرُونَكَ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ** یعنی اشد بہت میدانوں میں تیری مدد کرے گا۔ اب تک جس قدر میدان ہمارے سامنے آئے خدا تعالیٰ نے فتح دی۔

۸ اگست ۱۹۰۲ء کی شام

امریکہ کے ڈاکٹر ڈوئی کے نام حضرت مسیح موعودؑ کی چٹھی کا خلاصہ
حضرت اقدس علیہ السلام نے مولوی محمد علی صاحب

کو وہ چٹھی دی۔ جو ڈاکٹر ڈوئی امریکہ کے مشہور عیسائی مفسر کے نام بھی ہے، اچھا پڑھو وہ چٹھی پڑھ کر سنائی گئی۔ اس چٹھی کو ہم انشاء اللہ اخیر ستمبر ۱۹۰۲ء تک الحکم میں شائع کرنے کے قابل ہو سکیں گے۔ تاہم حاصل بالطلب کے طور پر آنا اب بھی بلکہ دیتے ہیں کہ حضرت اقدس نے اس چٹھی میں ایک نفیم نشان فیصلہ کی بنیاد رکھ دی ہے۔ ہمارے ناظرین اخبار کو غالباً معلوم ہو گا کہ ڈاکٹر ڈوئی کا یہ دعویٰ ہے کہ وہ عہد نامہ کارٹول ہے۔ وہ ایسا پیغمبر ہے جس کا آنا مسیح سے پہلے ضروری تھا اور اس نے اپنے اخبار میں یہ پیشگوئی کی ہے کہ وہ سلطنت وہ انسان وہ قوم ہلاک ہو جائے گی جو اس کو رٹول نہیں مانتے اور مسلمانوں کا خصوصیت سے ذکر کیا ہے اور اس پیشگوئی میں ہماری گورنٹ کو بھی داخل کر لیا ہے۔ اور تمام دنیا کی سلطنتوں کو شامل کیا ہے۔

حضرت اقدس نے اس چٹھی کے ذریعہ ڈاکٹر ڈوئی کو دعوت کی ہے کہ :

اب فیصلہ کا طریق آسان ہے۔ اس قدر مسلمانوں کے ہلاک کرنے کی ضرورت نہیں، کیونکہ مسیح موعودؑ جس کا

ڈاکٹر ڈوئی انتہا کرتا ہے آگیا ہے وہ میں ہوں پس میرے ساتھ مقابلہ کر کے یہ فیصلہ ہو سکتا ہے کہ کون کاذب اور مغزی ہے۔ ڈاکٹر ڈوئی اپنے مُریدوں میں سے ایک ہزار آدمی کے دستخط دیکر ایک قسم اس طرح شائع کرے کہ ہم دونوں میں سے جو کاذب اور مغزی ہے وہ راستہ اور صادق سے پہلے ہلاک ہو جاوے۔ پس پھر کاذب کی موت خود ایک نشان ہو جاوے گا۔

یہ غلامہ اس چٹھی کا جس میں اور بھی بہت سی حقائق ہیں۔ حضرت اقدسؒ نے یہ بھی ذکر کیا ہے کہ اب وہ وقت آگیا ہے کہ ہمیشہ کے لیے ثابت کر دیا جاوے کہ یہ غلامہ خیال ہے کہ تلوار کبھی مذہب کا فیصلہ نہیں کر سکتی ہے۔ یعنی مسند جہاد پر روشنی ڈالی ہے اور اس کے ضمن میں حضرت مسیحؑ کی موت اور آپؐ کی قبر پر بحث کی ہے۔ اور ان واقعات کی بنا پر جو انجیل میں درج ہوئے ہیں ثابت کیا ہے کہ وہ میلہ پر نہیں سرے، بلکہ وہاں سے پزیر کر نکل کھڑے ہوئے اور کوشش میں آکر فوت ہوئے۔

اس چٹھی کے ختم کرنے کے بعد مولوی عبداللہ صاحب کھٹیری نے ایک فارسی نظم غزالی و گولزی کے جواب میں پڑھی جو دوسری جگہ درج ہے۔ پھر مولوی جمال الدین صاحب سیکھواں داس نے ایک پنجابی نظم تصدیق ایسج میں جو سول کے خیالوں کو مخاطب کر کے لکھی گئی ہے۔ پڑھ کر سنائی، جس میں حضرت جتہ اللہ کی صداقت کا حصار آپؐ کی عظیم الشان کامیابیاں اور دشمنوں کی ناکامیوں کا ذکر تمہیں۔ ان نظموں کے پڑھے جانے کے بعد نماز عشاء ادا کی گئی۔

۹ اگست ۱۹۰۲ء

قیصر کی تاجپوشی میر میں مختلف تذکروں کے بعد قیصر ہند کی تاجپوشی کا ذکر آیا۔ فرمایا کہ :

دہلیت کی بڑی خوش قسمتی ہے کہ شاہ ایڈورڈ، ہنرمند ہندوستان کے سر پرست ہوتے۔ میری دانتے تویہ ہے کہ نوجوان بادشاہ کی نسبت بوڑھا بادشاہ رعایا کے لیے بہت ہی مفید ہوتا ہے۔ کیونکہ نوجوان اپنے جلتا اور بوش کے نیچے بھی بھی رعایا کے حقوق اور نگہداشت کے طریقوں میں فروگذاشت کر بیٹھتا ہے، مگر مرید بادشاہ اپنی عمر کے مختلف حصوں میں گذر جاتے کے باعث تجزیہ کلہ ہوتا ہے۔ اس کے جذبات دبے ہوتے ہوتے ہیں۔ خدا کا خوف اس کے دل میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس لیے وہ رعایا کے لیے بہت ہی مفید اور غیر خواہ ہوتا ہے۔

۱۹ اگست ۱۹۰۲ء کی شام

حضرت اقدس نماز مغرب سے فارغ ہو کر سب سمول بیٹھ گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد کچھ مصلحہ سے آئے ہوئے دو تین اصحاب نے بیعت کی۔ بیعت کے بعد ایک صاحب کی نسبت عرض کیا گیا کہ یہ قاری ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کچھ سناؤ۔ چنانچہ انہوں نے حضرت اقدس کے ارشاد کے موافق سورہ مریم کا ایک رکوع نہایت ہی عمدہ طور پر پڑھ کر سنا دیا۔ اس کے بعد قاری صاحب نے حضرت اقدس سمولی اور دریافت فرماتے رہے۔ ذال بعد قاری صاحب نے عرض کی کہ حسود بہت عرصہ سے مجھے اس امر کا اشتیاق ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت بچے ہو جائے۔ اس لیے آپ کوئی ذریعہ بچے بنا دیجئے کہ ایک جھلمک ہو جاوے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا: زیارت رسول اصل مقصد نہیں۔

دیکھو، آپ نے میری بیعت کی جو شخص بیعت میں داخل ہوتا ہے۔ اس کے لیے ضروری ہے کہ وہ ان مقاصد کو مد نظر

زیارت رسول صلی اللہ علیہ وسلم

رکھے جو بیعت سے ہیں۔ یہ امور کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہو جاوے۔ اس نشاء اور مدعا سے دور ہیں۔ انسان کا اصل مشاغل یہ ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ قرآن شریف میں بھی یہ اصل مقصد نہیں رکھا گیا، بلکہ فرمایا ہے۔ **إِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ** (آل عمران، ۳۲)۔ اصل عرض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع ہے۔ جب انسان آپ کی اتباع میں کھویا جاتا ہے، تو ایسا بھی ہو جاتا ہے منجنا زیارت بھی ہو جاوے۔ جیسے کوئی میزبان کسی کی دعوت کرتا ہے، تو وہ اس کے لیے عمدہ کھانے لٹائے ہیں لیکن ان کھانوں کے ساتھ وہ ایک دسترخوان بھی لے آتا ہے۔ ہاتھ بھی دھلائے جاتے ہیں، حالانکہ اصل مقصد تو کھانا ہوتا ہے۔ اسی طرح جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سچی اتباع کرتا ہے۔ وہ اس کو اپنا مقصد سمجھتا ہے۔ اس کے ساتھ آپ کی زیارت کا ہو جانا بھی کسی وقت ممکن ہے۔ دیکھو بہت سے لوگ یہاں جو بیعت کرنے کے لیے آتے ہیں وہ بچے دیکھتے ہیں لیکن اگر ان میں وہ تبدیلی بخویری اصل غرض ہے اور جس کے لیے میں بھیجا گیا ہوں، نہیں ہوتی تو ہرے دیکھنے سے ان کو کیا فائدہ ہوا۔

اس طرح خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ شخص بڑا ہی بد بخت ہے اور اس کی کچھ بھی قدر اللہ تعالیٰ کے حضور نہیں جس کے گناہ سے انہیں اللہ تعالیٰ کی زیارت کی ہو، مگر وہ سچا انجلاس و فاداری اور خدا تعالیٰ پر سچا ایمان عقیدت اللہ اور تقویٰ اس کے دل میں نہ ہو۔ پس یاد رکھو نرمی زیارتوں سے کچھ نہیں ہوتا۔ خدا تعالیٰ نے جو پہلی دعا سکھلائی ہے **إِخْدِنَا الصِّرَاطَ الَّذِي تَقِيمُ بَيْنَ أَلْسِنَةِ الَّذِينَ اتَّقَمْتُ عَلَيْهِمْ** (الفاتحہ، ۵: ۷۰)، اگر اللہ تعالیٰ

کا اصل مقصود زیارت ہوتا تو وہ اھستہ تانہ کی جگہ اور ناصحاً صَوْرَ الْذِّیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْہِمْ کی دُعا تعلیم فرماتا۔ جو نہیں کیا گیا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عملی زندگی میں دیکھ لو کہ آپ نے کسی یہ خواہش نہیں کی کہ مجھے ابراہیم علیہ السلام کی زیارت ہو جاوے۔ گو آپ کو معراج میں سب کی زیارت بھی ہو گئی۔ پس یہ امر مقصود بالذات ہرگز نہیں ہونا چاہیے۔ اصل مقصد سچی اتباع ہے۔

سُورَةُ فَاتِحَةٍ كِي دُعا

چونکہ سورہ فاتحہ کا ذکر تھا۔ آپ نے فرمایا کہ :

اس میں یمن گروہوں کا ذکر ہے۔ اول نعم علیہم۔ دوم مغضوب، سوم ضالین۔ مغضوب کے مراد بالاتفاق یہود ہیں اور ضالین سے نصاریٰ۔ اب تو سیدھی بات ہے کہ کوئی دانشمند باپ بھی اپنی اولاد کو وہ تعلیم نہیں دیتا جو اس کے لیے کام آنے والی نہ ہو۔ پھر خدا تعالیٰ کی نسبت یہ کیونکر روادارہ کہہ سکتے ہیں کہ اس نے ایسی دُعا تعلیم کی ہے کہ جو پیش آنے والے امور نہ تھے؟ نہیں بلکہ یہ امور سب واقعہ ہونے والے تھے۔ مغضوب کے مراد یہود ہیں اور دوسری طرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اُمت کے بعض لوگ یہودی صفت ہو جائیں گے۔ یہاں تک کہ ان سے تشبہ اختیار کریں گے کہ اگر یہودی لے ماں سے نہ نکالیا ہو تو وہ بھی کریں گے۔ اب وہ یہودی جو خدا تعالیٰ کے عذاب کے نیچے آئے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی زبان سے اُن پر لعنت پڑی تھی۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ سب موجود کے زمانہ میں یہ سب واقعات پیش آئیں گے۔ وہ وقت اب آ گیا ہے۔ میری مخالفت میں یہ لوگ ان سے ایک قدم بگلا پیچھے نہیں رہتے۔

اس کے بعد حضرت مولانا نور الدین صاحب نے عرض کی کہ حضور ایک سوال اکثر

رشوت کی تعریف

آدمی دریافت کرتے ہیں کہ اُن کو بعض وقت ایسے واقعات پیش آتے ہیں کہ

جیتنا کہ کسی اہلکار وغیرہ کو کچھ نہ دیں۔ اُن کا کام نہیں ہوتا اور وہ تباہ کر دیتے جاتے ہیں۔ فرمایا :

میرے نزدیک رشوت کی یہ تعریف ہے کہ کسی کے حقوق کو ذائل کرنے کے واسطے یا ناجائز طور پر گورنمنٹ کے حقوق کو دبا کر لینے کے لیے کوئی ماہر الاستغناء کسی کو دیا جائے، لیکن اگر ایسی صورت ہو کہ کسی دوسرے کا اس سے کوئی نقصان نہ ہو اور نہ کسی دوسرے کا کوئی حق ہو صرف اس لحاظ سے کہ اپنے حقوق کی حالت میں کچھ دے دیا جاوے تو کوئی حرج نہیں اور یہ رشوت نہیں، بلکہ اس کی مثال ایسی ہے کہ ہم راستہ پر چلے جاویں اور سامنے کوئی تختا آجاوے تو اس کو ایک ٹکڑا روٹی کا ڈال کر اپنے طور پر جاویں اور اس کے شر سے محفوظ رہیں۔

اس پر حضرت حکیم الامت نے عرض کی کہ بعض معاملات اس قسم کے ہوتے

استغناء قلب

ہیں کہ پتہ ہی نہیں لگتا جو اصل میں حق پر کون ہے۔ فرمایا :

ایسی صورتوں میں استغفار قلب کافی ہے۔ اس میں شریعت کا حصہ رکھا گیا ہے۔ میں نے جو کچھ کہا ہے اس پر اگر زیادہ غور کی جاوے تو امید ہے قرآن شریف سے بھی کوئی نفع مل جاوے۔
بعد نماز مشاء حضور تشریف لے گئے۔

۱۰ اگست ۱۹۰۲ء

۱۰ اگست کی میر میں شیخوں کے لاہوری مجتہد سید علی عازمی کے دوسرے اشتہار یا رسالہ کا تذکرہ تھا جس میں علی عازمی نے نو اور بے معنی طریق پر حضرت امام حسین کی فضیلت کو گل انبیاء پر ثابت کرنے کی بالکل کوشش یہودہ کی ہے اور مٹھنا اس امر پر بھی ذکر ہوا کہ ہمارے مخالفین مکذبین کا جو انجام ہوا ہے۔ وہ ایک زبردست نشان ہے۔ مثلاً غلام دستگیر کا پتہ کتاب میں مبالغہ کرنا اور پھر اس کے چند روز بعد مرجانا یا مولوی اکیمل علی گڑھی کا مبالغہ کرنا اور ہلاک ہونا۔ ایسا ہی لڈھیانہ کے اول الملکذبین مولوی عبدالعزیز کا تباہ ہونا یا دوسرے مخالفوں کا مختلف اذیتوں اور تکلیفوں میں مبتلا اور اس سلسلہ کا کامیاب اور ہائمد ہونا یہ عظیم الشان نشان ہے۔

پھر باتوں ہی باتوں میں جناب ثواب صاحب نے ذکر کیا کہ ایک شخص سے میں نے کہا کہ مومن ہی دنیا و آخرت میں سچا سکھ پاتا ہے جس پر وہ شخص کہنے لگا کہ پھر سب سے بڑے مومن تو انگریزی ہیں۔ اس پر حضرت جتہ اقدس نے جو کچھ فرمایا۔ اس کا خلاصہ وہ عنوان ہے جو ہم نے اس نوٹ کے حاشیہ میں لکھ دیا ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ بات غلط ہے کہ سچا سکھ یا راجت کفار کو حاصل ہے۔ ان لوگوں کو معلوم نہیں ہے کہ یہ لوگ شراب جیسی چیزوں کے ایسے غلام ہیں اور ان کے وصلے کیسے پست ہیں۔ اگر امینان اور سیکنت ہو تو پھر خود کشیاں کیوں کرتے ہیں۔ ایک مومن کبھی خودکشی نہیں کر سکتا۔ جیسے شراب اور دوسرے نشہ لافراغ غلط کرنے والے مشہور ہیں۔ اسی طرح سب سے بہتر غم غلط کرنے والا اور راحت بخشنے والا سچا ایمان ہے۔ یہ مومن ہی کے لیے ہے۔
وَلَيْسَ الْبِرُّ بِمَا تَرَكَ بَلْ بِمَا تَصَدَّقَ بِهِمْ وَجَنَّتْ لِي - (الرحمان : ۴۶)۔

حضرت امام حسین کی فضیلت کے دلائل یا دعاوی جو سید علی عازمی نے بیان کیے ہیں۔ ان کے تذکرے پر

مخلوق پرست دانشمند کہاں!

حضرت اقدس نے ایک موقع پر فرمایا کہ:

خلوق پرست کبھی دانشمند نہیں ہو سکتے۔ اور اب تو زمانہ بھی ایسا آگیا ہے۔ علمی تحقیقات اور ایمجادوں نے خود
دلوں پر ایک اثر کیا ہے اور لوگ سمجھنے لگ گئے ہیں کہ یہ خیالی امور ہیں۔

۱۱ اگست ۱۹۰۲ء

ایک قریشی صاحب کئی روز سے بیمار ہو کر دارالامان میں حضرت حکیم الامت کے علاج کے لیے آئے ہوئے
ہیں۔ اُنھوں نے متعدد مرتبہ حضرت حجۃ اللہ کے حضور دُعا کے لیے التجا کی۔ آپ نے فرمایا،
”ہم دُعا کریں گے“

۱۱ اگست کی شام کو اس نے بذریعہ حضرت حکیم الامت التماس کی کہ میں حضور مسیح موعود
تیمارداری کی زیارت کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں، مگر پاؤں کے متوڑ ہونے کی وجہ سے حاضر
نہیں ہو سکتا۔ حضرت نے خود ۱۱ اگست کو اُن کے مکان پر جا کر دیکھنے کا وعدہ فرمایا، چنانچہ وعدہ کے ایفاء کے
لیے آپ میر کھلتے ہی خدام کے حلقہ میں اس مکان پر پہنچے جہاں وہ فروکش تھے۔ آپ کچھ دیر تک مریض کے
عام حالات دریافت فرماتے رہے۔ زوال بعد بطور تبلیغ فرمایا کہ

تقویٰ دعا کی شرط
میں نے دُعا کی ہے، مگر اصل بات یہ ہے کہ نری دُعا میں کچھ نہیں کر سکتی
ہیں۔ بیشک اللہ تعالیٰ کی مرضی اور امر نہ ہو۔ دیکھو اہل حاجت لوگوں
کو کس قدر تکالیف ہوتی ہیں۔ مگر حاکم کے ذرا کہہ دینے اور توجیہ کر کے سے دُعا دود ہو جاتی ہیں۔ اسی طرح پر اللہ
کے امر سے سب کچھ ہوتا ہے۔ میں دُعا کی تقویٰ کو اس وقت صحت کرتا ہوں جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے امر
اور اذن ہو، کیونکہ اس نے اذ عنونیٰ تو کہا ہے مگر اُسٹحیبت لکنڈ بھی ہے۔

یہ ضروری بات ہے کہ بندہ اپنی حالت میں ایک پاک تبدیلی کرے اور اندر ہی اندر خدا تعالیٰ سے صلح کر
لے اور یہ معلوم کرے کہ وہ دُنیا میں کس طرف کے لیے آیا ہے۔ اور کہاں تک اس غرض کو پورا کرنے کی کوشش
کی ہے۔ بیشک انسان اللہ تعالیٰ کو سمجھتا نہیں کرتا۔ اس وقت تک کسی تکلیف میں مبتلا نہیں ہوتا۔
لیکن اگر انسان تبدیلی کرے۔ تو خدا تعالیٰ پھر دُعا برحمت کرتا ہے۔ اس وقت طبیعت کو بھی سوجھ جاتی ہے۔ خدا تعالیٰ
پر کوئی امر شکل نہیں، بلکہ اس کی توشان ہے۔ اِنشَاءً اَمْرًا اِذَا اَرَادَ شَيْئًا اَنْ يَّعْمَلَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ۔ (یسس: ۸۳)۔

ایک بار میں نے اخباریں پڑھا تھا کہ ایک ڈپٹی انسپکٹر پولیس سے ناخن کا میل نکال رہا تھا جس سے اس کا ہاتھ دُم کر گیا۔ آخر ڈاکٹر نے ہاتھ کاٹنے کا مشورہ دیا۔ اس نے معمولی بات سمجھی۔ نتیجہ یہ ہوا کہ وہ ہلاک ہو گیا۔ اسی طرح ایک دفعہ میں نے پولیس کو ناخن سے بنایا۔ دوسرے دن جب میں سیر کو گیا، تو مجھے اس ڈپٹی انسپکٹر کا خیال آیا اور ساتھ ہی میرا ہاتھ دُم کر گیا۔ میں نے اسی وقت دُعا کی اور الہام ہوا۔ اور پھر دیکھا تو ہاتھ بالکل درست تھا۔ اور کوئی دُم یا تکلیف نہ تھی۔ غرض بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ جب اپنا فضل کرتا ہے، تو کوئی تکلیف باقی نہیں رہتی، مگر اس کے لیے ضروری شرط ہے کہ انسان اپنے اندر تبدیلی کرے۔ پھر جس کو وہ دیکھتا ہے کہ یہ نافع وجود ہے، تو اس کی زندگی میں ترقی دے دیتا ہے۔ ہماری کتاب میں اس کی بابت صاف لکھا ہے وَاَتَا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْأَرْضِ (الزمر: ۱۸) ایسا ہی پہلی کتابوں سے پایا جاتا ہے۔ حقیقتیں نبی کی کتاب میں درج ہے۔

انسان بہت بڑے کام کے لیے بھیجا گیا ہے، لیکن جب وقت آتا ہے اور وہ اس کام کو پورا نہیں کرتا۔ تو خدا اس کا تمام کام کر دیتا ہے۔ خلوہ کو ہی دیکھ لو کہ جب وہ ٹھیک کام نہیں کرتا، تو آقا اس کو الگ کر دیتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ اس وجود کو کبھی قائم رکھے، جو اپنے فرض کو ادا نہیں کرتا۔

ہمارے مرزا صاحب پچاس برس تک علاج کرتے رہے، اُن کا قول تھا کہ اُن کو کوئی مکی نذر نہیں ملا۔ سچ ہی ہے کہ خدا تعالیٰ کے اذن کے بغیر ہر ایک ذرہ جو انسان کے اندر جاتا ہے کبھی مفید نہیں ہو سکتا۔ تو یہ واضح ستغفار بہت کرنی چاہیے۔ تا خدا تعالیٰ اپنا فضل کرے۔ جب خدا تعالیٰ کا فضل آتا ہے، تو دُعا بھی قبول ہوتی ہے۔ خدا نے ہی فرمایا ہے کہ دُعا قبول کروں گا۔ اور کبھی کہا کہ میری تقضار و قدر مالو۔ اس لیے میں تو جب تک اذن نہ ہوں کہ امید قبولیت کی کرتا ہوں۔ بندہ ہنایت ہی نا تو اں اور بلے بس ہے پس خدا کے فضل پر نگاہ رکھنی چاہیے۔

چوہدری عبدالغفار صاحب نبردوار بھول پور نے سوال کیا کہ
حکام اور برادری سے سلوک

حکام اور برادری سے کیا سلوک کرنا چاہیے۔

ہماری تعلیم تو یہ ہے کہ سب سے نیک سلوک کرو۔ حکام کی سستی اطاعت کرنی چاہیے، کیونکہ وہ حفاظت کرتے ہیں۔ جان اور مال اُن کے ذریعہ امن میں ہیں اور برادری کے ساتھ بھی نیک سلوک اور برتاؤ کرنا چاہیے کیونکہ

برادری کے بھی حقوق ہیں؛ البتہ جو قسمی نہیں اور بدعات و شرک میں گرفتار ہیں اور ہمارے مخالف ہیں ان کے پیچھے نماز نہیں پڑھنی چاہیے؛ تاہم اُن سے نیک سلوک کرنا ضرور چاہیے۔ ہمارا اصول تو یہ ہے کہ ہر ایک سے نیکی کرو جو دنیا میں کسی سے نیکی نہیں کر سکتا، وہ آخرت میں کیا اجر لے گا۔ اس لیے سب کے لیے نیک اندیش ہونا چاہیے۔ ہاں مذہبی امور میں اپنے آپ کو بچانا چاہیے۔ جس طرح پر طیب ہر برین کی خواہ ہندو ہو یا عیسائی یا کوئی ہو سب کی تشخیص اور علاج کرتا ہے۔ اسی طرح پڑھنی کرنے میں عام اصولوں کو مدنظر رکھنا چاہیے۔

اگر کوئی یہ کہے کہ میرے خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں کفار کو قتل کیا گیا تو اس کا جواب یہ ہے کہ وہ لوگ اپنی شرارتوں اور ایذا رسانیوں سے یہ سبب بلا وجہ قتل کرنے مسلمانوں کے مجرم ہو چکے تھے۔ اُن کو جو سزا ملی مجرم ہونے کی حیثیت سے مٹی حصن انکار اگر ساوگی سے ہو اور اس کے ساتھ شرارت اور ایذا رسانی نہ ہو، تو وہ اس دنیا میں عذاب کا موجب نہیں ہوتا۔

رشوت
رشوت ہرگز نہیں دینی چاہیے۔ یہ سخت گناہ ہے، مگر میں رشوت کی یہ تعریف کرتا ہوں کہ جس سے گورنمنٹ یا دوسرے لوگوں کے حقوق تلف کیے جاویں۔ میں اس سے سخت منع کرتا ہوں، لیکن ایسے طور پر بطور نذرانہ یا ڈالی اگر کسی کو دی جاوے جس سے کسی کے حقوق کے اختلاف تفرق نہ ہو، بلکہ اپنی حق تلفی اور شرت سے بچنا مقصود ہو۔ تو یہ میرے نزدیک منع ہے۔ اور میں اس کا نام رشوت نہیں رکھتا، کسی کے ظلم سے بچنے کو شریعت منع نہیں کرتی، بلکہ **لَا تُلَاقُوا جَائِدًا يَكْفُرُ إِلَىٰ أَهْلِهِ مُبْتَلًا** (البقرہ: ۱۹۶) فرمایا ہے۔

خدا تعالیٰ کی آزمائش نہ کرو
خانا صاحب ذاب خاں صاحب جاگیر دار مالیک کوٹلہ نے ایک شخص کا ذکر کیا کہ وہ ارادت کا اظہار کرتا ہے۔ مگر چاہتا ہے کہ اس کی توجہ نماز کی طرف ہو جائے۔ فرمایا کہ ۱

یہ لوگ خدا تعالیٰ سے ایسی شرطیں کیوں کرتے ہیں۔ پہلے خود کو کوشش کرنی چاہیے۔ قرآن میں **إِن تَابَ لَتَسُبِّحَنَّ** مقدم ہے۔ خدا تعالیٰ پر کسی کا حق واجب نہیں۔ اگر وہ خود کو کوشش کرنا چاہتے ہیں، تو ہمیں تمک یہاں آ کر رہیں۔ خدا نے فرمایا ہے۔ **كُونُوا مَعَ الصَّادِقِينَ** (التوبہ: ۱۱۹) یہاں وہ نماز پڑھنے والوں کو دیکھیں گے باتیں نہیں گے۔

خدا تعالیٰ تو غنی ہے۔ اگر ساری دنیا اس کی عبادت نہ کرے تو اس کو کیا پروا ہے۔ ہزاروں موتی انسان قبول کرے تو خدا کو خوش کر سکتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی آزمائش نہ کر دینا چھٹا طریقہ نہیں۔

حدیث حدیث دو قسم کی ہیں۔ اول وہ جو صراحتاً بلا تاویل ہماری ممد اور معاون ہیں۔ جیسے اِمَامُکُمْ مِنْکُمْ۔ فَاَمَلْکُمْ مِنْکُمْ۔ لَا مَهْدِیَ اِلَّا عِشْیٰ وَغِیْرُو۔ اور دوم کچھ اس قسم کی ہیں جو ہمارے مخالف پیش کرتے ہیں۔ ان میں سے بعض تو ایسی ہیں کہ ذرا سی توجہ سے ان کا مضمون اور مفہوم ہمارے مطابق ہو جاتا ہے اور بعض بالکل محرت و مبطل قرآن شریف کے خلاف اقوالِ مُرُوذہ ہیں ہم ان کو رد کر دیں گے۔

خدا تعالیٰ کی آواز تو ہمیشہ آتی ہے، مگر مُرُوذوں کی نہیں آتی۔ اگر کہیں کسی مردے کی آواز آتی ہے تو خدا کی معرفت۔ یعنی خدا تعالیٰ کوئی خبر ان کے متعلق دے دیتا ہے۔ اصل یہ ہے کہ کوئی ہو خواہ نبی ہو یا صدیق یہ حال ہے۔ کہ آواز کہ خبر شد خبرش با زینامہ۔ اللہ تعالیٰ ان کے درمیان اور اہل و عیال کے درمیان ایک حجاب رکھ دیتا ہے۔ وہ سب تعلق قطع ہو جاتے ہیں۔ اسی لیے فرمایا ہے: فَلَا اَلْسَابَ بَیْنَهُمْ (المومنون: ۱۰۲) کہف والا قصہ ہماری راہ میں نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ نے ان کو سُلا یا ہو اور پھر جگایا ہو، تو ہمارا کوئی حرج نہیں۔ مسیح کی وفات سے اس کو کیا تعلق؟ مسیح کے لیے کمال بقوہ آیا ہے۔

فضیلت کا مسئلہ امام حسینؑ پر میری فضیلت کا ذکر کرنا تو نہی غصہ میں آتے ہیں۔ قرآن نے کہاں امام حسینؑ کا نام لیا ہے۔ زیدؑ کا ہی نام لیا ہے۔ اگر ایسی ہی بات تھی تو چاہیے تھا کہ حسینؑ کا نام بھی لے دیا جاتا۔ اور پھر مَا کَانَ مُحَمَّدٌ اَبَا اَحَدٍ مِنْتَیْجَا یَکُوْنُ کَمَہِ کَرَامِی الْوَتِ کَا خَاتَمَہِ کَرُوْیَا۔ اَلْاَحْسَبِیْنَ کہہ دیا ہوتا تو شیعہ کا ہاتھ پڑ سکتا تھا۔ اصل یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام ان باتوں سے لاپرواہ ہوتے ہیں۔ ان کی تمنا بھی یہ نہ تھی، ورنہ اللہ تعالیٰ نبیوں کی تمنا بھی پوری کر دیتا ہے۔

مخالفین سے معاف قبل از نماز ظہر حضرت اقدسؑ سے دریافت کیا گیا کہ عیسائیوں کے ساتھ کھانا اور معاف کرنا جائز ہے؟ فرمایا:

میرے نزدیک ہرگز جائز نہیں یہ غیرتِ ایمانی کے خلاف ہے۔ وہ لوگ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو گایاں دیں اور ہم ان سے معاف کریں۔ قرآن شریف ایسی مجلسوں میں بیٹھنے سے بھی منع فرماتا ہے

جہاں اٹھا اور اس کے رسولؐ کی باتوں پر ہنسی اُڑائی جاتی ہے اور پھر یہ لوگ خنزیر خورد ہیں۔ اُن کے ساتھ کھانا کھانا کیسے جائز ہو سکتا ہے۔ اگر کوئی شخص کسی کی ماں بہن کو گالیاں دے، تو کیا وہ روار کھے گا کہ اس کے ساتھ ل کر بیٹھے اور مصالحت کرے۔ پھر جب یہ بات نہیں اٹھا اور اس کے رسولؐ کے دشمنوں اور گالیاں دینے والوں سے کیوں اس کو جائز رکھا ہے۔

۱۱ اگست ۱۹۰۲ء

آنحضرتؐ اور آپ کے صحابہؓ کی فیصلتِ مسیح اور اُن کے حواریوں پر
بعد ادا تے نماز مغرب حضرت
قدس علیہ الصلوٰۃ والسلام

معمول کے موافق خدام کے حلقہ میں ٹیٹھے گئے اور فرمایا کہ :

قرآن شریف کے ایک مقام پر فرموا کرتے کرتے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی عظمت اور کامیابی معلوم ہوتی جس کے مقابل میں حضرت مسیحؑ بہت ہی کمزور ثابت ہوتے ہیں۔ سورہ مادہ میں ہے کہ نزولِ مادہ کی درخواست جب حواریوں نے کی تو وہاں صاف لکھا ہے کہ قَالُوا نَرِيدُ أَنْ نَمُنَّ بِمَا نَعْبُدُ مِنْكَ وَنَسْتَعِينُ بِكَ قُلُوبَنَا وَنَحْسَبُ أَنْ قَدْ مَدَدْتَ قُدْرَتَكَ عَلَيْنَا مِنْ الشَّاهِدِينَ (المائدہ : ۱۱۴) اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے پہلے جس قدر مجرمان مسیح کے بیان کئے جاتے ہیں اور جو حواریوں نے دیکھے تھے۔ ان سب کے بعد اُن کا یہ درخواست کہنا اس امر کی دلیل ہے کہ اُن کے قلوب پہلے مطمئن نہ ہوتے تھے۔ ورنہ یہ الفاظ کئے کہ اُن کو کیا ضرورت تھی۔ وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُنَا وَنَعْلَمُ أَنْ قَدْ مَدَدْتَ قُدْرَتَكَ عَلَيْنَا مِنْ الشَّاهِدِينَ (البینۃ : ۹) فرمایا۔ اور یہ بھی بیان کیا کہ اُن پر سکینت نازل فرمائی۔ یہ آیت مسیح علیہ السلام کے معجزات کی حقیقت کھولتی ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت قائم کرتی ہے صحابہ کا کہیں ذکر نہیں کہ اُنہوں نے کہا کہ ہم ایمان قلب چاہتے ہیں، بلکہ صحابہ کا یہ حال کہ اُن پر سکینت نازل ہوئی۔ اور یہود کا یہ حال بَیْرُفُفَا كَمَا بَیْرُفُفُونَ أَبْنَاءَهُمْ (البقرہ : ۱۴۷) ان کی حالت بتائی۔ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت یہاں تک کھل گئی تھی کہ وہ اپنے بیٹوں کی طرح شناخت کرتے تھے اور نصاریٰ کا یہ حال کہ ان کی آنکھوں سے آپ کو دیکھیں تو آنسو جاری ہو جاتے تھے۔ یہ مراتب مسیح کو کہاں نصیب !

اس پر عرض کیا گیا کہ حضور! حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بھی اسیاتے موتی کی کیفیت کے متعلق اطمینان چاہا تھا۔
کیا ان کو بھی پہلے اطمینان نہ تھا؟ فرمایا:

انبیاء مکتلامیذ الرحمن ہوتے ہیں اُن کی ترقی بھی تدریجی ہوتی ہے

اہل بات یہ ہے کہ انبیاء
علیہم السلام اللہ تعالیٰ کے

کتاب میں تعلیم پانے والے ہوتے ہیں اور مکتلامیذ الرحمن کہلاتے ہیں۔ اُن کی ترقی بھی تدریجی ہوتی ہے۔ اس لیے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے قرآن شریف میں آیا ہے۔ كَذٰلِكَ نُنشِئُ بِهٖ خُذًا لَّكَ وَرَقْلًا لَّنَا تَنْزِيْلًا
(الفرقان: ۳۳) پس میں اس بات کو خوب جانتا ہوں کہ انبیاء علیہم السلام کی حالت کیسی ہوتی ہے جس میں
نبی ناممور ہوتا ہے اُس دن اور اُس کی نبوت کے آخری دن میں ہزاروں کوس کا فرق ہو جاتا ہے۔ پس یہ کوئی
تحصیل کی بات نہیں ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ایسا کہا۔ ابراہیم تو وہ شخص ہے جس کی نسبت
قرآن شریف نے خود فیصلہ کر دیا ہے۔ اِنْبِرَآهِيْمَ الَّذِي وُفِّيَ (النجم: ۳۸) وَ اِذَا نَسَّخْنَا لَیْلًا اِنْبِرَآهِيْمَ
رَقِيْمًا يَكْتُمِبُ فَاتَّبَعْنٰهُ۔ (البقرہ: ۱۲۵) پھر یہ اعتراض کس طرح پر ہو سکتا ہے۔

کیا ایک بچہ مثلاً مبارک (سلطنت ربد) جو آج مکتب میں بیٹھا یادہ ایم۔ اے یابی۔ اے کا مقابلہ کر سکتا ہے۔
اسی طرح انبیاء کی بھی حالت ہوتی ہے کہ ان کی ترقی تدریجی ہوتی ہے۔ دیکھو براہین احمدیہ میں باوجودیکہ خدا تعالیٰ
نے وہ تمام آیات جو حضرت مسیح سے متعلق ہیں میرے لیے نازل کی ہیں اور میرا نام مسیح رکھا اور آدم۔ داؤد۔
سیمان غرض تمام انبیاء کے نام رکھے، مگر مجھے معلوم نہ تھا کہ میں ہی مسیح موعود ہوں جینک خود اللہ تعالیٰ نے
اپنے وقت پر یہ راز نہ کھول دیا۔ جو اریوں نے جو اطمینان قلب چاہا ہے وہ ان سب نشانات کے بعد
ہے جو وہ دیکھ چکے تھے، اس لیے وہ اعتراض کے نیچے ہیں کہ ان کو ضرور شک تھا۔

آیت فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي دَنَسَ عَلَيَّ اَلْجَنَّةَ الَّتِي لَا يَدْخُلُهَا اَحَدٌ مِّنْ عِبَادِكَ اِلَّا الَّذِي فَضَلْتَ عَلَيَّ اَلْحَمْدُ لَكَ اَلْحَمْدُ رَبِّ الْعَالَمِينَ
اس کے بعد امریکہ کے مشہور کاتب
اور مفسر ڈاکٹر ڈوئی کے اخبار کا

غلامہ برادر مضمی محمد صادق صاحب نے پڑھ کر بتایا۔ اُس کے سننے کے بعد حضرت محمد اللہ نے پھر ذکر کیا کہ؛
فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي (المائدہ: ۱۱۸) سورہ مائدہ کی آیت پر آج پھر غور کرتے ہوئے ایک نئی بات معلوم
ہوتی۔ اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ حضرت مسیح سے یہ سوال ہوا کہ کیا تو نے کہا تھا کہ مجھ کو اور
میری ماں کو اللہ بنا لو وہ اپنی بریت کے لیے جواب دیتے ہیں کہ میں نے تو وہی تعلیم دی تھی جو تو نے
مجھے دی تھی اور جینک میں اُن میں رہا، اُن کا انکار تھا اور جب تو نے مجھے وفات دے دی۔ تو تو اُن پر

بگوان تھا۔ اب صاف ظاہر ہے کہ اگر حضرت مسیح دوبارہ دُنیا میں آئے تھے۔ اور یہ سوال ہوا تھا قیامت میں تو اس کا یہ جواب نہیں ہونا چاہیے تھا۔ بلکہ اُن کو تو یہ جواب دینا چاہیے تھا کہ ہاں بیشک میرے آسمان پر اٹھائے جانے کے بعد اُن میں شرک پھیل گیا تھا، لیکن پھر دوبارہ جا کر تو میں نے مسیحوں کو توڑا۔ فلاں کافر کو مارا۔ اُسے ہلاک کیا، اُسے تباہ کیا۔ نہ یہ کہ وہ یہ جواب دیتے۔ وَكَلَّمَ عَلَيْنِمَ شَهِيدًا آمَنًا مُنْتَفِيهِمْ۔ (المائدہ: ۱۱۸) اس جواب کے صاف معلوم ہوتا ہے کہ حضرت مسیح کو ہرگز ہرگز خود دُنیا میں نہیں آتا ہے اور یہ نفس ہے اُن کے عدم نزول پر۔

۱۲ اگست ۱۹۰۲ء (بوقت شام)

حضرت جبری اشدنی صلی اللہ علیہ وسلم والسلام اولیٰ نماز کے بعد مجلس فرمایا ہوئے۔ فرمایا کہ: چونکہ یہ کتاب نزولِ مسیح تمام مسائل کی جامع کتاب بنانی چاہتا ہوں۔ اس لیے میرا ارادہ ہے کہ ہمارے چند اصحاب میری کتابوں کے مضامین کی ایک ایک فہرست بنا دیں، تاکہ مجھے معلوم ہو جاوے کہ کون کون سے مضامین اس میں آپکے ہیں۔

اس کے بعد ایڈیٹر الحکم نے حکم کا وہ نمبر پیش کیا جو ۲۴ جولائی ۱۹۰۲ء کا چھپا ہوا ہے اور جس میں حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے ایک خط مولوی عبدالرحمن صاحب لکھو کے واسطے کے نام حضرت حجۃ اللہ المسیح الموعود کے ایما سے لکھا تھا اور جس میں یہ دعویٰ کیا گیا تھا کہ اگر تو حضرت اقدس کے برخلاف نام تکبیر کوئی مخالف الہام پیش کرے گا، تو ہلاک ہو جاوے گا۔ غرض وہ مضمون ناظرین الحکم پڑھ چکے ہیں۔ اعادہ کی ضرورت نہیں۔

مولوی عبداللہ چکرا الوی کے خلاف وجوہ کفر
اس کے بعد حضرت مولانا مولوی عبد الکریم صاحب نے عرض کی کہ مولوی محمد حسین

صاحب کا ایک رسالہ آیا ہے۔ جس میں چینیاں دالی مسجد میں قیامت کے عنوان سے آپ نے ایک مضمون لکھا ہے جو مولوی عبداللہ چکرا الوی کے خلاف ہے۔ لکھتے لکھتے ایک مقام پر لکھتا ہے کہ ہم اس کو پرنٹ آف تادیان کے ساتھ ملائے ہیں۔ یعنی کفر کا فتویٰ دیتے ہیں، چنانچہ اس کے نیچے پھر کفر کا فتویٰ مرتب کیا ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے دریافت فرمایا کہ: وجوہ کفر کیا ہیں؟

مولوی مکرزاوی کتاب ہے کہ حدیث کی کچھ ضرورت نہیں بلکہ حدیث کا پڑھنا ایسا ہے جیسا کہ گتے کو ہڈی کا چسکا ہو سکتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا درجہ قرآن لانے میں اس سے بڑھ کر نہیں جیسا کہ ایک چڑیا سی یا نڈکوری کا درجہ پروانہ سرکاری لانے میں ہوتا ہے۔

حضرت اقدس سراج موعودؒ نے فرمایا :

ایسا کفار ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بے ادبی کرتا ہے۔ احادیث کو ایسی حقارت سے نہیں دیکھنا چاہیے۔ کفار تو اپنے بتوں کے جتر منتر کو یاد رکھتے ہیں۔ تو کیا مسلمانوں نے اپنے رسول کی باتوں کو یاد نہ رکھا۔ قرآن شریف کے پہلے سمجھنے والے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی تھے اور اس پر آپ عمل کرتے تھے اور دوسروں کو عمل کراتے تھے۔ یہی سنت ہے اور اسی کو تعامل کہتے ہیں۔ اور بعد میں ائمہ نے نہایت محنت اور جانفشانی سے اس سنت کو الفاظ میں لکھا اور جمع کیا اور اس کے متعلق تحقیقات اور چھان بین کی۔ پس وہ حدیث ہوتی۔ دیکھو بخاری اور مسلم کو کیسی محنت کی ہے۔ آخر ائمہوں نے اپنے باپ دادوں کے احوال تو نہیں لکھے۔ بلکہ جہان تک بس چلا صحت و مصدقانی کے ساتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اقوال و افعال یعنی سنت کو جمع کیا اور اکثر حدیثوں مثلاً بخاری کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس میں برکت اور نور ہے۔ جو ظاہر کرتا ہے کہ یہ باتیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ سے نکلیں ہیں۔ مثلاً اِنَّمَا مَنكُنْهُ بِشِكْنِہِ كِی حدیث کیسے صاف ظاہر کرتی ہے کہ صحیح تم میں سے ہوگا۔ اور یہ عیسائیوں کا رد ہے۔ کیونکہ عیسائی فکر کرتے تھے۔ کہ عیسیٰ پھر آئے گا اور دین عیسوی کو بڑھائے گا، لیکن انحضرتؐ نے سنا یا کہ ہم نے اس کو آسمان پر دیگر وقت شدہ لوگوں میں دیکھا اور پھر فرمایا کہ جو آئیو الا سیح ہے وہ اِنَّمَا مَنكُنْهُ بِشِكْنِہِ ہوگا۔ غرض احادیث کے متعلق ایسا لکھ نہیں بولنا چاہیے۔ ہاں اس معاملہ میں غلو بھی نہیں کرنا چاہیے کہ اس کو قرآن اور تعامل سے بڑھ کر سمجھا جائے، بلکہ جو کچھ قرآن اور سنت کے مطابق حدیث میں ذکر ہوا ہو۔ اس کو ماننا چاہیے، کیونکہ جب حدیث کی کتابیں نہ تھیں تب بھی لوگ نمازیں پڑھتے تھے اور تمام شعاہز اسلام بجالاتے تھے۔

پس قرآن شریف کے بعد تعامل یعنی سنت ہے۔ اور پھر حدیث ہے۔ جو ان کے مطابق ہو۔

مولوی محمد حسین نے پہلے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں ایسا ہی ظاہر کیا تھا کہ جو لوگ خدا سے وحی اور الہام پاتے ہیں وہ اپنے طور پر براہ راست احادیث کی صحبت کر لیتے ہیں۔ بعض وقت قواعد علم حدیث کی نروسے ایک حدیث موضوع ہوتی ہے اور ان کے نزدیک صحیح اور ایک حدیث صحیح قرار دی ہوتی ان کے نزدیک موضوع۔ غرض بات یہ ہے کہ قرآن اور سنت اور حدیث تین مختلف چیزیں ہیں۔

مولوی محمد حسین صاحب کے متعلق حضرت اقدس کا ایک پرانا خواب اس کے بعد حضرت اقدس نے اپنا پرانا خواب مولوی

محمد حسین صاحب کے متعلق بیان فرمایا۔ جو کہ کتاب سراج مینبر کے آخر میں درج ہے۔ اور فرمایا کہ :
 یہ بات ۹۲ یا ۹۵ء کی ہے جب ہم نے یہ رویا دیکھا تھا کہ ہم نے جماعت کراتی ہے اور نماز
 عصر کا وقت ہے۔ اور ہم نے قرأت پیلے بلند آواز سے کی ہے۔ پھر ہم کو یاد آیا۔ اور اس کے بعد ہم نے
 محمد حسین سے کہا کہ ہم خدا کے سامنے جائیں گے۔ ہم چاہتے ہیں ہر بات میں صفائی ہو۔ اگر ہم نے آپ
 کے متعلق کچھ سخت الفاظ کہے ہوں تو آپ معاف کر دیں۔ اس نے کہا میں معاف کرتا ہوں۔ پھر ہم نے
 کہا ہم بھی معاف کرتے ہیں۔ پھر ہم نے دعوت کی اور اس نے غدرِ خیمف کے ساتھ اس دعوت کو قبول کر لیا۔
 اور ایک شخص سلطان بیگ نام چوتراہ پر قریب الموت تھا۔ اور ہم نے کہا کہ ایسا ہی مقدر تھا کہ اس کے مرنے
 کے وقت یہ واقعہ ہوا اور ایسا ہی مقدر تھا کہ بہاؤ الدین کے مرنے کے وقت یہ بات ہو۔

اس خواب کے بعد فرمایا :

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ . خواب میں تعینات شخصیہ ضروری نہیں۔

پھر حضرت اقدس نے مولوی محمد حسین صاحب کے ان دنوں کی حالت کا ذکر کیا۔ جب وہ بات بات
 میں خاکساری دکھلائے اور قدم قدم پر اخلاص رکھتے تھے اور جو تھے اٹھا کر بھڑا کر آگے رکھتے تھے اور
 دُعا کرتے تھے۔ اور کہتے تھے کہ میں مولویت کو نہیں چاہتا۔ مجھے اجازت دو تو میں قادریان میں آ رہا
 ہوں اور فرمایا کہ

کسی وقت کا اخلاص اور خدمت انسان کے کام آجاتا ہے شاید ان وقتوں کا اخلاص ہی ہو جو بالآخر مولوی
 محمد حسین صاحب کو اس سلسلہ کی طرف رجوع کرنے کی توفیق دے۔ کیونکہ وہ بہت ٹھوکریں کھا چکے ہیں۔ اور
 آخر دیکھ چکے ہیں کہ خدا کے کاموں میں کوئی حارج نہیں ہو سکتا۔ فرمایا کہ
 ایسا ہی اجتہادی طور پر ہیں بعض لوگوں پر بھی حُجُن نین ہے کہ وہ کسی وقت رجوع کریں۔ کیونکہ ایک دفعہ
 الامام ہوا تھا کہ :

”لاہور میں ہمارے پاک محتب ہیں۔ دوسوہہ پر گیا ہے۔ پر مٹی
 نطفیف ہے۔ دوسوہہ نہیں رہے گا۔ مٹی رہے گی“

اس کے بعد چند مختلف باتیں ہو کر نمازِ عشاء ادا کی گئی۔

۱۳ اگست ۱۹۰۲ء

نماز مغرب کے بعد حضرت اقدس نے کل کی تجویز کی تکمیل کے لیے فرمایا :

مخالفین کے اہم اعتراضات جمع کر لینے کا ارشاد
 بہت بہتر ہو کہ اگر مخالفین کی گل کتاہیں
 جمع کر کے ان کے اہم اعتراضات کو

یکجا لکھ لیا جاوے تاکہ ان کا جواب بھی ہماری اس کتاب میں آجاوے اور یہ کتاب تمام مسائل کی جامع
 ہو جاوے۔

اس کے بعد مولوی عبدالکیم صاحب نے اس چٹھی کے مضمون کا تتمہ پڑھ کر سنایا جو امریکہ کے مشہور کاذب
 مغتری ایلیاس ڈاکٹر ڈوٹی کے نام مقابلہ کے لیے لکھی گئی ہے۔

خلاصہ تتمہ چٹھی بنام ایلیاس ڈاکٹر ڈوٹی
 اس تتمہ کا خلاصہ یہ ہے۔ حضرت اقدس نے اس
 میں لکھا ہے کہ

صادق اور کاذب کی شناخت کا معیار وہ امر کبھی نہیں ہو سکتا جو مختلف قوموں میں بطور امر مشترک
 ہو۔ مثلاً سلب امراض کا طریق ہے جس پر ڈاکٹر ڈوٹی لاف زنی کیا کرتا ہے کہ فلاں شخص اچھا ہو گیا۔ اور
 فلاں نے محنت پائی۔ یہ طریق اس قسم کا ہے کہ اس کے لیے راستباز اور متقی ہونے کی بھی ضرورت نہیں۔
 چہ جائیکہ یہ کسی کے نامور ہونے پر گواہ ہو سکے۔ کیونکہ سلب امراض کا طریق ہندوؤں یہودیوں عیسائیوں
 میں یکساں پایا جاتا ہے اور مسلمانوں میں بھی بعض لوگ اس قسم کے پائے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح جب
 امراض سلب کے معجزات دکھاتے تھے۔ اس وقت بعض یہودی بھی اس قسم کے کام کرتے تھے اور ایک
 تالاب بھی ایسا تھا جس میں نعل کرنے سے بعض مریض اچھے ہو جاتے تھے۔

غرض حضرت جبرائیل نے پہلے اس میں یہ ظاہر کیا کہ جو امر مختلف قوموں میں مشترک ہے اور جس کے لیے
 نیک و بد کی کوئی تیز نہیں۔ صادق اور کاذب کی شناخت کا معیار نہیں ہو سکتا۔ پھر اس امر پر بحث
 کی ہے کہ :

اس کی ایک صورت ہے کہ کچھ بیماریاں لے کر بطور قرعہ اندازی صادق اور کاذب کو تقسیم کر دینے جائیں
 ایسی صورت میں صادق کے حصے کے مریض بمقابلہ کاذب زیادہ اچھے ہوں۔ اس امر کے بیان میں یہ
 بھی ظاہر ہے کہ اس طریق کو اپنے ملک میں اپنے مخالفوں کے سامنے نہیں نے پیش کیا ہے، مگر کوئی مقابلہ
 کے لیے نہ آیا۔

پھر حضرت اقدس نے ڈوٹی کی اس تمدی پر بحث کی ہے جو اس نے اپنے مخالفوں کے لیے کی ہے کہ میرے مخالف ہلاک ہو جائیں گے خصوصاً مسلمان حضرت حمزہ اقدس نے بڑے بڑور اور پُر شوکت الفاظ میں لکھا ہے کہ :

کُل مسلمانوں کو ہلاک کرنے کی کوئی ضرورت نہیں اور علاوہ ازیں یہ امر مشکوک ہو سکتا ہے۔ اس کو یہ کہنے کی گنجائش ہے کہ مسلمان ہلاک تو ہو ہی جائیں گے مگر پرتاس یا ساٹھ سال کے اندر۔ اور وہ خود اس عرصہ میں ہلاک ہو جائے گا۔ پھر کون اس سے پوچھنے والا ہو گا۔ اس لیے بہتر ہے کہ سارے مسلمانوں کو چھوڑ کر سیر مقابلہ میں آئے اور میں عیسائیوں کے خود ساختہ خدا کی نسبت تمام مسلمانوں سے زیادہ کراہت اور نفرت رکھتا ہوں۔ یہاں تک کہ اگر کُل مسلمانوں کی نفرت عیسائیوں کے خدا کی نسبت ترازو کے ایک پتہ میں رکھ دی جاوے اور میری نفرت ایک طرف تو میرا پتہ اس سے بھاری ہو گا۔ اور میں ایسے شخص کو جو عورت کچے پیٹ سے نکل کر خدا ہونے کا دعویٰ کرے بہت ہی بڑا گنہگار اور ناپاک انسان سمجھا ہوں، مگر ہاں میرا یہ مذہب ہے کہ مسیح ابن مریم رسول اس الزام سے پاک ہے۔ اس نے کبھی یہ دعویٰ نہیں کیا۔ میں اسے اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں، اگرچہ خدا تعالیٰ کا فضل مجھ پر اس سے بہت زیادہ ہے۔ اور وہ کام جو میرے سپرد کیا گیا ہے، اس کے کام سے بہت ہی بڑھ کر ہے، تاہم میں اس کو اپنا ایک بھائی سمجھتا ہوں اور میں نے اُسے بار بار دیکھا ہے۔ ایک باریں نے اور مسیح نے ایک ہی پیالہ میں گائے کا گوشت کھلایا تھا۔ اس لیے میں اوردہ ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے ہیں۔

غرض اس طرح پر حضرت حمزہ اقدس نے بلحاظ اپنے کام اور ماموریت کے اور خدا تعالیٰ کے ان فضلوں اور اوصافوں کے جو حضرت مسیح موعود کے شامل حال ہیں تحدیث بالنعمت اور تبلیغ کے طور پر ذکر فرمایا اور یہاں تک کہا کہ

”میں خدا سے ہوں اور مسیح مجھ سے ہے“

ان امور کے پیش کرنے کے بعد آپ نے پھر پُر شوکت اور تمدی کے ساتھ اس کو مقابلہ کے لیے دعوت کی ہے کہ

اگر وہ سچا ہے تو اُسے چاہیے کہ مقابلہ کے لیے نکلے اور یہ دُعا کرے کہ

ہم دونوں میں سے جو کاذب ہے وہ صادق کے سامنے ہلاک ہو

یہ غلامہ ہے اس تترہ کا جو ہم نے اپنے طور پر لکھا ہے۔ اصل چٹھی ستمبر کے آخر تک انشرا اقدس شائع ہو سکے گی۔

آج کی ڈائری میں ایک امر ہم نے فرودگذاشت کیا تھا۔ اسے یہاں درج کر دینا قرین صحت معلوم ہوتا ہے۔ حضرت صاحبزادہ مبارک احمد سلمہ اشد لاعد کے ایک کبوتر کو بلی نے کچرا جو ذبح کر لیا گیا۔ فرمایا کہ : اس وقت میرے دل میں تحریک ہوئی کہ گویا عیسائیوں کے خدا کو ہم نے ذبح کر کے کھا لیا ہے۔ پھر فرمایا کہ :

انگریز بھی کبوتر کا شکار کرتے ہیں۔ اور یہی اسرائیل کی قربانیوں میں بھی شاید اس کا تذکرہ ہے بہر حال کبوتر ہمیشہ کھاتے جاتے ہیں یا دوسرے لفظوں میں یہ کہو کہ عیسائیوں کے خدا ذبح ہوتے ہیں کیا یہ بھی کفارہ تو نہیں ہے۔

۱۶ اگست ۱۹۰۲ء بوقت شام

رزق میں قبض و بسط

حضرت جبری اللہ فی حلل الانبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد اولتے نماز مغرب حسب معمول ملحقہ خدام میں بیٹھ گئے۔ کسی شخص نے ایک رقم دیا جو دفتر میگزین میں محرر کی اسامی کے لیے سفارش کی خواہش پر مشتمل تھا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ :

قبض و بسط رزق کا ستر ایسا ہے کہ انسان کی سمجھ میں نہیں آتا۔ ایک طرف مومنوں سے اللہ تعالیٰ نے قرآن شریف میں وعدے کئے ہیں۔ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: ۴) ایسے جو اللہ تعالیٰ پر توکل کرتا ہے اُس کے لیے اشد کافی ہے۔ مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق: ۴) جو اللہ تعالیٰ کے لیے تقویٰ اختیار کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اُس کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔ اور پھر فرماتا ہے۔ وَ فِي السَّمَاءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوعَدُونَ (الذاریات: ۲۳) اور پھر اللہ تعالیٰ اپنی ذات کی قسم کھاتا ہے کہ هُوَ رَبُّ السَّمَاءِ وَالْأَرْضِ إِنَّهُ لَحَقُّ (الذاریات: ۲۴) آسمان اور زمین کے رب کی قسم ہے کہ یہ وعدہ سچ ہے جیسا کہ تم اپنی زبان سے بول کر انکار نہیں کر سکتے جبکہ اس قسم کے وعدے اللہ تعالیٰ نے فرمائے ہیں۔ پھر باوجود ان وعدوں کے دیکھا جاتا ہے کہ کئی آدمی ایسے دیکھے جاتے ہیں جو صالح اور متقی اور

نیک بخت ہوتے ہیں اور ان کا شعائر اسلام صحیح ہوتا ہے، مگر وہ رزق سے تنگ ہیں۔ رات کو بے تودن کو نہیں۔ اور دن کو بے تودات کو نہیں۔

یہاں حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے عرض کی کہ جب میں پہلے یہاں آیا۔
جملہ معترضہ
 تو حضور علامات المقربین ایک رسالہ لکھ رہے تھے۔ واپسی پر گجرات ٹھہرا، تو ایک شخص نے مجھ سے دریافت کیا کہ آج کل مرزا صاحب کیا لکھ رہے ہیں۔ میں نے کہا کہ ان الایمان کی تعبیر (الانظار: ۱۴) کی تفسیر لکھ رہے ہیں۔ اس نے کہا کہ یہ کفار آدم میں نہیں؟ مارا دن بھیجاں پتی رہتی ہیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا: کہ
 آپ کے اس آیت کے پڑھنے سے ایک اور آیت یاد آگئی۔ وَلَمَّا خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ۔ (الرحمان: ۴۷)۔

غرض یہ دیکھا جاتا ہے کہ اس قسم کے واقعات ہوتے ہیں، مگر تجربہ و دلالت کرتا ہے کہ یہ امور خدا کی طرف منسوب نہیں ہو سکتے۔ ہمارا یہ مذہب کہ وہ وعدے جو خدا تعالیٰ نے کئے ہیں کہ متقیوں کو خود اللہ تعالیٰ رزق دیتا ہے جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیتوں میں بیان کیا ہے۔ یہ سب سچے ہیں۔ اور سلسلہ اہل اللہ کی طرف دیکھا جاوے تو کوئی ابرار میں سے ایسا نہیں ہے کہ بھوکا مرا ہو۔ مومنوں نے جن پر شہادت دی اور جن کو اقیانان لیا گیا۔ یہی نہیں کہ وہ فقر و فاقہ سے بچے ہوتے تھے۔ گو اعلیٰ درجہ کی خوشحالیاں نہ ہوں، مگر اس قسم کا اضطرابی فقر و فاقہ کبھی نہیں ہوا کہ عذاب محسوس کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فقر اختیار کیا ہوا تھا۔ مگر آپ کی سخاوت سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ خود آپ نے اختیار کیا ہوا تھا، نہ کہ بطور سزا تھا۔ غرض اس راہ میں بہت سی مشکلات پیش آتی ہیں۔ بعض ایسے لوگ دیکھے جاتے ہیں کہ ظاہر متقی اور صالح ہوتے ہیں مگر رزق سے تنگ ہوتے ہیں۔ ان سب حالات کو دیکھ کر آخر یہی کہنا پڑتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے تو سب سچے ہیں، لیکن انسانی کمزوری ہی کا اعتراف کرنا پڑتا ہے۔

یورپ کی پراسٹن زندگی جنت نہیں
 حضرت مولانا مولوی حکیم نور الدین صاحب نے پھر ذکر کیا کہ لندن سے ایک شخص نے مجھے خط لکھا ہے کہ لندن آکر دیکھو کہ جنت عیسائیوں کو حاصل ہے یا مسلمانوں کو۔ میں نے اس کو جواب لکھا کہ سچی عیسائیت سچ ادا اس کے حارہوں میں ممتی اور سچا اسلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ میں تھا۔ پس ان دونوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ اس پر حضرت مجتہد اللہ نے یہ تسلسل کلام سابق پھر ارشاد فرمایا:
 ان روحانی امور میں ہر شخص کا کام نہیں ہے کہ نتیجہ نکالے۔ یہ لوگ جو لندن جاتے ہیں۔ وہ

وعداں بلکہ دیکھتے ہیں کہ بڑی آزادی ہے شراب خوردی کی اس قدر کثرت ہے کہ ساتھ میل تک شراب کی دکانیں
 چل جاتی ہیں۔ زنا اور غیر زنائیں کوئی فرق ہی نہیں کیا یہ بہشت ہے؟ بہشت سے یہ مراد نہیں ہے۔ دیکھو۔
 انسان کی بھی یہی عیوی ہے اور وہ تعلقات زوجیت رکھتا ہے اور پرندوں اور حیوانوں میں بھی یہ تعلقات
 ہوتے ہیں، مگر انسان کو اللہ تعالیٰ نے ایک نفاقت اور اوراک بخشا ہے۔ انسان جن حواس اور قوی کے
 ساتھ آیا ہے۔ ان کے ساتھ وہ ان تعلقات زوجیت میں زیادہ لٹھ اور سرور حاصل کرتا ہے۔ بہت اہل
 حیوان ایسے کے جو ایسے حواس اور اوراک نہیں رکھتے ہیں۔ اور اسی لیے وہ اپنے جوڑے کی کوئی رعایت
 نہیں رکھتے جیسے کتے۔

پس اگر انسان حواس کے ساتھ سرور حاصل نہیں کر سکتے بلکہ حیوانات کی طرح زندگی بسر کرتے ہیں۔
 پھر ان میں اور حیوانوں میں کیا فرق ہوا۔ یہ جو فرمایا ہے کہ عین کے لیے ہی بہشت ہے۔ یہ اس لیے فرمایا
 ہے کہ کبھی راحت دینا کی لغات سے تپ پیدا ہوتی ہے جب تقویٰ ساتھ ہو۔ جو تقویٰ کو چھوڑ دیتا ہے
 اور حلال و حرام کی قید کو اٹھا دیتا ہے وہ تو اپنے مقام سے نیچے گرا جاتا ہے اور حیوانی درجہ میں
 آجاتا ہے۔

انھن میں جب ایسا پارک میں حیوانوں کی طرح بدکاریاں ہوتی ہیں اور کوئی شرم و حیا ایک دوسرے
 سے نہیں کیا جاتا تو پھر ایک شخص ایسا بہشت کو جہنم کہہ کر دیکھے تو ایسی بہشت اور راحت سے ہزار تو بہ
 کر لے گا کہ ایسی درخشندہ ہے بہشت جماعت کے خلاف ہے۔ ایسی جماعت کو جو ایسی زندگی بسر کرتی ہے
 بہشت میں جتنا حیاقت ہے۔ اصل ہی ہے کہ بہشت کی کید تقویٰ ہے۔ جس کو خدا تعالیٰ پر بھروسہ نہیں
 لے سکتی راحت کے کچھ کر لے سکتی ہے۔ جس آدمی ایسے دیکھ گئے ہیں کہ جن کو خدا پر بھروسہ نہیں اور ان
 کے پاس روپیہ و متادہ چوہی چالاک۔ اس کے ساتھ ہی زبان بند ہو گئی۔ اور ان (کفار) کو جو بہشت میں کسا جاتا
 ہے۔ ان کی غمگینوں کو دیکھو کہ کن قدر کثرت سے ہوتی ہیں۔ تھوڑی تھوڑی باتوں پر غمگینی کر لیتے ہیں۔
 جس سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ لوگ ایسے منہج القلب اور پست ہمت ہوتے ہیں کہ غم کی برداشت
 ان میں نہیں ہے۔ جس کو غم کی برداشت اور مصیبت کے مقابلہ کی طاقت نہیں۔ اس کے پاس
 راحت کسا بلان بھی نہیں ہے۔ خواہ ہم اس کو سمجھا سکیں یا نہ سمجھا سکیں اور کوئی سمجھ سکے یا نہ سمجھ سکے۔
 یہ وقت غلامی ہی ہے کہ لہذا آکلہ مزہ صرف تقویٰ ہی سے آتا ہے۔ جو مستحق ہوتا ہے اس کے دل میں
 راحت ہوتی ہے اور آبدی ہو کر رہتا ہے۔ دیکھو ایک دوست کے ساتھ تعلق ہو۔ تو کس قدر خوشی اور راحت
 ہوتی ہے، لیکن جن کا خدا سے تعلق ہو اُسے کس قدر خوشی ہوگی۔ جس کا تعلق خدا سے نہیں ہے۔ اُسے

کیا امید ہو سکتی ہے۔ اور اتنی ہی تو ایک چیز ہے جس سے بہشتی زندگی شروع ہوتی ہے۔
 ان مذہب ممالک میں اس قدر خود کشیاں ہوتی ہیں کہ جن سے پایا جاتا ہے کہ کوئی راحت نہیں۔ ذرا
 راحت کا میدان کم ہوا اور جھٹ خود کشی کر لی، لیکن جو تقویٰ رکھتا ہے اور خدا سے تعلق رکھتا ہے اُسے
 وہ جادوئی خوشی حاصل ہے جو ایمان سے آتی ہے۔
 دنیا کی تمام چیزیں معرض تغیر و تبدل میں ہیں۔ مختلف آفات آتی رہتی ہیں۔ بیماریاں حملے کرتی ہیں۔ کبھی بچتے
 مر جاتے ہیں۔ غرض کوئی نہ کوئی دکھ یا تکلیف رہتی ہے۔ اور دنیا جانے آفات ہے۔ اور یہ امور سکھ کی نیند
 انسان کو سونے نہیں دیتے۔ جس قدر تعلقات وسیع ہوتے ہیں، اسی قدر آفتوں اور مصیبتوں کا میدان
 وسیع ہوتا ہے اور یہ آفتیں اور بلائیں انسان کے منزلی تعلقات میں ایک غم کو چھاس بنا دیتی ہیں۔ کیونکہ اگر
 اکیلا ہو تو غم کم ہو۔ مگر جب بچتے، بیوی، ماں باپ، بہن بھائی اور دوسرے رشتہ دار رکھتا ہے۔ تو پھر
 ذرا سی تکلیف ہوتی اور یہ آفت میں پڑا۔ اس قدر مجموعہ کے ساتھ تو اُس وقت راحت ہو سکتی ہے جب
 کسی کو کوئی بیماری اور آفت نہ ہو اور کوئی تکلیف میں نہ ہو۔

یہ بات بھی غلط ہے کہ مال سے راحت ہونے سے
صرف مال موجب راحت نہیں ہے
 مال سے راحت نہیں ہے۔ اگر مال ہے صحت
 اچھی نہیں۔ مثلاً معدہ خراب ہے۔ تو وہ کیا بہشتی زندگی ہوگی۔ اس سے معلوم ہوا کہ مال بھی راحت کا
 باعث نہیں۔ سچی بات یہی ہے کہ جو خدا سے تعلق رکھتا ہے۔ وہی ہر پہلو سے بہشتی زندگی رکھتا ہے کیونکہ
 اللہ قادر ہے کہ وہ بلائیں اور آفتیں نہ آئیں اور مالی اضطراب بھی نہ ہو۔ یا آئیں تو دل میں ایسی قوت اور
 ہمت بخش دے کہ وہ اُن کا پورا مقابلہ کر سکے۔

جس قدر پہلو انسان کی عافیت کے لیے ضروری ہے وہ کسی بادشاہ کیلئے بھی ہاتھ میں نہیں ہیں بلکہ وہ
 سب ایک ہی کے ہاتھ میں ہے جو بادشاہوں کا بادشاہ ہے۔ جسے چاہے دیدے۔
 بعض لوگ اس قسم کے دیکھے گئے ہیں کہ روپیہ پیسہ سب کچھ موجود ہیں۔ مگر سٹول بدقوق ہو جاتے
 ہیں۔ اور زندگی انہیں تلخ معلوم ہوتی ہے پس ان کو وڑوں آفات کا جو انسان کو لگی ہوتی ہیں۔ کون
 بند و بست کر سکتا ہے۔ اور اگر رنج بھی ہو تو صبر جمیل کون دے سکتا ہے؟ اللہ ہی ہے جو عطا
 کرے۔

صبر بھی بڑی چیز ہے۔ جو بڑی بڑی آفتوں اور مصیبتوں کے وقت بھی غم کو پاس نہیں آنے دیتا۔
 بسن امیر ایسے ہوتے ہیں کہ عافیت اور راحت کے زمانہ میں بڑے مغرور اور ہجرت ہوتے ہیں اور ذرا

رنج آگیا، تو پتوں کی طرح چلا اٹھے۔ اب ہم کس کا نام لے سکتے ہیں کہ اس پر حوادث نہ آئیں اور مستحقین کو رنج نہ پہنچے؟ کسی کا نام نہیں لے سکتے۔ یہ بہشتی زندگی کس کی ہو سکتی ہے۔ صرف اُس شخص کی جس پر خدا کا فضل ہو۔

بہشتی زندگی

اس لیے یہ بڑی غلطی ہے جو یونہی کسی کے سفید کپڑے دیکھ کر کہہ دیتے ہیں کہ وہ بہشتی زندگی رکھتے ہیں، اُن سے جا کر پوچھو تو معلوم ہو کہ کتنی بلائیں سُناتے ہیں۔ صرف کپڑے دیکھ کر یا گھیسوں پر سوار ہوتے دیکھ کر شراب پیتے دیکھ کر ایسا خیال کر لینا غلط ہے۔ اسوا اس کے ابا سحی زندگی بجائے خود بہت تم ہے۔ کوئی ادب اور تعلق خدا سے نہیں۔ اس سے بڑھ کر جہنمی زندگی کیا ہوگی۔ کتنا خواہ مُردار کھالے خواہ بدکاری کرے۔ کیا وہ بہشتی زندگی ہوگی؟ اسی طرح جو شخص مُردار کھاتا ہے اور بدکاریوں میں مُبتلا ہے۔ حرام و حلال کے مال کو نہیں سمجھتا۔ یہ لعنتی زندگی ہے۔ اس کو بہشتی زندگی سے کیا تعلق۔

یہ پرچ ہے کہ بہشتی زندگی یہی ہوتی ہے، مگر اُن کی جن کو خدا پر پورا بھروسہ ہوتا ہے۔ اس لیے وہ هُوَ يَتَّقُوا اللَّهَ الْعَظِيمَ (الاعراف: ۱۶۷) کے وعدہ کے موافق خدا تعالیٰ کی مخالفت اور توتلی کے نیچے ہوتے ہیں۔ اور جو خدا تعالیٰ سے دُور ہے۔ اس کا ہر دن ترساں دلرزماں ہی گزرتا ہے۔ وہ خوش نہیں ہو سکتا، سہا کوٹ میں ایک شخص رشوت لیا کرتا تھا۔ وہ کہا کرتا تھا کہ میں ہر دقت زنجیر ہی دیکھتا ہوں۔ سب بات یہ ہے کہ بُرے کام کا انجام بد ہی ہونا چاہیے۔ اس لیے بدی ایسی چیز ہے کہ روح اس پر راضی ہو ہی نہیں سکتی۔ پھر بدی میں لذت کہاں۔ ہر بُرے کام پر آخر دل پر شوگر گھتی ہے اور ایک کثافت انسان محسوس کرتا ہے کہ یہ کیا حماقت کی اور لینے اور پر لعنت کرتا ہے۔ ایک شخص نے تو بارہ آنے کے عرصہ میں ایک بچہ مار دیا تھا۔

غرض زندگی بجز اس کے کوئی نہیں کہ بدی سے بچے اور خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرے۔ کیونکہ مصیبت سے پہلے جو خدا پر بھروسہ کرتا ہے مصیبت کے وقت خدا اس کی مدد کرتا ہے۔ جو پہلے سویا ہوا ہے وہ مصیبت کے وقت ہلاک ہو جاتا ہے۔ حافظ نے کیا اچھا کہا ہے۔ شعر

خیال زلف تو جستن نہ کار خاماں است

کہ زیر سلسلہ رفتن طریق عیاری است

خدا تعالیٰ غنی ہے۔ بیگانہ وغیرہ میں جو قحط پڑے، تو لوگ پتوں تک کو کھل گئے۔ یہ اسی لیے ہوا کہ وہ کسی کے ہو کر نہیں رہے۔ خدا کے ہو کر رہتے تو پتوں پر یہ بلا نہ آتی۔ حدیث شریف اور قرآن مجید

ثابت ہے اور ایسا ہی پہلی کتابوں سے بھی پایا جاتا ہے کہ والدین کی بدکاریاں بچوں پر بھی بعض وقت آفت لاتی ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے وَلَا يَخَافُ عُقْبًا (شمس: ۱۶۱) جو لوگ لاابالی زندگی بسر کرتے ہیں اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے بے پرواہ ہو جاتا ہے۔ دیکھو دُنْيَا میں جو اپنے آقا کو چند روز سلام نہ کرے تو اس کی نظر بگڑ جاتی ہے۔ تو جو خدا سے قطع کرے پھر خدا اس کی پرواہ کیوں کرے گا۔ اسی پر وہ فرماتا ہے کہ وہ اُن کو ہلاک کر کے اُن کی اولاد کی بھی پرواہ نہیں کرتا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ جو متقی صالح مر جاوے اس کی اولاد کی پرواہ کرتا ہے۔ جیسا کہ اس آیت سے بھی پتہ لگتا ہے۔ دَكَانَ اَبُوهُمَا صَالِحًا۔ (الکہف: ۸۳) اس باپ کی نیکی اور صلاحیت کے لیے خضر اور موسیٰ جیسے الوالعزم پیغمبر کو مژدور بنا دیا کہ وہ ان کی دیوار درست کر دیں۔ اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ اس شخص کا کیا درجہ ہو گا۔ خدا تعالیٰ نے لوگوں کا ذکر نہیں کیا جو نیک ستارہ ہے۔ اس لیے پردہ پوشی کے لحاظ سے اور باپ کے محلِ مدح میں ذکر لکھنے کی وجہ سے کوئی ذکر نہیں کیا۔

پہلی کتابوں میں بھی اس قسم کا مضمون آیا ہے کہ سات پشت تک رعایت رکھتا ہوں۔ حضرت داؤد علیہ السلام فرماتے ہیں کہ میں نے کبھی متقی کی اولاد کو ٹکڑے مانگتے نہیں دیکھا۔ غرض نشاطِ خدا کا رزق ہے جو بغیر کو نہیں ملتا۔

۱۸ اگست ۱۹۰۲ء کی شام

مرزا اعظم بیگ کے پوتے مرزا احسن بیگ نے بیعت کی درخواست کی۔
اس پر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

بیعت کی حقیقت

بیعت اگلے جمعہ کو کر لینا بگڑیاد رکھو کہ بیعت کے بعد تبدیلی کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اگر بیعت کے بعد اپنی حالت میں تبدیلی نہ کی جاوے تو پھر یہ استخفاف ہے۔ بیعت بائیکچہ اطفال نہیں ہے۔ درحقیقت وہی بیعت کرتا ہے، جس کی پہلی زندگی پر موت وارد ہو جاتی ہے اور ایک نئی زندگی شروع ہو جاتی ہے۔ ہر ایک امر میں تبدیلی کرنی پڑتی ہے۔ پہلے تعلقات معدوم ہو کر نئے تعلقات پیدا ہوتے ہیں۔ جب صحابہؓ مسلمان ہوتے تو بعض کو ایسے امور پیش آتے تھے کہ احباب

رشتہ دار سبے الگ ہونا پڑتا تھا۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ ابو جہل کے ساتھ اسلام سے پہلے ملتے تھے۔ بلکہ لکھا ہے کہ ایک مرتبہ ابو جہل نے منصوبہ کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کا خاتمہ کر دیا جاوے اور کچھ روپیہ بھی بطور انعام مقرر کیا۔ حضرت عمر اس کام کے لیے منتخب ہوئے؛ چنانچہ انھوں نے اپنی تلوار کو تیز کیا اور موقع کی تلاش میں رہے۔ آخر حضرت عمر کو پتہ ملا کہ آدمی رات کو آپ کعبہ میں آکر نماز پڑھتے ہیں۔ چنانچہ یہ کعبہ میں آکر چُھپ رہے۔ اور انھوں نے سنا کہ جنگل کی طرف سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کی آواز آتی ہے اور وہ آواز قریب آتی گئی۔ یہاں تک کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کعبہ میں داخل ہوئے اور آپ نے نماز پڑھی۔ حضرت عمر کہتے ہیں کہ آپ نے سجدہ میں اس قدر مناجات کی کہ مجھے تلوار چلانے کی جرات نہ رہی؛ چنانچہ جب آپ نماز سے فارغ ہوئے تو آپ آگے آگے چلے۔ پیچھے پیچھے میں تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو میرے پاؤں کی آہٹ معلوم ہوئی اور آپ نے پوچھا کون ہے۔ میں نے کہا کہ عمر۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ اے عمر! نہ ٹوڑن کو میرا بیچھا چھوڑتا ہے اور نہ رات کو۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اس قول سے حضرت عمر کہتے ہیں کہ میں نے مومنوں کو آپ بددعا کریں گے۔ اسلئے میں نے کہا کہ حضرت آج کے بعد میں آپ کو ایذا نہ دوں گا۔ عربوں میں چونکہ وہدہ کا لحاظ بہت بڑا ہوتا تھا۔ اس لیے آنحضرت نے یقین کر لیا، مگر دراصل حضرت عمر کا وقت آپ پہنچا تھا۔ آنحضرت کے دل میں گذرا کہ اس کو خدا ضائع نہیں کرے گا؛ چنانچہ حضرت عمر مسلمان ہوئے اور پھر وہ دوستیاں وہ تعلقات جو ابو جہل اور دوسرے مخالفوں سے تھے کلیتاً ٹوٹ گئے اور ان کی جگہ ایک نئی اخوت قائم ہوئی۔ حضرت ابو بکرؓ اور دوسرے صحابہ ملے اور پھر ان پہلے تعلقات کی طرف کبھی خیال تک نہ آیا۔

غرض اس سلسلہ میں ہوا بتلاؤں کا سلسلہ ہوتا ہے۔ بہت سی ٹھوکریں کھانی پڑتی ہیں اور بہت سی موتوں کو قبول کرنا پڑتا ہے۔ ہم قبول کرتے ہیں کہ ان انسانوں میں جو اس سلسلہ میں داخل ہوتے ہیں۔ ان میں بعض بزدلی بھی ہوتے ہیں۔ شجاع بھی ہوتے ہیں۔ بعض ایسے بزدل ہوتے ہیں کہ صرف تو مکی کثرت کو دیکھ کر ہی الگ ہو جاتے ہیں۔ انسان بات کو تو پورا کر لیتا ہے۔ مگر بتلاؤں کے سامنے ٹھہرنا مشکل ہے۔ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے۔ أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَفْعَلُوا آيَاتِنَا وَهُمْ لَا يُفْقَهُونَ (العنکبوت ۳۱) یہی کیا لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ ایمان لائیں اور امتحان نہ ہو۔ غرض امتحان ضروری بنتے ہیں۔ اس سلسلہ میں جو داخل ہوتا ہے وہ ابتلا سے غالی نہیں رہ سکتا۔ ہمارے ہر سب سے لوگ ایسے ہیں کہ وہ ایک طرف ہیں اور باپ الگ ہے۔

۱۹ اگست ۱۹۰۲ء کی شام

دلائل صداقت

متقی کا منہ تو ایسے بند ہوتا ہے جیسے منہ میں روٹ سے ڈالے ہوئے ہوں۔ متقی کسی کفر کا دائرہ وسیع کرنا نہیں چاہتا بلکہ وہ ایمان کا دائرہ وسیع کرنا چاہتا ہے۔ ان مخالف مولویوں کی نسبت میرا

یہ عقیدہ تھا کہ ان میں صفائی نہیں ہے۔ اور لٹونی سے ضرور بھرے ہوتے ہیں۔ مگر یہ میرے دم و خیال میں بھی نہیں تھا کہ ان سے یہ کمی نہ پن نکلا ہو گا۔ جو انہوں نے اب میری مخالفت میں ظاہر کیا ہے۔

چونکہ عمر گذرتی جاتی ہے جیسے برف ڈھلتی ہے اس لیے ہر روز یہ خیال آتا ہے کہ کوئی آدمی ایسا ہو جو ان کے پاس جاوے اور ان کو فیصلہ کی راہ پر لاوے اور بتائے کہ ایک وہ وقت تھا کہ اللہ تعالیٰ

میری دُعا کی نفل فرماتا ہے۔ رَبِّ لَاسْتَدْرِيْ فَرَسًا دَا (الانبیاء: ۹۰) اور رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تَنْخَعِي الْمَوْجِيْ (البقرہ: ۲۶۱) وہ زمانہ کہاں کہ دو آدمی ثابت کرنے مشکل ہیں۔ اور یا اب یہ زمانہ ہے کہ

فوجوں کی فوجیں آ رہی ہیں۔ قبل از وقت کہ جیسا کہا تھا وہ کر دیا اور کر رہا ہے اور لوگوں کی نظر میں عجیب اگر کوئی سمجھنے والا ہو تو اس سے معلوم ہو سکتا ہے کہ خدا نے اپنی منتنت قدمیہ کے موافق کیا اور جس طرح کس

آتے ہیں وہ اسی طرح پہچانے جاتے ہیں۔ مجھے ان ہی آثار اور نشانات کے ساتھ شناخت کر دو جو خدا کی طرف سے آتے ہیں۔ وہ خدا کی حکم ہدایات کے خلاف نہیں کرتے۔ ایسا نہیں کہ حرام کو حلال یا حلال

کو حرام کر دیں۔ دوسرے وہ ایسے وقت میں آتے ہیں کہ وہ ضرورت کا وقت ہوتا ہے۔ تیسرے یہ کہ تائید الہی کے بڑوں نہیں ہوتے۔ صریح نظر آتا ہے کہ خدا تائید کرتا ہے۔

سچائی معلوم کرنے کی تین راہیں

جہاں تک میں خیال کرتا ہوں۔ سچائی کے تین ہی راہ ہیں۔ اول نصوص قرآنیہ وحدیثیہ۔ دوسرے عقل اور تیسرے خدا تعالیٰ کے تائیدات۔ ان تینوں ذریعوں سے جو چاہے ہم سے ثبوت لے، مگر انسان بن کر نہ سفلہ

پن کی طرح۔ ہم سب کو دعوت دیتے ہیں خواہ سو روپیہ روز فروغ ہو جاوے۔ اگر آدمیت سے پوچھ لیں۔ اب ڈور بیٹھے ہیں۔ نہ کتاب ہے۔ نہ نور ہے۔ نہ فکر ہے۔ سفلہ لوگوں کی طرح بلکہ ان سے بھی بدتر

کام کرتے ہیں۔ یہ طریق تو تقویٰ کے خلاف ہے۔ اگر کوئی انسان ایسا ہو جو ان پر رعب داب رکھتا ہو وہ انہیں جا کر سمجھائے۔ دنیا دار لوگ اگر ان کو کہیں تو ان سے ڈرتے ہیں۔ خدا کرے کہ کوئی ایسا دنیا دار

ہو جس کو اس طرف توجہ ہو اور ان کو سمجھائے اور یہی خیال کرے۔ کہ اسلام میں پھوٹ پڑ رہی ہے اس کو ہی ڈور کیا جاوے۔ غرض ہم تو چاہتے ہیں کہ کسی طرح یہ لوگ راہ پر آویں۔ اور ہماری مخالفت

کر کے تو کچھ بگاڑ نہیں سکتے، کیونکہ اللہ تعالیٰ خود اپنی تائید کر رہا ہے۔ پرنا لہ کا پانی تو ایک اینٹ سے بند کر سکتے ہیں، مگر آسمان کا کون بند کر سکتا ہے۔ یہ خدا کے کام ہیں۔ چراغ کو تو چھوٹا سا مار کر بجھا دیتے ہیں، مگر چاند سورج کو تو کوئی چھوٹا سا مار کر بجھا دے۔ خدا کے کام اونچے ہیں۔ انسان کی وہاں پیش رفت نہیں جاتی۔ وہاں نہ عبادتہ جاوے اور نہ ریل۔ یہ بھی عظمت الہی ہے۔ تعالیٰ شانہ کا مصداق ہے۔ آسانی امور راجحہ ہیں۔ وہ تو آگے ہی آگے جاتے ہیں۔

ایک شخص نے عرض کی کہ حضور میرے گاؤں سے آٹھ آدمیوں نے خط بھیجا ہے کہ اگر پتے ہو تو ہم پر عذاب

عذاب سے متعلق خدا تعالیٰ کی سنت

نازل ہو جاوے۔ فرمایا :

خدا تعالیٰ کے کام میں جلدی نہیں ہوتی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو کیسے دکھ دینے لگے اور بعض ایسے بیباک اور شہریر تھے جو کہتے تھے کہ اگر تو سچا ہے تو ہم پر پتھر برسیں۔ مگر اسی وقت تو ان پر پتھر نہ برسے۔ خدا تعالیٰ کی سنت یہ نہیں کہ اسی وقت عذاب نازل کرے۔ اگر کوئی خدا تعالیٰ کو گالیاں دے تو کیا اسی وقت اس پر عذاب آجاوے گا۔ عذاب اپنے وقت پر آتا ہے جبکہ جرم ثابت ہو جاتا ہے۔ لیکر ام ایک آریہ تھا جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بہت گالیاں دیا کرتا تھا۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس کی شرارتوں اور شوخیوں کے بدلے اس کو سزا دی۔ اور وہی زبان پھری ہو کر اس کی ہلاکت کا باعث ہوئی جس سے وہ مگرے کیا گیا۔ پس خدا تعالیٰ کی یہ سنت نہیں ہے کہ وہ اسی وقت عذاب دے۔ یہ لوگ کیسے بیوقوف اور بد قسمت ہوتے ہیں۔ عذاب مانگتے ہیں۔ ہدایت نہیں مانگتے۔

اسی شخص نے کہا کہ یہ بھی اعتراض کرتے ہیں کہ سید ہو کر تمہاری بیعت کرتے ہو؟ فرمایا :

خدا کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں

خدا تعالیٰ نہ صحن جسم سے راضی ہوتا ہے نہ قوم سے۔ اس کی نظر ہمیشہ تقویٰ پر ہے۔ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ (المحرات ۱۳۱) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک تم میں سے زیادہ بزرگی رکھنے والا وہی ہے جو تم میں سے زیادہ متقی ہو۔ یہ بالکل جھوٹی باتیں ہیں کہ میں سید ہوں یا منغل ہوں یا پٹھان اور شیخ ہوں۔ اگر بڑی قومیت پر فخر کرتا ہے تو یہ فخر فضول ہے۔ مرنے کے بعد سب قومیں جاتی رہتی ہیں۔ خدا تعالیٰ کے حضور قومیت پر کوئی نظر نہیں اور کوئی شخص صحن اعلیٰ خاندان میں سے ہونے کی وجہ سے نجات نہیں پاسکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت فاطمہؑ کو کہا ہے کہ لے فاطمہؑ تو اس بات پر ناز نہ کر کہ تو یہ خیر زادی ہے۔ خدا کے نزدیک قومیت کا لحاظ نہیں۔ وہاں جو مدارج ملتے ہیں وہ تقویٰ کے

لہذا سے ملتے ہیں۔ یہ قومیں اور قبائل دُنیا کا عرف اور انتظام ہیں۔ خدا تعالیٰ سے اُن کا کوئی تعلق نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کی رحمت تقویٰ سے پیدا ہوتی ہے اور تقویٰ ہی مدارج عالیہ کا باعث ہوتا ہے۔ اگر کوئی سید ہوا وہ عیسائی ہو کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دے اور خدا کے احکام کی بھجرت کرے۔ کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو آل رسول ہونے کی وجہ سے نجات دے گا اور وہ بہشت میں داخل ہو جاوے گا۔

إِنَّ السَّيِّئِينَ حَسَدًا اللَّهُ الْإِسْلَامَ (آل عمران : ۲۰) اللہ تعالیٰ کے نزدیک تو سچا دین جو نجات کا باعث ہوتا ہے۔ اسلام ہے۔ اگر کوئی عیسائی ہو جائے یا یہودی ہو۔ یا آریہ ہو وہ خدا کے نزدیک عزت پانے کے لائق نہیں۔ خدا تعالیٰ نے ذاتوں اور قوموں کو اڑا دیا ہے۔ یہ دُنیا کے انتظام اور عرف کے لیے قبائل ہیں۔ مگر ہم نے خوب غور کر لیا ہے کہ خدا تعالیٰ کے حضور جو مدارج ملتے ہیں ان کا اصل باعث تقویٰ ہی ہے جو متقی ہے وہ جنت میں جائے گا۔ خدا تعالیٰ اس کے لیے فیصلہ کر چکا ہے۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک معزز متقی ہی ہے۔ پھر یہ جو فرمایا ہے۔

إِنَّمَا يَتَّقِبِلَ اللَّهُ مِنَ الْمُتَّقِينَ۔ (المائدہ : ۶۸) کہ اعمال اور دُعائیں، متقیوں کی قبول ہوتی ہیں۔ یہ نہیں کہا کہ مِنَ السَّيِّئِينَ۔ پھر متقی کے لیے تو فرمایا۔

مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق : ۲۰) یعنی متقی کو ہر تنگی سے نجات ملتی ہے۔ اس کو ایسی جگہ سے رزق دیا جاتا ہے کہ اس کو گمان بھی نہیں ہوتا۔ اب بتاؤ کہ یہ وعدہ سیدوں سے ہوا ہے یا متقیوں سے۔ اور پھر یہ فرمایا کہ متقی ہی اللہ تعالیٰ کے ولی ہوتے ہیں۔ یہ وعدہ بھی سیدوں سے نہیں ہوا۔ ولایت بڑھ کر اور کیا رتبہ ہوگا۔ یہ بھی متقی ہی کو ملا ہے۔ بعض نے ولایت کو نبوت سے فضیلت دی ہے اور کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے بڑھ کر ہے۔ نبی کا وجود دراصل پوچھنے والوں سے مرکب ہوتا ہے۔ نبوت اور ولایت نبوت کے ذریعہ وہ احکام اور شرائع مخلوق کو دیتا ہے۔ اور ولایت اس کے تعلقات کو خدا سے قائم کرتی ہے۔

پھر فرمایا ہے ذَلِكِ الْكِتَابُ لَدُنِّي فِيهِ حُدًى لِلْمُتَّقِينَ۔ (البقرہ : ۲) حُدًى تِلْكَ السَّيِّئِينَ نہیں کہا۔ غرض خدا تعالیٰ تقویٰ چاہتا ہے۔ ہاں سید زیادہ محتاج ہیں۔ کہ وہ اس طرف آئیں کیونکہ وہ متقی کی اولاد ہیں۔ اس لیے ان کا فرض ہے کہ وہ سب سے پہلے آئیں نہ کہ خدا تعالیٰ سے لڑیں کہ یہ مہادات کا حق تھا۔ وہ جسے چاہتا ہے دیتا ہے۔ ذَلِكِ فَضْلُ اللَّهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ وَاللَّهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيمِ۔ (الجمعة : ۵)

یہ ایسی بات ہے کہ جیسے یہودی کہتے ہیں کہ نبی اسمعیل کو نبوت کیوں ملی۔ وہ نہیں جانتے۔ تِلْكَ الذِّكْرُ مُتَّادًا لِمَا بَيْنَ يَدَيْهِ (آل عمران : ۱۳۱) خدا تعالیٰ سے اگر کوئی مقابلہ کرتا ہے۔ تو وہ مردود

ہے۔ وہ ہر ایک سے پوچھ سکتا ہے۔ اس سے کوئی نہیں پوچھ سکتا۔

اگست ۱۹۰۲ء

اخلاقِ الیہیہ

سورۃ فاتحہ اسی لیے اللہ تعالیٰ نے پیش کی ہے اور اس میں سب سے پہلی صفت رَبِّ الْعَالَمِينَ بیان کی ہے جس میں تمام مخلوقات شامل

ہے۔ اسی طرح ہر ایک مومن کی ہمدردی کا میدان سب سے پہلے اتنا وسیع ہونا چاہیے کہ تمام چرند پرند اور کل مخلوق اس میں آجاوے۔ پھر دوسری صفت رحمن کی بیان کی ہے جس سے یہ سبق ملتا ہے کہ تمام جاندار مخلوق سے ہمدردی خصوصاً کرنی چاہیے۔ اور پھر رحیم میں اپنی نوع سے ہمدردی کا سبق ہے۔ غرض اس سورۃ فاتحہ میں جو اللہ تعالیٰ کی صفات بیان کی گئی ہیں۔ یہ گویا خدا تعالیٰ کے اخلاق ہیں جن سے بندہ کو جتھ لینا چاہیے۔ اور وہ یہی ہے کہ اگر ایک شخص عمدہ حالت میں ہے تو اس کو اپنی نوع کے ساتھ ہر قسم کی مگن ہمدردی سے پیش آنا چاہیے۔ اگر دوسرا شخص جو اس کا رشتہ دار ہے یا عزیز ہے۔ خواہ کوئی ہے اس سے بیزاری نہ ظاہر کی جاوے اور اجنبی کی طرح اس سے پیش نہ آئیں بلکہ ان حقوق کی پر داکریں جو اس کے تم پر ہیں۔ اس کو ایک شخص کے ساتھ قرابت ہے۔ اور اس کا کوئی حق ہے تو اس کو پورا کرنا چاہیے۔

اخلاقِ عالیہ

نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک اپنے اخلاق دکھائے ہیں کہ بعض وقت ایک بیٹے کے لہاؤ سے جو سچا مسلمان ہے منافق کا جنازہ پڑھ دیا ہے بلکہ اپنا مبارک کُرتہ بھی دے دیا ہے۔ اخلاق کا درست کرنا بڑا مشکل کام ہے۔ جب تک انسان اپنا مطالعہ نہ کرتا رہے۔ یہ اصلاح نہیں ہوتی۔ زبان کی بد اخلاقیات دشمنی ڈال دیتی ہیں۔ اس لیے اپنی زبان کو ہمیشہ قابو میں رکھنا چاہیے۔ دیکھو کوئی شخص ایسے شخص کے ساتھ دشمنی نہیں کر سکتا جس کو وہ اپنا خیر خواہ سمجھتا ہے۔ پھر وہ شخص کیسا بیوقوف ہے جو اپنے نفس پر بھی رحم نہیں کرتا اور اپنی جان کو خطرہ میں ڈال دیتا ہے جبکہ وہ اپنے قوی اور عمدہ کام نہیں لیتا اور اخلاقی ترقیوں کی تربیت نہیں کرتا۔ ہر شخص کے ساتھ نرمی اور خوش اخلاقی سے

لے الحکمہ جلد ۹ نمبر ۳ صفحہ ۹-۱۰ پر چھ ۲۴ اگست ۱۹۰۲ء

۲۰ اخبار میں یہ مضمون بلا تاریخ لکھا گیا ہے۔ اس پر چھ میں آخری تاریخ نہیں کی ڈائری دوسرا کی گئی ہے ۱۹ اگست ۱۹۰۲ء ہے اس لیے قرین قیاس یہی ہے کہ یہ تقریر ۱۹ اگست اور ۲۴ اگست کے مابین کسی تاریخ کو ہوئی ہوگی۔ (شمس)

سے پیش آتا چاہیے؛ البتہ وہ شخص جو سلسلہ عالیہ یعنی دین اسلام سے ملانیاہ باہر ہو گیا ہے اور وہ گالیوں کا لٹا اور خطرناک دشمنی کرتا ہے۔ اس کا معاملہ اور ہے۔ جیسے صحابہ کو مشکلات پیش آئے اور اسلام کی توہین انہوں نے اپنے بعض رشتہ داروں سے سنی۔ تو پھر باوجود تعلقات شدیدہ کے ان کو اسلام مقدم کرنا پڑا۔ اور ایسے واقعات پیش آئے۔ جن میں باپ نے بیٹے کو یا بیٹے نے باپ کو قتل کر دیا۔ اس لیے فخری ہے کہ مراتب کا لحاظ رکھا جاوے۔

گر حفظ مراتب نکھنی زندقہ

ایک شخص ہے جو اسلام کا سخت دشمن ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو گالیاں دیتا ہے وہ اس قابل ہے کہ اسے بیزاری اور نفرت ظاہر کی جاوے۔ لیکن اگر کوئی شخص اس قسم کا ہو کہ وہ اپنے اعمال میں سست ہے تو وہ اس قابل ہے کہ اس کے قصور سے درگزر کیا جاوے اور اس سے ان تعلقات پر زندقہ پڑے جو وہ رکھتا ہے۔

جو لوگ بالہر دشمن ہو گئے ہیں ان سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دوستی نہیں کی بلکہ ابو جہل کا سر کٹنے پر سجدہ کیا۔ لیکن جو دوسرے عزیز تھے۔ جیسے امیر حمزہ جن پر ایک وحشی نے حربہ چلایا تھا۔ تو باوجودیکہ وہ مسلمان تھا۔ آپ نے فرمایا کہ میری نظر سے الگ چلا جا، کیونکہ وہ قہقہہ آپ کو یاد آگیا۔ اس طرح پر دوست دشمن میں پوری تمیز کر لینا چاہیے اور پھر ان سے علی قدر مراتب نیکی کرنی چاہیے۔

مکرم ذر بھائیوں کا بار اٹھاؤ
اصل بات یہ ہے کہ اندرونی طور پر ساری جماعت ایک جہ

پر نہیں ہوتی۔ کیا ساری گندم تخم زری سے ایک ہی طرح نکل آتی ہے۔ بہت سے دانے لیے ہوتے ہیں کہ وہ ضائع ہو جاتے ہیں اور بعض ایسے ہوتے ہیں کہ ان کو چڑیاں کھا جاتی ہیں۔ بعض کسی اور طرح قابل ثمر نہیں رہتے۔ غرض ان میں سے جو ہونہار ہوتے ہیں۔ ان کو کوئی ضائع نہیں کر سکتا۔ خدا تعالیٰ کے لیے جو جماعت تیار ہوتی ہے وہ بھی کز زرع ہوتی ہے۔ اسی لیے اس اصول پر اس کی ترقی مزوری ہے۔ پس یہ دستور ہونا چاہیے کہ کمزور بھائیوں کی مدد کی جاوے اور ان کو طاقت دی جاوے۔ یہ کس قدر نامناسب بات ہے کہ دو بھائی ہیں۔ ایک تیرنا جانتا ہے اور دوسرا نہیں۔ تو کیا پہلے کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ وہ دوسرے کو ڈوبنے سے بچا دے یا اس کو ڈوبنے دے۔ اس کا فرض ہے کہ اس کو غرق ہونے سے بچائے۔ اسی لیے قرآن شریف میں آیا ہے۔
تَعَاذُوا عَنِّي النَّبِيُّ (المائدہ ۳۱) کمزور بھائیوں کا بار اٹھاؤ۔ عمل ایمانی اور مالی کمزوریوں

میں بھی شریک ہو جاؤ۔ بدنی کمزوریوں کا بھی علاج کرو۔ کوئی جماعت جماعت نہیں ہو سکتی جہتک کمزوروں کو طاقت والے سہارا نہیں دیتے اور اس کی ہی منورت ہے کہ ان کی پردہ پوشی کی جاوے۔ صحابہ کو یہی تسلیم ہوئی کہ نئے مسلمانوں کی کمزوریاں دیکھ کر نہ چڑو، کیونکہ تم بھی ایسے ہی کمزور تھے۔ اسی طرح یہ منور دی ہے کہ بڑا چھوٹے کی خدمت کرے اور محبت ملائمت کے ساتھ برتاؤ کرے۔ دیکھو وہ جماعت، جماعت نہیں ہو سکتی جو ایک دوسرے کو کھائے اور جب چار مل کر بیٹھیں۔ تو ایک اپنے غریب بھائی کا گلہ کریں اور نہ کچھ چینیہ لے کر رہیں اور کمزوروں اور غریبوں کی حقارت کریں اور ان کو حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھیں۔ ایسا ہرگز نہیں چاہیے۔ بلکہ جماع میں چاہیے کہ قوت آ جاوے اور وحدت پیدا ہو جاوے جس سے محبت آتی ہے اور برکات پیدا ہوتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ ذرا ذرا سی بات پر اختلاف پیدا ہو جاتا ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ مخالفت لوگ جو ہماری ذرا ذرا سی بات پر نظر رکھتے ہیں۔ معمولی باتوں کو اخباروں میں بہت بڑی بنا کر پیش کر دیتے ہیں اور غلطی کو گمراہ کرتے ہیں۔ لیکن اگر اندرونی کمزوریاں نہ ہوں تو کیوں کسی کو برا سمجھو کہ اس قسم کے معنائیں شائع کرے اور ایسی خبروں کی اشاعت سے لوگوں کو دھوکا دے۔ کیوں نہیں کیا جاتا کہ اخلاقی قوتوں کو وسیع کیا جاوے اور یہ تب ہوتا ہے کہ جب ہمدردی، محبت اور مغفورا و کرم کو عام کیا جاوے۔ اور تمام عادتوں پر رحم۔ ہمدردی اور پردہ پوشی کو مقدم کر لیا جاوے۔ ذرا ذرا سی بات پر ایسی سخت گرفتیں نہیں ہونی چاہئیں جو دل شکنی اور رنج کا موجب ہوتی ہیں۔ یہاں مدرسہ ہے مطیع ہے مگر کیا اصل اغراض ہمارے یہی ہیں۔ یا اصل امور اور مقاصد کے لیے بطور خادم ہیں؟ کیا ہماری غرض اتنی ہی ہے کہ یہ لڑکے پڑھ کر نوکریاں کریں یا کتا ہیں بیچتے رہیں۔ یہ تو سغلی امور ہیں ان سے ہمیں کیا تعلق۔ یہ بالکل ابتدائی امور ہیں۔ اگر مدرسہ چلتا ہے تب بھی بنظر خاص سب سے برس تک بھی یہ اس حالت تک نہیں پہنچ سکتا۔ جو اس وقت میگزینہ کالج کی ہے۔ یہ امر دیگر ہے کہ اگر خدا چاہے تو ایک دم میں اسے میگزینہ کالج سے بھی بڑا بنا دے۔ مگر ہماری ساری طاقتیں اور قوتیں اسی ایک امر میں خرچ ہو جانی ضروری نہیں ہیں۔

اخوت و ہمدردی کی نصیحت

ہماری جماعت کو سرسبزی نہیں آنے گی جہتک وہ آپس

میں کچی ہمدردی نہ کریں۔ جو پوری طاقت دی گئی ہے۔

وہ کمزور سے محبت کرے۔ میں جو یہ سنتا ہوں کہ کوئی کسی کی غرض دیکھتا ہے، تو وہ اس سے اخلاق سے پیش نہیں آتا، بلکہ نفرت اور کراہت سے پیش آتا ہے، حالانکہ چاہیے تو یہ کہ اس کے لیے دُعا کرے۔ محبت کرے اور اُسے نرمی اور اخلاق سے سمجھائے۔ مگر بھائے اس کے کینہ میں زیادہ ہوتا

ہے۔ اگر غمزد کیا جائے۔ ہمدردی مذکی جاوے۔ اس طرح پر بگڑتے بگڑتے انجام بد ہو جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ منظور نہیں۔ جماعت تب بنتی ہے کہ بعض بعض کی ہمدردی کرے پردہ پوشی کی جاوے۔ جب یہ حالت پیدا ہو تب ایک وجود ہو کر ایک دوسرے کے جوارح ہو جاتے ہیں اور اپنے تئیں حقیقی بھائی سے بڑھ کر سمجھتے ہیں۔ ایک شخص کا بیٹا ہو اور اس سے کوئی قصور سرزد ہو تو اس کی پردہ پوشی کی جاتی ہے اور اس کو ہانگ سمجھایا جاتا ہے۔ بھائی کی پردہ پوشی کبھی نہیں چاہتا کہ اس کے لئے اشتہار دے۔ پھر جب خدا تعالیٰ بھائی بنا تا ہے تو کبھی بھائیوں کے حقوق یہی ہیں؛ دُنیا کے بھائی اخوت کا طریق نہیں چھوڑتے۔ میں مرزا نظام الدین وغیرہ کو دیکھتا ہوں کہ ان کی اباحت کی زندگی ہے۔ مگر جب کوئی معاملہ ہو تو تینوں اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ فقیری بھی الگ رہ جاتی ہے۔ بعض وقت انسان جانور بندر یا کتے سے بھی سیکھ لیتا ہے۔ یہ طریق نامبارک ہے کہ اندرونی چھوٹ ہو۔ خدا تعالیٰ نے صحابہ کو بھی یہی طریق ولعنت اخوت یاد دلانی ہے۔ اگر وہ سونے کے پھاڑ بھی خرچ کرتے تو وہ اخوت ان کو نہ ملتی جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ ان کو ملی۔ اسی طرح پر خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے اور اسی قسم کی اخوت وہ میاں قائم کریگا۔ خدا تعالیٰ پر بھے بہت بڑی اُمیدیں ہیں۔ اُس نے وعدہ کیا ہے۔ جَاعِلِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ ذُرِّيَّةٍ كَثْرًا اِلٰى اٰبَادٍ اَلْبَتَّانِ جَانَانًا جَانَانًا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی۔ مگر یہ دن جو ابستلا کے دن ہیں اور کزوری کے ایام ہیں۔ ہر ایک شخص کو موقع دیتے ہیں کہ وہ اپنی اصلاح کرے اور اپنی حالت میں تبدیلی کرے۔ دیکھو ایک دوسروں کا شکوہ کرنا، دل آزاری کرنا اور سخت زبانی کر کے دوسرے کے دل کو مدہر پہنچانا اور کزوریوں اور عاجزوں کو حقیر سمجھنا سخت گناہ ہے۔ اب تم میں ایک نئی برادری اور نئی اخوت قائم ہوئی ہے۔ پچھلے سلسلے منقطع ہو گئے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے یہ نئی قوم بنانی ہے جس میں امیر غریب بنتے جوان بوڑھے ہر قسم کے لوگ شامل ہیں پس غریبوں کا فرض ہے کہ وہ اپنے معزز بھائیوں کی قدر کریں اور عزت کریں اور امیروں کا فرض ہے کہ وہ غریبوں کی مدد کریں ان کو فقیر اور ذلیل نہ سمجھیں، کیونکہ وہ بھی بھائی ہیں گو باپ چندا چندا ہوں مگر آخر تم سب کا روحانی باپ ایک ہی ہے اور وہ ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں۔

بدکاری فسق و فجور سب گناہ ہیں۔ مگر یہ منور دیکھا جاتا ہے کہ شیطان نے جو یہ جال چھینکا ہے اُس سے بجز خدا کے فضل کے کوئی نہیں بچ سکتا۔

چھوٹ کی مذمت

بعض وقت یونہی چھوٹ بول دیتا ہے مثلاً بازیگرنے دس ہاتھ چھلا لگ ماری ہو تو بعض دوسروں کو خوشش کرنے کے لیے یہ بیان کر دیتا ہے کہ چالیس ہاتھ کی ماری ہے۔ اس قسم کی شرارتیں شیطان نے پھیلا رکھی

ہیں اس لیے چاہیے کہ تمہاری زبانیں تمہارے قابو میں ہوں۔ ہر قسم کے لغو اور فضول باتوں سے پرہیز کرنا چاہیے۔ جھوٹ اس قدر عام ہو رہا ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ درویش۔ موٹوی، قصہ گو۔ واعظ اپنے بیانات کو سجانے کے لیے خدا سے بڑا ڈر کر جھوٹ بول دیتے ہیں۔ اور اس قسم کے اور بہت گناہ ہیں جو ملک میں کثرت کے ساتھ پھیلے ہوئے ہیں۔

قرآن شریف نے جھوٹ کو بھی ایک نجاست اور ریس قرار دیا ہے۔ جیسا کہ فرمایا ہے۔ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْأَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوا قَوْلَ الزُّوْرِ (الحج: ۳۱) دیکھو یہاں جھوٹ کو بُت کے مقابل رکھا ہے۔ اور حقیقت میں جھوٹ بھی ایک بُت ہی ہے؛ اور نہ کیوں تپائی کو چھوڑ کر دوسری طرف جانا ہے۔ جیسے بُت کے نیچے کوئی حقیقت نہیں ہوتی اس طرح جھوٹ کے نیچے بجز مصلحت سازی کے اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ جھوٹ بولنے والوں کا اعتبار یہاں تک کم ہو جاتا ہے کہ اگر وہ سچ کہیں تب بھی یہی خیال ہوتا ہے کہ اس میں بھی کچھ جھوٹ کی ملاوٹ نہ ہو۔ اگر جھوٹ بولنے والے چاہیں کہ ہمارا جھوٹ کم ہو جائے، تو بلدی سے دُور نہیں ہوتا۔ مدت تک ریاضت کریں۔ تب جا کر سچ بولنے کی عادت اُن کو ہوگی۔

کثرتِ گناہ اور اس کا علاج
اسی طرح پورا درہم قسم کی بدکاریاں اور شرارتیں ہو رہی ہیں۔ غرض دنیا میں گناہ کے سیلاب کا طوفان آیا ہوا ہے اور اس دریا کا گویا بند ٹوٹ گیا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ یہ گناہ جو کیڑوں کی طرح چل رہے ہیں۔ کوئی ایسی صورت بھی ہے کہ جس سے یہ بلا دُور ہو جاتے اور دنیا جو خباثت اور گناہ کے زہر اور لعنت سے بھر گئی ہے۔ کسی طرح پرصاف ہو سکتی ہے یا نہیں؟ اس سوال کو تقریباً تمام مذہبوں اور قوموں نے محسوس کیا اور اپنی اپنی جگہ پر وہ کوئی نہ کوئی علاج بھی گناہ کا بتاتے ہیں۔ مگر تجربہ سے معلوم ہوا ہے کہ اس زہر کا تریاق کسی کے پاس نہیں۔ اُن کے علاج استعمال کر کے مزہب بڑھا ہے گناہ نہیں۔

مثال کے طور پر ہم عیسائی مذہب کا نام لیتے ہیں۔ اس مذہب نے گناہ کا علاج مسیح کے خون پر ایمان لانا رکھا ہے کہ مسیح ہمارے بدلے ہو دیوں کے ہاتھوں صلیب لٹکایا جا کر بولٹھون ہو چکا ہے۔ اس کی لعنت نے ہم کو برکت دی۔ یہ عجیب فلاسفی ہے کہ جو کسی زمانہ اور عمر میں بھی نہیں جاسکتی۔ لعنت برکت کا موجب کیونکر ہو سکتی ہے اور ایک کی موت دوسرے کی زندگی کا ذریعہ کیونکر ٹھہرتی ہے؟ ہم عیسائیوں کے اس طریق علاج کو عقلی دلائل کے معیار پر بھی پرکھنے کی ضرورت نہ سمجھتے۔ اگر کم از کم عیسائی دنیا

میں یہ نظر آتا کہ وہاں گناہ نہیں ہے، لیکن جب یہ دیکھا جاتا ہے کہ وہاں حیوانوں سے بھی بڑھ کر ذلیل زندگی بسر کی جاتی ہے۔ تو ہم کو اس طریق انسداد گناہ پر اور بھی حیرت ہوتی ہے اور کناہ پڑتا ہے کہ اس سے بہتر تھا کہ یہ کفارہ نہ ہوا ہوتا۔ جس نے اباحت کا دریا چلا دیا۔

اور پھر اس کو معافی گناہ سے کوئی تعلق ہی نہیں ہے۔ اسی طرح پر دوسرے لوگوں نے جو طریقے نجات کے ایجاد کئے ہیں وہ اس قابل نہیں ہیں کہ ان سے گناہ کی زندگی پر کبھی موت وارد ہوئی ہو۔ پھر یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ شریک اور خطا کار قوم میں معجزات دیکھ کر پیش گوئیاں دیکھ کر باز نہیں آتیں۔ حضرت موسیٰ کے معجزات کیا کم تھے؟ کیا بنی اسرائیل نے کھلے کھلے نشان نہ دیکھے تھے، مگر بتاؤ کہ ان میں تو قوتی اور خدا ترسی اور نیکی جو حضرت موسیٰ چاہتے تھے کامل طور پر پیدا ہوئی۔ آخر صَبْرٌ بِنَتْ عَلَیْهِمُ الْبِذْلَةُ وَالْمَسْكَنَةُ (البقرہ: ۶۲) کے مصداق وہ قوم ہوگی۔ پھر حضرت یسح کے معجزات دیکھنے والے لوگوں کو دیکھو کہ ان میں کہاں تک نیکی اور پرہیزگاری اور وفاداری کے اصولوں کی رعایت تھی۔ ان میں سے ہی ایک اٹھا اور لے رہی تھی پھر پر سلام کئے ہوئے پڑوا دیا۔ اور دوسرے نے سامنے لعنت کی۔ ان ساری باتوں کو دیکھ کر پھر سوال ہوتا ہے کہ وہ کیا شے ہے۔ جو انسان کو واقعی گناہ سے روک سکتی ہے؟

میرے نزدیک خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت ایسی چیز ہے جو انسان کی گناہ کی زندگی پر موت وارد کرتی ہے۔ جب سچا خوف دل میں پیدا ہوتا ہے تو پھر دُعا کے لیے تھروک ہوتی ہے اور دُعا وہ چیز ہے جو انسان کی کمزوریوں کا جبر نقصان کرتی ہے۔ اس لیے دُعا کرنی چاہیے۔ خدا تعالیٰ کا وعدہ بھی ہے۔ اذْعُوْنِیْ اَسْتَجِبْ لَکُمْ۔ (المومن: ۶۱) بعض وقت انسان کو ایک دھوکا لگتا ہے کہ وہ عرصہ دراز تک ایک مطلب کے لیے دُعا کرتا ہے اور وہ مطلب پورا نہیں ہوتا تب وہ گھبرا جاتا ہے؛ حالانکہ گھبرانا نہ چاہیے۔ بلکہ طلبگار باید بصورہ محمول۔ دُعا تو قبول ہو جاتی ہے، لیکن انسان کو بعض دفعہ پتہ نہیں لگتا۔ کیونکہ وہ اپنی دُعا کے انجام اور نتائج سے آگاہ نہیں ہوتا اور اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اس کے لیے وہ کرتا ہے جو مفید ہوتا ہے۔ اس لیے نادان انسان یہ خیال کر لیتا ہے کہ میری دُعا قبول نہیں ہوئی؛ حالانکہ اس کے لیے اللہ تعالیٰ کے علم میں یہی مفید تھا۔ کہ وہ دُعا اس طرح پر قبول نہ ہو بلکہ کسی اور رنگ میں ہو۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے ایک بچہ اپنی ماں سے آگ کا مٹرخ اٹکارہ دیکھ کر مانگے تو کیا دانشمند ماں اُسے دیدے گی؟ کبھی نہیں۔ اسی طرح پُر دُعا کے متعلق کبھی ہوتا ہے۔ غرض دعائیں کرنے سے کبھی تنکنا نہیں چاہیے۔ دُعا ہی ایسی چیز ہے جو خدا کی طرف سے ایک قوت اور نُور عطا کرتی ہے۔ جس سے انسان بڑی پر غالب آجاتا ہے۔

صداقت کے دلائل اور نشانات

مجھے بار بار اس امر کا خیال آیا کہ ہماری جماعت یہ فحوس نہیں کر سکتی کہ میں خدا تعالیٰ نے کچھ نہیں دکھایا ہے۔

بلکہ یہاں تو اس قدر ثبوت اور نشانات اس نے جمع کر دیئے ہیں کہ سلسلہ ثبوت میں اس کی نظیریں بہت تھوڑی ملیں گی۔ اللہ تعالیٰ نے کوئی پہلو ثبوت کا خالی نہیں رکھا۔ نصوص قرآنیہ و حدیثیہ ہماری تائید کرتے ہیں۔ اور عقل اور قانون قدرت ہمارے مؤید و معاون ہیں۔ آسمانی تائیدات اور شواہد ہمارے ساتھ ہیں۔ پھر کسی پہلو میں کمی نہیں۔ میں نے ارادہ کیا، ہوا ہے کہ اپنی جماعت کی سہولت اور آسانی کے لیے تین قسم کی ترتیبیں اپنے دعویٰ دلائل کے متعلق دوں اور پھر وہ ترتیب شدہ نقشہ چھاپ دیا جائے۔ ایک نقشہ تو حروف تہجی کی ترتیب پر ان نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کا ہو جو ہمارے مؤید ہیں۔ دوسرا نقشہ عقلی دلائل اور قانون قدرت کے شواہد کا ہو۔ یہ بھی حروف تہجی کی ترتیب سے ہو۔ ایسا ہی تیسرا نقشہ نشانات اور تائیدات سادہ کا ہو جو ہمارے لیے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مقرر کئے تھے۔ یا خدا تعالیٰ نے ہمارے ہاتھ پر نگاہ رکھئے۔ مثلاً ان کی ترتیب یوں سمجھئے :

(الف)

اس سے اجراء کا نشان لو۔ یہ وہ نشان ہے جو مسٹر ڈگلس ڈیچی کشر گورد اسپور
۱- اجراء کے سلسلے پورا ہوا۔ امر تشر کے ایک پادری ڈاکٹر کلارک نے مجھ پر اقدام قتل کا مقدمہ
 بنایا تھا کہ عبدالحکیم نام ایک شخص کو گویا میں نے اُس کے قتل کے لیے بھیجا ہے۔ یہ مقدمہ مسٹر ڈگلس کے سامنے
 پیش ہوا۔ اور خدا تعالیٰ کے وعدہ اور پیش گوئی کے موافق مجھے بڑی کیا۔ جیسا کہ پہلے الامام ابراہم (بے قصور
 مٹھرا نا) ہو چکا تھا۔ جو لوگ اس وقت یہاں ہمارے پاس موجود تھے۔ اور دوسرے مقامات کے لوگ
 بھی اس امر کے گواہ ہیں، کیونکہ مولوی عبدالحکیم صاحب کی عادت ہے کہ جب کوئی الامام وہ سُنتے ہیں اُسے
 فوراً بذریعہ خطوط چھیلا دیتے ہیں۔ اس طرح پر یہ الامامات جو اس مقدمہ کے نام و نشان سے بھی پہلے تھے
 تھے۔ ہماری اپنی جماعت میں پورے طور پر اشاعت پا چکے تھے اور وہ سب لوگ جانتے ہیں کہ مقدمہ سے
 پہلے **اِنَّ هٰذَا اِلَّا تَهْدِيْدٌ لِّلْحٰكِمِ** اور **صَادِقِ اَنْ** باشد کہ **اَيَّامِ بِلَا اَلْمِ** وغیرہ الامام ہوئے تھے۔
 اور ان سب کے بعد اللہ تعالیٰ نے خبر دیدی تھی کہ ابراہم (بے قصور مٹھرا نا)

ایک دانشمند اور سلیم العظمت اس عظیم آفتاب نشان سے بہت بڑا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ
 کی عظمت دل میں نہ ہو تو اور بات ہے، مگر خدا ترس اور مستحق آدمی سمجھ لیتا ہے کہ یہ پیش گوئی اس طرز کی نہیں

ہے جیسے راول ہاتھ دیکھ کر اناب ثنا پ بتا دیتے ہیں۔ یہ خدا کی باتیں ہیں جو قبل از وقت ہزار ہا سالوں میں
منتشر ہوئیں اور آفراسی طرح ہوا؛ ورنہ کیا کسی کے خیال اور وہم میں یہ بات آسکتی تھی کہ ہسٹل پورے طور پر
مشرق ہو جاوے اور عبد الحمید اپنا انعام بھی دے کہ ہاں مجھے بھیجا ہے۔ آخری وقت پر جو فیصلہ لکھنے کا وقت
سمجھا جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے مسٹر ڈگلس کے دل میں افکار کیا کہ یہ مقدمہ بناوٹی ہے اور اس کے دل کو غیر مطمئن
کر دیا؛ چنانچہ اس نے کپتان لیما چنڈ کو (جو ڈسٹرکٹ سپرنٹنڈنٹ پولیس تھا) کہا کہ میرا دل اس سے تسلی نہیں
پاتا۔ بہتر ہے کہ تم اس مقدمہ کی تفتیش کرو اور عبد الحمید سے اصل حالات معلوم کرو؛ چنانچہ جب کپتان لیما چنڈ
نے اس سے پوچھا، تو اس نے پھر وہی پہلا بیان دیا، مگر جب کپتان صاحب نے اُسے کہا کہ تو سچ بتا
عبد الحمید رو پڑا اور اقرار کیا کہ مجھے تو سکسایا گیا تھا اب بتاؤ کہ کیا یہ انسان کا کام ہے کیا ہر روز یہ لوگ مقدس
میں اسی طرح کیا کرتے ہیں۔ واقعات پر فیصلے دیتے ہیں۔ یاد دل کی تسلیوں کو دیکھتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت
کا کمرہ تھا۔ جو وہ وعدہ کر چکا تھا وہی ہونا تھا۔ پس ابراء کا نشان عظیم اٹھان نشان ہے جو الف
کی مد میں ہے۔

اور پھر اسی طرح اس مد میں اڈی کا نشان ہے جو خدا تعالیٰ نے قادیان کو طاعون کی
افراقری سے محفوظ رکھنے کے متعلق دیا ہے۔ اِنَّهُ اَدَى الْعَرَبِيَّةَ مَلِكٌ مِّنْ مَّن

۲۔ اڈی

کثرت سے پڑا ہوا ہے اور خدا تعالیٰ قادیان کے انتشار اور موت الکلاب سے محفوظ رہنے کی بشارت
دیتا ہے۔ کہ اس گاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے۔ یعنی اس گاؤں پر خصوصیت سے فضل رہے گا۔ اڈی
کے اصل معنی یہ ہیں کہ اُسے منتشر نہ کیا جاوے اور جبکہ عام طور پر قانوناً یہ امر رد رکھا گیا ہے کہ کسی گاؤں
کو جبراً باہر نہ نکالا جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس سے مراد یہ ہے کہ وہ افراقری اور موت الکلاب
جو دوسرے شہروں میں پڑی ہے اس سے خدا تعالیٰ قادیان کو محفوظ رکھے۔ یعنی یہاں طاعونِ جارت
نہ ہوگی۔

پھر اسی طرح الف کے مد میں اَبْنَاءُ کا نشان ہے۔ کتابوں اور اشتہاروں کو پڑھو
تو صاف معلوم ہوگا کہ ہر ایک کی پیدائش سے پہلے ایک اشتہار دیا گیا ہے اور

۳۔ اَبْنَاءُ

بتایا گیا ہے کہ لڑکا پیدا ہوگا؛ چنانچہ ان اشتہاروں کے موافق یہ لڑکے پیدا ہوتے ہیں اور پھر یہاں تک کہ
تعداد بھی بتا دی کہ چار لڑکے ہوں گے اور پورے لڑکے کی بابت یہ بھی اعلان کر دیا کہ عبد الحق نہ میری گا
جہتک جو تھا لڑکا پیدا ہونے کی خبر نہ سن لے۔ ایسے ہی مولوی صاحب (مولوی نور الدین صاحب)
کے بیٹے کی بابت جب سہلانڈ نے اعتراض کیا تو خدا تعالیٰ نے میری دعاؤں کے بعد مجھے بشارت

دی کہ مولوی صاحب کے ہاں ایک درد کا پیدا ہو گا۔ یہاں تک کہ اس کے بدن پر پھوڑوں کے نشان کا بھی پتہ دیا گیا اور اس کا علاج بھی بتایا گیا۔ اب کیا اشتہار پہلے سے نہیں دیا گیا تھا؟ اب دیکھ لو کہ اس اشتہار کے موافق وہ پتہ عبدالحی نام مولوی صاحب کے گھر میں پیدا ہو گیا۔ اور اس کے پھوڑوں کے نشانات بھی ہیں۔ یہ وہی خصوصیتیں ہیں جو اینیاء بنی اسرائیل کے وقت ہوا کرتی ہیں۔

۴۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ
پھر اس کے ساتھ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ۔ کا نشان ہے۔ یہ بہت پرانا الہام ہے اور اُس وقت کا

ہے جبکہ میرے والد صاحب مرحوم کا انتقال ہوا۔ میں لاہور گیا ہوا۔ مرزا صاحب کی بیماری کی خبر جو مجھے لاہور پہنچی میں مجھ کو یہاں آگیا۔ تو درد گردہ کی شکایت تھی۔ پہلے بھی ہوا کرتا تھا۔ اس وقت تخفیف تھی ہفتہ کے دن دوپہر کو تختہ پی رہے تھے اور ایک خد متنگار پنکھا کر رہا تھا۔ مجھے کہا کہ اب آرام کا وقت ہے تم جا کر آرام کرو۔ میں چوبارہ میں چلا گیا۔ ایک خد متنگار جمال نام میرے پاؤں دبا رہا تھا۔ عموڑی سی سفودگی کے ساتھ الہام ہوا۔ وَالسَّمَاءِ وَالطَّارِقِ۔ اور معاً اس کے ساتھ یہ تقسیم ہوئی۔ اب میں نہیں کہہ سکتا کہ لفظ پہلے آئے یا تقسیم قسم ہے آسمان کی اور قسم ہے اس حادثہ کی جو غروب آفتاب کے بعد ہونے والا ہے۔ گویا خدا تعالیٰ عز و جلال پر ہی کرتا ہے۔ یہ ایک عجیب بات ہے جس کو ہر ایک نہیں سمجھ سکتا۔ ایک مصیبت بھی آتی ہے اور خدا اس کی عز و جلال پر ہی کرتا ہے؛ چونکہ ایک نیا عالم شروع ہونے والا تھا۔ اس لیے خدا تعالیٰ نے قسم کھائی مجھے یہ دیکھ کر خدا تعالیٰ کا عجیب احسان محسوس ہوا کہ میرے والد صاحب کے حادثہ انتقال کی وہ قسم کھاتا ہے۔ اس الہام کے ساتھ ہی پھر معاً میرے دل میں بشریت کے تقاضے کے موافق یہ خیال گزرا۔ اور میں اس کو بھی خدا تعالیٰ ہی کی طرف سے سمجھتا ہوں کہ چونکہ معاش کے بہت سے اسباب ان کی زندگی سے وابستہ تھے۔ کچھ انعام نہیں ملتا تھا۔ اور کچھ اور مختلف صورتیں آمدنی کی تھیں۔ جس سے کوئی دو ہزار کے قریب آمدنی ہوتی تھی۔ میں نے سمجھا کہ اب وہ چونکہ منقطع ہو جائیں گے، اس لیے ہمیں اب تلاما آئے گا۔ یہ خیال تکلف کے پر نہیں بلکہ خدا ہی کی طرف سے میرے دل میں گزرا۔ اور اس کے گزرنے کے ساتھ ہی پھر یہ الہام ہوا۔ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهُ۔ یعنی کیا اللہ تعالیٰ اپنے بند سے لیے کافی نہیں ہے؟ اچانک یہ الہام میں نے ملا و اصل اور شریعت کی معرفت ایک انگشتری میں اسی وقت کھموا لیا تھا۔ جو حکیم محمد شریف کی معرفت امرتسر بنوائی تھی اور وہ انگشتری میں کھدا ہوا الہام موجود ہے۔

اب دیکھ لو کہ اس وقت سے لے کر آج تک کیسا متحفل کیا۔ اگر کسی کو شک ہو تو ملا و اصل اور شریعت سے پوچھ لے۔ محمد شریف کی اولاد موجود ہے۔ شاید وہ ٹھہر کر بھی موجود ہو۔ متحفل بڑھتا گیا ہے یا نہیں جس

جس قدر ضرورتیں پیش آتی گئی ہیں۔ خود اس سے اپنے دماغ کے موافق تکمیل کیا ہے اور کرتا ہے اب بناؤ کہ کیا
یکوئی چھوٹا نشان ہے۔ اس طرح پر الف میں اور بہت نشان آسکتے ہیں۔

(ب)

پھر اب (ب) کی مد میں دیکھو۔ بلا بشیر ہے۔ یہ لڑکا بشیر جو اب موجود ہے اس کی بابت پہلے اشتہار
ہوا تھا اور اس اشتہار کے موافق یہ پیدا ہوا۔ پھر اس کی آنکھوں سے اس قدر پانی جاری تھا کہ آنکھیں
لڑکی کی طرح سرخ ہو گئی تھیں۔ اور بچے انڈیہ تھا کہ آنکھوں کو خطرناک نقصان نہ پہنچے۔ اس وقت میں
نے دُعا کی تب ابام ہوا۔ بَرِيحٌ طَلْفِيْنٌ بَشِيْرٌ۔ بہت لوگ اس ابام کے بھی گواہ موجود ہیں کیونکہ میں
ابام پوشیدہ کر رکھتا ہی نہیں ہوں۔ سببین کے معنی ہیں آنکھوں کا اچھا ہونا؛ چنانچہ ہفتہ بھی نہ
گزرنا تھا کہ یہ بالکل اچھا ہو گیا۔

اسی طرح بت کی مد میں بشیر اس کو داخل کرتے ہیں۔ بشیر اس کا دیان کا بتے
والا ایک ہندو تھا اور ایک خوشحال برہمن جو اس وقت پٹواری تھا۔ یہ

۲۔ بشیر داس

دو دنوں ایک مقدمہ میں ماخوذ ہوئے۔ جس میں خوشحال کو دو سال اور بشیر داس کو ایک سال کی قید کی سزا
ہوئی۔ شرمیت دانے نے اگر بچے دُعا کے واسطے کہا اور میں نے دُعا کی تو میں نے کشت میں دیکھا۔ کہ میں نے
اپنے ہاتھ سے اس کی نصف قید کاٹ دی ہے۔ اور پھر میں نے دیکھا کہ نسل واپس آکر نصف قید رہ جاو
گی اور خوشحال اپنی پوری سزا بھگتے گا۔ یہ خبر میں نے پہلے ہی شرمیت کو دیدی۔ وہ اب تک زندہ موجود ہے
اور اگر اس کو قسم دیکر پوچھا جاوے، تو وہ انکار نہ کرے گا۔ غرض آخر جس طرح پر میں نے خبر دی تھی اور
بچے دکھایا گیا تھا۔ وہی ظہور میں آیا۔ یعنی نسل واپس آئی۔ اور اس میں بشیر کی نصف سزا رہ گئی۔ وہ
نصف قید بھگت کر رہا ہوا۔ اس پر شرمیت نے کہا کہ تم چونکہ متقی ہو ماس لیے دُعا قبول ہو گئی۔ چونکہ
اسلام کے ساتھ ان لوگوں کو قبض اور عداوت ہے۔ اس لیے شرمیت سے اسلام کی تعریف نہ کی۔ اس
مقدمہ میں جب پہل کیا گیا تو رات کو ملی محمد نام ایک شخص آیا اور اُس نے اگر خبر دی کہ وہ بری ہو گئے ہیں۔
بچے یہ خبر نہ کہتے تھے ہوا، کیونکہ میں نے مذکورہ بالا پیش گوئی کی تھی۔ اس تردد میں جب میں نے ہار پڑھی
تو نماز ہی میں ابام ہوا۔ اِنَّكَ اَنْتَ الْاٰخِلٰی۔ وہ رات تو اسی طرح گزر گئی۔ اور میں نے مزید تحقیقات نہ

کی لیکن بیچ کر اہل مال معلوم ہو گیا کہ اپیل نے گئے تھے جس سے یہ غلطی توجیح نکال یا گیا کہ وہ بڑی ہو گئے ہیں آخر
جیسا کہ میں نے کہا ہے اس طرح پیشگوئی کے موافق ہل واپس آئی اور اس میں بشیر کی قید نصف رہ گئی اور
عوض مال کو پوری سزا بھگتنی پڑی۔

اب بتاؤ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کیسے زبردست نشان ہیں۔ اب تک ان واقعات کے زندہ گواہ موجود
ہیں۔ ان سے قسم دے کر پوچھا جائے کہ کیا قبل از وقت ان کو بتایا گیا تھا یا نہیں؟ اور پھر ٹھیک پیشگوئی کے موافق
ان کا ظہور ہوا ہے یا نہیں؟ پھر اسی طرح جتنا سنگم نامی ایک زمیندار کے ساتھ درخت کاٹنے کا مقدمہ
تعمیل میں داخل تھا۔ مجھے خدا تعالیٰ کی طرف سے معلوم ہوا کہ ڈگری ہو جائے گی جب کوئی دس بارہ دن ہوتے تو
لوگوں نے ہمالہ سے آئے گا کہ وہ مقدمہ خارج ہو گیا ہے اور خود اس نے بھی اگر بطور مسخر کا کہ مقدمہ خارج
ہو گیا ہے۔ مجھے اس خبر کے سننے سے اتنا غم ہوا کہ کہی کسی ماتم سے بھی نہیں ہوا۔ میں نے کہا کہ اللہ تعالیٰ نے
ڈگری کی خبر دی تھی، یہ کیا کہتے ہیں، وہ اسامی تھے اور ہم مالک تھے اور مالک کی اجازت کے بغیر وہ درخت
کاٹنے کے مجاز نہ تھے۔ مختلف قسم کے پندرہ یا سولہ آدمی اس مقدمہ میں تھے۔ مجھے بہت ہی غم محسوس ہوا۔
اور میں جیسے کوئی بیسوت ہو جاتا ہے، سرابہ ہو کر سجدہ میں گر پڑا۔ اور دُعا کی تب ایک بلند آواز سے الہام
ہوا؟ ڈگری ہوتی ہے مسلمان ہے۔ یعنی آیا اور نے کئی مسیح کر جب تعمیل گیا تو وہاں جا کر ایک شخص
سے جو مالک کا سررشتہ تھا۔ میں نے دریافت کیا کہ کیا فلاں مقدمہ خارج ہو گیا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ اُس میں تو
ڈگری ہوئی ہے۔ پھر میں نے اس سے کہا کہ انہوں نے گاؤں میں شہور کیا ہے کہ وہ مقدمہ خارج ہو گیا ہے۔ یہ کیا
بات ہے؟ اس نے کہا۔ اصل بات یہ ہے کہ اس خبر میں وہ بھی سچے ہیں۔ جب حافظ ہدایت علی صاحب فیصلہ
رکھنے لگے تو میں کہیں باہر چلا گیا تھا۔ جب باہر سے آیا، تو انہوں نے رو بجا مجھے دی کہ یہ مقدمہ خارج کر
دیا ہے۔ سررشتہ دار کتا ہے کہ تب میں نے ان کو کہا کہ تم نے غلطی کی ہے۔ اس نے کہا نہیں میں نے کشتہ کا
فیصلہ جو انہوں نے پیش کیا تھا دیکھ لیا ہے۔ میں نے ان کو کہا کہ کشتہ کا فیصلہ بھی تو دیکھنا تھا۔ پھر
اُسے معلوم ہوا کہ وہ فیصلہ جو اس نے کیا تھا وہ غلط ہے۔ اس نے رو بجا لے کر چھاؤں کر چھینک دی اور دوسری
رو بجا رکھی جس میں ڈگری کا فیصلہ دیا اور اس طرح پریشگوئی جو خدا تعالیٰ نے قبل از وقت مجھے بتلائی تھی پوری
ہوئی۔ اس پیشگوئی کے بھی بہت لوگ گواہ ہیں۔ اور اب تک موجود ہیں۔

(ث)

۱۔ ثنائینِ حنوکا۔ پھر ث میں ثنائینِ حنوکا کی پیشگوئی ہے اس پیشگوئی پر ایک زمانہ

گزر گیا۔ کوئی شخص ایک دم سکے لیے بھی نہیں کہہ سکتا کہ میں زندہ رہوں گا۔ لیکن ایک خاص تعداد سالوں تک کسی
 شخص سے دینا کیا یہ انسانی طاقت کا کام ہے۔ اور پھر میرے جیسے آدمی کے لیے تو یہ قیافہ سے بھی ممکن نہیں۔
 جس کو دو بیماریاں لگی ہوتی ہیں۔ باوجود ان بیماریوں اور محفوظ کے خدا تعالیٰ کا یہ وعدہ دینا کہ تیری آستی برس
 کے قریب عمر ہوگی۔ کیسا عجیب ہے۔ اور حقیقت میں خدا ہی کی طرف سے اس قسم کی خبر ہو سکتی ہے اور نہ عاجز
 انسان کچھ نہیں کہہ سکتا۔ یہ پیشگوئی بھی پوری شدہ ہی سمجھ لیجئے، کیونکہ بہت عرصہ اس پر گذر گیا ہے اور میری
 عیال ساٹھ سے تھی لہذا ہو چکی ہے۔

۲۔ سَلَّةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ پھر حق ہی کی تدبیر میں ایک اور پیشگوئی ہے۔ جو اس سے بھی
 عجیب تر اور عظیم الشان ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ

ثَلَاثَةٌ مِّنَ الْأَوَّلِينَ وَ سَلَّةٌ مِّنَ الْآخِرِينَ۔ اس سے ایک عظیم الشان جماعت کے قائم کرنے کی خبر
 دیتا ہے۔ جس وقت یہ پیشگوئی کی گئی تھی، اس وقت ایک آدمی بھی ہم کو نہیں جانتا تھا اور کوئی یہاں آتا
 جاتا نہ تھا۔ براہین احمدیہ میں یہ امام درج ہے۔ لیکن اب دیکھ لو کہ شہزادہ سے زیادہ آدمی اس سلسلہ میں داخل
 ہو چکے ہیں اور دن بدن ترقی ہو رہی ہے۔ خاص قادیان میں ایک کثیر جماعت موجود ہوتی ہے۔ پھر کیا یہ کوئی عجیب
 بات ہے۔ یہ خدا کے کام ہیں اور لوگوں کی نظروں میں عجیب۔ اور بھی مثلاً کی مدین پیشگوئیاں ہیں مگر میں اس
 وقت صرف مثال کے طور پر ایک دو بیان کرتا ہوں۔

ج

۱۔ بِحِزَاةٍ اسی طرح حج کی مدین حجازہ کا امام ہے۔ جب ہمارے بڑے بھائی صاحب مرزا غلام قادم
 مرحوم فوت ہوئے، تو ان کے مرنے سے پہلے حجازہ کا امام ہوا تھا۔

۲۔ جمال الدین اور اسی طرح جمال الدین کے متعلق بھی اہتمام ہوا تھا۔ خواجہ جمال الدین صاحب
 جب اپنے انتہائی منصفی میں فیل ہوئے، تو میں نے دعا کی۔ امام ہوا سیغفرلہ
 چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس سے بہتر ان کو جگہ دیدی۔

۳۔ جمع بین الصلوٰتین پھر حج کی مدین جمع بین الصلوٰتین کی پیشگوئی ہے جو رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم نے صبح موجود کے لیے ایک نشان عظمیٰ رہا ہے۔
 اس پیشگوئی کو پورا کرنا اختیار ہی امر نہیں ہے۔ موت سر پر ہے۔ خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ وہ خود
 اس کی تکمیل کر رہا ہے۔

جو شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں کو عزت کی نگاہ سے نہیں دیکھتا۔ وہ آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم کی عزت بھی نہیں کرتا ہے۔ اس پیشگوئی سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہے
 کہ جو کچھ کہتا ہے کہ **يَخْتَجُّ لَهٗ الْعَسَاۗءُ**۔ یعنی اس کے لیے ناز جمع کی جائے گی۔ ایسے امور جمع ہو جائیں گے
 کہ اس کے لیے نازیں جمع کرنی پڑیں گی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت جو میں اپنا اعتقاد رکھتا ہوں۔
 اس کو میں کسی کے دل میں نہیں ڈال سکتا۔ میں ایک پتے شلمان کے لیے یہ ضروری سمجھتا ہوں کہ ان امور کے
 ساتھ جو آپ کی نبوت کے لیے بطور شہادت ہوں۔ محبت کی جادو سے۔ ان میں سے یہ پیشگوئیاں بھی ہیں۔
رَسُولَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ کی آنکھ کشی کسی تیز ہے۔ اور آپ کی نگاہ کسی دوز تک پہنچنے والی تھی کہ آپ
 نے سارا نقشہ اس زمانہ کا پیش کر دکھایا۔ ہم اس پیشگوئی کو **يَخْتَجُّ لَهٗ الْعَسَاۗءُ** ہے۔ بہت ہی بڑی عزت
 کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اس کے پورا ہونے پر ہمیں ایک راحت اور لذت آتی ہے جو دوسرے کے آگے
 بیان نہیں کر سکتے۔ کیونکہ لذت خواہ جسمانی ہو، خواہ روحانی۔ ایک ایسی کیفیت اور اثر ہے جو الفاظ میں بیان
 نہیں ہو سکتا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس سے کمال درجہ کی عزت اور صداقت ثابت ہوتی ہے کہ
 آپ نے جو کچھ فرمایا۔ وہ پورا ہوا۔ اب بتاؤ کہ کیا یہ امور جو جمع نہا کے موجب ہوتے ہیں۔ خود ہم نے پیدا کر
 لیے ہیں یا خدا تعالیٰ نے یہ تقریب پیدا کر دی ہے؟ صحابہ نے اس پیشگوئی کو سنا مگر پوری ہوتے نہیں دیکھا
 اور اب جو پیشگوئی پوری ہوئی اور انہیں اس کی خبر ملتی ہے تو انہیں کسی لذت آتی ہے۔ میں سچ کہتا ہوں
 کہ جیسا اس پیشگوئی کے پورا ہونے سے ہم ایک لطف اور لذت اعمار ہے۔ ان آسمان پر بھی ایک لذت
 ہے۔ اس لیے کہ اس سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی اور عظمت کا اظہار ہوتا ہے۔ مومنوں نے لکھا
 ہے کہ بعض زمینیں امور ایسے ہوتے ہیں کہ آسمان پر ان کی خبر دی جاتی ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 تائید میں جو کچھ ہوتا ہے، اس کی خبر دی جاتی ہے اور اس کا انتشار ہوتا ہے۔ غرض یہ بڑی عظیم الشان
 پیشگوئی ہے۔ جس سے ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق ہوتی ہے۔ ان کو حیرت سمجھنا کفر ہے یہ
 دو ہر نشان ہے۔ ایک طرف ہماری صداقت کیلئے کیونکہ ہمارے لیے یہ نشان رکھا گیا تھا۔ دوسری طرف خود نبی کریم
 صلی اللہ علیہ وسلم کے لیے کہ آپ کی فرمائی ہوئی پیشگوئی پوری ہوئی۔ لوگ ناواقف اور جاہل کے اعتراض
 کرتے ہیں، حالانکہ ہر بہت ہی قابل خود ہے۔ کیا ہم نے خود ایسے امر پیدا کر لیے ہیں کہ نازیں جمع کی جائیں؟
 پھر جب یہ امر سب خدا کی طرف سے ہیں تو ہر اعتراض کرنا ہی زنی حماقت اور خبث ہے جو لوگ اس پیشگوئی پر اعتراض کرتے
 ہیں وہ مجھ پر نہیں ہونے ہی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بلکہ خدا تعالیٰ پر اعتراض کرتے ہیں اور یہی معلوم ہوتا ہے کہ ایک آدم مرتبہ نماز جمع نہ
 ہوئی، بلکہ ایک اچھی میعاد تک نماز جمع ہوتی ہے۔ کیونکہ ایک آدم مرتبہ جمع کرنے کا اتفاق تو دوسرے مسلمانوں کو بھی ہو جاتا

ہے۔ پس یہ خدا کا نزدیک و مست نشان ہے جو ہماری اور ہمارے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک
ذہدست گواہ ہے۔

(ح)

۱۔ حیات خال ایسا ہی پھر حق کی مد میں حیات خال کا مقدمہ ہے۔ بہت سے لوگ اس
امر کے گواہ ہیں۔ یہاں تک کہ اکثر ہندوؤں کو بھی معلوم ہے اور میرے لڑکے
فضل احمد اور سلطان احمد بھی اس میں گواہ ہیں۔ حضرت وار حیات خال ایک دفعہ کسی مقدمہ میں معطل ہو گیا تھا۔
میرے بڑے بھائی مرزا غلام قادر مرحوم نے مجھے کنا کہ ان کے لیے دعا کرو۔ میں نے دعا کی تو مجھے دکھایا گیا کہ
کسی پریشا عدالت کر رہا ہے۔ میں نے کہا یہ تو معطل ہو گیا ہے۔ کسی نے کہا کہ اس جہاں میں معطل نہیں ہوا
تب مجھے معلوم ہوا کہ یہ مجال ہو جائے گا چنانچہ اس کی اطلاع دی گئی اور تھوڑے ہی عرصہ کے بعد
وہ پھر مجال ہو گیا۔

۲۔ حَانْ اَنْ تُعَانَ ایسا ہی تھا اَنْ تُعَانَ وَ تَعْرِفَتْ بَيْنَ النَّاسِ یہ پیشگوئی بھی ہیں
موجود ہے۔ کوئی ثابت کرے کہ اس الامام کے وقت کتنی جماعت
تھی۔ یا میں ہوتا تھا یا میاں شمس الدین جو براہین احمدیہ کے مسودے لکھتا کرتا تھا، گراہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ
کے موافق لاکھوں کروڑوں انسانوں میں اس کو پورا کیا اور کر رہا ہے۔ ہر نیا دن اس پیشگوئی کی شان اور
فلطحت کو بڑھا رہا ہے جو جوں یہ سلسلہ ترقی کرتا جاتا ہے۔

(خ)

خُوفٌ وَ كُوفٌ پھر حق ہے اس میں خوف کوف کی غلیم نشان پیشگوئی ہے۔ اس کو دیکھو
کہ تیرہ سو برس کے بعد یہ پیشگوئی پوری ہوتی۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے ہمدی کا نشان مقرر کیا تھا اس کے وقت میں رمضان کے مہینہ خوف اور کوف ہو گا اور پھر یہ بھی
فرمایا ہے کہ یہ نشان ابتدائے آفرینش سے لے کر کبھی نہیں ہوا۔ کس قدر غلیم نشان نشان ہے جس کی نظیر آدم
سے لے کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت تک اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے لے کر ہمدی کے
وقت تک پائی نہیں جاتی۔ اب نیچے جو دجال اور کذاب کہا جاتا ہے کیا کاذب اور دجال کے لیے ہی
اللہ تعالیٰ نے یہ نشان مقرر کیا تھا۔ کیا خدا تعالیٰ کو بھی دھوکا لگ گیا۔ کہ ایک تو مجھے ہمدی کے سر پر بھیجا۔

اور پھر وہ تمام نشانات اور علامات جی قائم کرہیں گے جو مسیح موعود اور مدعی موعود کے وقت مقرر تھے۔ صلیب کا قلعہ بھی میرے وقت میں ہی ہو گیا۔ اور پھر خسوف و کسوف کا نشان بھی پورا کر دیا۔ اس قدر باسلسلہ خدا نے دعوے کا رکھا۔ خدا تعالیٰ کی شان اس سے منزه ہے۔ کہ وہ کسی کو دھوکا دے۔ مسلمانوں کی موجودہ حالت تو چاہتی تھی کہ کسی راستباز اور صادق کے ساتھ ان کی تائید کی جاتی نہ کہ کاذب اور مغتری کو بھیجا جاتا۔ اور پھر یہ کہ کاذب کے وقت میں نشان وہ پورے کئے جو صادق کے لئے مقرر تھے۔ کیا یہ تعجب کی بات نہ ہوگی؟ اصل یہی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق یہ حکم اسلام بہت کمزور ہو گیا تھا اور بالکل رسم پرستی اور نام کے طور پر رہ گیا تھا اور جبکہ نصاریٰ کا فتنہ ہند سے بڑھ گیا تھا۔ اور انھوں نے اسلام کے ذریعہ اس کرنے کے لیے ہر قسم کے منصوبے کئے اور اپنی کوششوں میں کامیاب ہونے کے لیے جی بلی کر اور اچھے اچھے زور لگایا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی محنت تو بین کی گئی یہاں تک کہ آپ کو معاذ اللہ مجھوٹا بھی کہا گیا۔ اور خطرناک الام آپ کی پاک ذات پر لگائے اور کوئی ذمیتہ اسلام کی تہنک اور بے عزتی کا باقی نہ رکھا گیا۔ اور اپنے مذہب میں اس قدر غلو کیا کہ ایک ضیفہ عورت کے بچہ کو خدائی کے تخت پر بیٹایا۔ اور ایک انسان کو خدا بنا کر پھر اس کو دشمن قرار دے کر اس کی لعنت کو برکت کا ذریعہ بنایا، تو خدا تعالیٰ نے جو بیخورد خدا ہے۔ ایک علمبر انسان کو اپنے وعدہ کے موافق قائم کیا اور اس کی تائید اور نصرت کی۔ اس کے لیے ان نشانوں کو پورا کیا جو اس وقت کے لیے مقرر تھے اور اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہنک اور توہین کا انتقام لینے والا ٹھہرایا۔ اور وہ اس طرح پر کہ جس عاجز انسان مسیح ابن مریم کو خدا ٹھہرایا تھا، غیرت الہی نے اس کو مسیح ابن مریم سے افضل بنا کر دینا میں بھیجا اور مسیح موعود اس کا نام رکھا۔ مسیح موعود کا مسیح ابن مریم سے افضل ہونا خود ہی اور نصاریٰ کے مسلمات سے ہے۔ عیسائی اعتراض کرتے ہیں کہ اس کی آمد ثانی پہلی آمد کے مقابل میں جلالی ہوگی۔ پہلی آمد ناکامی کی تھی۔ اس سے بڑھ کر اور کیا ثبوت چاہیے۔ غرض خدا نے مجھے مسیح موعود ٹھہرایا اور میرے نشانات کو قوت اور تعداد میں مسیح کے نشانات سے بہت بڑھ کر ثابت کیا۔ اگر کسی عیسائی کو شک ہو تو قوت ثبوت اور تعداد کے لحاظ سے میرے نشانوں کا اور مسیح کے نشانوں کا مقابلہ کر کے دیکھ لے۔ ان نشانوں میں سے ہی یہ خسوف و کسوف کا نشان ہے جو اپنے وقت پر میری صداقت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تہنک پر ٹھہرنے کے لیے پورا ہوا۔ میں نے سنہ ۱۸۵۷ء میں کہیشیا میں ایک مولوی تھا۔ اس نے جب دیکھا کہ خسوف و کسوف کا نشان پورا ہو گیا۔ تو اس نے ہاتھ مار مار کر کہا کہ اب غلقت گمراہ ہوگی۔ اب غلقت گمراہ ہوگی۔ مگر اس امتی سے کوئی اتنا پرچھے کہ خدا تعالیٰ نے جب وہ نشان پورا کیا جو صادق کے لیے مقرر تھا۔ پھر لوگ گمراہ ہوں گے یا ہدایت پائیں گے۔ خسوف و کسوف کا نشان بہت بڑا نشان ہے۔

(۷)

- ۱۔ دیباچہ پھر آ کے مدینہ دیباچہ کے مرتلے کی خبر ہے اس کو زندگی میں مرتلے سے پہلے یہ خبر بذریعہ ایک رجسٹری شدہ خط کے اس کو دی گئی تھی اور شریعت اور ملا داخل موجود ہیں ان کو قسم دے کر پوچھا جائے کہ کیا یقین جیسے پہلے یہ خبر دی گئی تھی یا نہیں؟
- ۲۔ دلیپ سنگھ اہل اسی مدینہ دلیپ سنگھ کے ناکام ہونے کی پیش گوئی ہے۔ اسی اُس کے آلے کی کوئی خبر بھی تئیں تھی۔

بلا تارخ

سید المعصومین علیہ السلام حضور ہونے کے اسباب اور معصوم بنانے کے اسباب میں قدر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو مستر آتے تھے وہ کسی دوسرے نبی کو بھی نہیں ملے۔ اسی لیے عصمت کے مسئلہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جس مقام اور درجہ پر ہیں۔ وہاں اور کوئی نہیں ہے خود کوئی بھی معصوم نہیں بن سکتا، بلکہ معصوم بنانا خدا تعالیٰ کا کام ہے۔ جس شخص کو کثیر استعداد مال مل گیا ہے اس کو کیا ضرورت پڑی ہے کہ وہ چوڑی کرتا پھرے، لیکن جس پر خدا کی ماری ہے اور گویا روٹیوں کا محتاج ہے اس سے تو ممکن بلکہ قرین قیاس ہے کہ اگر پانچنانہ میں کٹھی پڑی ہوئی ہو تو وہ اُس کے اٹھانے میں بھی کوئی مضائقہ اور ذریعہ نہ کرے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا کا بہت بڑا فضل تھا۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكُمْ عَظِيمًا (النساء: ۱۱۳) اور اصل یہ ہے کہ انسان پر تمام فضائل ہی ہے جس شخص پر خدا تعالیٰ کا فضل عظیم ہو اور جس کو کُل دنیا کے لیے مبعوث کیا گیا ہو اور جو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ ہو کر آیا ہو۔ اُس کی عصمت کا اندازہ اسی سے ہو سکتا ہے۔ عظیم الشان بلندی پر جو شخص کھڑا ہے ایک نیچے کھڑا ہو اس سے مقابلہ کیا کر سکتا ہے۔ یہ سچ کی حقیقت اور دعوت صرف نبی امرا تیل کی گم شدہ بھیڑوں تک محدود ہے۔ پھر اس کی عصمت کا دورہ بھی اس حد تک ہونا چاہیے۔ لیکن جو شخص کل عالم کی نجات اور دستگاری کے واسطے آیا ہے۔ ایک دانشمند خود سوچ سکتا ہے کہ اس کی تعلیم کیسی عالمگیر صداقتوں پر مشتمل ہوگی اور اسی

یے وہ اپنی تعلیم اور تبلیغ میں کس درجہ کا مضموم ہوگا۔

حضرت مسیح ایک بار چھوڑ ہزار بار کہیں کہ میں خدا ہوں، لیکن کون ان کی خدائی کا اعتراف کر سکتا ہے۔ جبکہ انسانیت کا اقبال بھی آپ کے وجود میں نظر نہیں آتا۔ دشمنوں کے زعم میں آپ چنس جاتے ہیں اور ان سے ملانے کے کھاتے ہوئے صلیب پر لٹکائے جاتے ہیں۔ باوجودیکہ وہ طعن کر سکتے ہیں کہ اگر تو خدا کا بیٹا ہے تو صلیب سے اتر آ۔ مگر آپ خاموش ہیں اور کوئی خدائی کوشش نہیں دکھاتے۔ برخلاف اس کے ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف خسرو پروردگار نے مضموم کیا اللہ آپ کو گرفتار کر کے قتل کرنا چاہا۔ مگر اس رات خود ہی ہلاک ہو گیا۔ اور ادھر حضرت مسیح کو ایک معمولی چیز سی پڑی کہ لے جاتا ہے۔ تاہم الہی کا کوئی پتہ نہیں ملا۔ غرض جس قدر ان امور کی تفتیح کی جاوے گی، اسی قدر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مدارج عالیہ معلوم ہوں گے اور آپ ایک بلند مینار پر کھڑے دکھائی دیں گے اور مسیح آپ سے مقابلہ کرنے میں بہت ہی نیچے کھڑے ہوں گے۔ اس سے بڑھ کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور فضیلت کیا ہوگی کہ تیرہ سو برس بعد اپنے انفاس قدیمہ سے وہ ایک انسان کو تیار کرتے ہیں، جو مسیح ابن مریم پر فضیلت پاتا ہے۔ بلحاظ اپنے کام اور کامیابی کے یعنی مسیح موجود سے مقابلہ کرنے میں بھی مسیح ابن مریم کی کامیابی اور بعثت کے لحاظ سے کم ہے۔ کیونکہ محمدی مسیح محمدی کمالات کا جامع ہے۔ جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں تمام نبیوں کے کمالات یکجا جمع تھے۔ اس لیے مسیح موجود جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بڑی ظہور ہے۔ ان کمالات کو اپنے اندر رکھتا ہے اور اپنی دعوت کی وجہ سے مسیح ابن مریم سے بڑھ کر ہے۔ شہر

ابن مریم کے ذکر کو چھوڑو
اس سے بہتر غلام احمد ہے

مسیح ناصری کا آسمان پر جانا

مسیح کو جو آسمان پر چلا دیا جاتا ہے تو سوال ہو سکتا ہے کہ وہ آسمان پر کیوں چلے؟ کیا ضرورت پیش آئی تھی؟ عقل اس کے لیے تین شقیں تجویز کرتی ہے۔ اور ان تینوں صورتوں میں مسیح کا صعود ثابت نہیں ہو سکتا۔

مشق اول: صلیب کی لعنت سے بچنے کے لیے کیونکہ توہات میں لکھا، ہوا تھا کہ جو صلیب پر لٹکایا جاوے، وہ ملعون ہوتا ہے۔ اب اگر مسیح کے صعود والی التماس سے یہ غرض تھی، کہ وہ لعنت سے بچے رہیں، تو اس رفیع کے لیے ضروری ہے کہ پہلے موت ہو۔ کیونکہ یہ رفیع وہ ہے، جو قرب الہی کا مضموم ہے۔ اور بعد موت لٹکتا ہے۔ اسی لیے۔ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْکَ وَرَافِعُکَ اِلَیَّ (آل عمران: ۵۶) کہا گیا۔ اور یہ وہی رفیع ہے جو اِذْ جِئْنَا اِلَیْ رَبِّنَا رَبَّنَا اِنِّیْ جِئْنَاکَ رَاغِبِیْنَ تَمَرًا حَمِیْمًا (العنبر: ۲۹) میں حُتْمًا لَے

بیان فرمایا ہے اور مُفْتَحَةُ لَمَّ الْأَوَابِ (ص ۵۱۱) سے پایا جاتا ہے۔ غرض اس رخ کے لیے جو
 لعنت سے بچنے کے لیے ہمارا جو قریب الہی کے منوں میں ہو، کیونکہ لعنت کی ضد رخ تو وہی ہے جس سے
 قریب الہی ہو۔ یہ تو بجز موت کے حامل نہیں ہوتا۔ پھر جو لوگ ہمارے مخالف ہیں وہ جو حکم موت کے قابل
 نہیں۔ اس لیے ان کے اعتقاد کے موافق مسیح کو بگناہی نہیں ہوا۔ کیونکہ یہ رخ انسان کی آخری زندگی کا
 نتیجہ ہے اور یہ ان کو حاصل نہیں ہوا۔ پس اس شیئی کے لحاظ سے قرآن کا آسمان پر چرماٹنا باطل ہوا۔

دوسری غرض رخ سے یہ ہو سکتی ہے کہ حضرت مسیح کوئی نشان دکھانا چاہتے تھے، مگر یہودی جن کو نشان
 دکھانا مقصود تھا، وہ اب تک منکر ہی چلے آتے ہیں۔ انہوں نے عین میلہ کے وقت نشان مانگا تو ان کو کوئی
 نشان دکھایا نہ گیا۔ پھر ایک نشان جو ان کو دکھانا مقصود تھا وہ بجز شاگردوں کے کسی اور کو نہ دکھایا گیا۔ جیسا
 یہ عقب کی بات نہیں۔ چاہیے تو یہ تھا کہ میلہ پر جب ان سے نشان مانگا گیا تھا تو اس وقت نشان
 دکھاتے یا کہہ دیتے کہ میں آسمان پر اڑا جاملے گا نشان تم کو دکھائیں گا۔ اور مقصود کے دن سب کو بچھا کر
 کہہ دیتے۔ کہ آؤ اب دیکھ لو میں آسمان پر جاتا ہوں، پھر جب اس قسم کا کوئی واقعہ یہودیوں نے نہیں
 دیکھا اور وہ اب تک منہسی اٹا سکتے ہیں اور خطرناک اعتراض کہتے ہیں، تو یہ غرض بھی ثابت نہ ہوئی۔

سچ ایسا تسلیم کے مقابلہ میں ہمارے نشانوں کو دیکھو کہ کیسے واضح اور صاف ہیں اور لا کھول انسان
 ان میں سے بعض کے گواہ ہیں۔ براہین احمدیہ میں یہ العمام ۲۲ برس سے زیادہ عرصہ ہوا ہے درج ہے
 يَا قَوْمِ مَنْ كُنْتُمْ عَدُوِّيْ اَوْ يٰ قَوْمِيْ اَوْ مَنْ كُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ قَوْمِيْ اَوْ يٰ قَوْمِيْ اَوْ مَنْ كُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ قَوْمِيْ اَوْ يٰ قَوْمِيْ
 پوچھو کہ جب اس نے براہین احمدیہ پر یوں دیکھا تھا۔ کس قدم لوگ یہاں آتے تھے اور کہاں سے آتے تھے
 اور اب تو انہوں نے لوگوں کی بابت ہم سے دریافت کر کے ہی ضرورت نہیں ہے۔ پولیس کا ایک کانٹیل
 یہاں رہتا ہے جو انہوں نے ممالوں کی ایک فہرست تیار کر کے اپنے افسروں کے پاس بھیجا کرتا ہے۔ ان
 کے کاغذات کو جا کر کوئی دیکھ لے تو اسے معلوم ہو جاوے گا کہ یہ پیشگوئی کس شان اور عظمت سے پوری ہو
 رہی ہے یہاں تک کہ ہر شخص آنے والا اس پیشگوئی کو پورا کرتا ہے۔ اسی طرح اس کا دوسرا حصہ یہاں تک
 من کُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ قَوْمِيْ اَوْ يٰ قَوْمِيْ اَوْ مَنْ كُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ قَوْمِيْ اَوْ يٰ قَوْمِيْ اَوْ مَنْ كُنْتُمْ بَيْنَ يَدَيْهِمْ قَوْمِيْ
 بھی ڈاک خانہ کے کاغذات اور حکمہ ریلوے کے رجسٹر شادت کے لیے کافی ہو سکتے ہیں۔ اب ان نشانوں
 کا ذرا ہج کے نشانوں سے مقابلہ تو کر کے دکھاؤ۔ وہاں تو یہودی ڈمانی دیتے ہیں کہ ہم نے کچھ بھی نہیں دیکھا
 اگر یہودی دیکھنے لڑکیوں انکار کرتے اور یہاں مخالفت تک اس بابت کے گواہ ہیں اور مدد ان نشان اس قسم
 کے ہیں۔ یہی کو اگر تفہیم کے ساتھ بیان کیا جاوے، تو کسی کتابوں کی ضرورت پڑے۔

تیسرا مشق مسیح کے معبود کے متعلق یہ ہو سکتا ہے کہ ان کی غرض فرار کی تھی۔ یہ بالبداہت باطل ہے۔ کیا ان میں سے کوئی جگہ نہ تھی۔ اور غرضت خلیتم الذلۃ والستکنة (البقرہ ۶۲) کے مصداق یہودیوں سے پہلا تناخوت ہوا کہ پہلے آسمان پر بھی نہ ٹھہر سکے۔ غرض میں پہلو سے اس سلسلہ کو دیکھا جاوے۔ یہ بالکل غلط ہے۔ ایک ہی صورت ہے کہ انہوں نے اپنی اہلیجی حرکت جان دی اور پھر دوسرے مقررہ کی طرح خدا نے ان کا رخ کر دیا۔ بغیر اس کے اور کوئی صورت ایسی نہیں جو اعتراض سے خالی ہو۔

مسیح نامہری توجہ سے سلب امراض فرماتے تھے
 علاج کی چار صورتیں تو عام ہیں۔ دوا سے، غذا سے، عمل سے، پتہ ہیز سے

علاج کیا جاتا ہے۔ ایک پانچویں قسم بھی جن سے سلب امراض ہوتا ہے، وہ توجہ ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اسی توجہ سے سلب امراض کیا کرتے تھے۔ اور یہ سلب امراض کی قوت بوزن اور کا فر کا امتیاز نہیں رکھتی۔ بلکہ اس کے لئے نیک پلن ہونا بھی ضروری نہیں ہے۔ نبی اور عام لوگوں کی توجہ میں اتنا فرق ہوتا ہے کہ نبی کی توجہ کسی نہیں ہوتی۔ وہی ہوتی ہے۔ آجکل ڈوٹی جو بڑے بڑے دوا کرتا ہے۔ یہی وہی سلب امراض ہے۔ توجہ ایک ایسی چیز ہے کہ اس سے سلب ذنوب بھی ہو جاتا ہے۔ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ اور مسیح علیہ السلام کی توجہ میں یہ فرق ہے کہ مسیح کی توجہ سے سلب امراض ہوتا تھا، مگر ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی توجہ سے سلب ذنوب ہوتا تھا۔ اور اس وجہ سے آپ کی قوت قدسی کمال کے درجہ پر پہنچی ہوئی تھی۔ دُعا بھی توجہ ہی کی ایک قسم ہوتی ہے۔ توجہ کا سلسلہ کرلیوں کی طرح ہوتا ہے۔ جو لوگ حکیم اور ڈاکٹر ہوتے ہیں۔ ان کو اس فن میں صلاحیت پیدا کرنی چاہیے۔ مسیح کی توجہ جو کچھ زیادہ تر سلب امراض کی طرف تھی۔ اسلئے سلب ذنوب میں وہ کامیابی نہ ہونے کی وجہ یہی تھی، کہ جو جماعت انہوں نے تیار کی وہ اپنی صفائی نفس اور تزکیہ باطن میں ان مدارج کو پہنچ نہ سکی جو میلل الشان صحابہ کو ملی۔ اور یہاں تک رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسی با اثر تھی کہ آج اس زمانہ میں بھی تیرہ سو برس کے بعد سلب ذنوب کی وہی قوت اور ماثبیر رکھتی ہے جو اس وقت میں رکھتی تھی۔ مسیح اس میدان میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز مقابلہ نہیں کر سکتے۔

کافر اور مومن کی روایا میں فرق
 اللہ تعالیٰ نے وہی اور الامام کا مادہ ہر شخص میں رکھ دیا ہے۔ کیونکہ اگر یہ مادہ نہ رکھا ہوتا، تو پھر رحمت پوری نہ ہو سکتی۔ اس لیے جو نبی آتا ہے اس کی نبوت اور وہی الامام کے سمجھنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ہر شخص کی فطرت میں ایک ودیعت رکھی ہوئی ہے۔ اور وہ ودیعت خواب ہے۔ اگر کسی کو کوئی خواب بھی کبھی نہ

آئی ہو تو وہ کیونکر مان سکتا ہے کہ اللہ اور وحی بھی کوئی چیز ہے۔ اور چونکہ خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے کہ لَا یُکَلِّمُ اللّٰہُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعًا (البقرہ ۲۸۷) اس لیے یہ مادہ اس نے سب میں رکھ دیا ہے۔ میرا یہ مذہب ہے کہ ایک بیکار اور فاسق فاجر کو بھی بعض وقت سچی رؤیا آ جاتی ہے اور کبھی کبھی کوئی اللہ بھی ہوتا ہے۔ گو وہ شخص اس کیفیت سے کوئی فائدہ اٹھا دے یا نہ اٹھا دے۔ جبکہ کافر اور مومن دونوں کو سچی رؤیا آ جاتی ہے، تو پھر سوال یہ ہے کہ ان دونوں میں فرق کیا ہے؟ عظیم الشان فرق تو یہ ہے کہ کافر کی رؤیا بہت ہی کم سچی نکلتی ہے اور مومن کی کثرت سے سچی نکلتی ہے۔ گویا پہلا فرق کثرت اور قلت کا ہے۔ دوسرے مومن کے لیے بشارت کا حصہ زیادہ ہے۔ جو کافر کی رؤیا میں نہیں ہوتا۔ سوم مومن کی رؤیا مصفا اور روشن ہوتی ہے۔ بحالیکہ کافر کی رؤیا مصفا نہیں ہوتی۔ چہاں مومن کی رؤیا اعلیٰ درجہ کی ہوگی۔

جماعت کے واعظین کی صفات

یہ امر بہت ضروری ہے کہ ہماری جماعت کے واعظ تیار ہوں۔ لیکن اگر دوسرے واعظوں اور ان میں کوئی

امتیاز نہ ہو تو فضول ہے۔ یہ واعظ اس قسم کے ہونے چاہئیں۔ جو پہلے اپنی اصلاح کریں اور اپنے مہلن میں ایک پاک تبدیلی کر کے دکھائیں، تاکہ ان کے نیک نولوں کا اثر دوسروں پر پڑے۔ عمل حالت کا عمدہ ہونا یہ سب سے بہتر ذن وعظ ہے۔ جو لوگ صرف وعظ کرتے ہیں، مگر خود اس پر عمل نہیں، وہ دوسروں پر کوئی اچھا اثر نہیں ڈال سکتے، بلکہ ان کا وعظ بعض اوقات اباحت پھیلانے والا ہو جاتا ہے۔ کیونکہ سننے والے جب دیکھتے ہیں کہ وعظ کرنے والا خود عمل نہیں کرتا۔ تو وہ ان باتوں کو بالکل خیالی سمجھتے ہیں۔ اس لیے سب سے اول جس چیز کی ضرورت واعظ کو ہے وہ اُس کی عمل حالت ہے۔ دوسری بات جو ان واعظوں کے لیے ضروری ہے وہ یہ ہے کہ ان کو صحیح علم اور واقفیت ہمارے عقائد اور مسائل کی ہو۔ جو کچھ ہم دُنیا کے سامنے پیش کرتے ہیں۔ اس کو انہوں نے پہلے خود اچھی طرح پر سمجھ لیا ہو اور ناقص اور ادھورا علم نہ رکھتے ہوں کہ مخالفوں کے سامنے شرمندہ ہوں۔ اور جب کسی نے کوئی اعتراض کیا تو گھبرا گئے کہ اب اس کا کیا جواب دیں۔ غرض علم صحیح ہونا ضروری ہے اور تیسری بات یہ ہے کہ ایسی قوت اور شجاعت پیدا ہو کہ حق کے طالبوں کے واسطے ان میں زبان اور دل ہو۔ یعنی ہر دی دلیری اور شجاعت کے ساتھ بغیر کسی قسم کے خوف و ہراس کے اظہار حق کے لیے بول سکیں اور حق کوئی کے لیے اُن کے دل پر کسی دو لٹنہ کا تمول یا مبادر کی شجاعت یا حاکم کی حکومت کوئی اثر پیدا نہ کر سکے۔ یہ تین چیزیں جب حاصل ہو جائیں۔ تب ہماری جماعت کے واعظ مفید ہو سکتے ہیں۔

یہ شجاعت اور بہتت ایک کشش پیدا کرے گی کہ جس سے دل اس سلسلہ کی طرف کھچے چلے آئیں گے، مگر یہ کشش اور جذبہ دو چیزوں کو چاہتی ہے جن کے بغیر پیدا نہیں ہو سکتی۔ اول پورا علم ہو۔ دوم تقویٰ ہو۔ کوئی علم بدول تقویٰ کے کام نہیں دیتا ہے اور تقویٰ بدول علم کے نہیں ہو سکتا۔ سنت اللہی ہے۔ جب انسان پورا علم حاصل کرتا ہے، تو اسے حیا اور شرم بھی دامنگیر ہو جاتی ہے پس ان تینوں باتوں میں ہمارے داخلہ کا بل ہونے چاہئیں۔ اور یہ میں اس لیے چاہتا ہوں کہ اکثر ہمارے نام خطوط آتے ہیں۔ فلاں سوال کا جواب کیا ہے؟ فلاں اعتراض کرتے ہیں اس کا کیا جواب دیں؟ اب ان خطوط کے کس قدر جواب لکھے جاویں۔ اگر خود یہ لوگ علم صحیح اور پوری واقفیت حاصل کریں اور ہماری کتابوں کو غور سے پڑھیں تو وہ ان مشکلات میں نہ رہیں۔

یاد رکھو ہماری جماعت اس بات کے لیے نہیں ہے
ہماری جماعت کو عمل کی ضرورت ہے
 جیسے عام دُنیا دار زندگی بسر کرتے ہیں۔ نبرا زبان سے

کہہ دیا کہ ہم اس سلسلہ میں داخل ہیں اور عمل کی ضرورت نہ سمجھی جیسے بدقسمتی سے مسلمانوں کا حال ہے کہ پوچھو تم مسلمان ہو؟ تو کہتے ہیں شکر اللہ بنہ۔ مگر نماز نہیں پڑھتے اور شعا تراشد کی حرمت نہیں کرتے۔ پس میں تم سے یہ نہیں چاہتا کہ صرف زبان سے ہی اقرار کرو اور عمل سے کچھ نہ دکھاؤ یہ نئی حالت ہے۔ خدا تعالیٰ اس کو پسند نہیں کرتا۔ اور دُنیا کی اس حالت نے ہی تعاضا کیا کہ خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لیے کھڑا کیا ہے پس اب اگر کوئی میرے ساتھ تعلق رکھ کر بھی اپنی حالت کی اصلاح نہیں کرتا اور عملی قوتوں کو ترقی نہیں دیتا بلکہ زبانی اقرار ہی کو کافی سمجھتا ہے۔ وہ گویا اپنے عمل سے میری عدم ضرورت پر زور دیتا ہے۔ پھر تم اگر اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہتے ہو کہ میرا آدابے خود ہے، تو پھر میرے ساتھ تعلق کرنے کے کیا سمجھتے ہیں؟ میرے ساتھ تعلق پیدا کرتے ہو تو میری اغراض و مقاصد کو پورا کرو۔ اور وہ یہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کے حضور اپنا اخلاص اور وفاداری دکھاؤ اور قسمان شریفیت کی تعلیم پر اسی طرح عمل کرو جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کر کے دکھایا اور صحابہ نے کیا۔ قرآن شریف کے صحیح منشا کو معلوم کرو اور اس پر عمل کرو۔ خدا تعالیٰ کے حضور اتنی ہی بات کافی نہیں ہو سکتی کہ زبان سے اقرار کر لیا اور عمل میں کوئی روشنی اور سرگرمی نہ پائی جائے یاد رکھو کہ وہ جماعت جو خدا تعالیٰ قائم کرنی چاہتا ہے۔ وہ عمل کے بدلے زندہ نہیں رہ سکتی۔ یہ وہ عظیم انسان جماعت ہے جس کی تیاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی۔ کوئی نبی دُنیا میں نہیں آیا جس نے اس دعوت کی خبر نہ دی ہو پس اس کی قدر کرو اور اس کی قدر یہی ہے کہ اپنے عمل سے ثابت کر کے دکھاؤ کہ اہل حق کا گروہ تم ہی ہو۔

سچا بادی خیانت نہیں کر سکتا

جو شخص خدا کی طرف سے مامور ہو کر آتا ہے اس کا فرض ہوتا ہے کہ وہ اپنی جماعت کی کمزوری کو دُور کرنے سچا بادی ہی نیت نہیں کر سکتا بلکہ کوئی شخص ایسا ہو کہ جس طرز اور حال پر کوئی پہلے خواہ اس کی زندگی اشد اور اس کے رسول کے حکم کے خلاف ہی ہو وہ پرہیزگار نہ ہو، تو سمجھ لو کہ وہ خدا کی طرف سے اصلاح کے لیے نہیں آیا۔ بلکہ شیطان اس کا دشمن ہے۔ سچا بادی جو دیکھتا ہے اس کی اصلاح کرتا ہے۔ ہاں یہ درست ہے کہ وہ کسی کی ذلت اور ذلتی نہیں کر دیتا، مگر مرہون کے اعراض کو شناخت کر کے ان کا علاج بتاتا ہے۔

خدمتِ دین بھی عمر بڑھاتی ہے

جو لوگ دین کے لیے سچا جوش رکھتے ہیں۔ اُن کی عمر بڑھانی جاوے گی اور حدیثوں میں جو آیا ہے کہ سچ جوڑو کے وقت عمر میں بڑھادی جاوے گی، اس کے معنی یہی جیسے سمجھانے گئے ہیں کہ جو لوگ خادمِ دین ہونگے اُن کی عمریں بڑھانی جاویں گی۔ جو خادم نہیں ہو سکتا وہ بڑھے پہل کی مانند ہیں۔ کہ مالک جب چاہے اُسے ذبح کر ڈالے۔ اور جو پختے دل سے خادم ہے۔ وہ خدا کا عزیز و شہر تار ہے اور اس کی جان لینے میں خدا تعالیٰ کو تردد ہوتا ہے۔ اس لیے فرمایا: **أَمَا مَا يَنْتَفِعُ النَّاسَ فَيَسْتَكْتَفِي الْأَرْضِ**۔ (الروعد: ۱۸)۔

۲۶ اگست ۱۹۰۲ء

آپ سچ کیوں نہیں کرتے

شیخ ابوسعید محمد حسین بٹالوی کے خط کا جواب انکم کی گذشتہ اشاعت میں کسی قدر سبب سے شائع ہو چکا ہے، لیکن اتمامِ حجت اور ایک نکتہ معرفت کے لیے اتنا اور عرض کرنا ضروری سمجھا ہے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور جب وہ خط پڑھا گیا۔ اور یہ اعتراض پیش کیا گیا کہ آپ کیوں سچ نہیں کرتے؟ تو فرمایا کہ: میرا پہلا کام خنزیریوں کا قتل اور میلپ کی ٹھگت ہے۔ امی تو میں خنزیریوں کو قتل کر رہا ہوں بہت سے خنزیر مر چکے ہیں۔ اور بہت سخت جان بھی باقی ہیں۔ اُن سے فرصت اور فراغت تو ہو لے۔ شیخ بٹالوی صاحب اگر انصاف سے کام لیں، تو اُمید ہے یہ لطیف جواب اہلِ قلم ہی کو ناپڑے گا۔ کیوں شیخ صاحب اٹھیک ہے نا! پہلے خنزیریوں کو قتل کریں؟

تعمیر تاریخ

ابتلا کی حالت میں خدا سے روٹھنا نہیں چاہیے
 ایک دوست کو دشمنوں نے سخت تکلیف دی اور ان کی شکایتیں بھی

افسرانہ بلاؤں سے تھک گئے۔ لیکن جو کا نتیجہ یہ ہوا کہ ان کو وہاں سے تبدیل ہونا پڑا۔ انہوں نے اس کے متعلق ہمارے لیے عرض کیا کہ اس سے دشمن خوش ہوں گے یہ نہیں ہونا چاہیے۔ اس کے متعلق جو فرمایا، اس کا خلاصہ یہ ہے۔
 خدا کے ساتھ روٹھنا نہیں چاہیے اور خدا تعالیٰ کا شکوہ کرنا کہ اس نے ہماری نصرت نہیں کی سخت فعلی ہے۔ جو لوگوں پر ابتلا آئے ہیں، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تیرہ برس تک کسی تکلیف میں اٹھاتے رہے۔ طاقت میں گئے، گوچتر پڑے۔ اس وقت جبکہ آپ کے بدن سے خون جاری تھا، آپ نے کہہ کر کہنا صدق اور وفا کا ثبوت دکھایا اور کیا پاک الفاظ فرمائے کہ کیا اللہ میں یہ سب تکلیفیں اس وقت تک اٹھاتا رہوں گا۔ جب تک تو راضی ہو۔ امتحان کا ہونا ضروری ہے۔ بیویوں اور صاحبان کو بلاتے ہیں حضرت مسیح کو دیکھو کہ کیسا ابتلا آیا۔ ایسی ایسی ایسا سبقتیجی۔ کنا پڑا۔ بیویوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا۔ عرض مومن کو گھبرانا نہیں چاہیے اور خدا سے روٹھنا نہیں چاہیے۔

اس معنوں پر ایک لمبی تقریر حضرت اقدس نے فرمائی جس کا خلاصہ آپ ہی کے اشعار میں یہ ہے۔
 صادق اس ہاست کہ آیام بلا سے گذارو با محبت با وفا (الہامی)
 مگر قصہ را ماستیگر دوا سیر بسد آن زبیر را کز آشنا

داڑھی سے اقتباس

تعمیر سے اکرام ہو یا ہے
 مولوی غلام منیر صاحب سب رجسٹرار پشاور سے تشریف لائے
 عند السلاقات حضرت حمزہ اٹھانے فرمایا کہ:
 خدا کا شکر ہے کہ مولوی صاحب باوجود ہمارے سلسلہ میں شامل ہونے کے ہر دم عزیز ہیں۔

اس پر مولوی عبدالمکرم صاحب نے عرض کی کہ حضور تقویٰ اور بزرگ حلال ایسی چیزیں ہیں کہ انسان کو معزز بناتی ہیں۔ حضرت حجۃ اقدس نے فرمایا :
حقیقت میں تقویٰ ہی ایک ایسی چیز ہے کہ جس سے انسان کا اکرام ہوتا ہے۔

طاغون کا ٹیکہ اور اسباب پرستی کی ممانعت

طاغون کے ٹیکہ کا ذکر تھا اس کے متعلق ایک مبسوط اشتہار تقویۃ الایمان کے نام سے مغربیہ شائع ہوا ہے جو چھپ رہا ہے۔ وہ حکم کی کسی اشاعت میں انشاء اللہ کمال طور پر چھپے گا۔ اسی ذکر کے اشارہ میں اور اسی کے متعلق ایک لطیف بات فرمائی کہ :
دیکھو ایک زمیں سندانہ ہے اس کی زمین بارانی ہے اور ایک دوسرا ہے جس نے رات دن محنت کر کے کنوئیں سے آبپاشی کی ہے اور اپنے کھیتوں کو بھر لیا ہے۔ مگر آسمان پر یکایک بادل ہوتے اور بارانی زمین والے تمام کھیت بھر گئے اب دونوں زمین سے زیادہ مشکیزہ گزار کون ہوگا؟ کیا وہ جس نے رات دن ایک محنت کر کے اپنے کھیت بھرے ہیں یا وہ جو آسمان کی طرف دیکھتا رہا ہے؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ جو رات کو سویا ہوا تھا اور صبح اٹھ کر دیکھا تو کھیتوں کو لبالب پایا۔
اس طرح پر ٹیکہ کے متعلق ایک توہم ہیں کہ خدا تعالیٰ نے مخالفت کا وعدہ کیا ہے۔ اور ایک ڈہ ہیں جو اسی پر بھروسہ کئے ہوئے ہیں۔

اسباب سے اللہ تعالیٰ نے منع تو نہیں فرمایا، مگر اس قدر موعنی الاسباب نہ ہونا چاہیے کہ شرک کی حد تک پہنچ جاوے۔ اسباب سے جائز فائدہ اعتدال کی حد تک مزود اٹھانا چاہیے، مگر شرک فی الاسباب نہ ہونے پائے اور یہ شرک اسباب اسباب ہی پیدا ہوتا ہے۔
ہزاروں ہزار مخلوق جانتی ہے کہ جب ٹیکہ کرانے والوں کو فائدہ ہوگا۔ جیسا کہ ظاہر کیا گیا ہے، تو وہ شخص کس قدر خوش ہوگا اور کتنا بڑا نشان ہوگا جو یہ کہے گا کہ اوروں کو ٹیکہ نے فائدہ کیا اور مجھ کو خدانے۔ وکنفہ ما قتل۔ تراکبتی اور دمارا خدا۔

جس راہ پر ہم چلتے ہیں یہ مرحلہ دور ہے، ہم اسباب کو چھوڑتے نہیں، لیکن ان کو پرستے بھی نہیں۔ خدانے اپنے فضل سے ایک نشان دیا ہے۔ اس کی قدر کرنے ہیں۔ اگر وہ ہم پر ظاہر نہ کرتا تو کچھ بات نہ تھی۔ لیکن اب اس نشان کے لینے مزور ہی ہے کہ ہم اس کی قدر کریں۔ ہر ایک شخص اپنے صدق ثبات

اور قہر نہ دیکھ لے ہم کسی کو فتح نہیں کرتے۔

اسباب پرستی، پتھر پرستی سے بڑھ کر ہے۔ پتھروں کی پوجا اگر محروم ہے، تو اسباب پرستی تپ و دن ہے جس نے دنیا کو ہلاک کر دیا ہے۔ یاد رکھو جو اسباب میں دل لگاتا ہے، وہ شہرک میں مبتلا ہو جاتا ہے۔

التذکار دلوں کی مخالفت کا قوی ذوق خدا تعالیٰ نے لیا ہے، لہذا ایک دار تو وہ ہے جو سن و خفاک خاک کا بنا ہوا اور دیوار والا گھر ہے اور ایک وہ جو ہمارے منشاء کے موافق روحانی طور پر اپنی تبدیلی کرتا ہے۔ وہ بھی ہمارے دار میں ہے۔

برکت کا نشان

میرے پاس ایک شیشی مشک کی ہے جس میں سے میں کھایا کرتا ہوں اور اللہ تعالیٰ جب تک کسی چیز کے سلسلہ کو منقطع کرنا نہیں چاہتا، تو جس طرح چاہے اس کو برکت دیتے ہیں۔ نے گھر والوں سے کہا کہ لادو اس شیشی کو میں برکت دیتا ہوں، چنانچہ میں نے اس میں ٹھونک مار دی۔ ڈاک کے وقت فضل الہی ایک شیشی لایا، میں نے سمجھا کہ کوئی دعوائی ہے اور رکھ دی۔ مگر فجر کو جب اسے کھول کر دیکھا، تو وہ مشک نکلا، میں نے اس کو لگا کر پوچھا کہ کس نے بھیجی ہے۔ اس نے کہا کہ وہ کا قذم ہو گیا اس شیشی پر بھی ٹرسل و فریسنڈہ کا نام نہیں۔ یہ نوز خدا تعالیٰ نے برکت کا دیا ہے۔ میں نے گھر میں خود ٹھونک ماری اور دوسرے دن وہ شیشی آگئی۔ یہ خدا کے عجیب کام ہیں، جو اس کی شکل ظاہر ہو رہے ہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذالک۔

۳۰ ستمبر ۱۹۰۲ء

روغن کیتھولک اور پرائیٹسٹ

روغن کیتھولک اور پرائیٹسٹ دراصل دونوں ایک ہی ہیں۔ آدم زاد کی پرستش کرتے ہیں کوئی ایک دوسرے سے ممتاز نہیں ہے۔ ایک بیٹے کی پرستش کرتے ہیں تو دوسرا لاکو بھی خدا بناتا ہے اور اس معاملہ میں وہ عقلمندی سے کام لیتا ہے جب بیشا خدا ہے تو مال کو ضرور خدا ہونی چاہیے۔ گلاب وقت آگیا ہے کہ انسان پرستی کا شہتیر ٹوٹ جاوے۔

اصل تبلیغ توکل علی اللہ سے ہوتی ہے
 مفتی محمد صادق صاحب کو فرمایا جیکہ انہوں
 نے مشروطیہ کا ایک خط سنایا کہ:

اُن کو لکھ دو کہ عمر گزرتی جاتی ہے جو کرنا ہے اب کرو۔ دن بدن قوی کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ دس برس پہلے
 جو قوی تھے وہ آج کماں ہیں؟ گذشتہ کا حساب کچھ نہیں۔ آئندہ کا اختیار نہیں۔ جو کچھ کرنا ہو آدنی کو موجودہ
 وقت کو قیمت سمجھ کر کرنا چاہیے۔ اب اسلام کی خدمت کرو۔ اول واقفیت پیدا کرو کہ ٹھیک اسلام کیا ہے؟
 اسلام کی خدمت جو شخص درویشی اور قناعت سے کرتا ہے۔ وہ ایک مجرہ اور نشان ہو جاتا ہے جو جمعیت کے
 ساتھ کرتا ہے اس کا مزہ نہیں آتا، کیونکہ توکل علی اللہ کا پورا نطفہ نہیں رہتا اور جب توکل پر کام کیا جاوے
 تو خدا مدد کرتا ہے اور یہ باتیں روحانیت سے پیدا ہوتی ہیں۔ جب روحانیت انسان کے اندر پیدا ہو تو وہ وضع
 پیل دیتا ہے۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح پریمانی کی وضع بدل دی۔ یہ سارا کام اس کشش نے کیا
 جو صادق کے اندر ہوتی ہے۔ یہ خیالات باطل ہیں کہ کئی لاکھ روپیہ ہو تو کام چلے۔ خدا تعالیٰ پر توکل کر
 کے جب ایک کام شروع کیا جاوے اور اصل غرض اس کے دین کی خدمت ہو تو وہ خود مددگار ہو جاتا ہے
 اور سارے سامان اور اسباب بہم پہنچاتا ہے۔

خواجہ کمال الدین صاحب
 خواجہ کمال الدین صاحب کے ذکر پر فرمایا، کہ

بڑے سید اور مخلص ہیں اور حقیقت میں مرواگی جیسی ہے کہ جب تعلق پکڑے۔ تو آخر تک نبھاوے۔
 یک در دیگر دوسکم گیر۔

بینظیر مجلس اور تائید اسلام
 یہ مجلس خود اللہ تعالیٰ نے پیدا کر دی ہے جس میں بیٹھ کر خدا
 نظر آتا ہے۔ جو راستہ ہم صاف کرتے ہیں۔ مشرق مغرب
 میں کہیں چلے جاؤ کسی جگہ وہ بات نہیں ملے گی۔ کوئی ہفتہ ایسا نہیں گذرتا جب ایک یا دو باتیں اسلام کی
 تائید میں پیدا نہ ہوتی ہوں۔ (۱۹۰۲-۹-۳۰)

بلا تارخ

تھے مذہب کے پیروں کیساتھ خدا ہوتا ہے۔ بولگ بے مذہب کے پیرو ہوتے ہیں۔

خدا تعالیٰ ان ہی کے ساتھ ہوتا ہے۔ اُن کے اور اُن کے فیروں میں ایک امتیاز ہوتا ہے۔ جو تائید وہ اسلام کی کرتا ہے، وہ دوسروں کی نہیں کرتا۔ اسلام کا خدا اپنے کلام کے ساتھ ایک شرف عطا کرتا ہے جو اور کسی کو نہیں ملتا اور اس طرح پر وہ قدرت کے نشان دکھاتا ہے اور کوئی ان کا مقابلہ نہیں سکتا۔ ہاں باتیں بنانے والے بہت ہو جاتے ہیں۔ خدا تعالیٰ کی یہ عادت نہیں کہ انسان کے تابع ہو، بلکہ چاہتا ہے کہ لوگ اس کے تابع ہوں۔

بلا تارخ

آج ہمیں کوئی دکھائے کہ اسلام کے سوا کونسا مذہب ہے جو اللہ اور اس کی مخلوق کے لیے پاک ہدایت کرتا ہے۔

بلا تارخ

دُنیا کی بے ثباتی اور مصائب
دُنیا ایسی ہے کہ یہ آرام کی جگہ نہیں، بلکہ ایک خارستان ہے۔
عوشی کی جگہ نہیں۔ اس کے ساتھ آرام و استقامت لگے ہونے
ہیں۔ ہمارے خاندان میں پچاس کے قریب آدمی تھے۔ وہ قریباً سب کے سب خاک کے نیچے چلے
گئے۔ بچوں بیویوں میں ابتلا آتے ہیں۔ اس سے بھی انسان کو سستی ملتا ہے۔ اس پر دُنیا کی بے ثباتی اور
حقیقت منکشف ہو جاتی ہے۔ انسان چونکہ دو مجتوں کا مجموعہ ہے، کیونکہ انسان اصل میں اُنسان ہے۔
اس لیے اُنس، شفقت کا مادہ زیادہ ہے۔ اگر اس میں یہ قوتیں نہ ہوتیں تو پھر بچوں اور دوسرے کمزوروں
کی پرورش کیونکر کرتا؟ حقوق کا ادا کرنا، دوستی کے تعلقات یہ سب اُنس کو چاہتے ہیں۔

دوستوں کے لیے فکر و غم
اس طرح پر نہیں دیکھتا ہوں کہ جس قدر یہ سلسلہ بڑھتا جاتا ہے اس قدر
میرے تعلقات بڑھتے جاتے ہیں اور متعلقین کا غم اور فکر بڑھ
رہا ہے اور ہر روز کسی نہ کسی عہد پر یا دوست کی تکلیف کی کوئی نہ کوئی خبر آ جاتی ہے تو میں اس سے سخت کرب
اور بے آرامی میں رہتا ہوں اور بعض وقت تو یہاں تک حالت ہوتی ہے کہ نیند بھی نہیں آتی۔ یہ سچی بات
ہے کہ جس قدر تعلقات بڑھتے ہیں اسی قدر غم اور فکر بڑھتا ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا حال سمجھتے ہیں

کہ وہ کہتے ہیں کہ میں بڑا خوش ہوں، کیونکہ بے تعلق ہوں مگر یہ کوئی فعیلت اور خوبی نہیں ہے۔ اس سے اخلاق کے سارے شعبے مکمل نہیں ہوتے۔ یہ نفس کی بات ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے گیارہ پتے مرے تھے آپ نے جو ثبات قدم اور رضا بالقعنا کا کامل نمونہ دکھایا کسی اور کی زندگی میں کہاں ملتا ہے؟

یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء

صبح کی سیر

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام حسب معمول علقہ خدام میں سیر کو نکلے۔
حضرت مولوی سید محمد احسن صاحب فاضل امرہ وی نے ایک محقر سا نظر ڈکھن

اپنی جدید تصنیف کا (جو سائیں ہر شاہ گولڈی کے متعلق آپ لکھ رہے ہیں) سنانا شروع کیا جس میں سائیں جی کے سترہ مضمون کشمہ اجماز ایسچ محمد حسن میں اور اجماز ایسچ کا جواب باوجود سترہ مضامین کے اردو زبان میں شکل سیف پشٹیانی لکھنے سے سائیں جی کی قلبی کھول ہے کہ اس سے وہ الہام بھی سائیں جی پر قائم ہو گیا کہ عربی تفسیر لوہیسی کی دعوت میں واقعی لا جواب ہو گیا تھا۔ اور اُسے کوئی قوت اور قابلیت نہیں جو حضرت سیح موعود کے مقابلہ میں آتا اور شک کیا وجہ ہے کہ اجماز ایسچ کا جواب اردو میں لکھا سالا نہ نہانہ نشین ہو کر لکھا ہے، بہر حال یہ لطیف اور بیخ دیباچہ سنایا گیا۔

وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (التکویر، ۵)

شہر سے باہر نکلنے ہی اونٹوں کی ایک قطار کھڑی تھی۔ آپ نے ان کو دیکھ کر فرمایا، کہ یہ یعنی ریل گاڑی کی طرح ایک سلسلہ ہے اور کوئی جانور نہیں جس کو آگے پیچھے اس طرز سے باندھیں۔ گاڑیاں بھی اسی طرح باندھی جاتی ہیں۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس قدر فرمایا تھا۔ خاکسار ایڈیٹر اس کو وسیع کرنا چاہتا ہے۔ اور اگر بات کا سلسلہ اور نہ چلا دیا جاتا تو امید تھی کہ اس نکتہ پر بات آجاتی کہ اب وہ وقت آ گیا ہے کہ إِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ کی پیشگوئی پوری ہوگئی ہے۔ خصوصاً یہ نفاہ عرب میں اور بھی زیادہ حیرت انگیز اور سترت بخش ہوگا۔ جبکہ ان جنگوں اور ریگستانوں میں جہاں یہ جہاز بیابان چلا کرتا تھا۔ اب اس جگہ ریل گاڑی چلتی نظر آئے

گی اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئی پوری ہوتی دکھائی دے گی۔

دو دھاری تلوار گورڈوی کی کتاب سیفِ چشتیائی کے متعلق فرمایا کہ:

اس نے دو ہزار کام کیا یعنی کی موت کا ہماری پیشگوئی کے موافق ہونا اس سے ثابت ہو گیا۔ اور گورڈوی کی پردہ دری ہو گئی۔ اگر یعنی زندہ ہوتا تو ممکن تھا کہ وہ اصلاح کرتا۔ یا اس ارادہ سے ہی باز آجاتا۔ مگر موت نے پیشگوئی کے موافق اُسے اکیلے اور گورڈوی اس کی کچھ ہانڈی کھانے بیٹھ گیا اور نہ خیال کیا کہ اس کی ہر بات کی خود بھی توقع تھی کہ سب سے تیرہ یہ ہوا کلا پنی پردہ دری کرائی۔ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی بھی۔

سیح علیہ السلام بن باپ تھے حضرت مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب امرہوی نے انبارہ سے آئے ہوئے ایک خط کا تذکرہ کیا کہ کشتی فوج کے اس

حصہ کو پڑھ کر جو الحکم میں شائع ہوا ہے۔ انبارہ سے ایک شخص دوست لکھتے ہیں کہ میرح کے بھائی مہنوں کا جو حضرت اقدس نے ذکر کیا ہے۔ اس سے شہد ہوتا ہے کہ یوسف گویا میرح کا باپ بھی تھا؟ فرمایا:

ہم کسج کو بن باپ پیدا ہوا مانتے ہیں اور ہماری کتابوں۔ رسالوں اور اخبار کی بہت سی تحریروں میں لکھا جا چکا ہے۔ اور ہم اس بات کو کیا کریں کہ یہ تاریخی فعلی مسلمانوں میں پیدا ہوتی ہے جو صحیح تاریخ سے ثابت ہے کہ مریم کا یوسف کے ساتھ نکاح ہو گیا تھا۔ اور پھر اس سے اولاد بھی ہوئی تھی۔ ہم نے تو اس اولاد کا ذکر کیا ہے اور اسی قسم کی فعلی واقعہ صلیب کے متعلق ہے۔ میرح کو صلیب دیتے جانے کے دن تک تھے موجود ہیں۔ اور ان ملانے کے نزدیک دو چھت چھاؤ کر اٹھ گئے۔ اب اس میں کس کا تصور ہے یہ تو ان کو بالکل عدا بنانا چاہتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ بشریت ان کے پاس نہ آ جاوے۔

اور ایسا ہی حضرت مریم کو ساری عمر بتول ٹھہرانا کہ انہوں نے نکاح نہیں کیا۔ بڑی فعلی ہے۔ ان تاریخی امور سے ہم انکار نہیں کر سکتے۔ میرح کی نسبت ہمارا یہی کہہ سب ہے کہ وہ بن باپ پیدا ہوئے۔

مولوی مبارک علی صاحب نے عرض کیا کہ حضور اس امر کی تائید میں کہ مریم علیہا السلام

مریم علیہا السلام۔ محصنہ ہونے کی حقیقت

نے ساری عمر نکاح نہیں کیا۔ یہ دلیل پیش کرتے ہیں کہ قرآن میں لکھا ہے۔ وَالَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا (النساء: ۲۳)

محصنات تو قرآن شریف میں خود نکاح دال عورتوں پر بولا گیا ہے۔ وَالْمُحْصَنَاتُ مِنَ النِّسَاءِ

(النساء: ۲۵) اور اَلَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا کے معنی تو یہ ہیں۔ کہ اس نے زنا سے اپنے آپ کو

مخبر رکھا۔ یہ کہاں سے بچا کہ اس نے ساری عمر نکاح ہی نہیں کیا۔

یسح کے آیت اللہ ہونے میں کوئی خصوصیت نہیں ہے۔
یسح عیسیٰ بن مریم علیہ السلام

براہین احمدیہ میں بھے مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے۔ لَنْجَعَلَكَ آيَةً رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ
 بھی آیت تھی۔ یسح کی کوئی خصوصیت اس میں نہیں۔ عزیر بھی آیت اللہ تھے۔

مخالفوں کی طرف سے ہمارا رجحان
 ان مخالفوں کی طرف سے ہمارے رجحان میں تو گالیاں ہی
 آتی ہیں۔ اب اس رسالہ کشنی نوح کو پڑھ کر بھی بہت سی باتیں
 بنائیں گے اور گالیاں دیں گے۔ کوئی فریبی اور مکار کے گا۔ کوئی کپہ۔

محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء
 ابن مریم پر فضیلت کے دعویٰ کو یہ لوگ بڑی بڑی نگاہ سے دیکھتے
 ہیں، مگر میں کتا ہوں کہ خدا تعالیٰ کی صریح وحی سے مجھے معلوم کرایا
 گیا ہے کہ محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء سے بڑھ کر ہے اور خود کر کے دیکھ لو ہر ایک
 بات اس سلسلہ کی موسوی سلسلہ سے بڑھی ہوئی ہے۔ موسیٰ علیہ السلام صرف بنی اسرائیل کیلئے آئے تھے اور رسول اللہ
 صلی اللہ علیہ وسلم کل دنیا کے لیے مبعوث ہوئے اور فرمایا گیا۔ مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ
 (الانبیاء: ۱۰۸) پھر آپ کی تائیدات موسیٰ علیہ السلام کی تائیدات سے بڑھ کر۔ آپ کے اعجازی
 نشان بڑھ کر۔ آپ کو جو کتاب دی گئی، وہ موسیٰ کی کتاب سے بڑھ کر۔ ہمیشہ کے لیے۔ غرض گل سامان بڑھ کر۔
 کامیابیاں بڑھ کر۔ پھر کیا وجہ ہے کہ اس سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء سے بڑھ کر نہ
 ہو؟ ہم ایسے نبی کے وارث ہیں جو رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ اور كَاْفَّةً لِّلْقٰنِسِ (سبا: ۲۹) کے لیے
 رسول ہو کر آیا۔ جس کی کتاب کا خدا محفوظ اور جس کے مخالف و معارف سب سے بڑھ کر ہیں۔ پھر ان معارف
 اور مخالف کو پالنے والا کیوں کم ہے؟

پھر وَآخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَنَجْعَلَنَّ لَكَ يٰحَقُوْبِيْمُ (الجمعة: ۴) جو فرمایا گیا ہے یہ یسح موجود کے زمانہ کے لیے
 ہے اور اس کے منہم کے وہی معنی ہیں جو اِنَّا مَكْنُؤْمِكُمْ مِنْ مَكْنُؤْمٍ سَعْدٍ سے مراد ہے۔ اس سے معنی
 پایا جاتا ہے کہ وہ گروہ بھی صحابہ ہی کا گروہ ہے حضرت عیسیٰ کے لیے یہ کہاں؟

اور پھر حضرت عیسیٰ اگر اسی شان سے آتے جس شان سے وہ پہلے آئے تو وہ وہ کام نہ کر سکتے جو

سیح موعود کے لیے اللہ تعالیٰ نے عہد کیا ہے۔ اُن کا اترہ بہت تنگ اور چھوٹا تھا۔ اور سیح موعود کا اترہ بہت کبیر ہے۔ ان سب امور پر جب نگاہ کی جاوے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سیح موعود (سیح محمدی) ابن مریم (سیح موسوی) سے بڑھا ہوا ہے۔ اور خود عیسائیوں نے بھی سیح کی آمد ثانی کو پہلی آمد کے مقابلہ میں بڑھ کر مانا ہے۔

خدا تعالیٰ کا ایک احسان

خدا تعالیٰ کا بہت بڑا احسان ہے کہ انگریزوں کی سلطنت میں ہمیں پیدا کیا، ورنہ اگر اسلامی سلطنت ہوتی، تو ان مولیوں ہی کے قابو میں ہوتی۔ جو قتل کے فتوے اور کفر کے فتوے دیتے ہیں۔ خدا تعالیٰ نے انگریزوں کو میسج دیا۔ جنہوں نے کُل مذاہب کو آزادی دیدی۔ اور ہمارے لیے ملک بھی منج کر مقرر کیا۔ کُل مذاہب کی کچھڑی جہاں موجود ہے۔ ہم یہاں ڈھ کام کر سکتے ہیں، جو مکہ مدینہ میں ہرگز نہ سکتے۔ لوگ کہتے ہیں کہ ہم انگریزوں کی خوشامد کرتے ہیں۔ بلکہ ہم **هَلْ جَزَاءُ الْإِحْسَانِ إِلَّا الْإِحْسَانُ** (الرحمان: ۶۱) پر عمل کرتے ہیں۔ خوشامدہ کرتے ہیں جو **أَلَا تَبْهتُونَ مِنْ قُرْآنِ مَنْ مَنَّ اللَّهُ عَلَى النَّاسِ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ الَّذِي فِيكُمْ وَيَرْحِمَكُمْ وَيُنَزِّلِ عَلَيْكُمْ مِنَ السَّمَاءِ مَاءً لِيُغْشِيَهُ الْبُيُوتَ كَمَا نَزَّلْنَا عَلَى بَيْتِ إِبْرَاهِيمَ إِذْ بَنَى إِلَهُنَّ الْبَيْتَ وَارْتَضَى لَهُ الْبَيْتَ** (الحج: ۲۷) کے لیے امیر المؤمنین ہونے کا فتویٰ دیتے ہیں اور پھر دل میں کچھ رکھتے ہیں اور زبان سے کچھ کہتے ہیں۔ ہم جو کچھ کہتے ہیں اور کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری کے لیے اور ہمیں خوشامد اور نفاق سے۔

(اس قدر بیان فرما کر پھر حضرت تشریف لے گئے)

نمازِ ظہر اور عصر کے وقت کوئی بات قابلِ نوٹ نہیں۔ حضرت حجۃ اہل علی الارض تشریف لائے اور بعد ادا نے نماز تشریف لے گئے۔

یکم اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربارِ شام

حسب معمول حضرت امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام بعد ادا نے نماز مغرب شہ نشین پر اجلاس فرمائے۔ مقام ایک دوسرے سے پہلے جگہ لینے کے لیے گرے پڑتے تھے۔ آخر جب سب اپنی اپنی جگہ جہاں

کسی کوئی بیٹھ گئے۔ تو حضرت جبرائیل نے کشتی نوح کی اشاعت کے متعلق فرمایا کہ
 اُمید ہے جمعہ تک اشاعت ہو جائیگی۔

اور پھر انگریزی سلطنت کے متعلق قرینہ وہی گفتگو فرمائی جو صبح کی سیر میں فرمائی تھی۔ ہاں اتنا اضافہ فرمایا کہ:
 چونکہ مسیح ابن مریم کے ساتھ ہمیں مشابہت ہے اُن کے لیے جو اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ **وَأُو۟ن۟نَاھُمَا**
اِلٰی زَی۟ن۟ۃٍ وَّ اٰی۟ۃٍ خَ۟رَ اٰی۟ۃٍ مَّعِی۟نِی۟ۃٍ۔ (المومنون: ۵۱) یعنی واقعہ میلہ کے بعد ان کو ایک اُدھے ٹیلہ پر جگہ دی۔
 جہاں آرام کی جگہ اور پانی کے چھتے تھے۔ اصل یہ ہے کہ اس جگہ یعنی واقعات مسیح ابن مریم میں تو صرف نخل
 تھا اور یہاں اصل ہے۔ ہم کو ایسی جگہ پناہ دی جہاں یہودیوں کا بس نہیں چل سکتا یعنی سلطنت انگلینڈ کے
 ماتحت۔ اب یہاں یہودی حملہ نہیں کر سکتے۔ ہمارے لیے یہ پناہ کی جگہ ہے۔ اور مخالف و معارف کے
 چھتے یہاں بہ رہے ہیں۔

ستے میں آسمان پر مغرب کی طرف ایک غبار سا اٹھا۔ کبھی کبھی اس آندھی میں بجلی کے کوندے کی چمک
 بھی نظر آتی تھی۔ بعض اصحاب نے چاہا کہ نیچے چلیں بھنور نے فرمایا:
 دیکھ لو جو آسمان پر ہوتا ہے اس میں کوئی نہ کوئی حکمت منور ہوتی ہے۔
 جناب میر صاحب نے عرض کی کہ حضور غور کر کے دیکھا جاوے تو پہلے زمانہ کی نسبت خدا کا فضل اب
 بہت زیادہ ہے۔ فرمایا:

وہ زمانہ اس آخری زمانہ کا نمونہ تھا اور بطور رہاں تھا۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ قرآن کریم عصائے
 موسیٰ کا قائم مقام تھا جو مذاہب مخالفہ کو کھانے والا ہے اور حقیقت بھی یونسی ہے۔ قرآن شریفین کے
 متقابل پر کوئی کتاب نظر نہیں آتی۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنی ایک
 تقریباً سنائی کہ میں نے خواب میں دیکھا،

کہ سیالکوٹ کے بازار میں ایک آریہ بڑے کلمے تھلے والا دھنکرتا ہے۔ اور اس بات پر زور دیتا ہے
 کہ وید کی دعاؤں کی طرف توجہ کر۔ مجھے پریشکر جوش اور غیرت آئی اور میں نے کہا بیشک وید میں
 دُعا ہیں تو ہیں، مگر اُن کی قبولیت اور سجاد الدعوت لوگوں کی علامات کا کوئی نشان بتاؤ۔ وید میں
 کہاں ہے اس پر وہ بہت ہی چوٹا سا ہو گیا۔ یہ خواب مبارک اور آریہ پر فرخ کی دلیل ہے۔

فرمایا:

حقیقت میں خدا سے بے نصیب جانا ہی بڑا بیماری و دوزخ ہے۔ کسی نے کیا اچھا کہا ہے۔

حکایت ہے بہت کہ ازہر ذکا و بحران است

اس لیے ہے کہ جب انسان دنیا کو مقدم کر لیتا ہے تو وہ جان و مال کے لیے یا دولت و لوک کے لیے
پہاڑوں کو دیں کی طرف آتا مشکل ہو جاتا ہے، لیکن جن لوگوں نے دین کو طلب کیا ہے، وہ اس مقام پر اس وقت
حکمت نہیں پہنچے جیتک انھوں نے اللہ تعالیٰ کو مقدم نہیں کر لیا۔ اور منقہین اور مستقیمن میں داخل نہیں ہوتے۔
شعر
سخن دانست کہ نابے تو نخواستیم حیات
بشنو اسے پیک سخن گیر و سخن باز رساں

تسراں شریف نے جو کہا ہے۔ اُحِبُّبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ (البقرہ: ۱۸۴) اس سے صاف معلوم
ہوتا ہے کہ دعا کا جواب لٹا ہے پس وید کی دُعا میں بے ثمر ہیں، جن کا کوئی جواب نہیں ملتا۔ بلکہ ساری دُعاؤں
اسی ہی پڑتی ہیں۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ آج میں
تجیر الرقیبیا پڑھ رہا تھا۔ ایک مقام پر مجھے بہت ہی
میخ کو خواب میں دیکھنے کی تعبیر

نطفہ آیا۔ لکھا ہے کہ اگر کوئی حضرت عیسیٰ کو خواب میں دیکھے۔ تو وہ دلالت کرتا ہے کہ نقل مکان کرے گا۔
(ایڈیٹور علم تجیر الرقیبیا کی رُوس سے یہ کیسا عجیب استدلال ہے۔ اس امر پر کہ میخ اپنے ملک سے
کشمیر میں مزدور گئے۔ خصوصاً ایسی حالت میں کہ قرآن اور حدیث ان کی موید ہوں۔)

منفی محمد صادق صاحب آج کل ایک کتاب سُنا رہے ہیں۔ جو داستان میخ کہنی چاہیے۔ اس میں
واقعہ میلپ کو نہایت غرض اسلوبی سے بیان کیا ہے۔ اور ان اسرار سے پتہ لگتا ہے جو میخ کے میلپ
پر سے زندہ اُتار لیے جانے کے موید ہیں۔ منفی صاحب نے عرض کی کہ حضور میں اس کو دیکھ رہا تھا۔ ایک مقام پر
کہا ہے کہ جب میخ کو میلپ پر چڑھانے کا حکم ہو چکا۔ اور پیلاٹوں اور اس کی بیوی کے چھوڑ دینے کی
تدابیر میں کامیابی نہ ہوئی۔ تو پیلاٹوں کی بیوی نے کہا کہ میں عملی تدابیر میں لگ جانا چاہیے اور اس کے
پہلے کی کوشش کرنی چاہیے۔

اس کے بعد آمد سی کا زور بڑھ گیا اور بادشہ کا افسانہ ہوا۔ اس لیے نماز عشاء ادا کر لی گئی اور صلہ
برخواست ہوا۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء

آج حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود علیہ الرحمہ تعالیٰ کی بارات روڑکی کو قادیان سے علی الصباح روانہ ہوئی اس بارات میں حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب اور جناب مولانا مولوی سید محمد احسن صاحب اور جناب سید السادات میر ناصر نواب صاحب اور آپ کے صاحبزادہ میر محمد اسماعیل صاحب اور ڈاکٹر نور محمد صاحب اور صاحبزادہ پیر سراج الحق صاحب نعمانی اور منشی محمد صادق صاحب تھے۔ راہ میں سنون طریق پر جناب میر ناصر نواب صاحب کو میر تقی خان کا گھوڑا لایا گیا۔ اسی روز عثمانی کمانڈر روڑکی میں ادا کی گئی۔ جناب ڈاکٹر فیضہ رشید الدین صاحبہ جن کے ہاں بارات جہانی تھی اسٹیشن ریلوے روڑکی پر معہ اپنے دوستوں کے استقبال کے یہ تشریف لائے اور تمام لوازمات تواریخ جو ہوتے چاہئے تھے۔ نہایت خندہ پیشانی اور شرح صدر سے ادا کئے۔

موت سے عبرت حضرت اقدس حب محمول وقت مقررہ پر سر کو بچلے۔ ابتدائے گفتگو میں فرمایا:

ہزار باد بخت لوگوں سے قبروں چھری پڑی ہیں۔ ہزاروں نامراد بادشاہ ان میں ہیں۔ ہزاروں ہی بے نصیب ان میں پڑے ہیں۔ انسان اگر اپنے ہی خاندان کی موت پر قیاس کرے تو عبرت حاصل کر سکتا ہے۔ عمر کا سلسلہ اپنے خاندان سے معلوم کر سکتا ہے۔ بعض خاندان ایسے ہوتے ہیں کہ ان کی عمریں پچاس تک پہنچتی ہیں۔ ناپاک اور ممالک متوسطہ کی طرف عمریں بہت ہی چھوٹی ہوتی ہیں۔ اس طرف بھی دیکھا گیا ہے کہ بعض خاندانوں کی عمریں چھوٹی ہیں۔ اصل یہ ہے کہ یہ عید کسی کو معلوم نہیں ہوا۔ اگر یہ محقق نا حق حکمزیں مارتے پھرتے ہیں کہ زمینداروں کی عمریں زیادہ ہوتی ہیں۔ یاد دہانی محنت کرنے والوں کی۔ یہ صرف خیالی باتیں ہیں۔

انسان کی عمر بہت چھوٹی ہوتی ہے۔ یعنی حیوانات کی عمریں جس سے بڑی ہوتی ہیں مثلاً کچھوہ کی عمر پانچ ہزار برس تک ہوتی ہے۔ اس لیے اس کو عربی میں غلام کہتے ہیں کیونکہ یہ گویا ہمیشہ ہی جوان رہتا ہے۔ سانپ کی عمر بھی بڑی ہوتی ہے۔ ہزار ہزار برس تک۔

جس بات کو کہے کہ کہوں گلوں میں حضور
ملتی نہیں وہ بات خدا ہی تو ہے

مرضی مولیٰ

خدا تعالیٰ جس کام کو کرنا چاہتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ چاروں طرف سے ایسے اسباب جمع ہوتے ہیں اور ایسا زور اور دباؤ آکر پڑتا ہے کہ آخر وہ کام ہو ہی جاتا ہے۔ بڑے بڑے راجے مہاراجے جو بعض اوقات مسلمان ہوتے۔ خدا تعالیٰ کی مرضی اس طرح پر ممتی۔ چاروں طرف سے ایسا زور آکر پڑا کہ ہجر اسلام کے چارہ نہ رہا۔

خدا کی مصلحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے
 مذہب ایک ایسی چیز ہے کہ مختلف مذہب کے لوگ ایک جا جمع نہیں ہو سکتے۔ سنتہ افذا کا نہ بھننا بھی ایک مذہب ہے جو انسان کو ہلاک کر دیتا ہے۔ قرآن شریف میں لکھا ہے کہ بعض وقت بلا کو ہم ملادیتے ہیں، تو انسان یہاں تک ہلکا کہتا ہے کہ جلال گئی اور پھر ٹوٹ گیاں کر لے لگتا ہے۔ جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ پھر اللہ تعالیٰ پر دوتا ہے اور ہلاک کر دیتا ہے۔ پس اگر ظالموں کم ہو جاوے تو اس سے دلیر نہیں ہونا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی مصلحت سے فائدہ اٹھانا چاہیے۔

سبح موعود کے وقت میں دباؤ کا پھیلنا میسائیوں اور مسلمانوں کے نزدیک تو مسلم ہی ہے۔ ہندو بھی مانتے ہیں کہ آخری دنوں میں ایک دباؤ ہوگی اور اس وقت آنے والے کا نام رودر گوپال ہوگا جس سے معلوم ہوتا ہے کہ تمام فرقوں میں جیسے آخری دنوں میں ایک موعود کے آنے کا عقیدہ مشترک ہے ویسے ہی یہ بھی مانا گیا ہے کہ اس وقت دباؤ پڑے گی۔

آدابِ دُعا
 پس دُعاؤں سے کام لینا چاہیے اور خدا تعالیٰ کے حضور استغفار کرنا چاہیے۔ کیونکہ خدا تعالیٰ غنی ہے۔ نیانہ ہے۔ اس پر کسی کی حکومت نہیں ہے۔ ایک شخص اگر عاجزی اور فروتنی سے اس کے حضور نہیں آتا وہ اس کی کیا پرواہ کر سکتا ہے۔ دیکھو اگر ایک سائل کسی کے پاس آجائے اور اپنا مجر اور غربت ظاہر کرے، تو ضرور ہے کہ اس کے ساتھ کچھ نہ کچھ سلوک ہو۔ لیکن ایک شخص جو ٹھوڑی پرسواہ ہو کر آئے اور سوال کرے اور یہ بھی کہے کہ اگر نہ دو گے تو ڈنڈے ماروں گا۔ تو مجر اس کے کہ خود اس کو ڈنڈے پڑیں اور اس کے ساتھ کیا سلوک ہوگا۔ خدا تعالیٰ سے آؤ کہ مانگتا ہے اور اپنے ایمان کو مشروط کرنا بڑی بھاری فعلی اور ٹھوکرا موجب ہے۔ دُعاؤں میں استقلال اور مہر ایک الگ چیز ہے اور آؤ کہ مانگنا اور بات ہے۔ یہ کہنا کہ میرا فلاں کام اگر نہ ہوا تو میں ابھار کر دوں گا یا یہ کہہ دوں گا یہ بڑی نادانی اور بشرک ہے اور آدابِ اللہ سے ناواقفیت ہے۔ ایسے لوگ دُعا کی فلاخی سے ناواقف ہیں۔ قرآن شریف میں یہ کہیں نہیں لکھا ہے کہ ہر ایک دُعا تمہاری مرضی کے موافق میں قبول کر دوں گا۔ بیشک یہ ہم مانتے ہیں

کہ قرآن شریف میں لکھا ہوا ہے اذْعُوْفِيْۤ اَنْتَ سَجَبٌ لِّكَلْمٍ (المومن : ۶۱) لیکن ہمارا یہ بھی ایمان ہے کہ کلاسی
قرآن شریف میں یہ بھی لکھا ہوا ہے۔ وَ لَقَدْ عَلَّمْنٰكَ لِسَانَ مِّنَ الْخُذُوْبِ وَ الْجَوْعِ (البقرہ : ۱۵۶) الآیۃ۔
اذْعُوْفِيْۤ اَنْتَ سَجَبٌ لِّكَلْمٍ میں اگر تمہاری ماں ہے تو لَبَّوْا نَعْمًا مِّنْ اٰمِنِ مِّنْ اٰمِنِ چاہتا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا احسان
اور اس کا کریم ہے کہ وہ اپنے بندہ کی بھی ماں لیتا ہے اور نہ اس کی الوہیت اور ربوبیت کی شان کے یہ
ہرگز خلاف نہیں کر اپنی ہی منواتے۔

وَ لَقَدْ عَلَّمْنٰكَ لِسَانَ مِّنَ الْخُذُوْبِ جو فرمایا۔ تو اس مقام پر وہ اپنی منوانا چاہتا ہے کہہ کسی قسم کا خوف
آتا ہے اور کہہ ہی مجھ کو آتی ہے اور کہہ مائوں پر کسی واقع ہوتی ہے۔ تجار توں میں خنارہ ہوتا ہے اور کہہ
غمرات میں کمی ہوتی ہے۔ اولاد ضائع ہوتی ہے اور ثمرات برباد ہو جاتے ہیں اور نتائج نقصان دہ ہوتے
ہوتے ہیں۔ ایسی صورتوں میں خدا تعالیٰ کی آزمائش ہوتی ہے۔ اُس وقت خدا اپنی شانِ حکومت دکھانا
چاہتا ہے اور اپنی منوانا چاہتا ہے۔ اس وقت صادق اور مومن کا یہ کام ہوتا ہے کہ وہ نہایت اخلاص
اور انشراح صدر کے ساتھ خدا کی رضا کو مقدم کر لیتا ہے اور اس پر خوش ہو جاتا ہے۔ کوئی شکوہ اور بے بسی
نہیں کرتا۔ اس لیے خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ لَبَّوْا نَعْمًا مِّنْ اٰمِنِ مِّنْ اٰمِنِ۔ (البقرہ : ۱۵۶) پس ممبر کرنے والوں کو بشارت
دو۔ یہ نہیں فرمایا کہ دُعا کر نیوالوں کو بشارت دو، بلکہ ممبر کرنے والوں کو۔ اس لیے یہ مزدوری ہے کہ انسان
اگر بظاہر اپنی دعاؤں میں ناکامی دیکھے تو گہرانہ جا دے بلکہ ممبر اور استقلال سے خدا تعالیٰ رضا کو مقدم کرے
اہل اللہ کو نظر آ جاتا ہے کہ یہ کام ہونما ہے۔ پس جب وہ یہ دیکھتے ہیں تو دُعا کرتے ہیں؛ در نہ قضا و قدر
پر راضی رہتے ہیں۔ اہل اللہ کے دو ہی کام ہوتے ہیں۔ جب کسی بلا کے آثار دیکھتے ہیں تو دُعا کرتے
ہیں، لیکن جب دیکھتے ہیں کہ قضا و قدر اس طرح پر ہے، تو ممبر کرتے ہیں۔ جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم
نے اپنے پتوں کی وفات پر ممبر کیا۔ جن میں سے ایک پتہ ابراہیم بھی تھا۔

بلکہ خدا تعالیٰ نے یہ دو تقسیم رکھ دی ہیں اور یہ اس کی مُنتِ ممبر چکی ہے اور یہ بھی اس نے فرمایا
ہے۔ كُنْ تَجِدَ لِسْتَةً اَللّٰهُ تَبْدِيْثًا (الفتح : ۲۴) پھر کس قدر فطلی ہے جو انسان اس کے
خلاف چاہے۔ میں نے بار بار بتایا ہے کہ انسان نے خدا کے ساتھ دوستانہ معاملہ رکھا ہے کہہ کسی ایک
دوست دوسرے کی ماں لیتا ہے اور کہہ اپنی منواتا ہے۔ اور دُعا بندہ اور خدا میں صحابی کی طرح ہیں۔
اگر انسان یہ سمجھے کہ خدا تعالیٰ کو در دُعا کیا کی طرح ہر بات مان لے۔ تو یہ نقص ہے۔ ماں بھی پتہ کی ہر
بات نہیں مان سکتی۔ کہہ پتہ آگ کی انگاریاں مانگتا ہے۔ تو وہ کب دیتی ہے۔ یا مثلاً آنکھیں دکھتی ہوں
تو اُسے زنگ یا اور کوئی دوا ڈالنی ہی پڑتی ہے اس طرح پر بندہ جو کچھ تکمیل کا محتاج ہے اُسے لڑوں

کی ضرورت ہے تاکہ وہ صدق و صفا اور ثبات میں کامل ثابت ہو۔

پھر دُعا کرانے والے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ وہ صابر ہو۔ جلد باز نہ ہو۔ جو ذرا سی بات پر
دوبلاں ہو سکے۔ گرتا رہے۔ پس وہ کیا فائدہ اٹھائے گا۔ اسے تو چاہیے کہ ممبر کے ساتھ انتظار کرے۔ اور
سُرخ من سے کام لے۔

جب خدا تعالیٰ نے لَنْبَلُوْا تَنْكُرُوْا فرمایا ہے، تو ممبر کرنے والوں کے لیے بشارت دی اور اُدْبِلَاتْ عَلَیْكُمْ
صَلَوَاتُیْ جی فرمایا۔ میرے نزدیک اس کے یہی معنی ہیں کہ قبولیت دُعا کی ایک راہ نکال دیتا ہے۔ حکام
کا بھی یہی حال ہے کہ جس پر ناراض ہوئے ہیں اگر وہ ممبر کے ساتھ برداشت کرنا اور شکوہ اور بدلتی
شیں کرنا تو اسے ترقی دیدیتے ہیں۔ قرآن شریف سے صاف پایا جاتا ہے کہ ایمان کی تکمیل کے لیے ضروری
ہے کہ بدلتا آدیں جیسے فرمایا۔ أَحْسِبَ النَّاسَ أَنْ يَتَذَكَّرُوا أَنْ يَخْلُقُوا أَمْ لَمْ يَلْقَئُوا اللَّهَ عِندَ الْعُسْتُرِ (۳۰)
یعنی کیا لوگ خیال کرتے ہیں کہ صرف اُمتنا کرنے سے چھوڑے جائیں اور وہ فتوں میں نہ پڑیں۔

ایضاً علیہم السلام کو دیکھو۔ اد ازل میں کس قدر دُکھ ملتے ہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی طرف
دیکھو کہ آپ کو کتنی زندگی میں کس قدر دُکھ اٹھانے پڑے۔ طاعت میں جب آپ گئے تو اس قدر آپ کے
پتھر مارے کہ خون جاری ہو گیا۔ تب آپ نے فرمایا کہ کیا وقت ہے۔ میں کلام کرتا ہوں اور لوگ منہ پھیر
لیتے ہیں اور کہا کہ اے میرے رب! میں اس دُکھ پر ممبر کروں گا جب تک کہ تو راضی ہو جاوے۔

اے ایسا اور اہل اللہ کا یہی مسلک اور عقیدہ ہوتا ہے۔ سید عبدالقادر جیلانیؒ کہتے ہیں کہ عشق کا خاصہ
ہے کہ مصائب آتے ہیں۔

انہوں نے لکھا ہے۔

عشقا! برا! تو مغزگرداں خوردی

با شیردلاں چہ رستی یا کردی

انگول کہ ہماروستے نہرو آوردی

ہر چند کہ داری نکستی نامردی

مصائب اور تکالیف پر اگر ممبر کیا جاوے اور خدا تعالیٰ کی عفتنا کے ساتھ رضانفاہر کی جاوے تو وہ
مشکل کشانی کا مقدمہ ہوتی ہے۔

ہر بلا کی قوم را او دادہ است

زیراں یک گنج با ہنوادہ است

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی کی تکالیف کا نتیجہ تھا کہ کتب فتح ہو گیا۔ دُعا میں خدا تعالیٰ کے ساتھ شرط باندھنا بڑی قلمی اور نادانی ہے۔ جن مقدس لوگوں نے خدا کے فعل اور فیوض کو حاصل کیا۔ انہوں نے اس طرح حاصل کیا کہ خدا کی راہ میں مرنے کو فرما ہو گئے۔ خدا تعالیٰ ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو دس دن کے بعد گمراہ ہو جانے والے ہوتے ہیں۔ وہ اپنے نفس پر غود گواہی دیتے ہیں جبکہ لوگوں سے شکوہ کرتے ہیں۔ کہ ہماری صحابہ قبول نہیں ہوتی۔

ہم لوگوں کی شامت اعمال کو روک نہیں سکتے، وہ لوگ نامور اور بڑے گے جو ولی اور امور کا یہ معیار ٹھہراتے ہیں کہ اس کی ہر دُعا اس طرح قبول ہو جسنے گی میں طرح وہ چاہتے ہیں۔ اور جو ولی یا امور ہونے کا دعویٰ ایسا ہوتا کہ وہ بھی کتاب ہے۔ حضرت یحییٰ عیسیٰ علیہ السلام نے یہ دعویٰ کیا کہ میں اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھتا ہوں آپ کی سبھی زندگی میں مصائب بڑھتے رہتے رہے، کیا آپ دُعا کرتے ہیں گمراہ جو لوگ آسمانی علوم سے ناواقف ہیں وہ ان امور کو نہیں سمجھ سکتے۔ ایک شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ایمان لایا اور وہ اللہ جانتا ہو گیا۔ اس نے کہا کہ اسلام میرے لیے مبارک نہیں، اس لیے مُرتد ہو گیا۔ ایسے لوگ محروم رہ جاتے ہیں۔ میں نے ایک جگہ دیکھا ہے کہ امام حسین رضی اللہ عنہ فتوحات کے لیے دعا کرتے تھے۔ ایک رات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ تیرے لیے شہادت مقدر ہے اگر تو مہربان نہ کرے گا تو اختیار ابرار کے دفتر سے تیرا نام کٹ جائے گا۔

نماز بھی گہری سے شروع ہوتی ہے جو زوال کا وقت ہے۔ یہاں تک کہ غروب تک بالکل تاریکی میں جا پڑتا ہے اور رات میں دُعا میں کوڑا ہے۔ یہاں تک کہ صبح میں سے جا جتے لیکن ہے۔ نماز کی تقسیم بھی بتاتی ہے کہ خدا نے اس تقسیم میں ایک صبح اور بانی چار ایسی رکعتیں ہیں جو تاریکی سے جتنہ رکعتیں ہیں اور نہ ممکن تھا کہ اقبال تک ختم ہو جائیں۔

ایسا ہی سورۃ فاتحہ میں آیات تَعْبُدُوا إِلَهًا لَّهُمْ لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ ایسے الفاظ کے ہیں جو اس وقت منشا کو ظاہر کرتے ہیں۔ آیات تَعْبُدُوا إِلَهًا لَّهُمْ سے صاف پایا جاتا ہے کہ کچھ نہیں چاہتے۔ یعنی عبادت کرتے ہیں اور آیات لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ سے دعا کرتے ہیں۔ گویا آیات تَعْبُدُوا إِلَهًا لَّهُمْ اور آیات لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ میں اَدْمُونِیْ اَسْتَجِیْبُ لَكُمْ وَاذْهَبُوا لَكُمْ سے کوڑا ہے۔ تَعْبُدُوا تو یہی ہے کہ بھلائی اور برائی کا خیال نہ رہے۔ مطلب امید دہانی ہو۔ اور آیات لَعَلَّكُمْ يَهْتَدُونَ میں دُعا کی تعلیم ہے۔

بوقت ظہر

خواجہ غلام فرید صاحب کا ذکر خیر خواجہ غلام فرید صاحب چاچڑاں والے کا ذکر ہوا، فرمایا

اس نے اپنے خط میں بڑی صفائی سے لکھ دیا تھا کہ میں آپ کے دعویٰ کا مصدق ہوں۔ امدیش نے کسی سادی عمر یعنی نہیں کی۔ یہ ایسا کام تھا جو دوسرے گزری نشینوں سے نہیں ہوا۔ اور کسی نے خط کا جواب نہ کہ نہیں دیا اور کسی کو ایسی توفیق نہیں ملی۔ میرے خیال میں وہ یہ بھی جو اس کی طبیعت میں سخاوت تھی اسی کا یہ ثمرہ تھا کہ اس تصدیق کی توفیق ملی۔ حدیث میں آیا ہے کہ ایک شخص مسلمان ہوا۔ وہ اسلام لانے سے پہلے بڑا سخی تھا اس نے حزن کی کہ یادوں کا انداز میں نے اسلام سے پہلے جو سخاوت کی ہے، اس کا بھی کوئی اجر ملے گا۔ فرمایا: وہی دوسرا تو تجھے اسلام میں کھنچ لایا ہے۔

بوقت عصر

حافظ محمد یوسف ضلعدار کے اشتہار کا ذکر حافظ محمد یوسف ضلعدار کی باسی کڑھی کو پھر لہاں آیا۔ تھو گولڈویہ کی اشاعت پر اس نے اشتہار

دیا ہے۔ تھو گولڈویہ لَقَوْلَ عَلَيْنَا (الحاقہ ۴۵۱) پر جو اس سے مطالبہ کیا گیا کہ کوئی ایسا مغزری پیش کرو جس نے غلط پر تقول کیا ہو اور اپنے ان مغزرات کو شائع کیا ہو اور پھر اس نے ۲۳ برس کی مہلت پائی ہو۔ تو پانچ سترہ روپیہ انعام دیا جاوے گا۔ اس طرح پر قطع اور میں ایک نوسا اشتہار کسی امر قسری عطا کرنے دیا تھا۔ حافظ صاحب نے اپنے اشتہار میں اسی کا حوالہ دیا اور اس کو بوجھ کو گردن سے اتارا۔ اور تندرہ کے جلسہ میں حضرت کو بلایا ہے حضرت جہاں گند نے تجویز فرمایا کہ اس نیکے متعلق ایک مختصر اشتہار تندرہ کو مخاطب کر کے لکھا جاوے۔ جو بیکہ وہ اشتہار الگ بلع ہو نا ہے جو کسی وقت اکرم میں شائع ہو جاوے گا۔ انشاء اللہ العزیز اس لیے ضرورت نہیں کہ اس مضمون کا اعادہ یہاں اپنے لفظوں میں کیا جاوے۔

دربارِ شام

ہمارے لیے خدا تعالیٰ کی عدالت کافی ہے

آج شیخ عبدالرشید صاحب زیندار و تاجر
میرٹھ جو آج ہی آئے تھے حضرت اقدس

سے نماز سے فارغ ہوتے ہی ملے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ان کو حضرت سے انٹرویو کر لیا۔ منیمہ شمنہ ہند میرٹھ کے متعلق ذکر آنے پر شیخ عبدالرشید صاحب نے عرض کی کہ میں نے تو ارادہ کیا تھا کہ بذریعہ عدالت اس کے سخت قوانین آئینز پر نوٹس لوں۔ حضرت حمزہ اللہ نے فرمایا:

”تو ہمارے لیے خدا کی عدالت کافی ہے۔ یہ گناہ میں داخل ہو گا اگر ہم خدا کی تجویز پر قدم کریں۔ اس لیے خندوی ہے کہ مبراود برداشت کے کام میں۔“

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی پنجابی قلم نسانی جو بہت لطیف اور معنی خیز ہے خصوصاً عورتوں کے لیے۔ ہم نے ارادہ کیا ہے کہ عورتوں کے افادہ کے لیے اس کو الگ چھاپ دیں۔
بعد نماز عشاء آج کا دربار ختم ہوا۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء

ندوہ کے لیے ایک اشتہار

آج جمعہ کا دن ہے۔ حضرت اقدس کا معمول ہے کہ جمعہ کو سیر کر تشریف نہیں لے جاتے بلکہ نماز جمعہ کی تیاری کے لیے منلوں

طریق پر غسل، حجامت، تبدیلی لباس، حنا وغیرہ امور میں مصروف رہتے ہیں۔ اس لیے سیر کو تشریف نہیں لے گئے۔ جمعہ سے پیشتر ندوہ کے لیے ایک اشتہار لکھا جو کل ۱۷ اکتوبر کو عصر کے وقت تجویز کیا گیا تھا، اگرچہ یہ اشتہار صرف ایک صفحہ کا تجویز کیا گیا تھا، مگر اللہ تعالیٰ نے آپ کے قلم اور کلام میں وہ قوت اور روانگی دی ہے کہ جو عجزی رنگ سے رنگیں ہے اس لیے جانتے ایک صفحہ کے کئی صفحے ہو گئے۔

بین المغرب و العشاء

شیخ جدالحمی صاحب نو مسلم نے اپنے ایک جدید رسالہ کا کچھ حصہ سنایا۔ اس ضمن سے کہ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام اس

رسالہ اسلام انصاری

رسالہ کا کوئی نام تجویز کریں۔ یہ رسالہ شیخ صاحب نے ایک عیسائی کے ٹریکٹ تپا اسلام نام کے جواب میں لکھا ہے جس میں اس نے عیسائیت کو تپا اسلام قرار دیا ہے۔ حضرت اقدس نام تجویز کرنا چاہتے تھے کہ چند آدمیوں سے بیعت کی درخواست کی۔ آپ نے فرمایا کہ:

بیعت کے بعد اس کا نام تجویز کرتا ہوں۔

چنانچہ بیعت کے بعد وہ آدمی پیش ہوتے اور آپ نے ان سے بیعت توہی لی۔ اور پھر اس رسالہ کا نام اسلام نصاریٰ یا اسلام انصاریٰ تجویز فرمایا اور یہ تقریر فرمائی:

اس رسالہ کا نام اسلام انصاریٰ رکھو۔ اور اصل رسالہ سے پہلے ایک چھوٹا سا مقدمہ لکھو کہ تپا اسلام تو یہ ہے کہ قولاً اور فعلاً خدا تعالیٰ کو اپنی ساری طاقتیں سپرد کر دی جاویں اور اس کے احکام کے آگے گردن رکھی جاوے۔ کوئی اس کا شریک نہ سمجھایا جاوے اور ہر قسم کی بد راہی سے دور رہیں۔ مگر یہ لوگ تو اس خدا سے ڈرتے ہیں۔ جو اسلام نے بتایا اور گل نیوں نے جس کی تعلیم دی۔ یہودی تو ابھی مرتضیٰ گئے۔ ان سے پوچھو کہ وہ کس خدا کو مانتے ہیں۔ وہ منافق کہتے ہیں کہ تو میرے نے اس خدا کو بیان کیا ہے۔ برقرآن نے بتایا ہے۔ وہ انجیل کے خدا کو کب مانتے ہیں جو مریم کا بیٹا ہے جس کو عیسائیوں نے خدا بنایا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ اس مقدمہ میں یہ بیان کیا جاوے کہ حقیقی اسلام کیا چیز ہے؟ عقل اور روشنی قلب کس کو تسلیم کرتی ہے۔ کیا عیسائیت یا اسلام؟

پھر اس میں عیسائی مذہب کی خرابیاں دکھاؤ کہ انجیل نے کیا تعلیم دی ہے۔ مثلاً طلاق ہی کا مسئلہ دیکھو کہ انجیل میں لکھا ہے کہ جو طلاق دیتا ہے وہ زندہ نکرتا اور نہ نکرتا ہے، لیکن اب واقعات اور ضرورتوں نے ان کو مجبور کیا ہے کہ اس مسئلہ کی اہمیت کو تسلیم کریں، چنانچہ امریکہ میں قانون بنایا گیا: ایسا ہی شراب کا مسئلہ ہے، جس کے بغیر عشاء ربانی کامل نہیں ہوتی، مگر اس کی خرابیاں دیکھو کسی میں۔ اور ولایت کا یہ حال ہے کہ وہاں سادہ پانی پینے والے پر ہنسی ہوتی ہے اور پینے کے قابل صرف شراب سمجھی جاتی ہے اور پانی کو تو گھریے، ہی دھونے کے قابل قرار دیا گیا ہے۔

اس طرح پر اس کی تعلیم پر ایک مختصر سی فکر کرو۔ ان کے کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور۔ مگر انوس یہ ہے کہ وہ کھانے کے دانت بھی خراب ہیں۔ جب دکھانے کے دانتوں کا یہ حال ہے تو کھانے کے تو ابھی خراب ہوں گے۔ کوئی چیز بھی عمدہ نہیں۔ خدا بنایا تو ایسا اور اعتقاد تجویز کئے تو ایسا تعلیم دی تو ایسی کہ لگتا ہے کہ ہفتہ اس تعلیم پر عمل کرنے کے لیے ہدایتیں بند کر دی جائیں تو پتہ لگ جاوے۔ اس شخص نے تپا اسلام نام رکھ کر دراصل اسلام کو گالی دی ہے۔ کیونکہ اس نے اسلام کو

جھوٹا قرار دیا ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ان کی نصر نیت کی قلعی کھولی جاوے۔ اباحی زندگی کو اسلام
 ٹھہراتے ہیں۔ جو کچھ گنداس کتاب کے اندر ہے۔ وہ اس نام ہی سے ظاہر ہے۔ پس نصاریٰ کے
 اسلام کی حقیقت ضرور کھولنی چاہیے۔ اسلام کا لفظ صرف قرآن نے ہی اختیار کیا ہے اور کسی نے یہ
 نام اختیار نہیں کیا۔

مسیح کی آمد ثانی
 اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے عرض کیا کہ لاہور سے کسی مارکوئس نام
 عیسائی نے بذریعہ خط دریافت کیا ہے کہ اس کے کیا معنی ہیں جو ہستی کی
 انجیل میں لکھا ہے کہ جوٹے مسیح اور نبی آئیں گے؟ حضرت نے فرمایا کہ :

اس کا جواب لکھ دیا جاوے اور اس سے پوچھا جاوے کہ یہ جو انجیل میں لکھا ہے۔ چور کی طرح آؤں
 گا۔ اس کا کیا مطلب ہے؟ کیا مسیح کا نام منافق بھی ہے۔ کہیں بادلوں میں آنا لکھا ہے اور کہیں چور کی طرح۔
 ہم تو حکم ہو کر آتے ہیں۔ پہلے ان ساتھ شتر انجیل کا تو فیصلہ ہوئے کہ کون ان میں سے سچی ہے اور کون
 جھوٹی۔ ہم تو ایسے وقت آتے ہیں کہ اس آیت کو پیش کرتے ہوئے بھی ان کو شرم آنی چاہیے۔ کیونکہ انکے
 حساب کے موافق تو مسیح کی آمد پر بیسٹ برس گذر گئے۔ اب تو قانونی معیاد بھی ان کے ہاتھ میں نہیں رہی۔
 اس لیے بعین اب یوں ہو کر کلیسیا ہی کو مسیح کی آمد ٹھہراتے ہیں اور اسی قسم کی بیجا اور رکیک تادیبیں
 کرتے ہیں۔ پس اب جبکہ ان کے حساب اور اعتقاد کے موافق اب پتھے مسیح کو بھی قدم رکھنے کو مجبوری نہیں
 تو پھر فرشتوں کے ساتھ آنا اور وہ جلالی آمد تو غلط ہی ٹھہری۔ چور کی طرح آنا ہی صحیح ثابت
 ہوا۔ پہلے اپنے گھر میں انجیل کا فیصلہ کریں۔ جوٹے مسیح جو لکھا ہے تو اب تو پتھے کا وقت بھی گذر
 گیا۔ تم خود بتاؤ کہ یہ زمانہ پتھے مسیح کا ہے یا جوٹے مسیح کا۔ تمہارے بزرگوں نے مان لیا ہے۔
 اسی لئے جو عقلمند ہیں وہ اس مضمون کا ذکر بھی نہیں کرتے۔ کیسی عجیب بات ہے کہ اس صدی سے
 آگے نہ کوئی مسلمان گیا ہے، نہ عیسائی۔ نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ تمام کثوف اور الہام جو
 مسیح کے متعلق ہیں وہ چودھویں صدی سے آگے نہیں جاتے۔ لدھیانہ میں بھی ایک مرتبہ ایک عیسائی
 نے یہ سوال کیا تھا، مگر وہ ایسا لاجواب ہوا کہ آخر اس نے اعتراف کر لیا اور بعین عیسائی اس سے ناراض
 بھی ہو گئے۔

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے اپنی پنجابی نظم وفات مسیح پر پڑھی۔ بعد نماز عشا

۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء

سیر

آج کی سیر میں طاعون کے متعلق اُدھر اُدھر کی مختلف باتیں ہوتی ہیں۔
ظہر تحفۃ اللدوہ کے متعلق جو جدید اشتہار حضرت حمزہ افندہ نے لکھا ہے۔ وہ ایک بزد کے قریب
ہو گیا۔ آپ نے فرمایا کہ:

اب اس کو رسالہ کی صورت میں شائع کیا جائے۔ کتاب میں ایک برکت ہوتی ہے۔ لوگ اشتہار کو اشتہار سمجھ
کر پرواہ نہیں کرتے۔ اس پر ٹائٹل بیچ لگایا جاوے۔ برہنہ مرد کب اچھا معلوم ہوتا ہے۔ ٹائٹل بیچ اس کا لباس
ہے۔ اور اس کا نام تحفۃ اللدوہ رکھ دو۔

آج تحفہ غزویہ بھی شائع ہو گیا۔ چونکہ ندوہ کا اجلاس قریب ہے اور کشتی زوج کی اشاعت میں بھی جلدی ہے۔
کثرت کام کی وجہ سے جو چار پریسوں پر ہو رہا ہے۔ سب پتھروں کے پڑے تھے۔ عرض کیا گیا کہ کشتی زوج کی
اشاعت میں دیر نہ ہو جائے۔ غم مایا:-

ٹیکہ کے متعلق جو ہمارا اصل منشاء تھا وہ الحکم کے ذریعہ شائع ہو گیا اور گورنمنٹ تک بھی پہنچ گیا اگر یہ رسالہ
دوروز توقف سے بھی شائع ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔ (الحکم، ۱۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء)

بین المغرب العشار

بعد ادا تے نماز مغرب حضرت اقدس شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے۔ ادو طاعون
کا ذکر چلنے پر فرمایا:

خواہ کچھ ہی ہو اگر کوئی چاہے کہ یہ بلا از منی تدا میر سے مل جاوے تو یہ محال ہے۔ خدا کا ایک قانون ہے
کہ جس قدر کوئی قابل قدر ہے اسی قدر اُسے بچایا جاتا ہے۔ دیکھو مشروں میں جو بکرے ذبح ہوتے ہیں۔ وہ ان
بکروں کو ڈوں سے بہت ہی کم ہوتے ہیں۔ جو پاؤں کے نیچے آکر ہر روز مارے جاتے ہیں۔ اور بکروں
کی نسبت گائے زیادہ مفید ہے وہ اس کی نسبت کم ذبح ہوتی ہیں۔ اور اونٹ اس سے زیادہ مفید ہے وہ
اس کی نسبت کم ذبح ہوتا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ جس قدر قابل قدر جانور ہے اسی قدر کم ذبح
ہوتا ہے۔ انسان ان سب سے زیادہ قابل قدر ہے۔ اس پر وہ پھری نہیں چلتی جو ان جانوروں پر چلائی جاتی

ہے۔ پھر ان انسانوں میں سے بھی جو سب سے زیادہ قابل قدر ہے اسے اللہ تعالیٰ محفوظ رکھتا ہے۔ اور یہ وہ لوگ ہوتے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اپنا سوا تعلق رکھتے اور اپنے اندرون کو صاف رکھتے ہیں۔ اور نور انسان کے ساتھ غیر اہم مدد دی سے پیش آتے ہیں۔ اور خدا کے پتے فرماں بردار ہیں؛ چنانچہ قرآن شریف سے بھی ایسا ہی معلوم ہوتا ہے قُلْ مَا يَنْتَظِرُونَ لِيَايَكُمُ الرَّبُّ فَذَلَا تُدْعَاؤُكُمْ (الفرقان: ۷۸) اس کے مفہوم مغان سے صاف پتہ لگتا ہے کہ وہ دوسروں کی پردہ کرتا ہے اور وہی لوگ ہوتے ہیں جو سعادت مند ہوتے ہیں۔ وہ تمام کسر میں ان کے اندر سے نکل جاتی ہیں جو خدا سے دُور ڈال دیتی ہیں اور جب انسان اپنی اصلاح کو لیتا ہے اور خدا تعالیٰ سے صلح کر لیتا ہے، تو خدا اس کے عذاب کو بھی مٹا دیتا ہے۔ خدا کو کوئی ضد تو نہیں؛ چنانچہ اس کے متعلق بھی صاف طور پر فرمایا ہے مَا يَفْعَلُ اللَّهُ بِعَذَابِكُمْ إِنْ شَكَرْتُمْ (النساء: ۱۳۸) یعنی خدا نے تم کو عذاب دے کر کیا کرنا ہے۔ اگر تم دیندار ہو جاؤ۔ طاعون بڑا خطرناک عذاب ہے۔ بیوی پتھے ہی نہیں تباہ ہوتے بلکہ یہاں تک نوبت پہنچتی ہے کہ جنازہ کا بھی کوئی انتظام نہیں ہو سکتا مرنے والا تو مرنے والا ہے دوسرے جو زندہ رہتے ہیں۔ وہ بھی مفقود العقل اور زندہ درگور ہوتے ہیں۔ ایسے واقعات ہوتے ہیں کہ مگر والے مردہ کو باہر پھینک آتے ہیں اور کتوں نے اس کو کھایا۔ اور وہ بھی طاعون سے ہلاک ہو گئے۔ اس خوفناک صحن میں تہمت خدمت کا بھی نہیں ہو سکتا۔ یہاں رادوں کو نفرت اور خوف ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے جو یہ فرمایا ہے۔ قُلْ مَا يَنْتَظِرُونَ لِيَايَكُمُ الرَّبُّ فَذَلَا تُدْعَاؤُكُمْ (الفرقان: ۷۸) اس سے معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا مشاہدہ ہے کہ جیسے تم نے میرے شکار کو چھوڑ دیا۔ میں تمہاری بھی کوئی پردہ نہیں کرتا۔ تجیسز و تخمین بھی ایک شکار ہے۔ اور اب تو یہ رحم ہو گئی ہے اور اس سے بڑھ کر نہیں۔ لہذا آتا ہے تو اس کی غرض پیدا کر لینا ہوتا ہے۔ جنازہ کیلئے کھڑا ہوتا ہے۔ تو اس کا ایک لفظ آگے نہیں جاتا۔ بلکہ وہ تو یہی سوچتا رہتا ہے۔ کہ کچھ تک۔ دانے اور پیسے ملیں گے۔ اور پھر دیکھتا ہے کہ مردہ کے کپڑوں سے کوئی جھتے لے گا۔ غرض یہ تو مال تک بھی پھینا نہیں چھوٹنے اپنے حقوق ہی جتانے رہتے ہیں۔

حضرت اقدس مینا تک بیان کر چکے تھے کہ ایک تارا گیا۔ یہ تارا مولوی
جماعت ایک کنبہ ہے
فلام علی صاحب رہنمائی کی طرف سے تھا کہ میں بیمار ہو گیا ہوں۔
میرے لیے ڈولی نہ پھیرو۔ کچھ عرصہ تک حضرت مولوی صاحب کی بیماری کا ذکر کرتے رہے اور حالات
پوچھتے رہے۔ پھر فرمایا کہ:

ہماری جماعت جو اب ایک لاکھ تک پہنچی ہے۔ سب آپس میں بھائی ہیں۔ اس لیے اتنے بڑے کنبہ
میں کوئی دن ایسا نہیں ہوتا کہ کوئی نہ کوئی دردناک آواز نہ آتی ہو۔ جو گزر گئے وہ بھی بڑے ہی مخلص تھے۔

جیسے ڈاکٹر ٹوڑے خاں، سید خصلت علی شاہ، ایوب بیگ، منشی جلال الدین خدا ان سب پر رحم کرے۔

طاعون بیدار کرنے کا ذریعہ ہے
طاعون بھی ایک طرح اچھی ہی ہے، کیونکہ یہ غفلت سے بیدار کرنے کا ذریعہ ہے۔ اگر یہ مہرہ نہ ہو، تو اس

زمانہ میں شاید خوف ہی نہ رہے۔ بڑے بڑے موزی طبع مفسد لوگوں کو بھی دیکھا ہے۔ جہاں ہیضہ زور سے پڑتا ہے۔ تو ان کے بھی خون خشک ہو گئے ہیں اور اپنے اپنے طور پر ڈر گئے ہیں۔ بعض دانشمند کہتے ہیں کہ نفس چونکہ باز نہیں آتا۔ اس لیے ضروری ہے کہ کوئی نہ کوئی محرک ہی ہو۔ اس دنیا کا انجام کار خاتمہ ہونا ہے اور دوسرا عالم بھی یقینی ہے اور وہ زندگی کا عالم ہے۔ خواہ پہلی بار ہی اگر دواں جا کر آنکھ کھلی اور بڑے آثار ہوں تو پھر بڑے مشکلات ہیں۔ یہ بھی خدا کا بڑا رحم ہے، جو اس مردود ملک پر طاعون کا تازیانہ بھیج دیا۔ جس سے غفلت دور ہوتی ہے۔ خدا کی سنت ہے کہ جب انسان بہت ہی سخت دل ہو جاوے تو ایسے عذاب بھیج دیتا ہے۔ انسان معمولی ہوتے نہیں ڈرتا۔ مگر اب جیسے ایک بڑھا اپنے آپ کو قریب بہ قبر سمجھتا ہے۔ ویسے ہی بیس برس کا نوجوان بھی۔ غفلت اور شہوات کا نشہ ایسی چیز ہے کہ جب معمولی موت سے انسان نے سبق نہ لیا تو طاعون بھیج دی جو عذاب کی شکل میں ہلاک کر رہی ہے۔

الاستفتاء من ندوة العلماء

اس کے بعد مولانا مولوی ابوالیوسف مبارک علی صاحب نے اپنا عربی قصیدہ سنایا جو مندرجہ مشاعرہ

عنوان سے اُنھوں نے دو تین گھنٹہ میں لکھا ہے۔ جب وہ قصیدہ پڑچکے تو مولوی محمد علی صاحب میا کوٹلی نے پنجابی نظم سنائی اور بعد نماز عشرہ دربار ختم ہوا۔

۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مباح کی سیر

نزول ایسح اور کشی نوح کے متعلق تذکرہ پر فرمایا۔ کہ کشی نوح الگ بھی تقسیم ہو اور نزول ایسح کے ہمراہ بھی۔ کیونکہ تقسیم کے وقت ہر ایک اپنی اپنی الگ

اشاعت کتب

سمت اختیار کرتا ہے۔ دنیا میں یہ دونوں قریں جاذبہ اور مجذوبہ ہیں۔ اور ان کا اثر بھی برابر جاری ہے۔ اس لیے اس قسم کی تقسیم سے یہ فائدہ ہو گا کہ جو دو میں صرف تعلیم کی تلاش میں ہیں۔ ان کی سیری اس تعلیم

کو پڑھ کر ہوگی۔ اور بسلِ رُوح میں ایسی ہوتی ہیں کہ وہ ثبوت کی تلاش میں ہیں۔ اُن کو نَزْوَلِ مَسِيح میں پورا ثبوت ملے گا۔ اور اس سے فائدہ پہنچنے کا بعض صورت یہ دیکھنا چاہتے ہیں کہ امام کی کیا ضرورت ہے۔ ان کے لیے بھی یہ مفید ہوگی۔ پس یہ دو قسم کی اشاعتِ اِپس ہے۔ اللہ تعالیٰ چاہے گا تو اس سے فائدہ پہنچے گا۔

المؤمن اور الناس ثبوت اس قسم کے دینے ہیں کہ اللہ اکبر! یہاں تک کہ مشوروات اور عموماً سے ایمان کی تقویت ہوتی ہے، لیکن جو ایمانی فراساتِ حقہ رکھتے ہیں۔

وہ پہلے ہی سمجھ لیتے ہیں۔ جو لوگ حق قبول کرتے ہیں وہ اسی وقت فرسٹ والے کہلاتے ہیں۔ جب وہ اول ہی اول قبول کرتے ہیں۔ خدا جو مومنوں کی تعریف کرتا ہے اور رَضِيَ اللهُ عَنْهُمْ وَرَضُوا عَنْهُ (البینۃ: ۹) کتاب ہے، اس لیے کہ انہوں نے اپنی فراسات سے پہلے رسول اللہ کو مان لیا لیکن جب کثرت سے لوگ داخل ہونے لگے۔ اور انکشاف ہو گیا۔ اس وقت داخل ہونے والے کا نام الناس رکھا۔ اس حالت میں تو گویا منہج کرتا ہے یہ کہ کہ قَالَتْ الْاَنْحِرَابُ اَمْتًا قُلْتُ لَمْ تُوْمِعُوْا وَلَكِنْ قُوْلُوْا اَسْلَمْنَا (الحجرات: ۱۵) یعنی یہ مت کہو کہ ہم ایمان لائے بلکہ یہ کہو کہ ہم نے اطاعت کی۔ ایمان اس وقت ہوتا ہے جب ابتلا کے موقع آویں۔ جن پر ایمان لانے کے بعد ابتلا کے موقع نہیں آتے۔ وہ اَسْلَمْنَا میں داخل ہیں۔ انہوں نے تکلیف کا نشانہ ہو کر نہیں دیکھا، بلکہ وہ اقبال اور نصرت کے زمانہ میں داخل ہوئے۔ یہی وجہ ہے کہ فخر کا نام اور خطاب ان کو نہ ملا۔ بلکہ الناس ان کا نام رکھا، کیونکہ وہ ایسے وقت میں داخل ہوتے جب کام چل پڑا۔ اور رسول اللہ نے اپنی صداقت کی روشنی دکھلائی۔ اس وقت دوسرے مذاہب حقیر نظر آتے، تو سب داخل ہو گئے۔

انبیاء کا استغفار نبی بہت بڑی ذمہ داری لے کر آتا ہے۔ اس لیے جب وہ اپنے کام کو کر چکا ہے اور تبلیغ کر کے رخصت ہونے کو ہوتا ہے۔ تو وہ وقت

اس کا گویا خدا تعالیٰ کو چارج دینے کا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ جس پر اپنا فضل کرتا ہے اس پر استغفار کا لفظ بولتا ہے۔ اسی طریق کے موافق رسول اللہ کو بھی ارشاد الہی ہوتا ہے فَسَبِّحْ تَحْمِيْدًا رَبَّكَ وَاَسْتَغْفِرْ لِنَفْسِكَ اِنَّكَ كَانَ لَنَفْسِكَ اَبًا (النصر: ۴) خدا تعالیٰ ہر ایک نقص سے پاک ہے اور جو کچھ سو بشارت کی رُوح سے اس ذمہ داری کے کام میں ہوا ہے..... تو اس سے استغفار چاہو۔ جس کے پیرو ہزاروں کام ہوں۔ اس کے لیے ضروری ہے۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو مقاصدِ عظیم الشان لے کر آئے تھے۔ غرض یہ ایک چارج تھا جو آپ نے اللہ تعالیٰ کو دیا۔ اور جس میں آپ کی پوری کامیابی کی طرف پہلے اشارہ کر دیا۔ اور یہ سورہ گویا آنحضرت کی وفات کا ایک پروردانہ تھا۔ یہ

بھی یاد رکھو کہ انبیاء کی زندگی اسی وقت تک ہوتی ہے جب تک معاصیہ کا زمانہ رہے۔ اس کے بعد جب فتح و نصرت کا وقت آتا ہے۔ تو وہ گویا ان کی وفات کا ایک پروانہ ہوتا ہے۔ کیونکہ وہ اس کام کو کر چکے ہوتے ہیں جس کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔ اور اصل تو یہ ہے۔ کہ کام تو اللہ کے فضل سے ہوتے ہیں۔ نعمت میں ثواب لینا ہوتا ہے۔ جو شخص اس میں بھی خود غرضی سستی۔ ریا کی آمیزش کرے۔ وہ اہل ثواب سے محروم رہ جاتا ہے۔

إِنِّي أَحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ كِي تَأْتِيهِمْ

ایک عرصہ ہوا میں نے خواب دیکھا تھا کہ گویا میرا ناصر ثواب ایک دیوار

بن رہے ہیں۔ جو فیصل شہر ہے۔ میں نے اس کو جو دیکھا تو خوف آیا، کیونکہ وہ قد آدم بنی ہوئی تھی۔ خوف یہ ہوا کہ اس پر آدمی چڑھ سکتا ہے۔ مگر جب دوسری طرف دیکھا تو معلوم ہوا کہ قادیان بہت اونچی کی گئی ہے، اس لیے یہ دیوار دوسری طرف سے بہت اونچی ہے اور یہ دیوار گویا رختہ کی بنی ہوئی ہے۔ فرش کی زمین بھی پختہ کی گئی ہے۔ اور نور سے جو دیکھا تو وہ دیوار ہمارے گھروں کے ارد گرد ہے۔ اور ارادہ ہے کہ قادیان کے ارد گرد بھی بنائی جاوے۔ شاید اٹھارہ گم کر کے ان بلاؤں میں تخفیف کر دے۔

قادیان میں چند موتیں

آج معمولی موسمی عوارض بخار وغیرہ سے یہاں کے چوڑھوں اور دوسری اقوام میں دو موتیں ہو گئی تھیں۔ اس کا ذکر آیا۔ فرمایا،

ایسی موتیں محرقہ تپ سے بھی ہوتی ہیں۔ طاعون کے حملے ہی الگ ہوتے ہیں۔ کوئی جنازہ پڑھنے اور اٹھانے والا بھی نہیں ملتا۔ بعض وقت ایک گھر میں جب یہ بلا داخل ہوتی ہے، تو اس گھر کے گھر صاف کر دیتی ہے۔ اور عورتوں پتوں تک کو تو ہوتی ہی ہے۔ جانوروں کو بھی ہو جاتی ہے۔

بلاؤں اور خوف کی افادیت

طاعون بجائے خود انسان کے ایمان کے پرکھے جانے کا بھی ایک ذریعہ ہے۔ اب طاعون تو ان زمانہ میں نرا

سہان ہو کر آئی ہے۔ اگر طاعون نہ ہوتی تو سچے مسلمان کا پتہ لگنا ہی مشکل ہوتا۔ جو خدا تعالیٰ سے ڈرتے ہیں۔ وہ اس وقت طاعون کو دیکھ کر جلد تبدیلی کرتے ہیں۔ یہ دیکھا گیا ہے کہ معمولی موتیں جو ہر روز ہوتی رہتی ہیں۔ یہ گو انسان کو بیدار کرنے کے لیے کافی ہیں۔ اگر وہ ان سے عبرت حاصل کرے۔ لیکن تجربہ بتاتا ہے کہ وہ ناکافی ہیں اور وہ دنیا کے تعلقات پر موت وارد کرنے کے لیے اس قدر مفید اور موثر ثابت نہیں ہوتی ہیں جس قدر کہ اب طاعون۔ اور اس کی وجہ یہ ہے کہ معمولی موتیں اب معمولی موتیں ہونے کی وجہ

سے اس قدر خوفناک نہیں رہی ہیں۔ لیکن اب طاعون کے حملوں سے ایک مالگیر خوف چھا گیا ہے اور یہ وقت ہے کہ خدا تعالیٰ ہی کو اپنا ماویٰ دلجا بنایا جاوے۔ خود کر کے دیکھو۔ کہ کس قدر وحشت ہو سکتی ہے۔ جب ایک گھر میں دو چار مڑے پڑے ہوں اور کوئی اٹھانے والا بھی موجود نہ ہو۔ غرض طاعون اب انسان کا جو ہر کھول کر دکھا دیتی ہے۔ مصیبت اور مشکلات میں انسان کے ایمان کے پرکھنے کا ایک ذریعہ ہیں۔ چنانچہ قرآن شریف میں آیا ہے۔ اَحْسِبِ النَّاسُ اَنْ يُّشْكِرُوْا اَنْ يَّعُوْذُوْا اِلَيْنَا دُهْنًا لَا يُفْتَقُوْنَ۔ (المنکبوت ۳۱)۔

اب ہم دیکھتے ہیں کہ ہیں جماعت کو بہت زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ کیونکہ یہ موت سب سے بڑھ کر مُنذرات میں سے ہے۔ جو تبدیلی اس نگارہ موت سے ہو سکتی ہے۔ وہ دوسری مُنذرات سے نہیں ہوتی۔

خدا تعالیٰ جو تبدیلی چاہتا ہے وہ اسی طرح ہوتی ہے۔ یہ وقت ہے کہ لوگ خدا کی طرف رجوع کریں۔ اور اس سے دُعائیں مانگیں کہ ایک پاک تبدیلی انہیں عطا ہو۔ جن لوگوں کی پاک تبدیلی خدا تعالیٰ و ماقول سے چاہتا ہے۔ ان کی تبدیلی اس طرح ہوتی ہے کہ اُن پر بلائیں اور خوف آتے ہیں۔ جیسے فرمایا: وَكُنْتُمْ لَكُمُ بَشِيْرًا مِّنَ الْفُؤَادِ وَالْجُوعِ۔ (البقرہ ۱۵۶) اگر انسان کے افعال سے گناہ دُور ہو جاوے تو شیطان چاہتا ہے کہ آنکھ، کان، ناک، تھک ہی رہے اور جب وہاں بھی اُسے قابو نہیں لیتا۔ تو پھر وہ یہاں تک کوشش کرتا ہے کہ اور نہیں تو دل ہی میں گناہ رہے۔ گویا شیطان اپنی لڑائی کو انتقام تک پہنچاتا ہے، مگر جس دل میں خدا کا خوف ہے، وہاں شیطان کی حکومت نہیں چل سکتی۔ شیطان آخر اس سے مایوس ہو جاتا ہے اور الگ ہوتا ہے اور اپنی لڑائی میں ناکام و نامراد ہو کر اسے اپنا لویا بستر باندھنا پڑتا ہے۔ بہت سے لوگ اس قسم کے ہیں کہ وہ نفسانی قیدوں اور ناجائز خیالات سے الگ ہونا نہیں چاہتے اور کوئی بات ان پر موثر نہیں ہوتی۔ آخر خدا تعالیٰ اُن پر یوں رحم کرتا ہے کہ بعض ابتلا آجاتے ہیں، تو وہ آہستہ آہستہ اُن سے باز آجاتے ہیں۔

اس وقت عام طور پر قوموں کا مناظرہ خدا تعالیٰ کی طرف سے پیش قوموں کا باہمی جدال آ گیا ہے مگر اس میں فتح و نصرت اُسی کو ملے گی جو خدا کے نزدیک تقویٰ والی ہو اور زبان کو سنبھال کر رکھے۔ بندوں پر ظلم نہ کرے۔ ان کے حقوق کی رعایت کرے۔ سفر میں، جھڑپ میں، اپنی نوع انسان کی ہمدردی اور رعایت کرے تو خدا تعالیٰ اس کی رعایت کرتا ہے۔ جب وہ تقویٰ دیکھتا ہے تو وہ خود اس کا دل اور مددگار ہوتا ہے۔ یہ بالکل سچی بات ہے کہ خدا تعالیٰ

کامی کے ساتھ کوئی جسمانی رشتہ نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ خود انصاف ہے اور انصاف کو دوست رکھتا ہے۔ وہ خود عدل ہے عدل کو دوست رکھتا ہے۔ اس لیے ظاہری رشتوں کی پرواہ نہیں کرتا۔ جو تقویٰ کی رعایت کرتا ہے اسے وہ اپنے فضل سے بچاتا ہے اور اس کا ساتھ دیتا ہے۔ اور اسی لیے اُس نے فرمایا:

إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ (الجمرات: ۱۳۱) پس اس مناظرہ میں متقی ہی کامیاب ہوگا۔

طائف عرب کی تجارتی اشیاء کا ذکر ہوتا رہا۔ اور طائف کے ذکر پر فرمایا کہ:

وہ گویا اس ریگستان میں بہشت کا نمونہ ہے۔

اسی ذکر میں یہ بھی کہا گیا کہ

عرب میں بازاروں میں ہر ایک چیز بھی ختم نہیں ہوتی۔ ہر وقت جس قدر چاہو میسر کر سکتی ہے۔

میاں اللہ بخش صاحب امرتسری نے عرض کیا کہ حضور یہ
برات کے ساتھ باجا بجانا
جو براتوں کے ساتھ باجے بجاتے جاتے ہیں۔ اس کے

متعلق حضور کیا حکم دیتے ہیں۔ فرمایا:

فقہاء نے اعلان بالذم کو نکاح کے وقت جائز رکھا ہے اور یہ اس لیے کہ پیچھے جو مقدمات ہوتے ہیں تو اس سے گویا ایک قسم کی شہادت ہو جاتی ہے۔ ہم کو مقصود بالذمات لینا چاہیے۔ اعلان کے لیے یہ کام کیا جاتا ہے، یا کوئی اپنی شہنی اور فعلی کا اظہار مقصود ہے۔ دیکھا گیا ہے کہ بعض چُپ چاپ شادیوں میں نقصان پیدا ہوتے ہیں یعنی جب مقدمات ہوتے ہیں تو اس قسم کے سوال اٹھانے لگتے ہیں۔ غرض ان خرابیوں کو روکنے کے لیے اور شہادت کے لیے اعلان بالذم جائز ہے اور اس صورت میں باجا بجانا منع نہیں ہے، بلکہ نسبتوں کی تقریب پر جو شکر وغیرہ بانٹتے ہیں۔ دراصل یہ بھی اسی غرض کے لیے ہوتی ہے کہ دوسرے لوگوں کو خبر ہو جاوے اور پیچھے کوئی خرابی پیدا نہ ہو۔ مگر اب یہ اصل مطلب مفقود ہو کر اس کی جگہ صرف رسم نے لے لی ہے اداس میں بھی ہدایت سی باتیں اور پیدا کی گئی ہیں۔ پس ان کو رسوم نہ قرار دیا جاوے بلکہ یہ رشتہ ناطہ کو جائز کرنے کے لیے ضروری امور ہیں۔ یاد رکھو جن امور سے مخلوق کو فائدہ پہنچا ہے، شرع اس پر ہرگز زد نہیں کرتی کیونکہ شرع کی خودیہ غرض ہے کہ مخلوق کو فائدہ پہنچے۔

آتش بازی اور تماشا وغیرہ بالکل منع ہیں، کیونکہ اس سے مخلوق کو کوئی فائدہ بجز نقصان کے نہیں ہے۔ اور باجا بجانا بھی اسی صورت میں جائز ہے، جبکہ یہ غرض ہو کہ اس نکاح کا عام اعلان ہو جائے۔

اور نسب محفوظ رہے، کیونکہ اگر نسب محفوظ نہ رہے تو زنا کا انہی شہرہ ہوتا ہے۔ جس پر خدا نے بہت ناراضی ظاہر کی ہے۔ یہاں ہم کہ دنا کے متحکب کو عکسا کرنے کا حکم دیا ہے۔ اس لیے اعلان کا انتظام ضروری ہے، البتہ ریا کاری، فسق و فجور کے لیے یا صلاح و تقویٰ کے خلاف کوئی منشا ہو تو منع ہے۔

شریعت کا مدار نرمی پر ہے سختی پر نہیں ہے۔ لَا يُمَكِّثُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا أَوْسَعًا (البقرہ : ۲۸۷) باجا کے متعلق حرمت کا کوئی نشان بجز اس کے کہ وہ صلاح و تقویٰ کے خلاف اور ریا کاری اور فسق و فجور کے لیے ہے، پایا نہیں جاتا اور پھر اعلان بالذم کو فقہاء نے جائز رکھا ہے اور اصل اشیاء ملت ہے، اس لیے شادی میں اعلان کے لیے جائز ہے۔

پھر یہ سوال کیا گیا کہ لڑکی یا لڑکے والوں کے ہاں جو جوان عورتیں بل کر گھر میں گاتی ہیں۔ وہ کیسا ہے؟

شادی کے موقعہ پر لڑکیوں کا گانا

فرمایا :

اصل یہ ہے کہ یہ بھی اسی طرح پر ہے۔ اگر گیت گندے اور ناپاک نہ ہوں، تو کوئی حرج نہیں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب مدینہ میں تشریف لے گئے تو لڑکیوں نے بل کر آپ کی تعریف میں گیت گاتے تھے۔

مسجد میں ایک صحابی نے خوش الحانی سے شعر پڑھے تو حضرت عمرؓ نے ان کو منع کیا۔ اس نے کہا کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے پڑھے ہیں۔ تو آپ نے منع نہیں کیا، بلکہ آپ نے ایک بار اس کے شعر سنے تو آپ نے اس کے لیے رحمت اللہ فرمایا۔ اور جس کو آپ یہ فرمایا کہتے تھے وہ شہید ہو جایا کرتا تھا۔ غرض اس طرح پر اگر فسق و فجور کے گیت نہ ہوں، تو منع نہیں۔ مگر مردوں کو نہیں چاہیے کہ عورتوں کی ایسی مجلسوں میں بیٹھیں۔ یہ یاد رکھو کہ جہاں ذما بھی مظنہ فسق و فجور کا ہو وہ منع ہے۔

بزد و درج کوشش و صدق و صفا

ولیکن یغفرانے بر مصطفیٰ

یہ ایسی باتیں ہیں کہ انسان خود ان میں فتویٰ لے سکتا ہے جو امر تقویٰ اور خدا کی رضا کے خلاف ہے، مخلوق کو اس سے کوئی فائدہ نہیں ہے۔ وہ منع ہے۔ اور پھر جو اسراف کرتا ہے وہ سخت گناہ کرتا ہے۔ اگر ریا کاری کرتا ہے، تو گناہ ہے۔ غرض کوئی ایسا امر جس میں اسراف، ریا، فسق، ایذا سے خلق کا شائبہ ہو وہ منع ہے اور جو ان سے صاف ہو وہ منع نہیں، گناہ نہیں، کیونکہ اصل اشیاء کی ملت ہے۔

ہر ایک کا کام نہیں کہ دین کے لیے بات کرنے، پہلے خود متقی ہونا چاہیے تاکہ
سخن کو دل بردوں آید نشیند لاجرم بر دل
کا صدق ہو۔

منطقی بات بد بودار ہوتی ہے کیونکہ اس میں نرے داؤ بیچ ہی ہوتے ہیں اس لیے منطقیانہ
طریق کو چھوڑ کر مار فاضہ تقریر کا پہلو اختیار کرنا چاہیے۔

۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء

در بار شام

آج بعد عصر حضرت صاحبزادہ بشیر الدین محمود احمد سلمہ اللہ الامد کی برات رڑکی سے واپس آئی تھی۔
اس موقع پر ایڈیٹر الحکم نے اپنی احمدی جماعت کی طرف ایک مبارکباد کا خاص پرچہ پیش کیا جو برات
کے دارالامان پہنچنے ہی شائع کیا گیا تھا۔

واقعه میلہ کے بعد مسیح کی زندگی کے متعلق پطرس کی شہادت
قبل نماز مغرب جب
حضرت جری اللہ فی

علی الانبیا علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو رڑکی سے آتے ہوئے اصحاب نے جو برات میں
گئے تھے حضرت مفتی محمد صادق صاحب نے (جو حضرت اقدس کے سلسلہ میں ایک دستخدا گوہر ہیں
اور جو بیسائیوں کی کتابوں کو پڑھ کر ان میں سے سلسلہ عالیہ کے مفید مطلب معنائیں کے اقتباس کرنے کا
بے حد شوق اور جوش رکھتے ہیں) پطرس کے متعلق سنایا کہ رڑکی میں پادریوں سے ل کر میں نے اس
سوال کو حل کیا ہے۔ معلوم ہوا ہے کہ میلہ کے وقت پطرس کی عمر ۳۰ یا ۴۰ سال کے درمیان تھی۔
ناظرین کو اس سوال "عمر پطرس کی ضرورت" کے لیے ہم الحکم کا وہ نوٹ یاد دلاتے ہیں جس میں ظاہر
کیا گیا تھا کہ بعض کا فذات اس قسم کے ہیں جن میں پطرس نکلتا ہے کہ میں نے مسیح کی ولادت کے تین سال
بعد ان کو نکھا ہے۔ اور اب میری عمر ۹۰ سال کی ہے۔ گویا مسیح نے جب وفات پائی، تو پطرس کی عمر
۸۰ سال کی ہوئی اور واقعہ میلہ کے وقت پطرس کی عمر تیس اور چالیس کے درمیان بتائی جاتی ہے۔ تو
اب اس سے صاف نتیجہ نکلتا ہے کہ مسیح واقعہ میلہ کے بعد کم از کم ۴۰ سال تک بوجہ اس
تحریر کے زندہ رہا۔ اور پطرس ان کے ساتھ رہا۔ اور یہ ثابت ہو گیا کہ میلہ پر مسیح نہیں مرا بلکہ طبی

موت سے مراد ہے اور نہ آسمان پر اس جسم کے ساتھ اٹھایا گیا، کیونکہ راس المہارین پطرس اس کی موت کا اعتراف کرتا ہے اور موت کا وقت دیتا ہے۔
مفتی صاحب نے یہ عظیم الشان خوشخبری حضرت کو سنائی۔ پھر نماز مغرب ادا ہوئی۔

بعد نماز مغرب

۳۔ بعد ادا تے نماز
مغرب حضرت جتہ اشد

ڈاکٹر خلیفہ رشید الدین کے اخلاص اور نور فراست کا ذکر

حسب معمول شہ نشین پر اجلاس فرمایا ہوئے۔ بیٹھے ہی حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے مبارکباد دی اور عرض کیا کہ حضور ڈاکٹر صاحب کو بہت ہی غصہ پایا ہے۔ کوئی بات انہوں نے نہیں کی۔ یہی کہا ہے کہ جو حکم دیا ہے وہ کر دو۔ جماعتوں میں سے بھی کوئی شریک نہیں ہوا۔ فرمایا؛
خدا تعالیٰ نے ان کو بہت اخلاص دیا ہے اور یہ تقریب پیدا کر دی کہ مخالف جماعتوں سے قطع تعلق ہو جاوے۔

پھر مولوی صاحب نے عرض کی کہ باوجودیکہ کوئی تکلف کی بات نہ تھی، مگر وہ بڑی ہی خاطر و تواضع سے ہمیش آتے اور اسی میں ادھر ادھر پھرتے رہے۔ فرمایا؛
ان میں اہلیت اور ذہن کی بہت ہے۔

اس پر حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے عرض کی کہ حضور جب حکم میں میرا ایک خطبہ قتلہ دَرَجَت پر شائع ہوا تو انہوں نے بڑے ہی اخلاص اور صدق سے خط لکھا کہ اس کو پڑھ کر میرا ایمان بڑا قوی اور تازہ ہو گیا ہے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا
میں نے دیکھا ہے کہ ان میں نور فراست ہے۔ وہ باپ سے بھی اس معاملہ میں گفتگو کیا کرتے تھے۔

حافظ محمد یوسف اور قطع التوہین کا ذکر یوسف کا ذکر آگیا کہ :

اس نے اشتہار دیا ہے اور اس میں قطع التوہین کا حال دیا ہے۔ اس نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت توہین کی ہے کہ ایک مغزری کو بھی وہ تسلیم کرتا ہے کہ ۲۳ برس تک زندہ رہتا ہے؛ حالانکہ

خدا تعالیٰ نے آپ کی صداقت کا یہ عمل زمانہ مفروضہ کیا ہے۔ ایک انسان کو اگر کھسا جاوے کہ تیری شکل جاوڑ
 جیسی ہے اس کی توہین ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدت نبوت کو کتاب کی طرح کہنا ساخت
 بے ادبی ہے۔ آپ کی پاک زندگی کو مومن کہیں کسی ناپاک انسان کی زندگی سے مشابہت نہیں دے سکتا۔
 آپ کی آمد اس وقت ہوئی جب دنیا فسق و فجور اور فساد سے بھری ہوئی تھی اور آپ اس وقت دنیا سے
 رخصت ہوئے جب آپ پورے کامیاب ہو گئے اور سب کام کر لیے۔ اس اشتہار کا جو اب لکھنا ضروری
 تھا۔ اس لیے میں نے ایک رسالہ مختصر سا بنا دیا ہے اور ضروری ہے کہ اس پر ٹائٹل پیج بھی لگا دیا جاوے۔
 بائبل میں بھی پھرنے چھوٹے میچھے موجود ہیں۔ اس میں چونکہ مذہب کو تبلیغ ہے، اس لیے اس کا نام
 تحفۃ المصلوۃ رکھ دیا ہے۔

مبارک بشارت
 اب بہتر ہے کہ اس کے پیچھے ایک مبارک بشارت لکھ دی جاوے کہ
 عیسائیوں کے محققین کی تحریروں سے ثابت ہو گیا ہے کہ حضرت عیسیٰ
 مصلوب کے واقعہ کے بعد بھی زندہ رہے جیسا کہ پطرس کی اس تحریر سے جوتی ہے معلوم ہوا۔
 اس حقیقت سے ہر ایک متقی کو خوش ہونا چاہیے، کیونکہ یہ ان کا فدا ہے ثابت ہوئی ہے جو
 مسیح کے خاص عماری پطرس کے لکھے ہوئے ہیں۔

دُنیا میں اس وقت ایک عام تحریک ہو رہی ہے اور آگے دن ایک نہ ایک بات ہماری تصدیق
 اور تائید میں نکلتی آتی ہے۔ یہ خدا کا کام ہے۔ اب دیکھ لو کہ یہ کاغذ نکل آتے ہیں جو پطرس کے لکھے ہوئے
 ہیں۔ ہماری جماعت ان کو پڑھ کر خوش ہوگی اور ان کا ایمان بڑھے گا۔

خاتم النبیین کے معنی
 خاتم النبیین کے معنی یہ ہیں کہ آپ کی نمبر کے بغیر کسی کی نبوت
 تصدیق نہیں ہو سکتی جب نمبر گنا جاتی ہے تو وہ کاغذ بند
 ہو جاتا ہے اور مصدقہ بجا جاتا ہے۔ اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نمبر اور تصدیق میں نبوت
 پر نہ ہو وہ صحیح نہیں ہے۔

ہماری تعلیم
 محشی لوح میں میں نے اپنی تعلیم لکھ دی ہے اور اس سے ہر ایک شخص
 کو آگاہ ہونا ضروری ہے۔ چاہیے کہ ہر ایک شہر کی جماعت جلسے کر کے
 سب کو یہ سناوے۔ ایک مستعد اور فاضل شخص کو بھیج دی جاوے جو پڑھ کر سناوے اور اگر یونہی
 قیتم کرنے کو تو خواہ پچاس ہزار ہو کافی نہیں ہو سکتی ہیں۔ اس ترکیب سے اس کی اشاعت بھی ہو جائے گی اور وہ
 وحدت جو ہم چاہتے ہیں جماعت میں پیدا ہونے لگے گی۔

دو گروہ
خدا تعالیٰ نے دو گروہ بنا دیئے ہیں۔ جیسے صدر اسلام میں تھے۔ ایک منعقاد اور
غریبہ کا گروہ ہے اور دوسرے وہ جو تقاضا کرتے رکھتے ہیں۔

دربارِ شام

۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء

بعد اوائے نماز مغرب حضرت حجۃ الارض حسب معمول شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے۔
میاں غلام رسول تمام امرتسر نے اپنی شکایات کا ذکر کیا کہ مخالفت کس طرح پران کو تکلیفیں دیتے ہیں۔
اور اس نے یہ بھی ذکر کیا کہ وہ غلام محمد لڑکا جس نے یہاں سے جا کر ایک گندہ اشتہار شائع کیا ہے وہ
سخت تکلیف دہ ہے۔

ایک ہندو فقیر کوٹ پورہ سے آیا ہوا تھا۔ جو آج صبح بھی ملا تھا۔ اس وقت پھر اس نے سلام کیا۔
حضرت اقدس نے نہایت شفقت سے فرمایا کہ :

یہ ہمارا مہمان ہے اس کے کھانے کا انتظام بہت جلد کر دینا چاہیے۔
چنانچہ ایک شخص کو حکم دیا گیا اور وہ ایک ہندو کے گھر اس کو کھانا کھلانے لے گیا۔
میاں غلام رسول نے پھر اپنی تکالیف کا ذکر کیا اور کہا کہ امرتسر کے مخالفوں نے باہم اتفاق کر کے یہ
سازش کی ہے کہ جن گھروں میں میں کھانا پکوانے جایا کرتا تھا۔ ان کو بند کر دیا ہے کہ وہ مجھ سے کھانا نہ پکوائیں۔
حضرت اقدس نے فرمایا :

ممبر کرنا چاہیے۔ خبر ہے کہ تمہارے بولے کتنے گھر ختم ہونے لگے ہیں؟ اور ان سے دو چند سے چند
تم کو بل جائیں گے۔ طاعون شروع ہو گئی ہے اور وہ ابھی نہیں ٹھنکا کرتے ہیں۔ اس لیے تم ان باتوں کا ذکر
ہی نہ کرو کہ گھر چھوٹ گئے ورنہ ثواب جاتا رہے گا۔

طاعون کی اقسام
طاعون کے ذکر پر فرمایا :

تین قسم کی طاعون ہے۔ اول موفت تب پڑتا ہے اور گلی بھکتی ہے اور بعض ایسے ہیں کہ سنت تب
ہی ہوتا ہے۔ اور بعض ایسی ہوتی ہے کہ نہ تپ ہے نہ کچھ اور اس طاعون ہی جو جاتا ہے۔

جناب نواب صاحب کے لڑکے
پھیل کی ہڈی گلے میں چھنسی جائے گا علاج

کے گلے میں ایک ہڈی کا ٹکڑا چھنسی گیا تھا۔
مولوی صاحب اس کے علاج کے لیے گئے ہوئے تھے۔ جب نواب صاحب کے ساتھ واپس آئے
تو انھوں نے ذکر کیا کہ ہڈی چھنسی گئی تھی اور شکر ہے کہ نکل گئی۔ فرمایا:

پھیل کی ہڈی کا علاج تو سہل ہے کہ وہی برہ کر ملا کر پلایا جاوے، تو فوراً نکل جاتی ہے۔
اور فرمایا کہ:

قدر کا فضل قدم قدم پر انسان کو مطلوب ہے اگر اس کا فضل نہ ہو تو یہ جی نہیں سکتا۔

مولوی عبداللہ صاحب کبیر نے دھرم کوٹ میں جو
سیح موجود کا ذکر قرآن کریم میں ان کا مباحثہ ہوا تھا اس کا مختصر سا تذکرہ کیا اور مہربانی بخش

صاحب بنا لینی کا بھی ذکر کیا کہ وہ وہاں آئے تھے اور انھوں نے ایک مختصر سی تقریر کی تھی۔ مولوی عبداللہ
صاحب نے کہا کہ وہ بار بار یہ اعتراض کرتے تھے کہ مرزا صاحب کا نام قرآن سے نکال کر دکھاؤ۔
اسی پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

وہ احمق نہیں جانتے کہ اگر خدا تعالیٰ ایسے صاف طور پر کہتا تو اختلاف کیوں ہوتا؟ یہودی اسی
طرح تو ہلاک ہو گئے۔ بات یہ ہے کہ اگر خلاص طرح پر پردہ بر انداز کلام کرے تو ایمان ایمان ہی نہ
رہے۔ فراسٹ کر دیکھنا چاہیے کہ حق کیا ہے؟ ہماری تائید میں تو اس قدر دلائل ہیں کہ فراسٹ والا
سیر ہو کر کتاب ہے کہ یہ سچ ہے۔

یاد رکھو کہ گفتگو کرتے وقت مزوری ہے کہ پہلے اندہ سبب متعین کرو۔

اس پر حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت نے عرض کیا کہ گودا سپرد میں ایک شخص حیر
پاس آیا اور اس نے کچھ سوال کئے۔ میں نے کہا تم حکم کسی راستہ کو دینا میں مانا ہے یا نہیں۔ جس دلائل سے
اس کو مانا ہے اس دلیل سے حضرت اقدس نے پتے ہیں۔ پھر خاموش ہو گیا۔

فرمایا:

یہ لوگ جو بار بار پوچھتے ہیں کہ قرآن میں کہاں نام ہے؟ ان کو معلوم نہیں کہ خدا تعالیٰ نے میرا
نام احمد رکھا ہے۔ بُوذِکْتَ يَا أَحْمَدُ وَفِيهِ مَبْنَعُ الْعَامِ ہیں۔ میرا نام محمد رکھا مُحَمَّدٌ ذَسُّوْا اللّٰهَ
وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّ مِنْهُ أَوْ حَطَّ مِنَ حَقِّهِمْ وَأَنْتُمْ عَلَيْهِمْ كَالْجِبَالِ وَالَّذِيْنَ مَعَهُ أَشِدَّ مِنْهُ أَوْ حَطَّ مِنَ حَقِّهِمْ
ہیں کیا یہ نام قرآن شریف میں نہیں ہیں؟ پھر جن قدم میرے نام آدم۔ حسی۔ داد۔ سلیمان

دیفرہ رکھے ہیں۔ وہ سب قرآن میں موجود ہیں۔ اسوا اس کے یہ سلسلہ اپنے ساتھ ایک لمبی نبوت رکھتا ہے۔ اگر ان لمبی امور کو کجانی طور پر دیکھا جاوے، تو آفتاب کی طرح اس سلسلہ کی سچائی روشن نظر آتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے میرے سارے نبیوں کے نام رکھے ہیں اور آخر نبی صلی اللہ فیہ وسلم اللہ فیہ وسلم کہہ دیا ہے۔

مقام خاتم النبیین
ہم جس طرح پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین مانتے ہیں۔ اور میرے یہ کہتے ہیں کہ خدا نے میرا نام نبی رکھا۔ یہ بالکل سچی بات ہے ہم رسول اللہ

صلی اللہ علیہ وسلم کو چشمہ افادیت مانتے ہیں۔ ایک چراغ اگر ایسا ہو جس سے کوئی دوسرا روشن نہ ہو۔ وہ قابل تعریف نہیں ہے، مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہم ایسا نور مانتے ہیں کہ آپ سے دوسرے روشنی پاتے ہیں۔ یہ جو خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ ابًا أَحَدٍ مِّنْ دِينٍ مَّا كَانَ اللَّهُ وَ

خَاتَمَ النَّبِيِّينَ۔ (الاحزاب ۴۱) یہ بالکل درست ہے۔ خدا تعالیٰ نے آپ کی جسمانی ابوت کی نفی کی۔ لیکن آپ کی روحانی ابوت کا استثناء کیا ہے۔ اگر یہ مانا جائے جیسا کہ ہمارے مخالف کہتے ہیں کہ آپ کا نہ کوئی جسمانی پیشا ہے نہ روحانی تو پھر اس طرح پر معاذ اللہ یہ لوگ آپ کو ابتر مہم لگاتے ہیں، مگر ایسا نہیں۔

آپ کی شان تو یہ ہے کہ اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكَوْكُوبَةَ وَصَلَّىٰ بِرَبِّكَ وَ اَنْعَمْنَا لَكَ شَانَتْ هُوَ لَا يَنْتَرُ (انکوثر ۲ تا ۴) اللہ تعالیٰ نے نعم نبوت کی آیت میں فرمایا ہے کہ جسمانی طور پر آپ اب نہیں، مگر روحانی سلسلہ آپ کا جاری ہے۔ لیکن مافات کے لیے آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ آپ خاتم ہیں۔ آپ کی مہر سے نبوت کا سلسلہ چلتا ہے۔

ہم خود بخود نہیں بن گئے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدوں کے موافق جو بنایا وہ بن گئے۔ یہ اس کا فعل اور فضل ہے۔ يَفْعَلُ مَا يَشَاءُ۔ خدا نے جو وعدے نبیوں سے کیے تھے۔ ان کا ظہور ہوا ہے۔

براین میں یہ الہام اس وقت سے درج ہے۔ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْفُوفًا۔ سَدَدِي اللّٰهُ وَرَسُوْلُهُ وَ كَانَ اَمْرًا مَّقْفُوفًا۔ وغیرہ اس قسم کے بیسیوں الہام ہیں۔ جن سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی ارادہ فرمایا ہوا تھا۔ اس میں ہمارا کچھ تصرف نہیں کیا جس وقت اللہ تعالیٰ نے نبیوں سے یہ وعدہ فرماتے ہم حاضر تھے جس طرح خدا تعالیٰ مرسل بھیجتا ہے، اسی طرح اس نے یہاں اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ آئندہ کے لیے اگر اس قسم کے جیسے گفتگو کے ہوں، تو سوالات پہلے قبل بند ہونے چاہئیں تاکہ ان کے جوابات دیکھ لیے جائیں کیونکہ ہم تو ان بحثوں کا سلسلہ بند کر چکے ہیں۔

کیونکہ یہ کوئی بیڑ بازی نہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ پہلے سے مُرتب ہو جاوے۔

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور نے جو کہا ہے کہ سورہ نور سے نور

حاصل کرو۔ یہ ایک سلیف نکتہ معرفت ہے۔

ایک شخص نے سوال لکھ کر بھیجا تھا کہ میرے دادا نے مکان کے ایک حصہ ہی کو مسجد بنایا تھا۔ اور اب اس کی ضرورت نہیں رہی تو کیا اس کو مکان میں ملا لیا جائے؟ فرمایا
 ”ہاں۔ ملا لیا جاوے۔“

زاں بعد بعد نمازِ عشا۔ اجلاس ختم ہوا

۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء (بعد نماز عصر)

مولوی کرم الدین صاحب ہمیں نے سائین مسرٹی
 شاہ گولڑوی کے پرودہ دری والے مضمون کو پڑھ کر
 اور سن کر ایک خط لکھا۔ جن میں انہوں نے دیکھی دی تھی کہ اب جو کچھ مجھ سے ہو سکے گا میں کر دوں گا۔ فرمایا:
 اُن کو لکھ دو کہ تمہاری دیکھی تم پر ہی پڑے گی۔ جو ڈوسرے مولویوں پر پڑا ہے، وہی تم پر پڑے گا۔ بہاری
 باتیں آسانی ہیں۔ ہم مضمون نہیں سوچتے۔ یہ نامردی ہے۔ کہ تم نے نام تک نہیں لکھا۔

در بارِ شام

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طبیعت، بعد از منہ ز کام ناساز تھی۔
 بعد ازاں سے نماز مغرب جب آپ اجلاس فرما ہوئے تو ڈاکٹر علیغدا شہید لکھا

مختلف مسائل پر گفتگو
 صاحبِ ہمتی شہدہ عرض کرتے رہے، پھر مولانا مولوی محمد علی صاحب نے منشی منظر علی صاحب کا خط سنایا
 جو میگزین کو پڑھ کر اس سلسلہ کی طرف متوجہ ہونے لائے۔ انہوں نے اپنے مزید اطمینان کے لیے چاہا تھا
 کہ ایک مقدمہ متواترہ کے انجام کے متعلق حضرت اقدس جواب دیں۔ آپ نے ہدایت انبیاء کے موافق
 جو اقراعی موجزات اگنے والوں کو جواب دینا چاہیے۔ جواب دیا اور فرمایا: کہ

الحق کہ جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۱۰۵ پر ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء

خدا تعالیٰ نشان نمائی میں اپنی شرائط رکھتا ہے۔

اس کے بعد مولانا مولوی سید محمد راجہ صاحب فاضل امر وہی نے اپنا ایک لطیف مضمون سنایا۔
پھر ٹیکہ طاعون پر مختلف باتیں ہوتی رہیں۔

اور طاعون کے ذکر آنے پر آپ نے اپنی پیشگوئی کو دہرایا کہ:
برائین میں اس کی خبر دی گئی ہے۔ اِقْأَمُرَّاللّٰهَ فَلَآ فَنَسْتَعِجِلُوْنَ اور پھر نذیر نام لکھا اور کہا کہ زور
آدر حملوں سے اس کی سچائی ظاہر کر دے گا۔ اور پھر فرمایا کہ یہی زور آدر حملے ہیں۔ انسان جب کوئی بیمار
ہی نہیں ہوتا، تو فاضل ہوتا ہے۔ لیکن جب زلزلہ کی طرح ہلایا جاتا ہے۔ پھر تبدیلی کرنا چاہتا ہے۔
ییسے فرعون کا حال ہوا۔

دوزخ

حدیث آتش دوزخ کہ گفت و اعظ شیخ

حدیث آتش دوزخ، حیدران است

خدا تعالیٰ سے جب انسان جدائی لے کر جاتا ہے، تو اس کے مثلات دوزخ ہوتے ہیں۔ خدا تعالیٰ
کے کلام میں کذب نہیں ہے۔ مَنْ يَخَافُ رَبَّهُ يَجْعَلْ مَخْرَجًا (طلہ : ۷۵) سچ فرمایا ہے۔ جب انسان خدا
اور دوزخ میں مبتلا ہے؛ اگرچہ وہ زندہ ہے، لیکن مردوں سے بھی بدتر ہے وہ زندگی جو مرنے کے بعد انسان
کو ملتی ہے وہ صلاح اور تقویٰ کے بدوں نہیں مل سکتی جس کو تپ چڑھی ہوتی ہے اسے کیونکر زندہ
کہہ سکتے ہیں سخت تپ میں کچھ معلوم نہیں ہوتا کہ رات ہے یا دن ہے۔

مولانا مولوی نور الدین صاحب حکیم الامت نے عرض کیا کہ روٹکی میں
شدمی اور شورور

بعض مسلمان آریہ ہو گئے ہیں۔ میں نے ان سے پوچھا کہ تمہیں کوئی
نفع پہنچا۔ اور اب شدہ ہو کر تم کس دوزخ میں ہوتے۔ اُس نے کہا کہ شورور ہیں۔ پھر دوسرے آریہ سے
پوچھا کہ آپ کون ہیں۔ اس نے کہا کہ میں بھی شورور ہوں۔ میں نے کہا کہ کیا آپ اپنی لڑکی ان کو دے
سکتے ہیں۔ خاموش ہی ہو گیا۔

مسٹر پگٹ کے متعلق ایک نوٹ فری تنکر سے سنایا گیا کہ لوگوں نے اس
پر حملہ کیا۔ پولیس نے بچا دیا۔ اور پھر مسٹر ڈوٹی کا اخبار سنایا گیا۔ اس نے

پگٹ اور ڈوٹی

ایک فقرہ لکھا ہے کہ مسیح نے دو ہزار سورتوں کو شیطان میں ڈال دیا۔ تو گویا سورت کے لیے اموزوں جبکہ شیطان ہے اور چھ سورتیں کیلئے بہترین جبکہ تمہارا پیٹ ہے۔

انجیل کی ایک تمثیل
انجیل میں ایک غیر کی مثال ہے جس کو ناظرین کی دل چسپی کے لیے ہم انجیل متی کے ۳۳ سے نقل کرتے ہیں۔ یہ مثال ڈوئی نے بیان کی ہے اور اس پر

حجتہ اللہ نے مختصر سی تقریر کی۔ وہ ذیل میں درج ہوگی۔ وہ مثال انجیل میں یوں لکھی ہے۔

”اس نے ایک اور تمثیل انہیں سنائی کہ آسمان کی بادشاہت اُس غیر کی طرح ہے جسے کسی عورت نے لیکر تین پیالہ آٹے میں بٹا دیا۔ اور جوتے ہوتے

سب غیر ہو گیا“
فسرمایا :

اگر یہ صحیح ہے تو یہ پیشگوئی ہے۔ عورت سے مراد دُنیا ہے اور مسیح سے لے کر اس وقت تک تین ہی پیمانے ہوتے ہیں۔ یعنی خود مسیح، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور اس وقت یہ سلسلہ ہم نے جو تعلیم لکھی ہے۔ اور کشتی نوح میں چھپی ہے۔ اس کو پڑھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ تین پیمانوں کو ایک کیا گیا ہے۔ عورت سے مراد دُنیا ہے۔ گو دُنیا نے طبعاً تقاضا کیا کہ یہ سلسلہ اس طرح پر قائم ہوں ہم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیم کو پیش کر کے مسیح کی تعلیم کے زوائد کو نکال دیا ہے۔ براہین کے الامات میں مجھے اور مسیح ابن مریم کو ایک ہی جوہر کے دو ٹکڑے کہا گیا ہے۔
اس کے بعد نمازِ عشاء کا دربار ختم ہوا۔

۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء (مسیح کی پیر)

یا جوج ماجوج
یا جوج ماجوج کے تذکرہ پر فرمایا کہ :

مِنْ بَلَدٍ حَدَّبَ يَثْرِبُونَ (الانبیاء : ۹۷) کے بعد وہ خدا سے جنگ کریں گے۔ اب گویا یہ خدا سے جنگ ہے۔ یہ استعارہ ہے کہ جب اقبال یہاں تک پہنچ جاوے کہ کوئی سلطنت ان کے

الحکمہ جلد ۶ نمبر ۲، صفحہ ۱۱۲-۱۱۳ پرچہ ۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مقابلہ نہ ٹھہرے تو پھر خدا سے جنگ کرنی چاہیں گے۔
خدا سے جنگ یہی ہے کہ نہ ان میں تفریح اور زاری ہے اور نہ دعا کی حقیقت پر نظر ہو بلکہ اسباب اور
تدابیر پر پورا بھروسہ ہو۔ اور قضا و قدر کا مقابلہ کیا جائے۔ ڈوئی کے سامنے جو ہمارا مقدمہ تھا۔ اس میں بھی خدا
نے یہی فرمایا کہ ہم گویا اتر کر لڑے۔ اِنَّا نَحْمِلُ الدِّنَانَ لِنَقْطَعَ اَلْعَدُوَّ وَ اَسْبَابَهُ۔ اور اس میں دونوں دشمن
ناکام اور نامراد رہے۔

جب قضا و قدر اٹل ہو تو پھر جو کوئی اس کا مقابلہ کرتا ہے، تو گویا خدا سے لڑائی کرتا ہے۔ یورپ کی
سلطنتوں اور خاص کر ہماری سلطنت کا بہت بڑا اقبال ہے۔ حدیث سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ ہر سلطنت
میں طاعون جاوے گی۔ ان کو خدا کے تعزیر پر یقین نہیں۔ پہلے بادشاہوں کا یہی حال تھا کہ جب کوئی
آفت رعایا پر آتی تو خود ان میں تفریح کی حالت پیدا ہوتی اور وہ دعائیں کرتے اور کراتے اور صدقات سے
کام لیتے۔ مگر آج کل تدابیر اور اسباب ہی پر سارا بھروسہ ہے۔ دعاؤں کو لغو اور بیہودہ شے سمجھا گیا ہے۔
اور اصل تو یہ ہے کہ قضا و قدر کا سارا سلسلہ تو سچے خدا پر ایمان لانا تھا۔ جب حضرت علیؑ علیہ السلام
کو خدا مان لیا۔ پھر اس سلسلہ پر کیوں ایمان لائے۔

ایفون کی مفسریت فرمایا :-

جو لوگ ایفون کھاتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہمیں موافق آگئی ہے۔ وہ موافق نہیں آتی۔ دراصل وہ اپنا
کام کرتی رہتی ہے اور قوی کونا بود کر دیتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے ہیں جو بشارت دی ہے یہ
پس ہے اور یہ ایک نشان ہے اس کی طرف
رَافِیَ اَحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ
سے۔ اللہ تعالیٰ کسی علاج سے منع نہیں کرتا، بلکہ شہد اور مشک وغیرہ کا خود ذکر کرتا ہے۔ اس لیے اگر
یہ کا ضروری ہوتا تو سب سے پہلے ہم کو حکم ہوتا۔ خود گورنمنٹ کو بھی اس پر پورا وثوق نہیں ہے۔ یہ الہام جو
رَافِیَ اَحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِی الدَّارِ ہے اس میں ڈرایا بھی ہے جبکہ اس نے فرمایا ہے۔ اِلَّا الَّذِیْنَ
حَدَّثُوا بِاِسْمِکَ یَا۔ جو لوگ فسق کی پرواہ نہیں کرتے وہ اللہ تعالیٰ کی ذمہ داری سے الگ ہیں۔ اور جن
لوگوں کی زندگی کا درجہ ختم ہو گیا ہے وہ بھی الگ ہیں۔ اور سب سے آخر یہ بات ہے کہ نسبتاً جو ان میں ہیں وہ

مخفوظ رہیں گے۔ قرآن شریف میں بھی آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ مومنوں اور کافروں میں ایک فرق رکھ دیتا ہے اور ان میں فاروق ہو جاتا ہے اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے۔

اس زندگی پر کیا مزہ ہے جو حشائش پر ہاتھ مارتا ہے۔ وہی زندگی بہشتی زندگی اور قابلِ قدر زندگی ہے جس میں اللہ تعالیٰ سے تمسک ہو؛ ورنہ حشائش پر ہاتھ مارنے والوں کی زندگی کی تو ایسی مثال ہے جیسے تلی کے بچے کے پیچھے کتا ہو اور وہ چوہے کے پل پر ہاتھ مارتا پھرے۔

کیا انسان ابتر اور وحشی تھا

جناب ڈاکٹر فیاض رشید الدین صاحب نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے ان سے اس امر پر گفتگو کی کہ انسان پہلے

وحشی تھا اور وہ پھر ترقی کرتے کرتے تہذیب کے درجہ پر پہنچا ہے۔ فرمایا کہ :

جب ہم انسان کو مذہب دیکھتے ہیں تو کیوں اس کی جڑ تہذیب نہ بتائیں۔ قرآن شریف سے ہی معلوم ہوتا ہے کہ نَعَدُ خَلْقَنَا الْإِنْسَانَ فِي أَحْسَنِ تَقْوِيمٍ ۚ ثُمَّ رَدَدْنَاهُ أَسْفَلَ سَافِلِينَ ۝ (البقرہ: ۴-۵) اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ پیچھے وحشی بن گئے۔ میں کہتا ہوں۔ کیا خدا تعالیٰ کو پہلا نمونہ عمدہ دکھانا چاہیے تھا یا خراب اور اول الذمہ دُذُو کا مصداق۔ خدا نے بُرا بنایا تھا اور پھر گھس گھس کر خود عمدہ بن گیا۔ خدا تعالیٰ کی شان میں گستاخی اور توہین ہے۔

مثنوی سے ایک مثال

اس کی تو وہی مثال ہے جو مثنوی میں ایک بہرہ کی حکایت لکھی ہے کہ وہ کسی بیمار کی عیادت کو گیا اور خود ہی تجویز کر لیا کہ پہلے

مزاج پوچھوں گا۔ وہ کہے گا۔ اچھا ہے۔ میں کہوں گا۔ الحمد للہ اور پھر میں پوچھوں گا۔ آپ کیا کھاتے ہیں۔ تو چونکہ وہ بیمار ہے یہی کہے گا کہ مونگ کی دال کھاتا ہوں۔ میں کہوں گا بہت اچھا۔ اور پھر پوچھوں گا بلیب کون ہے۔ وہ کہے گا کہ فلاں ہے۔ میں کہوں گا۔ خوب ہے۔ دستِ شفا ہے۔ لیکن جب وہاں گئے۔ تو

بہرہ۔ (مریض سے) آپ کا مزاج کیسا ہے؟

مریض۔ مُرْد ہوں۔

بہرہ۔ الحمد للہ۔

بہرہ۔ (مریض سے) آپ کی غذا کیسا ہے؟

مریض - خون جگر۔
 بہرہ - بہت اچھی غذا ہے۔
 بہرہ - (مریض سے) بلیب کون ہے؟
 مریض - ملک الموت۔
 بہرہ - بلیب اچھا ہے۔ دستِ شفا ہے۔
 ان لوگوں کی بھی کچھ ایسی ہی حالت ہے

کشتی نوح
 قرآن شریف سے پتہ لگتا ہے۔ کہ جب نوح کا بیٹا طوفان میں غرق ہونے لگا۔
 تو نوح نے کہا کہ تو آجا۔ تو اس نے کہا کہ مجھے تیر سے پاس آنے کی کوئی ضرورت
 نہیں۔ میں پہاڑ پر چڑھ جاؤں گا۔ گویا وہ نادان اپنے اسباب اور تدابیر سے بچنا چاہتا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ
 نے فرمایا کہ آج تجھے خدا سے کوئی بچانے والا نہیں۔ اسی طرح پر میرے الہام میں بھی یہی ہے کہ **وَاصْنِعِ الْفُلَكَ
 بِأَهْلِيْنَا وَدَعِيْنَا وَلَا تَخَاطِبْنِي فِي الْآذِينَ ظَلَمُوا أَنْفُسَهُمْ مُمْغَرِّقُونَ**۔ اور اس مسجد مبارک کے لیے فرمایا
مَنْ دَخَلَهُ كَانَ آمِنًا یہ دلالت کرتے ہیں۔ کہ ایک طوفانِ عظیم آنے والا ہے اور اس میں وہی لوگ بچیں
 گے۔ جو میری کشتی میں سوار ہوں گے۔ اور اب **إِنِّي أَحَافِظُ** (الہ) بھی اس کا مؤید ہے۔ اور وہ طاعون
 کا طوفان ہے اور براہین میں اس کی طرف اشارہ کر کے صاف فرمایا۔ **إِنِّي أَمْرٌ لِلَّهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُونِ**
 اس وقت جو اس میں سوار ہوتے ہیں اور اپنی تبدیلی کرتے ہیں وہ بچ جائیں گے۔

طاعون فرمایا:

زمانہ کی رسم کے موافق اب لوگ طاعون کو کہتے ہیں کہ یہ معمولی بات ہے۔ یہ ایک قسم کا عام ارتداد ہے
 جو پھیل رہا ہے۔ جو لوگ ڈاکٹر ہوتے ہیں، وہ نیم دہریہ ہوتے ہیں۔ وہ اپنے علاج اور اسباب پر اس قدر
 توکل اور تکیہ کیے ہوتے ہوتے ہیں۔ کہ خدا سے ان کو کوئی تعلق نہیں رہتا۔
 پنجاب میں طاعون کا حملہ بہت بڑھ کر ہے۔ جسبئی کراچی کا کوئی ادسط اس کے ساتھ مقابلہ نہیں کھاتا۔
 اور یہ بہت بڑھی ہوئی تعداد موت کی ہے۔

پنجاب پر طاعون کا حملہ کیوں ہو رہا ہے؟ ہمارے نزدیک اس کی یہ وجہ ہے کہ خدا نے یہاں ایک

سلسلہ قائم کیا ہے، تو اول الملکتین میں یہی لوگ ہوئے ہیں۔ اور انہوں نے ہی کفر کے فتوے دیئے ہیں۔ بعض آدمیوں نے کہا کہ یہ طاعون گویا ہماری شامت اعمال کا نتیجہ ہے۔ یہ آواز کوئی نئی آواز نہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو بھی کہا گیا تھا۔ **وَاَنْ تَصْبَهُمْ سَيِّئَةٌ يٰطِيْرًا يٰمُوسٰى وَمَنْ مَعَهُ (الاعراف: ۱۳۲)** مگر مجھے یہ تعجب ہے کہ یہ لوگ طاعون کو ہماری شامت اعمال کا نتیجہ بتاتے ہیں لیکن مبتلا خود ہوتے ہیں، حالانکہ اگر ہماری شامت اعمال معنی تو چاہیے تھا کہ طاعون کی خبر تم کو دی جاتی۔ مگر یہ کیا ہوا کہ خبر بھی ہم کو دی گئی اور موتیں تم میں ہوتی ہیں۔ برخلاف اس کے کہ ہماری حفاظت کا وعدہ کیا جاتا اور اسے ایک نشان مٹھرایا جاتا ہے۔ کچھ تو خدا سے ڈرو۔

خدا کے نذیر کے لیے زور آور حملے
خدا تعالیٰ کے نزدیک نذیر وہ ہوتا ہے جو خدا سے اس کے لیے تائیدی نشان جن میں اس کے مخالفوں کے لیے خوف ہو۔ اُدپر سے نازل کرتا ہے۔ لکھا ہے کہ خدا اُسے قبول کرے گا۔ اور بڑے زور آور حملوں سے اس کی تپائی ظاہر کر دے گا۔ خدا تعالیٰ کی پہل کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ زور آور حملے طاعون کے ہیں جن سے ہر راہ بند کی جاتی ہے اور مُنہ سے اقرار کرنا پڑتا ہے۔ **يَا مَسِيحُ الْخَلْقِ عَدُوًّا نَا۔**

سَدْوَا ندوہ کے متعلق ذکر تھا۔ فرمایا:

اصل یہ ہے کہ شتی کے لیے تو بولنے کی جگہ نہیں ہے۔ ہم نے جو کچھ لکھا ہے کہ **وَاللّٰهُ خَرَجَ مَنَا كُنْتُمْ مَكْتُمُونَ (البقرہ: ۷۲)** یہ لوگ جو امرت سر میں آتے ہیں ان کی بھی جھوٹی تہذیب نہ رہے، بلکہ اس کی حقیقت کھل جاوے۔ یاد رکھو ملاہند سے حق نہیں پھیلتا۔ بلکہ رہی سہی برکت بھی جاتی رہتی ہے۔ اگر کوئی شخص ڈر کر کہ یہ علماء کی جماعت ہے ان کے ساتھ ہو جاوے۔ ہم کو اُس کی پرواہ نہیں۔ جن لوگوں کے لیے سعادت مقدر ہے، ان کا حرج نہیں۔ خدا تعالیٰ ان کا آپ محافظ ہے اور یہ ہمیشہ ہوتا آیا ہے کہ بعض غیرت فطرت مرتد ہو جاتے ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں بھی ادریس کے وقت میں بھی مرتد ہوئے۔ اہم حق نہیں جانتے کہ ہماری طرف سے بات ہوتی تو یہ شوکت کب رہتی۔ طاعون ہی کے ذریعہ سے دس ہزار کے قریب لوگ اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو وہ خود اس سلسلہ کو ہلاک کر دیتا۔ آخری پیلے ان لوگوں کے رشتوں ناطوں اور جنازوں کے متعلق ہوتے ہیں۔ مگر دالوں نے بھی کئے تھے۔

گر جیسے وہاں پہلے ہی سے فیصلہ ہو چکا تھا کہ ان سے الگ ہیں۔ ویسے ہی یہاں بھی۔ جہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف مشورہ کیا گیا تھا۔ اس کا نام دارالمتدوہ تھا۔ وہ بھی آخری جیلہ تھا اور یہ بھی آخری جیلہ ہے۔

۴ مرتبہ کہہ کی طرح ہو رہا ہے۔ گندے اشتہار وہاں ہی سے شائع ہوتے ہیں۔ ابوجہل کے انخوان و انصار وہاں موجود ہیں اور دارالمتدوہ کی کمی تھی۔ وہ بھی آگیا۔

بعد عصر

عصر کی نماز سے فارغ ہو کر جب حضرت اقدس اندر تشریف لے گئے۔ تو لالہ شرمیت راتے اور لالہ ملا دامل جو قادیان کے آریوں میں پرانے آریہ ہیں اور حضرت اقدس کی اکثر پیشگوئیوں کے گواہ ہیں۔ اپنے اکثر احباب کو لے کر حضرت اقدس کی ملاقات کو آگئے۔ آپ نے ان میں سے ایک شخص معمر سفید ریش کو مخاطب کر کے فرمایا:

دُنیا کی کشمکش کی زندگی میں لذت نہیں۔ اگر خدا تعالیٰ کسی کو بیٹھے بٹھائے گزارہ دیدے تو کچھ ضرورت نہیں کہ انسان اہل حکومت کے پاس جاوے۔ ان لوگوں کے پاس جانا یہ بھی ایک قسم کا دوزخ ہے۔ ان لوگوں کی حالت غارش کی طرح ہے۔ کہ جو ایک مریض ہے اور کھیلانے والوں کو اس میں ایک لذت ملتی ہے۔ لیکن وہ شخص احمق ہی ہوگا جو اس لذت کو پسند کرے۔ اسی طرح حکام کے دروازوں پر جانا ایسا ہی ہے۔ گوشہ نشینی کی زندگی ایک قسم کی بہشتی زندگی ہے۔ کسی نے کہا ہے۔

بہشت آنجا کہ آزار سے نباشد
کے را باکے کارے نباشد

بچپن میں جو بچوں کو مدرسہ میں بٹھاتے ہیں۔ اس کی کشمکش ساری عمر یاد رہتی ہے۔ اُستاد کی حکومت کے نیچے ایک قسم کی غلطی معلوم ہوتی ہے۔ یہیں اس وقت تک بھی یاد ہے کہ چھٹی کے دن کے بعد یعنی ہفتہ کو جو مدرسہ کا جانا ہوتا تھا، تو سخت ناگوار گذر کرتا تھا۔ اور تو کچھ یاد نہیں رہا، مگر یہ درد مزور یاد ہے کہ مدرسہ جانا ایک درد محسوس ہوا کرتا تھا، کیونکہ مریض کے خلاف بھی ایک درد ہی ہوا کرتا ہے۔ اور جو لوگ حکام کے دروازوں پر جاتے ہیں جیسے زلیدار وغیرہ یا اور اسی قسم کے لوگ یہ عجیب عجیب قسم کے ابتلا میں پھنس جاتے ہیں۔ بعض کو رشوت لینے کی عادت ہو جاتی ہے۔ وہ آدمی بڑا ہی خوش نصیب ہے اور اس کو خدا

کا شکر کرنا چاہیے جو کسی حکومت کے نیچے نہیں اور جسے فکر نہیں کہ رات کو یاد ان کو کوئی آواز آنے گی۔ بعض لوگ ایسے ہونے میں اپنی عزت سمجھتے ہیں، مگر میں نے دیکھا ہے کہ وہ بڑے پابند ہوتے ہیں۔ ایک بار ایک ایسے کو چولپنے وقت پر نہیں آیا تھا۔ سزا ہوئی۔ اس نے کہا کہ میں شادی پر یا کہیں اور گیا تھا۔ حاکم نے اُسے کہا کہ کیا تم کو معلوم نہ تھا۔ کہ میں ایسے ہوں اور سزا دے دی۔ آخر چیف کورٹ نے اس کو بری کر دیا۔ غرض اس قسم کے مصائب اور مشکلات ہوتی ہیں اور پھر ان بیچاروں کی حالت اتاریق از عراق آوردہ شود کی مصداق ہو جاتی ہے خواہ اپیل میں بری ہو جاویں۔ مگر وہ بے عزتی اور مصائب کا ایک بار تو منہ دیکھ لیتے ہیں کیا اچھا کہا ہے سعدی نے : -

کس نیاید بحمانہ درویش

کہ خراج یوم و باغ گذار

جس قدر انسان کشمکش سے بچا ہوا ہو اسی قدر اس کی مرادیں پوری ہوتی ہیں۔ کشمکش واسے کے سینہ میں آگ ہوتی ہے اور وہ مصیبت میں پڑا ہوا ہوتا ہے۔ اس دُنیا کی زندگی میں یہی آرام ہے کہ کشمکش سے نجات ہو۔ کہتے ہیں ایک شخص گھوڑے پر سوار چلا جاتا تھا۔ راستہ میں ایک فقیر بیٹھا تھا جس نے شکل اپنا ستر ہی ڈھانکا ہوا تھا۔ اُس نے اُس سے پوچھا کہ سائیں جی کیا حال ہے؟ فقیر نے اُسے جواب دیا کہ جس کی ساری مرادیں پوری ہو گئی ہوں۔ اس کا حال کیسا ہوتا ہے؟ اُسے تعجب ہوا کہ تم ساری ساری مرادیں کس طرح حاصل ہو گئی ہیں۔ فقیر نے کہا جب ساری مرادیں ترک کر دیں، تو گویا سب حاصل ہو گئیں۔ حاصل کلام یہ ہے کہ جب یہ سب حاصل کرنا چاہتا ہے تو تکلیف ہی ہوتی ہے۔ لیکن جب قناعت کر کے سب کو چھوڑ دے، تو گویا سب کچھ ملنا ہوتا ہے۔ نجات اور نمکتی یہی ہے کہ لذت ہو، دکھ نہ ہو۔ دکھ والی زندگی تو نہ اس جہان کی اچھی ہوتی ہے اور نہ اُس جہان کی۔ جو لوگ محنت کرتے ہیں اور اپنے دلوں کو صاف کرتے ہیں، وہ گویا اپنی کمال آتارتے ہیں۔ اس لیے کہ یہ زندگی تو بہر حال ختم ہو جائے گی۔ کیونکہ یہ برفت کے ٹکڑہ کی طرح ہے خواہ اس کو کیسی ہی صندوقوں اور پیکر دلوں میں لپیٹ کر رکھو، لیکن وہ پگھلتی ہی جاتی ہے۔ اسی طرح پرخواہ زندگی کے قائم رکھنے کی کچھ بھی تدبیریں کی جاویں۔ لیکن یہ سچی بات ہے کہ وہ ختم ہوتی جاتی ہیں۔ اور روز بروز کچھ نہ کچھ فرق آتا ہی جاتا ہے۔ دُنیا میں ڈاکٹر بھی ہیں۔ طبیب بھی ہیں۔ مگر کسی نے عمر کا نسخہ نہیں لکھا۔ جب لوگ بڑے ہو جاتے ہیں۔ پھر اُن کو خوش کرنے کو بعض لوگ آجاتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ ابھی تم ساری عمر کیا ہے؟ ساٹھ برس کی بھی کوئی عمر ہوتی ہے۔ اس قسم کی باتیں کرتے ہیں۔ رحمت علی ایک مذکورہ تھا۔ اس کا بیٹا فقیر علی شریف ہو گیا تھا اور لوگ اس دجہ سے اس کی عزت بھی کیا کرتے تھے۔ ڈپٹی قائم علی نے ایک دفعہ اس سے پوچھا

تہاری کیا عمر ہے؟ اس نے کہا کہ ۵۵ سال کی ہوگی؛ حالانکہ وہ ۶۵ سال کا تھا۔ قائم علی نے اس کو کہا کہ کیا ہوا۔ ابھی تو پتے تھے۔ ہو۔ خود بھی وہ یہی عمر بتایا کرتا تھا۔ میں نے کہا کہ ۵۵ کا سال بڑا مشکل ہے۔ یہ ختم ہونے میں نہیں آتا۔ غرض انسان عمر کا خواہشمند ہو کر نفس کے دھوکوں میں پھنسا رہتا ہے۔ دُنیا میں عمریں دیکھتے ہیں کہ ۶۰ کے بعد تو قومی بالکل گداز ہونے لگتے ہیں۔ بڑا ہی خوش قسمت ہوتا ہے جو ۸۰ یا ۸۲ تک عمر پاتے اور قومی بھی کسی حد تک اچھے رہیں؛ درنہ اکثر نیم سو دانی سے ہو جاتے ہیں۔ اُسے نہ تو پھر مشورہ میں داخل کرتے ہیں اور نہ اس میں عقل اور دماغ کی کچھ روشنی باقی رہتی ہے۔ بعض وقت ایسی عمر کے بڑھوں پر عورتیں بھی ظلم کرتی ہیں کہ کبھی بھٹی روٹی دینی بھی بھول جاتے ہیں۔ اصل بات یہ ہے کہ در جوانی کار و جہانی کن۔ اور مشکل یہ ہے کہ انسان جوانی میں سست رہتا ہے اور مزایا دینیں رہتا۔ بڑے بڑے کام اختیار کرتا ہے اور آخر میں جب سمجھتا ہے تو پھر کچھ کر ہی نہیں سکتا۔ غرض اس جوانی کی عمر کو غنیمت سمجھنا چاہیے۔

نشان زندگی تالیسی سال

چو چل آمد سرد ریزد پیر و بال

اخطاط عمر کا ۴۰ سال سے شروع ہو جاتا ہے۔ ۳۰ یا ۳۵ برس تک جس قدر قد ہونا ہوتا ہے، وہ پورا ہو جاتا ہے اور بعد اس کے بڑھے ہو کر چھوٹا شروع ہو جاتا ہے۔ اور چھوٹے کا نتیجہ فالج ہو جاتا ہے۔

شرمپست اس وقت جانے لگا۔ فرمایا؛

بیٹھو! ان کے ساتھ جانا۔ یہ شرط وفا نہیں۔

پھر حضرت اقدس نے اسی سلسلہ سابقہ میں فرمایا کہ؛

جس قدر ارادے آپ نے اپنی عمر میں کئے ہیں۔ ان میں سے بعض پورے ہوتے ہوں گے، مگر اب سوچ کر دیکھو کہ وہ ایک بلبک کی طرح تھے جو فوراً معدوم ہو جاتے ہیں۔ اور ہاتھ پتے کچھ نہیں پڑتا۔ گذشتہ آرام سے کوئی فائدہ نہیں۔ اس کے تصور سے دکھ بڑھتا ہے۔ اس سے تعلق نہ کے لیے یہ بات بھگتی ہے کہ انسان ابنِ اوقت ہو۔ بہی زندگی انسان کی جو اس کے پاس موجود ہے۔ جو گذر گیا۔ وہ وقت مر گیا۔ اس کے تصورات بے فائدہ ہیں۔ دیکھو جب مال کی گود میں ہوتا ہے اس وقت کیا خوش ہوتا ہے۔ سب اُٹھاتے ہوئے پھرتے ہیں۔ وہ زمانہ ایسا ہوتا ہے کہ گویا بہشت ہے۔ اور اب یاد کر کے دیکھو کہ وہ زمانہ کہاں؟

سعدی کتاب ہے۔

من آنگہ سرتما جوڑ دہشتم

کہ بر فرق نسل پیر دہشتم

اگر بر وجودم نشستی مگس
پر پریشاں شد خاطرے چند کس

یہ زمانے پھر کہاں مل سکتے ہیں۔ لکھا ہے کہ ایک بادشاہ چلا جاتا تھا چند چھوٹے لوگوں کو دیکھ کر رو پڑا۔
کہ جب سے اس محبت کو چھوڑا، دکھ پایا ہے۔ پیرانہ سالی کا زمانہ بُرا ہے۔ اس وقت عزیز بھی چاہتے ہیں کہ نہ جانے
اور مرنے سے پہلے تو می مر جاتے ہیں۔ دانستہ گر جاتے ہیں۔ آنکھیں جاتی رہتی ہیں۔ اور خواہ کچھ ہی ہو۔ آخر پتھر کا پتلا
ہو جاتا ہے شکل تک بگڑ جاتی ہے۔ اور بعض ایسی بیماریوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں کہ آخر خود کشی کر لیتے ہیں۔ بعض اوقات
جن دکھوں سے بھاگتا چاہتا ہے۔ یکدم فہ ان میں مبتلا ہو جاتا ہے اور اگر اولاد ٹھیک نہ ہو تو اور بھی دکھ اٹھاتا
ہے۔ اس وقت بھگتا ہے کہ فطی کی اور عمر بُوہنی گذر گئی۔ مگر دوہرا ۷

آگے کے دن پا چھے گئے ہر خدا سے کیونہ ہمیت
اب پتھلے کیا ہوت ہے جب پڑیاں پگ گیس کھیت

خلفہ وہی ہے جو خدا کی طرف توجہ کرے۔ خدا کو ایک سمجھے۔ اس کے ساتھ کوئی نہیں۔ ہم نے آزما کر دیکھا ہے
نہ کوئی دیوی نہ دیوتا۔ کوئی کام نہیں آتا۔ اگر یہ صرف خدا کی طرف نہیں جھکتا تو کوئی اس پر رحم نہیں کرتا۔ اگر کوئی آفت
آ جاوے، تو کوئی نہیں پوچھتا۔ انسان پر ہزاروں بلائیں آتی ہیں پس یاد رکھو کہ ایک پروردگار کے سوا کوئی نہیں
دُہی ہے جو ماں کے دل میں بھی محبت ڈالتا ہے۔ اگر اس کے دل کو ایسا پیدا نہ کرتا، تو وہ بھی پرورش نہ کر سکتی۔
اس لیے اُس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو۔

تحفة الندوة

۱۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء یوم جمعہ

فسلما :

مددہ میں لوگ اتنا محبت کی غرض سے ہم نے بیچھے ہیں۔ درنہ کچھ بہتری کی امید ہرگز نہیں۔ کیونکہ ان
کے اغراض عوام سے وابستہ ہیں۔ یہاں تو ان کو تحفة الندوة دے کر بھیجا ہے۔ اگر خدا نے چاہا
تو نزول ایسح دلی میں بھیجیں گے۔ والسلام ۷

الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳۷ صفحہ ۱۳-۱۵- پرچہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء

۱۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء
یومِ شنبہ

ایک صاحبِ نوراؤ کو جن کا نام مولوی حامد حسین صاحب
تھا۔ مخاطب کر کے فرمایا،

جلدی میں رائے قائم نہ کریں

بستر ہے کہ آپ پانچ سات دن میاں قیام کریں۔ اتنا عزم اور جلد واپس چلا جانا ٹھیک نہیں دنیاوی
کاموں میں لوگ کتنی تحقیقات اور چھان بین کرتے ہیں۔ حقیقت میں جو شخص جلدی رائے قائم کر لیتا ہے۔ وہ
دوسروں کو بھی ابتلا میں ڈالتا ہے۔ پس خلاف واقعہ رائے ظاہر کرنا خون کرنے کے برابر ہے۔ بہت باتیں
ایسی ہوتی ہیں کہ بول بول انسان ان پر زیادہ غور کرتا ہے، اسی قدر نتیجہ عمدہ نظر آتا جاتا ہے۔

انسان کو سچائی تک پہنچنے کے واسطے دو باتوں کی ضرورت ہے۔ اول خدا داد عقل اور فہم ہو۔ دوم
خدا داد سمجھ اور سعادت ہو۔ جن لوگوں کو مناسبت نہیں ہوتی۔ ان کے دلوں میں کراہت اور اعتراض
ہی پیدا ہوتے جاتے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے کہ گذشتہ لوگوں میں سے اکثر لوگوں نے استبازوں کا انکار کیا۔
آپ دُور دراز سے آئے ہیں اور آپ کو اتنے ہی ایک روک بھی پیدا ہو گئی۔ اور ہم نے تو ایک ہی روک
کا ذکر کرنا ہے۔ مخالفانہ گفتگو کے بجز احتیاق حق نہیں ہوتا۔ بہت لوگ منافقانہ طور پر ہاں ہاں ملاتے
ہیں۔ پس ایسے لوگ کچھ فائدہ نہیں اٹھاتے۔ تم خوب جی کھول کر اعتراض کرو۔ ہم پورے طور پر
جواب دینے کو تیار ہیں۔

مولوی حامد حسین صاحب کی طرف سے سوال ہوا کہ تمام
اہل مذاہب اپنے مذہب کو صحیح خیال کر رہے ہیں۔ ہم

پتھے مذہب کی شناخت

فیصلہ کس طور سے کریں؟ فرمایا:

بات یہ ہے کہ آجکل بلکہ ہمیشہ سے پتھے مذہب کی شناخت کے لیے ضروری ہے۔ کہ دو باتیں اُس
میں موجود ہوں۔ اول کہ اس کی تعلیم پاک ہو۔ اور تعلیم پر انسان کی عقل اور کائنات کا کونئی اعتراض نہ ہو۔
کیونکہ ناممکن ہے کہ خدا کے امور ناپاک ہوں۔ دوم۔ اس کے ساتھ تائیداتِ سماویہ کا سلسلہ ایسا دالبتہ ہو کہ
جس کے ساتھ انسان خدا کو پہچان سکے اور اس کی تمام صفات کا مشاہدہ کرے تاکہ گناہ سے بچ سکے۔
گو انسان پتھے مذہب میں ہی داخل ہو، مگر اس کے ساتھ کشتی نہیں تو وہ ایسے چشمہ کی مثل ہے کہ جو ایسی
جگہ واقع ہے جس کے ارد گرد پہاڑ یا دیوار یا ایسا خارستان ہے کہ وہاں ہم کسی طرح چنچ نہیں سکتے۔ پس
ایسا چشمہ ہمارے لیے فضول ہے۔ غرض ضروری شرط یہ ہے کہ اس قدر اسباب موجود ہوں۔ جن سے کسی طرح

پر معرفت الہی پیدا ہو جاوے۔ یہ بات بھی بدیہی ہے کہ انسان کو زیادہ مصیبت اس بات کی ہے کہ طرح طرح کے مصائب شدائد کسل وغیرہ کیڑے ایسے لگے ہوتے ہیں کہ اس کو کھاتے اور خدا سے روکتے ہیں۔ اور انہیں کی وجہ سے انسان اور خدا کے درمیان ایک بگڑ پڑا ہوا ہے۔

پس اس مذہب میں ایسے وسائل ہوں جو اس کو روز بروز کھینچتے جاویں اور کامل یقین پیدا کر کے خدا سے بلا دیں۔

دنیا تو یہی سمجھتی ہے کہ کیا ہم خدا کے منکر ہیں۔ لیکن اس کے اعمال کہتے ہیں کہ مزدوہ منکر ہے۔ میں نے اس بات کا ذکر اکثر کتابوں میں بھی کیا ہے۔ دیکھو۔ اگر ایک سوراخ میں سانپ ہو۔ تو کیا ایک شخص اس بات کو جان کر اس سوراخ کے قریب جاوے گا یا اس میں ہاتھ ڈالے گا؟ ایک بن میں بہت دردندے رہتے ہیں۔ کیا باوجود علم کے اس بن میں کوئی جاوے گا؟ ایک زہریلے کھانے کو علم پا کر کھاوے گا؟ پس معلوم ہوا کہ یہ امر یقین کے لازم میں سے ہے کہ جس چیز کو وہ ٹھنک سمجھتا ہے، اس کے قریب نہ جاوے۔ پس ایسا کیوں ہوتا ہے کہ ایک موقع پر حقوق انسانی کو کھینچتا ہے، تعف کرتا ہے، ثنوت لیتا ہے، چوری کرتا ہے، بدعاشی کرتا ہے، نہ خصمہ اعتدال پر ہے وغیرہ وغیرہ پھر پیرانہ سال اس کو ان گنا ہوں سے چھڑاتی ہے۔ پر جب تک جمانی توئی اس کے ساتھ ہیں۔ ہر ایک قسم کی بدکاریاں کرتا ہے۔ پس معلوم ہوتا ہے کہ اس کا خدا پر ایمان نہیں۔ ہر ایک شخص اپنے نفس سے گواہی لے سکتا ہے کہ جیسا اس کا حق ہے اعتدال پر چلنے کا۔ ویسا وہ نہیں چلتا۔ پس بڑا مقصود یہ ہے کہ یہ جو بے اعتدالیان انسان سے ظہور میں آتی ہیں۔ ان پر خود کرے کہ ان کا کیا سبب ہے۔ تو آخر معلوم ہو گا کہ جیسا خدا سے ڈرنا چاہیے۔ وہ پورا پورا نہیں ہے۔

بعض دفعہ احسان سے اور بعض دفعہ خوف سے گناہ کم ہو جاتے ہیں۔ جیسے نسبتاً شرم لوگ ایام امراض طاعون و ہینہ میں نمازیں شروع کر دیتے ہیں۔ پس مزدوری ہے کہ جہاں دو باتیں پانی جاویں تعلیم پاک اور رفتہ رفتہ خدا تک پہنچ جانا۔ وہی سچا مذہب ہے۔ اور یہ دونوں ذریعے ایسے ہیں کہ سوائے اسلام کے کیں نہیں ملیں گے۔ جن خدا کو اسلام پیش کرتا ہے۔ اس معافی سے اور کسی مذہب نے پیش نہیں کیا۔ ایک طرف تو اسلام کی تعلیم اعلیٰ ہے۔ دوسری طرف ایک شخص دس دن بھی تبدیلی کرے تو اس پر اوار و برکات نازل ہونے شروع ہو جاتے ہیں۔ آج کل اسلام کے بہت فرقے ہو گئے ہیں۔ گویا گھر گھر ایک فرقہ بنا ہوا ہے۔ اس سے تشویش ہو گئی ہے۔ ایک طرف شیخہ ہیں کہ عین کو مثل لات کے بنا رکھا ہے۔ تو ایک شخص کہ دے گا کہ کہاں جاؤں۔ شیخہ عین پر مست بہتے ہوتے ہیں۔ نوازج علی کو گالیاں دیتے ہیں۔ درمیان میں اہل سنت ہیں؛ اگرچہ بظاہر ان کا اعتدال نظر آتا ہے۔ مگر اب انہوں نے ایسے قابل شرم اعتقاد بنا رکھے ہیں کہ وہ شرک

مہک پینچ گئے ہیں۔ شلا میح کو خالق بنا رکھا ہے۔ اچھائے موتے اگر نیوالا مانا ہوا ہے۔

پس پاک مذہب وہی ہے جو قرآن کا معیار اپنے ہاتھ میں رکھتا ہے؛ اگرچہ انسان بظاہر گھبراہٹ ہے کہ اس پاک مذہب کو نہیں کس طرح پاؤں۔ مگر یاد رکھو کہ جو بندہ یا بندہ۔ مبر اور تقویٰ ہاتھ سے نہ دے؛ اور نہ خدا تعالیٰ غنی ہے۔ اس کو کسی کی کیا پرواہ ہے۔ پس انسان خدا کے سامنے خاک سا رہنے، تو اس پر لطف اور احسان کرتا اور اس کی آنکھیں کھول دیتا ہے۔ توبہ، دعا، استغفار کرے اور کبھی نہ گھبراوے۔ ہر ایک شخص بیمار ہے اور کبھی صحت نہیں پاسکتا جب تک خدا کو نہ دیکھ لے۔ پس ہر وقت اُداس اور دل برداشتہ رہے اور تمام تعلقات کو توڑ کر خدا سے تعلق پیدا کرے؛ اور نہ اس وقت تک جب تک کہ خدا سے نہیں ملایہ گندہ اور نہیں ہے۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ۔ (بنی اسرائیل: ۷۲)

خدا پر یقین بڑی دولت ہے۔ پس اندھا وہی ہے جس کو اسی دُنیا میں خدا پر پورا یقین حاصل نہیں ہوا۔ پس جب اس کا سخن، جمال، جلال اس پر ظاہر ہوگا، تو خدا کی تعجب ہوگی۔ اور پھر یہ دیکھ کر ممکن نہیں کہ گناہ کی طرف انسان رجوع کر سکے۔ پس گناہ بھی تمہی کرتا ہے۔ جب اس کو خدا پر شک پڑ جاتا ہے پس جو شخص نفس کا خیر خواہ ہے اس کو تو خدا پر یقین ہونا چاہیے۔ مسیح کے زمانہ میں تو گناہ کی کمی تھی، مگر کفار نے دنیا کو گناہ سے پُر کر دیا۔ انسان اپنی کوشش سے کچھ نہیں کر سکتا۔ حدیث میں آیا ہے کہ تم سب اندھے ہو۔ مگر جس کو خدا آنکھیں دے تم سب بہرے ہو مگر جس کو خدا کان دے وغیرہ وغیرہ۔ پس جب انسان کو خدا ہدایت دینے لگتا ہے تو اس کے دل میں ایک داعظ پیدا کر دیتا ہے۔ پس جب تک دل کا داعظ نہ ہو۔ تسلی نہیں ہو سکتی۔ پس دینی امور میں جب تک تقویٰ نہ ہو روح القدس سے تائید نہیں ملے گی۔ وہ شخص ضرور ٹھوکر کھا کر گرے گا۔

اس دین کی جبر تقویٰ اور نیک نیتی ہے اور یہ ممکن نہیں جب تک خدا پر یقین نہ ہو۔ اور یقین سوائے خدا کے اور سے ملتا نہیں۔ اسی لیے فرمایا۔ ذَالَّذِينَ جَاهَدُوا فِينَا لَنْفِتِنَا يَمُوتُ مُسْلِمًا (العنکبوت: ۷۰) پس انسان دنیا کو چھوڑ کر اپنی زندگی پر نظر ڈالے اور اپنی حالت پر رحم کرے کہ میں نے دنیا میں کیا بنایا۔ سوچے اور ظاہری الفاظ کی پیروی نہ کرے۔ اور دُعائیں مشغول رہے تو امید ہے کہ خدا اس کو اپنی راہ دکھا دے گا۔ نیک دل نے کہ خدا کے سامنے کھڑا ہو۔ اور رو رو کر دُعائیں مانگے۔ تصریح اور عاجزی کرے۔ تب ہدایت پاوے گا۔

ایک فرقہ وہ بھی ہے جو ہماری باتوں کو قبول نہیں کرتا۔ اس سے ہماری بحث نہیں۔ اُن کی مرثیت میں انکار ہے۔ وہ موت کے بعد اس کا نتیجہ دیکھ لیں گے۔

سعادت مند کو تو سمجھانے کی ضرورت نہیں۔ پتھر پر لو مارنے سے آگ اس لیے نکلتی ہے کہ آگ پتھر میں

موجود ہے اور وہ صرف منرب کا محتاج تھا، مگر جس کے اندر موجود نہیں۔ اس میں سے کیا نکلے گا۔
ہر ایک نیکی تب قبول ہوتی ہے جب اس کے اندر تقویٰ ہو؛ ورنہ قبول نہیں ہوتی۔ زندگی تو برف کے
ٹکڑے کی مثال رکھتی ہے۔ ہزاروں پردوں میں رکھو۔ کچھلتی جاوے گی۔

اصل میں مخالفت کی بات کا امتحان مخالفت پوچھ کر ہوتا ہے۔ میں نے تو اپنا مسلک بیان کر دیا ہے۔
میرے پاس بہت سے عیسائی آیا کرتے تھے۔ اب نہیں آتے۔ میں تو ان کو ہمیشہ ہی کہتا ہوں کہ زندہ مذہب ثابت
کرد۔ مُردہ تو ہمیں اٹھانا پڑے گا اور زندہ ہم کو اٹھاوے گا کچھ جواب نہیں دے سکتے۔ یورپ، امریکہ میں
سولہ ہزار اشتہار جمٹری کرنا کر بھیجا۔ کوئی جواب نہیں آیا۔

ہمارا خدا زندہ ہے۔ ہماری آواز سناتا ہے۔ ہمیں جواب دیتا ہے پس ہم صلیب پر چڑھے ہوئے خدا کو
کیوں مانیں۔ یہ لوگ شرمندہ ہوتے ہیں اور ان کے پاس باتیں ہی باتیں ہوتی ہیں۔ میں پندرہ برس کا تھا جب
سے اُن کے اور میرے درمیان مباحثات شروع ہیں۔ اُن کے پاس صرف اعتراض ہی اعتراض ہیں۔ اور
ہمیشہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض کرتے ہیں اور جاہلوں اور بلبلیوں کو ان اعتراضات کا شک بہڑ
جاتے ہیں۔ دوسری طرف یہ لوگ اس کو طبع دُنیاوی دے کر ابتلا میں ڈال کر مُردہ کر لیتے ہیں۔ میں نے سنا ہے
کہ ۲۹ لاکھ آدمی کو انھوں نے ہند میں مُردہ کیا ہے پس اسلام کا سخت دشمن یہی مذہب ہے۔

آریہ لوگ ہیں۔ مگر ان کے ساتھ تو زمینی سلطنت بھی یاد نہیں۔ وہ کیا مقابلہ کر سکتے ہیں۔ ایک اخبار نے
اپنی تحقیقات لکھی ہیں کہ آریہ مذہب کے ہونے سے ہندو بہت مسلمان ہو رہے ہیں۔ مرتے بھی بہت ہیں
اور مذہب بھی بہت چھوڑتے جاتے ہیں۔ پس یہ مذہب تو کچھ چیز نہیں۔

طاغون کو دیکھا ہے کہ پہلے ہنود میں آتی ہے۔ بمبئی، سیالکوٹ، جانندھر وغیرہ میں پہلے ہنود سے شروع
ہوتی اور جب مسلمانوں میں گئی۔ تو بھی ہنود کو شامل کر لیا۔

نو وارد صاحب نے وجودی فرقہ کی نسبت سوال کیا۔
فرمایا :

وحدت الوجود اور وحدت الشہود

میرے نزدیک یہ بات بھی تدبیر کرنے کے لائق ہے۔ یہی وجود اور شہود۔ میرا مذہب تو یہ ہے کہ وہاں
قدم رکھنا غلطی اور حرأت ہے جہاں انسان قدم رکھنے کا مستحق نہیں۔

وجودی فلسفی رنگ کا دعویٰ کرتا ہے اور کہتا ہے کہ جس طرح ڈاکٹر مُردہ پھاڑ کر اس کا اندر دیکھ لیتا ہے میں
نے اسی طرح خدا کو دیکھ لیا ہے۔ یہ بھی دعویٰ کیا ہے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِي خَلَقَ الْاَشْيَاءَ وَهُوَ عَزِيزٌ
یہ بہت بڑا دعویٰ ہے۔ شہودی مذہب استیلا، محبت کا نام ہے۔ جیسے لوہا اگر آگ میں نہایت مُرخ کیا جاوے

تو اس صورت میں کوئی دیکھنے والا اگر اس کو آگ کہہ دے تو ایک صورت سے معذور ٹھہر سکتا ہے۔ کیونکہ آگ اس پر ستولی ہوئی ہوتی ہے۔ کسی کا شعر ہے۔

من تو شدم تو من شدي من تن شدم تو جاں شدي
سماکس نگوید بعد ازین من دیگم تو دیگری

غرض یہودی مذہب کی یہ بنا ہے کہ انسان خدا کے وجود سے بہت بہرہ ور ہو سکتا ہے جب خدا اور مخلوق کی محبت ایک دل میں آکر جمع ہوتی ہے تو انسان پر ایک نیا رنگ چڑھتا ہے اور اس حالت میں وہ اپنے آپ کو دیکھتا ہے کہ گویا بالکل خدا میں کھویا گیا ہے اور اپنے تئیں محو دیکھتا ہے اور خدا ہی خدا نظر آتا ہے۔ وجودی ایک حقیقت کا طلبگار ہوتا ہے۔ اس کو محبت کچھ تعلق نہیں۔ جیسے آج کل کے وجودیوں کا دعویٰ ہی دعویٰ ہے کہ میں خدا ہوں۔

شہود والا کہتا ہے کہ انسان انسان ہے اور خدا خدا یعنی شہود کے طور پر اپنے تئیں طالب اور خدا میں کھویا ہوا پاتا ہے۔

اگر انسان کو خدا بننا تھا تو اس جہان میں خدا بننا یا آخرت میں خدا بننا۔ مگر ثابت ہے کہ یہاں بھی انسان ہے اور وہاں بھی۔ یہ جامہ تو اس کے اوپر سے اترنا نظر نہیں آتا۔ ہم کہتے ہیں کہ ہر ایک شخص اپنا رنگ رکھتا ہے۔ بہت لوگ قوالی میں ہی لذت اٹھاتے ہیں۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ یہ عارفانہ مشرب نہیں۔ پس اگر اس کی کوئی دلیل دُنیا میں ہوتی، تو چاہیے تھا کہ کوئی آدمی تو ایسا نظر آتا جس میں خدائی کے صفات ہوتے۔

دُنیاوی لوگوں کے من گھڑت خدا اور خدا کے مُرسل بندہ کا مقابلہ ہوں ہو سکتا ہے کہ سرخ کو تو خدا مانا۔ اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خدا کے ایک مُرسل تھے۔ پس مقابلتا دیکھو کہ سرخ کو تو پکڑ دیا گیا اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو پکڑنے والا خود مر گیا۔ پس انصاف کرو کہ ایک شخص انسان کہلاتا ہے اور اپنا کام خدا پر چھوڑتا۔ اس کو پکڑنے والا خود مارا جاتا۔ یہودی جس کی صفت میں آیا ہے۔ حُرَيْبَةُ عَلِيْمٌ الذَّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ (البقرہ ۶۲) وہ اس خدا کہنے والے کو ایک ہی گنڈہ میں گرفتار کر لیتے اور مارنے کو تیار ہو جاتے۔

فَاعْتَبِرُوا يَا أُولِي الْأَبْصَارِ۔
اگر کوئی یہ کہے کہ وہ معنی خدائی تھی تو اس کو جانے دو۔ جہاں تک ہم دیکھتے ہیں۔ خدا ہم سے باتیں کرتا ہے اور خوارق اور معجزات دکھلاتا ہے۔ پھر بھی ہم انسان ہیں۔ دیوار کا وجود ایک الگ چیز ہے۔ اور دھوپ کا وجود الگ ہے۔

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ مَلِيْكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۱﴾ (آل عمران: ۱) (الفاتحہ)
 یہ ساری باتیں چاہتی ہیں کہ کوئی رب ہے اور کوئی چیز مخلوق بھی ہے پس ہم کو اپنی خدائی کا ثبوت دیں۔ خدائے
 انسان کو مخلوق پیدا کیا ہے اور دُنیا میں بھی مخلوق بنایا ہے۔ پھر ہم چاند سورج وغیرہ کو کس طرح خدا
 مان لیں۔

تمام انبیاء سے خوف ظاہر ہوتے رہتے ہیں۔ اگر ان میں کچھ بھی خدائی کارنگ ہوتا، تو خوف
 کیوں آتا۔

پیری جماعت میں بھی ایک شخص مولوی احمد جان صاحب وجودی تھے کبھی انہوں نے مجھ سے اس
 مسئلہ پر گفتگو نہیں کی۔ اب تھوڑا عرصہ ہوا ہے کہ وہ فوت ہو گئے ہیں۔ اور ساری عمر اسی میں گزار دی۔
 ہم کسی کے زرعید نہیں۔ ہم تو اسلم اور روشن تر راہ اختیار کرتے ہیں۔ وجودیوں کے کوئی دشمن نہیں۔
 ہم تو ان کو قابلِ رحم سمجھتے ہیں۔

اس پر نووارد صاحب نے آیت **هُوَ الْاَدَّلُ وَالْاَخْرُ** (الحمدید: ۴) وحدتِ وجود کے ثبوت میں
 پیش کی۔ فرمایا:

اللہ تعالیٰ کا کلام ایسا ہے کہ اس کی تفصیل بعض آیت کی بعض سے ہوتی ہے۔ اول کی تفسیر یہ ہے
 کہ **كَانَ اللّٰهُ ذَكَرًا يَكُنُّ مَعَهُ شَيْءٌ** آخر کے معنی یکے۔ **كُلُّ مَنْ عَلَيْنَا فَاِنِ** (الرحمان: ۲۷)
 ہم تو انہی معنوں کو پسند کریں گے۔ جو خدا نے بتلائے ہیں۔

انسوس ہے کہ اس زمانہ کے یہودی صوم و صلوة کے تو پابند ہی نہیں اور قرآن کو کسی کھول کر دیکھا ہی
 نہیں۔ ہاں میں اپنے اس ملک کی بات کرتا ہوں۔ جس میں جالتدھر، بنالہ، ہوشیار پور، سیالکوٹ وغیرہ
 شامل ہیں۔ ان لوگوں کو میں نے شراب خوردوں، بھنگیوں اور دہریوں کی مجلس میں اکثر دیکھا ہے۔ اکثر کہتے
 ہیں کہ وجودی وہ ہے کہ جو خدا کا نام بھی نہ لے بلکہ جو کچھ ہے مخلوق ہے۔ پس یہ لوگ کہتے ہیں کہ اعلیٰ وجودی وہ
 ہے جس کو لوگ دہریہ کہتے ہیں۔ پس ہر شخص اپنے قول و فعل کا خود ذمہ دار ہے۔

ذَكَانَ اللّٰهُ ذَكَرًا يَكُنُّ مَعَهُ شَيْءٌ حدیث ہے۔ اور حدیث اور تورات سے ثابت ہے کہ خدا
 تھا اور زمین اور آسمان وغیرہ میں سے کچھ نہ تھا۔ یہ مسلم مسئلہ ہے تمام اہل کتاب کا۔ پس ہمارا اختیار نہیں
 کہ نروڈ کر اور معنی کریں۔ بعض آدمی مذاق کے دلدادہ ہوتے ہیں۔ مگر مذاق بھی ایک قسم کا زہر ہے۔ یہیں
 مذاقی معنی پسند نہیں کرتا چاہئیں۔ بلکہ تورات، قرآن اور حدیث کو دیکھنا چاہیے وہ ہی کہتی ہیں کہ ایک
 وقت ایسا تھا کہ ان موجودہ چیزوں میں سے ایک بھی نہ تھی۔

میرے خیال میں وحدت وجود بھی مذاق سے پیدا ہوا ہے۔ کل مکتب گذشتہ سے یہی معنی ثابت ہوتے ہیں اور اس کی تفصیل قرآن اور توریت میں موجود ہے۔ اول تو ان بحثوں کی حاجت نہیں۔ انسان کے واسطے پہلے تو یہی امر ضروری ہے کہ اجمالی طور پر غذا پر ایمان لادے۔ جب اس کا ایمان پیدا ہوگا، تو خود بخود اس پر حقائق کھلتے جاویں گے۔

دیکھو۔ ایک مرض میں قوت ذائقہ جاتی رہتی ہے۔ تڑشی، میٹھا، کڑوا، نمکین وغیرہ سب کچھ بے مزہ معلوم ہوتا ہے پس معلوم ہوا کہ قوت حواسہ بھی کام دے رہی ہے۔ ایک قوت ناک میں ہوتی ہے جس کے وہ نہیں رہتی اس کو آخشم کہتے ہیں۔ بعض کے کانوں کی قوت ماری جاتی ہے۔ پس جب اس طرح بعض قوتیں جاتی رہتی ہیں۔ تو اسی طرح بعض اوقات دینی قوتیں بھی بے حس ہو جاتی ہیں۔ اور انسان پیدا احمد خاں کی طرح دُعا کا قبول ہونا اور ایسی باتیں ناممکن خیال کر بیٹھتا ہے۔

قبولیت دُعا کا ثبوت
دُعا کے قبول ہونے پر ہمارا کامل ایمان ہے اور ہم نے اس کا
نتیجہ بھی دیکھا ہے۔ کہ لیکھرام کے قتل سے پہلے پانچ سال میں

نے خبر دی تھی۔

میں نے پیدا احمد خاں کو لکھا تھا کہ میں نے لیکھرام کے واسطے دُعا کی ہے، تو مجھے خبر دی گئی ہے کہ تیری دُعا قبول ہو گئی ہے اور خدا تعالیٰ اس کو ہیبت ناک موت سے مارے گا۔ یہی نمونہ تمہارے سامنے پیش کرتا ہوں۔ کہ اگر یہ دُعا قبول نہ ہوئی، تو تمہارے دعویٰ کا ثبوت ہوا۔ اور اگر قبول ہو گئی تو تم اس حیدہ سے توبہ کرنا۔ اور وہ لیکھرام کی موت دیکھ کر فوت ہوا۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لَا تَذْرِكُهُ إِلَّا الْإِصْمَارُ ذَٰلِكَ الْإِصْمَارُ۔ (الانعام: ۱۱۳)
آنکھیں تو اس کو دیکھ نہیں سکتیں۔ اور وہ آنکھوں کو دیکھ سکتا ہے۔ جب وجودی ہو گیا۔ تو پھر باقی کیا رہ گیا۔

اسل میں یہ سب مذاقی باتیں ہیں۔ ثبوت تو وہ ہے جس کا نمونہ انسان دکھلا دیوے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم۔ موسیٰ۔ عیسیٰ کے مصائب پر ذرا غور کرو۔

ان باتوں کے ذکر کی ضرورت نہیں۔ اول خدا سے تعلق پیدا کرو۔ جب انسان کسی گھر میں داخل ہوتا ہے، تو اندر کے حالات کا آپ ہی پتہ لگ جاتا ہے۔ جینٹل گھر سے ہزاروں کوس دُور ہے تو اندر کے حالات کس طرح بتلا سکے گا۔ یہ مناسب ہے کہ چند روز ہمارے پاس رہیں اور خاص ہمارے سلسلہ

کے متعلق جو اعتراض ہوں وہ بیان کریں۔

تو کارے زمیں را نحو ساختی

کہ با آسماں نیز پردازستی

ہم نے بعض آدمی ایسے دیکھے ہیں جو کہتے ہیں کہ اجمی اس جگہ سے کہ جانے دو۔ رُفَعِ يٰعِزِّينَ اور انگلی کے اٹھانے کا فیصلہ کرو۔ مگر یہ اپنا اپنا مذاق ہوتا ہے۔

نو وارد صاحب کی طرف سے سوال ہوا کہ سایہ کا وجود ہے کہ نہیں یعنی اس کی ذات ہے کہ نہیں۔

فرمایا: وجود کے معنی ہیں مَآيُؤَجِدُ یعنی جو چیز یا بی جادے اس کی ہوتیت ہو یا نہ ہو۔ آپ آئینہ دیکھتے ہیں، اس میں چہرہ نظر آتا ہے۔ ہوتیت تو نہیں یعنی ایک مستقل شے قائم بالذات۔ پس ہوتیت تو نہیں لیکن وجود ہے۔ دو دو اور ہے اور ہوتیت اور ہے۔

آفتاب نے جہاں نقل ہے وہاں بھی دھوپ ڈالنی ہے۔ مگر ایک چیز نے درمیان اگر نقل پیدا کر دیا ہے۔ آفتاب اور نقل کے درمیان جہنک اوٹ نہ ہو سایہ نہیں ہو سکتا۔

خیر آپ کو بھی اس وجودیت کچھ مذاق ہے اور ہم آپ کے مذاق کے خلاف ہیں۔

کُنُّن کا اطلاق پھر سوال ہوا کہ کُنُّن کا اطلاق کہاں آتا ہے۔ فرمایا:

بات یہ ہے کہ آپ کئی مرتبہ خوابوں میں طرح طرح کے تشکلات دیکھا کرتے ہوں گے اور بلاشبہ آپ جانتے ہیں کہ ان کا وجود کچھ نہیں۔ حکما نے بھی لکھا ہے پس من طرح ہمارے تصورات ہوتے ہیں ہی لوحِ خدائی صفات میں سے اس کے تصورات بھی ہیں۔ پس جو تصور آتا ہے۔ اگر انسانی ہے تو وہ بیخ ہے اور اگر خدا کا ہے تو اس سے مخلوق پیدا ہو جاتی ہے۔ مگر خدا کی کُنُّن میں ہم دخل نہیں دے سکتے۔ انہم طریقی ہی ہے کہ انسان لَا تَشْدُ رِکْمُهُ الْاَبْصَارُ پر ایمان رکھے۔ کہ میرا منصب نہیں کہ خدا کی کل صفات کو میں دیکھ لوں اور ان کی تحقیقات کروں۔

بلیب بیان کرتے ہیں کہ پانی سرد اور آگ گرم ہے۔ مگر یہ نہیں بتلا سکتے کہ پانی سرد کیوں ہے اور آگ گرم کیوں ہے۔ فلاسفر بھی یہاں کُنُّنِ اشیا میں آگ عاجز رہ گئے ہیں۔ بیان اَوْحٰی مِنْ اَمْرِ عَلٰی اللّٰہِ پر چلے کہ ہم خدا پر چھوڑ دیں۔

بعض اکابر بھی الدین العزنی وغیرہ کی نسبت ہم کہہ نہیں کہہ سکتے۔ اس لیے کہ یہ بحث فضول ہے۔ بہت امور مرنے کے بعد معلوم ہوں گے۔ اور بہت ایسے ہیں کہ مرنے کے بعد بھی نہیں معلوم ہوں گے۔

معی الدین بھی قائل ہیں کہ انسان متقی ہو۔ اور خدا پر ایمان لائے والا ہو تو نجات پائے گا۔

۱۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء

بعد ادا تے نماز مغرب حسب معمول حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام شہ نشین پراجلاس فرما ہوئے۔ حضرت مولانا مولوی عبدالکریم صاحب لکھنؤ نے شہدہ ہند کے ایڈیٹر کا ایک کارڈ منایا۔ جس میں اس نے اپنا ایک خواب لکھا تھا۔ کہ گویا وہ قادیان آیا ہے اور حضرت اقدس کو ایسی حالت میں دیکھا ہے کہ سر پاؤں سے لگا ہوا ہے۔ اس پر حضرت حجۃ اقدس نے فرمایا کہ :

انبیاء آئینہ کا حکم رکھتے ہیں
تعبیر الرزیا میں یہ صاف لکھا ہے کہ جو لوگ مامورین کو
بڑی صورت میں دیکھتے ہیں۔ وہ لوگ اپنی پڑھ دری

کراتے ہیں۔

مولوی ابویوسف محمد مبارک علی صاحب کے والد مرحوم نے ایک بار مجھ سے ذکر کیا۔ کہ ایک ہندو ان کے پاس آیا کرتا تھا۔ جو اسلام سے رغبت رکھتا تھا۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ کشمیر سے آیا اور اس سے پوچھا تو اس نے کہا کہ اب میں پکتا ہند ہو گیا ہوں۔ لیکن پھر عرصہ کے بعد جو اس کو دیکھا تو وہ عیسائی ہو گیا تھا۔ جب اس سے وجہ پوچھی۔ تو اس نے کہا کہ میں نے ایک خواب دیکھا تھا۔ جس میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک تاریک کوٹھڑی میں دیکھا اور اس میں آگ جل رہی تھی (لَعْنَةُ اللَّهِ هَذِهِ) گویا تعبیر نے اس کو دفع سمجھا۔ اور اور اس کے گرد پادریوں کو دیکھا۔ اس سے میں نے نتیجہ نکالا کہ پادری تھی پر ہیں۔ اور آپ (معاذ اللہ) مغلوب ہو رہے ہیں۔ مولوی صاحب کو تعبیر کا علم نہ تھا۔ مجھ سے جب انہوں نے کہا تو میں نے کہا کہ اکی سی تعبیر ہے۔ جو حالت اس شخص کی ہوتی ہے چنانچہ تعبیر الانام میں ایسا ہی لکھا ہے۔ مگر جب کسی نبی مامور و مرسل کو وہی حالت میں دیکھتا ہے۔ مثلاً مجرم دیکھتا ہے یا برہنہ دیکھتا ہے یا یہ کہ وہ بڑی غذا کھاتے ہیں، تو سب اس کے اپنے ہی حالات ہوتے ہیں۔ انبیاء آئینہ کا حکم رکھتے ہیں اور اس کی اصل صورت دکھا دیتے ہیں۔ اور یہ بات ہماری اپنی تجربہ کر رہے ہے کہ جب کوئی آدمی کسی مامور و مرسل کو بڑی حالت میں دیکھتے ہیں تو بعد ہی ہی ان کی وہ حالت پیدا ہو جاتی ہے اور اس کی خوبیت کے دن قریب ہوتے ہیں۔ یہ میرے تجربہ بات سے ہے۔

نوادرمولوی حامد حسین صاحب نے کہا کہ میں کمرہ معظّمہ میں تھا۔ حاجی امداد اللہ صاحب سے ایک شخص نے ایسا ہی کہا کہ میں نے ایسی شکل پر دیکھا تو انہوں نے بھی یہی کہا کہ یہ تمہاری اپنی شکل ہے۔ اس کے بعد خاکسار ایڈیٹر محکم نے جلسہ ندوۃ العلماء پر جو کارروائی کی تھی، اس کا تذکرہ کیا جس کو شکر حضرت حجۃ اللہ مخلوط ہوئے۔

پھر مولوی عبداللہ صاحب نے اس رونماؤ کے تتمہ کے طور پر مولوی محمد حسین صاحب کا کچھ ذکر کیا۔ اور مولوی مبارک علی صاحب نے اپنا ایک واقعہ سنایا۔ یہ سب امور جلسہ ندوہ کے متعلق ہمارے اپنے مضامین میں آئیں گے۔ ذرا بعد مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے آبرور میں سے پائونیر کا نفل کیا ہوا ایک مذہب نئے عنوان سے پڑھا۔ جس میں ڈاکٹر ڈوئی کو جو دعوت کی گئی ہے۔ اس پر ریمارک تھا۔ پھر بعد نماز عشاء اجلاس ختم ہوا۔

مُسَحِّح کی سیر

۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء

۱۔ حضرت حجۃ اللہ علی الارض صاحب معمولی سیر کو نیکلے۔ چند آدمیوں نے اپنے خواب سنائے آپ نے فرمایا:

باطل میں جو تیاریاں ہی کی طرف آنے کے لیے ہو رہی ہیں۔ اُسکی ننگے دکھائے جاتے ہیں۔ روڈیا کا بھی عجیب عالم ہوتا ہے۔ جن باتوں کا نام و نشان نہیں ہوتا وہ وجود میں لاتی جاتی ہیں۔ معدوم کا موجود اور موجود کا معدوم دکھایا جاتا ہے اور عجیب عجیب قسم کے تغیرات ہوتے ہیں۔ آدمی کا جانور اور جانور کے آدمی دکھائے جاتے ہیں۔

۲۔ ہمارے موجودہ مخالفوں اور دس برس پہلے کے مخالفوں میں بہت فرق ہو گیا ہے۔ پہلے تو اپنے عقیدوں کو پتے ہی بگتے تھے مگر اب صرف نفاق سے کہتے ہیں جو کہتے ہیں؛ درنہ ان عقائد کی غلطیوں کو دل میں تسلیم کر چکے ہیں (جس کا خلاصہ ماواشتیتینتہما لآلہم مہم) (المنزل: ۱۵)۔

ایک شخص جو اپنے تین تچا بھتا ہے۔ وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ مگر اب یہ بھروسہ نہیں کر سکتے۔ اور اسی لیے اگر خواہ کئی ہزار روپیہ کا اشتہار دیا جاوے۔ یہ اپنے آپ کو تہ مقابل ہو کر نشانہ نہ بنائیں گے۔
۳۔ مخالفوں کی کمی اور اپنی روز افزوں ترقی پر فرمایا :

یہ فوق العادہ ترقی نہ ہو اگر تغیر واقع نہ ہوا ہو۔ اُن کا خزانہ کم ہو رہا ہے اور ہمارا بڑھ رہا ہے۔ اگر اُن کے پاس اپنی سچائی کے دلائل ہیں۔ تو یہ لوگوں کو روک لیں۔ اگر کوئی بڑا سیلاب آیا ہوا ہو اور کسی کا گھر تباہ ہو رہا ہو اور اس کے پاس سامان بھی ہو۔ تو کیا وہ اس کے روکنے کی سعی نہ کرے گا۔

ہمارے پاس جو ہر روز بیعت کے لیے آتے ہیں ان میں سے ہی آتے ہیں۔ آسمان سے تو نہیں آتے۔
۴۔ ندوۃ العلماء کے جلسہ کی تقریب پر فرمایا : کہ

اشاعت رسالوں کی خوب ہو گئی۔ بہت اچھا ہوا۔ بہت لوگ واقف ہو جائیں گے اور ان کو پڑھ لیں گے۔ دہلی کے جلسہ سے پہلے نزول المسیح بھی تیار ہو جاوے تو اچھا ہے۔

۵۔ ایڈیٹر المحکم کو خطاب کر کے فرمایا کہ :

میاں نبی بخش صاحب عرف عبدالعزیز صاحب نبردار بٹالہ کا توبہ نامہ جو اُس نے بھیجا ہے۔ اس کو میں چھاپ دیا جاوے۔

اور ساتھ اپنا ایک رویا بھی جسے بارہا آپ نے فرمایا ہے سنایا کہ

میں نے ایک بار اس کے متعلق دیکھا تھا کہ گویا اسی راستہ ہم سیر کو نکلے ہیں تو اس بڑے درخت کے نیچے جو میرا ان بخش حجام کی حویلی کے پاس ہے۔ نبی بخش سامنے سے آکر بلا ہے اور اس نے معاف فرمایا ہے۔ یہ رویا ان دنوں کی ہے جب وہ مخالفت کے اشتہار چھپوانا پھرتا تھا۔

۶۔ جماعت کی ترقی پر ارد
جماعت کی ترقی اور اس کے متعلق براہین احمدیہ میں پیشگوئیاں
مولوی محمد حسین کے اہلی تہین

سو تیرہ ہی کہتے رہنے پر فرمایا کہ :

بڑے زور سے ترقی ہو رہی ہے۔ کیا وہ نہیں جانتا کہ خدا قادر ہے کہ ایک دم میں تین سو تیرہ سے تین لاکھ تیرہ ہزار کر دے۔ یہ ترقی محمد حسین کے لیے تو اعجاز ہے۔ اگر وہ سوچے اور سمجھے براہین احمدیہ کو پڑھے۔ یہ کتاب میں نے اب تو نہیں بنائی۔ جس میں لکھا ہوا ہے کہ تیرے ساتھ فریض ہوں گی۔ باوجود حویلوں کی اس قدر مخالفت کے پھر اس قوم کا ترقی کرنا کیا بیخبرہ نہیں۔ جبکہ وہ اپنے ارادوں میں عاجز آگئے۔ کس قدر تہجد ان لوگوں نے ہمارے نابود کرنے کے لیے کی۔ گورنمنٹ ہم سے چاہا کہ کسی نہ کسی طرح سے ہم کو چھننائیں۔

مگر خدا تعالیٰ نے ایسی زور سے ترقی کی جس قدر زور انہوں نے مخالفت میں لگایا۔ اب تو بات صاف ہو گئی ہے۔ مردم شماری کے کاغذات سے صاف معلوم ہو جاتا ہے کہ ہماری جماعت تین سو تیرہ سے یا ایک لاکھ کے قریب۔

طاحون نے ان کو دو طرح گھنایا ہے۔ کچھ مرتے ہیں اور اکثروں کو ادھر ملایا ہے۔ اصل یہ ہے کہ جو بیج اچھی طرح بویا جاوے اور وقت پر بارش بھی ہو وہ دیکھتے ہی دیکھتے نشوونما پاتا اور ترقی کرتا ہے۔ دلوں کو کھینچنا اور قائم رکھنا یہ خدا کا کام ہے۔ ان مخالفوں کو اگر اب ابوسفیان کی طرح نظارہ کرایا جاوے تو حیران ہو جائیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب ان کو اپنی فوج دکھائی اور عباس کو کہا کہ ان کے پاس ٹھہر کر دکھاؤ اور جب اس نے وہ نظارہ کیا تو اس نے کہا کہ تیرا بھتیجا بڑا بادشاہ ہو گیا ہے۔ مگر اس کو جواب دیا گیا کہ بادشاہی نہیں بتوت ہے۔

براین احمدیہ کے زمانہ پر غور کیا جاوے۔ جب وہ چھپ رہی تھی۔ اب تو نہیں بنائی گئی۔ اس وقت کے الامات اس میں درج ہیں۔ جو انگریزی میں بھی ہیں اور عربی میں بھی۔ اِذَا جَاءَكَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَحَىٰ أَمْرُ الزَّمَانِ إِلَيْنَا أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ؟ ایک مخلوق ہماری طرف رجوع کرے گی۔ تو کہا جائے گا۔ أَلَيْسَ هَذَا بِالْحَقِّ؟ وَانْتَحَىٰ أَمْرُ الزَّمَانِ إِلَيْنَا۔ عربی میں بڑا عجیب فقرہ کہ زمانہ کا رجوع ہماری طرف ہوگا۔ اور آخری فیصلہ ہمارے ہی حق میں ہوگا۔ غرض بڑی بڑی پیشگوئیاں ہیں۔ جیسے یہ کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض ملک کو بھی اس طرف توجہ ہوگی۔ اور ان میں بھی اس سلسلہ کی اشاعت ہوگی۔ لوگ اور ڈوسا کے کان حق کے سننے سے بہرے ہوتے ہیں۔ نہ خود ان کو عادت ہوتی ہے اور نہ ان کے پاس واسطے ہوتے ہیں۔ ان کے مصاحب اور پاس رہنے والے بڑے فریض لوگ ہوتے ہیں۔ اس لیے وہ اپنی سد دنیا کا باعث سمجھتے ہیں۔ اگر وہ دین کی طرف توجہ کریں مگر خدا تعالیٰ نے مجھے فرمایا کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ یہ برکت ڈھونڈنے والے بیعت میں داخل ہوں گے۔ اور ان کے بیعت میں داخل ہونے سے گویا سلطنت بھی اس قوم کی ہوگی۔

پھر مجھے کشتی رنگ میں وہ بادشاہ دکھائے بھی گئے۔ وہ گھوڑوں پر سوار تھے۔ اور چھ ساتھی کم نہ تھے۔ اصل یہ ہے کہ خدا کے کام تدریجی ہوتے ہیں۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظمہ کی گلیوں میں تکلیف اُٹھاتے پھرتے تھے۔ اس وقت کون خیال کر سکتا تھا اس شخص کا مذہب دُنیا میں پھیل جائے گا۔

علم خدا تعالیٰ کے سوا اور کسی کو نہیں ہوتا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے علم کا دائرہ بھی اشاعت اسلام کے متعلق اتنا نہ تھا، جتنا اب ہے۔ وہ تو یقین کرتے تھے کہ ہم فتح پائیں گے۔ میرا مذہب تو یہ ہے۔ خدا تعالیٰ

ہی ملیم دخیبر ہے۔ مزدوری نہیں کہ پیغمبروں پر بھی تفصیلی حالات ظاہر کیے جائیں۔ وہ جتنا علم چاہتا ہے دیتا ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اگر اس وقت آئیں تو اسلام کی اس قدر وسیع اشاعت اور ترقی کو دیکھ کر
حیران ہو جائیں۔

صداقت کے چار قسم کے ثبوت

۱۔ اپنے تائیدی ثبوتوں کے متعلق فرمایا کہ :

اب وہ اس کثرت سے ہو گئے ہیں کہ گننے بھی نہیں جاتے۔ ہر روز زیادتی ہوتی رہتی ہے۔ یہ خدا کا کلام
ہے۔ مجھے بارہ خیال آیا ہے کہ اگر کسی رئیس کو یہ خیال پیدا ہو تو جس ترتیب سے خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ
کی سچائی کو ظاہر کیا ہے۔ وہ ایک جلسہ کر کے اس ثبوت کو ہم سے لے۔ یہ ثبوت چار قسم کے ہیں اگر
مقل کو بھی اس میں داخل کر لیا جاوے۔

- (۱) نصوص قرآنیہ و حدیثیہ - (۲) آیات ارضیہ و سماویہ - (۳) ضرورت مشودہ و محسوسہ -
(۴) دلائل عقلیہ -

اس ترتیب سے اگر عیسائیوں کے اس جلسہ کی طرح (جو پندرہ دن تک امرت نسر میں ہوتا رہا) ایک
جلسہ کیا جاوے اور قیصر سوم کی طرح جس نے ایک مذہبی جلسہ کیا تھا مذہب کی تحقیقات کے لحاظ سے
منہسی بطور تماشا ہی کوئی کر کے دیکھے۔ اس طرح پر آہستگی سے منہاج نبوت پر ہمارے ثبوت سن لیے
جاویں تو بہت بڑا مفید نتیجہ نکلے۔ بے شک جس طریق پر حضرت موسیٰ کی نبوت یا حضرت عیسیٰ اور دوسرے
نبیوں کی نبوت ثابت ہوتی ہے۔ اس سلسلہ کو پرکھا جاوے۔

۸۔ ایک بار حضرت نے پیشگوئیوں کے نقشہ کی تیاری کا حکم دیا تھا۔ پھر وہ نقشہ تیار ہوا۔ اس کے
متعلق یاد دہانی کرائی گئی تو فرمایا کہ :

وہ پیشگوئیاں اب نزلِ ایلح میں چھپ رہی ہیں۔ ان کی عبارات کا چست کرنا بھی ضروری تھا۔
اب اس سے نقشہ بھی مرتب ہو سکتا ہے۔

آتم کار جوع الی الحق (۹) آتم کی پیشگوئی کے متعلق ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ :

ہماری جماعت کو یہ مسائل مستحضر ہونے چاہئیں۔ آتم کے رجوع کے متعلق یاد رہے کہ پیشگوئی سننے
ہی اس نے اپنی زبان نکالی اور کانوں پر ہاتھ رکھا اود کا نپا اور زرد ہو گیا۔ ایک جماعت کثیر کے سامنے

اس کا یہ رجوع دیکھا گیا۔ پھر اس پر خوف غالب ہوا۔ اور وہ شہر بشرعاً گھبرا گیا۔ اس نے اپنی مخالفت کو چھوڑ دیا اور کبھی اسلام کے مخالف کوئی تحریر شائع نہ کی۔ جب انعامی اشتہار دے کر تم کے لیے بلایا گیا، تو وہ قسم کھانے کو نہ آیا۔ انھارے شہادتِ حقہ کی پاداش میں اس پیشگوئی کے موافق جو اس کے حق میں کی گئی تھی۔ وہ ہلاک ہو گیا۔ یہ باتیں اگر عیسائی مفسد مزاج کے سامنے پیش کی جائیں تو اس کو بھی تسلیم کرنا پڑے گا۔ عرض اس طرح پر مسائل کو یاد رکھنا ایک فرض ہے اور کھٹابوں کا دیکھنا ایک ضروری امر ہوتا ہے۔

رفع کے معنی

۱۰۔ رفع کے متعلق جو اعتراض کرتے ہیں۔ اس کے لیے یہ سمجھنا چاہیے کہ رفع سے یہودی تو یہی معنی رکھے ہوئے تھے کہ میں پر لعنت پڑے، اس کا ذوق آسمان پر نہیں جاتا۔ ان کا یہ مذہب کب تھا کہ نجات کے لیے آسمان پر جانا ضروری ہے پس یہودیوں کی اصل عرض مسیح کو صلیب دینے سے یہ تھی۔ ان کے جسم سے ان کو کیا کام تھا۔ اللہ تعالیٰ کو بھی اسی اختلاف کا رفع کرنا اور ان کی غلط فہمی کو رفع کرنا مقصود تھا۔ اب اگر رفع سے جہانی مراد ہے تو یہودیوں کے اس الزام کی بریت کہاں ہے؟ اس طرح پر ہر قسم کے اعتراضوں کا جواب پناڑوں کی طرح یاد ہونا چاہیے۔ مستحضر جواب دینا ہر ایک کا کام نہیں اگر بچا جواب نہ ہو تو وہ غلظنا مستحول ثابت می کند الزام را۔ کا معاملہ ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے اس سلسلہ کی سچائی کے تو ایسے دلائل دے دیئے ہیں۔ کہ اگر یاد ہوں تو پھر کوئی شکل نہیں۔ میرا ارادہ ہے کہ اس کتاب کے بعد پھر امتحان کی صورت رکھی جائے۔ ردو سائیں سے کسی کو خیال آدے کہ اسلام میں چھوٹ پڑ رہی ہے اور وہ اس کام کو اپنے ذمہ لے اور ایک جلسہ کر کے فیصلہ کرے۔

۱۱۔ فرمایا :

طاہون کے متعلق سارے نبی پیشگوئی کرتے آئے ہیں کہ مسیح موجود کے وقت میں طاہون شدت سے پھیلے گا۔

۱۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء

سنہ ۱۹۰۲ء میں ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ بمقام امرتسر ہوا تھا۔ اس جلسہ پر حضرت مسیح موعود علیہ

ندوۃ العلماء اور اصلاح کا صحیح طریق

لے الحکمہ جلد ۶ نمبر ۳ صفحہ ۹-۱۰ پرچہ ۲۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء

الصلاة والسلام نے بھی اپنے رسل بعض تبلیغ پیچھے تھے۔ ۱۳ اکتوبر کو جلسہ سے واپس آنے پر بعض اور لوگ بھی دارالامان آئے۔ سلسلہ کلام میں مقدمہ کے متعلق ذکر آیا کہ وہ بحث مباحثہ سے الگ نہ کر اصلاح چاہتے ہیں۔ اس پر شرہ دیا گیا :

اگر مقدمہ کا دعویٰ اصلاح ہے تو امر متفق طلب یہ ہے کہ اصلاح کس طرح ہو سکتی ہے اور کن راہوں سے ہو رہی ہے اور اسلام پر کیا حملہ ہو رہا ہے؟ اس کی ممانعت اور انسداد کی تدابیر کا سوال ہے اصل امداد یا دعویٰ خیالی دعویٰ ہوگا۔

پھر قابلِ فہم امر یہ ہے کہ ان ساری غمرازیوں کا انسداد فرضی طاقت ہو سکتا ہے یا آسانی میں آتا ہے؟ اگر مقدمہ والے چاہتے ہیں کہ لوگ پڑھ کر یعنی انگریزی تعلیم حاصل کر کے لوگ ہو جائیں امدان کو ملازمت کے لیے آسانیاں ہوں تو یہ دین کا کام نہیں ہے۔ یہ تو قوم کو فحلام بنانے کی تدابیر ہیں۔ اور اگر ان کی غرض دینی اصلاح ہے تو پھر یاد رکھیں کہ

خدا را بخشا تو اں شناخت

اس اصل کو چھوڑ کر جو شخص چاہتا ہے کہ دینی اصلاح ہو جاوے۔ وہ کبھی اس مقصد میں کامیاب نہیں ہو سکتا۔ اس خشک اور خیالی اصلاح سے کیا فائدہ ہوگا۔ جس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی تائیدیں اور نصرتیں نہیں ہیں۔ وہ بائیس جو زری تقاضی کے طور پر بیان کی جاویں یا قہقہہ اور کمانی کی طرح گذشتہ امور پر جس کا حالہ ہو۔ ان کی پہلے سے کیا کمی ہے جو ایک خاص جماعت، انا وقت اور غریب مسلمانوں کا دو چہرے کر صرف کرے اور نتیجہ کچھ بھی نہ ہو۔ میں اس قسم کی کارروائیوں کو کبھی پسند نہیں کرتا۔ ایسی باتوں سے برکادی اور نفاق کی فو آتی ہے۔ کیونکہ یہ طریق اس مطلب اور غرض کے حصول سے کوسوں فائدہ ہے جس کے لیے انسان پیدا کیا گیا ہے اور جس طرح دنیا کی اصلاح ہو کرتی ہے۔ وہ رنگ اس میں موجود نہیں ہے۔

اصلاح کا طریق ہمیشہ وہی مفید اور نتیجہ ثابت ہوا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے اذن اور ایما سے ہو۔ اگر ہر شخص کی خیالی تجویزوں اور منصوبوں سے بڑی ہوتی قوموں کی اصلاح ہو سکتی تو پھر دنیا میں انبیاء علیہم السلام کے وجود کی کچھ حاجت نہ رہتی جب تک کامل طور پر ایک مرض کی تشخیص نہ ہو اور پھر پچھے و ترقی کے ساتھ اس کا علاج معلوم نہ ہو لے کامیابی علاج میں نہیں ہو سکتی۔

اسلام کی جو حالت نازک ہو رہی ہے وہ ایسے ہی طبیعوں کی وجہ سے ہو رہی ہے جنہوں نے اس کی مرض کو تشخیص نہیں کیا اور جو علاج اپنے خیال میں گنہا اپنے مفاد کو تہ نظر رکھ کر شروع کر دیا۔ مگر

یقیناً یاد رکھو کہ اس مرض اور علاج سے یہ لوگ محض نادانانہ ہیں اس کو وہی شناخت کرتا ہے جس کو خدا تعالیٰ نے اسی غرض کے لیے بھیجا ہے اور وہ میں ہوں۔

اصلاح احوال کے لیے آسمانی مذاہب کی ضرورت ہے

اسلام کے اندر ایک خطرناک پھوڑا ہو گیا ہے اور ایک جذام باہر کی طرف سے اُسے لگ رہا ہے۔ اندرونی پھوڑے کا باعث خود مسلمان ہونے جنہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پاک تعلیمات اور اُسوۂ حسنہ کو چھوڑ کر اپنی تجویز اور رائے کے موافق اس میں اصلاح اور ترمیم شروع کر دی۔ وہ باتیں جو کبھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وہم و گمان میں ہی نہ آئی تھیں آج عبادت قرار دی گئی ہیں اور زہد و ریاضت کا بہت بڑا مدار انہیں پر رکھا گیا ہے۔ ان باتوں کو دیکھ کر بیرونی دشمنوں کو بھی موقع ملا اور وہ تیر و تفتنگ لے کر اسلام پر حملہ آور ہوتے اور اس کے پاک وجود کو چھلنی کر دیا اور اسے ایسی مکروہ ہیئت میں دشمنوں نے دکھانا شروع کر دیا کہ غیر تو غیر تھے ہی اپنوں کو بھی متنفر کر دیا۔ ہر شخص نے اپنی طرز پر اس کی تصویر کو بھیجا تک بنانے کی فکر کی ایسی صورت میں زمینیں حرباً اور ذمائی مذاہب کام نہیں دے سکتی ہیں۔ اس کے لیے آسمانی حریر اور آسمانی مذاہب کی حاجت ہے۔ اس لیے جب تک آسمانی کشش اور آسمانی تائیدات محض کو زندگی جاویں کامیابی ہو نہیں سکتی۔ ضرورت انبیاء کا یہی بڑا بھاری ثبوت ہے۔ کیونکہ اگر بچو گے وقت اصلاح دنیا ہو سکتی تو ہر زمانہ میں فلاسفر اور دانشمندانہ تدبیر ہوتے ہی سہے ہیں۔ انبیاء علیہم السلام کے زمانہ میں ہی ایسے لوگ ہو گزرے ہیں۔ اب بھی موجود ہیں لیکن وہ فلاسفر اور ریفاکار خدا تعالیٰ سے اس قدر دُور و جا پڑے ہیں کہ ان کے نزدیک شاید خدا تعالیٰ کا نام لینا بھی ایک گناہ اور غلطی قرار دیا گیا ہے۔ پھر بتاؤ کہ یہ فلسفہ اور یہ اصلاح تمہیں کہاں تک لے جاتے گی؟ اس سے کسی بہتری کی امید رکھنا خطرناک غلطی ہے کیا تم نہیں دیکھتے کہ خدا تعالیٰ نے یہی سنت رکھی ہے کہ اصلاح کے واسطے نبیوں کو مامور کر کے بھیجا ہے۔ انبیاء علیہم السلام جب آتے ہیں تو بظاہر دنیا میں ایک فسادِ عظیم نظر آتا ہے۔ بھائی بھائی سے باپ بیٹے سے پیدا ہو جاتا ہے۔ ہزاروں ہزار جانیں بھی تلف ہو جاتی ہیں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے وقت لوفغان سے ان کے مخالفوں کو تباہ کر دیا گیا۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت اور دُور سے کسی مذاب داروہ ہونے اور فرعون کے لشکر کو غرق کیا گیا۔

غرض خوب یاد رکھو کہ قلوب کی اصلاح اسی کا کام ہے جس نے قلوب کو پیدا کیا ہے۔ نرے کلمات اور حرب زبائیاں اصلاح نہیں کر سکتی ہیں۔ بلکہ ان کلمات کے اندر ایک رُوح ہونی چاہیے۔ پس

جس شخص نے قرآن شریف کو پڑھا اور اس نے اتنا بھی نہیں سمجھا کہ ہدایت آسمان سے آتی ہے تو اس نے کیا سمجھا؟

اَلَّذِي اَتَىٰ تَحْتَهُ كَفُورًا كَمَا جَبَّ سَوَالٌ هُوَ كَا تَوْبَةٍ لِّهٖ لَئِيْكَ اَصْلُ بَاتٍ يٰسَبِيْحُ كِهٖ

خدا را بخند تو ان شناخت

اور یہ ذریعہ بغیر امام نہیں مل سکتا کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے تازہ بہ تازہ نشانوں کا مظہر اور اس کی تکلیف کا مدد و ہوتلہ ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ مَنْ كَسَمَّ يَغْرِفُ اِمَامًا ذِمَّانَهُ فَقَدْ مَاتَ مَيِّتَةَ اَلْبَجَائِلِیَّةِ۔ یعنی جس نے زمانہ کے امام کو شناخت نہیں کیا۔ وہ جہالت کی موت مر گیا۔

دربارِ شام

۱۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مولوی سید محمود شاہ صاحب نے جو بہار پور سے تشریف لائے ہوتے ہیں حضرت اقدس امام علیہ الصلوٰۃ والسلام کے حضور جب آپ نماز مغرب سے فارغ ہو کر شہ نشین

دُعا بعد نماز

پر اجلاس فرما ہوتے۔ یہ عرض کیا کہ میں نے آج تحفہ گولڈ ویڈیو اور کشتی فرج کے بعض مقامات پڑھے ہیں میں ایک امر جناب سے دریافت کرنا چاہتا ہوں۔ اگرچہ وہ فردعی ہے لیکن پوچھنا چاہتا ہوں۔ اور وہ یہ ہے کہ ہم لوگ عموماً بعد نماز دعا مانگتے ہیں، لیکن یہاں نوافل تو غیر دعا بعد نماز نہیں مانگتے۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا، اہل یہ ہے کہ ہم دعا مانگنے سے تو منع نہیں کرتے اور ہم خود بھی دعا مانگتے ہیں۔ اور صلوٰۃ بجائے خود دعا ہی ہے۔ بات یہ ہے کہ میں نے اپنی جماعت کو نصیحت کی ہے کہ ہندوستان میں یہ عام بدعت پھیلی ہوئی ہے کہ تعدیل ارکان پورے طور پر ٹوڑنا نہیں رکھتے اور ٹونگے دار نماز پڑھتے ہیں۔ گویا وہ نماز ایک ٹیکل ہے جس کا ادا کرنا ایک بوجھ ہے۔ اس لیے اس طریق سے ادا کیا جانا ہے، جس میں کراہت پائی جاتی ہے؛ مالا کھ نماز ایسی شے ہے کہ جس سے ایک ذوق، اُتس اور سرور بڑھتا ہے۔ مگر جس طریق پر نماز ادا کی جاتی ہے اس سے حضور قلب نہیں ہوتا اور بے ذوقی اور بے لطفی پیدا ہوتی ہے۔ میں نے اپنی جماعت کو یہی نصیحت کی ہے کہ وہ بے ذوقی اور بے حضوری پیدا کرنے والی نماز نہ پڑھیں، بلکہ حضور قلب کی کوشش کریں جس

سے اُن کو سُرد اور ذوقی حاصل ہو۔ عام طور پر یہ حالت ہو رہی ہے کہ نماز کو ایسے طور سے پڑھتے ہیں کہ جس میں حضور قلب کی کوشش نہیں کی جاتی، بلکہ جلدی جلدی اس کو ختم کیا جاتا ہے اور خارج نماز میں بہت کچھ دُعا کے لیے کرتے ہیں اور دیر تک دُعا مانگتے رہتے ہیں؛ حالانکہ نماز (جو مومن کی مزاج) مقصود سی ہے کہ اس میں دُعا کی جاوے اور اسی لیے اُمُّ الْاَدْوَعِيْہُ، اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمًا دُعا مانگی جاتی ہے۔ انسان بھی خدا تعالیٰ کا قریب حاصل نہیں کرتا۔ جب تک کہ اقام الصلوٰۃ نہ کرے۔ اَفِيْحُوا الصَّلٰوۃَ اس لیے فرمایا کہ نماز گری پڑتی ہے مگر جو شخص اقام الصلوٰۃ کرتے ہیں۔ تو وہ اس کی دُعا مانگتا ہے سے فائدہ اٹھاتے ہیں تو پھر وہ دُعا کی محویت میں ہو جاتے ہیں۔ نماز ایک ایسا شربت ہے کہ جو ایک بار اُسے پی لے اُسے فرصت ہی نہیں ہوتی۔ اور وہ فارغ ہی نہیں ہو سکتا۔ ہمیشہ اس سے سرشار اور مسرت رہتا ہے۔ اس سے ایسی محویت ہوتی ہے کہ اگر ساری عمر میں ایک بار بھی اسے چکھتا ہے تو پھر اس کا اثر نہیں جاتا۔

مومن کو ہمیشہ اُٹھتے بیٹھتے ہر وقت دُعا میں کرنی چاہئیں۔ مگر نماز کے بعد جو دُعاؤں کا طریق اس ملک میں جاری ہے وہ عجیب ہے۔ بعض مساجد میں اتنی لمبی دُعا میں کی جاتی ہیں کہ آدمی کا سفر ایک آدمی کر سکتا ہے۔ میں نے اپنی جماعت کو بہت نصیحت کی ہے کہ اپنی نماز کو سنوار دے یہ بھی دُعا ہے۔

کیا جبر ہے کہ بعض لوگ تیس تیس برس تک برابر نماز پڑھتے ہیں۔ پھر کودے کے کودے ہی رہتے ہیں۔ کوئی اثر و مانیت اور شوع و حضور کا ان میں پیدا نہیں ہوتا۔ اس کا یہی سبب ہے کہ وہ نماز پڑھتے ہیں جس پر خدا تعالیٰ لعنت بھیجتا ہے۔ ایسی نمازوں کے لیے وقیل آیا ہے۔ دیکھو جس کے پاس اعلیٰ درجہ کا جوہر ہو تو کیا کوڑیوں اور پیسوں کے لیے اسے پھینک دینا چاہیے۔ ہرگز نہیں۔ اول اس جوہر کی حفاظت کا اہتمام کرے اور پھر پیسوں کو بھی بھولے۔ اس لیے نماز کو سنوار سنوار کر اُدب سمجھ کر پڑھے

سائل: الحمد شریف بیشک دعا ہے مگر جن کو عربی کا علم نہیں۔ اُن کو تو دُعا مانگنی چاہیے۔

حضرت اقدس: ہم نے اپنی جماعت کو کہا ہوا ہے کہ طوطے کی طرح مت پڑھو۔ سوائے قرآن شریف کے جو ربّ جلیل کا کلام ہے اور سوائے ادعیہ ماؤدہ کے جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا معمول تھیں۔ نماز بابرکت نہ ہوگی جب تک اپنی زبان میں اپنے مطالب بیان نہ کرو۔ اس لیے ہر شخص کو جو عربی زبان نہیں جانتا۔ ضروری ہے کہ اپنی زبان میں اپنی دُعاؤں کو پیش کرے اور کوع میں جو دین سنوئے تیسوں کے بعد اپنی حاجات کو عرض کرے۔ ایسا ہی اہمیت میں اور قیام اور جلسہ میں۔ اس لیے میری جماعت کے لوگ اس تعلیم کے موافق نماز کے اندر اپنی زبان میں دُعا میں کہہ لیتے ہیں۔ اور ہم بھی کہہ لیتے ہیں، اگرچہ ہمیں تو عربی

اور پنجابی یکساں ہی ہیں مگر مادری زبان کے ساتھ انسان کو ایک ذوق ہوتا ہے۔ اس لیے اپنی زبان میں نہایت خشوع اور خضوع کے ساتھ اپنے مطالب اور مقاصد کو بارگاہِ دت العزتہ میں عرض کرنا چاہیے۔ میں نے بار بار سمجھایا ہے کہ نماز کا تعہد کرو جس سے حضور اور ذوق پیدا ہو۔ فریضہ تو جماعت کے ساتھ پڑھ لیتے ہیں۔ بانی نوافل اور سنن کو جیسا چاہو طول دو۔ اور چاہیے کہ اس میں گریہ و بکا ہو، تاکہ وہ حالت پیدا ہو جاوے جو نماز کا اصل مطلب ہے۔ نماز ایسی شے ہے کہ تیناٹ کو دور کر دیتی ہے۔ جیسے فرمایا:

اِنَّ الْحَسَنَاتِ يُذْهِبْنَ الْسَيِّئَاتِ (سورہ: ۱۱۵) نماز کئی بدیوں کو دور کر دیتی ہے۔ جنات سے مراد نماز ہے، مگر آج کل یہ حالت ہو رہی ہے کہ عام طور پر نمازی کو مکار سمجھا جاتا ہے، کیونکہ عام لوگ بھی جانتے ہیں کہ یہ لوگ جو نماز پڑھتے ہیں۔ یہ اسی قسم کی ہے جس پر خدا نے داویلا کیا ہے، کیونکہ اس کا کوئی نیک اثر اور نیک نتیجہ مترتب نہیں ہوتا۔ بڑے الفاظ کی بحث میں پسند نہیں کرتا۔ آخر مگر خدا تعالیٰ کے حضور جانا ہے۔ دیکھو ایک تریض جو طیب کے پاس جاتا ہے اور اس کا نسخہ استعمال کرتا ہے۔ اگر دس میں دن تک اس سے کوئی فائدہ نہ ہو تو وہ سمجھتا ہے کہ تشخیص یا علاج میں کوئی غلطی ہے۔ پھر یہ کیا اندیشہ ہے کہ سالہا سال سے نمازیں پڑھتے ہیں۔ اور اس کا کوئی اثر محسوس اور مشہور نہیں ہوتا۔ میرا تو یہ مذہب ہے کہ اگر دس دن بھی نماز کو سنوار کر پڑھیں تو تیز قلب ہو جاتی ہے۔ مگر یہاں تو پچاس پچاس برس تک نماز پڑھنے والے دیکھے گئے ہیں کہ بدستور ڈوب دینا اور سخی زندگی میں بگوسار ہیں۔ اور انہیں میں معلوم کہ وہ نمازوں میں کیا پڑھتے ہیں اور استغفار کیا چیز ہے۔ اس کے معنی پر ہم انہیں اطلاع نہیں ہے۔

طبیعتیں دو قسم کی ہیں۔ ایک وہ جو عادت پسند ہوتی ہیں۔ جیسے اگر چند کا کسی مسلمان کے ساتھ کچھ بھی چھو جائے تو وہ اپنا کھانا پینک دیتا ہے، حالانکہ اس کھانے میں مسلمان کا کوئی اثر سراسر نہیں کر گیا۔ زیادہ تر اس زمانہ میں لوگوں کا یہی حال ہو رہا ہے کہ عادت اور رسم کے پابند ہیں۔ اور حقیقت واقف اور آشنا نہیں ہیں جو شخص دل میں یہ خیال کرے کہ یہ بدعت ہے کہ نماز کے پیچھے ڈومین مانگتے بلکہ نمازوں میں ڈومین کرتے ہیں۔ یہ بدعت نہیں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دہیہ عربی میں سکھائی تھیں جو ان لوگوں کی اپنی مادری زبان تھی اسی لیے ان کی ترقیات جلدی ہوئیں لیکن جب دوسرے ممالک میں اسلام پھیلا تو وہ ترقی نہ رہی۔ اس کی یہی وجہ تھی کہ اعمال رسم و عادت کے طور پر وہ گئے۔ ان کے نیچے جو حقیقت اور معنی تھا وہ بکل گیا۔ اب دیکھو مثلاً ایک افغان نماز پڑھتا ہے، لیکن وہ اثر نماز سے بالکل بیخبر ہے۔ یاد رکھو رسم اور چیز ہے اور صلوة اور چیز صلوة ایسی چیز ہے کہ اس سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کے قرب کا کوئی قریب ذریعہ نہیں۔ یہ قرب کی کنجی ہے۔ اسی سے کثوف ہوتے ہیں۔ اسی

سے امامات اور مکالمات ہوتے ہیں۔ یہ دعاؤں کے قبول ہونے کا ایک ذریعہ ہے۔ لیکن اگر کوئی اس کو اچھی طرح سمجھ کر ادا نہیں کرتا۔ تو وہ رسم اور عادت کا پابند ہے اور اس سے پیار کرتا ہے۔ جیسے ہندو گنگا سے پیار کرتے ہیں۔ ہم دعاؤں سے انکار نہیں کرتے۔ بلکہ ہمارا تو سب سے بڑھ کر دعاؤں کی قبولیت پر ایمان ہے۔ جبکہ خدا تعالیٰ نے اُدْعُوْهُ فَاَسْتَجِبْ لَكَ (المومن ۶۱) فرمایا ہے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ خدا تعالیٰ نے نماز کے بعد دُعا کرنا فرض نہیں سمجھ لیا۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی التزامی طور پر سنون نہیں ہے۔ آپ سے التزام ثابت نہیں ہے۔ اگر التزام ہوتا اور پھر کوئی ترک کرتا تو یہ مصیبت ہوتی تھاقتاً وقت پر آپ نے خارج نماز میں بھی دُعا کر لی۔ اور ہمارا تو یہ ایمان ہے کہ آپ کا سارا ہی وقت دُعاؤں میں گزرتا تھا۔ لیکن نماز خاص خزینه دُعاؤں کا ہے جو مومن کو دیا گیا ہے۔ اس لیے اس کا فرض ہے کہ جب تک اس کو درست نہ کرے اور اس کی طرف توجہ نہ کرے۔ کیونکہ جب نفل سے فرض جانا رہے تو فرض کو مقدم کرنا چاہیے۔ اگر کوئی شخص زوق اور حضور قلب کے ساتھ نماز پڑھتا ہے تو پھر خارج نماز بے شک دعائیں کہے ہم منع نہیں کرتے۔ ہم تقدیم نماز کی چاہتے ہیں اور یہی ہماری غرض ہے۔ مگر لوگ آج کل نماز کی قدر نہیں کرتے۔ اور یہی وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ سے بہت بچھڑ گیا۔ مومن کے لیے نماز معراج ہے اور وہ اس سے ہی اطمینان قلب پاتا ہے۔ کیونکہ نماز میں اللہ تعالیٰ کی حمد اور اپنی عبودیت کا اقرار، استغفار، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر دود۔ غرض وہ سب امور جو روحانی ترقی کے لیے ضروری ہیں۔ موجود ہیں۔ ہمارے دل میں اس کے متعلق بہت سی باتیں ہیں جن کو الفاظ پورے طور پر لانا نہیں کر سکتے۔ بعض سمجھ لیتے ہیں اور بعض رہ جاتے ہیں۔ مگر ہمارا کام یہ ہے کہ ہم نکل سکتے نہیں۔ کہتے جاتے ہیں۔ جو سید ہوتے ہیں اور جن کو فراست دی گئی ہے وہ سمجھ لیتے ہیں۔

سائل: ایک شخص نے رسالہ لکھا تھا کہ ساری نماز اپنی ہی زبان

عربی کی بجائے اپنی زبان میں نماز پڑھنا درست نہیں

میں پڑھنی چاہیے۔

حضرت اقدس: وہ اور طریق ہوگا۔ جس سے ہم متفق نہیں۔ قرآن شریف بابرکت کتاب ہے اور بہت میل کا کام ہے۔ اس کو چھوڑنا نہیں چاہیے۔ ہم نے تو ان لوگوں کے لیے دعاؤں کے واسطے کہا ہے جو اُنہی ہیں۔ اور پورے طور پر اپنے مقاصد عرض نہیں کر سکتے ان کو چاہیے کہ اپنی زبان میں دُعا کر لیں۔ ان لوگوں کی حالت تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے کہ بچے معلوم ہے کہ فتح محمد ایک شخص تھا۔ اس کی مچھی بہت بڑھی ہو گئی تھی۔ اس نے کلمہ کے معنی پوچھے تو اس کو کیا معلوم تھا کہ کیا ہیں۔ اس نے بتائے تو اس کو رست پوچھا

کہ عجز و مدعتا کی عورت تھی۔ جب اس کو بتایا گیا کہ وہ مرد تھا، تو وہ حیرت زدہ ہو کر کہنے لگی۔ کہ پھر کیا میں اتنی عمر تک بیگانے مرد ہی کا نام لیتی رہی؟
یہ حالت مسلمانوں کی ہو گئی ہے۔

مولانا مولوی سید محمد امین صاحب فاضل امروہی نے جب حضرت حجۃ اقدس تقریر ختم کر چکے تو مستفسر کو مخاطب کر کے فرمایا کہ صاحب سفر السعادت نے تو یہاں تک لکھا ہے کہ نماز کے بعد دعا کی حدیث ثابت نہیں۔

حدیث پر میرا مذہب اس پر پھر حضرت اقدس نے سلسلہ کلام یوں شروع کیا کہ:

میرا مذہب یہ ہے کہ حدیث کی بڑی تعظیم کرنی چاہیے، کیونکہ یہ آنحضرتؐ سے منسوب ہے۔ جب تک قرآن شریف سے متعارض نہ ہو۔ تو مستحسن ہی ہے کہ اس پر عمل کیا جاوے مگر نماز کے بعد دعا کے متعلق حدیث سے التزام ثابت نہیں۔ ہمارا تو یہ اصول ہے کہ ضعیف سے ضعیف حدیث پر بھی عمل کیا جاوے جو قرآن شریف کے مخالف نہ ہو۔

اس کے بعد دو تین آدمیوں نے بیعت کی درخواست کی اور آپ نے بیعت میں داخل کیا۔

میسٹر چنگٹ مولانا مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے مسٹر چنگٹ اور فرانس کے ایک جدید مدعی میسجٹ کے متعلق ولایت کے اخبار فری تھنکر سے دو لوٹ پر پڑھ کر سنائے۔ اور

منفی محمد صادق صاحب نے ڈاکٹر ڈوئی کے اخبار کے بعض پیرا گراف سنائے:

جان الیگزینڈر ڈوئی ڈوئی کے ذکر پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

یہ وہ شخص ہے جس نے ایسا س ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ اور اپنے آپ کو محمد نامہ کا رسول کہتا ہے۔ ہم نے اس کو دعوت کی ہے کہ اگر تو یسوع مسیح کو خدا سمجھتا ہے تو میں پتہ کہتا ہوں کہ میں خدا کی طرف سے مسیح موعود ہو کر آیا ہوں پس تو اس قسم کی دُعا کر کہ ہم دونوں میں سے جو کا ذب ہے وہ پہلے ہلاک ہو۔ یہ جوش بگے زیادہ اس لیے آیا ہے کہ اس نے تمام مسلمانوں کے ہلاک ہونے کی پیش گوئی کی ہے۔ یہ شخص اسلام کا بڑا دشمن ہے۔ یہ زمانہ اس قسم کا آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایسے وسائل پیدا کر دیئے ہیں کہ دنیا ایک شہر کا حکم رکھتی ہے۔ اور ذَا اذَّ النَّفُوْثِ رُوْحِیْتُ (انکویر: ۸) کی پیش گوئی پوری ہو گئی ہے۔ اب سب مذاہب میدان

میں نکل آئے ہیں۔ اور یہ ضروری امر ہے کہ ان کا مقابلہ ہو۔ اودان میں ایک ہی تپا ہوگا اور غالب آئے گا۔
 لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ حَقْلَهُ (العنق: ۱۰) اس کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ یہ مقابلہ مذاہب کا شروع
 ہو گیا ہے۔ اور اس مذاہب کی گشتی کا سلسلہ نبری زبان تک ہی نہیں رہا، بلکہ قلم نے اس میں سے سبک بڑھ کر حصہ لیا
 ہے۔ لاکھوں مذہبی رسالے شائع ہو رہے ہیں۔ اس وقت مختلف مذاہب خصوصاً نصاریٰ کے جو حملے
 اسلام پر ہو رہے ہیں۔ جو شخص ان حالات سے واقفیت رکھتا ہے اودا سے ان پر سوچنے کا موقع ملا ہے
 تو وہ ان ضرورتوں کو دیکھ کر بے اختیار ہو کر اس بات کو تسلیم کرتا ہے کہ یہ وقت ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے اسلام
 کی طرف زیادہ توجہ کرے۔ جو شخص اسلام پر ان حملوں کی رفتار کو دیکھتا ہے، تو وہ اس ضرورت کو محسوس کرتا
 ہے، لیکن جن کو کوئی خبر ہی نہیں ہے وہ ان نقصانوں کی بابت کیا کہہ سکتا ہے جو اسلام کو پہنچائے گئے ہیں۔
 مسلمانوں نے نادان دوست کے رنگ میں اور غیر مذاہب والوں خصوصاً مسیحیوں نے دشمنی کے لباس میں
 وہ تو یہی کتاب ہے کہ اسلام کا کیا بگاڑا ہے؟ مگر اسے معلوم نہیں کہ اسلام کی ظاہری اور جسمانی صورت میں ہی
 منہت آ گیا ہے۔ وہ قوت اور شوکت اسلامی سلطنت کو نہیں۔ اور دینی طور پر یہی وہ بات جو مخلصین کو
 الدِّينَ (البیتہ: ۶) میں سکھائی گئی تھی اس کا منورہ نظر نہیں آتا ہے۔

اندرونی طور پر اسلام کی حالت بہت ضعیف ہو گئی ہے اور بیرونی حملہ آورا چاہتے ہیں کہ اسلام کو نابود
 کر دیں۔ ان کے نزدیک مسلمان گتوں اور خنجریروں سے بدتر ہیں۔ ان کی غرض اور ارادے یہی ہیں کہ وہ اسلام
 کو تباہ کر دیں اور مسلمانوں کو ہلاک کریں۔ اگر ایک پتے مسلمان کو ان امدادوں پر اطلاع ملے جو یہ لوگ اسلام
 کے خلاف کتے ہیں تو یہی پتہ کتنا ہوں کہ وہ ان کے تصور کے صدرہ ہی سے مر جاوے۔ اب خدا کی کتاب کے
 بغیر اودا کی تائید اور روشن نشانوں کے جو ان کا مقابلہ ممکن نہیں۔ اور اسی غرض کے لیے خدا تعالیٰ نے
 اپنے ہاتھ سے اس سلسلہ کو قائم کیا ہے۔

میدانیت کا فتنہ ہی و تبال کا فتنہ ہے
 و تبال بھی کتاب ہی کا پیر و ہونا چاہیے اور نہ تبال
 کیا کیا۔ یہ تحریف کرتے ہیں۔ پہلے ماشیہ پر رکھتے ہیں

پھر ان مطالب کو متن میں داخل کرتے ہیں اور اس طرح پر آئے دن ان کی تحریف کا سلسلہ جاری رہتا ہے دنیا
 کی کوئی زبان ایسی نہیں جس میں انہوں نے انہیں کا ترجمہ نہیں کیا۔ اور اپنے باطل عقیدوں کی اشاعت نہیں
 کی۔ انہوں نے اپنی تحریریں اور رسالوں کے ذریعہ بہت بڑی خباثت اور گند کو پھیلا ہے۔ ان کی پیشین اسلام
 کے لیے ہرگز بجز نہیں ہیں۔ آدم سے لیکر اس وقت تک ایسے ٹھوڑے اور مُغفل پیدا نہیں ہوئے جیسی کہ یہ قوم
 ہے۔ روپیہ۔ قوت۔ شوکت جو آج ان کو ملا ہے اور کسی کو نہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ یہ قوم اسلام کے معدوم کرنے

میں کس قدر گوشش کرتی ہے۔ اور کیا کیا طریقے انہوں نے اختیار کئے ہیں؟ اور اپنے ارادوں اور گوششوں میں کہاں تک کامیابی اس نے حاصل کی ہے؟ اب اس سوال کا جواب سوچ کر میں بتائے کہ جب یہ عظیم الشان فتنہ اور اسلام کے لیے دشمن ہے تو پھر اس کی پیش گوئی بھی تو ضرور ہونی چاہیے تھی۔ پھر وہ کہاں ہے؟

قرآن شریف میں وَلَا النَّبَاتِينَ تَوَكَّمَا۔ اگر وہ بال کوئی الگ چیز معنی تو چاہیے تھا وَلَا النَّبَاتِينَ تَوَكَّمَا ہی کہا ہوتا۔ غَيْرِ الْمُخَضَّبِينَ اور وَلَا النَّبَاتِينَ کے متعلق تمام مفسر متفق ہیں کہ ان سے یہودی اور عیسائی مراد ہیں۔ جب پانچ وقت نمازوں میں ان فتنوں سے بچنے کے لیے دعا کی تعلیم کی گئی ہے کہ القتالین سے نہ کرنا۔ اور نہ مغضوب قوم میں سے بنانا تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ سب سے بڑا اور اہم فتنہ یہی تھا جو اُمّ البیتن کہنا چاہیے۔

اور باتوں کو جانے دو۔ واقعات
 مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی ثابت ہوتا ہے
 بھی تو کچھ چیزیں متشابہات کی

بحث میں نہ پڑو مگر یہ تو ماننا ہی پڑے گا کہ پیشگوئیوں کے وہ معنی ہوتے ہیں جو واقعات کی رو سے صحیح ثابت ہو جائیں۔ اب تیرہ سو برس گزر گئے اور محدثین کا اس پر اتفاق ہو گیا ہے کہ کوئی کشف اور الہام چودھویں صدی سے آگے نہیں جاتا۔ سب گویا بالاتفاق یہی مانتے ہیں کہ مسیح موعود کا زمانہ چودھویں صدی سے آگے نہیں۔ خود عیسائی قوموں میں مسیح موعود کی بعثت کا وقت یہی سمجھا اور مانا جاتا ہے اور ضروریات مشہودہ موسومہ بھی اسی پر دلالت کرتی ہیں کہ آنے والے کے لیے یہی وقت ہے۔ وہ علامات اور نشانات جو مقرر کئے گئے تھے۔ سب اپنے اپنے وقت پر پورے ہو گئے۔ یا جوج ماجوج بھی من کلّ حدیب ینسلون (الانبیاء: ۸۱) کا نظارہ دکھا رہے ہیں اور وہ بال بھی اپنے دل اور فریب کے ایک عالم کو ہلاک کر رہا ہے مگر فرضی و تہمال جو مسلمانوں کے تخیل میں ہے۔ اس کا بھی نام و نشان نہیں۔

پھر عجیب بات یہ ہے کہ قرآن شریف میں تو لکھا ہوا ہے کہ:

وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (آل عمران: ۵۶)

وَأَعْرَبْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ إِلَى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (المائدہ: ۱۵)

وَأَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَاءَ (المائدہ: ۶۵)۔

یعنی قیامت تک عیسائیوں کا وجود پایا جاتا ہے۔ لیکن یہ کہتے ہیں کہ مسیح موعود اگر عیسائیوں سے لڑائی کرے گا۔ میں کساتوں کہ پھر وہ تہمال کہاں گیا۔ جس کی بابت کہتے ہیں کہ حضرتین کے سوا اس کا دخل ساری جگہ

ہوگا۔ اس تناقض کا جواب ان کے پاس کیا ہے۔ دجال تو کوٹ کرنے والا ہے۔ اس لیے اس کے منے تاجر کے بھی ہیں۔ سونے کا نام بھی دجال ہے اور شیطان کا بھی اہل یہی ہے کہ نصارے کی قوم جو اسلام کی تحریک کے لیے ہے اور طرح طرح کے بہن قائم کر کے اسلام کو نابود کرنا چاہتی ہے اور حق و باطل میں انتہاس کرتی ہے اور اپنی کتابوں میں تحریف کرتی ہے۔ یہی وہ گروہ ہے، جس پر دجال کا اطلاق ہوا ہے۔ کیونکہ دجال تو گروہ کا نام ہے۔ اور جو فتور اس نے پیدا کیا ہے۔ وہ عام طور پر محسوس ہو چکا ہے۔ جو بازار ارتداد کا یہاں گرم ہے، وہ مصر اور دوسرے ممالک میں بھی ہو رہا ہے۔ تو اب ایک دانشمند سوچے کہ اللہ تعالیٰ نے جو فرضی دجال سے بچایا تو اس قریب تر آنے والی آفت کا کوئی سامان نہیں کیا؟ اور اس کا ذکر تک بھی نہ کیا؟ یہ غلط ہے۔ خدا نے ذکر کیا اور اس سے بچایا ہے۔ ہمارے نزدیک یہی گروہ دجال ہے۔ لغت میں گروہ ہی کے معنی ہیں۔ یہی تحریف و تبدیل کرتے ہیں۔ قرآن شریف کا اگر ترجمہ کرتے ہیں وہ بھی ایسا۔ اسلام کو معدوم کرنا اپنا فرض اور تدارک رکھتے ہیں۔ اور یہ گروہ نرے پادریانہ رنگ میں ہی اسلام پر حملہ آور نہیں بلکہ فلسفیانہ رنگ میں بھی حملہ کرتا ہے اور اپنی ذہنیت کو ایسی طرز پر تعلیم دینا چاہتا ہے کہ اعمال میں سست ہو جائیں۔ ناول ہیں تو اس طرفی پر بھی ان کو اسلام سے دُور بٹھانا چاہتا ہے۔ اور فسق و فجور کی زندگی میں مبتلا کرنا چاہتا ہے اور تاریخ ہے تو اس رنگ میں بھی بد اعتقادی اور بدظنی پھیلانے کا خواہشمند ہے۔ غرض ہر پہلو سے اسلام سے بیزار کرنا چاہتا ہے اور یہ بات بالکل بدیہی ہے۔ جو لوگ ان کی پالیسی سے آگاہ ہیں اور ان کے مکائد اور اغراض کا علم رکھتے ہیں وہ بخوبی جانتے ہیں کہ انھوں نے اسلام کی مخالفت کو اتنا تک پہنچا دیا ہے۔ شفا خالوں کے اجراء سے بھی یہی غرض ہے۔ غرض جو پیرایہ اختیار کرتے ہیں۔ اس میں اسلام کی مخالفت اصل تدارک ہوتا ہے۔ اور ارتداد ملت فانی ہوتی ہے۔ یہ اس قدر طرفی لیے پھرتے ہیں کہ فرضی دجال کے دہم و خیال میں بھی نہ ہوں گے۔

پھر بڑی غور طلب بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے ابتدا میں بھی ان کا ہی ذکر کیا جیسے کہ وَلَا الْعَالَمِينَ
 پر سورہ فاتحہ کو ختم کیا۔ اور پھر قرآن شریف کو بھی اسی پر تمام کیا کہ قَدْ هُوَ اللَّهُ سے لے کر قَدْ اَعُوذُ
 بِرَبِّ الْعَالَمِينَ (التاس: ۲) تک خود کرو۔ اور وسط قرآن میں بھی ان کا ہی ذکر کیا۔ اور كَذَّابًا الْمُنْتَهِنًا
 مِنْهُ (مریم: ۹۱) کہا۔ بتاؤ اس دجال کا بھی کہیں ذکر کیا۔ جس کا ایک خیالی نقشہ اپنے دل میں بنانے بیٹھے
 ہیں۔ پھر حدیث میں آیا ہے کہ دجال کے لیے سورۃ کف کی ابتدائی آیتیں پڑھو۔ اس میں بھی ان کا ہی ذکر
 ہے اور احادیث میں ریل کا بھی ذکر ہے۔ غرض جہاں تک خود کیا جاوے۔ بڑی وضاحت کے ساتھ یہاں
 ذہن میں آجاتا ہے کہ دجال سے مراد یہی نصاریٰ کا گروہ ہے۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ

دابتہ الارض کے دو معنی ہیں۔ ایک تو وہ علماء جن کو آسمان سے تھمنیں
علا۔ وہ زمین کے کیرے ہیں۔ دوسرے دابتہ الارض سے مراد طاعون ہے۔

دَابَّةُ الْأَرْضِ بِمَا كُلُّ مُسَاقَتْهُ (سبا: ۱۵۱) قرآن شریف کا بھی ثابث ہے کہ جب تک انسان میں دُعا نیت
پیدا نہ ہو۔ یہ زمین کا کیرا ہے۔ اور طاعون کی نسبت بھی سب نبیوں نے پیشگوئی کی تھی کہ مسیح کے
وقت پھیلے گی۔ تَكَلَّمَ النَّاسُ۔ تکلم کاٹنے کو بھی کہتے ہیں۔ اور خود قرآن شریف نے ہی فیصلہ کر دیا
ہے۔ اس سے آگے لکھ دیا ہے کہ وہ اس لیے لوگوں کو کاٹنے لگی کہ ہمارے مامور پر ایمان نہیں لائے۔

یہ غور کرنے کے مقام ہیں۔ اب زمانہ قریب آ گیا ہے اور لوگ سمجھ لیں گے۔ طاعون بڑا بھاری کتب
مقدسہ اور احادیث میں مسیح موعود کا نشان ہے۔ اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی ہوئی تھی۔ خدا تعالیٰ
نے مجھے جو کچھ طاعون کی نسبت فرمایا ہے۔ اُسے میں نے مفصل لکھ دیا ہے۔ یہ میرا نشان ہے جس قدر اس کا
تعلق پنجاب سے ہے، دوسرے حصہ ملک سے نہیں ہے۔ یہ اس لیے کہ اہل جزا اس کی پنجاب میں مٹی ہے۔

سارن پور وغیرہ میں جو لوگ اس سلسلہ کو بُری نظر سے دیکھتے ہیں۔ اس کی بُری وجہ یہی ہے کہ پنجاب کی طرف سے
مکینفر کا فتویٰ تیار ہوا ہے اور پنجاب والوں نے پیش دستی کی ہے اور تمہیں لگا کر بدنام کیا ہے مگر اب جو یہ بلا
آئی ہے۔ سو چکر دیکھو تو دشمن اسی طرف سے مانے گا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت تو یہ خیال کرتے ہو کہ
وہ زمین میں دفن ہوئے اور حضرت عیسیٰ کی نسبت یہ عقیدہ کہ وہ زندہ آسمان پر بیٹھے ہیں اور پھر یہ کہ

مسیح مُردے زندہ کرتے تھے اور وہ خالق تھے اور انھوں نے پرندے بنائے یہاں تک کہ لاکھوں کروڑوں
پرندے اب بھی موجود ہیں۔ میں نے ایک اہل حدیث سے پوچھا کہ اگر دو جانور پیش کیے جاویں، تو کیا
آپ فرق کر سکتے ہیں اور بتا سکتے ہیں کہ یہ مسیح کا ہے اور وہ خدا کا ہے۔ اس نے یہی کہا کہ اب دل بل گئے
ہیں اس لیے تیز نہیں ہو سکتی۔ پھر جب حضرت عیسیٰ کو خالق مانتے ہیں۔ مٹی مانتے ہیں۔ عالم الغیب مانتے ہیں

اور بقول اُن کے قرآن میں اُن کی موت کا بھی کہیں ذکر نہیں تو پھر خدا بنانے میں کیا شک رہا۔ تعجب کی بات ہے
کہ وہی مَنَوُ قَدِيفًا کا لفظ حضرت مسیح کی نسبت آئے۔ تو اس کے معنی ہوں جسم سمیت آسمان پر اُٹھانا اور اُٹھتے
صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت آئے تو کہہ دیا جائے کہ اس کے معنی ہیں مرنا۔ اب غور کر کے بتاؤ کہ عیسائیوں کو کتنا
بڑا موقع اور ہتھیار حملہ کرنے کا آپ دے دیا ہے۔ اگر عیسائی سوال کریں تو پھر ان کے پاس کیا جواب ہے آپ

نہ چڑھ سکیں گے کہ اِنِّیْ مُنَوُّ قَدِيفًا يَا فَلَانًا اَوْ قَدِيفَتِیْءَ کیونکہ اس کے معنی انھوں نے آسمان پر زندہ اُٹھانے
کے کہتے ہیں۔ پھر کس آیت سے ان کی وفات ثابت کریں گے اور خدائی کو باطل کریں گے۔

یقیناً جھوک ان ہتھیاروں سے ان پر فتح نہیں پاسکتے۔ ان پر فتح اور کبر صلیب کے لیے وہی ہتھیار اور

عرب ہے جو خدا نے مجھے دیا ہے۔ بیشک مسلمانوں کو اس کی پروا نہیں کہ اسلام پر کیا آفت آرہی ہے۔ مگر
 خدا تعالیٰ کو پروا ہے جن کا باغ ہے اس کو پروا ہے۔ اس کا باغ کا نام جانا ہے اور جلایا جاتا ہے۔ اس کی غیرت
 نے اس کی حفاظت کیلئے تقاضا کیا ہے۔ اور اب ایک سلسلہ خود اس نے قائم کیا ہے اور کوئی نہیں ہے
 جو اس کو روک سکے۔

ملفوظات

حضرت سید موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام

☆ (۳۱) اگست ۱۹۰۱ء کو جناب بابو غلام مصطفیٰ صاحب میونسپل کمشنر وزیر آباد، قادیان دارالامان آئے تھے اس تقریب پر حضرت حجۃ اللہ علی الارض علیہ السلام نے بطور تبلیغ مندرجہ ذیل تقریر فرمائی۔ جو الحکم کی اس اور اگلی اشاعتوں میں درج ہوتی ہے۔ وہ باللہ التوفیق وهو خیر الرفق۔ ایڈیٹر

نئی بات سنتے ہی اس کی مخالفت نہ کریں

اصل بات یہ ہے کہ جب تک انسان کسی بات کو خالی الذہن ہو کر نہیں سوچتا اور تمام پہلوؤں پر توجہ نہیں کرتا اور غور سے نہیں سنتا اس وقت تک پرانے خیالات نہیں چھوڑ سکتا اس لئے جب آدمی کسی نئی بات کو سنے تو اسے یہ نہیں چاہئے کہ سنتے ہی اسکی مخالفت کے لئے تیار ہو جاوے بلکہ اس کا فرض ہے کہ اس کے سارے پہلوؤں پر پورا فکر کرے اور انصاف اور دیانت اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کے خوف کو مد نظر رکھ کر تنہائی میں اس پر سوچے۔ میں جو کچھ اس وقت کہنا چاہتا ہوں وہ کوئی معمولی اور سرسری نگاہ سے دیکھنے کے قابل بات نہیں بلکہ بہت بڑی اور عظیم الشان بات ہے میری اپنی بنائی ہوئی نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کی بات ہے اس لئے جو اس کی تکذیب کے لئے جرات اور دلیری کرتا ہے وہ میری تکذیب نہیں کرتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی آیات کی تکذیب کرتا ہے اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب پر دلیر ہوتا ہے مجھے اس کی تکذیب سے کوئی رنج نہیں ہو سکتا البتہ اس پر رحم ضرور آتا ہے کہ نادان اپنی نادانی سے خدا تعالیٰ کے غضب کو بھڑکاتا ہے۔

ہر صدی کے سر پرچمزد کا ظہور

یہ بات مسلمانوں میں ہر شخص جانتا ہے اور غالباً کسی کو بھی اس سے بے خبری نہ ہوگی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد کو بھیجتا ہے

جو دین کے اس حصہ کو تازہ کرتا ہے جس پر کوئی آفت آئی ہوئی ہوتی ہے یہ سلسلہ مجددوں کے بھیجنے کا اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق ہے جو اس نے اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَرِاٰنَا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ (الجزء : ۱۰) میں فرمایا ہے پس اس وعدہ کے موافق اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اس پیشگوئی کے موافق جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ تعالیٰ سے وحی پا کر فرمائی تھی یہ ضروری ہوا کہ اس صدی کے سر پر جس میں سے انیس برس گزر گئے کوئی مجدد اصلاح دین اور تجدید ملت کے لئے مبعوث ہوتا اس سے پہلے کہ کوئی خدا تعالیٰ کا مامور اس کے الہام اور وحی سے مطلع ہو کر اپنے آپ کو ظاہر کرتا۔ مستعد اور سعید فطرتوں کے لئے ضروری تھا کہ وہ صدی کے سر آ جانے پر نہایت اضطراب اور بے قراری کے ساتھ اس مرد آسمانی کی تلاش کرتے اور اس آواز کو سننے کے لئے ہمہ تن گوش ہو جاتے جو انہیں یہ مژدہ سناتی کہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے وعدہ کے موافق آیا ہوں۔

چودھویں صدی کا مجدد

یہ سچ ہے کہ چودھویں صدی پر اکابر امت کی نظریں لگی ہوئی تھیں اور تمام کشف اور رؤیا اور الہامات اس امر کی طرف ایسا کرتے تھے کہ اس صدی پر آنے والا موعود عظیم الشان انسان ہو گا جس کا نام احادیث میں مسیح موعود اور مہدی آیا ہے مگر میں کہوں گا کہ جب وہ وقت آگیا اور آنے والا آگیا تو بہت تھوڑے وہ لوگ نکلے جنہوں نے اس کی آواز کو سنا غرض یہ بات کوئی نزالی اور نئی نہیں ہے کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد آتا ہے پس اس وعدہ کے موافق ضروری تھا کہ اس صدی میں بھی جو انیس سال تک گذر چکی ہے مجدد آئے اب اس دوسرے پہلو کو دیکھنا بھی ضروری ہے کہ کیا اس وقت اسلام کے لئے کوئی آفات اور مشکلات ایسی پیدا ہو گئی ہیں جو کسی مامور کے لئے داعی ہیں جب ہم اس پہلو پر غور کرتے ہیں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اسلام پر اس وقت دو قسم کی آفتیں آئی ہیں۔ اندرونی اور بیرونی۔

اسلام کی اندرونی حالت

اندرونی طور پر یہ حالت اسلام کی ہو گئی ہے کہ بہت سی بدعتیں اور شرک حیحی توحید کی بجائے پیدا ہو گئے ہیں اعمال صالحہ کی جگہ صرف چند رسومات نے لے لی ہے قبر پرستی اور پھر پرستی اس حد تک پہنچ گئی ہے کہ وہ بجائے خود ایک مستقل شریعت ہو گئی ہے مجھ کو ہمیشہ تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ مجھ کو یہ لوگ کہتے ہیں کہ میں نے نبوت کا دعویٰ کیا ہے حالانکہ اس پامرو کو انہوں نے نہیں سمجھا کہ

میں کیا کہتا ہوں مگر اپنے گھر میں یہ لوگ غور نہیں کرتے کہ نبوت کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے جنہوں نے اپنی شریعت بتائی ہے کوئی بتائے کہ وہ ورد اور وظائف جو سجادہ نشین اور مختلف گدیوں والے اپنے مریدوں کو سکھاتے ہیں میں نے ایجاد کئے ہیں؟ یا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر عمل کرتا ہوں اور اس پر ایک نقطہ یا ششہ بڑھانا کفر سمجھتا ہوں۔

اور ہزار ہا قسم کی بدعات ہر فرقہ اور گروہ میں اپنے اپنے رنگ کی پیدا ہو چکی ہیں تقویٰ اور طہارت جو اسلام کا اصل منشاء اور مقصود تھا جس کے لئے آنحضرت اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خطرناک مصائب برداشت کیں جن کو بجز نبوت کے دل کے کوئی دوسرا برداشت نہیں کر سکتا وہ آج مفقود و معدوم ہو گیا ہے۔ جیل خانوں میں جا کر دیکھو کہ جرائم پیشہ لوگوں میں زیادہ تعداد کون کی ہے زنا، شراب اور اطلاق حقوق اور دوسرے جرائم اس کثرت سے ہو رہے ہیں کہ گویا یہ سمجھ لیا گیا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔ اگر مختلف طبقات قوم کی خرابیوں اور نقائص پر مفصل بحث کی جاوے تو ایک ضخیم کتاب تیار ہو جاوے۔ ہردانشمند اور غور کرنے والا انسان قوم کے مختلف افراد کی حالت پر نظر کر کے اس صحیح اور یقینی نتیجے پر پہنچ جاوے گا کہ وہ تقویٰ جو قرآن کریم کی علیحدگی تھی جو اکرام کا اصل موجب اور ذریعہ شرافت تھا آج موجود نہیں۔ عملی حالت جس کی اشد ضرورت تھی کہ اچھی ہوتی اور جو غیروں اور مسلمانوں میں ماہہ الامتیاز تھی سخت کمزور اور خراب ہو گئی ہیں

بیرونی آفات، عیسائی مذہب کی طرف اسلام کی مخالفت

بیرونی حصہ میں دیکھو کہ جس قدر مذاہب مختلفہ موجود ہیں ان میں سے ہر ایک اسلام کو نابود کرنا چاہتا ہے۔ خصوصیت کے ساتھ عیسائی مذہب اسلام کا سخت دشمن ہے عیسائی مشنریوں اور پادریوں کی ساری کوشش اس ایک امر میں صرف ہو رہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو اور جس طرح ممکن ہو اسلام کو نابود کیا جاوے اور اس توحید کو جو اسلام نے قائم کی تھی جس کے لئے اس کو بہت سی جانوں کا کفارہ دینا پڑا تھا، اسے ناپید کر کے یسوع کی خدائی کا دنیا کو قائل کرایا جاوے اور اس کے خون پر یقین دلایا جاوے جو بے قیدی، آزادی اور اباحت کی زندگی کو پیدا کرتا ہے اور اس طرح پر وہ پاک غرض تقویٰ و طہارت و عملی پاکیزگی کی جو اسلام کا مدعا تھا، مفقود کی جاوے۔ عیسائی پادریوں نے اپنی ان اغراض میں کامیابی حاصل کرنے کے واسطے بہت سے طریقے اختیار کئے ہیں اور افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ انہوں نے ایک لاکھ سے زیادہ مسلمانوں کو مرتد کر لیا اور بہت سے ہیں جن کو نیم عیسائی بنا دیا ہے اور بہت بڑی تعداد ان لوگوں کی ہے جو طہرانہ طبیعت رکھتے ہیں اور اپنی طرز بود و باش اور رفتار و گفتار میں عیسائیت کے اثر سے متاثر ہیں۔ نوجوانوں کی ایک جماعت

اور مخلوق ہے جو مسلمانوں کے گھر میں پیدا ہوئی ہے اور کالجوں میں اسکی تربیت ہوئی۔ وہ خدا تعالیٰ کے کلام کی بجائے فلسفہ اور طبیعیات کی قدر کرتی ہے اور اس کو مقدم اور ضروری سمجھتی ہے اسلام اس کے نزدیک عرب کے جنگلوں کے حسب حال تھا۔ ان باتوں اور حالتوں کو جب میں دیکھتا ہوں اور سنتا ہوں، میں دوسروں کی بابت کچھ نہیں کہہ سکتا، مگر میرے دل پر سخت صدمہ ہوتا ہے کہ آج اسلام ان مشکلات اور آفتوں میں پھنسا ہوا ہے اور مسلمانوں کی اولاد کی یہ حالت ہو رہی ہے جو وہ اسلام کو اپنے مذاق ہی کے خلاف سمجھتے ہیں۔

تیسری قسم کے لوگ وہ ہیں جو الٰہی حدود سے باہر تو نہیں ہوئے، حلال کو حرام نہیں کرتے مگر وضع قطع لباس پسند کرتے ہیں انہوں نے ایک قدم نصرانیت میں رکھا ہوا ہے اب صاف سمجھ آتا ہے کہ اندرونی طور پر وہ بدعات اور مشرکانہ رسوم ہیں اور بیرونی طور پر یہ آفتیں۔ خصوصاً صلیبی مذہب نے جو نقصان پہنچایا ہے اسلام وہ مذہب تھا کہ اگر ایک آدمی بھی اس سے نکل جاتا اور مرد ہو جاتا تو قیامت برپا ہو جاتی اور یا اب یہ حالت ہے کہ مردوں کی انتہائی نہیں رہی۔

خدا تعالیٰ کی خاص تجلی کی ضرورت

اب ان تمام امور کو یکجائی طور پر کوئی عقلمند سوچے اور خدا کے لئے غور کرے کہ کیا خدا کی خاص تجلی کی ضرورت نہیں؟ کیا ابھی تک اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ حفاظت کے پورا ہونے کا وقت نہیں آیا کہ **اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَاِنَّا لَءَلْخِظُوْنَ** (الحجر: ۱۰) اگر اس وقت اس کی مدد اور تجلی کی ضرورت نہیں تو کوئی ہمیں بتائے کہ وہ وقت کب آئے گا غور کرو اور سوچو کہ ایک طرف تو واقعات یہ ظاہر کرتے ہیں کہ اس قسم کی ضرورتیں پیدا ہو گئی ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی خاص تجلی فرمائے اور اپنے دین کی نصرت عملی سچائیوں اور آسمانی تائیدات سے کرنے دکھاوے دوسری طرف صدی نے مرگادی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اس وعدہ کے موافق (جو اس کے برگزیدہ اور افضل الرسل خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان پر جاری ہوا کہ ہر صدی کے سر پر تجدد دین کے لئے مجدد بھیجا جاوے گا) کوئی مجدد آتا چاہئے۔ صدی میں سے انیس برس گزر گئے مگر اب تک باوجود ان ضرورتوں کے پیدا ہو جانے کے بھی کوئی مامور مبعوث نہیں ہوا تو پھر خدا کے لئے غور کرو کہ اس میں اسلام کا کیا باقی رہتا ہے؟ کیا اس سے **اِنَّا لَءَلْخِظُوْنَ** کے وعدہ کا خلاف ثابت نہ ہو گا؟ کیا اس سے ارسال مجدد کی پیشگوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم باطل نہ ہو گی؟ کیا یہ نہ پایا جائے گا۔ کہ اسلام ایسا مذہب ہے کہ اس پر ایسی آفتیں آئیں اور خدا تعالیٰ کو اس کے لئے غیرت نہ آئی۔

پیشگوئی اور بشارات کے موافق خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا

اب کوئی ہمارے دعویٰ کو چھوڑے اور الگ رہنے دے مگر ان باتوں کو سوچ کر جواب دے۔ میری تکذیب کرے تو اسلام کو ہاتھ سے تمہیں دینا پڑے گا مگر میں سچ کہتا ہوں کہ قرآن شریف کے وعدہ کے موافق اللہ تعالیٰ نے اپنے دین کی حفاظت فرمائی اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگوئی پوری ہوئی کیونکہ عین ضرورت کے وقت خدا تعالیٰ کے وعدہ کے موافق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مددگوئی کی بشارت کے موافق خدا تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا اور یہ ثابت ہو گیا کہ **صَدَقَ اللَّهُ وَرَسُولُهُ** اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کی باتیں سچی ہیں ظالم طبع ہے وہ انسان جو ان کی تکذیب کرتا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے

اب میرا یہ دعویٰ کہ اس صدی پر میں تجدید دین کے لئے بھیجا گیا ہوں صاف ہے میں زور سے کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے مامور کیا ہے اور اس پر بائیس برس سے زیادہ عرصہ گزر گیا ہے اس قدر عرصہ تک میری تائیدوں کا ہونا یہ اللہ تعالیٰ کا الزام اور حجت ہے تم لوگوں پر۔ کیونکہ میں نے جو مجدد ہونے کا دعویٰ کیا ہے کہ میں فسادوں کی اصلاح کے لئے بھیجا گیا ہوں، حدیث اور قرآن کی بناء پر کیا ہے اب جو لوگ میری تکذیب کریں گے وہ میری نہیں اللہ اور اس کے رسول کی تکذیب کریں گے۔ ان کو کوئی حق تکذیب کا نہیں پہنچتا۔ جب تک وہ میری جگہ دو سرا مصلح پیش نہ کریں کیونکہ زمانہ اور وقت بتاتا ہے کہ مصلح آنا چاہئے۔ کیونکہ ہر جگہ مفاسد پیدا ہو چکے ہیں۔ اور قرآن شریف کہتا ہے کہ کہ ایسی آفتوں کے وقت حفاظت قرآن کے لئے مامور آتا ہے اور حدیث کہتی ہے کہ ہر صدی کے سر پر مجدد بھیجا جاتا ہے پھر ضرورتیں موجود ہیں اور یہ وعدے حفاظت اور تجدید دین کے الگ ہیں تو ان ضرورتوں اور وعدوں کے موافق آنے والے کی تکذیب کی تو وہی صورتیں ہیں یا کوئی اور مصلح پیش کیا جاوے یا ان وعدوں کی تکذیب کی جاوے۔

حفاظت دین کی ضرورت

بعض لوگ ایسے دیکھے جاتے ہیں جو کہتے ہیں کہ حفاظت کی کوئی ضرورت نہیں ہے وہ سخت غلطی کرتے ہیں دیکھو جو شخص باغ لگاتا ہے یا عمارت بناتا ہے تو کیا اس کا فرض نہیں ہوتا یا وہ

نہیں چاہتا کہ اس کی حفاظت اور دشمنوں کی دست برد سے بچانے کے لئے ہر طرح کوشش کرے؟ باغات کے گرد کیسے کیسے احاطے حفاظت کے لئے بنائے جاتے ہیں اور مکانات کو آتشزدگیوں سے بچانے کے لئے نئے نئے مصالحے تیار ہوتے ہیں۔ اور بجلی سے بچانے کے لئے تاریں لگائی جاتی ہیں یہ امور اس فطرت کو ظاہر کرتے ہیں جو بالطبع حفاظت کے لئے انسانوں میں ہے پھر کیا اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز نہیں ہے کہ وہ اپنے دین کی حفاظت کرے؟ بے شک حفاظت کرتا ہے اور اس نے ہر بلا کے وقت اپنے دین کو بچایا ہے۔ اب بھی جبکہ ضرورت پڑی اس نے مجھے اسی لئے بھیجا ہے۔ ہاں یہ امر حفاظت کا مہلک ہو سکتا یا اس کا انکار ہو سکتا تھا۔ اگر حالات اور ضرورتیں اس کی موید نہ ہوتیں۔ مگر کئی کروڑ کتابیں اسلام کے رد میں شائع ہو چکی ہیں اور ان اشتہاروں اور دو ورقہ رسالوں کا تو شمار ہی نہیں جو ہر روز اور ہفتہ وار اور ماہوار پادریوں کی طرف سے شائع ہوتے ہیں ان گالیوں کو اگر جمع کیا جاوے جو ہمارے ملک کے مرتد عیسائیوں نے سید المصومین صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی پاک ازدواج کی نسبت شائع کی ہیں تو کئی کونٹے ان کتابوں سے بھر سکتے ہیں اور اگر ان کو ایک دوسرے سے ملا کر رکھا جائے تو وہ کئی میل تک پہنچ جائیں۔ عماد الدین۔ صفدر علی اور شائق وغیرہ نے جیسی تحریریں شائع کی ہیں وہ کسی پر پوشیدہ نہیں۔ عماد الدین کی تحریروں کے خطرناک ہونے کا بعض انصاف پسند عیسائیوں کو بھی اعتراف ہے چنانچہ لکھنؤ سے جو ایک اخبار شمس الاخبار نکلا کرتا تھا اس میں اسکی بعض کتابوں پر یہ رائے لکھی گئی تھی کہ اگر ہندوستان میں پھر کبھی غرہ ہو گا تو ایسی تحریروں سے ہو گا ایسی حالتوں میں بھی کہتے ہیں کہ اسلام کا کیا بگاڑ ہے اس قسم کی باتیں وہ لوگ کر سکتے ہیں جن کو یا تو اسلام سے کوئی تعلق اور درد نہیں اور یا وہ لوگ جنہوں نے حجروں کی تاریکی میں پرورش پائی ہے اور ان کو باہر کی دنیا کی کچھ خبر نہیں ہے پس ایسے لوگ اگر ہیں تو ان کی کچھ پروا نہیں ہاں وہ لوگ جو نور قلب رکھتے ہیں جن کو اسلام کے ساتھ محبت اور تعلق ہے اور زمانہ کے حالات سے آشنا ہیں ان کو تسلیم کرنا پڑتا ہے کہ یہ وقت کسی عظیم الشان مصلح کا وقت ہے۔

مامور الہی ہونے کی شہادتیں

غرض اس وقت میرے مامور ہونے کی بہت سی شادتیں ہیں۔ اول۔ اندرونی شہادت دوم بیرونی شہادت سوم صدی کے سربرمجد کی نسبت حدیث صحیح۔

چہارم۔ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَآلَهُ لَخٰفِضُوْنَ (الحجر : ۱۰) کا وعدہ حفاظت

اب پانچویں اور زبردست شہادت میں اور پیش کرتا ہوں اور وہ سورہ نور میں وعدہ استخلاف

ہے اس میں اللہ تعالیٰ وعدہ فرماتا ہے وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ لِيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْأَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفْنَا الَّذِينَ مِنْ قَبْلِهِمْ (نور : ۵۶) اس آیت میں وعدہ استخلاف کے موافق جو خلیفے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلہ میں ہوں گے وہ پہلے خلیفوں کی طرح ہوں گے اسی طرح قرآن شریف میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ فرمایا گیا ہے جیسے فرمایا :- **إِنَّا أَرْسَلْنَا إِلَيْكُمْ رَسُولًا شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَا أَرْسَلْنَا إِلَىٰ فِرْعَوْنَ رَسُولًا (الزلزلہ : ۲۶)** اور آپ مثیل موسیٰ استثناء کی پیچھلکی کے موافق بھی ہیں پس اس مماثلت میں جیسے کَمَا کا لفظ فرمایا گیا ہے ویسے ہی سورہ نور میں کَمَا کا لفظ ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مشابہت اور مماثلت تامہ ہے موسوی سلسلہ کے خلفاء کا سلسلہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آکر ختم ہو گیا تھا اور وہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں آئے تھے اس مماثلت کے لحاظ سے کم از کم اتنا تو ضروری ہے کہ چودھویں صدی میں ایک خلیفہ اسی رنگ و قوت کا پیدا ہو جو مسیح سے مماثلت رکھتا ہو اور اس کے قلب اور قدم پر ہو۔ پس اگر اللہ تعالیٰ اس امر کی اور دوسری شادتیں اور تائیدیوں نہ بھی پیش کرتا تو یہ سلسلہ مماثلت بالطبع چاہتا تھا کہ چودھویں صدی میں عیسوی بروز آپ کی امت میں ہو ورنہ آپ کی مماثلت میں معاذ اللہ ایک نقص اور ضعف ثابت ہوتا لیکن اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اس مماثلت کی تصدیق اور تائید فرمائی بلکہ یہ بھی ثابت کر دکھایا کہ مثیل موسیٰ، موسیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تر ہے

مسیح موعود کی آمد کا مقصد

حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اپنی کوئی شریعت لے کر نہ آئے تھے بلکہ تورات کو پورا کرنے آئے تھے اسی طرح پر محمدی سلسلہ کا مسیح اپنی کوئی شریعت لے کر نہیں آیا بلکہ قرآن شریف کے احیاء کے لئے آیا ہے اور اس تکمیل کے لئے آیا ہے جو تکمیل اشاعت ہدایت کہلاتی ہے تکمیل اشاعت ہدایت کے متعلق یاد رکھنا چاہئے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر جو اتمام نعمت اور اکمال الدین ہوا تو اس کی دو صورتیں ہیں۔ اول، تکمیل ہدایت۔ دوسری تکمیل اشاعت ہدایت۔ تکمیل ہدایت من کل الوجہ آپ کی آمد اول سے ہوئی اور تکمیل اشاعت ہدایت آپ کی آمد ثانی سے ہوئی کیونکہ سورۃ جمعہ میں جو **الْآخِرِينَ مِنْهُمْ (المجموعہ : ۷)** والی آیت آپ کے فیض اور تعلیم سے ایک اور قوم کے تیار کرنے کی ہدایت کرتی ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کی ایک بعثت اور ہے اور یہ بعثت بروزی رنگ میں ہے جو اس وقت ہو رہی ہے پس یہ

وقت تکمیل اشاعت ہدایت کا ہے اور یہی وجہ ہے کہ اشاعت کے تمام ذریعے اور سلسلے مکمل ہو رہے ہیں چھاپہ خانوں کی کثرت اور آئے دن ان میں نئی باتوں کا پیدا ہونا، ڈاکخانوں، تار برقیوں، ریلوں، جہازوں، کاجرا اور اخبارات کی اشاعت، ان سب امور نے مل ملا کر دنیا کو ایک شہر کے حکم میں کر دیا ہے پس یہ ترقیاں بھی دراصل آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہی ترقیاں ہیں کیونکہ آپ کی کامل ہدایت کے کمال کا دوسرا جزو تکمیل اشاعت ہدایت پورا ہو رہا ہے۔ اور یہ اسی کے موافق ہے جیسے مسیح نے کہا تھا کہ میں توریت کو پورا کرنے آیا ہوں۔ اور میں کہتا ہوں کہ میرا ایک کام یہ بھی ہے تکمیل اشاعت ہدایت کروں۔ غرض یہ عیسوی مماثلت بھی ہے۔

مسیح موسوی اور مسیح محمدی میں مماثلت

علاوہ بریں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے زمانہ میں جو آفتیں پیدا ہو گئی تھیں اسی قسم کی یہاں بھی موجود ہیں۔ اندرونی طور پر یہودیوں کی حالت بہت بگڑ گئی تھی۔ اور تاریخ سے اس امر کی شہادت ملتی ہے۔ کہ توریت کے احکام انہوں نے چھوڑ دیئے تھے اور اس کی بجائے ظالمود اور بزرگوں کی روایتوں پر زیادہ زور دیتے تھے۔ اس وقت مسلمانوں میں بھی ایسی ہی حالت پیدا ہو گئی ہے۔ کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کی بجائے روایتوں اور قصوں پر زور مارا جاتا ہے۔ اس کے علاوہ سلطنت کے لحاظ سے بھی ایک مماثلت ہے۔ اس وقت رومی گورنمنٹ تھی اور اس وقت برٹش گورنمنٹ ہے جس کے عدل و انصاف کا عام شہرہ ہے۔ اور یہ میں پہلے بتا چکا ہوں کہ وہ بھی چودھویں صدی میں آئے تھے اور اس وقت بھی چودھویں صدی ہے۔

ان سب کے علاوہ ایک اور بر بھی ہے جو مماثلت کو مکمل کرتا ہے اور وہ یہ ہے کہ حضرت مسیح اخلاقی تعلیم پر زور دیتے تھے اور موسوی جہادوں کی اصلاح کرنے آئے تھے۔ انہوں نے کوئی تلوار نہیں اٹھائی۔ مسیح موعود کے لئے بھی یہی مقرر تھا۔ کہ وہ اسلام کی خوبیوں کو تعلیم کی عملی سچائیوں سے قائم کرے اور اس اعتراض کو دور کرے جو اسلام پر اسی رنگ میں کیا جاتا ہے کہ وہ تلوار کے ذریعہ پھیلا یا گیا ہے۔ یہ اعتراض مسیح موعود کے وقت میں بالکل اٹھا دیا جائے گا۔ کیونکہ وہ اسلام کے زندہ برکات اور فیوض سے اس کی سچائی کو دنیا پر ظاہر کرے گا اور اس سے یہ ثابت ہوگا کہ جیسے آج اس ترقی کے زمانہ میں بھی اسلام محض اپنی پاک تعلیم اور اس کے برکات اور ثمرات کے لحاظ سے موثر اور مفید ہے۔ ایسا ہی ہمیشہ اور ہر زمانہ میں مفید اور موثر پایا گیا ہے۔ کیونکہ یہ زندہ مذہب ہے۔ یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب آنے والے مسیح موعود کی مددگاری فرمائی اس کے ساتھ ہی یہ بھی فرمایا **يَضَعُ الْحَرْبَ** وہ لڑائیوں کو اٹھا دے

گاہ ان ساری شادتوں کو جمع کرو اور بتاؤ کہ کیا اس وقت ضرورت نہیں کہ کوئی آسمانی مرد نازل ہو؟ جب یہ مان لیا گیا کہ صدی پر مجدد آنا ضروری ہے تو اس صدی پر مجدد تو ضرور ہو گا پھر جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی مہمانت موسیٰ علیہ السلام سے ہے تو اس مہمانت کے لحاظ سے ضروری ہے کہ اس صدی کا مجدد مسیح ہو کیونکہ (مسیح) چودھویں صدی پر موسیٰ کے بعد آیا تھا اور آجکل چودھویں صدی ہے

چودہ کے عدد کو روحانی تغیر سے مناسبت ہے

چودہ کے عدد کو بڑی مناسبت ہے چودھویں صدی کا چاند مکمل ہوتا ہے اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے **وَلَقَدْ نَصَرَكُمُ اللَّهُ يَبْذُرُونَ آيَاتَهُ** (آل عمران : ۳۳) میں اشارہ کیا ہے یعنی ایک بدر تو وہ تھا جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مخالفوں پر فتح پائی اس وقت بھی آپ کی جماعت قلیل تھی اور ایک بدر یہ ہے۔ بدر میں چودھویں صدی کی طرف اشارہ ہے اس وقت بھی اسلام کی حالت **آيَاتُهُ** کی ہو رہی ہے سوان سارے وعدوں کے موافق اللہ تعالیٰ نے مجھے مبعوث کیا ہے

آئیوالمے موعود کی ایک علامت

احادث میں یہ بھی آیا ہے کہ آنے والے موعود کے وقت دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی ہوگی۔ ظلم اور زور سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت حکومت ظالم ہوگی جو لوگ یہ سمجھتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں آنے والے مسیح کے وقت میں ضروری ہے کہ سلطنت عادل ہو اور امن ہو اور ہم اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ہم کو ایسی عادل اور امن دوست گورنمنٹ اس نے عطا کی ہے جس کی نظیر آج دنیا کی کسی سلطنت میں نہیں ملتی ہے جیسے مسیح کے زمانہ میں رومی گورنمنٹ جو اپنے عدل و انصاف کے لئے مشہور تھی مگر ہماری گورنمنٹ رومی گورنمنٹ سے بدرجہا بہتر اور بڑھ چڑھ کر عادل ہے یہاں تک کہ اس مقدمہ میں جو پادری ہنری مارٹن کلارک کی طرف سے مجھ پر ہوا تھا کپتان ڈگلس نے جو ان دنوں گوروا سپور کا ڈپٹی کمشنر تھا۔ باوجودیکہ بعض کوتاہ اندیشوں کا یہ خیال تھا..... کہ ایک معزز پادری کی طرف سے مقدمہ ہے لیکن اس انصاف پسند حاکم نے اصلیت کو نکال لیا اور معلوم کر لیا کہ وہ مقدمہ بعض ادنیٰ درجہ کے آدمیوں کی چالاکی کا نتیجہ تھا۔ کپتان ڈگلس جو آج کل دہلی میں ڈپٹی کمشنر ہیں ہمیشہ تک اس عدیم المثال انصاف کے باعث مشہور رہیں گے اور یہ تو گورنمنٹ کے ایک عمدہ دار کی مثال ہے اور ایسی ہزاروں لاکھوں مثالیں ہیں غرض احادث میں آیا ہے کہ جب وہ موعود آئے گا تو دنیا ظلم اور زور سے بھری ہوئی

ہوگی اس کا مطلب یہی ہے کہ اس وقت دنیا میں شرک اور زور کا بہت زور ہو گا چنانچہ اس وقت دیکھ لو کیسی بت پرستی، صلیب پرستی، مردہ پرستی اور قسم قسم کی پرستش ہو رہی ہے اور حقیقی اور بچے خدا کو بالکل چھوڑ دیا گیا ہے۔

ایک مصلح کی ضرورت

اب ان تمام امور کو یک جا کر کے دانشمند غور کرے کہ جو کچھ ہم کہتے ہیں کیا وہ اس قابل ہے کہ سرسری نگاہ سے اسے رد کر دیا جائے؟ یا یہ کہ اس پر پورے غور اور فکر سے کام لیا جاوے۔ جو کچھ ہمارا دعویٰ ہے کیا یہ صدی کے سر پر ہے یا نہیں؟ اگر ہم نہ آتے تب بھی ہر ایک عقلمند اور خدا ترس کو لازم تھا کہ وہ کسی آنے والے کی تلاش کرتا۔ کیونکہ صدی کا سر آگیا تھا اور اب تو جب کہ میں برس گزرنے کو ہیں اور بھی زیادہ فکر کی ضرورت تھی موجودہ فساد پکار پکار کر کہہ رہا تھا کہ کوئی شخص اصلاح کے لئے آنا چاہئے۔ عیسائیت نے وہ آزادی اور بے قیدی پھیلائی ہے جس کی کوئی حد ہی نہیں ہے اور مسلمانوں کے بچوں پر جو اس کا اثر ہوا ہے اسے دیکھ کر کہتا پڑتا ہے کہ مسلمانوں کے بچے ہی نہیں ہیں۔

کاسرا الصلیب مسیح موعود کا ہی دوسرا نام ہے

ساری باتوں کو چھوڑ دو اس صلیبی فتنہ ہی کی اصلاح کے لئے جو شخص آئے گا اس کا نام کیا رکھا جائے گا؟ یہ فتنہ بالطبع اپنی اصلاح کرنے والے کا نام کاسرا الصلیب رکھتا ہے اور یہ مسیح موعود کا دوسرا نام ہے قرآن اور حدیث نے مختلف طریقوں پر اس مضمون کو ادا کیا ہے اور آنے والے موعود کی بشارت دی ہے۔ اس کو خوب سمجھ لینا چاہئے۔ کیونکہ جب انسان ناقص طور پر سمجھتا ہے گویا کچھ نہیں سمجھتا لیکن جب کامل غور اور فکر کے بعد ایک بات کو سمجھ لیتا ہے پھر مشکل ہوتا ہے کہ کوئی اسے گمراہ کر سکے۔ اس لئے میں آپ کو مشورہ دیتا ہوں کہ اس سوال کو حل کرنے کی خوب فکر کریں۔ یہ معمولی اور چھوٹی سی بات نہ سمجھیں بلکہ یہ ایمان کا معاملہ ہے جنت اور دوزخ کا سوال ہے۔

مسیح موعود کی تکذیب اور انکار کا نتیجہ

میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ یہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے کیونکہ جو میری تکذیب کرتا ہے وہ میری تکذیب سے پہلے معاذ اللہ اللہ تعالیٰ کو جھوٹا ٹھہرا لیتا ہے

جبکہ وہ دیکھتا ہے کہ اندرونی اور بیرونی فساد حد سے بڑھے ہوئے ہیں اور خدا تعالیٰ نے باوجود وعدہ **إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ** (الحجر: ۱۰) کے ان کی اصلاح کا کوئی انتظام نہ کیا جب کہ وہ اس امر پر بظاہر ایمان لاتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے آیت استخلاف میں وعدہ کیا تھا کہ موسوی سلسلہ کی طرح محمدی سلسلہ میں بھی خلفاء کا سلسلہ قائم کرے گا۔ مگر اس نے معاذ اللہ اس وعدہ کو پورا نہیں کیا اور اس وقت کوئی خلیفہ اس امت میں نہیں اور نہ صرف یہاں تک ہی بلکہ اس بات سے بھی انکار کرنا پڑے گا کہ قرآن شریف نے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ قرار دیا ہے یہ بھی صحیح نہیں ہے معاذ اللہ۔ کیونکہ اس سلسلہ کی اتم مشابہت اور مماثلت کے لئے ضروری تھا کہ اس چودھویں صدی پر اسی امت میں سے ایک مسیح پیدا ہوتا اسی طرح پر چیسے موسوی سلسلہ میں چودھویں صدی پر ایک مسیح آیا۔ اور اسی طرح پر قرآن شریف کی اس آیت کو بھی جھٹلانا پڑے گا جو **أَخْبَرْتَنِي مِنْهُمُ لَتَأْتِيَ لِحَقُّوَابِهِمْ** (الجمعة: ۴) میں ایک آنے والے احمدی بروز کی خبر دیتی ہے اور اس طرح پر قرآن شریف کی بہت سی آیتیں ہیں جن کی تکذیب لازم آئے گی بلکہ میں دعویٰ سے کتا ہوں کہ **أَنَحْمَدُ** سے لے کر **وَالنَّاسِ** تک سارا قرآن چھوڑنا پڑے گا پھر سوچو کہ میری تکذیب کوئی آسان امر ہے یہ میں از خود نہیں کتا بلکہ خدا کی قسم کھا کر کتا ہوں کہ حق یہی ہے کہ جو مجھے چھوڑے گا اور میری تکذیب کرے گا وہ زبان سے نہ کرے مگر اپنے عمل سے اس نے سارے قرآن کی تکذیب کر دی اور خدا کو چھوڑ دیا۔

اس کی طرف میرے ایک الہام میں بھی اشارہ ہے **أَنْتَ مَيِّتٌ وَأَنَا مَيِّتٌ** بے شک میری تکذیب سے خدا کی تکذیب لازم آتی ہے اور میرے اقرار سے خدا تعالیٰ کی تصدیق ہوتی اور اس کی ہستی پر قوی ایمان پیدا ہوتا ہے۔ اور پھر میری تکذیب میری تکذیب نہیں یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ہے اب کوئی اس سے پہلے کہ میری تکذیب اور انکار کے لئے جرأت کرے۔ ذرا اپنے دل میں سوچے اور اس سے فتویٰ طلب کرے کہ وہ کس کی تکذیب کرتا ہے؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کیوں تکذیب ہوتی ہے؟ اس طرح پر کہ آپ نے جو وعدہ کیا تھا کہ ہر صدی کے سر پر مجدد آئے گا۔ وہ معاذ اللہ جھوٹا نکلا۔ پھر آپ نے **إِنَّمَا مَلَكُكُمْ مِنْكُمْ** فرمایا تھا وہ بھی معاذ اللہ غلط ہوا ہے اور آپ نے جو صلیبی فتنہ کے وقت مسیح کے آنے کی بشارت دی تھی وہ بھی معاذ اللہ غلط نکل کیونکہ فتنہ تو موجود ہو گیا مگر وہ آنے والا امام نہ آیا۔ اب ان باتوں کو جب کوئی تسلیم کرے گا عملی طور پر کیا وہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تکذیب ٹھہرے گا یا نہیں؟ پس پھر میں کھول کر کتا ہوں کہ میری تکذیب آسان امر نہیں۔ مجھے کافر کہنے سے پہلے خود کافر

بننا ہو گا مجھے بے دین اور گمراہ کہنے میں دیر ہوگی مگر پہلے اپنی گمراہی اور روسیاهی کو مان لیتا پڑے گا مجھے قرآن و حدیث کا چھوڑنے والا کہنے سے پہلے خود قرآن اور حدیث کو چھوڑ دیتا پڑے گا اور پھر بھی وہی چھوڑے گا۔ میں قرآن و حدیث کا مصدق و مصداق ہوں۔ میں گمراہ نہیں بلکہ مہدی ہوں میں کافر نہیں بلکہ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِينَ کا مصداق صحیح ہوں اور جو کچھ میں کہتا ہوں خدا نے مجھ پر ظاہر کیا کہ یہ سچ ہے۔

خدا تعالیٰ سے فیصلہ طلب کریں

جس کو خدا پر یقین ہے جو قرآن اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو حق مانتا ہے اس کے لئے یہی حجت کافی ہے کہ میرے منہ سے سکر خاموش ہو جائے لیکن جو دلیر اور بے باک ہے اس کا کیا علاج؟ خدا خود اس کو سمجھائے گا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ آپ خدا کے واسطے اس امر پر غور کریں اور اپنے دوستوں کو بھی وصیت کریں کہ وہ میرے معاملے میں جلدی سے کام نہ لیں۔ بلکہ نیک نیتی اور خالی الذہن ہو کر سوچیں اور پھر خدا تعالیٰ سے اپنی نمازوں میں دعائیں مانگیں کہ وہ ان پر حق کھول دے اور میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر انسان تعصب اور ضد سے پاک ہو کر حق کے انکار کے لئے خدا تعالیٰ کی طرف توجہ کرے گا تو ایک چلہ نہ گزرے گا کہ اس پر حق کھل جائے گا مگر بہت ہی کم لوگ ہیں جو ان شرائط کے ساتھ خدا تعالیٰ سے فیصلہ چاہتے ہیں اور اس طرح پر اپنی کم سمجھی یا ضد و تعصب کی وجہ سے خدا کے ولی کا انکار کر کے ایمان سلب کرا لیتے ہیں کیونکہ جب ولی پر ایمان نہ رہے تو ولی جو نبوت کے لئے بطور بیخ کے ہے۔ اسے پھر نبوت کا انکار کرنا پڑتا ہے اور نبی کے انکار سے خدا کا انکار ہوتا ہے اور اس طرح پر بالکل ایمان سلب ہو جاتا ہے۔

ایک مصلح کی ضرورت

اس وقت ضروری ہے کہ خوب غور کر کے دیکھا جاوے کہ کیا عیسائی فتنہ نہیں ہے جو عین کَلِّ حَذِّبْ يَنْسَلُونَ (الانبیاء : ۹۷) کا مصداق ہو کر لاکھوں انسانوں کو گمراہ کر رہا ہے اور مختلف طریق اس نے اپنی اشاعت کے رکھے ہیں۔ اب وقت ہے کہ اس سوال کا جواب دیا جاوے کہ اس فتنہ کی اصلاح کرنے والے کا نام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا رکھا ہے؟ صلیب کا زور تو دن بدن بڑھ رہا ہے اور ہر جگہ اس کی چھاؤنیاں قائم ہوتی جاتی ہیں مختلف مشن قائم ہو کر دور دراز ملکوں اور اقطار عالم میں پھیلتے جاتے ہیں اس لئے اگر اور کوئی بھی ثبوت اور دلیل نہ ہوتی تب بھی طبعی طور پر ہم کو ماننا پڑتا کہ اس وقت ایک مصلح کی ضرورت ہے جو اس فساد کی آگ

کو بچھانے۔ مگر خدا کا شکر ہے کہ اس نے ہم کو صرف ضروریات محسوسہ مشہورہ تک ہی نہیں رکھا بلکہ اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت و عزت کے اظہار کے لئے بہت سی پیشگوئیاں پہلے سے اس وقت کے لئے مقرر رکھی ہوئی ہیں جن سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس وقت ایک آنے والا موعود ہے اور اس کا نام مسیح موعود اور اس کا کام کسریب ہے اب اس ترتیب کے ساتھ ہر ایک سلیم الفطرت کو اتنا تو ماننا پڑے گا کہ بجز اس تسلیم کے چارہ نہیں کہ کوئی مرد آسمانی آوے اور اس کا کام اس وقت کسریب ہی ہونا چاہئے۔

کسریب کی حقیقت

لیکن غور طلب امر یہ ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ کسریب مسیح موعود کا کام ہو گا اس کا کیا مطلب ہے کیا وہ لکڑی کی صلیب کو توڑے گا؟ اور اس سے فائدہ کیا ہو گا؟ صاف ظاہر ہے کہ لکڑی کی صلیب کو اگر توڑنا پھرے گا تو یہ کوئی عظیم الشان کام نہیں۔ اور نہ اس کا کوئی معتد بہ فائدہ ہو سکتا ہے اگر وہ لکڑی کی صلیب توڑے گا تو اس کی بجائے سونے چاندی اور دھاتوں کی صلیبیں عیسائی بنا لیں گے اور اس سے کیا نقصان ہوا اور پھر حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ اور یزید اور صلاح الدین نے بہت سی صلیبیں توڑیں تو کیا وہ اس ایک امر سے مسیح موعود بن گئے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

معلوم ہوا کہ اس سے یہ مراد ہرگز نہیں ہو سکتی کہ وہ لکڑی کی صلیب جو بعض عیسائیوں نے لٹکانی ہوئی ہے مسیح موعود توڑتا پھرے گا بلکہ اس کے اندر ایک حقیقت ہے اور اس حقیقت کی تائید میں حدیث کا ایک اور لفظ *يَضَعُ الْحَرْبَ* آیا ہے یعنی مسیح موعود لڑائیوں کو اٹھادے گا اب ہمیں کوئی سمجھاوے کہ ایک طرف تو مسیح موعود کا یہ کام ہے کہ وہ لڑائی کے سلسلہ کو یکدفعہ اٹھادے اور دین کے لئے لڑائی کا نام لینا حرام سمجھا جاوے اور وہ ساری طرف یہ بھی صاف ثابت ہوتا ہے کہ وہ زمانہ امن کا زمانہ ہو گا اور سلطنت عادل سلطنت ہوگی جس سے اور بھی تقویت ہوتی ہے اس بقاء کی کہ اس وقت لڑائیاں حرام ہوں گی۔ اچھا لڑائیاں ہوں گی نہیں اور صلیب توڑنا مسیح موعود کا کام ہے پھر سوچ کر دیکھو کہ ہمارے اس دعویٰ کی تائید صاف طور پر ہوتی ہے یا نہیں کہ صلیب توڑنے سے یہ لکڑی یا پتیل وغیرہ کی صلیبیں (جو عیسائی شرک کے طور پر گلے میں لٹکائے پھرتے ہیں) توڑنا مراد نہیں ہے بلکہ یہ لفظ ایک اور حقیقت کی طرف اشارہ کرتا ہے اور وہی ہے جو ہم لے کر آئے ہیں ہم نے صاف طور پر اعلان کیا ہے کہ اس وقت جہاد حرام ہے کیونکہ جیسے مسیح موعود کا وہ کام ہے *يَضَعُ الْحَرْبَ* بھی اس کا کام ہے۔ اس کام کی رعایت سے ہم کو

ضروری تھا کہ جہاد کے حرام ہونے کا فتویٰ صادر کریں پس ہم کہتے ہیں کہ اس وقت دین کے نام سے نکواریا ہتھیار اٹھانا حرام اور سخت گناہ ہے ہم کو ان وحشی سرحدیوں پر افسوس آتا ہے کہ وہ آئے دن جہاد کے نام سے بعض وارداتیں کر کے جو دراصل اپنا پیٹ پالنے کے لئے کرتے ہیں اسلام کے نام کو بدنام کرتے ہیں اور امن میں ظلل انداز ہوتے ہیں ایک سچے مسلمان کو ان وحشیوں کے ساتھ کوئی ہمدردی نہیں ہونی چاہئے تو پھر **يَنْكِرُ الْقَلْبِيبِ** کے کیا معنی ہیں؟ توجہ سے سنا چاہئے کہ مسیح موعود کی بعثت کا وقت غلبہ صلیب کے وقت ٹھہرایا گیا ہے اور وہ صلیب کو توڑنے کے لئے آئے گا اب مطلب صاف ہے کہ مسیح موعود کی آمد کی غرض عیسوی دین کا ابطال کلی ہو گا اور وہ حجت اور براہین کے ساتھ جن کو آسمانی تائیدات اور خوارق اور بھی قوی کر دیں گے اور صلیب پرستی کے مذہب کو باطل کر کے دکھا دے گا اور اس کا باطل ہونا دنیا پر روشن ہو جائے گا اور لاکھوں روہیں اعتراف کریں گی کہ فی الحقیقت عیسائی دین انسان کے لئے رحمت کا باعث نہیں ہو سکتا یہی وجہ ہے کہ ہماری ساری توجہ اس صلیب کی طرف لگی ہوئی ہے۔ صلیب کی شکست میں کیا کوئی کسباتی ہے؟ موت مسیح کے مسئلہ نے ہی صلیب کو پاش پاش کر دیا ہے کیونکہ جب یہ ثابت ہو گیا کہ مسیح صلیب پر مرا ہی نہیں بلکہ وہ اپنی طبعی موت سے کشمیر میں آکر مرا۔ تو کوئی عقلمند ہمیں بتائے کہ اس سے صلیب کا باقی کیا رہتا ہے۔ اگر تعصب نے اور ضد نے بالکل ہی انسان کے دل کو تاریک اور اس کی عقل کو ناقابل فیصلہ نہ بنا دیا ہو تو ایک عیسائی کو بھی یہ اقرار کرنا پڑے گا کہ اس مسئلہ سے عیسائی دین کا سارا تار و پودا ہمز جاتا ہے۔

مسیح موعود کا ظہور غلبہ صلیب کے وقت مقدر تھا

فرض یہ بات بالکل صاف ہے کہ مسیح موعود کو اللہ تعالیٰ اس وقت بھیجے گا جب صلیب کا غلبہ ہو گا جس سے مراد یہ ہے کہ صلیبی دین کا فتنہ بڑھا ہو گا اس کی اشاعت اور توسیع کے لئے ہر ایک قسم کے جیلوں کو کام میں لایا جائے گا اور دنیا میں وہ ظلم و زور جس کا دوسرے لفظوں میں شرک اور مرہ پرستی نام ہو سکتا ہے پھیلایا جاوے گا اس وقت اللہ تعالیٰ جس شخص کو بھیجے گا اس کا کام یہی ہو گا کہ اس ظلم و زور سے دنیا کو پاک کرے اور مرہ پرستی اور صلیب پرستی کی لعنت سے دنیا کو بچائے اس طرح پر وہ صلیب کو توڑے گا۔ بظاہر یہ ناقص معلوم ہوتا ہے کہ اس کے کاموں میں سے **يَضَعُ الْحَرْبَ** بھی لکھا ہے کہ وہ لڑائیاں نہ کرے گا اور صلیب کے توڑنے میں لڑائیوں کی

ضرورت ہے یہ تاقض سطلی خیال کے آدمیوں کو نظر آتا ہے جنہوں نے مسیح موعود کی آمد اور بعثت کی غرض کو ہرگز نہیں سمجھا حالانکہ **يَضَعُ الْحَرْبَ** کا لفظ ہی کسر صلیب کی حقیقت کو بتاتا ہے کہ اس سے مراد جیسا کہ میں نے ابھی بیان کیا ہے کلزی یا دو سری چیزوں کی صلیبوں کو توڑنا نہیں بلکہ صلیب ملت کی شکست ہے اور ملت کی شکست بینہ اور براہین سے ہوگی جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے **لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْ بَيِّنَةٍ (الانفال : ۴۳)**

بہر حال ہمارے مخالف علماء جو مخالفت میں اس قدر غلو کرتے ہیں اگر ٹھنڈے دل سے اور خدا تعالیٰ کے حضور حاضر ہونے کا یقین رکھ کر ان باتوں کو سوچتے تو یقیناً ان کو اس کے سوا چارہ نہ ہوتا کہ وہ میرے پیچھے ہو لیتے وہ دیکھتے کہ صدی کا سر آیا۔ بلکہ اس میں سے انہیں سال گزرنے کو آگئے ہیں اور صدی پر مجدد کا آنا ضروری ہے ورنہ اس سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم آتی ہے۔

عیسائیت کا عظیم فتنہ

اور جب وہ نصاریٰ کے فتنہ پر نظر کرتے تو ان کو نظر آتا کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی آفت اور فتنہ اسلام کے لئے کبھی پیدا نہیں ہوا ہے بلکہ جب سے نبوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے ایسا خطرناک فتنہ کبھی نہیں اٹھا فلسفیانہ رنگ میں الگ، طبی رنگ میں الگ مذہب پر زد ہے۔ ہر شخص جو کسی فن میں کسی علم میں کوئی دسترس رکھتا ہے وہ اسی پہلو سے اسلام پر حملہ کرنا چاہتا ہے مرد، عورتیں واعظ ہیں اور وہ مختلف مذاہب سے اسلام سے ہزاری پیدا کرنی چاہتے ہیں اور عیسائیت کی طرف لوگوں کو مائل کرتے ہیں۔ شفاخانوں میں جاؤ تو دیکھو گے کہ دوا کے ساتھ عیسوی دین کا وعظ ضرور کیا جاتا ہے اور بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ بعض عورتیں یا بچے علاج کے لئے شفاخانہ میں داخل ہو گئے ہیں اور پھر ان کا پتہ اس وقت تک نہیں ملا جب تک وہ عیسائی بن کر ظاہر نہیں کئے گئے۔ سادھوؤں کے رنگ میں وعظ کرتے ہیں۔ غرض کوئی طریقہ وسوسہ اندازی کا ایسا نہیں جو اس قوم نے اختیار نہ کیا ہو۔ اب اس فتنہ پر ان کی نگاہ ہوتی۔ تو ان کو ماننا پڑتا کہ اس فتنہ کی اصلاح و مدافعت کے لئے کوئی شخص خدا کی طرف سے ضرور آتا چائے۔ قرآن شریف سے بے توجہی اور لا پرواہی پر نظر کرتے تو کہتے کہ **إِنَّمَا لَهُمْ لَحِيفَةٌ (الحجر : ۱۰)** کے وعدہ کے موافق ضرور کوئی محافظ قرآن اس وقت آتا چاہئے اور پھر سلسلہ خلافت موسوی اور سلسلہ خلافت محمدی کی مشابہت پر نظر ہوتی تو ماننا پڑتا کہ اس وقت چودھویں صدی میں ایک خاتم الملغناء ضرور آنا چاہئے۔

اس طرح پر ایک نہیں بہت سی باتیں تھیں جو ان لوگوں کی ہدایت اور راہبری کا موجب بن

سکتی تھیں مگر نفس پرستی کی وجہ سے تعصب اور ضد سے انہوں نے ان پر غور نہیں کیا اور مخالفت اختیار کی۔ ان امور کا جو میں پیش کرتا ہوں وہی انکار کر سکتا ہے جو گھر سے باہر نہیں نکلتا اور حجروں ہی میں پرورش پاتا ہے جو شخص کہتا ہے فتنہ نہیں ہوا تو میں اس کو متعصب ہی نہیں سمجھتا بلکہ وہ بے ادب اور گستاخ ہے جس کے دل میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی عزت و حکم کا خیال نہیں ہے اور اس سے بے خبر محض ہے۔ مگر عقلمند اور دین سے واقف سمجھتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کبھی اس فتنہ کو خفیف نہیں سمجھا اور حقیقت میں خفیف نہیں۔ میں بار بار اس امر پر اسی لئے زور دیتا ہوں کہ لوگوں کو اس امر پر اطلاع ملے۔ ان کا ایک ایک پرچہ اگر دیکھا جاوے تو وہ ایک ایک لاکھ نکلتا ہے وہ وسائل اشاعت اور تبلیغ کے جو اب پیدا ہو گئے ہیں پہلے کہاں تھے؟ اس سے پہلے رو اسلام میں ایک رسالہ تو دکھاؤ۔ مگر اس صدی میں اگر ان رسالوں اور اخباروں اور کتابوں کو جو اسلام کے خلاف لکھے گئے ہیں، ایک جگہ جمع کرو تو ان کا اونچا ڈھیر کئی میل تک چلا جاوے بلکہ میں بلا مبالغہ کہتا ہوں کہ یہ اونچا ڈھیر دنیا کے بلند ترین پہاڑوں کی اونچائی سے بھی بڑھ جاوے اور اگر ان کو برابر سطح پر رکھا جاوے تو کئی میل لمبی لائن ہو۔ اس وقت اسلام شہیدان کربلا کی طرح دشمنوں کے زخموں میں گھرا ہوا ہے اور اس پر بھی افسوس ہے کہ مخالف کہتے ہیں کہ کسی شخص کی ضرورت نہیں۔ ہم مجادلہ کرنے والے سے بات کرنا نہیں چاہتے اور اس سے بحث کرنا بجز تضحیح اوقات اور کچھ نہیں ہے۔ ہاں جو طالب حق ہو وہ ہمارے پاس آئے اور یہاں رہے اور پھر ہر طرح اس کی تسلی اور اطمینان کو تیار ہیں مگر افسوس تو یہ ہے کہ اس قسم کے لوگ پائے نہیں جاتے بلکہ مخالف تو دو چار دس منٹ میں فیصلہ کرنا چاہتے ہیں۔ یہ گویا مذہبی قمار بازی ہے اس طرح پر حق کھل نہیں سکتا۔ آپ خود سوچیں کہ عیسائیت اسلام کو مغلوب کرنے کے واسطے کس قدر زور لگا رہی ہے کلکتہ کے ہسپتال نے لندن جا کر جو تقریر کی ہے اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ کوئی آدمی گورنمنٹ انگلیش کا سچا خیر خواہ اور وفادار نہیں ہو سکتا جب تک وہ عیسائی نہ ہو۔ ایسی تقریروں اور بحثوں سے کیا یہ نتیجہ نہیں نکلتا کہ عیسائی بنانے کے لئے کس قدر کوشش یہ لوگ کرنی چاہتے ہیں اور ان کی نیت میں کیا ہے؟ وہ صاف چاہتے ہیں کہ کوئی مسلمان نہ رہ جاوے۔ عیسائی مشنریوں نے اس امر کو بھی تسلیم کیا ہے کہ جس قدر اسلام ان کی راہ میں روک ہے اور کوئی مذہب ان کی راہ میں روک نہیں ہے مگر یاد رکھو اللہ تعالیٰ اپنے دین کے لئے غیور ہے اس لئے سچ فرمایا ہے

اِنَّا نَحْنُ نَدْعُو الْبِرَّ وَالْقَالَہُ لَعِيفَلُوْنَ (المحجر : ۱۰)

اس نے اس وعدہ کے موافق اپنے ذکر کی مخالفت فرمائی اور مجھے مبعوث کیا اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدہ کے موافق کہ ہر صدی کے سر پر مہر آتا ہے اس نے مجھے چار دہم کا مہر دیا۔ جس کا نام کاسر الصلیب بھی رکھا ہے

اگر ہم اس دعویٰ میں غلطی پر ہیں تو پھر سارا کاروبار نبوت کا ہی باطل ہو گا اور سب وعدے جھوٹے ٹھہریں گے اور پھر سب سے بڑھ کر عجیب بات یہ ہوگی کہ خدا تعالیٰ بھی جھوٹوں کی حمایت کرنے والا ثابت ہو گا (معاذ اللہ) کیونکہ ہم اس سے تائیدیں پاتے ہیں اور اس کی نصرتیں ہمارے ساتھ ہیں۔

نزولِ مسیح اور دجال سے متعلق عام خیالات اور اصل حقیقت

اب ایک شخص کو بطور وسوسہ کے یہ اعتراض گذرتا ہے کہ مسیح آسمان سے اترے گا اور اس کے ہاتھ میں ایک حربہ ہوگا اور وہ دجال کو جس کے ہاتھ میں خدائی کی ساری قوتیں ہوں گی اور روٹیوں کا پہاڑ اس کے ساتھ ہوگا وہ قتل کرے گا اور آسمان سے تو یونہی اتر آئے گا مگر دمشق کے منارہ پر آکر بیڑھی کے بغیر نہ اترے گا اور دجال مردوں کو زندہ کرے گا وغیرہ بہت سی باتیں ہیں جو نزولِ مسیح کے متعلق ان لوگوں نے بنا رکھی ہیں اور دجال کے لئے کہتے ہیں کہ وہ کانا ہو گا مگر دجال اس کے لئے یہ نہیں کہہ سکے گا کہ وہ اس لئے کانا ہے کہ وحدہ لا شریک ہے اور سب کو ایک ہی آنکھ سے دیکھتا ہے اب ان باتوں پر اگر دانشمند غور کرے تو خود اس کو ہنسی آئے گی کہ کیا کہتے ہیں۔ ہم نے جو کچھ پیش کیا ہے وہ خیالی امور نہیں بلکہ یقینی باتیں ہیں جن کے ساتھ نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ ہیں اور تائیداتِ الہیہ بھی ہیں جو آج نہیں سمجھتا وہ آخر سمجھے گا۔ اللہ تعالیٰ کے نور کو کوئی بجھا نہیں سکتا۔

پیشگوئیوں میں استعارات کا استعمال

یاد رکھو۔ الفاظ کے معنی کرنے میں بڑی غلطی کھاتے ہیں۔ بعض وقت الفاظ ظاہر پر آتے ہیں اور بعض اوقات استعارہ کے طور پر آتے ہیں جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ سب سے پہلے لے لے ہاتھوں والی بی بی فوت ہوں گی۔ اور آپ کے سامنے ساری بیبیوں نے باہم ہاتھ ناپنے بھی شروع کر دیئے اور آپ نے منع بھی نہ فرمایا۔ لیکن جب بی بی زینب رضی اللہ عنہا کا انتقال ہو گیا۔ تو اس کے معنی کھلے کہ لے لے ہاتھوں والی سے مراد اس بی بی سے تھی جو سب سے زیادہ سخی تھی۔ ایسا ہی اللہ تعالیٰ کے کلام میں ایسی آیتیں موجود ہیں جن کے اگر ظاہر معنی کئے جائیں تو کچھ بھی مطلب نہیں نکل سکتا۔ جیسے فرمایا

مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ أَعْمَىٰ فَهُوَ فِي الْآخِرَةِ أَعْمَىٰ (بنی اسرائیل : ۷۳)

اب آپ وزیر آباد میں ہی حافظ عبدالمنان سے جو اس سلسلہ کا سخت دشمن ہے دریافت کریں کہ کیا اس آیت کا یہی مطلب ہے کہ جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ آخرت میں بھی اندھا اٹھایا

جائے گا؟ یا ظاہر اس سے مراد نہیں لی جاتی، کچھ اور مطلب ہے۔ یقیناً اس کو یہی کہنا پڑے گا۔ کہ بیشک اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ ہر اندھا اور نابینا قیامت کو بھی اندھا اور نابینا ٹھے بلکہ اس سے مراد معرفت اور بصیرت کی نابینائی ہے

جب یہ ثابت ہے کہ الفاظ میں استعارات بھی ہوتے ہیں اور خصوصاً ہینگویوں میں۔ تو پھر مسیح کے نزول کے متعلق جو ہینگویوں میں الفاظ آئے ہیں، ان کو بالکل ظاہری پر حمل کر لینا کونسی دانشمندی ہے؟ یہ لوگ جو میری مخالفت کرتے ہیں ظاہر ہستی سے کام لیتے ہیں اور ظن سے کام لیتے ہیں۔ مگر یاد رکھیں کہ **إِنَّ النَّفْسَ لَأَكْبَهُنَّ مِنَ الْحَقِّ كَيْفَ مَا (النجم : ۲۹) اور بَعَثْنَا النَّبِيَّ رِشْدًا (الحجرات : ۳)**

پس اگر بد ظنی سے کام لیتے ہیں اور ظاہر معنوں ہی پر حمل کرتے ہیں تو پھر نابینوں کو تو نجات سے جو اب ہوگا ہماری سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ لوگ کیوں ناحق ایک ایسی بات پر زور دیتے ہیں جس کے لئے ان کے پاس کوئی یقینی ثبوت نہیں ہے۔ یہ لوگ خدا تعالیٰ کی کتابوں کی زبان سے محض ناواقف ہیں اگر واقف ہوتے تو سمجھتے کہ ہینگویوں میں کس قدر استعارات سے کام لیا جاتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا کہ سونے کے کڑے پہنے ہوئے ہیں تو اس سے مراد جموٹے نبی تھے اور جب آپ کو گائیوں کا ذبح ہونا دکھایا گیا تو اس سے مراد صحابہ کی شہادت تھی۔ اور یہ کوئی خاص بات نہیں عام طور پر قانون الہی رویا اور ہینگویوں کے متعلق اس قسم کا ہے۔ دیکھو حضرت یوسفؑ کی رویا جو قرآن شریف میں ہے کیا اس سے سورج اور چاند اور ستارے مراد تھے؟ یا عزیز مصر کی رویا جس میں گائیاں دکھائی گئی تھیں اس سے فی الواقعہ گائیں مراد تھیں یا کچھ اور؟ اس قسم کی ایک دو نہیں ہزار شہادتیں ملتی ہیں۔ مگر تعجب کی بات ہے کہ نزول المسیح کے معاملہ میں یہ لوگ ان کو بھول جاتے ہیں اور ظاہر الفاظ پر زور دینے لگتے ہیں ان معاملات میں اختلاف کی جڑ وہی باتیں ہوا کرتی ہیں کہ مجاز اور استعارہ کو چھوڑ کر اس کو ظاہر پر حمل کر لیا جائے اور جہاں ظاہر مراد ہے وہاں استعارہ قرار دیا جائے۔ اگر ہینگویوں میں مجاز اور استعارہ نہیں ہے تو پھر کس نبی کی نبوت کا ثبوت بہت مشکل ہو جاوے گا۔

عہد نامہ قدیم و جدید میں استعارات کا استعمال اور یہود کا ابتلاء

یہودیوں کو یہی مشکل اور آفت تو پیش آئی کیونکہ حضرت مسیح کے لئے لکھا تھا کہ اس کے آنے سے پہلے ایلیا آئے گا۔ چنانچہ ملا کی نبی کی کتاب میں یہ ہینگوی بنی مراحت سے درج ہے۔ یہودی اس ہینگوی کے موافق پھرتے۔ کہ ایلیا آسمان سے آوے لیکن جب مسیح آیا اور ایلیا آسمان سے

نہ اترا تو وہ گھبرائے لے

اور یہ اہل ان کو پیش آگیا کہ ایلیا کا آسمان سے آنا مسیح کے آنے سے پہلے ضروری ہے اب انصاف شرط ہے۔ اگر یہ فیصلہ کسی جج کے سامنے پیش ہو تو وہ بھی یہودیوں ہی کے حق میں ڈگری دے گا کیونکہ یہ صاف طور پر لکھا گیا تھا کہ ایلیا آئے گا اور اس سے پہلے کوئی نظیر اس قسم کے بروز کی ان میں موجود نہ تھی جو مسیح نے یوحنا کو ایلیا بنایا۔ اب اگرچہ ہم ان کتابوں کی بابت تو یہی کہتے ہیں کہ لَا تُصَدِّقُوا وَلَا تَكْفُرُوا لیکن یہ بھی ساتھ ہی ضروری بات ہے کہ قرآن شریف میں یہ آیا ہے۔ فَسْتَأْتُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ (النحل : ۳۴) علاوہ بریں اس قصہ ایلیا کی قرآن شریف نے کبھی تکذیب اور تردید نہیں کی اور یہودی اور عیسائی دونوں قومیں بالاتفاق اس کو صحیح مانتی ہیں۔ اگر یہ قصہ صحیح نہ ہوتا۔ تو عیسائیوں کا حق تھا کہ وہ بول پڑتے اور اس کی تکذیب کرتے خصوصاً ایسی حالت میں کہ اگر اس قصہ کو غلط کہا جائے تو عیسائیوں کے لئے مشکلات سے نجات اور مخلصی ہے۔ جو اس کو صحیح مان کر ان کو پیش آتی ہیں لیکن جبکہ انہوں نے تکذیب نہیں کی اور اس کو صحیح تسلیم کر لیا ہے پھر کوئی وجہ نہیں ہو سکتی کہ ہم بلا وجہ تکذیب پر آمادہ ہوں جن یہی ہے کہ یہودیوں میں یہ خبر صحیح موجود تھی کہ مسیح کے آنے سے پہلے ایلیا آئے گا

مسیح علیہ السلام کا فیصلہ

اور اسی لئے جب مسیح آیا تو وہ مشکلات میں پڑے اور انہوں نے مسیح سے ایلیا کے متعلق سوال کیا اور مسیح نے یوحنا کی صورت میں اس کے آنے کو تسلیم کر لیا۔ یہاں سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ ہینگوئی مسیح نہ ہوتی تو سب سے پہلے مسیح کا یہ حق تھا کہ وہ بجائے اس کہ یہ کہتے کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہی ہے، یوں جواب دیتے کہ کوئی ایلیا آنے والا نہیں ہے مسیح نے اگر اس کو صحیح تسلیم نہ کیا ہوتا تو وہ یوحنا کی شکل میں ایلیا کو نہ اتارتے۔ یہ چھوٹی اور معمولی سی بات نہیں۔ مسیح کا یہودیوں کے اس اعتراض کو مان کر اس کا جواب دینا بھی اس امر کی روشن دلیل ہے کہ وہ بجائے خود اس امر کو صحیح اور یقینی سمجھتے تھے۔ یہودیوں کا یہ عذر بہر حال قابل پذیرائی تھا اور مسیح نے اس کو قبول کر کے یہی جواب دیا ہے کہ آنے والا ایلیا یوحنا ہی ہے چاہو تو قبول کرو۔ اب اگر استعارات کوئی چیز نہیں اور خدا تعالیٰ کی ہینگوئیوں میں یہ جزو اعظم نہیں ہوتے تو پھر جیسے یہودیوں نے حضرت مسیح کی اس تاویل کو تسلیم نہیں کیا، یہ بھی انکار کریں کہ وہ فیصلہ صحیح نہیں تھا کیونکہ یہ میں پہلے بیان کر چکا ہوں کہ ایلیا والے قصہ کی مسلمان تکذیب تو کر نہیں سکتے کیونکہ قرآن شریف نے کہیں اس

کی تکذیب نہیں کی اور تکذیب کے اول حقدار تو حضرت مسیح اور ان کے متبعین ہو سکتے ہیں جبکہ یہ بات ہے کہ استعارات کوئی چیز نہیں اور ہر شے کی لانا اپنے ظاہری الفاظ ہی پر پوری ہوتی ہے تو پھر ان کو گویا ماننا پڑے گا یہودوں کی طرح کہ مسیح ابھی نہیں آئے گا اور جب مسیح کے آنے کا بھی انکار ہی ہوا تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی انکار کرنا پڑا اور اس طرح پر اسلام ہاتھ سے جاتا ہے اسی لئے میں بار بار اس امر پر زور دیتا ہوں کہ میری تکذیب سے اسلام کی تکذیب لازم آتی ہے۔

اس صورت میں عقلمند سوچ سکتا ہے کہ ایلیا کے دوبارہ آنے کے قصہ کے رنگ میں مسیح کی آمد مانی ہے اور انکا فیصلہ گویا چیف کورٹ کا فیصلہ ہے جو اس کے خلاف کہتا ہے وہ نامراد رہتا ہے اگر حضرت عیسیٰ نے خود آنا تھا تو صاف لکھ دیتے کہ میں خود ہی آؤں گا یہودی بھی تو اعتراض کرتے ہیں کہ اگر ایلیا کا مشیل آنا تھا تو کیوں خدا نے یہ نہ کہا کہ ایلیا کا مشیل آئے گا غرض جس قدر یہ مقدمہ ایلیا کا ہے اس پر اگر ایک دانشمند صفائی اور تقویٰ سے غور کرے تو صاف سمجھ آجاتا ہے کہ کسی کے دوبارہ آنے سے کیا مراد ہوتی ہے اور وہ کس رنگ میں آیا کرتا ہے۔ دو شخص بحث کرتے ہیں ایک نظیر پیش کرتا ہے اور دوسرا کوئی نظیر پیش نہیں کرتا تو ہمتاؤ کس کا حق ہے کہ اس کی بات مان لی جاوے؟ یہی کہنا پڑے گا کہ ماننے کے قابل اسی کی بات ہے جو دلائل کے علاوہ اپنی بات کے ثبوت میں نظیر بھی پیش کرتا ہے اب ہم تو ایلیا کا فیصلہ شدہ مقدمہ جو خود مسیح نے اپنے ہاتھ سے کیا ہے بطور نظیر پیش کرتے ہیں یہ اگر اپنے دعویٰ میں سچے ہیں تو دو چار ایسے مفصلوں کے نام لے دیں جن کی آسمان سے اترنے کی نظیریں موجود ہیں سچ کے حق میں کوئی نہ کوئی نظیر ضرور ہوتی ہے اس مقدمہ میں تحقیق طلب امر یہی ہے کہ جب کسی کے دوبارہ آنے کا وعدہ ہو تو کیا اس سے اس شخص کا پھر آنا مراد ہوتا ہے یا اس کا مفہوم کچھ اور ہوتا ہے اور اس کی آمد مانی ہے یہ مراد ہوتی ہے کہ کوئی اس کا مشیل آئے گا اگر اس تحقیق طلب امر میں ان کا دعویٰ سچا ہے کہ وہ شخص خود ہی آتا ہے تو پھر حضرت عیسیٰ پر جو الزام عائد ہوتا ہے اسے دور کر کے دکھائیں۔ اول یہ ان کا فیصلہ فراموش مجھ سے نہیں ہوا۔ اور دوسرے معاذ اللہ وہ جموٹے نبی ہیں کیونکہ ایلیا تو آسمان سے آیا ہی نہیں وہ کہاں سے آگئے؟ اس صورت میں فیصلہ یہودیوں کے حق میں صادر ہو گا اس کا جواب ہمارے مخالف مسلمان ہم کو ذرا دے کر تو دکھائیں۔ لیکن یہ ساری مصیبت ان پر اس ایک امر سے آتی ہے جو کہتے ہیں کہ ہم استعارہ نہیں مانتے اصل بات یہی ہے اور وہی فیصلہ حق ہے جو مسیح نے دیا ہے کہ ایلیا کے آنے سے مراد یہ تھی کہ اس کی خواہر طبیعت پر اس کا مشیل آئے گا اس کے خلاف ہرگز ثابت نہیں ہو سکتا۔ مشرق یا مغرب میں پھو اور اس کی نظیر لاؤ کہ دوبارہ آنے والا خود ہی آیا کرتا ہے۔

اس اعتقاد کو دل میں لگے دو گے تو نتیجہ وہی ہوگا۔ کہ اسلام ہاتھ سے جائے گا۔ مسیح کو یہودیوں نے اسی وجہ سے جھوٹا قرار دیا۔ کیا ہمارے مخالف مسلمان بھی چاہتے ہیں کہ اس کو جھوٹا قرار دیں؟ پھر ایک اور اعتراض اسی قصہ کی بدولت پیدا ہوتا ہے اور وہ یہ ہے کہ اگر مسیح مردوں کو زندہ کرتے تھے یا وہ قدرتیں اور طاقتیں ان میں موجود تھیں جو ان کی طرف منسوب کی جاتی ہیں تو پھر کیا وجہ ہوئی کہ انہوں نے ایلیا کو زندہ نہ کر لیا یا آسمان سے بہ اختیار خود نہ اتار لیا۔

میرے مقدمہ کے فیصلہ سے پہلے میرے مخالفوں کو ضرور ہے کہ وہ اس قضیہ کو صاف کر لیں جو مسیح کو پیش آیا اور جس کا فیصلہ انہوں نے میرے حق میں کیا ہے۔ بات یہ ہے کہ بہت سی باتیں ہنگاموں کے طور پر نبیوں کی معرفت لوگوں کو پہنچتی ہیں۔ اور جب تک وہ اپنے وقت پر ظاہر نہ ہوں۔ ان کی بابت کوئی یقینی رائے قائم نہیں کی جاسکتی۔ لیکن جب ان کا ظہور ہوتا ہے اور حقیقت کھلتی ہے تو معلوم ہو جاتا ہے کہ اس ہنگاموں کا یہ مفہوم اور منشا تھا۔ اور جو شخص اس کا مصداق ہو یا جس کے حق میں ہو اس کو اس کا علم دیا جاتا ہے جیسے فقیہ اور فریسی برابر ایلیا کے دوبارہ آنے کا قصہ پڑھتے رہتے تھے اور وہ نہایت شوق کے ساتھ اس کا انتظار کرتے رہے لیکن اس کی حقیقت اور اصلیت کا علم ان کو اس وقت عطا نہ ہوا جب تک کہ خود آنے والا مسیح جس کے آنے کا وہ نشان تھا نہ آیا۔ پس یہ علم مسیح کو ملا اور اس نے اگر فیصلہ کیا کہ ایلیا کی آمد سے یہ مراد ہے۔

اسی طرح پر حضرت یعقوب علیہ السلام حضرت یوسف علیہ السلام کے فراق میں چالیس سال تک روتے رہے آخر جا کر آپ کو خبر ملی تو کہا اِنِّیْ لَکَیْجِدُ رَیْحَ یُوسُفَ (یوسف : ۹۵) ورنہ اس سے پہلے آپ کا یہ حال ہوا کہ قرآن شریف میں فرمایا گیا ہے وَابْتِیْضَتْ عَیْنُهُ (یوسف : ۸۵) تک نبوت پہنچی اسی کے متعلق کیا اچھا کہا ہے۔

کے پرسید زان گم کردہ فرزند
کہ اے روشن گھر پیر خود مند
ز معرش بوئے پیرا ہن شمیدی
چرا در چاہ کنعاش نہ دیدی؟ لہ

ابتلاء اور آزمائش کی غرض

یہ یہودہ باتیں نہیں ہیں بلکہ جب سے نبوت کا سلسلہ جاری ہوا ہے یہی قانون چلا آیا ہے۔

کمل از وقت ابتلا ضرور آتے ہیں تاکچوں اور پکوں میں امتیاز ہو اور مومنوں اور منافقوں میں بین
 فرق نمودار ہو اسی لئے خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے اَحْسِبِ النَّاسَ اَنْ يُّشْكُرُوْا
 اَمَّا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ (العنکبوت : ۳) یہ لوگ گمان کر بیٹھے ہیں کہ وہ صرف اتنا ہی کہنے پر
 نجات پا جائیں گے کہ ہم ایمان لائے اور ان کا کوئی امتحان نہ ہو۔ یہ کبھی نہیں ہوتا۔ دنیا میں بھی
 امتحان اور آزمائش کا سلسلہ موجود ہے جب دنیاوی نظام میں یہ نظیر موجود ہے تو روحانی عالم میں یہ
 کیوں نہ ہو۔ بغیر امتحان اور آزمائش کے حقیقت نہیں کھلتی۔ آزمائش کے لفظ سے یہ بھی دھوکا نہ
 کھانا چاہئے کہ اللہ تعالیٰ کو جو عَالِمُ الْغَيْبِ اور يَبْلُغُ السِّرِّ وَالْخَفِيّٰ ہے امتحان یا
 آزمائش کی ضرورت ہے اور بدوں امتحان یا آزمائش کے اس کو کچھ معلوم نہیں ہوتا ایسا خیال کرنا
 نہ صرف غلطی بلکہ کفر کی حد تک پہنچتا ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ کی عظیم الشان صفات کا انکار ہے امتحان
 یا آزمائش کی اصل غرض یہ ہوتی ہے کہ تا حقائق حقیقہ کا اظہار ہو جاوے اور شخص زیر امتحان پر
 اس کی حقیقت ایمان منکشف ہو کر اسے معلوم ہو جاوے کہ وہ کہاں تک اللہ کے ساتھ صدق و
 اخلاص و وفا رکھتا ہے اور ایسا ہی دوسرے لوگوں کو اس کی خوبیوں پر اطلاع ملے۔ پس یہ خیال باطل
 ہے۔ اگر کوئی کہے کہ اللہ تعالیٰ جو امتحان کرتا ہے تو اس سے پایا جاتا ہے کہ اس کو علم نہیں اس کو
 تودہ ذرہ کا علم ہے لیکن یہ ضروری ہے کہ ایک آدمی کی ایمانی کیفیتوں کے اظہار کے لئے اس پر
 ابتلا آویں اور وہ امتحان کی چکی میں پیسا جاوے کسی نے کیا اچھا کہا ہے

ہر بلا کہیں قوم را حق دادہ اند
 زیر آں تنج کرم بنادہ اند

ابتلاؤں اور امتحانوں کا آنا ضروری ہے بغیر اس کے کشف حقائق نہیں ہوتا یہودی قوم کے لئے
 یہ ابتلا جو مسیح کی آمد تھا بہت ہی بڑا تھا اور جب کبھی خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی مامور آتا ہے ضرور
 ہے کہ وہ ابتلاؤں کو لے کر آوے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جیسا کوئی تورت میں مثیل موسیٰ والی
 موجود ہے لیکن کیا کہنے والے نہیں کہتے کہ کیوں اللہ تعالیٰ نے پورا نام لیکر نہ بتایا اور سارا پتہ نہ
 دے دیا کہ وہ عبد اللہ کے گھر میں آمنہ کے پیٹ سے پیدا ہو گا اور اسماعیلی سلسلہ سے ہو گا تیرے
 بھائیوں کا لفظ کیوں کہہ دیا؟ اصل بات یہ ہے کہ اگر ایسی ہی صراحت سے بتا دیا جاتا تو پھر ایمان
 ایمان نہ رہتا دیکھو اگر ایک شخص پہلی رات کا چاند دیکھ کر بتا دے تو وہ حیر نظر کلا سکتا ہے لیکن اگر
 کوئی چودھویں کا چاند دیکھ کر کہہ دے کہ میں نے بھی چاند دیکھ لیا ہے تو کیا لوگ اس پر نہیں گے
 نہیں؟ یہی حال خدا تعالیٰ کے نبیوں اور رسولوں کی شناخت کے وقت ہوتا ہے جو لوگ قرآنِ قویہ
 سے شناخت کر لیتے اور ایمان لے آتے ہیں وہ اول المؤمنین ٹھہرتے ہیں ان کے مدارج اور مراتب

بڑے ہوتے ہیں۔ لیکن جب ان کا صدق آفتاب کی طرح کھل جاتا ہے اور ان کی ترقی کا دریا بہ نکلتا ہے تو پھر ماننے والے عوام الناس کھلتے ہیں۔

جب خدا تعالیٰ کا ہمیشہ سے ایک قانون سلسلہ نبوت کے متعلق چلا آتا ہے۔ اور اس کے اپنے ماموروں کے ساتھ یہی سنت ہے تو میں اس سے الگ کیونکر ہو سکتا ہوں پس اگر ان لوگوں کے دل میں بخل اور ضد نہیں تو میری بات سنیں اور میرے پیچھے ہو لیں پھر دیکھیں کہ کیا خدا تعالیٰ ان کو تاریکی میں چھوڑتا ہے یا نور کی طرف لے جاتا ہے؟ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو صبر اور صدق دل سے میرے پیچھے آتا ہے وہ ہلاک نہ کیا جاوے گا۔ بلکہ وہ اسی زندگی سے حصہ لے گا جس کو کبھی فنا نہیں۔ اس قدر لوگ جو میرے ساتھ ہیں اور جو اب اس وقت موجود ہیں کیا ان میں سے ایک بھی ہے جو یہ کہے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا ایک نہیں سینکڑوں نشان خدا تعالیٰ نے دکھائے ہیں مگر نشانات پر ایمان کا حصر کرنا یہ ٹھوکر کھانے کا موجب ہو جایا کرتا ہے جس کا دل صاف ہے اور خدا ترسی اس میں ہے اس کے سامنے دوبارہ آنے کے متعلق حضرت عیسیٰؑ کا ہی فیصلہ پیش کرتا ہوں وہ مجھے سمجھاوے کہ یہودیوں کے سوال کے جواب میں (کہ مسیح سے پہلے ایلیا کا آنا ضروری ہے) جو کچھ مسیح نے کہا وہ مسیح ہے یا نہیں؟ یہودی تو اپنی کتاب پیش کرتے تھے کہ ملاکی نبی کے صحیفہ میں ایلیا کا آنا لکھا ہے مثیل ایلیا کا ذکر نہیں۔ مسیح یہ کہتے ہیں کہ آنے والا یہی یوحنا ہے چاہو تو قبول کرو اب کسی منصف کے سامنے فیصلہ رکھو اور دیکھو کہ ڈگری کس کو دیتا ہے وہ یقیناً یہودیوں کے حق میں فیصلہ دے گا مگر ایک مومن جو خدا تعالیٰ پر ایمان لاتا ہے اور جانتا ہے کہ خدا کے فرستادے کس طرح آتے ہیں وہ یقین کرے گا کہ مسیح نے جو کچھ کہا اور کیا وہی مسیح اور درست ہے اب اس وقت وہی معاملہ ہے یا کچھ اور؟ اگر خدا کا خوف ہو تو پھر بدن کانپ جاوے یہ کہنے کی جرات کرتے ہوئے کہ یہ دعویٰ جھوٹا ہے افسوس اور حسرت کی جگہ ہے کہ ان لوگوں میں اتنا بھی ایمان نہیں جتنا کہ اس شخص کا تھا جو فرعون کی قوم میں سے تھا اور جس نے یہ کہا اگر یہ کاذب ہے تو خود ہلاک ہو جائے گا۔ میری نسبت اگر تقویٰ سے کام لیا جاتا تو اتنا ہی کہہ دیتے اور دیکھتے کہ کیا خدا تعالیٰ میری تائیدیں اور نصرتیں کر رہا ہے یا میرے سلسلہ کو مٹا رہا ہے۔

قرآن کریم کے مقابلہ میں سنت اور حدیث کا درجہ

میری مخالفت میں ان لوگوں نے قرآن شریف کو بھی چھوڑ دیا ہے۔ میں قرآن شریف پیش کرتا ہوں اور یہ اس کے مقابلہ میں احادیث کو پیش کرتے ہیں مگر یاد رکھنا چاہئے کہ احادیث اس درجہ پر نہیں ہیں جو قرآن شریف کا درجہ ہے اور نہ ہم احادیث کو کلام اللہ کا درجہ دے سکتے ہیں احادیث

تیسرے درجہ پر ہیں اور بالاتفاق مانی ہوئی بات یہ ہے کہ وہ ظن کے لئے مفید ہیں إِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِي
عَنِ الْحَقِّ شَيْئًا (النجم : ۲۹)

اصل میں تین چیزیں ہیں قرآن سنت اور احادیث۔ قرآن خدا تعالیٰ کی پاک وحی ہے جو رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوئی اور سنت وہ اسوہ حسنہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
اس وحی کے موافق قائم کر کے دکھایا قرآن اور سنت یہ دونوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے کام
تھے کہ ان کو پہنچا دیا جاوے۔ اور یہی وجہ ہے کہ جب تک احادیث جمع نہیں ہوئی تھیں اس وقت
تک بھی شعائر اسلام کی بجا آوری برابر ہوتی رہی ہے۔ اب دھوکا یہ لگا ہے کہ یہ لوگ احادیث کو اور
سنت کو ایک کر دیتے ہیں حالانکہ یہ ایک چیز نہیں ہیں۔ پس احادیث کو جب تک قرآن اور سنت
کے معیار پر پرکھ نہ لیں ہم کسی درجہ پر رکھ نہیں سکتے۔ لیکن یہ ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ
حدیث بھی جو اصول حدیث کی رو سے کیسی ہی کمزور اور ضعیف ہو لیکن قرآن یا سنت کے خلاف
نہیں تو وہ واجب العمل ہے۔ مگر ہمارے مخالف یہ کہتے ہیں کہ نہیں محدثین کے اصول تنقید کی رو
سے جو صحیح ثابت ہو۔ وہ خود قرآن اور سنت کی کیسی ہی مخالف ہو اس کو مان لینا چاہئے۔ اب عقلمند
غور کریں۔ اور خدا کا خوف دل میں رکھ کر فکر کریں کہ حق کس کے ساتھ ہے ان کے یا میرے۔
میں خدا کے کلام اور اس کے پاک رسول کے عمل کو مقدم کرتا ہوں اور یہ ان لوگوں کی باتوں اور
خیالی اصولوں کو مقدم کرتے ہیں جنہوں نے کوئی دعویٰ نہیں کیا کہ یہ اصول تنقید احادیث کے ہم نے
خدا کی وحی اور الہام سے قائم کئے ہیں۔

اگر یہی بات ہے کہ احادیث کے لئے قرآن اور سنت کے علاوہ کوئی اور معیار ہے جو محض اپنی
دانش اور عقل سے قائم کیا گیا ہے تو پھر میں پوچھتا ہوں کہ کیا وجہ ہے کہ شیعوں کی پیش کردہ
احادیث یا شیعوں کی پیش کردہ احادیث صحیح نہ مانی جاویں۔ کیوں ایک فریق دوسرے کو رو کرتا ہے۔
اس کا جواب ہمیں کوئی کچھ نہیں دیتا۔ ان ساری باتوں سے بڑھ کر اور ایک بات ہے کہ سلوی محمد
حسین صاحب نے اپنے رسالہ اشاعت السنۃ میں یہ اقرار کیا ہے کہ اہل کشف جو لوگ ہوتے ہیں
وہ احادیث کی صحت کے لئے محدثین کے اصول تنقید احادیث کے پابند نہیں ہوتے بلکہ وہ بعض
اوقات ایک صحیح حدیث کو ضعیف ٹھہرا سکتے ہیں یا ضعیف کو صحیح کیونکہ وہ براہ راست اللہ تعالیٰ یا
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اطلاع پاتے ہیں۔ جب یہ بات ہے تو پھر صحیح موعود جو حکم ہو کر
آئے گا کیا اس کو یہ حق نہ ہوگا کہ وہ احادیث کی صحت اس طریق پر کر سکے؟ کیا وہ خدا تعالیٰ سے
فیض نہ پاسکے گا؟ یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے فیض سے محروم ہوگا؟ اگر اس کو یہ قدرت نہ
ہوگی تو پھر تاؤ کہ ایسا حکم کس کام کا اور مصرف کا ہوگا؟

اس لئے احادیث کو یہ لوگ جب مغلط کرنے لگیں تو اس امر کو کبھی بھولنا نہ چاہئے کہ قرآن اور سنت سے اس کو الگ کر لیا جاوے ہمارے ضلع میں حافظ ہدایت علی صاحب ایک عمدہ دارتھے مجھے اکثر ان سے ملنے کا اتفاق ہوتا تھا ایک بار انہوں نے کہا کہ میں ان کتابوں کو جن میں مسیح اور مہدی کے آنے کا ذکر ہے دیکھ رہا تھا۔ ان میں ہزاروں نشانیاں قائم کر رکھی ہیں چونکہ یہ ساری نشانیاں تو پوری ہونے سے رہیں اس لئے مجھے اندیشہ ہے کہ اس وقت جھگڑا ہی پڑے گا یہ لوگ اس وقت ماننے سے رہے جب تک وہ سارے نشان پورے نہ ہو لیں اور وہ نشان یک دفعہ پورے ہونے سے رہے حقیقت میں ان کی فراست صحیح نکلی اس وقت وہی ہوا انکار ہی کیا گیا۔

پیشگوئیوں میں مجاز اور استعارات کا استعمال

اصل بات یہی ہے جس کو میں نے بارہا بیان کیا ہے کہ مدیگوئیوں کا بہت بڑا حصہ مجازات اور استعارات کا ہوتا ہے اور کچھ حصہ ظاہری رنگ میں بھی پورا ہو جاتا ہے یہی ہمیشہ سے قانون چلا آیا ہے اس سے تو ہم انکار نہیں کر سکتے خواہ کوئی مانے یا نہ مانے۔ اگر ساری حدیثیں پوری ہوتی ہیں یعنی جو نبیوں کی ہیں وہ بھی اور جو شیعوں کی ہیں وہ بھی عملی ہذا القیاس تمام فرقوں کو یقیناً یاد رکھو کہ پھر نہ کبھی مسیح ہی آئے گا اور نہ مہدی۔

دیکھو میری ضرورت سے زیادہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت تھی جب آپ تشریف لائے۔ اب بتاؤ کہ کیا اس وقت سب نے آپ کو تسلیم کر لیا؟ اور کیا وہ سارے نشانات جو توریت یا انجیل میں آپ کے لئے رکھے گئے تھے پورے ہو گئے تھے؟ خدا کے واسطے سوچو جو اب دو۔ اگر وہ ساری روایتیں جو ان میں چلی آتی تھیں اور وہ ساری نشانیاں جو ان کی کتابوں میں پائی جاتی تھیں، پوری ہو گئی تھیں پھر یہودیوں کو کیا ہو گیا تھا جو انہوں نے انکار کر دیا کبھی ساری نشانیاں پوری نہیں ہوتیں کیونکہ ایسی بہت سی ہوتی ہیں جو خود تجویز کر لی جاتی ہیں اور بہت سی ایسی ہوتی ہیں جو کچھ اور مطلب اور مفہوم رکھتی ہیں جب سب راہبازوں کے وقت ان کا انکار کیا گیا اور یہی عذر پیش کیا گیا کہ نشانات پورے نہیں ہوئے تو اس وقت اگر انکار کیا گیا تو اسی سنت پر انہوں نے قدم مارا ہے میں کسی کی زبان انکار تو بند نہیں کر سکتا مگر میں یہ کتا ہوں کہ وہ میرے عذرات کو سن کر جواب دیں یونہی باتیں بنانا تو طریق تقویٰ کے خلاف ہے۔

اس سلسلہ کو منہاج نبوت پر آزمائیں

منہاج نبوت پر اس سلسلہ کو آزمائیں اور پھر دیکھیں کہ حق کس کے ساتھ ہے خیالی اصولوں

اور تجویزوں سے کچھ نہیں بنتا اور نہ میں اپنی تصدیق خیالی باتوں سے کرتا ہوں میں اپنے دعویٰ کو منہاج نبوت کے معیار پر پیش کرتا ہوں پھر کیا وجہ ہے کہ اسی اصول پر اس کی سچائی کی آزمائش نہ کی جاوے۔

جو دل کھول کر میری باتیں سنیں گے میں یقین رکھتا ہوں کہ فائدہ اٹھائیں گے اور مان لیں گے لیکن جو دل میں جھل اور کینہ رکھتے ہیں ان کو میری باتیں کوئی فائدہ نہ پہنچا سکیں گی ان کی تو احوال جیسی مثال ہے جو ایک کے دو دیکھتا ہے اس کو خواہ کسی قدر دلائل دیئے جائیں کہ دو نہیں ایک ہی ہے وہ تسلیم ہی نہیں کرے گا کہتے ہیں کہ ایک احوال خدمت گار تھا آقا نے کہا کہ اندر سے آئینہ لے آؤ وہ گیا اور واپس آکر کہا کہ اندر تو دو آئینے پڑے ہیں کونسا لے آؤں آقا نے کہا کہ ایک ہی ہے دو نہیں احوال نے کہا تو کیا میں جھوٹا ہوں؟ آقا نے کہا کہ اچھا ایک کو توڑ دے جب توڑا گیا تو اسے معلوم ہوا کہ درحقیقت میری غلطی تھی مگر ان احوالوں کا جو میرے مقابل ہیں کیا جواب دوں؟

غرض ہم دیکھتے ہیں کہ یہ لوگ بار بار اگر کچھ پیش کرتے ہیں تو احادیث کا ذبیحہ جس کو خود یہ ظن کے درجہ سے آگے نہیں بڑھاتے۔ ان کو معلوم نہیں کہ ایک وقت آئے گا کہ ان کے رطب و یابس امور پر لوگ ہنسی کریں گے۔

یہ ہر ایک طالب حق کا حق ہے کہ وہ ہم سے ہمارے دعویٰ کا ثبوت مانگے۔ اس کے لئے ہم وہی پیش کرتے ہیں جو نبیوں نے پیش کیا۔ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ، عقلی دلائل یعنی موجودہ ضرورتیں جو مصلح کے لئے مستعدی ہیں۔ پھر وہ نشانات جو خدا نے میرے ہاتھ پر ظاہر کئے ہیں ان کے ایک نقشہ مرتب کر دیا ہے۔ اس میں ڈیڑھ سو کے قریب نشانات دیئے ہیں۔ جن کے گواہ ایک نوع سے کروڑوں انسان ہیں۔ بیوہ باتیں پیش کرنا سعادت مند کا کام نہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسی لئے فرمایا تھا کہ وہ حکم ہو کر آئے گا۔ اس کا فیصلہ منظور کرو۔ جن لوگوں کے دل میں شرارت ہوتی ہے۔ وہ چونکہ ماننا نہیں چاہتے ہیں اس لئے بیوہ جھتیں اور اعتراض پیش کرتے رہتے ہیں۔ مگر وہ یاد رکھیں کہ آخر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کرے گا۔

میں یقین رکھتا ہوں کہ اگر میں افزا کرتا۔ تو وہ مجھے فی الفور ہلاک کر دیتا۔ مگر میرا سارا کاروبار اس کا اپنا کاروبار ہے۔ اور میں اسی کی طرف سے آیا ہوں۔ میری تکذیب اس کی تکذیب ہے۔ اس لئے وہ خود میری سچائی ظاہر کر دے گا۔

پیش گوئیوں کو ظاہر رحل کرنے کا نتیجہ

جو لوگ یہ منگوائیوں کی حقیقت کو نہ سمجھ کر مجاز اور استعارہ کو ظاہر رحل کرنا چاہتے ہیں آخر ان کو انکار کرنا پڑتا ہے جیسے یہودیوں کو یہی مصیبت پیش آئی اور اب عیسائیوں کو پیش آرہی ہے اور اس کی آمد ثانی کے متعلق اکثر یہی سمجھ بیٹھے ہیں کہ کلیسیا ہی سے مراد تھی سارے نشانات عام لوگوں کے خیال کے موافق کبھی پورے نہیں ہوا کرتے ہیں تو پھر انبیاء کے وقت اختلاف اور انکار کیوں ہو۔ یہودیوں سے پوچھو کہ کیا وہ یہ مانتے ہیں کہ مسیح کے آنے کے وقت سارے نشانات پورے ہو چکے تھے؟ نہیں یاد رکھو قانون قدرت اور سنت اللہ اس معاملہ میں یہی ہے جو میں پیش کرتا ہوں وَكُنْ يَجِدُ بَسْمَلَةَ اللَّهِ تَبْدِيلًا (الاحزاب : ۴۳)

انسانی خیالات انسانی تاویلات اور قیاسات بالکل صحیح اور قطعی اور یقینی نہیں ہو سکتے ان میں غلطی کا احتمال ہے ایک امر کے واقع ہونے سے پہلے جو رائے قائم کی جائے۔ اس پر قطعیت کا حکم نہیں لگا سکتے۔ لیکن جب وقت آتا ہے تو سارے پردے کھل جاتے ہیں یہی وجہ تھی کہ آنے والے کا نام حکم رکھا گیا جس سے صاف پایا جاتا ہے کہ اس وقت اختلاف عام ہو گا تب ہی تو اس کا نام حکم رکھا گیا پس سچی بات وہی ہو سکتی ہے جو حکم کے منہ سے نکلے۔
نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ وہ قرآن کی طرف توجہ کرے گا کیونکہ حدیث کو تو لوگوں کا ہاتھ لگا ہوا ہے مگر قرآن شریف خدا تعالیٰ کا لا تبدیل کلام ہے جس پر کسی انسانی ہاتھ نے کوئی کام نہیں کیا اب خدا تعالیٰ کا کلام جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل ہوا اور جو پہلا اور ابدی مجرہ تھا اس کو پیش کیا جاتا ہے تو اس کے مقابلہ میں اقوال پیش کئے جاتے ہیں کیا یہ تعجب اور افسوس کی بات نہیں؟

میں آپ سے پوچھتا ہوں کہ آپ خدا کے فضل سے سمجھدار اور فہیم معلوم ہوتے ہیں کیا حدیث کا وہ مرتبہ ہو سکتا ہے جو قرآن شریف کا ہے؟ اگر حدیث کا وہی مرتبہ ہے جو قرآن شریف کا ہے تو پھر نعوذ باللہ ماننا پڑے گا کہ آپ نے اپنا فرض ادا نہ کیا کیونکہ قرآن شریف کا اہتمام تو آپ نے کیا مگر حدیث کا کوئی اہتمام نہ ہوا اور نہ آپ نے اپنے سامنے کبھی حدیث کو لکھوایا۔ کیا کوئی مسلمان یہ ماننے کے لئے تیار ہو سکتا ہے جو کہے کہ ہاں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے فرض رسالت ادا نہیں کیا یہ مسلمان کا کام تو ہو نہیں سکتا بلکہ بڑے بے دین اور طغہ کا کام ہو گا پھر سوچ کر دیکھو کہ کیا حدیث کو آپ نے اپنے سامنے مرتب کر دیا یا قرآن شریف کو؟ صاف ظاہر ہے کہ قرآن شریف ہی کو آپ نے اپنے بعد چھوڑا کیونکہ تعلیم قرآن ہی تھا ہاں یہ سچ ہے کہ آپ

نے اپنی سنت کو بھی قرآن کے ساتھ رکھا اور اصل یہی ہے کہ نبی وہی باتیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت۔ حدیث ان دونوں سے الگ شیئے ہے اور یہ دونو حدیث کی محتاج نہیں ہیں ہاں یہ ہم مانتے ہیں کہ اذنیٰ درجہ کی حدیث پر بھی عمل کر لینا چاہیے خواہ وہ محدثین کے نزدیک موضوع ہی ہو۔ اگر قرآن و سنت کے خلاف نہ ہو۔ ہم تو یہاں تک حدیث کی عزت کرتے ہیں لیکن اس کو قرآن پر قاضی اور حکم نہیں بنا سکتے۔ آپ نے نہیں فرمایا کہ میں تم میں حدیث چھوڑتا ہوں بلکہ فرمایا کتاب اللہ چھوڑتا ہوں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے بھی یہی کہا **حَسْبُنَا كِتَابُ اللَّهِ** انہوں نے نہیں کہا کہ حدیث کافی ہے؟

کتاب اللہ کا فیصلہ

اب کتاب اللہ کو کھول کر دیکھ لو وہ فیصلہ کرتی ہے پہلی ہی سورۃ کو پڑھو جو سورۃ فاتحہ ہے جس کے بغیر نماز بھی نہیں ہو سکتی۔ دیکھو اس میں کیا تعلیم دی ہے **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ۔ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ حَيْثُ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ** (الفاتحہ : ۶) اب صاف ظاہر ہے کہ اس دعا میں مغضوب اور ضالین کی راہ سے بچنے کی دعا ہے مغضوب سے بلا تفاق یہودی مراد ہیں اور ضالین سے عیسائی۔ اگر اس امت میں یہ فتنہ اور فساد پیدا نہ ہونے والا تھا۔ تو پھر اس دعا کی تعلیم کی کیا غرض تھی؟ سب سے بڑا فتنہ تو اللذبتال کا تھا مگر یہ نہیں کہا **وَلَا الضَّالِّينَ** کیا خدا تعالیٰ کو اس فتنہ کی خبر نہ تھی؟ اصل یہ ہے کہ یہ دعا بڑی سنگینی اپنے اندر رکھتی ہے۔ ایک وقت امت پر ایسا آیا تھا کہ یہودیوں کا رنگ اس میں آجاوے گا۔ اور یہودی وہ قوم تھی جن نے حضرت مسیح کا انکار کیا تھا پس یہاں جو فرمایا کہ یہودیوں سے بچنے کی دعا کرو اس کا یہی مطلب ہے کہ تم بھی یہودی نہ بن جانا یعنی مسیح موعود کا انکار نہ کر بیٹھنا اور ضالین یعنی نصاریٰ کی راہ سے بچنے کی دعا جو تعلیم کی تو اس سے معلوم ہوا کہ اس وقت صلیبی فتنہ خطرناک ہو گا اور یہی سب فتنوں کی جڑ اور ماں ہو گا دجال کا فتنہ اس سے الگ نہ ہو گا ورنہ اگر الگ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس کا بھی نام لیا جاتا اب سارے گرجوں میں جا کر دیکھو کہ کیا یہ فتنہ خطرناک ہے یا نہیں؟ اسی طرح قرآن شریف کو غور سے پڑھو اور سوچو کہ کیا اس نے یہ وعدہ نہیں کیا **اِنَّا نَحْنُ قَرَّانَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَمُهَيِّظُونَ** (الحجر : ۱۰)

اور پھر آیت استخفاف میں ایک خاتم الخلفاء کا وعدہ دیا گیا ان سب امور کو یکجا نظر سے اس طرح پڑھو!

اول۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن شریف نے توحید کی سنگینی کے موافق مشیل

موسیٰ تسلیم کیا ہے اس مماثلت کے لحاظ سے یہ ضروری ہے کہ جس طرح پر موسوی خلفاء کا سلسلہ قائم ہوا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی ایک سلسلہ خلافت قائم ہو۔ اگر اور کوئی بھی دلیل اس کے لئے نہ ہوتی بھی یہ مماثلت بالطبع یہ چاہتی ہے کہ ایک سلسلہ خلفاء کا ہو۔

دوم۔ آیت استخلاف میں اللہ تعالیٰ نے صاف طور پر ایک سلسلہ خلافت قائم کرنے کا وعدہ فرمایا اور اس سلسلہ کو پہلے سلسلہ خلافت کے ہمراہ قرار دیا جیسا کہ فرمایا **كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِينَ مِن قَبْلِهِمْ** (النور : ۵۶) اب اس وعدہ استخلاف کے موافق اور اس مماثلت کے لحاظ سے یہ ضروری تھا کہ جیسے موسوی سلسلہ خلافت کا خاتم الخلفاء مسیح تھا ضرور ہے کہ سلسلہ محمدیہ کے خلفاء کا خاتم بھی ایک مسیح ہی ہو۔

سوم۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہی فرمایا **إِنَّمَا مَلَكْتُ مِنْكُمْ** تم میں سے تمہارا امام ہوگا۔

چہارم۔ آپ نے یہ بھی فرمایا کہ ہر صدی کے سر پر ایک مجدد تجدید دین کے لئے بھیجا جاتا ہے اب اس صدی کا مجدد ہونا ضروری تھا اور مجدد کا جو کام ہوتا ہے وہ اصلاح فسادات موجودہ ہوتا ہے پس جو فساد اور فتنہ اس وقت سب سے بڑھ کر ہے وہ عیسائی فتنہ ہے اس لئے ضروری ہے کہ اس صدی کا جو مجدد ہو وہ کاسرا العلیب ہو۔ جس کا دوسرا نام مسیح موعود ہے۔

پنجم۔ موسوی خلافت کی مماثلت کے لحاظ سے بھی خاتم الخلفاء سلسلہ محمدیہ کا چودھویں ہی صدی میں ہونا ضروری ہے کیونکہ موسیٰ علیہ السلام کے بعد چودھویں صدی میں مسیح علیہ السلام آئے تھے۔

ششم۔ جو علامات مسیح موعود کی مقرر تھیں ان میں سی بہت سی پوری ہو چکیں جیسے کسوف و خسوف کا رمضان میں ہونا جو دو مرتبہ ہو چکا۔ حج کا بند ہونا۔ ذوالسنین ستارہ کا لکنا۔ طاعون کا پھوٹنا۔ ریلوں کا اجرا۔ اونٹوں کا بیکار ہونا وغیرہ۔

ہفتم۔ سورہ فاتحہ کی دعا سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ آنے والا اسی امت میں سے ہوگا غرض ایک دو نہیں۔ صدا دلائل اس امر پر ہیں کہ آنے والا اسی امت میں سے آنا چاہیے اور اس کا یہی وقت ہے اب خدا تعالیٰ کے امام اور وحی سے میں کہتا ہوں وہ جو آنے والا تھا وہ میں ہوں۔ قدیم سے خدا تعالیٰ نے منہاج نبوت پر جو طریق ثبوت کا رکھا ہوا ہے وہ مجھ سے جس کا جی چاہے لے لے۔

نشاناتِ صداقت

جو نشانات میری تائید میں ظاہر ہوئے ہیں ان کو دیکھ لو۔ مجھے افسوس ہوتا ہے جب ان

مخالفوں کی حالت پر نظر کرتا ہوں کہ جن امور کو بطور نشان پیش کیا کرتے تھے اب وہ جب پورے ہو گئے تو ان کی صحت پر اعتراض کرنے لگے مثلاً کسوف خسوف والی ہینگلوئی کو اب کہتے ہیں یہ حدیث صحیح نہیں مگر ان سے پوچھئے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے صحیح ثابت کر دیا۔ کیا اب وہ ان کے کہنے سے جھوٹی ہو جائے گی؟ افسوس تو یہ ہے کہ اتنا کہتے ہوئے ان کو شرم نہیں آتی کہ اس سے ہم صحیح موعود کی تکذیب نہیں کرتے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب کر رہے ہیں میری تصدیق اور تائید کے لئے ایک کسوف خسوف ہی نہیں ہزار ہا دلائل اور شواہد ہیں اور اگر ایک نہ بھی ہو تو کچھ بگڑتا نہیں۔ مگر اس سے تو یہ پایا جائے گا کہ یہ ہینگلوئی غلط ہوئی۔ افسوس یہ لوگ میری مخالفت میں سید الصادقین کی ہینگلوئی کو باطل کرنا چاہتے ہیں ہم اس ہینگلوئی کو بڑے زور سے پیش کرتے ہیں یہ ہمارے آقا کی صداقت کا نشان ہے۔

پس حدیث جس کو تم ظن کی سیاحت سے لکھتے تھے واقعہ نے اس کی صداقت کو یقین تک پہنچا دیا اب اس سے انکار کرنا بے ایمانی اور لعنت ہے۔ موضوع احادیث میں کیا محدثین یہ کہہ دیتے ہیں کہ ہم نے چور پکڑ لیا ہے نہیں بلکہ یہی کہیں گے کہ کسی کا حافظہ درست نہیں یا راست باز ہونے میں کلام ہے مگر محدثین نے یہ اصول تسلیم کر لیا ہے کہ ایک حدیث اگر ضعیف بھی ہو مگر اس کی ہینگلوئی پوری ہو جاوے تو وہ صحیح ہوتی ہے پھر اس معیار پر کیونکر کوئی یہ کہنے کی جرات کر سکتا ہے کہ یہ حدیث صحیح نہیں۔

پس یاد رکھو کہ آنے والا یا تو نصوص صریحہ سے پرکھا جاتا ہے، وہ اس کی تائید کرتی ہیں اور پھر عقل چونکہ بدوں نظیر نہیں مان سکتی عقلی نظائر اس کے ساتھ ہوتے ہیں اور سب سے بڑھ کر خدا تعالیٰ کی تائیدیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں اگر کسی کو کوئی شک و شبہ ہو تو وہ میرے سامنے آئے اور ان طریقوں سے جو منہاج نبوت پر ہیں میری سچائی کا ثبوت مجھ سے لے۔ میں اگر جھوٹا ہوں تو بھاگ جاؤں گا۔ مگر نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انیس برس پہلے مجھے کہا

يَنْصُرَكَ اللَّهُ فِي مَوَاطِنَ

پس جس طرح نبیوں یا رسولوں کو پرکھا گیا، مجھے پرکھ لو اور میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس معیار پر مجھے صادق پاؤ گے۔ یہ باتیں میں نے مختصر طور پر کہی ہیں ان پر غور کرو اور خدا تعالیٰ سے دعائیں کرو وہ قادر ہے کوئی راہ کھول دے گا اس کی تائید اور نصرت صادق ہی کو ملتی ہے۔ فقط

نواب محمد علی خان صاحب کے ایک سوال کے جواب میں تقریر

جب حضرت صاحبزادہ بشیر احمد - شریف احمد اور مبارکہ بیگم کی آمین ہوئی اس وقت جیسا کہ حضرت حجۃ اللہ کا معمول ہے کہ خدا تعالیٰ کے انعام و عطا پر شکر یہ کے طور پر صدقات دیتے ہیں آپ نے شکر یہ کے طور پر ایک دعوت دی اس پر حضرت نواب صاحب قبلہ نے ایک سوال کیا کہ حضور یہ جو آمین ہوئی ہے یہ کوئی رسم ہے یا کیا ہے؟

اس کے جواب میں حضرت حجۃ اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو کچھ فرمایا وہ ہم یہاں درج کرتے ہیں۔ (ایڈیٹر الحکم)

شبہ کا ازالہ کروانا صفائی قلب کا نشان ہے

فرمایا جو امر یہاں پیدا ہوتا ہے اس پر اگر غور کیا جاوے اور نیک نیتی اور تقویٰ کے پہلوؤں کو ملحوظ رکھ کر سوچا جاوے تو اس سے ایک علم پیدا ہوتا ہے۔ میں اس کو آپ کی صفائی قلب اور نیک نیتی کا نشان سمجھتا ہوں کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے اس کو پوچھ لیتے ہیں۔ بہت لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ ان کے دل میں ایک شبہ پیدا ہوتا ہے اور وہ اس کو نکالتے نہیں اور پوچھتے نہیں جس سے وہ اندر ہی نشوونما پاتا رہتا ہے اور پھر اپنے شکوک و شبہات کے انڈے بچے دے دیتا ہے اور روح کو تباہ کر دیتا ہے ایسی کمزوری نفاق تک پہنچا دیتی ہے کہ جب کوئی امر سمجھ میں نہ آوے تو اسے پوچھنا نہ جاوے اور خود ہی ایک رائے قائم کر لی جاوے۔ میں اس کو داخل ادب نہیں کرتا کہ انسان اپنی روح کو ہلاک کر لے۔ ہاں یہ سچ ہے کہ ذرا ذرا سی بات پر سوال کرنا مناسب نہیں اس سے منع فرمایا گیا ہے **لَا تَسْأَلُوا عَنْ أَشْيَاءَ (المائدہ : ۱۰۲)** اور ایسا ہی اس سے بھی منع کیا گیا ہے کہ آدمی جاسوسی کر کے دوسروں کی برائیاں نکالتا رہے یہ دونو طریق برے ہیں لیکن اگر کوئی امر اہم دل میں کھٹکے تو اسے ضرور پیش کر کے پوچھ لینا چاہئے یہ ایسی ہی بات ہے کہ اگر کوئی شخص خراب غذا کھالے اور وہ پیٹ میں جا کر خرابی پیدا کرے اور اس سے جی متلانے لگے تو چاہئے کہ فوراً تے کر کے اس کو نکال دیا جائے لیکن اگر وہ اس کو نکالتا نہیں تو پھر وہ آلات ہضم میں فتور پیدا کر کے صحت کو بگاڑ دے گی جیسے ایسی غذا کو فوراً نکالنا چاہئے اسی طرح جو بات دل میں کھٹکے اسے جلد باہر نکال دو۔

غرض میں اس کو آپ کی سعادت کی نشانی سمجھتا ہوں کہ آپ جو بات سمجھ میں نہ آوے اسے

پوچھ لیتے ہیں اور اس کو اعتراض بن جانے کا موقع نہیں دیتے۔

بخاری کی پہلی حدیث یہ ہے اِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ اعمال نیت ہی پر منحصر ہیں صحت نیت کے ساتھ کوئی جرم بھی جرم نہیں رہتا۔ قانون کو دیکھو اس میں بھی نیت کو ضروری سمجھا ہے۔ مثلاً ایک باپ اگر اپنے بچے کو تنبیہ کرتا ہو کہ تو مدرسہ جا کر پڑھ اور اتفاق سے کسی ایسی جگہ چوٹ لگ جاوے کہ بچہ مر جاوے تو دیکھا جاوے گا کہ یہ قتل عمد مستلزم سزا نہیں ٹھہر سکتا کیونکہ اس کی نیت بچے کو قتل کرنے کی نہ تھی تو ہر ایک کام میں نیت پر بہت بڑا انحصار ہے اسلام میں یہ مسئلہ بہت سے امور کو حل کر دیتا ہے۔

پس اگر نیک نیتی کے ساتھ محض خدا کے لئے کوئی کام کیا جاوے اور دنیا داروں کی نظر میں وہ کچھ ہی ہو تو اس کی پروا نہیں کرنی چاہئے۔

تحدیثِ نعمت کے آداب

یاد رکھو کہ انسان کو چاہئے کہ ہر وقت اور ہر حالت میں دعا کا طالب رہے اور دوسرے اِنَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ وَحَدِيثِ (الضحیٰ : ۳) پر عمل کرے۔ خدا تعالیٰ کی عطا کردہ نعمتوں کی تحدیث کرنی چاہئے اس سے خدا تعالیٰ کی محبت بڑھتی ہے اور اس کی اطاعت اور فرماں برداری کیلئے جوش پیدا ہوتا ہے تحدیث کے یہی معنی نہیں ہیں کہ انسان صرف زبان سے ذکر کرتا رہے بلکہ جسم پر بھی اس کا اثر ہونا چاہئے مثلاً ایک شخص کو اللہ تعالیٰ نے توفیق دی ہے کہ وہ عمدہ کپڑے پہن سکتا ہے لیکن وہ ہمیشہ میلے کھیلے کپڑے پہنتا ہے اس خیال سے کہ وہ واجب الرحم سمجھا جاوے یا اس کی آسودہ حالی کا حال کسی پر ظاہر نہ ہو ایسا شخص گناہ کرتا ہے کیونکہ وہ خدا تعالیٰ کے فضل اور کرم کو چھپانا چاہتا ہے اور نفاق سے کام لیتا ہے دھوکہ دیتا ہے اور مغالطہ میں ڈالنا چاہتا ہے یہ مومن کی شان سے بعید ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مذہب مشترک تھا۔ آپ کو جو ملتا تھا پہن لیتے اعراض نہ کرتے تھے جو کپڑا پیش کیا جاوے اسے قبول کر لیتے تھے لیکن آپ کے بعد بعض لوگوں نے اسی میں تواضع دیکھی کہ رعبانیت کی جزو ملا دی۔ بعض درویشوں کو دیکھا گیا ہے کہ گوشت میں خاک ڈال کر کھاتے تھے۔ ایک درویش کے پاس کوئی شخص گیا اس نے کہا کہ اس کو کھانا کھلا دو اس شخص نے اصرار کیا کہ میں تو آپ کے ساتھ ہی کھاؤں گا آخر جب وہ اس درویش کے ساتھ کھانے بیٹھا تو اس کے لئے نیم کے گولے تیار کر کے آگے رکھے گئے اس قسم کے امور بعض لوگ اختیار کرتے ہیں اور غرض یہ ہوتی ہے کہ لوگوں کو اپنے باکمال ہونے کا یقین دلائیں مگر اسلام ایسی باتوں کو کمال میں داخل نہیں کرتا اسلام کا کمال تو تعویٰ ہے جس سے ولایت

ملتی ہے جس سے فرشتے کلام کرتے ہیں خدا تعالیٰ بشارتیں دیتا ہے ہم اس قسم کی تعلیم نہیں دیتے کیونکہ اسلام کی تعلیم کے منشا کے خلاف ہے قرآن شریف تو كَلُمَايَمَتِ الطَّيِّبَاتِ۔ (المومنون : ۵۲) کی تعلیم دے اور یہ لوگ طیب عمدہ چیز میں خاک ڈال کر غیر طیب بنا دیں۔ اس قسم کے مذاہب اسلام کے بہت عرصہ بعد پیدا ہوئے ہیں یہ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اضافہ کرتے ہیں ان کو اسلام سے اور قرآن کریم سے کوئی تعلق نہیں ہوتا یہ خود اپنی شریعت الگ قائم کرتے ہیں۔ میں اس کو سخت حقارت اور نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہوں ہمارے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسوہ حسنہ ہیں ہماری بھلائی اور خوبی یہی ہے کہ جہاں تک ممکن ہو، آپ کے نقش قدم پر چلیں اور اس کے خلاف کوئی قدم نہ اٹھائیں۔

عورتوں سے سُن معاشرت

اسی طرح عورتوں اور بچوں کے ساتھ تعلقات اور معاشرت میں لوگوں نے غلطیاں کھائی ہیں اور جادۂ مستقیم سے ہٹ گئے ہیں قرآن شریف میں لکھا ہے (النساء : ۲۰) مگر اب اس کے خلاف عمل ہو رہا ہے

دو قسم کے لوگ اس کے متعلق بھی پائے جاتے ہیں ایک گروہ تو ایسا ہے کہ انہوں نے عورتوں کو بالکل خلیج الرسن کر دیا ہے دین کا کوئی اثر ہی ان پر نہیں ہوتا اور وہ کھلے طور پر اسلام کے خلاف کرتی ہیں اور کوئی ان سے نہیں پوچھتا۔ بعض ایسے ہیں کہ انہوں نے خلیج الرسن تو نہیں کیا مگر اس کے بالمقابل ایسی سختی اور پابندی کی ہے کہ ان میں اور حیوانوں میں کوئی فرق نہیں کیا جا سکتا اور کنیزوں اور بہائم سے بھی بدتر ان سے سلوک ہوتا ہے مارتے ہیں تو ایسے بے درد ہو کر کہ کچھ پتہ ہی نہیں کہ آگے کوئی جاندار ہستی ہے یا نہیں غرض بہت ہی بری طرح سلوک کرتے ہیں یہاں تک کہ پنجاب میں مثل مشہور ہے کہ عورت کو پاؤں کی جوتی کے ساتھ تشبیہ دیتے ہیں کہ ایک اتار دی دوسری پہن لی۔ یہ بڑی ہی خطرناک بات ہے اور اسلام کے شعائر کے خلاف ہے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ساری باتوں کے کامل نمونہ ہیں آپ کی زندگی میں دیکھو کہ آپ عورتوں سے کیسی معاشرت کرتے تھے میرے نزدیک وہ شخص بزدل اور نامرد ہے جو عورت کے مقابلہ میں کھڑا ہوتا ہے آنحضرت اللہ صلی علیہ وسلم کی پاک زندگی کو مطالعہ کرو تا تمہیں معلوم ہو کہ آپ ایسے خلیق تھے سادہ و سادہ آپ بڑے با رعب تھے لیکن اگر کوئی ضعیف عورت بھی آپ کو کھڑا کرتی تو آپ اس وقت تک کھڑے رہتے جب تک کہ وہ اجازت نہ دے آپ سوئے خود خرید لایا کرتے تھے ایک بار آپ نے کچھ خریدا تھا ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور مجھے دے دیں آپ

نے فرمایا کہ جس کی چیز ہو اس کو ہی اٹھانی چاہئے اس سے یہ نہیں نکالنا چاہئے کہ آپ لکڑیوں کا گٹھا بھی اٹھا کر لایا کرتے تھے غرض ان واقعات سے یہ ہے کہ آپ کی سادگی اور اعلیٰ درجہ کی بے تکلفی کا پتہ لگتا ہے آپ پایادہ ہی چلا کرتے تھے اس وقت یہ کوئی تمیز نہ ہوتی تھی کہ کوئی آگے ہے یا پیچھے۔ جیسا کہ آج کے وفودار لوگوں میں پایا جاتا ہے کہ کوئی آگے نہ ہونے پائے یہاں تک سادگی تھی کہ بعض اوقات لوگ تمیز نہیں کر سکتے تھے کہ ان میں پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کون ہیں جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ تشریف لائے تو حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ کی دائرہی سفید تھی لوگوں نے یہی سمجھا کہ آپ ہی پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم ہیں لیکن جب حضرت ابو بکر رضی اللہ عنہ نے اٹھ کر کوئی خادمانہ کام کیا اور اس طرح پر سمجھا دیا کہ آپ پیغمبر ہیں تب معلوم ہوا۔

بعض وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے ساتھ دوڑے بھی ہیں ایک مرتبہ آپ آگے نکل گئے اور دوسری مرتبہ خود نرم ہو گئے تاکہ حضرت عائشہ آگے نکل جائیں اور وہ آگے نکل گئیں اسی طرح پر یہ بھی ثابت ہے کہ ایک بار کچھ حبشی آئے جو تماشہ کرتے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کو ان کا تماشہ دکھایا اور پھر عمر حضرت رضی اللہ عنہ جب آئے تو وہ حبشی ان کو دیکھ کر بھاگ گئے۔

غرض جب انسان آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی کو غور سے مطالعہ کرتا ہے تو اسے بہت کچھ پتہ ملتا ہے۔ لیکن بعض احمق کو باطن ایسے بھی ہیں جو آپ کی زندگی پر تدریجاً تو کرتے نہیں اعتراض کرنے کے لئے زبان کھولتے ہیں یہ حال عیسائیوں اور آریوں کا ہے۔

لہذا از ایضاً: حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سادگی بعینہ اس قسم کی ہے۔ آپ سیر کو نکلنے ہیں تو کوئی تمیز نہیں ہوتی کہ کوئی آگے نہ بڑھے بلکہ بسا اوقات جلیل القدر اصحاب کو خیال پیدا ہوتا ہے کہ خاک اڑتی ہے اور حضرت اقدس پیچھے ہیں مگر حضرت جتہ اللہ نے کبھی اس قسم کا خیال بھی نہیں فرمایا۔ اکثر ایسا ہوتا ہے کہ پیچھے سے لوگ چلے آتے ہیں اور اعلیٰ حضرت کو ٹھوکر لگ گئی ہے یا جوتی کل گئی ہے یا چمڑی گر گئی ہے مگر کبھی کسی نے نہیں دیکھا یا سنا ہو گا کہ آپ نے کوئی ملال ظاہر کیا ہو یا کسی خاص وضع کو پسند کیا ہو۔ مسجد میں بہت مرتبہ ایسا ہوا کہ آپ صحابہ کے زموں بیٹھے ہیں اور کوئی انجینی آیا ہے تو اس نے بڑھ کر مولانا عبدالکریم صاحب یا حضرت حکیم الامت سے اول معاف کیا اور حضرت صاحب آپ کو سمجھا تو ان بزرگوں نے زبان سے بتایا کہ حضرت صاحب یہ ہیں غرض شان محمدی کا سارا نمونہ آپ میں نظر آتا ہے جس کو تک ہو وہ یہاں آکر اور رہ کر دیکھ لے۔

سنت اور بدعت میں فرق

غرض اس وقت لوگوں نے سنت اور بدعت میں سخت غلطی کھائی ہوئی ہے اور ان کو ایک خطرناک دھوکہ لگا ہوا ہے وہ سنت اور بدعت میں کوئی تمیز نہیں کر سکتے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوہ حسنہ کو چھوڑ کر خود اپنی مرضی کے موافق بہت سی راہیں خود ایجاد کر لی ہیں اور ان کو اپنی زندگی کے لئے کافی راہنما سمجھتے ہیں حالانکہ وہ ان کو گمراہ کرنے والی چیزیں ہیں جب آدمی سنت اور بدعت میں تمیز کر لے اور سنت پر قدم مارے تو وہ خطرات سے بچ سکتا ہے لیکن جو فرق نہیں کرتا اور سنت کو بدعت کے ساتھ ملاتا ہے اس کا انجام اچھا نہیں ہو سکتا۔

اللہ تعالیٰ نے جو کچھ قرآن شریف میں بیان فرمایا ہے وہ بالکل واضح اور بین ہے اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے عمل سے کر کے دکھا دیا ہے آپ کی زندگی کامل نمونہ ہے لیکن باوجود اس کے ایک حصہ اجتہاد کا بھی ہے جہاں انسان واضح طور پر قرآن شریف یا سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اپنی کمزوری کی وجہ سے کوئی بات نہ پاسکے تو اس کو اجتہاد سے کام لینا چاہئے مثلاً شادیوں میں جو بھائی دی جاتی ہے اگر اس کی غرض صرف یہی ہے کہ تادوسروں پر اپنی شیخی اور بڑائی کا اظہار کیا جاوے تو یہ ریا کاری اور تکبر کے لئے ہوگی اس لئے حرام ہے۔ لیکن اگر کوئی شخص محض اسی نیت سے کہ **آمَنَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ** کا عملی اظہار کرے اور **مِمَّا رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ** پر عمل کرنے کے لئے دوسرے لوگوں سے سلوک کرنے کے لئے دے تو یہ حرام نہیں۔ پس جب کوئی شخص اس نیت سے تقریب پیدا کرتا ہے اور اس میں معاوضہ ملحوظ نہیں ہوتا بلکہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنا غرض ہوتی ہے تو پھر وہ ایک سو نہیں خواہ ایک لاکھ کو کھانا دے منع نہیں۔ اصل مدعا نیت پر ہے نیت اگر خراب اور فاسد ہو تو ایک جائز اور حلال فعل کو بھی حرام بنا دیتی ہے ایک قصہ مشہور ہے۔

ایک بزرگ نے دعوت کی اور اس نے چالیس چراغ روشن کئے بعض آدمیوں نے کہا کہ اسقدر اسراف نہیں کرنا چاہئے اس نے کہا کہ جو چراغ میں نے ریا کاری سے روشن کیا ہے اسے بجھا دو کوشش کی گئی ایک بھی نہ بجھا اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک ہی فعل ہوتا ہے اور دو آدمی اس کو کرتے ہیں ایک اس فعل کو کرنے میں مرتکب معاصی کا ہوتا ہے اور دوسرا ثواب کا۔ اور یہ فرق نیتوں کے اختلاف سے پیدا ہو جاتا ہے لکھا ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک شخص مسلمانوں کی طرف سے نکلا جو اکڑا اکڑ کر چلتا تھا اور صاف ظاہر ہے کہ اس سے اللہ تعالیٰ نے منع کیا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب دیکھا تو فرمایا کہ یہ وضع خدا تعالیٰ کی نگاہ میں معیوب ہے مگر

اس وقت محبوب ہے کیونکہ اس وقت اسلام کی شان اور شوکت کا اظہار اور فریق مخالف پر ایک رعب پیدا ہوتا ہے پس ایسی بہت سی مثالیں اور نظیریں ملیں گی جن سے آخر کار جا کر یہ ثابت ہوتا ہے کہ **إِنَّمَا الْأَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ** بالکل صحیح ہے۔

اسی طرح پر میں ہمیشہ اسی فکر میں رہتا ہوں اور سوچتا رہتا ہوں کہ کوئی راہ ایسی نکلے جس سے اللہ تعالیٰ کی عظمت اور جلال کا اظہار ہو اور لوگوں کو اس پر ایمان پیدا ہو۔ ایسا ایمان جو گناہ سے بچاتا ہے اور نیکیوں کے قریب کرتا ہے۔

آمین کی تقریب

میں یہ بھی دیکھتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ کے مجھ پر لا انتہا فضل اور انعام ہیں ان کی تحدیث مجھ پر فرض ہے پس میں جب کوئی کام کرتا ہوں تو میری غرض اور نیت اللہ تعالیٰ کے جلال کا اظہار ہوتی ہے ایسا ہی اس آمین کی تقریب پر بھی ہوا ہے یہ لڑکے چونکہ اللہ تعالیٰ کا ایک نشان ہیں اور ہر ایک ان میں سے خدا تعالیٰ کی ہیئتوں کی کازندہ نمونہ ہیں اس لئے میں اللہ تعالیٰ کے ان نشانوں کی قدر کرنی فرض سمجھتا ہوں کیونکہ یہ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کی نبوت اور قرآن کہیم کی حقانیت اور خود خدا تعالیٰ کی ہستی کے ثبوت ہیں اس وقت جب انہوں نے اللہ تعالیٰ کی کلام کو پڑھ لیا تو مجھے کہا گیا اس تقریب پر میں چند دعائیں شعر جن میں اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم کا شکر یہ بھی ہو لکھ دوں میں جیسا کہ ابھی کہا ہے کہ اصلاح کی فکر میں رہتا ہوں میں نے اس تقریب کو بہت ہی مبارک سمجھا اور میں نے مناسب جانا کہ اس طرح پر تبلیغ کر دوں۔

ہر کام میں نیت تقویٰ کی ہونی چاہیے

پس یہ میرا نیت اور غرض تھی۔ چنانچہ جب میں نے اس کو شروع کیا اور یہ مصرعہ لکھا۔

ہر اک نیکی کی جز یہ اتقا ہے

تو دوسرا مصرعہ الہام ہوا۔

اگر یہ جز رہی سب کچھ رہا ہے

جس سے یہ معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ بھی میرے اس فعل سے راضی ہوا ہے قرآن شریف تقویٰ ہی کی تعلیم دیتا ہے اور یہی اس کی علت غائی ہے اگر انسان تقویٰ اختیار نہ کرے تو اس کی نمازیں بھی بے فائدہ اور دونوں کی کلید ہو سکتی ہیں چنانچہ اس کی طرف اشارہ کر کے سہی کہتا ہے

کلید در دوزخ است آل نماز
کہ در چشم مردم گذاری دراز

ریاء الناس کے لئے خواہ کوئی کام بھی کیا جاوے اور اس میں کتنی ہی نیکی ہو وہ بالکل بے سود اور الٹا عذاب کا موجب ہو جاتا ہے احياء العلوم میں لکھا ہے کہ ہمارے زمانے کے فقراء خدا تعالیٰ کے لئے عبادت کرنا ظاہر کرتے ہیں مگر دراصل وہ خدا کے لئے نہیں کرتے بلکہ مخلوق کے واسطے کرتے ہیں انہوں نے عجیب عجیب حالات ان لوگوں کے لکھے ہیں وہ بیان کرتے ہیں۔ ان کے لباس کے متعلق لکھا ہے کہ اگر وہ سفید کپڑے پہنتے ہیں تو یہ سمجھتے ہیں کہ عزت میں فرق آئے گا اور یہ بھی جانتے ہیں کہ اگر میلے رکھیں گے تو عزت میں فرق آئے گا اس لئے امراء میں داخل ہونے کے واسطے یہ تجویز کرتے ہیں کہ اعلیٰ درجہ کے کپڑے پہنیں مگر ان کو رنگ لیتے ہیں ایسا ہی اپنی عبادتوں کو ظاہر کرنے کے لئے عجیب عجیب راہیں اختیار کرتے ہیں مثلاً روزہ کے ظاہر کرنے کے واسطے وہ کسی کے ہاں کھانے کے وقت پر پہنچتے ہیں اور وہ کھانے کے لئے اصرار کرتے ہیں تو یہ کہتے ہیں کہ آپ کھائیے میں نہیں کھاؤں گا مجھے کچھ عذر ہے اس فقرہ کے یہ معنی ہوتے ہیں مجھے روزہ ہے اس طرح پر حالات ان کے لکھے ہیں پس دنیا کی خاطر اور اپنی عزت اور شہرت کے لئے کوئی کام کرنا خدا تعالیٰ کی رضامندی کا موجب نہیں ہو سکتا اس زمانہ میں بھی دنیا کی ایسی ہی حالت ہو رہی ہے ہر ایک چیز اپنے اعتدال سے گر گئی ہے عبادات اور صدقات سب کچھ ریا کاری کے واسطے ہو رہے ہیں اعمال صالحہ کی جگہ چند رسوم نے لے لی ہے اس لئے رسوم کے توڑنے سے یہی غرض ہوتی ہے کہ کوئی فعل یا قول قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف اگر ہو تو اسے توڑا جائے۔ جبکہ ہم مسلمان کہلاتے ہیں اور ہمارے سب اقوال اور افعال اللہ تعالیٰ کے نیچے ہونے ضروری ہیں پھر ہم دنیا کی پروا کیوں کریں؟ جو فعل اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف ہو اس کو دور کر دیا جاوے اور چھوڑا جاوے جو حدود الہی اور وصایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے موافق ہوں ان پر عمل کیا جاوے کہ احياء سنت اسی کا نام ہے اور جو امور وصایا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے احکام کے خلاف نہ ہوں یا اللہ تعالیٰ کے احکام کے خلاف نہ ہوں اور نہ ان میں ریا کاری مد نظر ہو بلکہ بطور اظہار شکر اور تحریث بالنعمت ہو تو اس کے لئے کوئی حرج نہیں۔ ہمارے علماء سابقہ تو یہاں تک بعض اوقات مبالغہ کرتے ہیں کہ میں نے سنا ایک مولوی نے ریل کی سواری کے خلاف فتویٰ دیا اور ڈاکخانہ میں خط ڈالنا بھی وہ گناہ بتاتا تھا اب یہاں تک جن لوگوں کے حالات پہنچ جاویں ان کے پاگل ہونے یا نیم پاگل ہونے میں کیا شک باقی رہا؟ یہ حماقت ہے۔ دیکھنا یہ چاہئے کہ میرا فلاں فعل اللہ تعالیٰ کے فرمودہ کے موافق ہے یا خلاف ہے

اور جو کچھ میں کر رہا ہوں یہ کوئی بدعت تو نہیں اور اس سے شرک تو لازم نہیں آتا اگر ان امور میں سے کوئی بات نہ ہو اور فساد ایمان پیدا نہ ہو تو پھر اس کے کرنے میں کوئی ہرج نہیں۔ اَلْعَمَلُ بِالْاَيَاتِ کا لحاظ رکھ لے۔ میں نے بعض مولویوں کی نسبت ایسا بھی سنا ہے کہ صرف و نحو وغیرہ علوم کے پڑھنے سے بھی منع کرتے ہیں اور اس کو بدعت قرار دیتے ہیں اور کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یہ علوم نہ تھے پیچھے سے نکلے ہیں اور ایسا ہی بعض نے توپ یا بندوق کے ساتھ لڑنا بھی گناہ قرار دیا ہے۔ ایسے لوگوں کے احق ہونے میں شک کرنا بھی غلطی ہے قرآن شریف تو فرماتا ہے کہ جیسی تیاری وہ کریں تم بھی ویسی ہی تیاری کرو یہ مسائل دراصل اجتہادی مسائل ہیں اور ان میں نیت کا بہت بڑا دخل ہے غرض ہمارا یہ فضل اللہ تعالیٰ جانتا ہے کہ محض اس کی شکر گزاری کے اظہار کے لئے ہے۔

ہمیشہ حسن ظن سے کام لینا چاہیے

بعض اوقات ایسا بھی ہوتا ہے کہ یہاں کوئی کام ہوتا ہے اور جو لوگ حسن ظنی سے کام نہیں لیتے یا اسرار شریعت سے ناواقف ہوتے ہیں بعض وقت ان کو ابتلا آجاتا ہے اور وہ کچھ کچھ سمجھ لیتے ہیں کبھی ایسا ہوا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم گھر میں کہانیاں سنا رہے ہیں اس وقت اگر کوئی نادان اور نااہل آپ کو دیکھے اور آپ کے اغراض کو مد نظر نہ رکھے تو اس نے ٹھوکر ہی کھانی ہے۔ یا ایک مرتبہ آپ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے گھر میں تھے اور دوسری بیوی نے آپ کے لئے شوربہ کا پیالہ بھیجا تو حضرت عائشہ نے اس پیالہ کو گرا کر پھوڑ دیا۔ اب ایک ناواقف حضرت عائشہ کے اس فعل پر اعتراض کرنے کی جرأت کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے دوسرے افعال پر نظر نہیں کرتا ایسے امور پیش آتے ہیں جو دوسرے علم نہ رکھنے کی وجہ سے ان پر اعتراض کر بیٹھتے ہیں۔ اعتراض سے پہلے انسان کو چاہئے کہ حسن ظن سے کام لے اور چند روز تک صبر سے دیکھے پھر خود بخود حقیقت کھل جاتی ہے۔ کچھ عرصہ کا ذکر ہے کہ ایک عورت مہمان آئی اور ان دنوں میں کچھ ایسا اتفاق ہوا کہ چند بیویوں سے نماز ساقط ہو گئی تھی اس نے کہا کہ یہاں کیا آتا ہے کوئی نماز ہی نہیں پڑھتا حالانکہ وہ معذور تھیں اور عند اللہ ان پر کوئی مواخذہ نہ تھا مگر اس نے بغیر دریافت کئے اور سوچے ایسا کہہ دیا۔

حضرت اہل جان کا عظیم نمونہ

ترکیہ دل میں ہوتا ہے۔ بغیر اس کے کچھ نہیں بنتا۔ حالانکہ میں نے دیکھا ہے کہ ہمارے گھر میں اس قدر التزام نماز کا ہے کہ جب پہلا بشیر پیدا ہوا تھا۔ اس کی شکل مبارک سے بہت ملتی

تھی۔ وہ بیمار ہوا اور شدت سے اس کو بخار چڑھا ہوا تھا یہاں تک کہ اس کی حالت نازک ہو گئی۔ اس وقت نماز کا وقت ہو گیا تو انہوں نے کہا کہ میں نماز پڑھ لوں۔ ابھی نماز ہی پڑھتے تھے کہ بچہ فوت ہو گیا۔ نماز سے فارغ ہو کر مجھ سے پوچھا کہ کیا حال ہے۔ میں نے کہا۔ کہ اس کا تو انتقال ہو گیا۔ اس وقت میں نے دیکھا کہ انہوں نے بڑی شرح صدر کے ساتھ کہا **إِنَّا لِلّٰهِ وَإِنَّا إِلَيْهِ رَاجِعُونَ** (البقرہ : ۱۵۷) اسی وقت میرے دل میں ڈالا گیا کہ اللہ تعالیٰ ان کو نہیں اٹھائے گا جب تک اس بچہ کا بدلہ نہ دے لے۔ چنانچہ اس کے فوت ہونے کے قریباً چالیس دن بعد محمود پیدا ہوا۔ اور اس کے بعد اللہ تعالیٰ کے فضل سے یہ بچے پیدا ہوئے۔

نماز کا مغز و عا ہے

غرض نمنون فاسدہ والا انسان ناقص الخلق ہوتا ہے چونکہ اس کے پاس صرف رسمی امور ہوتے ہیں اس لئے نہ اس کا دین درست ہوتا ہے نہ دنیا۔ ایسے لوگ نمازیں پڑھتے ہیں مگر نماز کے مطالب سے نا آشنا ہوتے ہیں اور ہرگز نہیں سمجھتے کہ کیا کر رہے ہیں نماز میں تو ٹھوٹے مارتے ہیں لیکن نماز کے بعد دعا میں گھنٹہ گھنٹہ گزار دیتے ہیں تعجب کی بات ہے کہ نماز جو اصل دعا کے لئے ہے اور جس کا مغز ہی دعا ہے اس میں وہ کوئی دعا نہیں کرتے۔ نماز کے ارکان بجائے خود دعا کے لئے محرک ہوتے ہیں۔ حرکت میں برکت ہے کبھی ایسا ہوتا ہے کہ بیٹھے بیٹھے کوئی مضمون نہیں سوچتا جب ذرا اٹھ کر پھرنے لگتے ہیں تو مضمون سوچ گیا اس طرح پر سب اعمال کا حال ہے اگر ان کی اصلیت کا لحاظ اور مغز کا خیال نہ ہو تو وہ ایک رسم اور عادت رہ جاتی ہے اسی طرح پر روزہ میں خدا کے واسطے نفس کو پاک رکھنا ضروری ہے لیکن اگر حقیقت نہ ہو تو پھر یہ رسم ہی رہ جاتی ہے۔

خدا تعالیٰ کے فضلوں پر خوشی کا اظہار کرنا چاہیے

یقیناً یاد رکھو کہ جو خدا تعالیٰ کے فضل پر خوش نہیں ہوتا اور اس کا عملی اظہار نہیں کرتا وہ مخلص نہیں ہے میرے خیال میں اگر کوئی شخص خدا تعالیٰ کے فضل پر سال بھر تک گاتا رہے تو وہ سال بھر ماتم کرنے والے سے اچھا ہے جو امور قال اللہ اور قال الرسول کے خلاف ہوں یا ان میں شرک یا ریا ہو اور ان میں اپنی شیخی دکھائی جاوے وہ امور اثم میں داخل ہیں اور منع ہیں دف کے ساتھ شادی کا اعلان کرنا بھی اسی لئے ضروری ہے کہ آئندہ اگر جھگڑا ہو تو ایسا اعلان بطور گواہ ہو جاتا ہے ایسا ہی اگر کوئی شخص نسبت اور ناطہ پر شکر وغیرہ اس لئے تقسیم کرتا ہے کہ وہ ناطہ پکا ہو جائے تو گناہ نہیں۔ لیکن اگر یہ خیال نہ ہو بلکہ اس سے مقصد صرف اپنی شہرت اور شیخی ہو تو پھر یہ

جائز نہیں ہوتے۔ اسی طرح میرے نزدیک باجے کی بھی حلت ہے اس میں کوئی امر خلاف شرع نہیں دیکھتے بشرطیکہ نیت میں خلل نہ ہو۔ نکاحوں میں بعض وقت جھگڑے پیدا ہوتے ہیں اور وراثت کے مقدمات ہو جاتے ہیں جب اعلان ہو گیا ہوا ہوتا ہے تو ایسے مقدمات میں انضام سل اور آسان ہو جاتا ہے۔ اگر نکاح گم و صم ہو گیا اور کسی کو خبر بھی نہ ہوئی تو پھر وہ تعلقات بعض اوقات قانوناً ناجائز سمجھے جا کر اولاد محروم الارث قرار دے دی جاتی ہے ایسے امور صرف جائز ہی نہیں بلکہ واجب ہیں کیونکہ ان سے شرع کے تقاضا فیصل ہوتے ہیں۔ یہ لڑکے جو پیدا ہوتے رہتے ہیں بعض وقت ان کے حقیقہ پر ہم نے دو دو ہزار آدمی کو دعوت دی ہے اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے کہ ہماری غرض اس سے یہی تھی کہ تا اس یہ لنگھوئی کا جو ہر ایک کے پیدا ہونے سے پہلے کی گئی تھی بخوبی اعلان ہو جاوے۔

بدظنی

بدظنی سے صبیحہ اعمال ہو جاتا ہے تذکرۃ الاولیاء میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے اللہ تعالیٰ سے عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو سب سے بدتر سمجھوں گا ایک بار وہ دریا پر گیا تو اس نے دیکھا ایک جوان عورت ہے اور ایک مرد بھی اس کے ساتھ ہے اور دو نو بڑی خوشی کے ساتھ بیٹھے ہوئے ہیں وہاں اس نے دعا کی کہ الہی میں اس شخص سے تو بہتر ہوں کیونکہ اس نے حیا چھوڑ دیا ہے اتنے میں کشتی آئی سات آدمی تھے وہ غرق ہو گئے وہ شخص جس کو اس نے شرابی سمجھا تھا دریا میں کود پڑا اور چھ کو بچا لایا اور ایک باقی رہا تو اس کو مخاطب کر کے کہا کہ تو نے ایسا گمان کیا تھا اب ایک باقی ہے اسے نکال لا اس وقت اس نے سمجھا کہ یہ تو مجھے ٹھوکر لگی۔ آخر اس سے اصل معاملہ پوچھا تو اس نے کہا کہ میں تیرے لئے خدا کا مامور ہوں یہ عورت میری والدہ ہے اور جس کو تو شراب کتا ہے یہ اس دریا کا پانی ہے اور یہاں میں خدا تعالیٰ کے بٹھائے سے بیٹھا ہوں۔

غرض حسن ظن بڑی عمدہ چیز ہے اس کو ہاتھ سے نہیں دینا چاہئے اور خدا تعالیٰ کے فضل اور انعام پر اس کا شکر کرنا کسی ناجائز نہیں ہو سکتا جب تک محض اس کی رضای مطلوب ہو اور دنیا کی شیخی اور نمود غرض نہ ہو۔

۱۵ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی سیر میں)

فرمایا :-

”دل اللہ کے قابو میں ہیں جب تک وہ سمجھانے پر نہ آئے دل کب کھلتا ہے اور کان کب

سننے ہیں

”مبملہ اسلام کی بہتری کے نشانوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ بڑے آدمی دیندار ہو جائیں اور یہ وقت پر مقدر ہے“

ریلوے مسیح موعود کی نشانی ہے

فرمایا :-

حقیقت میں یہ ریلوے مسیح موعود کا ایک نشان ہے قرآن شریف میں بھی اس کی طرف اشارہ

ہے وَإِذَآ الْعِشَاءُ عُطِّلَت (التکویر : ۵)

فرمایا :-

دینداری تو تقویٰ کے ساتھ ہوتی ہے یہ لوگ اگر غور کریں تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ لَيْسَ تَرْكُوكَ الْفِتْلَامِ میں ریل کی طرف اشارہ ہے کیونکہ اگر اس سے ریل مراد نہیں تو پھر ان کا فرض ہے کہ وہ حادثہ بتائیں کہ جس سے اونٹ ترک کئے جاویں گے پہلی کتابوں میں بھی اشارہ ہے کہ اس وقت آمد و رفت سہل ہو جائے گی۔

اصل تو یہ ہے کہ اس قدر نشانات پورے ہو چکے ہیں کہ یہ لوگ اس میدان سے بھاگ ہی گئے ہیں جیسے خوف رمضان میں کیا اس طریق پر نہیں ہوا جیسا کہ مہدی کی آیات کے لئے مقرر تھا؟ اسی طرح ابتدائے آفرینش سے ایسی سواری بھی نہیں نکلی ہے۔

فرمایا :-

علامات دلالت کرتی ہیں کہ مسیح موعود پیدا ہو گیا ہے اگر یہ لوگ ہم کو نہیں مانتے تو پھر کسی اور کی تلاش کریں اور بتائیں کہ کون ہے کیونکہ جو نشانات اس کے مقرر کئے تھے وہ تو سب کے سب پورے ہو گئے۔

ظہور مہدی سے متعلق احادیث کا مرتبہ

محمد حسین اور صدیق حسن نے لکھا ہے کہ مہدی کی حدیثیں مجروح ہیں مہدی اور مسیح گویا ایک شعر کے دو مصرعے ہیں جب ایک مصرعہ ٹوٹ گیا تو پھر دو سرا وزن پورا کرنے کے لئے کیونکر صحیح ہو سکتا ہے ان کے لئے بڑی مشکلات ہیں عادت اللہ اسی طور پر جاری ہے کہ جب کوئی بات اس کی طرف سے پیدا ہوتی ہے تو لوگ اس کو تعجب انگیزی سمجھتے ہیں یہودی اپنے خیال میں انتظار ہی کرتے رہے اور آنے والا مسیح اور وہ نبی گذر بھی گئے تعجب کی بات ہے کہ ہمارے

مخالفوں کے ہاتھ میں مسیح کی وفات کے متعلق کیا ہے جس سے ان کو پوری تسلی ملتی ہے۔“

سہ سالہ پیشگوئی سے مراد

[ایک صاحب شاہ جہان پور سے آنے والے نے پوچھا کہ سہ سالہ پیشگوئی سے کیا مراد ہے؟]
فرمایا :-

ان تین سال کے اندر بہت سی پیشگوئیاں پوری ہو چکی ہیں وہ سب اسی کے ماتحت ہیں اور پھر یہ طاعون والی عظیم الشان پیشگوئی ہے جس کے ذریعہ قریباً دس ہزار لوگ اس سلسلہ میں داخل ہوئے اور ابھی اڑھائی مہینے باقی ہیں اللہ تعالیٰ چاہے تو اور کوئی خاص عظیم الشان نشان بھی دکھادے جو ان سب سے بڑھ کر ہو پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑے بڑے معجزات ظاہر ہوتے رہے لیکن مخالف یہی کہتے رہے فَلْيَأْتِنَا بآيَةٍ كَمَا أُرْسِلَ الْأَوَّلُونَ (الانبیاء : ۶) یہ کتاب جو اب لکھی جا رہی ہے ہر قسم کے معجزات کا مجموعہ ہے استجاب دعا کا نمونہ اس میں موجود ہے خوارق اور پیشگوئیوں کا یہ مجموعہ ہے کوئی غور کر کے دیکھے کہ کیا طاعون ہم نے خود بنا لیا ہے اور پھر اعجاز مسیح چھوٹا نشان ہے؟

”مَنْعَهُ مَا يُعْرِضُ مِنَ السَّمَاءِ“ بھی اسی کے ساتھ ہے

نمازیں مستی دور کرنے کا علاج

[اعلیٰ گڑھ کے ایک طالب علم نے اپنی حالت کا ذکر کیا کہ نمازیں مستی ہو جاتی ہے اور میرے ہم مجلسوں نے اس پر اعتراض کیا اور ان کے اعتراض نے مجھے بہت کچھ متاثر کیا ہے اس لئے حضور کوئی علاج اس مستی کا بتائیں]

فرمایا :-

جب تک خوف الہی دل پر طاری نہ ہو گناہ دور نہیں ہو سکتا اور پھر یہ بھی ضروری ہے کہ جہاں تک موقع ملے ملاقات کرتے رہو ہم تو اپنی جماعت کو قبر کے سر پر رکھنا چاہتے ہیں کہ قبر ہر وقت مد نظر ہو لیکن جو اس وقت نہیں سمجھے گا وہ آخر خدا تعالیٰ کے قہری نشان سے سمجھے گا۔

طاعون کا نشان

اللہ تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ وہ آخری دنوں میں آسمان سے ایک دبا نازل کرے گا اور اس سے

لے سو کاتب معلوم ہوتا ہے ”حیات“ چاہئے۔ (مرتب)

ہلاک کر دے گا ان دنوں میں جب موت کا بازار گرم ہو اور خدا تعالیٰ کی گرفت کا سلسلہ شروع ہو جائے پھر توبہ کرے اور سمجھے کہ زندگی ناچیز ہے اس سے کچھ فائدہ نہیں۔ توبہ اور خدا تعالیٰ سے خوف اس وقت مفید ہوتا ہے جبکہ خدا کا عذاب نہ آگیا ہو خدا تعالیٰ سے دور تر وہ ہے جو آنکھ کا اندھا اور دل کا سخت ہو اگر طاعون نہ آتی تو بھی ایک دانشمند اور سعید الفطرت کے لئے یہ سبق کافی تھا کہ لوگوں کے باپ و ادا مر گئے اور مرتے جاتے ہیں اور یہاں کوئی ہیشہ رہ نہیں سکتا۔ لیکن اب تو خدا تعالیٰ نے اپنے کلام کے ذریعہ مجھے اطلاع دی کہ **آلَا مَرَضٌ تُشَاقُّ وَ اللَّفْطُوسُ تُصَاعِقُ** مرضیں پھیلیں گی اور جانیں جائیں گی اور ایسا ہی فرمایا **غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِيدًا** میں سخت غضب میں بھر گیا ہوں یاد رکھو کہ یہ ساری باتیں ہونے والی ہیں اور ان کے آثار تم دیکھتے ہو پس لازم ہے کہ انسان ایسی حالت بنائے رکھے کہ فرشتے بھی اس سے مصافحہ کریں ہماری بیعت سے تویہ رنگ آنا چاہئے کہ خدا تعالیٰ کی ہیبت اور جلال دل پر طاری رہے جس سے گناہ دور ہوں۔ اگر ان پیشگوئیوں پر کسی کو ایمان نہ ہو تو کم از کم اتنا ہی سمجھ لے کہ اب تو ڈاکٹروں کی شہادت سے بھی معلوم ہو گیا ہے کہ خطرناک بیماریاں پیدا ہو گئی ہیں۔ جبکہ ایسا خوفناک نمونہ پیدا ہو گیا ہے تو وہ شخص کیسا ہی بد نصیب ہے جو اس وقت بھی غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے۔

اس بات پر تمام کتابوں کا اتفاق ہے اور سب لوگ مانتے ہیں کہ آخری دنوں میں طاعون آئے گی سارے نبی اس کی خبر دیتے آئے ہیں اور یہ جو لکھا ہے کہ آخری دنوں میں توبہ کا دروازہ بند ہو جائے گا، اس کے یہی معنی ہیں کہ جب موت نے آکر پکڑ لیا پھر کیا فائدہ توبہ سے ہو گا؟ پکڑا ہوا تو درندہ بھی عاجز ہوتا ہے خدا تعالیٰ سے ڈرنا چاہئے اور خدا کا خوف اور خشیت کی پابندی نماز سے شناخت ہوتی ہے دیکھو انسان گورنمنٹ کے احکام کی کس قدر پابندی کرتا ہے پھر آسمانی گورنمنٹ کے احکام کی جس کو زمینی گورنمنٹ سے کوئی نسبت ہی نہیں کیوں قدر نہیں کرتا؟ یہ بڑا ہی خطرناک وقت ہے طاعون ایک عذاب الہی ہے اس سے ڈرو اور اچھا نمونہ دنیا کو دکھاؤ اگر کوئی شخص سلسلہ میں ہو کر برا نمونہ دکھاتا ہے تو اس سے سلسلہ پر کوئی اعتراض نہیں آتا کیونکہ سمندر میں تو ہر ایک چیز ہوتی ہے لیکن وہ خود اپنی جان پر ظلم کرتا ہے اور اسے شرمندہ ہونا پڑے گا اس واسطے بہت دعائیں کرنی چاہئیں تاکہ خدا تعالیٰ غفلت سے بیدار کرے۔ سستیوں اور غفلتوں سے گناہ آتے ہیں اور پھر خدا کے خوف کا نقشہ آنکھوں سے جاتا رہتا ہے پس وہی سعید سعادت کے دامن کے اندر ہے جو اس خطرناک وقت میں ٹھٹھے کرنے والوں کی مجلس میں نہ بیٹھے اور خدا سے تمنا میں دعائیں کرے اور اس سے ڈرے کہ ایسا نہ ہو رات کو یا دن کے کسی حصہ میں اس کا عذاب آجائے۔

قرآن مجید کے ہوتے ہوئے ایک مصلح کی ضرورت

[پھر اسی نوجوان نے عرض کیا کہ انہوں نے یہ سوال بھی مجھ سے کیا کہ قرآن شریف تو محرف مبدل نہیں ہوا کسی کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟]

فرمایا کہ :-

کیا خدا کی طرف سے کسی کے آنے کی ضرورت کا ایک یہی باعث ہے کہ قرآن شریف محرف مبدل ہو اور علاوہ بریں قرآن شریف کی معنوی تحریف تو کی جاتی ہے جبکہ اس میں لکھا ہے کہ مسخ مر گیا اور یہ لوگ کہتے ہیں کہ وہ زندہ آسمان پر چڑھ گیا اور تحریف کیا ہوتی ہے؟ یہ لوگ تحریف تو کر رہے ہیں اور پھر مسلمانوں کی عملی حالت بہت ہی خراب ہو رہی ہے نچڑیوں ہی کو دیکھو۔ انہوں نے کیا چھوڑا ہے بہشت دوزخ کے وہ قائل نہیں۔ وحی اور دعا اور معجزات کے وہ منکر ہیں انہوں نے یہودیوں کے بھی کان کاٹے یہاں تک کہ تثلیث میں بھی نجات مان لی۔ یہ حالت ہو چکی ہے اور پھر کہتے ہیں کہ کسی آنے والے کی ضرورت نہیں۔ تعجب کی بات ہے کہ دنیا تو گناہ سے بھر گئی ہے مگر ان کی حالت ایسی مسخ ہوئی ہے کہ وہ محسوس ہی نہیں کرتے کہ کسی مصلح کی بھی ضرورت ہے مگر عنقریب وقت آتا ہے کہ خدا تعالیٰ ان کو معلوم کرائے گا اور اس کے غضب کا ہاتھ اب لگتا آتا ہے۔

زمانہ تو ایسا تھا کہ رو رو کر راتیں کانتے مگر ان کی شوخی سے معلوم ہوتا ہے کہ بڑے ہی بد بخت ہیں۔

گناہ سے بچنے کا ذریعہ

گناہ سے بچنے کے لئے ضروری ہے کہ خدا تعالیٰ کا خوف دل پر ہو اور جب خدا تعالیٰ چاہتا ہے تو اپنا خوف ڈال دیتا ہے محبت بھی ایک ذریعہ گناہ سے بچنے کا ہے مگر یہ بہت اعلیٰ مقام ہے مگر خوف ایک عام ذریعہ ہے جس سے جوان بھی ڈر جاتا ہے خصوصاً ان دنوں میں بلکہ بعض طیبیوں کا قول ہے کہ جوانوں کو بوڑھوں کی نسبت طامعون کا زیادہ خطرہ ہے کیونکہ خون میں زیادہ جوش ہوتا ہے پس یہ دن جن کو خدا کے قبر کے دن کہا جاتا ہے دراصل خدا تعالیٰ کے رحم کے دن ہیں کیونکہ انسان کو بیدار کرنے والے اور غفلت کی زندگی سے نکالنے والے ہیں چونکہ لوگ غفلت اور گناہ سے باز نہ آتے تھے خدا تعالیٰ نے اپنے ہاتھ کی چکار دکھائی۔ یقیناً یاد رکھو کہ اب دن برے آتے جاتے ہیں جیسا کہ سب عیبوں نے خبر دی تھی خدا تعالیٰ نے اپنا پاک کلام مجھ پر یہی بھیجا کہ اب عقوبت کے دن آتے جاتے ہیں جو اس وقت دعا کرے گا اور زور لگائے گا کہ نمازوں میں اس کو رونا آئے اور

اس کا دل نرم ہو جائے اللہ تعالیٰ اس پر رحم کرے گا جب شدت عذاب ہو اور اس وقت ڈرنے لگتا ہے تو پھر شریر اور حق شناس میں کیا فرق ہوا؟
غرض اس وقت کے تعلقات جو خدا تعالیٰ سے قائم کرو گے وہ کام آئیں گے کیا اچھا کہا ہے حافظ نے ۔

چو کارے عمر ناپید است بارے آل اولیٰ
کہ روزے واقعہ پیش نگارے خود باشیم
اور ایک یہ بھی علاج ہے گناہوں سے بچنے کا کہ کشتی نوح میں جو نصاب کھسی ہیں ان کو ہر روز
ایک بار پڑھ لیا کرو۔

در بارِ شام

حضرت مولانا مولوی نور الدین صاحب کی طبیعت کل نامناز تھی آج الحمد للہ اچھی تھی
حضرت اقدس نے حال دریافت فرمایا اور پھر فرمایا کہ :-
ہم نے جو تصرفات اللہ کے دیکھے ہیں اس سے تو بعض وقت دواؤں کا بھی خیال نہیں آتا بعض
وقت ہم کو دوا سے شفا ہوئی اور بعض وقت محض دعا سے۔ میں نے دعا کی کہ بدون دوا کے شفا دے
تو پھر اذن ہوا کہ ہم نے شفا دی اور شفا ہو گئی۔

اللہ تعالیٰ مستنتا اور جواب دیتا ہے

اس خدا پر ایمان لانے سے کیا مزا جو قریب قریب جنوں کے ہونہ سنتا ہو اور نہ جواب دے
اس خدا پر ایمان لانے سے مزا آتا ہے جو قدرتوں والا خدا ہے جو ایسے خدا پر ایمان نہیں لاتا اور
خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور تصرفات پر ایمان نہیں رکھتا اس کا خدا بت ہے۔ اصل میں خدا تو ایک ہی
ہے مگر تجلیات الگ ہیں جو اس بات کا پابند ہے اس سے ایسا ہی سلوک ہوتا ہے اور جو متوکل ہے
اس سے وہی۔

اگر خدا تعالیٰ ایسا ہی کمزور ہوتا تو پھر نبیوں سے بڑھ کر کوئی ناکام نہ ہوتا کیونکہ وہ اسباب
پرست نہ تھے بلکہ خدا پرست اور متوکل تھے۔

۱۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء (دربارِ شام)

ایک روایا

[بعد اوائے نماز مغرب حضرت اقدس امام ہمام علیہ الصلوٰۃ والسلام شہ نشین پر اجلاس فرمایا ہوئے تو آپ نے بیٹھے ہی اپنی ایک روایا سنائی کہ]

میں نے اپنے والد صاحب کو خواب میں دیکھا (دراصل ملائکہ کا تمثیل تھا مگر آپ کی صورت میں) آپ کے ہاتھ میں ایک چھوٹی سی چھری ہے گویا مجھے مارنے کے لئے ہے میں نے کہا۔ کوئی اپنی اولاد کو بھی مارتا ہے؟ جب میں یہ کہتا ہوں تو ان کی آنکھیں پُر آب ہو جاتی ہیں۔ پھر وہ ایسا ہی کرتے ہیں۔ تو میں یہی کہتا ہوں۔ آخر دو تین بار جب اسی طرح ہوا۔ پھر میری آنکھ کھل گئی۔

فرمایا :-

اللہ تعالیٰ نے مجھے ایک الامام میں یوں بھی فرمایا ہے۔ اَنْتَ مِیْثَقٌ بِمَنْزِلَةِ اَدْرَاكِدْحِي۔ اور یہ قرآن شریف کی ایک آیت کے موافق بھی ہے۔ نَعْنُ اَبْنَوْا لِلّٰهِ وَاَجْبَاؤُہَا قُلْنَ فَاِیْلَہٗ یُعَذِّبُکُمْ ^{لِیْلَہٗ} (المائدہ : ۱۹)

ختم نبوت غیر امتی نبی کے آنے کو مانع ہے

ختم نبوت بھی ایک عجیب سلسلہ ہے اللہ تعالیٰ نبوت کو بھی قائم رکھتا ہے اور اسی کے استفادہ سے ایک سلسلہ جاری کرتا ہے یہ تو ایک طبعی بات ہے مگر کجا یہ کہ اس سلسلہ کو الٹ پلٹ کر دوسرے نبی کو لایا جاوے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کی حکمت اور ارادہ نہیں چاہتا کہ کوئی دوسرا نبی آوے۔ قطع نظر اس کے کہ وہ شریعت رکھتا ہو یا نہ رکھتا ہو۔ خواہ شریعت نہ بھی رکھتا ہو تب بھی ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دوسرا نبی آپ کے سوا اور آپ کے استفادہ سے الگ ہو کر نہیں آسکتا۔ ساری براین احمدیہ اس قسم کی باتوں سے بھری پڑی ہے اور بہت سے الامام اس کے مدد معاون ہیں۔

علاوہ اس کے کہما استنخلت الذین (النور : ۵۶) میں جو استخلاف کا وعدہ ہے یہ بھی اسی امر پر صاف دلیل ہے کہ کوئی پرانا نبی اخیر تک نہ آوے ورنہ ”کہما“ باطل ہوتا ہے اللہ

لہ اس میں یہ اشارہ تھا کہ خدا تعالیٰ کی محبت اور مخالفتِ حضرت موحی کے ساتھ داعی اور مشل والد کے اولاد سے ہے (یہ تشریحی نوٹ ایضاً کا اپنا معلوم ہوتا ہے۔ مرتب)

تعالیٰ نے کَمْنَا کے نیچے تو مشیل کو رکھا ہے۔ عین کو نہیں رکھا پھر یہ کس قدر غلطی اور جرات ہے کہ خدا تعالیٰ کے منشاء کے خلاف ایک بات اپنی طرف سے پیدا کر لی جائے اور ایک نیا اعتقاد بنا لیا جائے اور پھر کَمْنَا میں مدت کی بھی تعین ہے کیونکہ مسیح موعیٰ کے بعد چودھویں صدی میں آیا تھا اس لئے ضروری تھا کہ آنے والا محمدی مسیح بھی چودھویں صدی میں آئے غرض یہ آیت ان تمام امور کو حل کرتی ہے۔ اگر کوئی سوچنے والا ہو۔

ابن مریم کے آنے سے مراد

ابن مریم کا سوال بھی خدا تعالیٰ نے بڑی صفائی سے حل کیا ہوا ہے سورہ التحریم میں اس راز کو کھول دیا ہے کہ مومن مریم صفت ہوتا ہے اور پھر اس میں نفع روح ہوتا ہے خدا تعالیٰ نے اسی ترتیب سے پہلے میرا نام مریم رکھا۔ پھر ایک وقت آیا کہ اس میں نفع روح ہوا اب مریم کے حمل سے جیسے مسیح پیدا ہوا۔ جو اسی روح القدس کے نفع کا نتیجہ تھا اسلئے یہاں خود مسیح بنا دیا۔ براہین احمدیہ کو قرآن شریف کی اس آیت کے ساتھ جو سورہ تحریم میں بیان ہوئی رکھ کر دیکھو اور پھر اس ترتیب پر غور کرو کہ جو براہین میں رکھی ہے کہ پہلے نام مریم رکھا پھر نفع روح کیا اور پھر یَا عِيسَىٰ کہہ کر پکارا اس آیت کی تفسیر کے لئے بھی دراصل یہی زمانہ تھا زمانہ بھی ایک قسم کی عقیم کی صورت پر ہوتا ہے۔

اور روح اللہ اس لئے کہا کہ اللہ تعالیٰ کو حضرت مسیح کا تہیہ منظور تھا کیونکہ بعض اولاد میں شیطان کی شرکت ہو جاتی ہے اس واسلئے روح اللہ کہہ کر اس الزام کو دور کیا غرض حضرت مریم کے متعلق جس قدر واقعات قرآن شریف میں ہیں وہی الہام یہاں بھی موجود ہیں یَلَيْسَ مِنِّي وَتَقَبَّلْ هَذَا (مریم : ۲۳) دراصل جس قسم کی گھبراہٹ مریم کو تھی اسی قسم کا جوش اب بھی یہودیوں میں پیدا ہوا ہے اور ایسا ہی اَنْتِ لَكَ هَذَا بھی براہین میں درج ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کی وفات کی خبر آنے پر الہام

مولوی نذیر حسین دہلوی کے مرنے کی خبر آئی تو زبان پر اس کے لئے جاری ہوا

مَاكَ صَلَاتٌ مَا تَمْنَا لَهٗ

لے چنانچہ اس الہام سے اس کی وفات کی تاریخ بھی لکھی ہے مَاكَ صَلَاتٌ مَا تَمْنَا : ۲۳۰

مسیح ناصری کے متعلق مرثیہ عقائد کا نتیجہ

[ایک شخص نبی بخش نام ساکن بیالہ نے آپ کو لکھا کہ میں عیسائیوں سے بحث کرنے لگا ہوں حضور نے اس کو لکھا کہ]

تم عیسائیوں سے کیا مباحثہ کرو گے؟ ان کی ساری باتیں تو تم خود مانتے ہو۔ مہینے علیہ السلام کو زندہ آسمان پر بکھتے ہو۔ غیب دان، مردوں کو زندہ کرنے والا کہتے ہو۔ اور پھر تمہارا یہ اعتقاد ہے کہ صرف وہی مس شیطان سے پاک ہے غرض اس قسم کے جب تمہارے عقائد ہیں تو پھر ان سے کیا بحث کرنی چاہتے ہو؟ اس سلسلہ کے بغیر اور کوئی صورت عیسائیوں سے مباحثہ کی نہیں رہی۔ ہمارے مخالفوں نے تو اقبالی ڈگری کرا لی ہوئی ہے اور ان کے تمام عقائد باطلہ کی تائید کی ہوئی ہے۔

مسیح علیہ السلام کے دُوسرے مہینے ہونے کی حقیقت

مسیح کو جو روح اللہ کہتے ہیں اور عیسائی اس پر ناز کرتے ہیں کہ یہ مسیح کی خصوصیت ہے یہ ان کی صریح غلطی ہے ان کو معلوم نہیں کہ قرآن شریف میں مسیح پر روح اللہ کیوں بولا گیا اصل بات یہ ہے کہ قرآن شریف نے مسیح ابن مریم پر خصوصیت کے ساتھ بہت بڑا احسان کیا ہے جو ان کا تمیز کیا ہے بعض ناپاک فطرت یہودی حضرت مسیح کی ولادت پر بہت ہی ناپاک اور خطرناک الزام لگاتے ہیں اور یہ بھی ہے کہ بعض ولد اس قسم کے ہوتے ہیں کہ شیطان ان کی پیدائش میں شریک ہو جاتا ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے حضرت مسیح اور حضرت مریم کے دامن کو ان اعتراضوں سے پاک کرنے کے لئے اور اس اعتراض سے بچانے کے لئے جو ولد شیطان کا ہوتا ہے۔ قرآن شریف میں دُوسرے مہینے (النساء : ۱۵۲) کہا۔ اس سے خدائی ثابت کرنا حماقت ہے کیوں کہ دوسری جگہ حضرت آدم کے لئے نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُوْحِيْ (الحجر : ۳۰) بھی تو آیا ہے۔ یہ صرف تمیز کیا ہے جو لوگ اس حقیقت سے واقف نہیں ہیں وہ ان سے بحث خاک کریں گے یہ

۱۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

(بعد از نماز مغرب)

[میاں احمد دین صاحب اہل نویس گوجرانوالہ سے حسب الحکم حضرت اقدس شریف لائے

لے الحکم جلد نمبر ۳۹ صفحہ ۷۶ مورخہ ۲۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء

ان کے اتنی جلدی تشریف لانے پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔
ریل بھی ایک عجیب شے ہے ایک خارق عادت طور پر انسان کہیں کا کہیں جا پہنچتا ہے۔
(ایک شخص نے اپنی آنکھوں کے مرض سے شفا پانے کے لئے دعا کی درخواست کی۔)
حضرت اقدس نے فرمایا:۔

”اچھا کریں گے۔“ پھر فرمایا کہ:۔
آنکھ کان ناک وغیرہ اللہ تعالیٰ کی امانتیں ہیں۔ انعام کی بھی کیا عجیب راہ اختیار کی ہے۔ اگر
ایک آنکھ جاتی رہے تو کس قدر بلا نازل ہوتی ہے۔

پنجاب میں طاعون کی ترقی

پھر حضرت اقدس نے نواب محمد علی خان صاحب سے طاعون کا حال مالیر کوٹلا کی طرف
دریافت فرمایا۔ نواب صاحب نے جواب دیا کہ کچھ شروع ہے مگر کم۔ اب کے دفعہ رپورٹ سے
معلوم ہوا ہے کہ گذشتہ ہفتہ کل ہندوستان میں تو کم ہے مگر خاص پنجاب میں بہت ترقی پر ہے
حضرت اقدس نے فرمایا کہ

”پنجاب ہی گھڑا ہوا ہے کوئی اس کا ستر تو دریافت کرے۔“

فرمایا:۔

”حکماء نے لکھا ہے کہ **الطَّاعُونُ هُوَ الْمَوْتُ** جس کے آثار رومی ظاہر ہوں۔ رنگ
سیاہ ہو جائے اور جلد جلد موت ہو تو وہ بلائے آسمانی ہوتی ہے۔ ورنہ مشابہ بالطاعون گلٹیوں کا ہونا
اور بخار کا ہونا طاعون نہیں۔ ایک دفعہ ہمارے سب بچوں کو گلٹیاں نکل آئیں صرف اینٹ گرم کر
کے سینکتے رہے۔ سب کو آرام ہو گیا۔

طاعون تو ایک ستر مخفی کی طرح ہے۔ ورنہ بعض اوقات اس کے عوارض ہو کر پھر انسان کو
کچھ نہیں ہوتا۔“

احمد دین صاحب اپیل نویس نے حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کیا کہ سرکار نے یہ قانون پاس
کیا ہے کہ اگر ایک محلہ میں ایک مریض کو طاعون ہو اور اس محلہ کے پانچ کس یہ کہیں کہ اسے
نکالا جائے اور پانچ صدیہ کہیں کہ نہ نکالو تو ان پانچ کی رائے پر عملدرآمد ہوگا۔ اور اگر مریض یا
اس کے ورثاء اس کی خلاف ورزی کریں تو زیر دفعہ ۱۸۸ وہ مجرم گردانے جائیں گے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ:۔

ایک طرح سے گورنمنٹ نے اپنے سر سے بلا اتار کر رعایا پر ڈال دی ہے۔ محلہ میں اکثر عداوت

وغیرہ بھی ہوتی ہے۔ خواہ لوگ ایک جملائے بخار کو طاعون کہہ کر نکال دیں۔

الذّار کی حفاظت

فرمایا :-

آج میری زبان پر پھر یہ الہام جاری تھا۔ اِنِّیْ اُحَافِظُ کُلَّ مَنْ فِی الدّارِ اِلَّا الَّذِیْنَ
عَلَمُوْا مِنْ اَسْتِکْبَارِہٖ

اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَمُوْا ہمیشہ ساتھ ہی ہوتا ہے۔ خدا معلوم اس کے کیا سمنے ہیں۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ لوگ متنبہ رہیں۔ تقویٰ پر قائم رہیں۔ ایک علو تو اس رنگ میں ہوتا ہے جیسے کہ اَمَّا بِیْنَمَتِ رَبِّکَ فَحَدِّثْ (الضحیٰ : ۳) اور ایک علو شیطان کا ہوتا ہے جیسے اَبٰی دَا سْتِکْبٰرَ (البقرہ : ۳۵) اور اس کے بارے میں ہے اَمْرٌ کُنْتُ مِنَ الْعٰلِیْنَ (ص : ۷۶) یہ اس سے سوال ہے کہ تیرا علو تکبر کے رنگ میں ہے یا واقعی ہے۔ خدا تعالیٰ کے بندوں کے واسطے بھی اعلیٰ کا لفظ آیا اور ہمیشہ آتا ہے جیسے اِنَّکَ اَنْتَ الْاَعْلٰی (طہ : ۶۹) مگر یہ تو انکسار سے ہوتا ہے اور وہ تکبر سے ملا ہوا ہوتا ہے۔

شاہ عبدالعزیز صاحب کے ایک شاگرد کا غلط فتویٰ

شاہ عبدالعزیز صاحب کے شاگردوں میں سے ایک کا ذکر ہوا فرمایا کہ :-

ایک دفعہ وہ شاید بیٹالہ میں تھے تو ایک نے حقہ کا فتویٰ پوچھا تو انہوں نے جواب دیا (حالانکہ غلط تھا) کہ حقہ دو قسم کا ہے ایک وہ جو نکیوں میں ہوتا ہے دس دس دن تک پانی نہیں بدلتے اسے غسل نہیں دیتے وہ تو حرام ہے اور دوسرا جس کا پانی بدلتا رہتا ہے اور اسے غسل دیتے رہتے ہیں وہ

لے اھم میں اِلَّا الَّذِیْنَ عَلَمُوْا بِاَسْتِکْبَارِہٖ لکھا ہے (الھم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

لے علو کے ذکر میں اھم میں مندرجہ ذیل مضمون بیان ہوا ہے :-

علو جو خدا تعالیٰ کے خاص بندوں کو دیا جاتا ہے وہ انکسار کے رنگ میں ہوتا ہے اور شیطان کا علو استکبار سے ملا ہوا تھا دیکھو ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جب کہ کو فتح کیا تو آپ نے اسی طرح اپنا سر جھکا یا اور سجدہ کیا جس طرح ان معاصب اور مشکلات کے دنوں میں جھکتے اور سجدے کرتے تھے جب اسی مکہ میں آپ کی ہر طرح سے مخالفت کی جاتی اور دکھ دیا جاتا تھا جب آپ نے دیکھا کہ میں کس حالت میں یہاں سے گیا تھا اور کس حالت میں اب آیا ہوں تو آپ کا دل خدا کے شکر سے بھر گیا اور آپ نے سجدہ کیا

(الھم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۳ء)

مردوں کے قبروں سے نکلنے کی تعبیر

پھر اس کے بعد مفتی محمد صادق صاحب ایک انگریزی کتاب حضرت اقدس کو سناتے رہے جس میں ایک موقع پر یہ بھی تھا کہ جب مسیح کو صلیب دی گئی تو اس وقت مردے قبروں میں سے نکلے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

عالم رویا میں مردہ کے قبر سے نکلنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ کوئی گرفتار آزاد ہو ممکن ہے کہ کسی نے اس وقت عالم کشفی میں یہ دیکھا ہو ورنہ یہ اپنے ظاہری معنوں میں ہرگز نہیں ہوا

طاعون کی کیا مجال ہے کہ اس کے پاس آئے

احباب میں سے ایک نے ذکر سنایا کہ آج قادیان میں نیکہ والے آئے تھے باہر باغ میں انہوں نے سب کو بلایا اور ایک لمبی تقریر کی جس میں نیکہ کے فوائد لوگوں کو بتلائے انجام یہ ہوا کہ سب نے اس امر پر اتفاق کر لیا کہ ہم نیکہ لگوائیں گے۔ تقریر کرنے والے صاحب رائے پر تاپ سگھ تھے انہوں نے یہ بھی کہا کہ میں نے مرزا صاحب کو بھی تاکید کرنی تھی مگر چونکہ انہوں نے ماننا نہیں اور ڈھنگ بنایا ہوا ہے اس لئے سردست ان کی خدمت میں کچھ نہیں کہتا پھر کسی وقت موقع ہوا تو کموں گا میں یہاں پر نہ آتا مگر چونکہ متواتر طور پر رپورٹ پہنچی کہ چوڑھوں میں طاعون ہے اس لئے آنا پڑا

اس پر حکیم نور الدین صاحب نے بیان کیا کہ ہمارے ہاں نمالی چوڑھی آتی ہے میں نے اس سے طاعون کا حال دریافت کیا تھا کہنے لگی کہ طاعون تو ہے نہیں ایک لڑکی مری ہے وہ کئی دنوں سے بیمار تھی اب کہتے ہیں کہ طاعون سے مری۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

چوڑھوں میں ہمیشہ کبھی نہ کبھی ایسی موتیں ہوتی رہتی ہیں ایک دفعہ اسی موسم میں پچاس آدمی ہیضہ سے مر گئے تھے حالانکہ طاعون وغیرہ نہ تھی اور چوڑھوں کا محلہ تو ہم سے ایسا ہی دور ہے جیسے کہ شنگل۔^۱ یعنی یہ لوگ زبردستی اسے الحاق کرتے ہیں (آخر کار چوڑھوں کی موت کی یہ وجہ معلوم ہوئی کہ ان لوگوں نے مردہ مویشی اس وقت کھائے جب کہ وہ متعفن ہو گئے تھے)

پھر بیان کیا گیا کہ نیکہ والوں نے سردست کل اکابرین ہندو، مسلمان کے دستخط کرائے ہیں شاید کل

۱۔ نکل۔ یعنی۔ قادیان کے متصل دو گاؤں۔

یا پرسوں پھر آویں گے حضرت اقدس نے فرمایا :-
ہمارے دستخط کشی نوح میں ہیں جو خدا کے ساتھ سیدھا اور راست ہو گا تو طاعون کی کیا مجال کہ اس کے پاس آوے۔

پھر جماعت کو مخاطب کر کے حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

صحابہؓ میں طاعون ہوتا رہا ہے ہاں انبیاء کو ہرگز نہیں ہوا۔ اگر کوئی اس پر سوال کرے تو جواب یہی ہے کہ ہر ایک رنگ جدا ہے ثابت کرو کہ کوئی نبی طاعون سے مرا ہو ورنہ اگر ایسا ہوتا تو اللہ تعالیٰ کے معاملہ میں کس قدر فتنہ برپا ہوتا یہ کبھی نہیں ہوا کہ یہودیوں کو طاعون ہوا ہو تو موسیٰؑ کو بھی ساتھ ہوا ہو ورنہ سارے یہودی مرتد ہو جاتے۔

طاعون کا علاج

ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ بعض لوگ کہتے ہیں کہ جب ٹیکہ بھی علاج نہیں اور اللہ تعالیٰ کا حفاظت کا وعدہ ہے تو پھر مرہم عیسیٰ اور جدوار کا استعمال کیوں بتلایا ہے حضرت صاحب نے فرمایا کہ :-

جو علاج اللہ تعالیٰ بتلاوے وہ تو اسی حفاظت میں داخل ہے کہ اس نے خود ایک طریق حفاظت بھی ساتھ بتلا دیا اور انشراح صدر سے ہم اسے استعمال کر سکتے ہیں لیکن اگر ٹیکہ میں خیر ہوتی تو ہم کو اس کا حکم کیا جاتا اور پھر دیکھتے کہ سب سے اول ہم ہی کو اتے اگر خدا تعالیٰ آج ہی بتلا دے کہ فلاں علاج ہے یا فلاں دوا مفید ہے تو کیا ہم اسے استعمال نہ کریں گے؟ وہ تو نشان ہو گا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم خود کس قدر متوکل تھے مگر ہمیشہ لوگوں کو دوائیں بتلاتے تھے اگر ہم عوام الناس کی طرح ٹیکہ کروائیں تو خدا پر ایمان نہ ہوا پہلے یہ تو فیصلہ کیا جائے کہ آیا ہم نے ۲۲ برس پہلے طاعون کی اطلاع دی۔ کہ جس وقت طاعون کا نام و نشان تک نہ تھا اور پھر ہر ۵ برس بعد اس کے متعلق ضرور کوئی نہ کوئی خبر دی جاتی رہی ہے پھر پنجاب کے متعلق خبر دی حالانکہ اس وقت کوئی مقام اس میں جلا نہ تھا۔ پھر ایک دم پنجاب کے ۲۳ ضلعوں میں پھیل گئی وہ تمام کتابیں جن میں یہ بیان ہیں خود گورنمنٹ کے پاس موجود ہیں اگر ٹیکہ میں کوئی خیر ہوتی تو خدا خود ہمیں بتلاتا اور ہم اس وقت سب سے پہلے ٹیکہ لگانے میں اول ہوتے مگر جب گورنمنٹ نے اختیار دیا ہے تو یہ اختیار ہے گویا خدا تعالیٰ ہی نے ہمیں دیا ہے کہ جبراً اٹھوا دیا ہے۔

طاعون کے سلسلہ میں جماعت کو نصیحت

ہماری جماعت کا صرف دعویٰ ہی دعویٰ ہی نہ ہو کہ وہ اس دعویٰ بیعت پر نازاں رہیں بلکہ ان

کو اپنے اندر تبدیلی کرنی چاہئے دیکھو طاعون کئی بار موسیٰ علیہ السلام کے لشکر پر پڑی اب دشمن تو خوش ہوتے ہوں گے مگر موسیٰ علیہ السلام کو کس قدر شرمساری ہوئی ہوگی لکھا ہے کہ بلعم کی بددعا کی وجہ سے اسی (۸۶) ہزار دوا سے مر گئے تھے لے گرچہ اور لوگ بھی گنہ گارتھے مگر موسیٰ علیہ السلام کی قوم اس وقت دوہری ذمہ دار تھی بہت کم لوگ ہیں جو کہ دلوں کو صاف کرتے ہیں اگر ایک پاخانہ میں سے پاخانہ تو اٹھایا جاوے مگر اس کے چند ایک ریزے باقی رہیں تو کسی کا دل گوارا کرتا ہے کہ اس میں روٹی کھاوے اسی طرح اگر پاخانہ کے ریزے دل میں ہوں تو رحمت کے فرشتے اس میں داخل نہیں ہوتے۔

إِلَّا الَّذِينَ هَكَلُوا كَاللُّغْظِ بِيَمِينِهِمْ فِي خَطَرٍ وَذَالِمْ هُوَ كَقَضَاءِ قَدَرٍ مُّقَدَّرٍ هُوَ بَارِئٌ قَرَّانٌ شَرِيفٌ كُوْبْرُوهُ لَمْ يَأْتِ بِأَصْلَاحٍ كَرُوْا أَمْرًا جَمَاعَتِي فِي سَعْيِ كُوْبْرُوهُ لَمْ يَأْتِ بِأَصْلَاحٍ هُوَ تُوْبْرُوهُ لَمْ يَأْتِ بِأَصْلَاحٍ

لے اہم میں ہے یہ سب اثناء ان کی اپنی بد کاریوں کا نتیجہ تھا اور انہوں نے اس طرح پر اپنے عمل سے گویا موسیٰ علیہ السلام کو بدنام کیا پس تم اپنے آپ کو درست کو تا کہ ایسا نہ ہو کہ تم میں سے کوئی سلسلہ کو بدنام کرنے والا ٹھہرے۔ (الہم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۸ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

لے اسی ذکر میں اہم میں مزید لکھا ہے :-

میرے واسطے یہ ایک نشان ہے اور میں اپنے اللہ پر یقین رکھتا ہوں کہ وہ ایسا ہی کرے گا جیسا کہ اس نے فرمایا إِنِّيْ أَحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ أَوْ أَحَافِظُكَ خَاصَّةً مَّگر ہماری جماعت کو لازم ہے کہ وہ نے دعویٰ پر ہی نہ رہے اس کا فرض ہے کہ وہ اپنے آپ کو درست کرے اور اپنی اصلاح کرے جو اپنی اصلاح نہیں کرتا اور تقویٰ اور طہارت اختیار نہیں کرتا وہ گویا اس سلسلہ کا دشمن ہے جو اس کو بدنام کرنا چاہتا ہے اور یہ سلسلہ خود خدا تعالیٰ نے قائم کیا ہے اس لئے اپنے عمل سے وہ گویا خدا تعالیٰ کی مخالفت کرتا ہے پھر اللہ تعالیٰ اس کی کیا پروا کرے گا اسے تو اپنے سلسلہ کی عظمت منظور ہے وہ ایسے لوگوں سے جو اس کے لئے دشمنی کا کام کریں سلسلہ کو صاف کر دے گا۔ (الہم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۸ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

لے اہم میں لکھا ہے :-

الہام میں جو یہ آیا ہے إِلَّا الَّذِينَ هَكَلُوا بِأَسْتِئْتَابِہِ یہ بڑا مندر اور ڈرانے والا ہے اس لئے ضروری ہے کہ بارہا رکتی لوح کو پڑھو اور قرآن شریف کو پڑھو اور اس کے موافق عمل کرو کسی کو کیا معلوم ہے کہ کیا ہونے والا ہے تم نے اپنی قوم کی طرف سے جو لعنت ملامت لینی تمہی لے چکے۔ لیکن اگر اس لعنت کو لے کر خدا تعالیٰ کے ساتھ بھی تمہارا معاملہ صاف نہ ہو اور اس کی رحمت اور فضل کے نیچے نہ آو تو پھر کس قدر معیبت اور مشکل ہے اخطاروں والے کس قدر شور مچاتے ہیں اور ہماری مخالفت میں ہر پہلو سے زور لگاتے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ خدا

شور ڈالیں گے کہ دیکھو نیکہ نہ کرایا تو ہلاک ہوئے اور اگر وہ بچے رہے تو نہیں گے خدا کے کام اور حفاظت سے حصہ لینے والا وہ شخص ہے جو اپنے دل میں سمجھ لے کہ میں نے تبدیلی پیدا کر لی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی طرح ہو جائے۔ جس طرح انہوں نے ٹاٹ کے کپڑے پن لئے تھے اسی عذاب شدید آنے والا ہے فرق سے فرق ہوتا ہے اگر بیعت کے وقت وعدہ اور ہے اور پھر عمل اور ہے تو دیکھو کتنا فرق ہے اگر تم خدا سے فرق رکھو گے تو وہ تم سے فرق رکھے گا اگر ہماری جماعت میں سو آدمی مرجائیں تو ہم یہی کہیں گے کہ ان کے دلوں میں فرق تھا کیونکہ ہمیں کسی کے اندرون کا کیا حال معلوم ہے عیسیٰ اور موسیٰ کے وقت کیا ہوا۔

ہم دواؤں کی تاثیرات سے منکر نہیں ہیں مگر ہم کہتے ہیں کہ ادھر تم نے نیکہ نہ کرایا اور اگر چہ ایک لوگ جٹلے طاعون ہوئے تو وہ لوگ کس قدر نہیں گئے جنہوں نے نیکہ کرایا ہو گا مگر بڑا بے وقوف ہے جو کہ اس دوا کو بھی نہ پوئے اور پھر اس دوا سے بھی محروم رہے کہ اس کا معاملہ

تعالیٰ کے کام یاد رکھتے ہوئے ہیں یا یہ ضروری ہے کہ اس برکت سے حصہ لینے کے لئے ہم اپنی اصلاح اور تبدیلی کریں اس لئے تم اپنے ایمانوں اور اعمال کا محاسبہ کرو کہ کیا ایسی تبدیلی اور معافی کر لی ہے کہ تمہارا ظن خدا تعالیٰ کا عرش ہو جائے اور تم اس کی حفاظت کے سایہ میں آ جاؤ۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۳۰ صفحہ ۸-۹ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

۱۰۔ اسی ذکر میں الحکم میں مندرجہ ذیل الفاظ ہیں :-

میں جنہیں بار بار یہی نصیحت کرتا ہوں کہ تم ایسے پاک صاف ہو جاؤ جیسے صحابہ نے اپنی تبدیلی کی انہوں نے دنیا کو بالکل چھوڑ دیا کیونکہ ٹاٹ کے کپڑے پن لئے اسی طرح تم اپنی تبدیلی کرو۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۳۰ صفحہ ۸-۹ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

۱۱۔ الحکم میں ہے

رُوبَدُنِیَا نہ رہو بلکہ خدا ہی کی طرف متوجہ ہو جاؤ

خدا تعالیٰ کا شدید عذاب آنے والا ہے اور وہ غیث اور طیب میں ایک امتیاز کرنے والا ہے وہ جنہیں فرقان عطا کرے گا جب دیکھے گا کہ تمہارے دلوں میں کسی قسم کا فرق باقی نہیں رہا۔ اگر کوئی بیعت میں تو اقرار کرتا ہے کہ دین کو دنیا پر مقدم کرے گا مگر عمل سے وہ اس کی سچائی اور وقار مد ظاہر نہیں کرتا تو خدا کو اس کی کیا پرواہ ہے اگر اس طرح ہر ایک نہیں سو بھی مرجائیں تو ہم یہی کہیں گے کہ اس نے اپنے اندر تبدیلی نہیں کی اور وہ سچائی اور معرفت کے نور سے جو تاریکی کو دور کرتا اور دل میں یقین اور لذت بخشتا ہے دور رہا اور اس لئے ہلاک ہوا۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۳۰ صفحہ ۹ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

خدا کے ساتھ ٹھیک نہ ہو تو وہ گویا دونوں طرف سے محروم رہا ہے۔ پھر اگر ہماری جماعت میں سے کسی کو طاعون ہو گا تو اس کا اثر اس کے ایمان پر بھی پڑے گا وہ خیال کرے گا کہ میں تو بیعت میں تھا مجھے کیوں طاعون ہوئی خدا کسی کی ظاہری صورت کو نہیں دیکھتا وہ اس منشاء کو دیکھتا ہے جو انسان نے اپنے دل میں بنایا ہوا ہے خدا کے ساتھ صفائی ایک مشکل کام ہے طاعون اگرچہ مومن کے واسطے ایک خوشی ہے مگر چونکہ مخالف کہتے ہیں کہ یہ تمہاری شامت سے آئی ہے اس لئے اگر یہ جماعت اسی طرح تباہ ہو جس طرح دوسرے تباہ ہوتے ہیں تو پھر تو ان کو خوب ثبوت مل جائے گا کہ واقعی ہماری شامت سے آئی ہے اور اگر نیکہ لگوانے والے بھی ہلاک ہوں اور تم بھی ہلاک ہو تو پھر بھی کوئی تیز نہیں رہتی۔ اس لئے تہذیبیاں پیدا کرنی چاہئیں کشتی نوح میں میں نے بہت کچھ کتنا تھا مگر انشاء اللہ پھر کسی دوسرے موقعہ پر لکھا جائے گا۔ اتنا لکھا بھی کافی ہے۔

مجھے یہ فکر ہے کہ وہ مثل نہ ہو کیے نقصان مایہ دو دیگر شامت ہمایہ۔ ایک تو مریں اور پھر

لے اہکم میں ہے

دیکھو نیکہ والے اپنی جگہ اسباب پر پنجہ مارتے ہیں اور کہتے ہیں کہ بچ جاویں گے اور کچھ تعجب نہیں کہ اس سے فائدہ بھی اٹھاویں لیکن جو ہمارے ساتھ تعلق رکھتے ہیں اگر وہ اس دوا کو جو ہم پیش کرتے ہیں استعمال نہیں کرتے ہیں اور اس نیکہ کو جو خدا نے ان کے لئے تجویز کیا ہے استعمال نہیں کرتے تو افسوس ہے کہ وہ اس نیکہ سے بھی جو گورنمنٹ نے تیار کیا ہے محروم رہے اس سے تو بہتر تھا کہ وہ نیکہ ہی کرا لیتے کیونکہ اگر وہ پورا ایمان اور اس کے موافق عمل نہیں رکھتے تو خدا تو ان کی پردا نہ کرے گا اور پھر ان کی موت حسرت کی موت ہوگی اور اس سے ان کے ایمان کو اور بھی صدمہ پہنچے گا۔ خدا تعالیٰ صورت کو نہیں دیکھتا وہ تو یہ دیکھتا ہے کہ کیا اس نے میرے منشاء کے موافق اپنے آپ کو بنایا ہے یا نہیں؟ اگر کوئی طاعون سے مرے اور اسے کہا جائے کہ وہ جماعت میں تھا تو یہ ایک دھوکا اور مغالطہ ہو گا وہ حقیقت میں اس سے الگ تھا ورنہ ایک موت تو دوسری موت کا کفارہ ہوتی ہے اگر اس کے اپنے جذبات اور نفسانی خواہشوں پر موت آچکی تھی اور وہ دنیا کے فریبوں اور مکاریوں سے الگ ہو چکا تھا تو پھر کیا وجہ ہے کہ وہ ہلاک کیا جاتا ہے اس کا ہلاک کیا جاتا ہی اس امر کی دلیل ٹھہرے گی کہ وہ اس سے الگ تھا۔

طاعون سے مرنا بے شک شہید ہونا ہے مگر اس وقت خدا تعالیٰ نے اس کو ایک نشان ٹھہرایا ہے اس لئے اگر طاعون سے جماعت تباہ ہو جاوے تو پھر یہ نتیجہ نکلے گا کہ یہ ہماری شامت سے آئی ہے جیسا کہ بعض ظالم طبع لوگوں نے مجھے اس قسم کے خطوط لکھے مگر انہیں مغرب معلوم ہو جائے گا کہ کس کی شامت سے اور کن کے لئے آئی ہے مگر جماعت کا فرض ہے کہ وہ اپنی اصلاح کرے (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۹۰ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

جھوٹے کہلا کر مرس اگر ایک طرف مخالفوں کی ہزار موت ہو تو وہ نام نہ لیں گے اور ہمارا ایک بھی مرے تو ذمہ ل بجائیں گے خدا نے صورت تو نہیں دیکھنی۔ اس نے دل دیکھنا ہے مگر لوگ تو ظاہر دیکھتے ہیں اور جس شخص کا نام رجسٹر بیعت میں ہے اسے جماعت میں خیال کرتے ہیں وہ تو رجسٹر میں صرف نام دیکھیں گے لیکن اگر خدا کے رجسٹر میں نام نہیں ہے تو ہم کیا کر سکیں گے خدا نے ترقی کا موقع خوب دیا ہے نفس کو لگام دینے کے لئے اس سے بڑھ کر اور کونسا وقت ہو سکتا ہے اس وقت سے غافل نہ رہنا چاہئے اور محنت کرنی چاہئے۔

سالک اور مجذوب کی تعریف

وہ انسان جو آپ محنت کرتا ہے اسے سالک کہتے ہیں اور جسے خود خدا دیوے۔ وہ مجذوب ہوتا ہے اور جو سویا رہے تو اسے کوئی کیا کرے **إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ**۔ بات سن کر صرف کان تک رکھنے سے فائدہ نہیں ہوتا جب تک دل کو خبر نہ ہو انسان ایک دو کاموں سے سمجھ لیتا ہے کہ میں نے خدا کو راضی کر لیا۔ حالانکہ یہ بات نہیں ہوتی۔

اطاعت کی حقیقت

اطاعت ایک بڑا مشکل امر ہے صحابہ کرام کی اطاعت، اطاعت تھی کہ جب ایک دفعہ مال کی ضرورت پڑی تو حضرت عمرؓ اپنے مال کا نصف لے آئے اور ابو بکرؓ اپنے گھر کا مال و متاع فروخت کر کے جس قدر رقم ہو سکی لے آئے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمر سے سوال کیا کہ تم گھر میں کیا چھوڑ آئے؟ انہوں نے جواب دیا کہ نصف۔ پھر ابو بکرؓ سے دریافت کیا انہوں نے جواب دیا کہ اللہ اور اسکا رسول گھر چھوڑ آیا ہوں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ :- جس قدر تمہارے مالوں میں فرق ہے اسی قدر تمہارے اعمال میں فرق ہے۔

لہٰذا اللہم میں ہے

إِنَّ اللَّهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتَّىٰ يُغَيِّرُوا مَا بِأَنفُسِهِمْ (الرعد : ۱۱) خدا نے میرے امام میں جو ظالموں کے متعلق ہے یہ آیت رکھی ہے جو اس امر کی طرف راہبری کرتی ہے کہ تبدیلی کی بنی ضرورت ہے یہ بنی ہی خفاک بات ہے کہ انسان سن کر کالوں تک ہی رہنے دے اور دل تک نہ پہنچے پڑ ہی ظالم وہ شخص ہے جو ظاہری حالت پر خوش ہو جاتا ہے اور حقیقی اطاعت کی حالت نہیں دکھاتا۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۹ مورخہ ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۳ء)

کیا اطاعت ایک سہل امر ہے لے جو شخص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ کو بدنام کرتا ہے حکم ایک نہیں ہوتا بلکہ حکم تو بہت ہیں جس طرح بہشت کے کئی دروازے ہیں کہ کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اور کوئی کسی سے داخل ہوتا ہے اسی طرح دوزخ کے کئی دروازے ہیں ایسا نہ ہو کہ تم ایک دروازہ تو دوزخ کا بند کرو اور دوسرا کھلا رکھو ہمارے لئے تو وہ ہر وقت ہے گورنمنٹ بھی ایک طرح سے مخالف ہے کیونکہ اگر گورنمنٹ کو ہم پر ایمان ہوتا لے تو وہ ہم سے کہتی کہ دعا کرو۔ ادھر اخباروں نے شور مچایا ہے کہ ہم گورنمنٹ کی مخالفت کی لوگوں کو تعلیم دیتے ہیں پس خوب یاد رکھو جس طرح دنیا میں ایک عام قانون قدرت خدا کا ہے کہ تباہی اگر ہندو کھائے تو اسے بھی دست آئیں گے اور اگر مسلمان کھائے تو اسے بھی دست آئیں گے اسی طرح آفتاب منتاب کی روشنی سے ہر ایک قوم مشترکہ فائدہ اٹھاتی ہے اور ایک خاص قانون ہے جو مومنین کے ساتھ برتا جاتا ہے وہ بہت لذیذ اور شیریں ہے اور بہت سے پھلوں سے بھرا ہوا ہے اور ان پھلوں کے درمیان شیرہ بھرا ہوا ہے نہ کہ نشتر۔ لے

لے حکم میں ہے :-

اطاعت کوئی چھوٹی سی بات نہیں اور سہل امر نہیں یہ بھی ایک موت ہوتی ہے جیسے ایک ذبحہ آدمی کی کھال اتاری جائے ویسی ہی اطاعت ہے۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۳۹ صفحہ ۴۰ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

لے حکم میں ہے :-

یہ وقت بہت ہی نازک ہے اور ہماری جماعت خصوصیت کے ساتھ بڑی ذمہ داری کے نیچے ہے گورنمنٹ کو بھی نیکہ سے جواب دیا اور خود اصلاح بھی نہ کہے تو اس کے لئے سخت غصہ ہے گورنمنٹ تو ہم پر ایمان نہیں رکھتی جو ہمارے آسمانی نیکہ سے فائدہ اٹھائے مگر تم جو اس سلسلہ کو خدا کی طرف سے مانتے ہو اگر عمل نہ کرو گے تو حَسْبُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ٹھہرو گے۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۳۹ صفحہ ۴۰ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

لے حکم میں مدد چاہیے ذیل الفاظ میں بیان ہوا ہے

خدا تعالیٰ نے ایک خاص قانون اپنے برگزیدوں اور راست بانوں کے لئے رکھا ہوا ہے وہ ایسا نیکہ ہے کہ اس میں نہ فشرکی ضرورت ہے نہ اس میں تپ آتا ہے جب کوئی اس کی شرائط کو پورا کرنے والا ہو۔ تو وہ خدا کے سایہ میں آجاتا ہے تم اسے اختیار کرو تا تم ضائع نہ ہو۔ ہر شخص جو اس کو سمجھے وہ سب سے بڑے اور حاضر نائب کو پہنچا دے تاکہ کوئی دھوکا نہ کھائے۔ یاد رکھو محض اسم لوسکی سے کوئی جماعت میں داخل نہیں جب تک وہ حقیقت کو اپنے اندر پیدا نہ کرے۔ آپس میں محبت کرو، اطلاق حقوق نہ کرو اور خدا کی راہ میں دوزانہ کی طرح ہو جاؤ تاکہ خدا تم پر فضل کرے اس سے کچھ باہر نہیں۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۳۹ صفحہ ۴۰ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۴۲ء)

ہر ایک کو واجب ہے کہ خوب سمجھے اور اپنے بھائی کو سمجھا دے اور گھروں میں عورتوں کو سمجھا دے۔ حاضری غائب کو بتلا دے۔ دھوکا کھانے والے بہت ہوں گے کیونکہ ابتدائی حالت ہے اسمٰئیلی کسی کوہا کر کوئی خیال نہ کرے کہ صرف اتنے ہی فعل سے وہ خدا کی حفاظت میں آگیا۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ بروز شنبہ (وقت سیرا)

اللہ کی حفاظت کے متعلق المہام

فرمایا کہ :-

آج کوئی پہرات باقی ہوگی کہ المہام ہوا :-

إِنِّي أَحَافِظُ كُلَّ مَنْ فِي الدَّارِ وَلِنَجْعَلَهُ آيَةً لِلنَّاسِ وَرَحْمَةً مِنَّا وَكَانَ أَمْرًا مَّقْضِيًّا. وَعِنْدِي مَعَالِجَاتٌ.

اور یہ بھی المہام ہوا مگر اصل لفظ یاد نہیں کہ ایمان کے ساتھ نجات ہے۔

یعنی إِنِّي أَحَافِظُ کو ایک آیت بنا دیں گے اور کہ علاج ہمارے ہی پاس ہے مجھے اس سے بڑی خوشی ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ اب اللہ تعالیٰ کچھ کھلا کھلا دکھانا چاہتا ہے اب گویا بڑا معاملہ ہے ایک قوم تمنا سے نیکہ کراتی ہے دوسری طرف ہم ہیں جو بالکل خدا پر چھوڑتے ہیں جس وقت مجھے یہ المہام ہوا اس وقت میں نے گھر میں پوچھا کہ تم کو بھی کوئی خواب آیا ہے کیونکہ دیکھا ہے کہ میرے المہام کے ساتھ ان کو بھی کوئی صدق خواب آجایا کرتا ہے انہوں نے کہا میں نے خواب میں دیکھا کہ ایک بڑا بکس اودیہ کا چراغ لایا بیٹھے اور شیخ رحمت اللہ صاحب نے روانہ کیا ہے جب کھولا گیا تو دیکھا کہ ہزار ہا شیشیاں اس میں دوا کی ہیں کوئی بڑی کوئی چھوٹی۔ تب گھر میں تعجب کیا کہ کبھی کدائیں سے دس بارہ شیشیاں منگوائی جاتی تھیں مگر یہ ہزار ہا شیشیاں کیوں منگوائی گئیں۔

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

عظیم فضل الدین اور نورو دانی پان گزی ہیں (۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء)

۱۸ اکتوبر ۱۹۶۲ء

یہ خواب بھی عِنْدِی مَعَالِجَاتُ کی تصدیق کرتا ہے مجھے بتلایا گیا ہے ان کو دکھلایا گیا ہے۔

اسباب استفادہ جائز ہے

علاج حرام تو نہیں اب دیکھو انگریزوں نے ریل بنائی ہے ہم اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں سارے
انکار کی ہے اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ تیلیں آگ جلانے کی ولایت سے آتی ہیں اسی طرح اگر
ان کی دوا ہو اور ہم استعمال کریں تو کوئی حرج نہیں۔ ہاں جو خدا بتلا دیوے وہ عاجز نشان نہیں ہے
اگر نیکہ کروا کر کہیں کہ نشان ہے تو یہ کیسے ہو سکتا ہے ہم کو علیحدہ رکھا جاتا ہے معلوم ہوتا ہے کوئی
مغنی امر ہے جو بعد ازاں معلوم ہو گا ورنہ ہم ان کی چیزیں اور ادویہ استعمال کرتے ہی ہیں یہ۔

عجیب بات ہے کہ ایک طرف تو یہ کہتے ہیں کہ جب تک طاعونی کیڑے کا طبیعت میں تعلق نہ
ہو تب تک طاعون نہیں ہوتی اور وہ بہری طرف آپ وہ کیڑے داخل کہتے ہیں اور چمک کے ساتھ
اس کا قیاس مع الفارق ہے چمک کا مادہ تو شیر مادر کے ساتھ آتا ہے مگر اس میں ظن کیا گیا ہے کہ
بہت سی طبائع میں مادہ موجود ہی نہیں ہوتا صرف اس ظن پر نیکہ لگایا جاتا ہے کسی طرح وہ مادہ نہ
آجائے۔

مولوی محمد احسن صاحب نے ذکر کیا کہ حضور ﷺ تَخْرُجُ الصُّدُورُ إِلَى الْقُبُورِ کا آغاز تو
ہو گیا کیونکہ ادھر مولوی نذیر حسین دہلوی فوت ہوئے ادھر فتح علی شاہ فوت ہوا
حضرت اقدس نے فرمایا :-

ہاں۔ آپ نے خوب سمجھا

لے حکم میں مزید یہ لکھا ہے

خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ کیا عجیب قارو ہے ادھر امام میں رَحْمَةً تَهْتًا ہے ادھر رُفَا میں دکھایا گیا
ہے کہ رحمت اللہ نے سمجھا ہے اور پھر حکیم فضل الدین کی بیوی مریم کا پاس ہوا۔ چراغ کا لانا سب مہشات ہیں۔
(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۵۔ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

لے حکم میں ہے :-

وَالرَّجَزُ فَاهْبُجُزُ قَرِينِ شَرِيحَةٍ فِي سَافِے وَالرَّجَزُ فَاهْبُجُزُ (المرد: ۶) اس لئے ضروری
ہے کہ معافی کا اہتمام رکھا جاوے۔ خدا کی شان ہے کہ یوسف کی ہم صدا چھیں استعمال کہتے ہیں تار پر لیس
ریل اور بسے سی اشیاء حتیٰ کہ بلا سلائی سے تو کا کہہ لگاتے ہیں مگر خدا کی کوئی حکیم اللہ ان حکمت ہے کہ ہم کو نیکہ
کی طرف توجہ نہیں دلاتی بلکہ فرماتا عِنْدِی مَعَالِجَاتُ اور عجزی کو مقدم کہے کہ اور بھی تاکید کا رنگ پیدا کیا کہ
مباحات میرے ہی پاس ہیں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ صفحہ ۵۔ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

نجات ایمان کے ساتھ ہے

بعض روز ساء لاہور کے نیکہ لگوانے پر جو راضی ہوئے ہیں یہ امران کی شجاعت پر دلالت نہیں کرتا بلکہ ٹھنڈی ہے کہ سرکار راضی ہو ہاتھ بٹایا جاوے ابھی تک ہماری جماعت کو تو گورنمنٹ کا مخالف ہی خیال کیا جائے گا بڑی ضرورت خدا شناسی کی ہے سب امور خدا کے بعد ہیں جیسے ہم نے ابھی بتلایا کہ نجات ایمان کے ساتھ ہے۔

پھر ساکنان قادیان کے نیکہ لگوانے پر فرمایا :-

یہ ہمارے لئے مفید ہے کیونکہ فاسق فاجر لوگ بھی ہیں اور ظاہری اسباب میں سے نیکہ بھی

ہے

جب یہ لوگ اپنے نظموں (یعنی نیکہ) پر یقین رکھتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ ہم اپنے یقین پر یقین

نہ رکھیں۔

پھر مفتی محمد صادق صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :-

ان سابقہ نوشتوں میں یہ تو لکھا ہے کہ مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون ہوگی مگر یہ بھی لکھا ہے کہ نہیں کہ جس طرح کے الہامات جیسے ”اِنِّیْ اَحَاطُ بِکُلِّ مَنْ فِی الدَّارِ“ اور دوسرے ہمیں ہوئے ہیں ان کا بھی کوئی ذکر ہے کہ نہیں؟ مفتی صاحب نے کہا کہ دیکھ کر عرض کروں گا۔

۱۰ (الحکم سے)

جیسا کہ آج کی رو یا سے معلوم ہوتا ہے درحقیقت نجات ایمان سے ہے اور خدا شناسی کی اس وقت بڑی ضرورت ہے کیونکہ خدا شناسی کے بغیر گناہ کی ناپاک زندگی پر موت وارد نہیں ہوتی اور خدا شناسی کا پہلا ذمہ یقین ہے خدا تعالیٰ اور اس کی عیب در عیب قدریں اور طاقتوں پر سچا ایمان اور یقین معرفت کا نور مٹا کرتا ہے اور دل میں اس سے ایک قوت پیدا ہوتی ہے پھر انسان اس قوت کے ساتھ گناہ کا مقابلہ کر سکتا ہے دیکھو یہ لوگ نظموں (یعنی نیکہ) پر ایک قسم کا یقین رکھتے ہیں تو کیا ہم اپنے یقین پر بھی یقین نہ رکھیں؟ جو کہ خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے وہ بالکل سچ ہے اور وہ ہو کر دوسرے گا کوئی طاقت اور قوت اس کو روک نہیں سکتی یہ عیب زمانہ ہے واقعات خطرناک پیش آ رہے ہیں اور اس وقت کسی کو معلوم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ مگر خدا تعالیٰ نے ہمارے لیے کہ وہ اپنے سلسلہ کی حمایت کسے گا اور مَنْ فِی الدَّارِ کی حالت کا نشان دکھائے گا۔

(الحکم جلد ۳۰ نمبر ۳۰ صفحہ ۳۱ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۳۲ء)

پھر فرمایا کہ :-

إِنَّهُ أَوَى الْقُرْبِيَّةَ فِي قَرْبِهِ كَالْفَرْقِ قَادِيَانِ كَمَا نَمِيسُ هَيْ أَوْرَقْرَبِيَّةَ قَبِيْدَسِيْ سَلَا هِي جَس كَسِي مَعْنِي جَمْعُ هُوْنِيْ أَوْرَا كَسِي بِيْنِي كَر كَحَا نِي كِي هِي وَه لُوْكَ جُو آهِي فِي مَوَاكَلَتِ رَكْحَتِي هُوِي اَس فِي هِنْدُو أَوْر چُوڑ هِي هِي دَاخِل نِيْسِي هِي - كِيونكِي وَه تُو هَمَارِي سَا تَح ل كَر كَحَاتِي هِي نِيْسِي - قَرِيْبِي سِي مَرَاد وَه حَص هُو كَا جَس فِي هَمَارَا كَر وَه رَتَا هِي -

مسح موعود کے اپنی جماعت کو طور پر لیجانے کا مطلب

پھر ذکر ہوا کہ حدیث میں یہ بھی ہے کہ مسح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائے گا۔
حضرت اقدس نے فرمایا :-

اس کے یہ معنی ہیں۔ چلی گاہ حق میں لے جانا یعنی قرب اور بیعت کے مقام پر لے جائے گا کہ جس سے جماعت کی تبدیلی ہوتی ہے کہ ایک طرف تو طاعون کو دیکھ کر اور دوسری طرف ہماری تعلیم کو دیکھ کر وہ خدا تعالیٰ کی تجلیات کو نظر میں رکھیں گے عظیم الشان معاملہ آپا ہے گورنمنٹ نے ہر ایک فرقہ کو لپیٹ لیا ہے

مولوی محمد احسن صاحب نے کہا کہ حضور یہ لوگ پہلے اعتراض کرتے تھے کہ ہم گورنمنٹ کی خوشامد کرتے ہیں مگر اب کیا کہیں گے کیا یہ کارروائی ٹیکہ کی خوشامد سے ہے کہ جس سے ہم نے اتفاق نہیں کیا۔

نواب محمد علی خان صاحب نے کہا کہ ٹیکہ بھی کہاں تک لگے گا

لے (الحکم سے)

یہ جو لکھا ہے کہ مسح اپنی جماعت کو کوہ طور پر لے جائے گا اس کا مطلب یہی ہے کہ وہ اپنی قوم کو طہارت اور تقویٰ کی بلند چٹان پر کھڑا کرے گا کیونکہ طور چلی گاہ حق ہے اس لئے مسح اپنی جماعت کو قرب اور بیعت کے مقام پر لے جائے گا کہ طور پر جیسا میں نے ابھی کہا ہے چلی اور بیعت حق کی جگہ ہے جہاں تبدیلی ہوتی ہے اور انسان گناہ سے بچ جاتا ہے پس یہ ایک تقریب پیش آگئی ہے کہ انسان اپنی تبدیلی کرے اور خدا کا قرب اس کی بیعت سے تلاش کرے خدا کا خوف اور بیعت گناہوں سے بچائے گی اور اس سے تقویٰ اور طہارت میں ترقی ہوگی جو قرب حق کا ذریعہ ٹھہرے گی بیعت حق کے لئے خود اللہ تعالیٰ نے طاعون کو ایک ذریعہ اور سامان ٹھہرا دیا ہے بڑا ہی بد قسمت ہے وہ انسان جو اس بلا اور طوفان میں بھی خدا سے نہیں ڈرتا اور اس کی آنکھوں سے آنسو نہیں نکلتے۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۷ صفحہ ۱۰۷ مورخہ ۳۱ اکتوبر ۱۹۹۲ء)

اس پر حضرت اقدس نے ہنس کر فرمایا :-

وہی مثال ہے جس کا ذکر مشنوی میں لکھا ہے کہ ایک شخص کی ماں بدکار تھی اس نے اسے مار ڈالا لوگوں نے کہا کہ ماں کو کیوں مار ڈالا؟ اس کے دوستوں کو مارنا تھا اس نے جواب دیا کہ ایک کو مارنا دو کو مارنا آخر کتوں کو مارنا؟ اس لئے اسے ہی مارنا مناسب تھا یہی حال نیکہ کا ہے۔

طاعون کا دورہ

میرے نزدیک طاعون کے جتنے عدد ہیں اتنے ہی سال تک اس کا دورہ ہوتا ہے حدیث میں ہے کہ آخر زمانہ میں لوگ خدا سے لڑائی کریں گے تو اب یہ خدا سے لڑائی ہی ہے لوگ خود کہیں گے کہ خدا سے لڑ رہے ہیں۔

ہمارا الہام بھی ہے کہ اَجِبْتُ حَبِشِي یعنی میں اپنا لشکر تیار کر رہا ہوں ہمیں یہ تو خوشی ہے کہ سمجھ دار لوگ خوب خبردار ہو جاویں گے خدا کی قدرت ہے کہ وہی وقت آگیا ہے اور وہی موسم ہے جس کا ذکر تھا اور اس پر خدا تعالیٰ نے کو ابی بھی دے دی اب یہ نہ مانیں تو اصل میں خدا کا انکار ہے یہ لوگ ہمارے آگے حدیثیں پیش کرتے ہیں حالانکہ اس نے عظم ہو کر آنا ہے پھر ان کو حکم تو یہ ہے کہ تم کو بولنا نہ چاہئے جو حکم کے وہ مان لو تعویٰ ہوتا تو یہ لوگ کبھی نہ بولتے اگر فی الواقعہ ہی ان کے ہاتھ میں کوئی حدیث ہوتی تو پھر اسے غایت مرتبہ ظن کا ہوتا مگر اصل میں ان لوگوں کو یقین ہی نہیں ہے۔

مگر کیا قساوت قلبی ہے کہ جس قدر گندی اور فحش باتیں ہیں اور تحقیر اور توہین ممکن تھی اور جہاں تک ان کا ہاتھ پڑتا تھا وہ تمام افزا بنائے۔ صرف چند ایک باتیں گورنمنٹ کے قانون کے ڈر سے اُن سے باقی رہ گئی ہیں۔ اکالئے جو ہوئے۔

پھر میاں احمد دین صاحب عرائض نویس درجہ اول ساکن گوجرانوالہ سے حضرت اقدس بعض قانونی وجوہات پر گفتگو فرماتے رہے ایک مقام پر فرمایا کہ قانون بھی ایک موم کی ناک ہوتا ہے اس لئے کچی بات ہرگز نہ پیش کرنی چاہئے اور ایسی کچی بات کے پیش کرنے سے تو اس کا پیش نہ کرنا ہی اچھا ہے

ایک نو مسلم پشاوری کا ذکر

نماز مغرب کے بعد حکیم نور الدین صاحب نے ایک نو مسلم پشاوری کا حال سنایا جو گزشتہ ماہ میں پشاوری جماعت کے ساتھ پشاور سے آیا تھا اور حضرت سے بیعت کی تھی ان نو مسلم صاحب کو

اہل اسلام پشاور نے امدادی چندہ کر کے ایک دکان کھول دی تھی حکیم صاحب نے بیان کیا کہ آج اس کا خط آیا ہے کہ مسلمانوں نے جو امدادی طور پر چندہ سے مجھے دکان کھول دی تھی وہ اب اس لحاظ سے ضبط کر لی ہے کہ میں قادیان گیا اور بیعت کی۔
حضرت اقدس نے فرمایا :-

انتلاء ہے۔ مبر کرنا چاہئے۔

پھر آج صبح جو گفتگو حفاظت الہی کے وعدوں کے متعلق حضرت اقدس علیہ السلام نے سیر میں کی تھی اس کا اعادہ حکیم نور الدین صاحب سے کیا اور اپنے الہام اور گھر کا خواب سنایا اس گفتگو میں حضرت اقدس نے یہ بھی فرمایا :-

سید فرقہ جو کہ عذاب سے نجات پانے والا ہے وہ **أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: ۷)** ہے اور جو عذاب میں مبتلا ہونے والا ہے وہ **مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ: ۷)** ہے۔ **مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ** اور **صَاحِبِينَ** میں وہی فرق ہے جو ایک مریض عمرتہ اور دقوق میں ہوتا ہے کہ ایک جلدی ہلاک ہو جاتا ہے اور ایک آہستہ آہستہ ہلاکت تک پہنچتا ہے مگر انجام کار دو نو ہلاک ہوتے ہیں کوئی آگے کوئی پیچھے۔

کتاب سابقہ میں حفاظت الہی کا وعدہ

پھر مفتی محمد صادق صاحب نے حسب الحکم حضرت اقدسؒ وہ تمام حوالہ جات کتب سابقہ کے سنائے جن کا ارشاد حضرت اقدس نے آج صبح کی سیر میں کیا تھا اور اس کا خلاصہ یہ ہے۔

زبور ۱۹۱ :-

”وہ جو حق تعالیٰ کے پرہ تے سکونت کرتا ہے سو قادر مطلق کے سایہ تے رہے گا میرا خدا جس پر میرا توکل ہے یقیناً وہ تجھ کو صیاد کے پھندے سے اور منگ وبا سے رہائی دے گا۔ وہ تجھے اپنے پروں تے چھپائے گا..... اور نہ اس وبا سے جو اندھیرے میں چلتی ہے اور نہ اس مری سے جو دوپہر کو ویران کیتی ہے تیرے آس پاس ایک ہزار گر جاویں گے اور دس ہزار تیرے دہنے ہاتھ پر لگیں وہ تیرے نزدیک نہ آوے گی تو نے حق تعالیٰ کو اپنا مسکن تیار کیا اس لئے تجھ پر کوئی آفت نہ آئے گی اور کوئی وبا تیرے خیمے کے پاس نہ پہنچے گی۔“

لالہ شہریت کا حُسن ظن

پھر حضرت اقدسؒ نے ذکر سنایا کہ شہریت آریہ میرے پاس مشورہ لینے آیا تھا کہ مجھے بخار سا معلوم ہوتا ہے۔ جسم گرم ہے۔ بلکہ کراؤں یا نہ۔ میں نے کہہ دیا کہ نہ کراؤ کیونکہ اس میں توجہ اور زیادہ ہوگی فرمایا :-

ان لوگوں کا دستور ہے کہ مجھ سے ہمیشہ مشورہ دریافت کرتے ہیں بلکہ لیکھرام کے قتل کے دنوں میں ایک دفعہ یہ دوا پوچھنے آیا تو میں نے کہا کہ اس وقت تو تم نہیں دشمن جانتے ہو کہ اس کے قاتل ہم ہیں۔ ہماری دوا تم کو لمبی مناسب نہیں ہے مگر اس نے کہا کہ ہم کو یقین ہے آپ دوا دے دیں۔

ایک الہام

فرمایا :-

رات کو مجھے ایک اور فقرہ الہام ہوا تھا بھول گیا تھا یاد آیا ہے وہ یہ ہے
اَحْسِبِ النَّاسَ اَنْ يُّنْفِكُوْا اَنْ يَّقُوْا اَمْتًا وَّهُمْ لَا يَفْتَنُوْنَ

مخالفین سے شفقت

اس کے بعد میاں احمد دین صاحب عرائض نویس گوجرانوالہ نے مقدمہ کے متعلق کچھ گفتگو حضرت اقدس علیہ السلام اور آپ کے موجودہ احباب سے کی حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک مقام پر فرمایا :- کہ

ہماری مراد سزا سے نہیں ہے کہ اسے سزا ضرور ہو۔ ہم تو یہ چاہتے ہیں کہ جیسے یوسف کی حقیقت عین مصر کے سامنے کھل گئی تھی ویسے ہی ہماری بھی حقیقت کھل جائے۔ یوسف نے جیل خانہ سے باہر قدم نہیں نکالا جب تک اپنا با عصمت ہونا ثابت نہ کرا دیا۔

۱۹ اکتوبر ۱۹۰۷ء بروز یکشنبہ (بوقت سیر)

دابة الارض کی حقیقت

حسب معمول حضرت اقدسؒ میر کے لئے باہر تشریف لائے اور نواب محمد علی خان صاحب کے

مکان کے آگے آکر تھوڑی دیر نواب صاحب کا انتظار فرماتے رہے جب نواب صاحب تشریف لائے تو روانہ ہوئے اور فرمایا کہ :-

نئی تحقیقات نے دابتۃ الارض کی بہت تائید کی ہے اور اس کے معنی کھول دیئے ہیں کہ وہ یک کپڑا ہی ہے اور پھر یہ بھی کہ بہت باریک ہے جیسے کہ سلیمان علیہ السلام کے قصہ میں ہے تَأْكُلُ مِنْسَأَتَهُ (سبا : ۵۷) باریک ہی تھا تو اندر اندر کھاتا رہا اور بت نہ لگا اور تَنَكَّمَ هُنَّ (النمل : ۸۳) سے مراد بھی یہی ہے کہ طاعون ہو کیونکہ ایک اور مقام پر قرآن شریف میں ہے کہ ہم ہر ایک قریہ کو قیامت سے پہلے ہلاک کریں گے یا عذاب میں مبتلا کریں گے۔

مغضوب علیہ اور ضال کا فرق

مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ کا آخر جیسے موت ہے اسی طرح وَالضَّالِّينَ کا بھی آخر موت ہے مگر آہستہ آہستہ کیونکہ ضلالت کے معنی ہیں راستے سے ہٹ جانا۔ سبکلتے پھرنا۔ آخر انسان کو جب کوئی راہ نہ ملا تو مر ہی جائے گا ریگستانوں وغیرہ میں لوگ راستہ بھول کر مر ہی جاتے ہیں۔ لیکر ام مَغْضُوبٌ عَلَيْهِمْ تھا اور آہستہ آہستہ ضلالت کہ ایک جلدی مر گیا اور ایک آہستہ آہستہ سبکتا ہوا مرا اور آریہ بھی یہود میں داخل ہیں ان کا ہَوْنٌ وغیرہ تمام رسوم یہود سے ملتی ہیں بعض نے لکھا ہے کہ برہمن، مصری اسی لئے کہلاتے ہیں کہ یہ لوگ مصر سے آئے تھے

ایک نفسیاتی نکتہ

ایک شخص کی حالت پر حضور نے فرمایا کہ :-
جوش والا آدمی درست ہونے کے لائق بہت ہوتا ہے مگر منافق نہیں ہوتا۔

سر سید احمد خان کی رائے

ایک شخص نے مجھ سے بیان کیا کہ سر سید احمد صاحب سے ایک دفعہ جب میری کتابوں کے بارے میں دریافت کیا گیا تو اس نے کہا کہ ان میں ذرہ خیر نہیں ہے۔

مولوی نذیر حسین دہلوی کا ذکر

مولوی نذیر حسین دہلوی متوفی کے ذکر پر بعض اصحاب نے یہ کہا کہ قوم اور برادری کی محبت ہی نے دراصل اسے اخفاء حق کے لئے مجبور کیا ہوا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا :-

محبت دین کی ہی محبت ہوتی ہے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی بھی برادری، قوم اور رشتہ داریاں

تھیں مگر صحابہ کو جب یہ معلوم ہوا کہ یہ لوگ دین کے دشمن ہیں تو اپنے ہاتھوں سے ان کو ہلاک کیا اگر ان میں (نذیر حسین میں) تقویٰ ہوتا تو ایسے سخت دہلی کے لکھے ہوئے خط نہ بچتے یہ کہہ دیتے کہ تقویٰ اجازت نہیں دیتا یہ تمام امور تقویٰ کے خلاف ہیں کہ قرآن شریف بین دلائل سے وفات صحیح ثابت کرتا ہے جیسے فَلَمَّا كَوَّبَ كَتِيبًا (المائدہ : ۶۸) اور كَذَّخَلْتُمْ مِنْ قِبَلِهِ الرُّشْدَ (آل عمران ۳۵۵) پھر خود پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کا معراج میں ان کو مردوں میں دیکھنا اور پھر تمام فرقتے اسلام کے اور صوفی موت کو مانتے ہیں اور یہ لوگ اس بات کے قائل نہیں ہیں سب سے پہلا اتفاق اسی امر پر ہوا کہ کل انبیاء فوت ہو چکے ہیں صرف قوم اور برادری کو مد نظر رکھ کر (نذیر حسین) نے انکار کیا

سنا تھا کہ نذیر حسین کہتا تھا کہ مجھے ایک ایسی بات یاد ہے کہ اگر بتاؤں تو ہزاروں آدمی مرزا صاحب کے مرید ہو جاویں وہ تو ہزاروں داخل کراتا ہی رہ گیا یہاں لاکھوں داخل ہو گئے۔

حجرہ نشین لوگوں کو نہ تو آسمانی منطق نصیب ہوتی ہے اور نہ زمینی۔

مولوی اسماعیل شہید صاحب آئے تو سکر بھی گئے اور شیخ سلیمان سے ملے شاید جماد کے لئے کہا تو انہوں نے جواب دیا کہ فقیر نے اپنے ہاتھ سے چڑیا بھی نہیں ماری تلوار کیسے اٹھاوے گا۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) نے ۳۳ اونٹ اپنے ہاتھ سے ذبح کئے تھے پھر فرمایا کہ :-

اب تو میں یقین کرتا ہوں کہ وہ (نذیر حسین) ہماری جماعت میں داخل ہوا۔ کئی مرتبہ میں نے دیکھا ہے کہ ایک آدمی زندگی میں تو قائل نہ ہوا مگر جب فوت ہو گیا تو ہماری جماعت میں داخل ہوا۔

محمد حسین بٹالوی کا عقیدہ

محمد حسین بٹالوی کے ذکر پر فرمایا کہ :-

اس عمارت کے دو کونے ہیں ایک مہدی اور ایک مسیح۔ مہدی کی نسبت وہ کہہ چکا تھا کہ کوئی حدیث بھی جرح سے خالی نہیں ہے جب ایک کونہ گر گیا تو وہ سراسر کام کا۔ اسی لئے ہمارا انکار کر دیا یہ مسئلہ ایک مرکب تھے ہے جیسے ایک پیالہ اگر اس کا ایک ککڑا ٹوٹ جائے تو باقی کس کام کا۔ اور ایک پہلو سے محمد حسین ہمارے مفید مطلب ہوا کہ مہدی کی تردید کر چکا۔

(بوقت نماز ظہر)

مقدمہ بازی اچھی نہیں ہوتی

حکیم فضل دین صاحب کے مقدمہ پر حضرت اقدسؒ غور فرماتے رہے اور بہت سی باتیں سننے کے بعد حضور نے فرمایا کہ :-

مقدمہ وہ بہت منحوس ہوتا ہے جس کا انجام بخیر نظر نہ آوے اور صاف وہ مقدمہ ہوتا ہے جس کے آثار فتح و نصرت کے جلد نظر آجاویں مقدمہ بازی اچھی نہیں ہوتی۔ بار بار حکام کے پاس جانا ان کے متھے لگنا۔ میری رائے تو یہ ہے کہ حردار بصد بگزار صلح کر لو۔

قرآن کے حکم کی تعمیل میں کوئی تکلیف نہیں

ایک صاحب نے کہا کہ حضور کو بھی شہادت کے لئے جانے کی تکلیف ہوگی اس نے اسی لئے آپ کی شہادت لکھائی ہے کہ یہ لوگ تکالیف کو دیکھ کر صلح کر لیں حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ :-

ہمیں کوئی تکلیف نہیں قرآن کا حکم ہے کہ جب گواہی کے لئے بلایا جاوے تو جاؤ۔ میں کوئی بے دست و پا تو ہوں نہیں۔ ہمیشہ پیدل ہالہ آیا جایا کرتا تھا۔ یہ تو کوئی بات نہیں چلنے پھرنے کی عادت ہے مگر یہ ایک منحوس بے حیثیت سا مقدمہ نظر آتا ہے مومن کو اپنی عزت کا پاس بھی کرنا چاہئے گندے آدمیوں سے یہ جگہ پر تھی معلوم نہیں کہ خدا کو کیوں یہ جگہ پسند آئی

(نماز عصر سے پیشتر)

نماز عصر سے پیشتر مولوی عبدالکریم صاحب نے اخیم عبدالعزیز صاحب کا خط سنایا جو ساہنپور سے آیا تھا اس میں لکھا تھا کہ یہاں کے لوگوں میں ایک عجیب و لولہ اور شوق قادیان مچنے کا پیدا ہو رہا ہے۔

(نماز مغرب سے پہلے)

عصمتِ انبیاء

کسی پادری نے عصمتِ انبیاء کے متعلق چند ایک اعتراضات مولوی محمد علی صاحب کے پاس روانہ کئے ہوئے تھے اور لوح کا گنہگار ہونا بھی لکھا تھا کہ اس نے خلاف منشاء ایندی اپنے بیٹے کے لئے دعا کی یہ اعتراض مولوی صاحب نے نماز مغرب سے پہلے حضرت اقدسؒ کی خدمت میں پیش

کئے۔ حضرت اقدس نے فرمایا :-

کیا وجہ ہے کہ اس نے صبح کا ذکر نہ کیا کہ ایک انجیر کے درخت کی طرف گیا اور جانتا تھا کہ اس میں پھل نہیں ہے پھر وہ جانتا تھا کہ صلیب لٹی ہے اور دعائیں کرتا رہا کہ مجھے نجات ملے۔
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم تو اپنے ثبوت میں فَقَدْ لَيْثَتْ فِيكُمْ عَمْرًا (یونس : ۱۷) کی دلیل پیش کرتے ہیں اس کے مقابلہ کا ایک فقرہ بھی انجیل میں نہیں ہے اور پیغمبر خدا کی تمام عمر کا یہ حوالہ ہے فَقَدْ لَيْثَتْ فِيكُمْ عَمْرًا (یونس : ۱۷)

استغفار کے اصل معنی تو یہ ہیں کہ یہ خواہش کرنا کہ مجھ سے کوئی گناہ نہ ہو یعنی میں معصوم رہوں اور دوسرے معنی جو اس سے نیچے درجے پر ہیں کہ میرے گناہ کے بد نتائج جو مجھے ملنے ہیں میں ان سے محفوظ رہوں۔

صبح تو خود کبجروں سے تیل ملواتا رہا۔ اگر استغفار کرتے تو یہ حالت نہ ہوتی۔

(بعد از نماز مغرب)

پھر اس کے بعد اذان ہو کر نماز مغرب ہوئی اور حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے اور فرمایا کہ :-

الزامی جواب

مفتی محمد صادق صاحب جو کتاب سنایا کرتے ہیں جس میں شیعہ عورت اور شیخ یہودی عاشق سلوی کا ذکر ہے کہ وہ عورت سلوی شیخ کو چھوڑ کر یسوع کے شاگردوں میں جا ملی۔ اس لئے اس شیخ نے یہ سارا منصوبہ صلیب کا بنایا گویا ایک عورت کے واقعہ نے ان کی صلیب تک نوبت پہنچائی۔

جس طرح بد فتنیاں ان لوگوں نے نکالی ہیں ویسے ہی ہمارا بھی حق ہے ان کے نزدیک زیادہ شادیاں کرنا گناہ ہے مگر ایک بازاری عورت عطر لٹی ہے تیل بالوں کو لگاتی ہے بالوں میں کٹھنسی کرتی ہے اور یہ منت کی طرح بیٹھے ہوئے مزے سے سب کرواتے جاتے ہیں یہ بھی پوچھو کہ گناہ ہے یا نہیں۔ ان کو لازم تھا کہ اعتراض نہ کرتے جو واقعات ان کے ہاتھ کے لکھے ہوئے ہیں وہی پیش کرنے پڑتے ہیں اور کیا جواب دیں۔ یہ کوئی چھوٹا اعتراض نہیں ہے کہ ان کو کبجروں سے کیا تعلق تھا اور اگر کو کہ اس کبجری نے توبہ کی تھی تو کبجری کی توبہ کا اعتبار کیا۔ ایک طرف توبہ کرتی

ہیں ایک طرف پھر موزے پر بازار میں جا بیٹھتی ہیں۔
 پھر شراب کو دیکھو کہ تمام گناہوں کی جڑ ہے اس کی خم ریزی مسج نے کی۔ شراب کے جائز
 رکھنے سے کموڑھا لوگوں کی گردن پر چھری پھر گئی جب انسان نشہ کا عادی ہو جاتا ہے تو پھر چھوڑنا
 مشکل ہے یہ نشہ بھی کیا شیئے ہے۔ کہ ایک طرف زندگی کو کھٹا جاتا ہے دوسری طرف زندگی کا شہتیر
 بھی ہے نشہ والوں کو نشہ نہ ملے تو موت تک نوبت پہنچ جاتی ہے۔

ایک نشہ کا سائل

ایک دفعہ ایک عورت میرے پاس آئی اور کہنے لگی کہ مجھے تین دن سے نشہ نہیں ملا اس کی
 حالت بہت ردى تھی اور نشہ کے لئے مجھ سے پیسہ طلب کرتی تھی میں نے تعجب کیا کہ یہ نہ ردى کا
 سوال کرتی ہے نہ کپڑے کا اور نشہ کے لئے بے قرار ہے۔ اسے عادت ہو گئی اور اب اس کی زندگی
 کا گویا جزو ہو گیا ہے اس لئے اس کو اپنے بیان میں سچا جان کر میں نے ایک پیسہ اسے دے دیا۔
 اس موقع پر حضرت اقدس نے حکیم نور الدین صاحب سے سوال کیا کہ کتنے عرصہ کے بعد
 انسان کسی نشہ کا ایسا عادی ہو جاتا ہے کہ پھر اسے چھوڑ نہیں سکتا اور مجبور ہو جاتا ہے حکیم
 صاحب نے کہا کہ کسی جگہ شاید نظر سے تو نہیں گزرا مگر چالیس دن میں ایسا ہو سکتا ہے۔
 حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

ہر ایک شیئے کے لئے چالیس دن ہی ہیں بات یہ ہے کہ شراب اور اس کے بہن بھرا (ہنگ
 افیون وغیرہ) ایسی خراب شیئے ہیں کہ ان سے مٹی پلید ہوتی ہے مگر پھر وہ مذہب کیسے اچھا ہو سکتا
 ہے جس میں ایسی تعلیم ہو ہاں ایک صورت ہے یہ نشہ چھوٹ سکے کہ جیٹھانہ میں بند ہوں داروغہ
 بھی ایسا ہو کہ کسی سے سازش نہ کرے پھر شاید یہ عادت چھوٹ جاوے۔
 فرمایا کہ :-

بچی جو نشہ نہیں پیتے تھے تو معلوم ہوا کہ اس وقت بھی منع تھا مسج نے مرشد کی تقلید کیوں نہ
 کی۔

شائد کوئی یہ اعتراض کرے کہ اوائل اسلام میں تو حرمت تھی نہیں۔ ۳ برس کے بعد
 حرمت ہوئی تو جواب یہ ہے کہ اسلام تو آہستہ آہستہ صفائی کرنا جاتا تھا اور قوم بن ردى تھی جب
 قوم بن گئی تو حکم آگیا ابتداء میں تو صحابہ کو یہ مسیبت تھی کہ پانی بھی بھولا ہوا ہو گا شراب کا کیا ذکر

ماموریت کا مقصد

ایکند علی خاوری نامی شیعہ کے رسالہ کا ذکر ہوا جس میں مصنف نے ہمارے مقابلہ میں اللہ
سنت کو خطاب کیا ہے کہ تم اور ہم ایک ہیں حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ :-
ستیوں کو تو ایک کر لیا اب ان کو چاہئے کہ خارجیوں کو بھی ایک کریں ان کا بھی حق ہے پھر
کبھی مل کر علی اور عثمان کو گالیاں دے لیا کریں اور کبھی وہ ابو بکر و عمر کو دے لیا کریں ہمیں خدا
نے اس لئے مامور کیا ہے کہ جو حد سے زیادہ شائیں خدا کی مخلوق کی بنائی ہوئی ہیں ان کو دور کریں
اس کے حصہ دار سنی بھی ہیں ان میں بھی شرک بہت پھیلا ہوا ہے۔

تازہ الامامت

پھر حضرت نے آج کے الامامت سنائے کہ :-

آج یہ الامام ہوئے

”يُرِيدُونَ اَنْ يُطْفِئُوا نُوْرَكَ - يُرِيدُوْنَ اَنْ يَتَخَطَفُوْا عِزْمَتَكَ - اِنِّيْ مَعَكُمْ وَّ
مَعَ اٰهْلِكَ“

فرمایا کہ :-

خدا تعالیٰ ہمیں اکیلا کمزور ضعیف پا کر ہماری حمایت پر آسمان سے تار بھیج دیتا ہے۔

۲۰ اکتوبر ۱۹۰۴ء بروز روزِ شنبہ

(بوقت سیر)

حسب معمول حضرت اقدس سیر کے لئے نکلے اور طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ :-
اس موسم میں آجکل عموماً گلٹیاں بغل وغیرہ میں نکلا کرتی ہیں مگر جب تک ان کے ساتھ کوئی
زہریلا مادہ نہ ہو تب تک طاعون نہیں کھلاتی۔

عیسائیوں کے چار سوالوں کا جواب

ایک شخص کے چار سوال دہلی سے آئے تھے جو کہ عیسائیوں کی طرف سے اس پر ہوئے تھے
وہ شیخ یعقوب علی صاحب نے پڑھ کر سنائے۔

کلمہ اللہ کی حقیقت

اول سوال اس مضمون پر تھا کہ انجیل میں لکھا ہے کہ اول کلام تھا اور کلام سے خدا ہوا اور خدا کی روح سے مسیح پیدا ہوا اور قرآن نے بھی اسے کلمہ فرمایا ہے۔
حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

کلمہ تو میرے امام میں میرا نام بھی رکھا گیا ہے تم اس کے معنی بتلاؤ پھر ہم اس کے بتلائیں گے اگر کہو کہ انعام سچا نہیں تو آؤ اول اس کا فیصلہ کر لیں
خدا تعالیٰ فرماتا ہے یُؤْمِنُ بِاللَّهِ وَكَلِمَاتِهِ (اعراف : ۱۵۹) مَا تَقَدَّمَتْ كَلِمَاتُ اللَّهِ (لقمان : ۲۸) تو معلوم ہوا کہ قضاء و قدر کا نام بھی کلمہ ہے روح کی دو قسمیں ہوتی ہیں۔ روح الشیطان اور روح اللہ پہلا لفظ ولد الزنا اور دوسرا اصل پر بولا جاتا ہے

قرآن کریم کے مصدق ہونے کی حقیقت

دوسرا سوال اس مضمون کا تھا کہ جو قرآن جو انجیلوں کا مصدق ہے تو کیا انجیل صحیح ہیں؟
فرمایا کہ :-

مصدق کے معنی قرآنی طور پر یہ ہیں کہ جو کچھ صحیح تھا اس کی تو نقل کر دی اور جو نہیں لیا وہ غلط تھا پھر انجیلوں کا آپس میں اختلاف ہے اگر قرآن نے تصدیق کی ہے تو بتلاؤ کونسی انجیل کی کی ہے قرآن نے یوحنا متی وغیرہ کی انجیل کی کیسے تصدیق نہیں کی۔ ہاں پطرس کی دعا کی تصدیق کی ہے اسی طرح کونسی توریت کہیں جس کی تصدیق قرآن نے کی۔ پہلے توریت تو ایک بتاؤ قرآن تو تمہاری توریت کو محرف بتلاتا ہے اور تم میں خود اختلاف ہے کہ توریت مختلف ہیں۔

قرآن کریم کا خطاب

تیسرا سوال۔ قرآن نے خود رسول اللہ کو کہا اِن كُنْتَ فِي شَكٍّ (یونس : ۹۵)
فرمایا :-

اول یہ بتلاؤ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جو حکم دیا گیا کہ ماں باپ کی عزت کرو ان کے والدین کہاں تھے ہاں یہ شک کا لفظ اول مسیح پر وارد ہو سکتا ہے کیونکہ اگر وہ قربان اور فدیہ ہونے کے واسطے ہی آیا تھا اور یہ قطعی فیصلہ تھا تو اس نے کیوں کہا کہ اے خدا یہ پیالہ مجھ سے نال دے معلوم ہوا کہ اسے ضرور شک تھا قرآن میں جہاں شک کا لفظ ہے ہر ایک مخاطب کی طرف ہے نہ کہ

خاص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف خدا نے ہمیں قاعدہ بتلایا ہے کہ جو بات قرآن کے مطابق ہو اس پر عمل کرو اور جو مخالف ہو اسے رو کر دو۔
 کلمہ والی بات تو ہم تمہارے دلوں تک خود شائع کرنے والے ہیں یہ تو کلمہ کلمہ لئے پھرتے ہیں اور یہاں خود میرا الہام ہے اَنْتَ صِدِّيقٌ بِمَنْزِلَةِ اَزْوَاجِ دِينِي۔

شریعت شارح کی محتاج ہے

جو مامور ہو کر آتا ہے اس کی ذاتیات سے الہام وابستہ نہیں ہوتے وہ تو شریعت کا شارح ہوتا ہے جس طرح حضرت مسیح کے وقت شریعت شارح کی محتاج تھی اسی طرح اس وقت بھی شریعت شارح کی محتاج ہو رہی تھی کیونکہ جس طرح اس وقت یہود کے لئے فرتے تھے اسی طرح اسلام کے لئے فرتے ہو گئے۔ اب خدا ان سب کو ملا کر ایک بنانا چاہتا ہے۔

شیطان کی آخری جنگ

رات کے تین بجے کے قریب مجھے الہام ہوا :-

وَاَمَّا نُرُوبُكَ بَعْضَ الَّذِي نَعُدُّهُمُ لِلْسَّلْسِلَةِ السَّمَاوِيَّةِ اَوْ نَتَوَقَّئِكَ جَفَّ الْقَلْبُ بِهَا هُوَ كَارِبٌ۔ قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوحَىٰ اِلَيَّْ اِنَّمَا الْهَلْمُ اِلَهُ وَاحِدٌ۔ وَالنَّخِرُ كُلُّهُ فِي الْقُرْآنِ۔ فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِي وَقُودُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ اُحَدَّثْتُ لِنَكَ فِرْدِينِ۔

معلوم ہوتا ہے کہ آدمی دو قسم کے ہیں ایک وہ کہ جانتے تو نہیں مگر ان میں ابھی انسانیت ہے دوسرے وہ جن کے آکھ کان فہم وغیرہ سب جاتے رہتے ہیں اور تجارہ میں داخل ہیں وہ بھی جنم میں داخل ہوں گے جو کہ سمجھے ہوئے تو ہیں مگر بعض تعلقات دنیاوی کی وجہ سے وہ قبول نہیں کرتے معلوم ہوتا ہے اس میں کوئی تجویز ہے اور اس کو ابھی مخفی رکھا ہے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ ترقی ہونے والی ہے اور اللہ کریم کچھ چشم نمائی کرنے والے ہیں اور یہ بھی فرمایا کہ جو کچھ ہمارے ارادہ میں ہے وہ ہو چکا۔ اب ٹل نہیں سکتا۔ لَعْدِيكُنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتَابِ مُنْفِكِيْنَ حَتَّى تَاْتِيَهُمُ الْبَيْتَةُ۔ یہ براہین کامیرا الہام ہے مجھے خدا نے اس لئے بھیجا ہے کہ ان اہل کتاب کو بتینہ دکھلا کر دم بخود کیا جاوے عنقریب سمجھ لیوں گے کہ ان کو کوئی مفر نہیں۔ مسلمانوں نے تو اقبالی ڈگری اپنے اوپر عیسائیوں کو دیدی۔ آؤ وہ فیصلہ ہمارے ساتھ بھی کرو جو انبیاء کے ساتھ ہونا چاہئے تاکہ آسمان سے اس کا فیصلہ ہو۔ تم کہتے ہو مسیح کلمتہ اللہ ہے ہم کہتے ہیں ہمیں خدا نے اس سے بھی زیادہ درجہ دیا۔ اگر یہ اعتراض ہو کہ مسلمان تم کو کافر کہتے ہیں تو دیکھو تم کو رومن

کیسے لوگ کافر کہتے ہیں اور تم ان کو کافر کہتے ہو اور ڈوٹی سب کو کافر کہتا ہے میرے پاس تو خدا کی گواہی ہے اور اس کے نشانات ہیں نہ کسوف و خسوف تھا۔ نہ جماعت تھی نہ اس کی ترقی تھی نہ طاعون تھی یہ سب باتیں مجھے قبل از وقت بتلائی گئیں اس ملک پر اتفاقاً افلاس کا سخت صدمہ آیا اور اس وجہ سے بہت سے بھوکے اور خبیث طبع لوگ جو زے روٹی کے طالب تھے اس عیسائی فرقہ میں چند روپیوں کے لالچ میں شامل ہو گئے

اب یہ معلوم ہوتا ہے کہ دانیال اور جزئیل نبی کی کتابوں سے یہ پایا جاتا ہے کہ یہ ایک آخری جنگ ہے جو کہ شیطان کی لڑائی کہلاتی ہے اور خود شیطان نے تو لڑائی کرنی نہیں بلکہ انہی لوگوں کے ذریعہ سے ہو رہی ہے پس ایسی لڑائیوں سے یہ ہمارے مخالفین کو خوشی بنا دیوں گے اور آخر بات ہم پر ہی آکر پڑے گی ان ہمارے مخالفوں کا یہ مذہب ہے کہ کلمتہ اللہ اور روح اللہ خالق اور متی شیطان سے بری اور آسان ہے دوبارہ دنیا میں واپس آنے والا یہ سب صفات حضرت مسیح ہی میں ہیں کجغت خدا جانے کہاں کے کہاں چلے جاتے ہیں پھر کہتے ہیں

آنچه خواہاں ہمہ دارند تو تما داری

پھر یہ مصرعہ تو حضرت مسیح کے بارہ میں لکھنا چاہئے نہ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر اور ان لوگوں کے خیال کے موافق آنحضرت تو قتل و جال سے دست بردار ہو گئے کیونکہ مسیح نے آکر جو قتل کرنا ہوا اور اول حصہ بھی مسیح کا ہوا اور آخر حصہ بھی مسیح کا۔

ابتداء میں کلمہ تھا اور کلمہ خدا کا کلام تھا وغیرہ وغیرہ یہ سب الحاقی عبارتیں ہیں ان کے پاس الحاقی عبارتیں ہوئیں اور ہماری پاس اصل۔ آخر پر ان کا یہی جواب ہوتا ہے کہ مرزا یوں سے بات نہ کرو ایک درخت کی چھوٹی اور کمزور شاخ تو ایک چڑیا کو بھی ناز سے اپنے اوپر بٹھا لیتی ہے لیکن اگر اس کے اوپر مور بیٹھنا چاہے تو ایک سیکنڈ کے لئے برداشت نہیں کر سکتی۔

زمانہ اور قرآن کے لحاظ سے دیکھو کہ جو باتیں تم مسیح پر چسپاں کرتے ہو وہ پورے طور پر ہم پر چسپاں ہوتی ہیں قیمتی ہینگوئیاں آمد ثانی پر تھیں وہ سارے کا سارا تھیلہ ہم نے چھین لیا۔ آمد اول میں تو ساری ذلت اور مار کھانے والی ہینگوئیاں ہیں اور جلال اور عظمت والی تو آمد ثانی پر تھیں جو کہ ہم کو ملیں۔

ایک تفسیری مضمون

وَبِنَدَاءِ عِلْمِ السَّاعَةِ (الزخرف : ۸۶) پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

یہ بات واقعی ہے اور قرآن پاک سے بھی ثابت ہے کہ ساعۃ سے اس جگہ مراد یہودیوں کی

تباہی کا زمانہ ہے یہ وہی زمانہ تھا اور جس ساعت کے یہ لوگ غلط ہیں اس کا تو ابھی کہیں پتہ بھی نہیں ہے ایک پہلو سے اول صبح کے وقت یہودیوں نے بد بختی لے لی اور دوسرے وقت میں نصاریٰ نے بد بختی کا حصہ لے لیا مسلمانوں نے بھی پوری مشابہت یہود سے کر لی۔ اگر ان کی سلطنت یا اختیار ہوتا تو ہمارے ساتھ بھی صبح والا معاملہ کرتے۔

نشانوں کے ظہور کا وقت

جس طرح کھانگڑ بھینس کا دودھ نکالنا بہت مشکل ہے اسی طرح خدا کے نشان بھی سخت تکلیف کی حالت میں اترتے ہیں جیسے حضرت موسیٰ کو بنی اسرائیل نے کہا تھا کہ اِنَّا لَمَذْرُؤُونَ (الشعراء : ۳۳) وہ ایسا سخت مشکل کا وقت تھا کہ آگے سے بھی اور پیچھے سے بھی ان کو موت ہی موت نظر آتی تھی سامنے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر۔ اس وقت موسیٰ نے جواب دیا كَلَّا اِنَّ مَعِيَ رَبِّي سَيَهْدِيَنِي (الشعراء : ۳۳)

پس ایسی ضرورتوں اور امتلا کے اوقات میں نشان ظاہر ہوا کرتے ہیں جبکہ ایک قسم کی جان کنڈلی پیش آجاتی ہے چونکہ خدا کا نام غیب ہے اس لئے جب نہایت ہی اشد ضرورت آتی ہے تو امور غیبیہ ظاہر ہوا کرتے ہیں لیکھرام کے قتل کی طرز اور وضع اور وقت اور تاریخ وغیرہ سب کچھ کس صفائی سے بتلایا گیا۔ مگر بے ایمانوں کے واسطے تو ہوا سا شبہ اور ایمان والوں کے واسطے تو ہوشی سی بات ایمان کے لئے باقی رکھ لی تھی بے ایمانی کی بات ہی ہوئی جو کہا کہ شاید ان کی جماعت میں سے کسی نے اس کو قتل کر دیا ہو۔

(بعد از نماز مغرب)

بعد اداۓ نماز مغرب حضور علیہ السلام حسب معمول اجلاس فرما ہوئے تو قادیان میں جو چوڑھوں میں چند آدمی مر گئے ہیں یہ اس وجہ کہ ان ایام میں انہوں نے کئی ہلاک شدہ بھینسیں کھائی تھیں ان کا ذکر ہو کر ہے ہوئے آخر ظالموں کا تذکرہ ہو پڑا فرمایا :-

خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو

ایک بار مجھے الہام ہوا تھا کہ خدا قادیان میں نازل ہو گا اپنے وعدہ کے موافق اور پھر یہ بھی

تھا۔ "اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ"

فرمایا :-

طاعون کے خوفناک نتائج یہ بھی ہیں کہ آخر کو جنگل بنا دیتی ہے اس پر حکیم نور الدین صاحب نے کہا کہ حضور میں نے پڑھا ہے کہ جو یہ نئی آبادی بار میں ہوئی ہے اس میں پرانی آبادیوں کے نشانات ملے ہیں اور یہ لکھا ہے کہ یہ قطعات آباد تھے اور طاعون سے ہلاک ہوئے تھے

حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ:

خواہ موذی طبع لوگ ہزاروں ہی مرجاویں مگر میرا جی یہ چاہتا ہے کہ خدا تعالیٰ کا جلال ظاہر ہو اور دنیا کو خدا کا پتہ لگے اور ثبوت ملے کہ کوئی قادر خدا بھی موجود ہے اس وقت دہریت اور الحاد بت پھیلا ہوا ہے خدا تعالیٰ کی طرف سے سب پر وہی ظاہر کی جاتی ہے اور جن لوگوں نے بظاہر خدا تعالیٰ کا اقرار بھی کیا ہے انہوں نے یا تو خطرناک شرک کیا ہے جیسے عیسائی اور دوسرے بت پرست مشرک اور پھر جنہوں نے بظاہر توحید کا اقرار بھی کیا ہے جیسے مسلمان انہوں نے بھی دراصل شرک اختیار کر رکھا ہے اور مسیح کو خدا کی صفات سے متصف ٹھہرا رکھا ہے علاوہ یہیں خدا تعالیٰ کی حکومت کے نشان ان کے اعمال سے ثابت نہیں ہوتے۔ اعمال میں سستی اور بیباکی اور گناہوں پر دلیری پائی جاتی ہے جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ خدا کا خوف دلوں پر نہیں مہا اس لئے میں چاہتا ہوں کہ اس بے باکی کے دور کرنے میں بے شک ہزاروں ظالم طبع لوگ ہلاک ہوں تاکہ وہ دوسروں کے لئے عبرت ہو۔ اور وہ خدا تعالیٰ کی قدرتوں اور طاقتوں پر ایمان لانے والے ہوں۔ دہمات کے لوگ تو جنگل کے وحشیوں کی طرح ہیں مگر شہوں میں جو تعلیم یافتہ ہیں ان کی حالت بہت ہی ناگفتہ بہ ہو رہی ہے میں دیکھتا ہوں کہ مسلمانوں میں بھی اعلائے کلمتہ اللہ اور اپنے اعمال کی اصلاح اور تبدیلی کا جوش نہیں ہے باپ دادا سے تَلَاٰلَہٗ اِلَّا اللّٰہُ من لیا اسی کو کافی سمجھا۔ اعمال کی پروا نہیں۔

یہ جو الہام ہو چکا ہے اِنَّہٗ اَوْسٰی الْقَدْرِیۡۃَ۔ اگر منتشر کرنے کا قانون منسوخ نہ ہوتا تو اس مفہوم کو اس الہام میں داخل سمجھا جا سکتا مگر اب جبکہ سب جگہ قانون منسوخ ہو گیا ہے تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا منشاء یہی ہے جیسا کہ دوسرے الہام تُوَلّٰۤا اِلٰہًا کُذِّمًا لِّمَہَلْکَ الْاِنۡشَآءُ سے پایا جاتا ہے۔ اس میں ایک شوکت بھی ہے اور چشم نمائی ہے جیسے ایک مجرم کو جج ۳ سال کی سزا دے اور ساتھ ہی کہدے کہ اصل میں ۱۳ سال قید کی سزا کے لائق تھا مگر عدالت رحم کر کے ۳ سال سزا دیتی ہے اسی طرح پر یہ الہام ظاہر کرتا ہے کہ دراصل یہ جگہ بھی ایسی ہی تھی

کہ ہلاک کی جاتی مگر خدا تعالیٰ اپنے سلسلہ کا اکرام ظاہر کرنا چاہتا ہے کہ اسی اکرام کی وجہ سے اسے ہلاکت سے بچالیا اور اس طرح پر یہ نشان ٹھہرا۔

جماعت کو نصیحت

میری نصیحت اس وقت جماعت کو یہ ہے کہ یہ دن بڑے سخت اور ہولناک ہیں اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے دلوں کو اور آنکھوں کو برے جذبات سے روکیں اور اپنے اعمال اور چال چلن میں خاص تبدیلی پیدا کریں یہ وقت خاص تبدیلی کا ہے اور خدا تعالیٰ سے دعائیں مانگنے کا ہے پس اس وقت خدا تعالیٰ سے سچا تعلق پیدا کرو میں نے سنا ہے کہ ایک شخص عین شادی کے دن طاعون سے مر گیا۔ دنیا کی بے ثباتی کی یہ کیسی عبرت بخش مثال ہے اگر دانشمند غور کرے تو ایک طرح سے یہ دن بڑے عجیب ہیں ان پر نظر کرنے سے موت یاد آتی ہے اور خدا تعالیٰ کی ہستی پر یقین پیدا ہوتا ہے اور یقین ہی ایک ایسی شے ہے جو اعلیٰ درجے کی لذت اور سرور صادق الیقین کو بخشا ہے جو کسی اور کو میسر نہیں آسکتے خدا شناسی کے مسئلہ پر اس وقت ہزاروں قسم کے حجاب اور گردوغبار پڑے ہیں اور وہ یقین جو لذت بخش نتائج اپنے ساتھ رکھتا ہے وہ نہیں رہا اور وہ سرور جو دنیا کے تعلقات میں پیدا ہونے والے رنج و غم کو دور کرنا ہے اس وقت نہیں بلکہ یہ حالت ہو رہی ہے کہ اسیر مل جاوے تو مل جاوے لیکن ایسے آدمی اس زمانہ میں ملنے مشکل ہیں جو خدا تعالیٰ کی ہستی پر ایسا یقین رکھتے ہوں جس نے ان کی ساری قوتوں اور جذبات پر ایسا اثر کیا ہو اور ایسی معرفت عطا کی ہو جس سے ان کے گناہ کی زندگی پر موت وارد ہو چکی ہو میں سچ کہتا ہوں کہ ایسے دلوں کا ملنا بہت مشکل ہے جو ایمان اور اس کے لذت بخش نتائج کی معرفت سے بھرے ہوئے ہوں

ضرورت میں تو اس وقت بہت سی ہیں جو اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کا ہاتھ دکھائے اور اپنی چکار سے دنیا کو روشن کرے مگر سب سے بڑی ضرورت ایسی معرفت اور یقین کا پیدا کرنا ہے اور میں امید کرتا ہوں کہ طاعون اسی کو پورا کر رہی ہے بلکہ کا علاج اس وقت تک آخری سمجھا گیا لیکن اگر یہ علاج ٹھیک نہ ہو تو پھر مشکل ہوگی ابھی تک اس کا پورا تجربہ بھی نہیں ہوا۔ جب تک ایک عدد کثیر نہ ہو گیا کہہ سکتے ہیں مثلاً لاہور میں ۵۰ یا ۶۰ ہزار آدمی بیکہ لگوائے اور پھر ایک دو جاڑے ان پر امن سے گذر جاویں تو کچھ پتے ملے لیکن اگر چھ ماہ کے بعد اس کا اثر زائل ہو جاوے تو اور ہر ششماہی کے بعد یہ نسخہ لگے پڑا تو پھر تو کچھ نہیں اجاڑت میں جو آیا ہے کہ آخر خدا سے لڑائی کریں گے یہ اس قسم کی جنگ ہوگی جو خدا تعالیٰ کی قضا و قدر کے مقابلہ کے لئے ہر قسم کی تیاری کی جاوے گی میرے الہام میں جو اِنِّیْ اَجْمَعُ الْجَبِیْشِ آیا ہے اس سے مراد طاعون ہی ہے اور ایسا ہی

حضرت مسیح نے اپنی آمد کا زمانہ نوح کے زمانہ کی طرح قرار دیا ہے اور پھر خدا تعالیٰ نے میرا نام بھی نوح رکھا ہے اور **وَاصْنَعِ الْفُلْكَ** کا الہام ہوا اور **لَا تُخَاطِبُنِي فِي الْآيَاتِ فَلَمْ أُولَئِكَ إِتَّهَمْتُمْ مَغْرَقُونَ** بھی فرمایا۔ جس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ عظیم الشان طوفان آنے والا ہے اور پھر اس طوفان میں میری بنائی ہوئی کشتی ہی نجات کا ذریعہ ہوگی۔ اب طاعون وہی طوفان ہے اور خدا کا زور آور حملہ اور اس کی چکار ہے یہی وہ سیفِ ہلاک ہے جس کا براہین میں ذکر ہوا ہے بیسیوں اور ڈاکٹروں کو اقرار کرنا پڑا ہے کہ اس کا کوئی نظام مقرر نہیں ہے کہ گرمی میں کم ہوتی ہے یا سردی میں۔ کیونکہ اکثر دیکھا گیا ہے کہ بعض جگہوں میں گرمیوں میں بھی اس کی کثرت میں فرق نہیں آیا غرض اس کا علاج بجز استغفار اور دعا اور اعمال میں پاکیزگی اور طہارت کے اور کیا ہو سکتا ہے۔

۲۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

(بوقت سیر)

کوئی ۷ بجے کے قریب حضرت اقدس سیر کے لئے تشریف لائے۔ کپور تھلہ سے چند ایک احباب آئے ہوئے تھے حضرت اقدس نے ان سے ملاقات کی۔ اور طاعون کا حال اس طرف کا دریافت کیا اس سے پتہ چلے کہ حضرت اقدس قادیان کے شمال کی طرف تشریف لے جایا کرتے تھے مگر آج آپ نے حکم صادر کیا کہ اس طرف (یعنی مشرقی طرف) چلے گویا آج اس مشرقی زمین کے بخت بیدار ہوئے جس پر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مبارک قدم پڑنے تھے۔

عصمتِ انبیاء علیہم السلام

آج بھی وہی مضمون زیر بحث رہا جس پر گذشتہ ایام میں بحث تھی کہ عیسائی جو دوسرے نبیوں کو گنہگار ٹھہراتے ہیں مسیح کے گناہوں کو کیوں چھپاتے ہیں فرمایا کہ ان کو (عیسائیوں کو) بحث میں ذلت اور ندامت کے سوا کچھ بھی حاصل نہیں۔ دوسرے پر حملہ کرنے سے پیشتر اپنے گھر کی صفائی تو کر لیں۔ اگر موسیٰ کے قتل پر اعتراض ہے تو وہ توریت کے نزول سے پہلے کا واقعہ ہے مگر مسیح کو کیا ہوا کہ انجیل نازل ہو رہی ہے اور کجبری سے تیل لٹا رہا ہے پھر موسیٰ کا فضل ارادتا نہ تھا۔ نہ اس کو مارنے کا ارادہ تھا اس لئے قتل کا الزام غلط ہے میں

نے خود دیکھا ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے ایک تیل کو ڈنڈا مارا اور وہ مر گیا۔ مقدمہ عدالت میں گیا چونکہ یہ ایک اتفاقیہ امر تھا آخر عدالت نے اسے چھوڑ دیا۔

بَلَاةٌ أَشَدُّ ۖ سے مراد وہ نبوت لیتے ہیں اس سے مراد نبوت نہیں ہے بلکہ یہ مراد ہے کہ جب ہوش آیا اَشَدُّ بھی دو قسم کی ہوتی ہے ایک وحی کی اَشَدُّ اور دوسری جسمانی اَشَدُّ موسیٰ نے مکا مارا۔ اتفاقیہ ایسی جگہ لگ گیا کہ موت واقع ہو گئی۔

مولوی محمد علی صاحب نے کہا کہ الہام کا سلسلہ بعد پشتمہ لینے کے شروع ہوا اور روح القدس بھی پیچھے ہی اترتا ہے۔ حضرت اقدسؑ نے فرمایا :-

بھریوں کو کہ مسیح کے برکات کا سرچشمہ کبھی ہی تھا۔ سچی پاکیزگی بلا روح القدس نہیں مل سکتی کبھی بھی اس پر ایمان نہیں لایا وہ کتا تھا کہ میں آنے والے سے اول آیا ہوں مگر اس نے ان کو مسیح نہیں مانا اور اسی لئے جب اس سے پوچھا گیا کہ تو ایلیاء ہے تو اس نے انکار کر دیا نیک نبی کے ساتھ اسے (کبھی کو) کچھ امور پیش آگئے اس نے خیال کیا ہو گا کہ جب اس نے خود میرے ہاتھ پر بیعت کی ہے تو یہ مسیح کیسے ہو گا۔ ان (عیسائیوں) پر سخت مشکلات ہیں بے وقوف ہیں جو اپنی پردہ دری کراتے ہیں۔

پھر حضرت اقدسؑ نے مفتی محمد صادق صاحب کو حکم دیا کہ :-

ملک صدق کا حال دیکھنا جس نے حضرت ابراہیمؑ کو تحفہ اور سوغات دیئے تھے کیونکہ یہ تین آدمیوں کو مسیح کے علاوہ بے گناہ کہا کرتے ہیں ایک ملک صدق۔ دوسری مریم تیسرے کبھی۔ ان کے نزدیک تو مسیح اور مریم ہی مس شیطان سے پاک ہیں مگر قرآن نے مساوی رکھا ہے کہ ہر ایک راستباز مس شیطان سے پاک ہے کچھ تہمتیں چونکہ حضرت مسیح علیہ السلام پر آگئی تھیں کہ یہودی لوگ ان کو مس شیطان سے منسوب کرتے تھے اور طرح طرح کی باتیں کرتے اور الزام لگاتے تھے اس لئے ان کا ذبب ضروری تھا ان پر سخت الزامات تھے اور اب تک وہی چلے آتے ہیں سو خدا نے وہی (الزام) اتارے۔ سو سروں (ہیوں) پر اس قدر الزام نہ تھے اس لئے ان کے ایسے ذکر کی ضرورت نہ تھی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بزرگی کا خاصہ ہے کہ جیسے جیسے یہ بت پیچھے پڑے ہیں اس طرف سے بت سی باتیں نکلتی آتی ہیں لوگ کہا کرتے ہیں کہ ”فقیراں دی بد دعا لگ جاندی ہے“ سی طرح عیسیٰ کی بد دعا ان کو لگ گئی جو وہ دیا کرتے تھے کہ تم بے ایمان ہو یہ قاعدہ کی بات ہے کہ جب بات اتنا تک پہنچ جاتی ہے تو بے ایمانوں سے جواب تو بن نہیں آتا اس لئے آخر خاموش ہو کر پیچھا چھوڑتے ہیں۔

اندرونی مخالفتوں کا ذکر

اندرونی مخالفتوں کی حالت پر فرمایا کہ :-
اگر یہ کوئی تحریر نہیں کرتے تو دس بارہ آدمی مل کر آویں کہ ہمیں حق کی طلب ہے اور آدمیت کی بحث کریں جس میں چند ایک منصف مزاج بھی موجود ہوں اور تمام باتوں پر سنجیدگی سے غور کریں کہ حقیقت کھل جاوے مگر یہ لوگ ایسی بات کبھی نہیں چاہتے دراصل یہ لوگ اب سرد ہو گئے ہیں اپنی حفاظتوں کو مقدم رکھ رہے ہیں اور کہتے ہیں کہ کوئی ان (مرزائیوں) سے نہ ملے۔ ان کو جانے دو۔

پھر مولوی غلام قادر صاحب بھیروی کے ذکر اذکار دیگر احباب کرتے رہے کہ وہ وہابیوں کے سخت دشمن ہیں بلکہ ایک دفعہ میاں نجم الدین نے جب آپ کی بیعت کی تو اس نے طعنہ مارا کہ دیکھو تم نے وہی بات مانی جو ہم منواتے تھے اور اس نے حضور کی مخالفت میں کبھی نہ قلم اٹھایا نہ زبان کھولی بلکہ وہ اس سلسلہ کو اسلئے پسند کرتا تھا کہ وہابیوں کی خوب خبر لی۔

پیشہ وروں کی نازنمائی پر فرمایا کہ :-

یہ لوگ نازنمائی بغیرہ نہیں سکتے ضرور کرتے ہیں۔

قبل و بعد از نماز مغرب

وَسِعَ مَكَانَكَ

مغرب کی اذان سے پشعری حضرت اقدس بالائی مسجد میں تشریف لے آئے اور جس مکان کی خر کے متعلق حضور نے کشتی نوح میں اشتهار دیا ہے اس کا ذکر کرتے رہے کہ :-
توسیع مکان کی بہت ضرورت ہے جہاں تک ہو سکے جلدی فیصلہ کرنا چاہئے۔

پھر اذان ہوئی اور نماز ادا کر کے حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ افروز ہوئے۔ ایک خط اخبار عام کے کارپردازوں کی طرف سے حضرت اقدس کی خدمت میں آیا تھا جس کا راقم ایک مختص رحمت مسیح نامی بنالہ سے تھا اس خط میں لکھا تھا کہ قادیان میں سخت طاعون پھوٹی ہے دھڑا دھڑ لوگ مر رہے ہیں مرزا صاحب کی جماعت بھی بہت طاعون سے تباہ ہو چکی ہے خود مرزا صاحب بھی جلائے طاعون ہیں وغیرہ وغیرہ۔

اخبار عام نے اس خط کو بجنم حضرت اقدس کے پاس تصدیق کے لئے روانہ کر دیا تھا اس کا

ذکر حضرت اقدسؑ نے کیا راقم خط کے متعلق کہا کہ

حَسَن ظَنِّي

بعض لوگ شدید فتنہ پردازی سے ایسا کرتے ہیں کہ ایک خط لکھ کر دوسرے مخالف کا نام اس پر لکھ دیا کرتے ہیں اس لئے کہ کیا معلوم کہ کس کا لکھا ہوا ہے میں نے اخبار عام کو لکھ دیا ہے کہ یہ بالکل غلط ہے صرف چند ایک اموات جوڑھوں میں ہوئی ہیں سوان کا باعث بھی مشکوک ہے کچھ ڈنگر مرے تھے وہ جوڑھوں نے کھائے پھر جن لوگوں نے ان کو کھایا وہی مرے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ طاعون سے مرے۔

آخرین کا اخلاص

پھر تین صاحبوں نے حضرت اقدس سے بیعت کی جس میں ایک صاحب سید اختر الدین احمد ساکن کلک بنگال بھی تھے مولوی عبدالکریم صاحب نے احمد حسین صاحب آدھ از کلک کی طرف سے ایک کرنسی نوٹ اور کچھ زیورات حضرت کی خدمت میں پیش کئے۔ زیورات ان کی اہلیہ مرحومہ کی طرف سے تھے جن کی وصیت تھی کہ یہ خاص حضرت اقدس کی خدمت میں دینی خدمت کے لئے دیئے جائیں حضرت اقدس نے ان کے اخلاق کی تعریف کی اور فرمایا کہ :-

خدا ان کو اٰخِرِيْنَ مِّنْهُمْ (الجمعة : ۴) میں ملاوے۔

لے اہم میں امر اکتوبر-دہار شام کے زیر عنوان اس کی تفصیل یوں درج ہے :-

”کلک سے دو بھائی آئے ہوئے ہیں ان میں سے ایک نے نہایت اخلاص سے اپنی مرحومہ بیوی کا زیور حضور کی خدمت میں پیش کیا کیونکہ مرحومہ اس کی وصیت کر گئی تھی۔ مولوی لور الدین صاحب حکیم الامت نے اس پر عرض کیا کہ بڑے ہی اخلاص اور شادت کا نشان ہے فرمایا :-

اٰخِرِيْنَ مِّنْهُمْ کہ جو خدا تعالیٰ اس جماعت کو صحابہ سے ملاتا ہے تو صحابہ کا سا اخلاص اور وقار داری اور ارادت ان میں بھی ہوتی چاہئے صحابہ نے کیا کیا جس طرح پر انہوں نے خدا تعالیٰ کے جلال کے اظہار کو دیکھا اسی طریق کو انہوں نے اختیار کیا یہاں تک کہ اس کی راہ میں جانیں دے دیں وہ جانتے تھے کہ یہاں بیوہ ہوں گی بچے جیم نہ جائیں گے لوگ ہنسی کریں گے مگر انہوں نے اس امر کی ذمہ پروا نہ کی۔ انہوں نے سب کچھ گوارا کیا مگر اس ایمان کے اظہار سے نہیں رکے جو وہ اظہر اور اس کے رسول پر لائے تھے حقیقت میں ان کا ایمان بڑا قوی تھا اس کی نظیر نہیں ملتی۔

اب دیکھ لو کہ ایک تو وہ گنہ گار جس نے اپنی جانوں کو خدا کی راہ میں کچھ چیز نہ سمجھا اور ایک عیسائی جو سچ کے کفارہ پر ناز کرتے ہیں اور ایک جان دہنے پر گھمنڈ کرتے ہیں حالانکہ وہ بھی غلط فہمی ہے مقابلہ کر کے دیکھو کہ صحابہ کی وقار داری اور استقلال جانوں کے دہنے میں کیا تھا اور خود سچ کا کیا؟ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۰ صفحہ ۳۰ مورخہ ۲۰ نومبر ۱۹۴۲ء)

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا مقام

صحابہ کرام کے ذکر پر فرمایا کہ :-

شیعہ سب و شتم تو کرتے ہیں مگر ان کا (صحابہ کا) کام دیکھو کہ جیسے خدا کی مرضی تھی ویسے ہی اسلام کو پھیلا کر دکھا دیا خوب جانتے تھے کہ بیویاں مریں گی، بچے ذبح ہوں گے اور ہر ایک قسم کی تکلیف شدید ہوگی مگر پھر بھی خدا کے کام سے منہ نہ موڑا۔ یہی فقرہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ایک جماعت وہ ہے کہ اپنا نجب (ذمہ) ادا کر چکے ہیں جیسے **يَنْتَقِطِرُ** (الاحزاب : ۲۴) کیسا سرنیکلیٹ ہے کہ بعض نے میری راہ میں جان دے دی یا ایک جان وہ جس پر عیسائی پھڑک رہے ہیں اور پیچھے سے یہ معلوم ہوا کہ وہ بھی نہیں دی گئی

استغفار کی حقیقت

ہم نے تحقیق کر لی ہے کہ استغفار کے یہ معنی ہیں کہ انسانی قوی جو کروت کر رہے ہیں ان کا افراط و تفریط یعنی بے محل استعمال نا فرمانی ہوتا ہے تو خدا کا لطف و کرم مانگنا کہ تو رحم کر اور ان کے استعمال کی افراط و تفریط سے محفوظ رکھ یعنی اللہ تعالیٰ سے امداد طلب کرنی ہے۔ سچ بھی خدا تعالیٰ کی مدد کے محتاج تھے اگر کوئی اس طرح نہیں سمجھتا تو وہ مسلمان نہیں۔

بِإِذْنِ اللَّهِ وَرَحْمَةِ اللَّهِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ الْمَقَدِسِ **إِيَّاكَ تَسْتَغِيثُ** (الفتح : ۵)

پھر مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے اپنی فیسی ایک انگریزی عیسائی پرچہ میں سے حضرت اقدس کو ایک مضمون سنایا جو ایک مسلمان کے قلم سے استغفار کے متعلق نکلا ہوا تھا جس میں اس نے اپنی نادانی سے ایک عیسائی کو یہ جواب دیا تھا کہ استغفار کا حکم آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف منسوب نہیں ہے بلکہ اس سے امت مقصود ہے کہ آپ کی امت استغفار کرے۔

اس عیسائی پرچہ کے ایڈیٹر نے اس پر اعتراض کیا ہوا تھا کہ اگر یہ حکم رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو اس لئے ہوا کہ امت کو تعلیم دیں تو امت کے رو بہ پڑھ کر سنا دینا کافی تھا مگر ایک دن میں ستر ستر اور سو سو بار استغفار کرنے اور پھر تمہاری میں کرنے سے کیا فائدہ تھا؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ لوگ نادانی سے نہیں سمجھتے اس مسلمان شخص نے تو خود عیسائیوں کو اعتراض کا موقع دے دیا ہے اور یہ اس کی کم فہمی ہے۔ کہ اس نے خود استغفار کا مطلب نہیں سمجھا اس سے مراد تو

ترقی مراتب ہے۔

پھر ایک اور مسلمان کا مضمون اسی پرچہ میں سے سنایا جس نے لفظ ذنب کے متعلق لکھا ہوا تھا اور حضرت اقدسؒ کے مضمون مندرجہ انگریزی میگزین میں سے اس کا جواب اقتباس شدہ تھا اس شخص نے اپنے جواب میں اس انگریزی میگزین کا حوالہ بھی دے دیا تھا اس سے حضرت اقدسؒ بہت خوش ہوئے کیونکہ اس ترتیب سے علاوہ جواب معقول ہونے کے اس سلسلہ کی یہ تائید ہوئی کہ تیرہ چودہ ہزار آدمیوں میں میگزین کا اشتہار ہو گیا جن کے پاس یہ عیسائی پرچہ جاتا ہے۔

پیشہ کا ظاہر اور حقیقت

پھر عیسائیوں کے پیشہ دینے کے وقت جو پانی وغیرہ چمڑکا جاتا ہے اور بعض ان کے فرتے اس وقت نئے دیندار کو ایک چھوٹے سے حوض میں دھکا دے دیتے ہیں اس کے ذکر پر حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ

پانی کا لحاظ تو ہر ایک نے رکھا ہے ان لوگوں نے تالاب وغیرہ رکھا ہے اور قرآن نے گریہ و بکا کا پانی رکھا ہے وہ ظاہر پر گئے ہیں اور قرآن شریف حقیقت پر گیا ہے جیسے تَوَدَّىٰ اَعْيُنُهُمْ تَفِيضًا مِّنَ الدَّفْنِيعِ (المائدہ : ۸۴)

عیسائیت اور شریعت

عیسائی پرچہ اپنی فیسی میں قرآن کریم پر شریعت کے متعلق حملہ کیا ہوا تھا اور اس کے مقابل پر انجیل کو مبارک بتلایا ہوا تھا جس نے شریعت کو لعنت کہا ہے اس پر حضرت اقدسؒ نے فرمایا کہ :-

جب ان میں شریعت کوئی نہیں ہے تو اگر ان کو کہا جائے کہ نجاست کھاؤ تو کھا سکتے ہیں اور ماں کے ساتھ زنا کریں تو کر سکتے ہیں پھر تعجب ہے کہ یہ لوگ کپڑا کیوں پہنتے ہیں۔ کیونکہ ان کو مذہب (شریعت) سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ برائے نام گناہ گناہ کرتے ہیں اور اصل میں چاہتے ہیں کہ ہر ایک گناہ کو چالاکی سے ہضم کر لیں جب ہر ایک قسم کی بدکاری کرنے پر وہ تیار ہیں تو پھر گناہ کیا شے ہے اگر باکہ ہمشیرہ یا لکی کو نکاح میں لاویں تو وہ حرام نہیں ہے اگر کہیں سابقہ کتب میں حرام ہے تو وہ ان کے نزدیک منسوخ ہیں۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جنگیں

آنحضرت صلی اللہ علی وسلم کی جنگوں پر فرمایا کہ وہ توجائز طور پر جن کو مارنا تھا مار چکے مگر ان لوگوں (عیسائیوں) نے لاکھوں خون ناجائز طور پر کے عیسائی مذہبی جنگوں سے پتہ لگتا ہے کہ کس قدر خون ناحق ہوئے ہیں۔

اسلامی جنگیں بالکل دفاعی لڑائیاں تھیں جب کفار کی تکالیف اور شرارتیں حد سے گذر گئیں تو خدا تعالیٰ نے ان کو سزا دینے کے لئے یہ حکم دیا مگر عیسائیوں نے جو مختلف اوقات میں مذہب کے نام سے لڑائیاں کی ہیں ان کے پاس خدا تعالیٰ کی کونسی دستاویز اور حکم تھا جس کی رو سے وہ لڑتے تھے ان کو تو ایک گال پر طمانچہ کھا کر دوسری پھیر دینے کا حکم تھا۔

عسرا اور نیر میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خلقِ عظیم

انسان کا خلق اس کی فتح اور کامیابی کے متعلق ہوتا ہے کہ جو کچھ صبر و غیرہ اخلاق فاضلہ معیبت اور بلا کے وقت دکھاتا ہے وہی فتح اور اقبال کے وقت دکھلاوے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو دونوں قسم کے وقتوں پر اخلاق دکھانے کا موقع ملا جو خلقِ عظیم تنگی اور بلا کے وقت آپ نے مکہ میں دکھلائے تھے وہی آپ نے بادشاہ ہو کر دکھلایا۔

حضرت مسیح کا کوئی شعبہ خلق کا دکھلاؤ وہ تو اس سے بالکل فارغ ہیں بلا ثبوت توجوگی بھی مدعی ہو سکتے ہیں کہ ہم نے نفس کو مارا ہوا ہے ستر بی بی ازبے چادری۔ مسیح نے تو امام حسین علیہ السلام جتنا حوصلہ بھی نہ دکھلایا کیونکہ ان کو مغرکی گنجائش تھی اگر چاہتے تو جا سکتے تھے مگر جگہ سے نہ ہلے اور سینہ سپر ہو کر جان دی اور مسیح کو تو مغر ہی کوئی نہ تھا یہودیوں کی قید میں تھے حوصلہ کیا دکھلاتے تھے

۲۲ اکتوبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

(بوقت نیر)

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور مشرقی جانب آپ نے چلنے کا حکم

۱۰ الہدرد ۷ نومبر ۱۹۰۲ء

۱۰ الہدرد ۷ نومبر ۱۹۰۲ء

۱۰ الہدرد ۷ نومبر ۱۹۰۲ء

دیا فرمایا کہ :-

اس طرف جنگل ہے ادھر ہی چلئے۔ جلد جنگل میں نکل جاتے ہیں۔

انبیاء کی پیشگوئیوں کا امتیاز

نزول المسیح کے متعلق مفتی محمد صادق صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا کہ :-

دیکھوئی کا جس قدر تکرار ہو گا وہ ایک نیا نشان ہو گا خدا کا عمیق علم اس سے ثابت ہوتا ہے کہ جن باتوں کا وجود بھی نہیں ہوتا۔ ان کی قبل از وقت خبر دے دیتا ہے اس کا علم فیہو بیت سے پتہ لگتا ہے جو کہ طاقتوں اور قدرتوں کے ساتھ بھرا ہوا ہوتا ہے اس علم میں غیب بھی ہوتا ہے اور طاقت بھی۔ نجومی جھوٹا ہوتا ہے اس کے ساتھ طاقت نہیں ہوتی مگر انبیاء کی خبروں میں طاقت ہوتی ہے جیسے دشمن کا دوبار اور اپنا اقبال دشمن کو شکست اور اپنی فتح۔ جو اسے نجومی کے ساتھ ملاتے ہیں وہ دھوکا کھاتے ہیں کیونکہ اس میں صراحت ہوتی ہے کہ وہ (نبی) ایسا وجود ہے کہ دشمن کو پامال کرنا چاہتا ہے یہ پھیڑ چھاڑ جو عیسائیوں (کے اعتراضوں) کی ہوتی ہے آخر کسی حد تک بڑھتی جاوے گی مگر آخر کار فیصلہ ہو گا۔ خدا تو ایک دم میں فیصلہ کر سکتا ہے مگر وہ تماشا دیکھنا چاہتا ہے نیشن میں کشمکش رہتی ہے مگر آخر کار فرشتہ آکر ہاتھ مارتا ہے تو فیصلہ ہو جاتا ہے۔

ڈاکٹر ایگزینیٹر ڈوئی

پھر ڈوئی اور پگٹ کا ذکر ہوا کہ اسے اس ماہ کے آخر میں ہمارا رسالہ مل جاوے گا فرمایا :-
معلوم نہیں اخبار میں ذکر کرے یا چپ رہے اس کے چپ رہنے سے معلوم ہو گا کہ وہ جسے خدا بنا رہا ہے اسے کچھ جرات بھی ہے کہ نہیں۔ اگر ذکر نہ کیا تو معلوم ہو گا کہ اس عقیدہ میں اسے خود کھٹکا ہے جس جگہ اس نے ہاتھ ڈالا ہے اس کا اسے خود علم نہیں جو توحید پر نہیں ہوتا اسے اس کا قلب خود جھوٹا ثابت کرتا ہے ان لوگوں نے ہزاروں بحثیں کیں اور جلتے بھی گئے مگر

لے اہم میں ہوں ذکر ہے :-

فرمایا :-

عیسائیوں کی پھیڑ چھاڑ ہی رنگ میں بت بڑھ گئی ہے اور قرآن شریف سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ یہ قدر بت بڑھے گا آخر خدا تعالیٰ مقابلہ کرے گا اور دکھاوے گا کہ آخری فتح توحید ہی کی ہے۔

(اہم جلد ۶ نمبر ۳۰ صفحہ ۳ مورخہ ۱۲ نومبر ۱۹۷۷ء)

اب تک کوئی ایسی بات نہ ثابت کر سکے کہ حضرت مسیح کو انسان سے برتر کچھ خصوصیت ہے۔
 تھا کہ اس نے بھی مان لیا ہے کہ انجیل کتب سابقہ کا خلاصہ ہے کوئی نئی نہیں ہے مسیح صرف
 مصلوب ہونے کو آیا تھا۔

ڈوئی کے نزدیک انسان حقہ شراب اور سو رکھانے سے تو کافر ہو جاتا ہے مگر انسان کو خدا
 بنانے سے نہیں ہوتا۔ دوسرے مشرک تو مثل چوہوں کے ہیں ان سے تو وہ نفرت کرتا ہے اور جو بڑا
 بھاری مشرک ہاتھی کی مثل ہے اسے قبول کیا ہوا ہے قوم کو چونکہ اس مشرک میں بہت ہی گرفتار
 دیکھا اس لئے دلیری نہ کر سکا کہ ان کی مخالفت کرے (مسیح کو خدا ماننے میں)

پگٹ

پگٹ کے ذکر پر فرمایا کہ
 یہ لوگ بہت ہی گھبرائے ہوئے ہیں کہ آخر گھبرا گھبرا کر مسیح کو منگوار ہے ہیں۔ ڈوئی و پگٹ
 کے دعوائی کی اشاعت پر فرمایا کہ
 ان کی شہرت کا باعث اخبار ہوتے ہیں ان کے مقابلہ میں پنجاب کے اخبار تو گویا برائے نام
 ہیں وہاں تو ایک دن میں لاکھوں کو خبر ہو جاتی ہے۔

ڈوئی کی نسبت اگر ہمارے مقابلہ پر پگٹ آئے تو بہت اثر ہو گا دجال ایک گروہ کا نام ہے اور
 مسیح سیاحت کرنے والے کو کہتے ہیں۔ ان لوگوں نے نبوت کا دعویٰ کیا کہ خدا کی کتابوں کو توڑ موڑ
 کر اپنے فشا کے مطابق بنا لیا اور پھر فلسفہ کے رنگ میں خدا کی کا دعویٰ کیا ان کی مثال ایسی ہے کہ
 ایک شاگرد استاد سے پڑھ رہا تھا سبق میں مثال آئی "مَنْ دَبَّ زَيْنًا عَمَدًا" شاگرد نے استاد
 سے پوچھا کہ زید نے عمرو کو کیوں مارا؟ استاد نے کہا کہ صرف ایک مثال ہے شاگرد نے کہا نہیں یہ
 تو اصل واقعہ ہے سب بتلائیے کہ مار تک نوبت کیوں پہنچی؟ آخر استاد نے دیکھا کہ یہ پوچھا نہیں
 چھوڑتا اس نے کہا کہ اب مجھے مار کا سبب یاد آ گیا ہے کہ عمرو نے و کا حرف چرایا ہے اور اپنے نام
 کے ساتھ لگا لیا ہے تب شاگرد نے کہا اب ٹھیک ہے باعث تو معلوم ہو گیا۔
 فرمایا کہ :-

پگٹ کو ضرور چشمی لکھنی چاہئے اگر مقابلہ کرے تو خوب اثر ہو گا اور لوگ بھی توجہ کریں گے۔
 مفتی صاحب نے کہا کہ چشمی لکھ دی ہوئی ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

یہ نسبت امریکہ کے ولایت والوں کو ہم سے بہت واسطہ ہے اس کا اگر مقابلہ ہو اور وہ مقابلہ
 لکھا جاوے تو امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کوئی نشان ظاہر کر دے ڈوئی نے تو کم مرتبہ اختیار کیا ہے مثل

غلاموں کے۔ اگر وہ (پگٹ) ذرہ دلیز بنے تو یہ (ڈوئی) قابو میں آیا ہوا ہے کیونکہ وہ اس کی مقررہ معیاروں کے اندر آگیا ہے۔ کہہ دو کہ مسیح پانی کی طرح پگھل کر آسمان سے آیا ہے اور میرے اندر رچ گیا ہے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ دجال کے متعلق جب سوال ہوا کہ کیا وہ ایسے اعلیٰ درجہ والا ہو گا کہ جانہ سورج سب پر اختیار پاوے گا اور مردنہ زندہ کرے گا؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ جھوٹ ہے اسے رہتی بھرا اختیار نہ ہو گا صرف مکر اور حیلہ ہی ہو گا۔
فرمایا :-

ڈوئی نے ایک بات عجیب کی ہے کہ معجزات مسیح کی مٹی پلید کر دی۔ سب امراض کے معجزے ہی مسیح کی نسبت ان کے ہاتھ میں تھے ویسے ہی ڈوئی بھی کرتا ہے اور جب کوئی اعتراض کرے کہ تمہاری لڑکی اچھی نہ ہوئی تو جواب دیتا ہے کہ مسیح سے بھی فلاں فلاں مریض اچھا نہ ہوا۔
کیسے تنہوں معجزے تھے کہ جو شخص ان کے نزدیک کافر ہے وہ بھی معجزے دکھلا سکتا ہے حالانکہ موسیٰ کی طرح نہ اس نے سونے کو سانپ بنایا اور نہ کچھ اور۔

بس یہی استدلال کافی ہے کہ زہے خدائی کہ ایک کافر نے بھی وہی بات کر کے دکھا دی۔ سب امراض کوئی شے نہیں ہے یہودی بھی کر سکتے ہیں اور فاسق فاجر جو خدا کی راہ سے غافل ہیں وہ بھی کر سکتے ہیں ڈوئی سے پوچھا جائے کہ مسیح کے معجزات تو وہی ہیں جو تو کر رہا ہے اور تو ان لوگوں کے نزدیک کافر ہے اب بتلا کہ مسیح کے وہ معجزات کون سے ہیں جو اس کی خدائی پر دلیل ہیں؟

آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) کے زمانہ میں ایرانی لوگ مشرک تھے اور قیصر روم جو کہ عیسائی تھا دراصل موجد تھا اور مسیح کو ابن اللہ نہیں مانتا تھا اور جب اس کے سامنے مسیح کا وہ ذکر جو قرآن میں درج ہے پیش کیا گیا تو اس نے کہا میرے نزدیک مسیح کا درجہ اس سے ذرہ بھی زیادہ نہیں جو قرآن نے بتلایا ہے حدیث میں بھی اس کی گواہی بخاری میں موجود ہے کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ وہی کلام ہے جو کہ توریت میں ہے اور اسکی حیثیت نبوت سے بڑھ کر نہیں ہے اسی پر یہ آیت نازل ہوئی **الَّتِي غَلَبَتِ الرُّومُ فِي آدَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ عَلَيْهِمْ سَبِيلُونَ فِي بَعْضِ سِينِينَ**
بِاللَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدِ وَيَوْمَئِذٍ يَفِرُّ الْمُؤْمِنُونَ (الروم : ۵۶) یعنی روم اب مغلوب ہو گیا ہے مگر تمہوڑے عرصہ میں (۹ سال میں) پھر غالب ہو گا عیسائی لوگ تمہاری شرارت سے کہتے ہیں کہ آنحضرت (صلی اللہ علیہ وسلم) نے وہ نوطاقتوں کا اندازہ کر لیا تھا اور پھر فرات سے یہ یہ ٹھکانی کر دی تھی۔

مسح کا سلبِ امراض کا معجزہ

ہم کہتے ہیں کہ اسی طرح مسح بھی بیماروں کو دیکھ کر اندازہ کر لیا کرتا تھا جو اچھے ہونے کے قابل نظر آتے تھے ان کا سلبِ امراض کر دیتا۔ اس طرح تو سارے معجزات ان کے ہاتھ سے جاتے ہیں **يَوْمَئِذٍ يُفَضِّرُ الْمُؤْمِنُونَ** (الروم: ۵) اس دن مومنوں کو دو خوشیاں ہوں گی ایک تو جنگِ بدر کی فتح سو سونے روم والی حدیثِ مشکوٰۃ کے پورا ہونے کی۔

دوسری معجزہ بھی سلبِ امراض ہی ہے مگر بڑا خبیث کام ہے اس لئے اسلام میں اس کی بجائے خدا پر توقع کا حکم دیا گیا ہے اور صرف روحانی امراض کے لئے سلب رکھا گیا ہے جیسے **قَدْ آفَلَتْنَا مَنَازِلَنَا** (الشمس: ۱۰) حضرت مسح تو روحانی امراض کا سلب نہ کر سکے اس لئے کالیاں دیئے چلے گئے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سلبِ امراض کا نمونہ صحابہ ہیں۔

صحابہ کا مقام اور شیعوں پر مہجرت

اسی طرح آزمائش کرو کہ خدا اور رسول کی راہ میں کس نے صدق دکھلایا۔ آپس کی رنجشیں خانگی امور ہوتے ہیں ان کا اثر ان (صحابہ) پر نہیں پڑ سکتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے **سُدَّ ذُرِّيَّتَهُمْ وَمَنْ فِيهَا كُفْرًا** (الحجر: ۳۸) اور **عَلَى سُرُرٍ مُتَقَابِلِينَ** (الحجر: ۳۸)۔ یہ ایک حدیثِ مشکوٰۃ ہے کہ آئندہ زمانہ میں آپس میں رنجشیں ہوں گی لیکن **يَهْلُ** ان کے سینوں میں سے ہم کھینچ لیں گے وہ بھائی بھائی ہوں گے تختوں پر بیٹھے والے۔ اب شیعوں سے پوچھو کہ اس وقت زمانہ نبوی میں تو کوئی رنجش نہ تھی اور اگر ہوتی تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس وقت آپس میں صلح کرا دیتے آخر یہ بات آئندہ زمانہ میں ہونے والی تھی ورنہ اس طرح پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر حرف آتا ہے کہ انہوں نے صلح کی کوشش تو کی مگر کامیاب نہ ہوئے۔

۱۰۔ اہم میں مضمون کا یہ حصہ دائری نہیں نے تھیل سے پل کھا ہے۔

سلبِ امراض سے جن لوگوں کو مسح نے بھائیوں کے قول کے موافق زہہ کیا وہ آخر کے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے **قَدْ آفَلَتْنَا مَنَازِلَنَا** کے بچے لاکر جن کو زہہ کیا وہ اب الابد تک زہہ رہے صحابہ کا مقابلہ جو انہوں سے ہوئی نہیں سکتا۔ ساری انجیل میں ایک بھی ایسا قہر نہیں جو صحابہ کی اس حالت کا جو قرآن نے بیان کیا ہے کہ خدا کی راہ میں انہوں نے جان و مال سے دریغ نہ کیا، مقابلہ کر کے انہوں نے خدا اور رسول کی راہ میں جو صدق دکھلایا وہ لائق ہے۔

(الحکم جلد ۱، صفحہ ۳، مورخہ ۱۰ نومبر ۱۹۹۲ء)

یہ بات شیعہ پر بڑی دلیل ہے وہ صرف دو آدمیوں کا نام لیتے ہیں جو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ہوئے ہم کہتے ہیں کہ آیت تو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم پر اتری تھی نہ علیؑ پر اور نہ کسی اور پر۔ اگر کو کہ اس وقت ہی عیناً تھا تو معلوم ہوتا ہے کہ نعوذ باللہ صحابہ ایسے سخت دل تھے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار کہا اور سمجھایا مگر کسی نے آپ کا کہنا نہ مانا۔ یہ کیونکر ہو سکتا ہے یہ تو بڑی بے ادبی ہے۔

اس سے پتہ لگتا ہے کہ یہ بعد کی خبر ہے مگر خدا تعالیٰ کے سامنے یہ کوئی حتمے نہیں اسی لئے فرماتا ہے کہ تم اس پر خیال نہ کرو یہ بشریت کے اختلاف ہیں ہم ان کو بھائی بھائی بنا دیں گے خدا تعالیٰ ہی نے یہ جھگڑائی کی کہ ایسا ہو گا بعض آپس میں لڑیں گے پھر سب سے آخر جو لوگ اسلام میں داخل ہوئے تھے نیز فرمایا

وہ وہی گروہ تھے کہ جنہوں نے آپؐ کی محبت نہ پائی مگر آپؐ کو دیکھ لیا ایسے لوگ تیرے طبقہ میں ہیں اور بعض ان میں سے مرتد بھی ہو گئے تھے ان کی نسبت ہے کہ آپؐ (ہر روز قیامت) خدا تعالیٰ کو کہیں گے کہ یہ تو ایمان لائے تھے خدا تعالیٰ کے گا *مَا تَدْرِي* یعنی تجھ کو علم نہیں کیونکہ وہ لوگ آپؐ کی محبت میں بہت قلیل رہے تھے اور وہی تھے جو پیچھے بعض ان میں سے مرتد بھی ہو گئے اور زکوٰۃ نہ دینے کی وجہ سے قتل ہوئے تھے اہل اسلام خود اس قسم کے مرتد مانتے ہیں جو صحابہ کلمتے تھے مگر یہ تو قرآن ہے جو بتلاتا ہے کہ جو آپس میں موحدین ہوں گے ان میں بھی تفرقہ ہو گا ایک وہ موحد تھے جنہوں نے کم وقت پایا اور پھر ان کی نسبت قرآن شریف نے کہا ہے *قَالَتِ الْأَعْرَابُ أَمْأَأَقُلٌّ لَمَّا جَاءُوا وَ لَكِن قَوْمًا أَسْلَمْنَا وَ لَكِن يَدْخُلِ الْإِنْسَانُ رِغْفًا قُلُوْبِكُمْ (الحجرات : ۵۵)* یعنی (ہاں کو کہ) ہم نے مقابلہ چھوڑ دیا لیکن ان کے دلوں میں ابھی ایمان داخل نہیں ہوا انہی کی طرف اشارہ ہے *وَ آيَاتِ النَّاسِ يَدْخُلُونَ فِي دِينِ اللَّهِ أَفْوَاجًا (النصر : ۳)* کجا صحابہ کی شان اور کجا یہ لوگ ایک گروہ جان دے چکا۔ خدا نے روح القدس سے اس کی تائید کی۔

بعض وقت غیر محل پر ذکر کرنے سے ایک عالم بھی گھبرا جاتا ہے جیسے اگر کوئی شیعہ کے کہ..... کون ہے تو خدا نے بتلایا کہ یہ لوگ جو پیچھے آئے تھے اور داخل اسلام ہوئے تھے۔

(مغرب و عشاء)

الذَّارِكِي تَوْسِيح

بجوز مکان کی تعمیر کے واسطے میر صاحب کو ارشاد فرمایا کہ لکڑی کا بندوبست بہت جلد کرنا

چاہئے اور مولوی عبدالکریم صاحب کو تائید کی کہ
احباب کی توجہ چندہ کی طرف مائل کرنی چاہئے اور تائید کرنی چاہئے کیونکہ یہ کام بغیر چندہ کے
نہیں ہو سکتا۔

(اس مکان کی تعمیر کرنے کی علت غائی یہ ہے کہ توسیع مکان ہو جائے گی تو زیادہ احباب اس میں رہ
سکیں گے اور خصوصیت کے ساتھ جو الہام **إِنِّي أَمَّا فِظُّ مَلَكٌ مِّنْ فِي الدَّارِ** ہے وہ تمام اس
مخالفتِ خاص سے جیسے کہ ہو سکیں گے)

مولوی محمد علی صاحب نے ایک خطِ حامد سنبو صاحب (ایک نو مسلم انگریز) کا پڑھ کر سنایا۔ اس
میں راقم نے اس امر پر توجہ کیا ہوا تھا کہ میگزین کی انگریزی مولوی محمد علی صاحب کی ہوتی ہے
اور نیز راقم نے ایک کتاب تصنیف کی تھی اس کے متعلق بیان تھا کہ اگر اجازت ہو تو وہ حضرت
اقدس کے نام مبارک پر طبع کی جاوے۔ حضرت اقدس نے کہا کہ
اول وہ کتاب آجاوے دیکھ کر پھر رائے قائم کی جاوے گی۔
اور اس پر حضرت اقدس نے یہ بھی تجویز فرمایا کہ

ایک اہم ارشاد

اپنے عقائد کی ایک مختصر فہرست چھاپ دی جاوے کہ عقیدہ کے ہر پہلو کا اس میں بیان ہو
جہزات۔ فرشتے۔ وحی۔ حیات و وفات مسیح وغیرہ تاکہ جب کسی کو اپنے عقائد کی اطلاع دینی ہو تو
صحت وہ روانہ کر دی جائے۔

میرنا صر نواب صاحب کی تائید پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ
مولوی محمد علی صاحب کا ایسی عمدہ انگریزی لکھنا ایک خارق عادت امر ہے چنانچہ انگریزوں نے
بھی خیال کیا ہے کہ ہم نے کوئی یورپین رکھا ہوا ہے جو کہ انگریزی رسالہ لکھتا ہے۔
مولوی محمد علی صاحب نے بیان کیا کہ یہ خدا کا فضل ہی ہے ورنہ اس سلسلہ سے پہنچ میرا
ایک حرف تک کہیں شائع نہیں ہوا۔

گناہ کی تعریف

مفتی محمد صافق صاحب حسب اللہ ارشاد حضرت اقدس ایک عیسائی کی کتاب سے گناہ کی
حقیقت سناتے رہے اس کتاب میں ایک جگہ گناہ کی تعریف یہ لکھی تھی کہ جو امر کا شمس یا
شریعت کے خلاف ہو وہ گناہ ہے

حضرت اقدس نے فرمایا :-

قرآن شریف میں بھی ہے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ أَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِي أَصْحَابِ
التَّعْيِيرِ (الملک : ۱۸) یعنی اگر ہم شریعت پر چلتے یا کانفس پر ہی عمل کرتے تو
اصحاب التعیید سے نہ ہوتے۔

موسیٰ پر الزام مکا مارنے کا جو عیسائی لگاتے ہیں، اس کی نسبت فرمایا کہ
وہ گناہ نہیں تھا ان کا ایک اسرائیلی بھائی نیچے دبا ہوا تھا طبعی جوش سے انہوں نے ایک مکا
مارا وہ مر گیا جیسے اپنی جان بچانے کے لئے اگر کوئی خون بھی کر دے تو وہ جرم نہیں ہوتا۔ موسیٰ کا
قول جو قرآن شریف میں ہے هَذَا مِنْ عَمَلِ الشَّيْطَانِ (القصص : ۳۳) معنی قبلی نے
اس اسرائیلی کو عمل شیطان (فاسد ارادہ) سے دبا یا ہوا تھا۔

پھر اس کتاب میں خود غرضی کو گناہ کہا تھا حضرت اقدس نے فرمایا کہ
ہر ایک خود غرضی گناہ میں داخل نہیں ہے جیسے کھانا پینا وغیرہ جب تک کہ وہ خلاف کانفس یا
شریعت نہ ہو جب خدا کے حکم کو توڑ کر کوئی شہوات کی خواہش کرے تو گناہ ہے اور جو (اشارہ مسیح)
اپنے نفس کے لئے نجات چاہتا ہے یہ خود غرضی ہے کہ نہیں؟
مسیح کے گناہ اٹھانے پر فرمایا کہ
اس نے تمام کے گناہ اٹھا کر پھر گناہ کیا کہ اس کو معلوم تھا کہ دعا قبول نہ ہوگی مگر پھر بھی کرتا
ہی رہا۔

۲۳ اکتوبر ۱۹۰۲ء (صبح کی سیر)

قرآن کریم کا مقام

اس سلسلہ مضمون میں فرمایا کہ :-

مسلمانوں میں قرآن کی عظمت نہیں رہی۔ شیعہ ہیں وہ ائمہ کے اقوال کو مقدم کرتے ہیں اور
دوسرے فریق حدیثوں کے ظنی سلسلہ کو قرآن پر قاضی بناتے ہیں۔
اسی ذکر میں عبداللہ چکرا لوی اور محمد حسین کی بحث کا ذکر کیا فرمایا :-
چکرا لوی نے تفریق کی ہے اور حدیث کو بالکل لاشے سمجھا ہے اور محمد حسین افراط کی طرف
گیا ہے کہ حدیث کے بغیر قرآن کو لاشے سمجھتا ہے۔

کتاب اللہ سنت اور حدیث

پھر آپ نے واضح اور بین طور پر اس مضمون پر کلام کیا کہ ہمارے نزدیک تین چیزیں ہیں ایک کتاب اللہ دوسرے سنت یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل اور تیسرے حدیث۔ ہمارے مخالفوں نے دھوکہ کھایا ہے کہ سنت اور حدیث کو باہم ملایا ہے ہمارا مذہب حدیث کے متعلق یہی ہے کہ جب تک وہ قرآن اور سنت کے صریح مخالف اور معارض نہ ہو اس کو چھوڑنا نہیں چاہئے خواہ وہ محدثین کے نزدیک ضعیف سے ضعیف کیوں نہ ہو جبکہ ہم اپنی زبان میں دعائیں کر لیتے ہیں تو کیوں حدیث میں آئی ہوئی دعائیں نہ کریں جبکہ وہ قرآن شریف کے مخالف بھی نہیں۔ قرآن شریف پر حدیث کو قاضی بنانا سخت غلطی ہے اور قرآن شریف کی بے ادبی ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے سامنے ایک بڑھیا نے حدیث پیش کی تو انہوں نے یہی کہا کہ میں ایک بڑھیا کے لئے قرآن شریف نہیں چھوڑ سکتا۔ ایسا ہی حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کے سامنے کسی نے کہا کہ حدیث میں آیا ہے ماتم کرنے سے مردہ کو تکلیف ہوتی ہے تو انہوں نے یہی کہا کہ قرآن میں تو آیا ہے لَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِزْرَ أُخْرَىٰ (انعام : ۶۵) پس قرآن پر حدیث کو قاضی..... بنانے میں اہل حدیث نے سخت غلطی کھائی۔

اصل بات یہ ہے کہ اپنی موٹی عقل کی وجہ سے اگر کوئی چیز قرآن میں نہ ملے تو اس کو سنت میں دیکھو اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جن باتوں میں ان لوگوں نے قرآن کی مخالفت کی ہے خود ان میں اختلاف ہے ان کی افراط تفریط نے ہم کو سیدھی اور اصل راہ دکھا دی جیسے یہودیوں اور عیسائیوں کی افراط اور تفریط نے اسلام بھیج دیا۔

پس حق بات یہی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی سنت کے ذریعہ تواتر دکھا دیا ہے اور حدیث ایک تاریخ ہے اس کو عزت دینی چاہئے سنت کا آئینہ حدیث ہے۔
یقین پر ظن کبھی قاضی نہیں ہوتا کیونکہ ظن میں احتمال کذب کا ہے امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک قابل قدر ہے انہوں نے قرآن کو مقدم رکھا ہے۔

نزول اور ختم نبوت کی حقیقت

احادیث میں مسج موعود کے لئے نزول من السماء نہیں لکھا نزول کا لفظ ہے اور یہ غلطی معنی رکھتا ہے نہ کہ حقیقی۔ نزول لغت میں مسافر کو کہتے ہیں کیا وہ آسمان سے اترتا ہے بہر حال قرآن ہر میدان میں فتح یاب ہے۔ آپ کو خاتم النبیین ٹھہرایا اور اٰخِرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِرَبِّهِمْ

کہہ کر مسیح موعود کو اپنا بروز بنا دیا ہے۔

معراج ایک کشف تھا

بعض لوگ کہتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم معراج کی رات اسی جسم کے ساتھ آسمان پر گئے ہیں مگر وہ نہیں دیکھتے کہ قرآن شریف اس کو رد کرتا ہے اور حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا بھی روایا کہتی ہیں۔

حقیقت میں معراج ایک کشف تھا جو بڑا عظیم الشان اور صاف کشف تھا اور تم اور اکل تھا کشف میں اس جسم کی ضرورت نہیں ہوتی کیونکہ کشف میں جو جسم دیا جاتا ہے اس میں کسی قسم کا حجاب نہیں ہوتا بلکہ بڑی بڑی طاقتیں اس کے ساتھ ہوتی ہیں اور آپ کو اسی جسم کے ساتھ جو بڑی طاقتوں والا ہوتا ہے معراج ہوا۔

پھر آپ نے اس امر کی تائید میں چند آیات سے استدلال کیا کہ جسم آسمان پر نہیں جاتا یہ باتیں قریباً پہلے ہم بار بار درج کر چکے ہیں بخوف طوالت اعادہ نہیں کرتے۔

مسیح کی پیدائش اور خارق عادت امور

مسیح کی پیدائش کے ذکر پر فرمایا کہ
خدا کی سنت دو طرح پر ہوتی ہے ایک کثرتی جیسے عموماً عورت سے دودھ نکلا ہے مگر بعض اوقات نر سے بھی نکلا کرتا ہے ایسے واقعات دنیا میں ہوئے ہیں یہ قلیل الوقوع واقعات خارق عادت کے جاتے ہیں

۲۴ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

برادر محرم محمد یوسف صاحب ایپل ٹولیس نے اپنے گاؤں میں بعض لوگوں کے شکوک کے رفع کرنے کے واسطے بعض احباب کو حضرت اقدس کے ایما سے لے جانا چاہا اس کی تجویز ہوئی کہ مولوی عبداللہ صاحب اور مولوی سرور شاہ صاحب کو بھیجا جاوے۔

مسیح کی عصمت

پھر مفتی محمد صادق صاحب نے رسالہ بے گناہی مسیح سنایا۔
اس کے ضمن میں مندرجہ ذیل نکات آپ نے بیان فرمائے :-
قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کے اسماء مفعول کے لفظ میں نہیں جیسے قدوس تو ہے مگر معصوم
نہیں لکھا کیونکہ پھر بچانے والا اور ہوگا۔

اس پر حضرت مولوی نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ حضور و جدیوں سے جب کبھی مجھے
کلام کرنے کا موقع ملا ہے میں نے یہی کہا ہے کہ خدا کا نام موجود نہیں لکھا کیونکہ موجود معنی
مُذَرَّكَ ہے اور خدا تعالیٰ کی شان ہے لَا تُذَرِّكُهُ الْاَبْصَارُ (الانعام : ۱۰۳) اور پھر یہ
لفظ صحابہ میں بھی نہیں بولا گیا۔

فرمایا :-

جیسے مسیح پر کفر کا فتویٰ لگا کر ان کو صلیب پر چڑھایا گیا ایسا واقعہ کسی نبی کے ساتھ نہیں ہوا۔ گناہ
کا کمال کفر پر جا کر ہوتا ہے اور مسیح پر یہودیوں نے کفر کا فتویٰ لگایا (ہمارا یہ عقیدہ نہیں ہے)
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالفوں نے برخلاف اس کے آپ کو الْاَمِين اور اَلْمَاْمُون کہا۔ مسیح
کے مخالفوں کا ان کی نسبت کفر کا فتویٰ دینا اور آپ کے مخالفوں کا آپ کو الْاَمِين کہنا رتبہ اور درجہ
میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑا فرق بتاتا ہے۔

۲۶ اکتوبر ۱۹۰۲ء

مولوی جمال الدین صاحب ساکن سید والا نے سوال کیا کہ حضرت ذکریا علیہ السلام کی بابت
جو آیا ہے کہ اَلَّا تَسْتَعْتِبُ النَّاسَ ثَلَاثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمَدًا (آل عمران : ۴۲) کیا اس سے یہ
مراد ہے کہ وہ کلام نہ کریں گے۔ فرمایا :-
اس سے یہی معلوم ہوتا ہے۔ لَا تَسْتَعْتِبُ نہیں کہا۔

معجزہ کی حقیقت

سلیمان علیہ السلام کے لئے جو آیا ہے کہ لوہا نرم کر دیا اس سے کیا مراد ہے؟

فرمایا :-

تدابیر مشہورہ سے الگ ہو کر جو فعل ہوتا ہے اس میں اعجازی رنگ ہوتا ہے معجزات جن باتوں میں صادر ہوتے ہیں ان میں سے بہت سے افعال ایسے ہوتے ہیں کہ دوسرے لوگ بھی ان میں شریک ہوتے ہیں مگر نبی ان تدابیر اور اسباب سے الگ ہو کر وہی فعل کرتا ہے اس لئے وہ معجزہ ہوتا ہے اور یہی بات یہاں سلیمان کے قصہ میں ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے کیا لوگ قصائد نہ کہتے تھے؟ کہتے تھے مگر آنحضرت صلی علیہ وسلم نے جو کلام فصیح و بلیغ پیش کیا تو وہ جوڑ توڑ کا نتیجہ نہ تھا بلکہ وحی سے تھا اس لئے معجزہ تھا کہ درمیان اسباب عادیہ نہ تھے۔ آپ نے کوئی تعلیم نہ پائی تھی اور بدوں کوشش کے وہ کلام آپ نے پیش کیا۔ غرض اسی طرح لوہا نرم کرنے کا معجزہ ہے کہ اس میں اسباب عادیہ نہ تھے۔ اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس کے اور معنی بھی ہوں مشکلات صعب سے بھی مراد لوہا ہوتا ہے۔ وہ حضرت سلیمان پر آسان ہو گئیں مگر اصل اعجاز کا کسی حال میں انکار نہیں کرتے ورنہ اگر خدا تعالیٰ کی قدرتوں پر ایمان نہ ہو تو پھر خدا کو کیا مانا؟

ہم اس کو خارق عادت نہیں مان سکتے جو قرآن شریف کے بیان کردہ قانون قدرت کے خلاف ہو مثلاً ہم احیاء موتی حقیقی کا کیوں انکار کرتے ہیں؟ اس لئے کہ قرآن شریف نے یہ فیصلہ کر دیا ہے

فَيَنْسِفُ الَّذِيْنَ كَفَرْنَا عَلَيْهِمَ الْمَوْتِ (الزمر : ۴۳)

اسی طرح ہم یہ نہیں مان سکتے کہ خدا اپنے جیسا کوئی اور خدا بھی بنا لیتا ہے کیونکہ یہ اس کی توحید کے خلاف ہے یا یہ کہ وہ خود کشی نہیں کر سکتا کیونکہ اس کی صفت حی و قیوم کے خلاف ہے اسی طرح اگر کوئی کہے کہ دنیا ہمیشہ رہے گی اور یہاں ہی دوزخ بہشت ہوگا، ہم نہیں مان سکتے۔ اسکی صفت مَلِكٌ يَوْمَ الدِّينِ (الفاتحہ : ۴) کے خلاف ہے اور اس کے خلاف جا ٹھہرتا ہے

قَدْرَبْنٰ فِي الْجَنَّةِ وَقَدْرَبْنٰ فِي السَّعِيرِ (الشوری : ۸) ایسا ہی ہم مان نہیں سکتے کہ اسی جسم کے ساتھ آسمان پر بھی چڑھ سکتا ہے کیونکہ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو کفار نے کہا کہ تو آسمان پر چڑھ جا، آپ نے یہی فرمایا

سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا مَّرْسُوْلًا (بنی اسرائیل : ۹۴)

ایسا ہی مڑے اگر واپس آسکتے تو چاہئے تھا کہ قرآن شریف ان کے لئے کوئی خاص قانون وراثت بیان کرنا اور فقہ میں کوئی باب اس کے متعلق بھی ہوتا غرض جو امور قرآن شریف کے بیان کردہ قانون کے خلاف ہیں ہم ان کو تسلیم نہیں کر سکتے۔

قرآن کریم کا متن

پوچھا گیا کہ قرآن کا جو نزول ہوا ہے وہ یہی الفاظ ہیں یا کس طرح؟
فرمایا :-

یہی الفاظ ہیں اور یہی خدا کی طرف سے نازل ہوا قرأت کا اختلاف الگ امر ہے
مَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَسُولٍ وَلَا نَنْبِئُكَ (الحج : ۵۳) میں لَا مُعَدَّيْتُ قرأت شانہ ہے
اور یہ قرأت حدیث صحیح کا حکم رکھتی ہے جس طرح نبی اور رسول کی وحی محفوظ ہوتی ہے اسی طرح
حدیث کی وحی بھی محفوظ ہوتی ہے جیسا کہ اس آیت سے پایا جاتا ہے

جبرائیل علیہ السلام کا نزول

پوچھا گیا جبرائیل کا نزول قلب پر ہوتا تھا یا آواز آتی تھی فرمایا :-
اس میں بحث کی کچھ ضرورت نہیں جبرائیل کا تعلق قلب ہی سے ہوتا ہے اور قرآن شریف
میں یہ لفظ آیا بھی ہے مگر یہ عالم الگ ہی ہوتا ہے قرآن شریف جو تمام کتابوں اور علوم کا خاتمہ کرتا
ہے اس لئے وہ بڑی اقویٰ وحی ہے اور شدت کے ساتھ اس کا نزول تھا۔

اسلام فطرتی مذہب ہے

ایک شخص نے اپنی رویا سنائی جس میں یہ آیت تھی فِطْرَتَ اللَّهِ الَّتِي فَطَرَ النَّاسَ
عَلَيْهَا (الروم : ۳۱)
فرمایا :-

اس کے معنی یہی ہیں کہ اسلام فطرتی مذہب ہے انسان کی بناوٹ جس مذہب کو چاہتی ہے وہ
اسلام ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ اسلام میں بناوٹ نہیں ہے اس کے تمام اصول فطرت
انسانی کے موافق ہیں۔ تثلیث اور کفارہ کی طرح نہیں ہیں کہ جو سمجھ میں نہیں آسکتے۔ عیسائیوں
نے خود مانا ہے کہ جہاں تثلیث نہیں گئی وہاں توحید کا مطالبہ ہو گا کیونکہ فطرت کے موافق توحید
ہی ہے اگر قرآن شریف نہ بھی ہوتا۔ تب بھی فطرت انسانی توحید ہی کو مانتی۔ کیونکہ وہ باطنی
شریعت کے موافق ہے ایسا ہی اسلام کی کل تعلیم باطنی شریعت کے موافق ہے برخلاف عیسائیوں
کی تعلیم کے جو مخالف ہے دیکھو حال ہی میں امریکہ میں طلاق کا قانون خلاف انجیل پاس کرنا پڑا۔

یہ دقت کیوں پیش آئی اس لئے کہ انجیل کی تعلیم فطرت کے موافق نہ تھی۔

مسیح کو صلیب پر لٹکائے جانے کے دلائل

سوال کیا گیا کہ مسیح کو صلیب پر چڑھانا قرآن سے کہاں ثابت ہوتا ہے؟

فرمایا

وَلٰكِنَّ شَيْئَةً لَّمْ تُدْرِكْهَا الْاِنْسَانُ (النساء : ۱۵۸) یہ واقعہ عیسائیوں اور یہودیوں کے متواترات سے ہے قرآن شریف اس کا انکار کیوں کرنے لگا تھا قرآن یا حدیث صحیح میں کہیں ذکر نہیں ہے کہ مسیح چھت پھاڑ کر آسمان پر چلا گیا۔ یہ صرف خیالی امر ہے کیونکہ اگر مسیح صلیب پر چڑھایا نہیں گیا اور وہ کوئی اور شخص تھا۔ تو دو صورتوں سے خالی نہیں یا دوست ہو گا یا دشمن۔ پہلی صورت میں مسیح نے اپنے ہاتھ سے ایک دوست کو ملعون بنایا جس لعنت سے خود بچنا چاہتا تھا اس کا نشانہ دوست کو بنایا۔ یہ کون شریف پسند کر سکتا ہے پس وہ حواری تو ہو نہیں سکتا اگر دشمن تھا تو چاہئے تھا کہ وہ دہائی دیتا اور شور مچاتا کہ میں تو فلاں شخص ہوں مجھے کیوں صلیب دیتے ہو میری بیوی اور رشتہ داروں کو بلاؤ میرے فلاں آسرار ان کے ساتھ ہیں تم دریافت کر لو۔

غرض اس تو اترا کا انکار فضول ہے اور قرآن شریف نے ہرگز اس کا انکار نہیں کیا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ قرآن شریف نے تکمیل صلیب کی نفی کی ہے جو لعنت کا موجب ہوتی تھی۔ نفس صلیب پر چڑھائے جانے کی نفی نہیں کی اس لئے مَا قَتَلُوْهُ کما اگر یہ مطلب نہ تھا تو پھر مَا قَتَلُوْهُ کتنا فضول ہو جائے گا یہ ان کے متواترات میں کہاں تھا؟ یہ اس لئے فرمایا کہ صلیب کے ذریعہ قتل نہیں کیا پھر مَا صَلَّبُوْهُ سے اور صراحت کی اور لٰكِنَّ شَيْئَةً لَّمْ تُدْرِكْهَا سے اور واضح کر دیا کہ وہ زندہ ہی تھا یہودیوں نے مرہ سمجھ لیا۔

اگر آسمان پر اٹھایا جاتا تو خدا تعالیٰ کی قدرت پر نہی ہوتی کہ اصل مقصود تو پہچانا تھا یہ کیا تماشا کیا کہ دوسرے آسمان سے پہلے پہچانی نہ سکا۔ چاہئے تھا کہ ایک یہودی کو ساتھ لے جاتے اور آسمان سے گرا دیتے تاکہ ان کو معلوم ہو جاتا۔

فرمایا :-

رَفَعْنَاهُ مَكَانًا عَلِيًّا (مریم : ۵۸) میں ان کو ماننا پڑا ہے کہ اور یس مر گیا۔ صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ اگر حضرت اور یس کو ایسا مانیں تو پھر ان کے بھی واپس آنے کا عقیدہ رکھنا پڑتا ہے جو صحیح نہیں تعجب ہے کہ حضرت عیسیٰ کے لئے تَوَفَّى موجود ہے۔

۲۷ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دبوقت صبح کی سیر

یروشلم اور بیت المقدس سے مراد

اس تذکرہ پر کہ عیسائیوں اور یہودیوں میں پھر اس امر کی تحریک ہو رہی ہے کہ ارض مقدس کو ترکوں سے خرید لیا جاوے مختلف باتوں کے دوران میں فرمایا :-
یروشلم سے مراد دراصل دارالامان ہے یروشلم کے معنی ہیں وہ سلامتی کو دیکھتا ہے یہ سنت اللہ ہے کہ وہ ہینگویوں میں اصل الفاظ استعمال کرتا ہے اور اس سے مراد اس کا مفہوم اور مطلب ہوتا ہے

اسی طرح پر بیت المقدس یعنی مسجد اقصیٰ ہے ہماری اس مسجد کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے مسجد اقصیٰ رکھا ہے کیونکہ اقصیٰ یا باعتبار بعد زمانہ کے ہوتا ہے اور یا بعد مکان کے لحاظ سے اور اس الام میں الْمَسْجِدِ الْاَقْصَى الَّذِي بَاذَنْكَنَا حَوْلَهُ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تاثیرات زمانی کو لیا ہے اور اس کی تائید وَالْاَخْرِيَّتِ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوا بِهِمْ الْجَمْعُ : ۴ سے بھی ہوتی ہے اور بَاذَنْكَنَا حَوْلَهُ کا اس زمانہ کی برکات سے ثبوت ملتا ہے جیسے ریل گاڑی اور جہازوں کے ذریعہ سفر کی آسانی اور تار و ذاک خانہ کے ذریعہ سلسلہ رسل و رسائل کی سہولت اور ہر قسم کے آرام و آسائش قسم قسم کی کلوں کے اجراء سے ہوتے جاتے ہیں اور سلطنت بھی ایک امن کی سلطنت ہے۔

بنی اسرائیل

بنی اسرائیل خدا تعالیٰ کا دیا ہوا لقب ہے اسرائیل کے معنی ہیں جو خدا سے بے وفائی نہیں کرتے اس کی اطاعت اور محبت کے رشتہ میں منسلک قوم۔ حقیقی اور اصلی طور پر اسلام کے یہی معنی ہیں بہت سی ہینگویوں میں جو اسرائیل نام رکھا ہے یہ قلت فہم کی وجہ سے لوگوں کو سمجھ نہیں آئی ہیں۔ اسرائیل سے مراد اسلام ہی ہے اور وہ ہینگویاں اسلام کے حق میں ہیں۔

إِنَّ الْاٰزْنَءَ يَبْرُكُنَّهَا جِبَادِي الصّٰلِحِيْنَ (الانبیاء: ۱۰۴)

فرمایا :-

اس آیت سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ الْاٰزْنَءِ سے مراد جو شام کی سرزمین ہے یہ صالحین کا ورثہ ہے اور جو اب تک مسلمانوں کے قبضہ میں ہے خدا تعالیٰ نے يَبْرُكُنَّهَا فرمایا

يَسْتَلِكُمْ هَا نَمِيں فرمایا اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ وارث اس کے مسلمان ہی رہیں گے اور اگر یہ کسی اور کے قبضہ میں کسی وقت چلی بھی جاوے تو قبضہ اسی قسم کا ہو گا جیسے راہن اپنی چیز کا قبضہ مرتن کو دے دتا ہے یہ خدا تعالیٰ کی مدینگونی کی عظمت ہے ارض شام چونکہ انبیاء کی سر زمین ہے اس لئے اللہ تعالیٰ اس کی بے حرمتی نہیں کرنا چاہتا کہ وہ غیروں کی میراث ہو۔
يَوْمَئِذٍ عِبَادِي الصَّالِحُونَ (الانبیاء : ۱۹۳) فرمایا صالحین کے معنی یہ ہیں کہ کم از کم صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو۔

مومنوں کے مدارج

مومن کی جو تقسیم قرآن شریف میں کی گئی ہے اس کے تین ہی درجے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ عالم۔ مقصد۔ سابق بالخیرات۔ یہ ان کے مدارج ہیں ورنہ اسلام کے اندر یہ داخل ہیں۔ عالم وہ ہوتا ہے کہ ابھی اس میں بہت غلطیاں اور کمزوریاں ہیں اور مقصد وہ ہوتا ہے کہ نفس اور شیطان سے اس کی جنگ ہوتی ہے مگر کبھی یہ غالب آجاتا ہے اور کبھی مغلوب ہوتا ہے کچھ غلطیاں بھی ہوتی ہیں اور صلاحیت بھی۔ اور سابق بالخیرات وہ ہوتا ہے جو ان دونوں درجوں سے نکل کر مستقل طور پر نیکیاں کرنے میں سبقت لے جاوے اور بالکل صلاحیت ہی ہو۔ نفس شیطان کو مغلوب کر چکا ہو قرآن شریف ان سب کو مسلمان ہی کہتا ہے۔

ہماری جماعت ہی کو دیکھ لو کہ وہ ایک لاکھ سے زیادہ ہے اور یہ سب کی سب ہمارے مخالفوں ہی سے نکل کر رہی ہے اور ہر روز جو بیعت کرتے ہیں یہ ان میں ہی سے آتے ہیں ان میں صلاحیت اور سعادت نہ ہوتی تو یہ کس طرح نکل کر آتے۔ بہت سے خطوط اس قسم کی بیعت کرنے والوں کے آتے ہیں کہ پہلے میں گالیاں دیا کرتا تھا مگر اب توبہ کرتا ہوں مجھے معاف کیا جاوے۔ غرض صلاحیت کی بنیاد پر قدم ہو تو وہ صالحین میں داخل سمجھا جاتا ہے۔

مسح کا جنازہ

بعد اوائے نماز مغرب جب ہمارے سید مولیٰ شہ نشین پر اجلاس فرما ہوئے تھے تو ڈاکٹر سید عبدالستار صاحب رعیہ نے عرض کی کہ ایک شخص غرضی رحیم بخش عرضی نوپس بڑا سخت مخالف تھا مگر اب تحفہ گولڈیہ پڑھ کر اس نے مسح کی موت کا تو اعتراف کر لیا ہے اور یہ بھی مجھ سے کہا کہ مسح کا جنازہ پڑھیں۔ میں نے تو یہی کہا کہ بعد استصواب و استئذان حضرت اقدس جواب دوں گا۔
فرمایا :-

جنازہ میت کے لئے دعا ہی ہے کچھ حرج نہیں۔ وہ پڑھ لیں۔

الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ

ہمارے ناظرین غشی شاہدین صاحب شیخ ماسٹر مردان سے خوب واقف ہیں وہ اس سلسلہ میں قابل قدر شخص ہیں تبلیغ و اشاعت کا سچا شوق رکھتے ہیں جہاں جاتے ہیں ایک جماعت ضرور بنا دیتے ہیں الحکم کے خاص معاونین میں سے ہیں بہر حال ناظرین یہ بھی جانتے ہیں کہ مردان میں بعض شریر انفس لوگوں کی طرف سے ان کو سخت ایذا میں دی گئیں اور آخر ان کی شرارت سے ان کی تبدیلی ہو گئی۔ حضرت اقدس کے حضور جب ان کی تکالیف اور مصائب کا ذکر ہوا تھا تو آپ نے صبر اور استقامت کی تعلیم دی تھی جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ آخر خدا تعالیٰ نے اظہار حق کیا افسران بالا دست نے ہدوں کسی قسم کی تحریک کے جو غشی صاحب کی طرف سے کی جاتی۔ از خود اس مقدمہ کی تفتیش کی اور انجام کار غشی شاہدین صاحب ترقی پر گوجر خان ایک عمدہ شیخ پر تبدیل ہوئے اور ان کے متعلق بہت ہی اطمینان بخش رائے افسروں نے قائم کی غرض جب غشی صاحب کی اس کامیابی کا ذکر ہوا فرمایا :-

عاقبت متقی کے لئے ہے

برگردن او بماندما بگذشت والا معاملہ ہو گیا خدا تعالیٰ نیک نیت حاکم کو اصلیت سمجھاتا ہے اگر اصلیت نہ سمجھیں تو پھر اندھیر پیدا ہو۔

بغداد کی تباہی

بغداد و فیروہ کی جاہلی کے ذکر پر جو بلا کو نے کی۔ فرمایا کہ :-

بد کاری حد سے بڑھ گئی تھی۔ آخر خدا تعالیٰ نے اس طرح پر انکو تباہ کیا لکھا ہے کہ آسمان سے آواز آتی تھی "أَيُّهَا الْكٰفِرُوۡا اٰتٰتٰكُمُ الْعَذَابُ" "

فرمایا۔ صادق مخالفوں کی شرارت اور ایذا رسانی سے اگر مارا بھی جاتا ہے تو وہ شہید ہوتا ہے مگر وہ عاقبت اندیش طاعون کا شکار ہونے کو باقی رہ جاتے ہیں جو ان کی شامت اعمال سے آتی

—

اذان ایک عمدہ شہادت ہے

اذان ہو رہی تھی آپ نے فرمایا :-

کیسی عمدہ شہادت ہے جب یہ ہوا میں گونجتی ہوئی دلوں تک پہنچتی ہے تو اس کا عجیب اثر پڑتا ہے دوسرے مذاہب کے جس قدر عبادت کے لئے بلانے کے طریق ہیں وہ اس کا مقابلہ نہیں کر

سکتے انسانی آواز کا مقابلہ دوسری مصنوعی آوازیں کب کر سکتی ہیں؟

جماعت کیلئے غلبہ کا وعدہ

اپنی جماعت کے ذکر پر فرمایا کہ

اللہ تعالیٰ نے اس جماعت کے لئے وعدہ فرمایا ہے **وَجَاعِلِ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا** یعنی **إِنِّي يُؤَيِّرُ الْقِسْمَاتِ** اور خدا کے وعدے سچے ہیں ابھی تو تخم ریزی ہو رہی ہے ہمارے مخالف کیا چاہتے ہیں؟ اور خدا تعالیٰ کا کیا منشاء ہے یہ تو ان کو ابھی معلوم ہو سکتا ہے اگر وہ غور کریں کہ وہ اپنے ہر قسم کے منصوبوں اور چالوں میں ناکام اور نامراد رہتے ہیں اسی طرح پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مخالف کیا چاہتے تھے؟ ان کا تو یہی مدعا اور مقصد تھا کہ اس جماعت کو نابود کر دیں مگر دیکھو انجام کیا ہوا؟ اگر اس اعجاز کا میاں کی کو جو ہمارے نبی کو حاصل ہوئی ابوجہل اس وقت دیکھے تو اس کو پتہ لگے۔ کس قدر فوق العادۃ ترقی مخالفوں کی مخالفت اور شرارت کے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے کر کے دکھائی۔ یہی معاملہ یہاں ہے اگر یہ مخالف نہ ہوتے تو ایسی اعجازی ترقی یہاں بھی نہ ہوتی یعنی اس ترقی میں اعجازی رنگ نہ رہتا کیونکہ اعجاز تو مقابلہ اور مخالفت سے ہی چمکتا ہے ایک طرف تو ہمارے مخالفوں کی یہ کوششیں ہیں کہ وہ ہم کو نابود کر دیں ہمارا سلام تک نہیں لیتے اور غائبانہ ذکر بھی نفرت سے کرتے ہیں دوسری طرف اللہ تعالیٰ حیرت انگیز طریق پر اس جماعت کو برباد رہا ہے یہ معجزہ نہیں تو کیا ہے؟

کیا یہ ہمارا فعل ہے یا ہماری جماعت کا؟ نہیں یہ خدا تعالیٰ کا ایک فعل ہے جس کی تہ اور بہتر کو کوئی نہیں جان سکتا۔ اب ان کو کس قدر تعجب ہونا ہو گا کہ چند سال پہلے جس جماعت کو بالکل کمزور اور ذلیل اور ضعیف سمجھتے تھے اور کہتے تھے کہ چند آدمی شامل ہیں اب اس کا شمار ایک لاکھ سے بھی بڑھ گیا ہے اور کوئی (دن) نہیں جاتا کہ بذریعہ خطوط اور خود حاضر ہو کر لوگ اس سلسلہ میں داخل نہیں ہوتے یہ خدا کا کام ہے اور اس کی باتیں عجیب ہوتی ہیں۔

۲۸ اکتوبر ۱۹۰۲ء
(بوقت صبح کی سیر)

طاعون

حسب معمول آپ حلقہ خدام میں سیر کو نکلے طاعون کا تذکرہ شروع ہونے پر فرمایا کہ :-
قرآن شریف میں اس کو **يَجْذِبُ مِنَ السَّمَاءِ** (البقرہ: ۶۰) کہا ہے اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس پر انسانی ہاتھ نہیں پڑ سکتا اور نہ زمینی تدابیر اس کا مقابلہ کر سکتی ہیں۔ ورنہ یہ عذاب آسانی نہ رہے۔

طاعون جو اس کا نام رکھا ہے یہ مبالغہ کا صیغہ ہے جیسے فاروق۔ جب طعن اور تکذیب حد سے گذر جاتی ہے تو پھر اس کی پاداش میں طاعون آتی ہے اور پھر صفائی کر کے ہی تبرا الہی بس کرنا

دَابَّةُ الْأَرْضِ اور طاعون میں تعلق

عرض کیا گیا کہ **دَابَّةُ الْأَرْضِ** (سبا : ۱۵) اور **يَجْذِبُ مِنَ السَّمَاءِ** میں کیا تعلق ہے؟
فرمایا :-

امر تو آسانی ہی ہوتے ہیں یعنی اس طاعون کا امر آسمان سے آتا ہے اور وہ انسانی ہاتھوں سے بالا تر امر ہوتا ہے اور اس کا مقابلہ بھی آسمان ہی سے آتا ہے **دَابَّةُ الْأَرْضِ** طاعون کو کہتے ہیں اس لئے کہ اس کے کیڑے تو زمینی ہی ہوتے ہیں۔

طاعونی موت شہادت ہوتی ہے

عرض کیا گیا کہ طاعون سے مرنا شہادت بتاتے ہیں۔ تو پھر عذاب کیونکر ہوا فرمایا جو لوگ طاعون سے مرنا شہادت بتاتے ہیں ان کو معلوم نہیں کہ طاعونی موت تو عذاب الہی ہی ہے لیکن جو حدیث میں آیا ہے کہ اگر مومن ہو کر طاعون میں مر جاوے تو شہادت ہے۔ تو یہ اللہ تعالیٰ نے گویا ہر مومن کی پروہ پوشی کی ہے۔ کثرت سے اگر مرنے لگیں تو شہادت نہ رہے گی۔ پھر عذاب ہو جائے گا شہادت کا حکم شاذ کے اندر ہے کثرت، بیش کافروں پر ہوتی ہے۔

اکثر یہ ایسی ہی شہادت اور برکت والی بات تھی تو اس کا نام **يَجْذِبُ مِنَ السَّمَاءِ** نہ رکھا جاتا اور کثرت سے مومن مرتے اور انبیاء جلاء ہوتے مگر کیا کوئی کسی نبی کا نام لے سکتا ہے؟ ہرگز

نہیں پس یاد رکھو کہ اگر کوئی شاذ مومن اس سے مراد ہے تو اللہ تعالیٰ اپنی ستاری سے اس کی پردہ پوشی فرماتا ہے اور اس کے لئے کہا گیا کہ وہ شہادت کی موت مرتا ہے ماسوا اس کے میں نے بارہا کہا ہے کہ اگر کوئی حدیث قرآن شریف کے متعارض ہو اور اس کی تاویل قرآن شریف کے موافق نہ ہو تو اسے چھوڑنا چاہئے حکم ہمیشہ کثرت پر ہوتا ہے شاذ تو معدوم کا حکم رکھتا ہے۔

در بار شام

بعد اوائے نماز مغرب اول چند آدمیوں نے بیعت کی پھر مفتی محمد صادق صاحب نے ڈوٹی کے اخبار سے چند پیرا گراف سنائے فرمایا :-
یہ لغو اور کفر تو ہوتا ہے مگر اس سے تحریک ہو جاتی ہے اور تحریک پچ کے بازپچ سے بھی ہو جاتی ہے۔

یہی اعتراض میری سچائی کا گواہ ہے

ڈاکٹر سید عبدالستار شاہ صاحب نے منشی رحیم بخش عرضی نویس کا خط پیش کیا جس میں دو سوال لکھے تھے پہلا سوال یہ تھا کہ براہین میں مسیح کی آمد ثانی کا اقرار تھا کہ وہی مسیح آئے گا پھر اس کے خلاف دعویٰ کیا گیا یہ تزلزل بیانی قابل اعتبار نہیں ہوگی فرمایا :-
ہمیں اس سے انکار نہیں کہ ہم نے ایسا لکھا ہے اور ہمیں یہ بھی دعویٰ نہیں ہے کہ ہم عالم الغیب ہیں ایسا دعویٰ کرنا ہمارے نزدیک کفر ہے اصل بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہدایت نہ آوے ہم کسی امر کو جو مسلمانوں میں مروج ہو چھوڑ نہیں سکتے۔

براہین احمدیہ کے وقت اس مسئلہ کی طرف اللہ تعالیٰ نے ہمیں توجہ نہیں دلائی۔ پھر جبکہ ایک چرخہ کاسٹے والی بڑھیا بھی یہی عقیدہ رکھتی تھی اور جانتی تھی کہ مسیح دوبارہ آئے گا تو ہم اس کو کیسے چھوڑ سکتے تھے جب تک کہ خدا کی طرف سے صریح حکم نہ آجاتا اس لئے ہمارا بھی یہی خیال تھا۔ مخالفوں کی بے ایمانی ہے کہ ایک خیال کو وحی یا الہام بنا کر پیش کرتے ہیں براہین میں یہ بات عامیانا اعتقاد کے رنگ میں ہے نہ یہ کہ اس کی نسبت وحی کا دعویٰ کیا گیا ہو مگر جب خدا تعالیٰ نے ہم پر بذریعہ وحی اس راز کو کھول دیا اور ہم کو سمجھایا اور یہ وحی تو اتر تک پہنچ گئی تو ہم نے اس کو شائع کر دیا۔ انبیاء علیہم السلام کی بھی یہی حالت ہوتی ہے جب خدا تعالیٰ کسی امر پر اطلاع دیتا ہے تو وہ اس سے ہٹ جاتے ہیں یا اختیار کرتے ہیں۔ دیکھو۔ ایک عائشہ رضی اللہ عنہا میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اول کوئی اطلاع نہ ہوئی یہاں تک نوبت پہنچی کہ حضرت عائشہ اپنے والد کے

گھر چلی گئیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی کہا کہ اگر ارتکاب کیا ہے تو توبہ کر لے ان واقعات کو دیکھ کر صاف معلوم ہوتا ہے کہ آپ کو کس قدر اضطراب تھا مگر یہ راز ایک وقت تک آپ پر نہ کھلا لیکن جب خدا تعالیٰ نے اپنی وحی سے تمہیہ کیا اور فرمایا **الْحَيْثُ لِلْحَيَاتِينَ** **وَالْحَيْثُ لِلْحَيَاتِينَ** (النور : ۲۷) تو آپ کو اس آگ کی حقیقت معلوم ہوئی اس سے کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شان میں کوئی فرق آتا ہے؟ ہرگز نہیں وہ شخص ظالم اور ناخدا ترس ہے جو اس قسم کا وہم بھی کرے۔ اور یہ کفر تک پہنچتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور انبیاء علیہم السلام نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ وہ عالم الغیب ہیں۔ عالم الغیب ہونا خدا کی شان ہے۔ یہ لوگ سنت انبیاء علیہم السلام سے اگر واقف اور آگاہ ہوں تو اس قسم کے اعتراض ہرگز نہ کریں افسوس ہے کہ ان کو گلستان بھی یاد نہیں جہاں حضرت یعقوب کی حکایت لکھی ہے ۔

بچے پُرسید زان گم کردہ فرزند
 کہ اے روشن گم پیر خود مند
 ز معشر بوئے پیرا ہن شمدی
 چرا در چاہ کفائش نہ دیدی
 بگفت احوال ما برق جہاں است
 دے پیدا و دیگر دم نہاں است
 گے بر طارم اعلیٰ نشینم
 گے بر پشت پائے خود نہ بنیم
 اگر درویش بر یک حال ماندے
 سر دست از دو عالم بر نشاندے

یہ سچی بات ہے اور ہمیں اس کا اعتراف ہے کہ ہم خدا تعالیٰ کے دکھائے بغیر نہیں دیکھتے اور اس کے ستائے بغیر نہیں سنتے اور اس کے سمجھائے بغیر نہیں سمجھتے۔ اس اعتراف میں ہمارا فخر ہے ہم نے کبھی دعویٰ نہیں کیا کہ ہم عالم الغیب ہیں ہم نے انہیں خیالات کے مسلمانوں میں نشوونما پایا تھا ایسا ہی مدی و مسیح کے متعلق ہمارا علم تھا مگر جب خدا تعالیٰ نے اصل راز ہم پر کھولا اور حقیقت بتادی تو ہم نے اس کو چھوڑ دیا اور نہ خود چھوڑا بلکہ دوسروں کو بھی اس کی طرف اسی کے حکم سے دعوت دی اور اس کو چھڑایا اور تعجب کی بات یہ ہے کہ جس امر کو نادان اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے اسی میں ہمارا فائدہ اور ہماری تائید ہوتی ہے دیکھو براہن میں ایک طرف مجھے مسیح موعود ٹھہرایا ہے اور وہ تمام وعدے جو آنے والے مسیح کے حق میں ہیں میرے ساتھ کئے

اور دوسری طرف ہم اپنے اسی قلم سے مسیح کے دوبارہ آنے کا اقرار کرتے ہیں اب ایک دانشمند اور خدا ترس مسلمان اس معاملہ میں غور کرے اور دیکھے کہ اگر یہ دعویٰ ہمارا افتراء ہوتا اور ہم نے از خود بنایا ہوتا یا منصوبہ بازی ہوتی تو اس قسم کا اقرار ہم اس میں کیوں کرتے یہ سادگی صاف بتاتی ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ نے ہم کو علم دیا اسے ہم نے ظاہر کیا بظاہر یہ کاروائی متناقض ہے مگر ایک سعید فطرت انسان کے لئے ایک روشن تردیل ہے کیونکہ جب تک خدا تعالیٰ نے ہم پر نہیں کھولا باوجودیکہ ہمارے ساتھ وہی وعدے جو مسیح موعود کے ساتھ کئے جاتے اور اسی براہین میں میرا نام مسیح رکھا جاتا ہے اور **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ (الذیۃ)** الہام ہوتا ہے مگر اسی قلم سے میں لکھتا ہوں کہ مسیح موعود دوبارہ آئے گا ہم نے **فِي مَآ آتَمَّ اللَّهُ** کو نہیں چھوڑا جب تک کہ آفتاب کی طرح کھل نہیں گیا یہی اعتراض ہماری سچائی کا گواہ ہے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر جب پہلے پہل وحی آئی تو آپ نے یہی فرمایا **خَشِيتُ عَلٰى نَفْسِيْ يَوْمِيْ كَتِيْ هُوَ كَلَّا لَا دَالِلَ لِيْ** اور پھر یہی نے کہا کہ آپ ضغفاء کے مددگار ہیں آپ کو خدا ضائع نہیں کرے گا پھر خدا تعالیٰ نے جب آپ پر امر نبوت کو واضح طور پر کھول دیا تو آپ نے تبلیغ اور اشاعت میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا۔ مومن اس مقام کو جہاں ہوتا ہے نہیں چھوڑتا جب تک خدا نہ چھڑائے۔

مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے ضمناً "عرض کیا کہ تعجب کی بات ہے ایک قوم اور بھی تو ہے جس نے خدا کے اس رشتہ باز اور صادق مسیح موعود کو تسلیم کیا ہے اور وہ اس پر ایمان لائی ہے اس کے سامنے کیا یہ باتیں نہیں ہیں؟ ہیں مگر ان کو ان پر کوئی اعتراض نہیں معلوم ہوتا بلکہ ایمان بڑھتا اور اس کی سچائی پر ایک عرفانی رنگ کی دلیل پیدا ہوتی ہے حضرت اقدس نے سن کر فرمایا بے شک یہ تو سچائی کی دلیل ہے نہ اعتراض۔ کیونکہ ماننا پڑے گا کہ تصنع سے یہ دعویٰ نہیں کیا گیا بلکہ خدا کے حکم اور وحی سے کیا گیا کیونکہ حضرت عیسیٰ کی آمد کے واقعات کو ہی تو اس میں بیان کیا گیا بلکہ میرا نام عیسیٰ رکھا اور لکھا کہ **يُنْظِرُهُ عَلَى الَّذِينَ يَتْلَمَهُ** میرے حق میں ہے اور ادھر کوئی توجہ نہیں۔ پس اس سے صاف ثابت ہے کہ اگر میرا یہ کام ہوتا تو اس میں دوبارہ آنے کا اقرار نہ ہوتا۔ یہ اقرار ہی بتاتا ہے کہ یہ خدا کا کام ہے

اس پر مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اس نکتہ سے خاص ذوق اٹھا کر عرض کیا کہ یہ بیحد وہی بات ہے جو قرآن شریف کی حقانیت پر پیش کی جاتی ہے کہ اگر یہ آنحضرت کا کلام ہوتا تو اس میں زینب کا قصہ نہ ہوتا۔ حضرت اقدس نے پھر اس سلسلہ کلام میں فرمایا کہ اب کوئی نئی بات ہے جس کا ذکر براہین میں نہیں ہے براہین کو طبع ہوئے چھتیس برس کے قریب ہو

گزرے ہیں اور اس وقت کے پیدا ہوئے بچے بھی اب بچوں کے باپ ہیں اس میں ساری باتیں درج ہیں بناوٹ کا مقابلہ اس طرح ہو سکتا ہے؟ کیا تیس برس پہلے ایک شخص ایسا منصوبہ کر سکتا ہے؟ جبکہ اسے اتنا بھی یقین نہیں کہ وہ اس قدر عرصہ تک زندہ رہے گا۔ پھر کیونکر میں اپنا نام اتنے سال پہلے از خود عیسیٰ رکھ سکتا تھا اور ان کاموں کو جو اس کے ساتھ منسوب تھے اپنے ساتھ منسوب کرتا۔ ہاں اس سے منصوبہ بے شک پایا جاتا اگر میں اس وقت لکھ دیتا کہ آنے والا میں ہی ہوں مگر اس وقت نہیں کہا باوجودیکہ **هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْمَقْدُونِ** کا اعتراف کیا ہے کہ میرے حق میں ہے یہ خدا کا کام تھا کہ مسیح کا دعویٰ تو اس میں بیان کیا گیا مگر اس کو چھپایا اور زبان سے یہ نکلا دیا کہ وہ آئے گا میں حلفاً "یہ کہتا ہوں کہ آج جو دعویٰ کیا گیا ہے براہین میں یہ سارا موجود ہے ایک لفظ بھی کم و بیش نہیں ہوا اگر اس میں الہامات نہ ہوتے تو اعتراض کی گنجائش ہوتی گو اس وقت بھی اعتراض فضول ہوتا کیونکہ وہ دعویٰ وحی سے نہیں تھا بلکہ اپنی ذاتی رائے تھی خدا تعالیٰ نے یہ اس لئے کیا تا غیور اور جعل سازی کے وہم دور ہوں۔

مسیح موعود کے قریشی ہونے کی حقیقت

دوسرا سوال ان کا اس امر پر تھا کہ آپ نے مسیح موعود کو لکھا ہے کہ وہ قریش میں سے نہیں اور پھر بعض جگہ یہ بھی لکھا ہے کہ وہ قریشی ہے اس کی مطابقت کیونکر ہو؟
فرمایا :-

مسیح موعود کو جس طرز پر ہم کہتے ہیں کہ وہ قریش میں سے نہیں وہ اس اعتبار سے نہیں جیسے قریش ہیں اہل فارس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے ٹھہرایا ہے اور میرا الہام بھی ہے **سَلَّمَانُ مِنَّا أَهْلَ الْبَيْتِ** اسی نام سے مجھے اہل بیت میں داخل کیا ہے داخل کرنا اور بات ہے اور ہونا اور۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اختیار ہے اہل فارس کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل بیت اور قریش سے ٹھہرایا ہے اسلئے میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اعلام سے قریش اور اہل بیت میں ہوں۔

اس پر حضرت حکیم الامتہ نے **يُسَلِّبُ الْمَلِكُ مِنَ قُرَيْشٍ** کا ذکر کر کے عرض کیا کہ حضور ہم قریشیوں سے ملک چھینا گیا مگر کسی نے ہماری قوم سے غور نہیں کی کہ کیوں ایسا ہوا؟ تکبر کا اتنا بڑا خطرناک مرض ہماری قوم میں ہے کہ جس کی کوئی حد نہیں۔ سید کی لڑکی کسی دوسرے کے گھر میں دنا کفر سمجھا گیا ہے اس پر میر صاحب نے کہا کہ ہم سے کوئی پوچھا کرتا ہے تو اس کو یہی جواب دیا کرتے ہیں کہ حضرت امام حسن اور امام حسین رضی اللہ عنہما کی ایک بہن تھی کوئی ہمیں بتائے

وہ کس سید کو دی گئی تھی۔

بروز کی حقیقت

پھر بروز کے متعلق سلسلہ کلام یوں شروع ہوا

فرمایا :-

نیکیوں اور بدوں کے بروز ہوتے ہیں۔ نیکیوں کے بروز میں جو موعود ہے وہ ایک ہی ہے یعنی مسیح موعود۔ ہمارا عقیدہ یہ ہے کہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (الفاتحہ : ۶) سے نیکیوں کا بروز اور ضلالتوں سے عیسائیوں کا بروز اور مغضوب سے یہودیوں کا بروز مراد ہے اور یہ عالم بروزی صفت میں پیدا کیا گیا ہے جیسے پہلے نیک یا بد گزرے ہیں ان کے رنگ اور صفات کے لوگ اب بھی ہیں خدا تعالیٰ ان اخلاق اور صفات کو ضائع نہیں کرتا۔ ان کے رنگ میں اور آجاتے ہیں جب یہ امر ہے تو ہمیں اس سے انکار نہیں ہو سکتا کہ ابرار اور اخیار اپنے اپنے وقت پر ہوتے رہیں گے اور یہ سلسلہ قیامت تک چلا جاوے گا جب یہ سلسلہ ختم ہو جاوے گا تو دنیا کا بھی خاتمہ ہے لیکن وہ موعود جس کے سپرد عظیم الشان کام ہے وہ ایک ہی ہے کیونکہ جس کا وہ بروز ہے یعنی محمد صلی اللہ علیہ وسلم وہ بھی ایک ہی ہے۔

أَحْصَيْنْتَ قَرْجَهَا

حضرت حکیم الامتہ نے مولوی ابورمت حسن صاحب کا ذکر سنایا کہ وہ بڑے اخلاص سے خط لکھتے ہیں اور انہوں نے اپنے خط میں لکھا ہے کہ اس آیت پر مخالف اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تہذیب کے خلاف ہے فرمایا کہ

جو خدا تعالیٰ کو خالق سمجھتے ہیں تو کیا اس خلق کو لغو اور باطل قرار دیتے ہیں جب اس نے ان اعضاء کو خلق کیا اس وقت تہذیب نہ تھی خالق مانتے ہیں اور خلق پر اعتراض نہیں کرتے تو پھر اس ارشاد پر اعتراض کیوں؟ دیکھنا یہ ہے کہ زبان عرب میں اس لفظ کا استعمال ان کے عرف کے نزدیک کوئی خلاف تہذیب امر ہے جب نہیں تو دوسری زبان والوں کا حق نہیں کہ اپنے عرف کے لحاظ سے اسے خلاف تہذیب ٹھہرائیں۔ ہر سوسائٹی کے عرفی الفاظ اور مصطلحات الگ الگ ہیں۔

۲۹ اکتوبر ۱۹۰۲ء

(صبح کی سیر)

دورِ حکمت

طاعون کے ذکر پر ضمناً فرمایا :-

- (۱) خدا کے کام عجیب ہوتے ہیں لوگ مغرور ہو کر مطمئن ہو جاتے ہیں مگر خدا تعالیٰ پھر پکڑتا ہے۔
 (۲) نادان انسان ذرا سی خوشی پر تکبر سے باتیں کرتا ہے مگر آخر فتح اسی کی ہوتی ہے جس کے ساتھ خدا ہو۔
 (۳) اسلام نے ہمیشہ نصرانیت کی سرکوبی کی ہے اور اب وہ وقت ہے کہ ان کے عقائد کی پردہ دہری ہو گئی ہے اور اس کے بعد کسی کو حوصلہ نہ ہو گا کہ انسان کے بچہ کو خدا بنائے۔

فضائل صحابہ رضی اللہ عنہم

صحابہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایسے وفادار اور مطیع فرمان تھے کہ کسی نبی کے شاگردوں میں ایسی نظیر نہیں ملتی اور خدا کے احکام پر ایسے قائم تھے کہ قرآن شریف ان کی تعریفوں سے بھرا پڑا ہے لکھا ہے کہ جب شراب کی حرمت کا حکم نافذ ہوا تو جس قدر شراب برتنوں میں تھی وہ گرا دی گئی اور کہتے ہیں کہ اس قدر شراب ہی کہ نالیاں بہ نکلیں اور پھر کسی سے ایسا فعل شنیع سرزد نہ ہوا اور وہ شراب کے بچے دشمن ہو گئے دیکھو یہ کیسا ثابت اور استقلال علی اطاعت تھا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت جس وفاداری۔ محبت اور ارادت اور جوش سے انہوں نے کی کبھی کسی نے نہیں کی۔ موسیٰ علیہ السلام کی جماعت کے حالات پڑھ کر معلوم ہوتا ہے کہ وہ کئی بار پتھراؤ کرنا چاہتی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خواری تو ایسے کمزور اور ضعیف الاعتقاد تھے کہ خود عیسائیوں کو تسلیم کرنا پڑا ہے اور حضرت مسیح آپ انجیل میں ست اعتقاد ان کا نام رکھتے ہیں انہوں نے اپنے استاد کے ساتھ سخت خداری کی اور بے وفائی کا نمونہ دکھایا کہ اس معصیت کی گمزی میں الگ ہو گئے ایک نے گرفتار کرادیا دوسرے نے لعنت بھیج کر انکار کر دیا۔

مگر صحابہ ایسے ارادت مند اور جاں نثار تھے کہ خود خدا تعالیٰ نے ان کی شہادت دی کہ انہوں نے خدا تعالیٰ کی راہ میں جانوں تک دینے میں دریغ نہیں کیا اور ہر صفت ایمان کی ان میں پائی جاتی ہے عابد، زاہد، سخی، بہادر اور وفادار، یہ شرائط ایمان کی کسی دوسری قوم میں نہیں پائی جاتیں۔ جس قدر مصائب اور تکالیف صحابہ کو ابتدائے اسلام میں اٹھانی پڑیں ان کی نظیر بھی کسی اور

قوم میں نہیں ملتی۔ اس بہادر قوم نے ان مصیبتوں کو برداشت کرنا گوارا کیا لیکن اسلام کو نہیں چھوڑا ان مصیبتوں کی انتہا آخر اس پر ہوئی کہ ان کو وطن چھوڑنا پڑا اور نبی کریم کے ساتھ ہجرت کرنی پڑی اور جب خدا تعالیٰ کی نظر میں کفار کی شرارتیں حد سے تجاوز کر گئیں اور وہ قابل سزا ٹھہر گئیں تو خدا تعالیٰ نے انہیں صحابہ کو مامور کیا کہ اس سرکش قوم کو سزا دیں چنانچہ اس قوم کو جو مسجدوں میں دن رات اپنے خدا کی عبادت کرتی تھی اور جس کی تعداد بہت تھوڑی تھی جس کے پاس کوئی سامان جنگ نہ تھا مخالفوں کے حملوں کو روکنے کے واسطے میدان جنگ میں آنا پڑا۔ اسلامی جنگیں دفاعی تھیں۔

پھر ان جنگوں میں یہ چند سو کی جماعت کئی کئی ہزار کے مقابلہ میں آئی اور ایسی بہادری اور وفا داری سے لڑی اگر حواریوں کو اس قسم کا موقع پیش آتا تو ان میں سے ایک بھی آگے نہ ہوتا۔ ایک ذرا سے ابتلا پر وہ اپنے آقا کو چھوڑ کر الگ ہو گئے تو ایسے معرکوں میں ان کا ٹھہرنا ایک ناممکن بات ہے مگر اس ایمان دار اور وفادار قوم نے اپنی شجاعت اور وفا داری کا پورا نمونہ دکھایا اور جو کچھ جو ہر انہوں نے دکھائے وہ سچے ایمان اور یقین کے نتائج تھے۔ موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کو کہا کہ بڑھ کر دشمن پر حملہ کرو تو انہوں نے کیا شرمناک جواب دیا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَا إِنَّا هُنَا قَاعِدٌ ذَاتِ الْمَأْتَمَةِ (۲۵) تو اور تیرا رب جاؤ اور لڑو ہم تو یہیں بیٹھے رہیں گے۔ صحابہ کی لائف میں ایسا کوئی موقع نہیں آیا بلکہ انہوں نے کہا کہ ہم ان میں سے نہیں ہیں جنہوں نے یہ کہا فَاذْهَبْ أَنْتَ وَرَبُّكَ ایسی قوت اور شجاعت اور وفاداری کا جوش کیونکر پیدا ہو گیا تھا؟ یہ سب ایمان اور یقین کا نتیجہ تھا جو آپ کی قوت قدسی اور تاثیر کا اثر تھا آپ نے ان کو ایمان سے بھر دیا تھا۔

مسیح کے حواریوں کا ایمان

سج کے حواریوں میں جو ایمانی قوت پیدا نہیں ہوئی اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان کو ان کے معجزات پر کوئی قوی ایمان اور بھروسہ نہ تھا۔ بلکہ اصل بات یہی ہے جیسا کہ بعض عیسائی مصنفوں نے بھی تسلیم کر لیا ہے کہ حواری دنیا دار اور سطحی خیال کے آدمی تھے انہیں یہ خیال تھا کہ یہ بادشاہ ہو جائے گا۔ تو ہم کو حمدے ملیں گے ان کا تعلق ایک لالچ کے رنگ میں مسیح کے ساتھ تھا اس لئے وہ ایمانی قوت اور عرفانی مذاق ان میں پیدا نہ ہوا۔ اگر وہ معجزات مسیح کو دیکھتے کہ مردوں کو زندہ کرتا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسے عجوبے دیکھ کر بھی ایمان میں قوت نہ آئے۔ حقیقت یہی ہے کہ مسیح سے سلبِ امراض وغیرہ کے نشانات جو دیکھتے تھے وہ ایسے عام تھے کہ یہودی بھی

کرتے تھے اور ایک تالاب پر بھی مریض جا کر اچھے ہو جایا کرتے تھے اس لئے ان باتوں نے معجزات مسیح کی کوئی عظمت دل میں پیدا نہ کی اور وہ نور یقین و معرفت جو گناہوں کو زائل کرتا ہے ان میں پیدا نہیں ہوا۔ اس لئے یہود اسکر یو طلی جو مسیح کا خزانچی تھا اور جس کے پاس ایک ہزار روپیہ کی تھیلی رہتی تھی اس میں سے چرا لیا کرتا تھا اور اسی لالچ نے اس کو تیس درہم لے کر گرفتار کرانے پر آمادہ کیا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسیح

مسیح کے پاس تو ایک ہزار کی تھیلی رہتی تھی اور تعجب ہے کہ باوجودیکہ ایک ہزار روپیہ پاس رہتا تھا پھر بھی کہتے ہیں کہ ابن آدم کو سر رکھنے کو جگہ نہیں۔ آنحضرت کی یہ حالت تھی کہ آپ کے پاس جو کچھ ہوتا تھا وہ سخاوت کر دیا کرتے تھے ایک بار آپ کے گھر میں..... ایک مہر تھی آپ نے اس کو لیکر تقسیم کر دیا۔

مسیح کا شوق جہاد

پادری جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیوں پر اعتراض کرتے ہیں اپنے گھر میں نگاہ نہیں کرتے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی لڑائیاں بالکل دفاعی تھیں مگر مسیح کو اس قدر شوق تھا کہ اس نے شاگردوں کو کہا کہ کپڑے بیچ کر بھی ہتھیار خریدو۔ اصل میں مسیح کا لڑائیاں نہ کرنا "مستربی بی ازبے چادری" کا مصداق ہے اگر انہیں موقع ملتا تو وہ ہرگز تامل نہ کرتے۔ بلکہ اس قسم کی تعلیم سے جو انہوں نے ہتھیاروں کے خریدنے کی دی۔ صاف معلوم ہوتا ہے کہ انہیں کس قدر شوق تھا اور داؤد کے تخت کی وراثت کا خیال لگا ہوا تھا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے جب مکہ فتح کیا تو آپ نے ان مخالفوں سے جنہوں نے سخت ایذائیں دی ہوئی تھیں اور جو اب واجب القتل ٹھہر چکے تھے پوچھا تمہارا میری نسبت کیا خیال ہے انہوں نے کہا تو کہم ابن کہم ہے تو آپ نے فرمایا۔ اچھا میں نے تم سب کو بخش دیا آپ کے اس رحم و کرم نے ان پر ایسا اثر کیا کہ وہ سب مسلمان ہو گئے حضرت مسیح کو اپنے ایسے اخلاق کے اظہار کا موقع ہی نصیب نہیں ہوا اور حواریوں کے لئے تو مسیح کا اتنا ایک قسم کا ابتلا تھا کیونکہ ان کو کوئی فائدہ نہ ہوا اور انہوں نے کچھ نہ سیکھا۔

مسیح ناصری اور مسیح محمدی

فرمایا :-

جو کامیابی اور اثر مسیح ابن مریم کا ہوا وہ تو صاف ظاہر ہے اور جس کمزوری اور ناکامی کے

ساتھ انہوں نے زندگی بسر کی وہ انجیل کے پڑھنے سے صاف معلوم ہوتی ہے مگر مسیح موعود جیسے اپنے زبردست اور قوت قدسیہ کے کامل اثر والے متبوع کا پیرو ہے اسی طرح پر اس کی عظمت اور بزرگی کی شان اس سے بڑھی ہوئی ہے جو کامیابیاں اور نصرتیں اس جگہ خدا نے ظاہر کی ہیں مسیح کی زندگی میں ان کا نشان نہیں۔ نہ معجزات میں نہ مدینگوئیوں میں نہ تعلیم میں۔ غرض جیسے آنحضرتؐ اپنے مثیل موسیٰ سے ہر پہلو میں بڑھے ہوئے تھے اور گویا آپ اصل اور موسیٰ آپ کا ظل تھے اسی طرح مسیح موعود موسیٰ مسیح سے نسبت رکھتا ہے۔

نصرانیت کا اثر

نصرانیت کا اثر آج کل عام ہو رہا ہے بعض تو بالکل مرتد ہو گئے ہیں اور بعض نے اور نہیں تو فیشن میں ہی ان کی تتبع کر لیا ہے۔

نیکی اور بدی کی کشش

فرمایا :-

انسان کے اندر نیکی اور بدی کی ایک کشش ہے آدمی نیکی کرتا ہے مگر نہیں سمجھ سکتا کہ کیوں نیکی کرتا ہے اسی طرح ایک شخص بدی کی طرف جاتا ہے لیکن اگر اس سے پوچھا جاوے تو کہہ کر جاتا ہے تو وہ نہیں بتا سکتا۔ مشہور روئی میں ایک حکایت اس کشش پر لکھی ہے کہ ایک فاسق آقا کا ایک نیک غلام قصاب کو جو مالک نوکر کو لے کر بازار سودا خریدنے کو نکلا تو راستہ میں اذان کی آواز سن کر نوکر اجازت لے کر مسجد میں نماز کو گیا اور وہاں اسے ذوق اور لذت پیدا ہوا تو بعد نماز ذکر میں مشغول ہو گیا آخر آقا نے انتظار کر کے اس کو آواز دی اور کہا کہ تجھے اندر کس نے پکڑ لیا تو کرنے کہا کہ جس نے تجھے اندر آنے سے باہر پکڑ لیا غرض ایک کشش لگی ہوئی ہے اسی کی طرف خدا نے اشارہ فرمایا ہے **لَنْ يَتَمَلَّكَ عَلَىٰ شَيْءٍ كَيْفَ تَشَاءُ** (بنی اسرائیل ۸۵)

۳۰ اکتوبر ۱۹۰۲ء

(صبح کی سیر)

السلام

”نتیجہ خلاف امید ہے“

کر کے دیکھ لینا چاہئے کہ مذہب حق کونسا ہے؟ مجھے تعجب آتا ہے کہ اس وقت مذاہب کا مقابلہ ہو رہا ہے اور امر حق صاف طور پر معلوم ہو سکتا ہے اور اس ہندی میں سب مذاہب موجود ہیں سائنس، عیسائی، آریہ، مسلمان وغیرہ بڑے بڑے یہی مذہب ہیں۔

مذہب کی جڑ خدا شناسی ہے

مذہب کی پہلی جڑ اور جڑ خدا شناسی ہے جس کا پہلا قدم ہی غلط اور بے ٹھکانے ہے دوسرا قدم اس کا کب ٹھکانے پر پڑے گا اب اس اصل پر مذہب کو شناخت کرلو۔

سائنس و دھرم

سائنس و دھرم کو لو انہوں نے کوئی جڑی بوٹی پتھر درخت چاند سورج غرض مخلوق میں کوئی چیز نہیں چھوڑی جس کی پرستش نہیں کی اور جس کو خدا نہیں بنایا اب جس مذہب کا خدا شناسی کے متعلق یہ عقیدہ ہو۔ اس کو علوم حقد سے حصہ کب مل سکتا ہے؟ اس کی اخلاقی حالتیں کیونکر درست ہو سکتی ہیں؟ وہ تو ریل کو بھی دیکھیں تو اسے بھی سجدہ کرنے کو تیار ہیں۔ اور اسے خدا ماننے لگتے ہیں۔

آریہ دھرم

پہران لوگوں میں ایک اور فرقہ ہے جو اپنے آپ کو اصلاح یافتہ فرقہ سمجھتا ہے اور اس کو آریہ کہتے ہیں۔

آریہ کی خدا شناسی کا یہ حال ہے کہ انہوں نے برخلاف وید کے خدا کی توحید کا زبانی اقرار تو کیا ہے گو وید گئی واپو وغیرہ کی پرستش کی گئی ہے لیکن یہ لوگ اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم بتوں کی پوجا نہیں کرتے مگر خدا شناسی میں باوجود اس اقرار کے سخت ٹھوکر کھائی ہے اور وہ یہ کہ وہ خدا کو کسی چیز کا خالق نہیں مانتے اور صرف جوڑنے جاڑنے والا مانتے ہیں جب خدا کی اس عظیم الشان صفت سے انکار کیا گیا تو ایسا ناقص اور ادمعرا خدا کب کسی کے ماننے میں آسکتا ہے پھر انہوں نے خدا کی دوسری صفتوں کا بھی انکار کیا مثلاً وہ مانتے ہیں کہ وہ کسی انسان کو کوئی چیز عطا نہیں کر سکتا۔ جو کچھ کسی کو ملتا ہے اس کے عملوں کی ہی پاداش ملتی ہے پھر انہیں یہ بھی ماننا پڑتا ہے کہ اگر گناہ نہ ہوتا تو دنیا کا کام نہ چل سکتا کیونکہ گائے، بکری، بھینس اور دوسری آرام دہ مخلوق نہ ہو سکتی اس قسم کا خدا انہوں نے مانا ہے گویا خدا شناسی کے مقام سے یہ مذہب بھی گرا ہوا ہے۔

عیسائیت

پھر ایک اور مذہب ہے جس کی اشاعت کے لئے کروڑہا روپیہ خرچ کیا جاتا ہے اور وہ عیسائی مذہب ہے اس میں خدا شناسی کی اور بھی رومی حالت ہے وہ اول تو سرے سے خدا ہی کو تین مانتے ہیں اور یہ ایسا مسئلہ ان کے نزدیک ہے کہ وہ سمجھ میں آئی نہیں سکتا اور پھر ان تین میں سے ایک عاجز انسان بھی ہے جو مریم کے پیٹ سے پیدا ہوا اور جس کی ساری عمر جیسا کہ انجیل سے معلوم ہوتا ہے ایک کرب اور اضطراب میں گزری۔ ماریں کھاتا رہا اور آخر یہودیوں نے اس کو پکڑ کر صلیب پر چڑھا دیا اب اگر خدا کا یہی نمونہ ہے تو کون اس پر ایمان لا سکتا ہے؟

اسلام

مگر اس خدا شناسی کے متعلق جو تعلیم اسلام نے دی ہے وہ ایسی صاف ہے کہ ہر عقلمند کو اس کے ماننے پر مجبور ہونا پڑتا ہے۔ اسلام بتاتا ہے کہ اللہ وہ ہے جو تمام اوصاف حمیدہ سے موصوف اور تمام نقصوں سے مبرا ہے وہ تمام اشیاء کا خالق اور مالک ہے وہ رحمان اور رحیم ہے۔ اسلام کسی مخلوق کو خدا یا خدا کا ہمسر نہیں بتاتا۔ وہ خالق اور مخلوق میں فرق بتاتا ہے۔ اب اس اصل میں جب مقابلہ کیا جاوے تو کیسے صاف اور واضح طور پر معلوم ہو جاتا ہے کہ کوئی مذہب اس اصل میں اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتا اور اسلام ہی سچا مذہب ہے۔

دوسری اصل

پھر مذہب کی دوسری جزویا اصل یہ ہے کہ وہ مخلوق کے حقوق کیسے قائم کرتا ہے اس اصل میں بھی دوسرے مذاہب سے مقابلہ کر کے دیکھ لو۔ آریہ مذہب نے تو ایسا ظلم کیا ہے کہ بجز بے غیرتی کے اور معلوم نہیں ہوتا۔ اس نے نیوگ کی تعلیم دی ہے کہ جس شخص کے گھر میں اولاد نہ ہو تو وہ اپنی عورت کو دوسرے شخص سے ہم بستر کراوے اور اولاد حاصل کر لے اب اس سے بڑھ کر پاکیزگی اور غیرت کا خون کیا ہو گا کہ ایک شخص کو جس کی بد قسمتی سے دو چار سال تک اولاد نہیں ہوئی، کہہ دیا جاوے تو اپنی بیوی کو دوسرے آدمی سے ہم بستر کرا لے یہ کیسی شرمناک بات ہے۔ یہاں قادیان میں ایک شخص موجود ہے اس سے جب نیوگ کی بابت پوچھا گیا تو اس نے یہی کہا کیا مضائقہ ہے۔

اب کوئی عقلمند اس تعلیم کو کب گوارا کر سکتا ہے میں نے پڑھا تھا ایک بنگالی آریہ ہو گیا ایک برہمن نے جب اس پر نیوگ کی حقیقت کھولی تو اس نے ستیا رتھ پر کاش کو پھینکا کر مارا اور کہا کہ یہ

مذہب قبول کرنے کے لائق نہیں۔

عیسائیوں نے مخلوق پر یہ ظلم کیا کہ کفارہ کی تعلیم دے کر شریعت کو لعنت کہہ کر نیکی کا دروازہ ہی بند کر دیا اور تو اے انسانی کی بے حرمتی کی۔ جب کہہ دیا کہ کوئی نیکی کر ہی نہیں سکتا۔ مگر اسلام مخلوق کے حقوق کو جائز اور مناسب مقام پر قائم کرتا ہے وہ ایسی تعلیم نہیں دیتا جو نیوگ کے پیرا یہ میں دی گئی وہ انسانی قومی کی بے حرمتی نہیں کرتا اور انسان کو کفارہ کی تعلیم دے کر ست نہیں بنانا چاہتا اس نے شریعت کو لعنت نہیں بنایا بلکہ انسانی طاقتوں کے اندر اسے رکھا اس طرح معاملہ تو بالکل صاف ہے اگر وہ ہم نہ ہو اور قبول حق میں کوئی روک نہیں ہو سکتی اگر بڑی نہ ہو۔

سائل :- ان مذاہب کی بابت تو مجھے پہلے سے اعتراض ہیں مگر اسلام کی کتابیں میں نے نہیں پڑھی ہیں۔ فرمایا:

آپ قرآن شریف کو پڑھیں اس سے معلوم ہو جاوے گا کہ وہ خدا کی نسبت کیا تعلیم دیتا ہے اور مخلوق کی نسبت کیا؟ ان دونوں مصلیوں کو اگر آدمی غور سے دیکھ لے تو حق کھل جاتا ہے۔ پھر مفتی صاحب نے میور صاحب کی ایک تصنیف سنائی جو اس نے مسلمانوں سے مناظرہ کرنے کے متعلق ہدایات پر لکھی ہے پھر چند لوگوں نے بیعت کی پھر طالب حق نے عرض کیا کہ مجھے خواب آیا تھا کہ تو مسیح کے پاس جا اور اس سے پوچھ اگر وہ کہے کہ میں مسیح ہوں تو پھر جو وہ کہے مان لے۔

فرمایا :-

ہم تو سالہا سال سے اس دعویٰ کی اشاعت کر رہے ہیں اور خدا نے صدا نشان اس کی تائید میں دکھائے ہیں جن کو خدا نے سعادت اور فہم دیا ہے وہ سمجھ لیتے ہیں جس کو ان سے حصہ نہیں وہ محروم رہ جاتا ہے۔

فرمایا :-

حق شناسی کی راہ میں اگر وہ ہم اور بڑی نہ ہو تو کوئی مشکل نہیں۔ مشرق اور مغرب میں تلاش کرو۔ اسلام کے سوا حق نہیں ملے گا مجھے تعجب ہے کہ لوگ ایک پیسہ کی چیز لیتے ہیں تو اسے خوب دیکھ بھال کر لیتے ہیں مگر مذہب کے معاملہ میں توجہ نہیں کرتے اگر انسان توہمات میں گرفتار نہ ہو تو آجکل مذہب کے حسن فہم کو معلوم کرنے میں کوئی مشکل نہیں، مقابلہ کر کے دیکھ لو اگر سچا مسلمان انسان ہو جاوے تو پاک ہو جاتا ہے دوسرے مذاہب میں یہ نہیں۔ کیا ایک عیسائی پاک ہو سکتا ہے؟ جس کو کفارہ پر ایمان لاتے ہی عشاء ربانی میں شراب استعمال کرنی پڑتی ہے یا انجیل پر عمل کر کے وہ پاکیزگی میں ترقی کر سکتا ہے؟ جس کی رو سے منع نہیں کہ غیر مردوں کے ساتھ عورتیں

بڑے بڑے جلسوں میں جیسا کہ ناچتی ہیں نہ ناچیں۔ یہ تو قرآن ہی تعلیم دیتا ہے کہ تو نا محرم کو مت دیکھ۔ مجھے تعجب ہے کہ وہ کیا عقل ہے جو تاریکی کو روشنی سمجھتی ہے یہ امر دیکھ کر کوئی سچا قبیح نہ ہو لیکن جو وید یا انجیل کا سچا قبیح ہے اس کو اس کی تعلیم پر عمل کر کے پورا نمونہ دکھانا ہو گا اب اگر وید کے سچے قبیح کی تصویر کھینچیں تو ضروری ہو گا کہ وہ دایو اور اگنی کو خدا کے اور اولاد نہ ہوتی ہو تو نیوگ کر لے مگر جو قرآن پر عمل کرتا ہے اسے لازم ہے کہ وہ وَحْدَهُ لَا شَرِيكَ لَهُ خدا کو مانے اور ہر قسم کی بے حیائی اور ناپاکی سے دور رہے اور فسق و فجور سے بچے۔ عورتیں پاک دامن ہوں۔ اب ان دونوں تصویروں پر غور کر لو اصل میں ایک شخص جس دین کی طرف منسوب ہوتا ہے وہ حقیقی نام اس وقت حاصل کرتا ہے جب اس کا سچا قبیح ہو اور پابند مذہب ہو۔ آپ قرآن کا ایک جز بھی پڑھیں گے تو معلوم ہو جاوے گا۔

۳۱ اکتوبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

بعد ادائے نماز مغرب اولاً چند آدمیوں نے بیعت کی۔ پھر میاں نبی بخش صاحب نمبردار چک نمبر ۳۸ نے دعا کی درخواست کی کہ حضور کی محبت ہمارے دل میں بڑھے۔
فرمایا :-

خدا کا فضل

خدا تعالیٰ نے جو اخلاص اور توجہ عطا کی ہے خود اس نے ابتدا کی ہے اس لئے شکر کہو کہ وہ اور بھی بڑھا دے یہ محض اسی کا فضل ہے جو اس نے حق شناسی کی توفیق دی ورنہ اگر دل سخت کر دے تو انسان رجوع نہیں کر سکتا یہ اسی کے فضل سے ہوتا ہے جو یقین اور اخلاص عطا کرتا ہے اور اس کے شکر پر اس کو بڑھاتا ہے پس شکر کہو کہ اس کا فضل اور بھی ترقی کرے نمازوں میں
إِيَّاكَ تَبْتَئِدُ وَإِيَّاكَ تَسْتَعِينُ کا تکرار بہت کرو إِيَّاكَ تَسْتَعِينُ خدا کے فضل اور گمشدہ متاع کو واپس لاتا ہے۔

۱۰ اگست ۱۹۰۲ء نمبر ۳۰ صفحہ ۱۰

۱۰ اگست ۱۹۰۲ء نمبر ۳۰ صفحہ ۱۰

حضرت اقدس حسب دستور سیر کے لئے نکلے تمام راہ مولوی فتح دین صاحب حضرت اقدس کے مخاطب رہے حضرت اقدس بار بار ان کے ذہن نشین یہ امر کراتے رہے کہ مباحثات میں ہمیشہ دیگر طریق استدلال چھوڑ کر اس طریق کو اختیار کرنا چاہئے کہ قرآن شریف مقدم ہے اور احادیث ظن کے مرتبہ پر ہیں قرآن شریف سے جو امر ثابت ہو اس کو کوئی حدیث خواہ چچاس کواڑوں ہرگز رد نہیں کر سکتیں چونکہ اس گفتگو میں میاں فتح دین صاحب بھی بعض اوقات احادیث سے اپنے استنباط جو کہ انہوں نے اپنی منظوم کتاب میں درج کئے ہیں مفصل حضرت اقدس کو سناتے رہے اور حضرت اقدس مختلف طور پر ان کو سمجھاتے رہے اس لئے ہم حضرت اقدس کے کلمات کو مختصراً یہاں درج کرتے ہیں

اسلام کا مدار قرآن شریف پر ہے

ان لوگوں سے پوچھنا چاہئے کہ تم خود قائل ہو کہ صحیح کتاب قرآن شریف ہے احادیث ۱۵۰ برس بعد جمع ہوئیں پھر ان میں باہم تاقض ہے ایک میں مدعی کا ذکر ہے ایک میں ہے لامنفذی الایسیٰ ایک طرف مدعی کی حدیث ضعیف لکھی ہے پھر کہتے ہیں کہ صحیح اوپر سے اترے گا تو ایک طرح سے ایک ٹانگ ٹوٹ گئی جب قرآن شریف بار بار اوپر کے آنے سے منع کرتا ہے تو حدیث جو کسی طرح سے خواہ حقیقتاً خواہ استعارہ کے طور پر قرآن شریف کے برابر نہ آسکے تو وہ ہر حال میں ناقابل اعتبار ٹھہرے گی ورنہ اس طرح اسلام درہم برہم ہو جائے گا۔ تمام ستون اور مدار اسلام کا قرآن شریف پر ہے جب قرآن شریف میں ہے کہ عیسیٰ فوت ہو گئے تو پھر انکار کیسا؟

”فَلَمَّا كَوَّنَ الْيَتِيمَ“ (المائدہ : ۸۸) کی نسبت آپ مولوی فتح دین صاحب کو سمجھاتے رہے پھر احادیث کے بیان کی طرف رجوع کر کے فرمایا

اگر ان کا حدیث پر اس قدر اعتبار ہے تو رفع یدین کی جو چوہہ سو احادیث آئی ہیں اس پر کیوں نہیں عمل کرتے ہمارا مسئلہ خدا تعالیٰ کی سنت قدیمہ کے مطابق ہے جیسے یہ آدھ سج کے ٹھہر ہیں ویسے ہی یہودی الیاس کے ٹھہرتے۔ پیغمبر کے لئے ضروری نہیں ہے کہ اس کا علم اتنا وسیع ہو جیسے خدا کا ہے یہ پیغمبر پر جائز ہے کہ بعض امور کی تفصیل اس پر نہ کھل سکے۔ جیسے کہ بہت سے آخرت کے امور ہیں کہ انسان کو مرنے کے بعد معلوم ہوتے ہیں تو پھر یہ لوگ اپنے علم پر کیوں اس

قدر باتیں کرتے ہیں یہودیوں کو الیاس کی انتظار تھی مسیح نے کہا معنی الیاس ہے خواہ قبول کرو خواہ نہ کرو پھر اسی وقت جا کر نبیؑ سے دریافت کیا اور دریافت بھی ایسے الفاظ میں کیا ہو کہ اسے یہی جواب دینا پڑا کہ میں وہ الیاس نہیں۔

ہم نے دیکھا ہے کہ بار بار احادیث پیش کرتے ہیں اور ان میں سے نزول کو لیتے ہیں ہم کہتے ہیں کہ اگر اسی مسیح نے آنا تھا تو پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے کا حلیہ کیوں الگ بتلایا اور کہا کہ آنے والے مسیح کو تم اس طرح پہچانو۔ اس کی کیا ضرورت تھی؟

مباحث میں بھی اصول رکھا جاوے کہ قرآن شریف مقدم ہے یہ منوا کر ان سے کہا جاوے کہ تقدم قرآن تو اب مقبولہ فریقین ہے باقی امور اسی سے فیصلہ کر لو اگر حدیثوں پر سارا مدار ہے تو قرآن کی کیا ضرورت ہے جو کہتا ہے اَلْيَوْمَ اكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ جوئے دعوے کے ہیں

اِنَّهُ لَيَعْلَمُ السَّاعَةَ

اِنَّهُ لَيَعْلَمُ السَّاعَةَ (الزخرف : ۳) کے یہ معنی ہیں کہ یہودیوں کے ادبار اور ذلت کی نشانی مسیح کے آنے کا وقت تھا اور جَعَلْنَا سَمْعًا لِّبَنِي إِسْرَائِيلَ (الزخرف : ۲۰) بھی اسی کی تصدیق کرتا ہے۔ سَاعَةَ کے معنی آخرت کے بھی ہیں اِنَّ مَنَ أَهْلَ الْكِتَابِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ يَوْمَ تَوْتِهِم (النساء : ۱۳۰) کے معنی یہ کرتے ہیں کہ وہ (مسیح) اب تک زندہ موجود ہیں جب آویں گے تو کل اہل کتاب ایمان لاویں گے اس کے متعلق ابو ہریرہؓ کی حدیث پیش کرتے ہیں حالانکہ تفسیر مظہری میں اس کے اوپر کس قدر مطاعن ہیں۔ یہ کہنا کہ کل اہل کتاب اس وقت ایمان لاویں گے غلط ہے قرآن مجید سے ثابت ہے کہ قیامت تک کافر موجود رہیں گے قرآن شریف کو ہر حالت میں مقدم رکھنا چاہئے قرآن کے نصوص قطعاً بالکل فیصلہ کر دیتے ہیں سورۃ تحریم میں ہے کہ مسیح بن مریم اسی امت میں سے ہو گا سورۃ النور میں ہے کہ تمام ظلیفے اسی امت میں سے ہوں گے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آنے والے مسیح کا نام حکم رکھا ہے یہ اس طرف اشارہ ہے کہ بہت فرقتے ہوں گے جس سے ثابت ہوتا ہے کہ غلطیاں کثرت سے ہوں گی۔

نزول کی حقیقت

قرآن مجید میں نزول کی معنی مختلف مقامات پر مختلف ہیں اگر اعتراض ہو کہ پھر نزول کا لفظ

استعمال ہی کیوں ہوا کوئی اور لفظ حدیث میں کیوں نہ آیا تو جواب یہ ہے کہ مسلم کی ایک حدیث میں
 جھوٹ کا لفظ بھی آیا ہے نزول کا لفظ اس لئے استعمال ہوا کہ اس وقت کل برکات اور فیوض اٹھ
 جاویں گے اور پھر آسمان سے نازل ہوں گے قرآن شریف میں خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 بارے میں ہے کہ ہم نے آپ کو آسمان سے نازل کیا اور آسمان ہی سے پانی بھی اترتا ہے اگر آسمان
 سے بارش نہ ہو تو کونئیں بھی پانی نہیں دیتے لمبے قطلوں میں اکثر ایسا ہوتا ہے۔

کیا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ان لوگوں کو وصیت تھی کہ میرے بعد بخاری کو ماننا؟ بلکہ
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی وصیت تو یہ تھی کہ کتاب اللہ کافی ہے۔ ہم قرآن کے بارے میں
 پوچھے جائیں گے نہ کہ زید اور بکر کے جمع کرنا کہ سرمایہ کے بارے میں۔ یہ سوال ہم سے نہ ہو گا کہ تم
 صحاح ستہ وغیرہ پر ایمان کیوں نہ لائے؟ پوچھا تو یہ جائے گا کہ قرآن پر ایمان کیوں نہ لائے؟

بحث کے اصول

بحث کے قواعد ہمیشہ یاد رکھو۔ اول قواعد مرتب ہوں۔ پھر سوال مرتب ہوں کتاب اللہ کو مقدم
 رکھا جائے احادیث ان کے اقرار کے بموجب خود غنیمات ہیں یعنی صدق اور کذب کا ان میں
 احتمال ہے اس کے یہ معنی ہیں کہ ممکن ہے کہ سچ ہو اور ممکن ہے کہ جھوٹ ہو لیکن قرآن شریف
 ایسے احتمالات سے پاک ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زندگی قرآن شریف تک ہی ہے پھر
 آپ فوت ہو گئے اگر یہ احادیث صحیح ہوتیں اور مدار ان پر ہوتا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرما
 جاتے کہ میں نے احادیث جمع نہیں کیں فلاں فلاں آوے گا تو جمع کرے گا تم ان کو ماننا۔

سنت اور حدیث

پس اول قرآن کو مقدم کیا جاوے اس کے بعد سنت۔ سنت یہ ہے کہ قرآن شریف میں جو احکام
 آئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو خود کر کے دکھلایا جیسے نماز پڑھ کر فتادی کہ صبح کی یوں
 ہوتی ہے شام کی یوں۔ جیسے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے قرآن شریف سے استنباط کئے۔
 ویسے ویسے آپ بتلاتے رہے اور جو آپ کے اقوال تھے ان کا نام حدیث ہے ایک سنت یہ بھی تھی
 کہ آپ فوت ہو گئے قرآن شریف میں ہے وَمَا مُحَمَّدٌ إِلَّا رَسُولٌ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ
 الرُّسُلُ (آل عمران : ۳۵) یعنی سب رسول فوت ہو گئے آپ بھی فوت ہوں گے چنانچہ خدا کی
 بات پوری ہو گئی اور آپ فوت ہو گئے بلکہ

لَعَلَّكُمْ يَتَّقُونَ (آل عمران : ۳۵) یعنی تم سے ڈرنا کہ باقی نبی فوت ہو گئے

نزول مسیح

ہمارے ہاتھ میں تو ایک نظیر ہے اگر یہ پوچھیں کہ جو تاویل (نزول مسیح کی) تم پیش کرتے ہو کسی نے آگے بھی کی ہے تو ہم جواب دیتے ہیں کہ جس کے بارے میں تم کو مصیبت پڑی ہے (یعنی مسیح کے) اس نے خود یہ تاویل کی ہے اس کو بھی اس وقت مصیبت پڑی تھی تو ہماری جماعت میں داخل ہو کر آخر اس کی رہائی ہوئی۔ نظیر بھی کوئی شیئہ ہوتی ہے خدا تعالیٰ بھی اپنی سنت بطور نظیر لے کے پیش کیا کرتا ہے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دوبارہ آجاتے تو کوئی حرج نہ تھا آپ نے کوئی خدائی کا دعویٰ تو نہیں کیا نہ آپ خدا بنائے گئے مگر خدا نے مسیح کے منہ سے نکلا کر اقرار کروا لیا کہ دوبارہ آنے کے یہ معنی ہوتے ہیں کوئی بادشاہ وہ طریق اختیار نہیں کرتا جس سے اس کی بادشاہی میں خلل آوے پھر خدا کیوں ایسا طریق اختیار کرے جس سے اسکی خدائی میں لگے۔

مومن کو اللہ رسوائی کی موت نہیں دیتا

پھر مولوی فتح دین صاحب نے کہا کہ ہم لوگ بڑے خطا کار ہیں کئی فاسد خیال آتے رہتے ہیں اور طاعون کا زور ہو رہا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ میں یہ یقیناً جانتا ہوں کہ جس کو دل سے خدا تعالیٰ سے تعلق ہے اسے وہ رسوائی کی موت نہیں دیتا ایک بزرگ کا قصہ کتب میں لکھا ہے کہ ان کی بڑی دعا تھی کہ وہ طوس کے مقام میں فوت ہوں ایک کشف میں انہوں نے دیکھا کہ میں طوس میں ہی مومنوں کا پھر وہ کسی دوسرے مقام میں سخت بیمار ہوئے اور زندگی کی کوئی امید نہ رہی تو اپنے شاگردوں کو وصیت کی کہ اگر میں مر گیا تو مجھے یہودیوں کے قبرستان میں دفن کرنا۔ انہوں نے وجہ پوچھی تو بتلایا کہ میری بڑی دعا تھی کہ میں طوس میں مومنوں مگر اب پتہ لگتا ہے کہ وہ قبول نہیں ہوئی اس لئے میں مسلمانوں کو دھوکا نہیں دینا چاہتا

لے حکم میں اس کی تکمیل یوں کسی ہے

ہمارا آقا اللہ تعالیٰ کی سنت قدمہ کے موافق ہے اور اس کی نظیر موجود ہے یہودی ایماں کے آنے کے بظرفی مگر جب انہوں نے مسیح کے سامنے یہ سوال کیا کہ ایلیاہ کہاں ہے تو اس نے اس کا آقا یہودی رنگ ہی میں ملایا اور پوچھا کہ کہاں کہ آنے والا ایلیاہ یہی ہے ہاں تو قبل کہ یہودیوں نے اس کو تسلیم نہ کیا کیونکہ ان کے ہاں پہلے کوئی نظیر نہ تھی اب یہ لفظ تو خود مسیح ہی کا کیا ہوا ہے جس کے لئے اب یہ اس قدر گہری مارتے ہیں

(الحکم جلد ۹ نمبر ۳ صفحہ ۳۷۳ اول مورخہ ۱۲ مارچ ۱۹۳۳ء)

اس کے بعد وہ رفتہ رفتہ اچھے ہو گئے اور پھر طوس گئے وہاں بیمار ہو کر مرے اور وہیں دفن ہوئے اس لئے مومن بننا چاہئے مومن ہو تو خدا رسوائی کی موت نہیں دیتا اور دل کے خیالات پر مواخذہ نہیں ہوتا جب تک کہ انسان عزم نہ کر لے ایک چور اگر بازار میں جاتا ہوا ایک صراف کی دوکان پر روپوں کا ڈھیر دیکھے اور اسے خیال آئے کاش کہ میرے پاس بھی اس قدر روپیہ ہو اور پھر اسے چرانے کا ارادہ کرے مگر قلب اسے لعنت کرے اور وہ باز رہے تو وہ گنہگار نہ ہو گا اور اگر پختہ ارادہ کر لے کہ اگر موقع ملا تو ضرور چرائوں گا تو کشتہ گار ہو گا آدم کے قصہ میں بھی خدا تعالیٰ فرماتا ہی **وَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهُ عَزْمًا (طہ: ۱۱۶)** یعنی ہم نے اس کی عزمیت نہیں پائی **عَصَىٰ آدَمُ (طہ: ۱۲۲)** کے معنی ہیں کہ صورت عصیان کی ہے مثلاً آقا ایک غلام کو کہے کہ فلاں رستے جا کر فلاں کام کر آؤ وہ اگر اجتماد کرے اور دوسرے راہ سے جاوے تو عصیان تو ضرور ہے مگر وہ نافرمان نہ ہو گا صرف اجتمادی غلطی ہوگی جس پر مواخذہ نہیں۔

خزگوش حلال ہے

پھر کسی نے خزگوش کے حلال ہونے پر حضرت اقدس سے پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ اصل اشیاء میں حلت ہے حرمت جب تک نص قطعی سے ثابت نہ ہو تب تک نہیں ہوتی۔

حدیث کا مقام

حدیث کے متعلق ہمارا مذہب ہے کہ ادنیٰ سے ادنیٰ بھی ہو تو اس پر عمل کر لیا جائے جب تک وہ مخالف قرآن نہ ہو۔
پھر سنت کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ
امام اعظم علیہ الرحمۃ نے رفع یدین پر کیوں عمل نہ کیا۔ کیا اس وقت حدیث کے راوی نہ تھے راوی تو تھے مگر چونکہ یہ سنت اس وقت ان کو نظر نہ آئی اس لئے انہوں نے عمل نہیں کیا۔
مولویوں کی بد قسمتی ہے کہ یہود و نصاریٰ محرف و مبدل توریت کو لئے پھرتے ہیں اور یہ بجائے قرآن کے حدیثوں کو لئے پھرتے ہیں۔

غیر از جماعت کی نماز جنازہ

نماز جنازہ کا ذکر ہونے پر آپ نے فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک منافع کو کڑی دیا اور اس کے جنازہ کی نماز پڑھی ممکن ہے اس نے غرغرو کے وقت توبہ کر لی ہو مومن کا کام ہے کہ حسن ظن رکھے اسی لئے نماز جنازہ کا جواز رکھا ہے کہ ہر ایک کی پڑھ لی جائے ہاں اگر کوئی سخت معاند ہو یا فساد کا اندیشہ ہو تو پھر نہ پڑھنی چاہئے ہماری جماعت کے سر پر فرضیت نہیں ہے بطور احسان کے ہماری جماعت دوسرے غیر از جماعت کا جنازہ پڑھ سکتی ہے وَصَلِّ عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ: ۱۰۴) اس میں صَلَاة سے مراد جنازہ کی نماز ہے اور سَكَنٌ لَّهُمْ دلالت کرتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا گنگا رکو سیکنت اور ٹھنڈک بخشتی ہے۔

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي سَعْدُ فَاؤَدَّيْ

فَلَمَّا تَوَفَّيْتَنِي (المائدہ: ۸۸) سے دو فائدے ہماری جماعت کو اٹھانے چاہئیں ایک تو یہ کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اس میں کہتے ہیں کہ میری وفات کے بعد میری امت بگڑی ہے جس کی مجھ کو خبر نہیں ہے پس اگر عیسیٰ علیہ السلام ابھی تک فوت نہیں ہوئے تو پھر یہ بھی مان لینا چاہیے کہ ابھی تک عیسائی صراط مستقیم پر ہیں اور بلحاظ دین کے ان میں کوئی فساد نہیں۔ دوسری بات یہ کہ اگر اس آیت کا اطلاق ان پر ان کے دوبارہ آنے کے بعد ہے تو اس صورت میں صبح علیہ السلام (نعوذ باللہ) بہت کذاب ٹھہرتے ہیں کہ باوجود اس کے کہ وہ دوبارہ دنیا میں آکر چالیس سال رہے اور اپنی قوم کی بد اعتقادی کی حالت دیکھ کر انہوں نے اس کی اصلاح کی اور صلیب کو توڑا اور خنزیروں کو قتل کیا اور پھر باوجود کامل علم کے خدا تعالیٰ کے سامنے جھوٹ بولتے ہیں کہ مجھ کو خبر نہیں ہے۔

مباحثہ تہذیبی روٹیاد

صبر کی نماز سے پیشتر حضرت اقدس نے مجلس فرمائی سید سرور شاہ صاحب اور عبد اللہ صاحب کشمیری جو کہ موضع مد میں تبلیغ کے لئے تشریف لے گئے تھے بھیر و عافیت واپس آئے اور حضرت اقدس سے نیاز حاصل کیا اور وہاں کے جلسہ مباحثہ کی تفصیل سنانے لگے حضرت اقدس نے اختصاراً ان تمام باتوں کا اعادہ فرمایا جو کہ آپ نے میری فرمائی تھیں کہ مباحثہ میں ہماری جماعت کو کیا پہلو اختیار کرنا چاہئے اور پھر تمام کیفیت مباحثہ سننے کے لیے شام کا وقت مقرر ہوا۔ نماز مغرب کے بعد حضرت اقدس نے جلوس فرماتے ہی حکم صادر فرمایا کہ مباحثہ موضع مد کی کاروائی

سنائی جائے چنانچہ عبداللہ کشمیری صاحب سنانے لگے سب سے اول حضرت اقدس کو اس پر کمال الموصیٰ ہوا کہ فریقین نے صرف میں میں منٹ اپنے اپنے دعاوی کے متعلق دلائل لکھنے کے لئے قبول کئے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ایسی صورت میں ہرگز مباحثہ قبول نہیں کرنا چاہئے تھا یہ تو ایک قسم کا خون کرنا ہے جب ہم مدعی ہیں تو ہمیں اپنے دعاوی کے دلائل کے واسطے تفصیل کی ضرورت ہے جو کہ وقت چاہتی ہے اور جب دلائل لکھے جاتے ہیں تو توجہ ہوتی ہے اس میں فیضان الہی ہوتا ہے اس کا ہم کیا وقت مقرر کر سکتے ہیں کہ کب تک ہو۔

غرضیکہ حضرت اقدس نے اس بات کو بالکل ناپسند فرمایا کہ وقت میں کیوں تنگی اختیار کی گئی پھر عبداللہ صاحب کشمیری نے وہ تمام تحریریں پڑھ کر سنائیں روئیداد سننے کے بعد حضرت اقدس پھر انہیں امور کا بار بار اعادہ فرماتے رہے جو کہ میر میں مناظرہ اور مباحثہ کے متعلق فرمائے تھے تاکہ سامعین کے ذہن نشین وہ باتیں ہو جائیں۔

۲ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

(دوقت سیر)

مذہب کے حالات مباحثہ پر تبصرہ

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور آتے ہی پھر اس مناظرہ کے متعلق حضور نے گفتگو شروع فرمائی جس کی کارروائی گذشتہ شب درج ہو چکی ہے آپ نے فرمایا کہ

آج کل ان مولویوں کا دستور ہے کہ چالیس، پچاس جمعوت ایک دفعہ ہی بیان کر دیتے ہیں اب ان کا فیصلہ تین چار منٹ میں دو سرا فریق کس طرح کرے پادریوں کا بھی یہی طریق ہے۔ کہ ایک دم اعتراض کرتے چلے جاتے ہیں ایسے وقت میں یہ طریق اختیار کرنا چاہئے کہ ایک اعتراض جن لیویں اور اول اس پر فیصلہ کر کے پھر آگے چلیں اور دو سرا اعتراض لے لیں۔ اول قواعد مقرر کئے جائیں یہ امر بھی دیکھا جائے کہ منہاج نبوت کو (دو سرا فریق) مانا ہے یا نہیں۔ اس نے (مولوی ثناء اللہ) بار بار عبداللہ آفتم کی بیگمائی کا تکرار کیا کہ وہ پوری نہ ہوئی۔ اگر منہاج نبوت کا فیصلہ اولاً کر لیا جاتا تو اس طرح کا دھوکا وہ کب دے سکتا تھا۔

وعیدی پیشگوئی ٹل سکتی ہے

یونسؑ کی پیشگوئی موجود تھی اس میں کوئی شرط بھی نہ تھی اور در مشور میں بھی حدیث ہے کہ یونسؑ نے کہا لَنْ اَنْجِمَ كَذَابًا یعنی میں جھوٹا کھلا کرواپس نہ جاؤں گا۔ دیکھو۔ اس میں کوئی شرط نہ تھی وعید میں خدا تعالیٰ کو حق لازم نہیں آتا کہ ضرور عذاب نازل کرے۔ دیکھا جاتا ہے کہ جب بلا آتی ہے تو صدقہ خیرات کرنے سے ٹل جاتی ہے صرف فرقہ یہ ہوتا ہے کہ ایسی بلا کا قبل از وقت بیان نہیں ہوتا نہ اس کی کوئی پیشگوئی ہوتی ہے اور نہ پیشگوئی میں بلا کا قبل از وقت بیان کر دیا جاتا ہے بہر حال وہ بھی خدا تعالیٰ کے علم میں تو قبل از وقت ہی ہوتی ہے قرآن شریف میں بار بار ذکر ہے کہ ہم نے فلاں قوم کی ہلاکت کا ارادہ کیا مگر جب انہوں نے توبہ کی تو پھر عذاب ہلاکت ٹل گیا تو رت میں بھی ذکر ہے کہ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بار بار عذاب ٹلتا رہا وعید میں تخلف جائز ہے۔ اہل کتاب کا کوئی ایسا فرقہ نہیں جو اسے نہ مانتا ہو۔ ہندو بھی مانتے ہیں کہ صدقہ سے بلا ٹل جاتی ہے جب ٹل گئی تو پیشگوئی بدل گئی قرآن مجید میں بھی ہے يُصِيبُكُمْ بَعْضُ الَّذِي يَعِدُّكُمْ (المومن : ۲۹) یعنی عذابی پیشگوئیوں کا بعض حصہ تو پورا ہو گا اور بعض بوجہ توبہ استغفار ٹل جائے گا

نبی سے اجتهاد ہی غلطی ہو سکتی ہے

منہاج نبوت کو دیکھا جائے تو صریح نظر آتا ہے کہ انبیاء سے اجتهادوں میں غلطیاں ہوتی ہیں جیسے عیسیٰ علیہ السلام نے کہا کہ تم ابھی نہیں مو گے کہ میں واپس آ جاؤں گا توبہ ان کا اجتهاد تھا مگر خدا تعالیٰ کے نزدیک ان کے آنے سے یہ مراد نہ تھی بلکہ دوسرے کا آنا مراد تھا اور ممکن ہے کہ الیاس کا بھی یہ خیال ہو کہ میں ہی واپس آؤں گا اسی طرح پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے حدیبیہ کا سفر کیا تو حضرت عمرؓ کو ابتلا آیا خود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اجتهاد اس طرف دلالت کرتا تھا کہ ہم فتح کر لیں گے مگر وہ اجتهاد صحیح نہ نکلا اسی طرح ایک دفعہ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے سبھا تھا کہ ہجرت یمامہ کی طرف ہوگی مگر یہ بات درست نہ نکلی کیونکہ یہ آپؐ کا اپنا اجتهاد تھا کیونکہ خدا تعالیٰ پر لازم نہ تھا کہ ہر ایک ہر ایک امر آپؐ کو بتلا دے پس بحث مباحثہ میں اول مخالف سے منہاج نبوت کو قبول کروا کر اس پر دستخط کروالینے چاہئیں۔ پھر آختم والی پیشگوئی کی تفصیل بیان کرتے ہوئے فرمایا کہ

وہاں تو یہ لکھا ہوا ہے کہ بشرطیکہ حق کی طرف رجوع نہ کرے یہ تو نہیں لکھا کہ بشرطیکہ مسلمان ہو جاوے اس سے پہلے وہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کو دجال لکھ چکا تھا اور یہی وجہ مباحثہ کی تھی پھر جب میں نے مدہنگوئی سنائی تو اس نے اسی وقت کانوں پر ہاتھ دھرے اور کہا کہ توبہ توبہ میں تو دجال نہیں کتا۔

عذابوں کے نزول کی وجہ

یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ صرف عیسائی ہونا یا بت پرست ہونا اس امر کا موجب نہیں ہوتا کہ دنیا میں عذاب آوے ایسے عذابوں کے لئے تو قیامت کا دن مقرر ہے عذاب ہمیشہ شوخیوں پر آتا ہے اگر ابو جہل وغیرہ شرارتیں نہ کرتے تو عذاب نازل نہ ہوتا۔ نرا باطل مذہب پر پابند ہونے پر نہ کوئی عذاب آتا ہے نہ کوئی مدہنگوئی۔ ہمیشہ زیادہ شوخیوں پر مدہنگوئیاں ہوتی ہیں یہود کو مَعْضُوبِ عَلَيْهِمْ اسی لئے کہا کہ انہوں نے شوخیاں کیں گستاخیاں کیں اور ان پر غضب وارد ہوئے لیکن مَعْضُوبِ عَلَيْهِمْ نہ کہا حالانکہ آخرت میں تو عذاب یہود کو بھی ہوتا ہے اور نصاریٰ کو بھی۔ مگر چونکہ انہوں نے شوخی نہ کی۔ اس لئے دنیا میں ان پر غضب نازل نہیں ہوا انسان کیسے ہی بت پرست یا انسان پرست کیوں نہ ہو مگر جب تک شرارت نہ کرے عذاب نہیں آتا اگر ان باتوں پر بھی عذاب دنیا ہی میں آجائے تو پھر قیامت کو کیا ہو گا یہودیوں پر عذاب اسی لئے آئے کہ انہوں نے پیغمبروں کو دکھ دیئے ان کے قتل کے منصوبے کئے ان کی گستاخیاں کیں۔ کافروں کے لئے اصل زنداں تو قیامت ہی ہے اس پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر دنیا میں کیوں عذاب آتا ہے تو جواب یہی ہے کہ شوخیوں کی وجہ سے آتا ہے۔

فرمایا۔

عوام الناس سے ہمیشہ موٹی موٹی باتیں کرنی چاہئیں خدا تعالیٰ نے جو معجزات نبوت کی جزو رکھے ہیں۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ عوام فائدہ اٹھائیں کیونکہ خواص کے لئے معجزات کی ضرورت نہیں ہوتی ان کے لئے تو حقائق اور معارف ہی کافی ہیں عوام کو چونکہ یہ معرفت نہیں ہوتی اس لئے ان کے خوش کرنے کو معجزات رکھے گئے ہیں۔

مرکزی اخبارات کو محتاط رہنے کی ہدایت

نماز عصر کے بعد حضرت اقدس نے الحکم اور البدور کے ایڈیٹروں کو بلا کر تاکید فرمائی کہ وہ

مضامین قلمبند کرنے میں ہمیشہ محتاط رہا کریں ایسا نہ ہو کہ غلطی سے کوئی بات غلط پیرایہ میں درج ہو جاوے یا کسی الامام کے الفاظ غلط شائع ہوں تو اس سے معترض لوگ دلیل پکڑیں اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ایسے مضامین مولوی محمد علی صاحب ایم اے کو دکھالیا کریں اس میں آپ کو بھی فائدہ ہے اور تمام لوگ بھی غلطیوں سے بچتے ہیں۔

مباحثہ

نماز مغرب کے بعد حسب دستور جلوس فرما کر مباحثہ موضع مد کے حسن و قبح پر تذکرہ فرمایا یہ مولوی لوگ عوام کو بھڑکانے کے واسطے عجیب عجیب جیلے گھڑتے ہیں اور حق رسی سے ان کو کوئی کام نہیں ہوتا۔
فرمایا کہ ولد الرنا میں حیا کا مادہ نہیں ہوتا اسی لئے خدا تعالیٰ نے نکاح کی بہت تاکید فرمائی ہے۔

۲ نومبر ۱۹۰۲ء
صبح کی سیر

عربی نویسی میں مقابلہ

اس امر کا تذکرہ تھا کہ بعض نادان ملاں جب ہر طرح مقابلہ سے عاجز آجاتے ہیں اور ان پر اتمام حجت کے لئے کہا جاتا ہے کہ فصیح بلغ عربی نویسی میں مقابلہ کر لو تو یہ کہہ کر پچھا چھوڑاتے ہیں کہ ان کتابوں میں غلطیاں ہیں حضور نے فرمایا کہ غلطیاں نکالنے کا جو دعویٰ کرتے ہیں اس میں تو یہ امر بجائے خود مستحج طلب ہے کہ جو غلطی انہوں نے نکالی ہے خود ان کی اپنی ہی غلطی تو نہیں مولوی محمد حسین صاحب نے جب عیجبتِ یاکمینی پر اعتراض کیا تھا کہ صلہ لام نہیں بلکہ ین آتا ہے تو اسے کیا شرمندہ ہوتا پڑا بالمقابل لکھ کر تو بتائیں۔ دعوت تو بالمقابل لکھنے کی ہے نہ غلطیاں نکالنے کی اور پھر ایسی حالت میں یہ ہمانہ کب چل سکتا ہے جب نکالی ہوئی غلطیوں میں خود ان کی ہی غلطیاں ہوں۔

لہ المرد جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۰-۲۱ مورخ ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء

لہ المرد جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۰-۲۱ مورخ ۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء

۳۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز روز و شنبہ

(بوقت سیر)

مباحثات کا طریق

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے اور سیر کے دوران اس بات کا تذکرہ فرمایا کہ

مباحثات میں ہمیشہ یہ امر مد نظر رکھنا چاہئے کہ فریق مخالف اپنی ردِ باہ بازی سے سامعین کو دھوکا نہ دے اکثر ایسا ہوتا ہے کہ سامعین کے باطل عقائد کے موافق یہ لوگ ہماری طرف سے ایسی باتیں ان کو سناتے ہیں کہ جن سے وہ لوگ معاً بھڑک جاویں اور براہِ نگہمت ہو جاویں ایسی صورت میں پھر خواہ ان کے آگے کچھ ہی کو وہ لوگ ایک نہیں سنتے جیسے مولوی صاحب نے کل اپنا ذکر سنایا تھا۔

پھر طریق بحث کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

بلاغت کا کمال یہ بھی ہے کہ ایک بات دوسرے کے دل تک پہنچائی جائے ورنہ اگر کوئی کلام اس قابل ہو کہ آب زر سے لکھا جائے مگر حکم اسے سمجھ نہیں سکتا تو پھر وہ فصیح نہیں کہلائے گا اس لئے کلام کرنے والے کو یہ تمام پہلو مد نظر رکھنے چاہئیں۔

مکذّبوں کے ذریعہ ہی حقائق و معارف کھلتے ہیں

فرمایا :-

کافروں کے لئے درمیانی خوشی ہوتی ہے اور انجام کی خوشی متقیوں کے لئے ہوتی ہے خدا تعالیٰ اگر چاہے تو ایک دم میں سب کا خاتمہ کر سکتا ہے مگر وہ روتق چاہتا ہے جب تک مکذّب نہ ہوں تو پھر مصدق کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے مکذّبوں کے ذریعہ ہی حقائق و معارف کھلتے ہیں اور خدا تعالیٰ کی محبت اور نصرت کا پتہ ملتا ہے اگر ایک شخص کے دل میں ماں کی محبت ہے تو اس کا کسی کو علم نہ ہو گا مگر جب کوئی اسے ماں کی گالی دے تو جھٹ اسے غصہ آجائے گا اور معلوم ہو جائے گا کہ ماں کی محبت اس کے دل میں ہے۔

ایک علمی معجزہ

فرمایا :-

ان ہمارے مخالفوں کو غلطیاں نکالنے کا کوئی حق نہیں پہنچتا جب تک وہ اپنا منصب عربی دانی کا

ثابت نہ کریں تب تک ان کو غلطی نکالنے کا حق نہیں ہے اعتراض کرنے کے لئے ضروری ہے کہ اول زبان پر پورا احاطہ ہو اگر ان لوگوں کو عربی زبان کا علم ہے تو ہم جو دس سال سے رسالے لکھ لکھ کر مقابلہ پر بلا رہے ہیں انہوں نے آج تک دس سطریں ہی دکھائی ہوتیں۔ ورنہ جمالت سے تکذیب کرنے سے کیا بنتا ہے یہ خدا تعالیٰ کی قدرت ہے کہ یہ لوگ بالمقابل لکھ نہیں سکتے ورنہ املا کرانا کیا مشکل امر ہے مگر ہمارے مقابلہ میں خدا تعالیٰ نے ان کی زبانوں کو بند کر دیا ہے۔
فرمایا :-

دل میں بات بٹھانے کے واسطے بھی ایک ڈھب ہوتا ہے کیونکہ اب تلوار کی لڑائی تو ہے نہیں۔ زبانوں کی ہے اس لئے زبان کی تلوار جب مارے تو اوچھی نہ مارے۔ ایسی خوب مارے کہ دو ٹکڑے ہو جائیں میں نے بارہا ارادہ کیا ہے کہ یہ لوگ میرے زانوہ زانو بیٹھ کر عربی لکھیں مگر دل فتویٰ دیتا ہے کہ یہ لوگ کبھی مقابلہ پر نہیں آئیں گے کیونکہ ان کے دلوں پر رعب پڑ گیا ہے تو اب جبکہ شکار ہمارے نزدیک نہیں آتا تو ہمیں چاہئے کہ دور سے بذریعہ ہندوق کے نشانہ بنائیں۔

مباحثہ تہذیبی ہماری فتح ہوئی

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے اور تھوڑی دیر مجلس فرمائی۔ تہذیب کے مباحثہ کا ذکر ہوتا رہا فرمایا کہ :-

در حقیقت تو ہم نے فتح پالی ہے صرف اتنی بات ہے کہ وہ دیہات کے لوگ تھے ان کو ان باریک باتوں کی سمجھ نہیں آئی مجھے خوشبو آتی ہے کہ آخر کار فتح ہماری ہے دسمبر کے آخر تک جو نشان ظاہر ہونے والے ہیں شاید یہ بھی ان میں سے ایک عظیم الشان نشان ہو جائے یہ اللہ تعالیٰ کی عادت ہے جیسا کہ فرمایا *وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ* (قصص : ۸۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی تیرہ برس تک کمزوریاں ہی پہنچتی رہے۔

عصر کی نماز کے لئے حضور تشریف لائے تو اس وقت بھی مباحثہ کے متعلق ہی ذکر فرماتے رہے حضور نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ کے برگزیدوں کی یہ عجیب حالت ہوتی ہے کہ جب ایک بات کی طرف توجہ ہو جائے تو پھر رات دن اسی کی طرف توجہ رہتی ہے گویا کہ بالکل اس میں مستغرق ہیں اور دنیا مافیہا کی خبر نہیں۔

سہانہ تکلیف نہ کیا کریں

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول جلوس فرما ہوئے تو میر صاحب نے عبدالصمد صاحب آمدہ از کشمیر کو آگے بلا کر حضور کے قدموں کے نزدیک جگہ دی اور حضرت اقدس سے عرض کی کہ ان کو یہاں ایک تکلیف ہے کہ یہ چاولوں کے عادی ہیں۔ اور یہاں روٹی ملتی ہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **وَمَا أَنَا بِمِنَ الْمُتَكَلِّفِينَ** (ص : ۸۷) ہمارے سہانوں میں سے جو تکلیف کرتا ہے اسے تکلیف ہوتی ہے اس لئے جو ضرورت ہو کہہ دیا کرو۔ پھر آپ نے حکم دیا کہ ان کے لئے چاول بچوا دیا کرو۔

مباحثہ مذکور کا ذکر

پھر حضرت اقدس مباحثہ مذکور فرماتے رہے حضور نے فرمایا کہ اس دن ہم نے مناسب سمجھا تھا کہ یہ مباحثہ کی کاروائی الحکم وغیرہ میں نہ چھے مگر خدا کو یہ منظور نہ تھا۔

سرسید کا یورپ کی طرف میلان

سید احمد صاحب کے یورپ کی طرف میلان پر فرمایا کہ انسان جس شے کی طرف پوری رغبت کرتا ہے تو پھر اسی کی طرف اس کا میلان طبعی ہو جاتا ہے اور آخر کار وہ مجبور ہوتا ہے۔

ڈوٹی کا ذکر

پھر ڈوٹی کا اخبار مفتی محمد صادق صاحب سناتے رہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ اس لئے سنتے ہیں کہ کہیں غیرت آجاتی ہے اور بعض اوقات کوئی عجیب تحریک ہو جاتی ہے۔

ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے

اس کے بعد ذکر چل پڑا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ اپنے خاص فضل سے حضرت اقدس کو تمام

مقابلہ کی تحریروں میں مدد دیتا رہا ہے کہ اکثر اوقات حضرت اقدس بیمار تھے اور میرا مقابلہ نزدیک آگئی تو پھر اسی حالت میں بڑی سختیوں سے راتوں کو بیٹھ بیٹھ کر کتابیں لکھیں حضور نے فرمایا کہ میں تو ایک حرف بھی نہیں لکھ سکتا اگر خدا تعالیٰ کی طاقت میرے ساتھ نہ ہو۔ بارہا لکھتے لکھتے دیکھا ہے ایک خدا کی روح ہے جو تیر رہی ہے قلم تھک جایا کرتی ہے مگر اندر جوش نہیں ٹھکتا طبیعت محسوس کیا کرتی ہے کہ ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے۔

ڈوٹی کا ذکر

پھر ڈوٹی کی کسی بات پر فرمایا کہ اس کے وجود سے شیطان کا وجود ثابت ہوتا ہے وہ بھی انسان کو اسی طرح فریفتہ کرتا ہے۔

۳ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

(بوقت سیر)

علاقہ جہلم سے دو شخص بہت ضعیف العمر حضرت اقدس کی زیارت کے لئے تشریف لائے ہوئے تھے بوجہ ضعیف العمری کے وہ چل نہیں سکتے تھے حضرت اقدس ان کی خاطر ٹھہر گئے اور ان کے حالات دریافت فرماتے رہے۔

آیت مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا كِتَابِ

پھر حضور مشرق کی طرف سیر کو چلے سید سرور شاہ صاحب نے حضرت اقدس سے سوال کیا کہ قرآن شریف سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن ہر ایک رسول اپنی امت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کرے گا جیسے قرآن شریف میں ہے **يَوْمَ يَجْتَمِعُ اللَّهُ الرَّسُلَ فَيَقُولُ مَاذَا أُجِبْتُمْ قَالُوا لَا عِلْمَ لَنَا** (المائدہ : ۱۰) تو پھر اس آیت کے مفہوم کے مطابق اگر صحیح بھی اپنی امت کے حالات سے لاعلمی ظاہر کریں اگرچہ وہ آخر زمانہ میں پھر آکر چالیس برس ان لوگوں میں گزار بھی جائیں تو آیت **فَلَمَّا كَوَّنَ بَيْنِي** کے لحاظ سے وہ اللہ تعالیٰ کے ربوہ کا زب کیسے ٹھہر سکتے ہیں؟ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ لاعلمی انبیاء کی ان کی اس امت کے بارے میں ہوتی ہے جو ان کی وفات کے بعد ہوتی

ہے مسیح بھی کتا ہے کُنْتُ عَلَيْهِمْ شَيْئًا مَّا دُمْتُ فِيهِمْ (المائدہ : ۷۸) تو پھر اگر ان کو علم نہیں تو وہ شہید کس طرح ہوئے اور کس بات کے ہوئے اسی طرح رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم ہمارے حالات سے تو لا علی ظاہر کر سکتے ہیں مگر صحابہ کرام کی نسبت نہیں کر سکتے کیونکہ آپ کو ان کے حالات معلوم تھے اور آپ ان میں رہتے تھے اس قسم کی لا علی سے وہی لا علی مراد ہے یعنی اس امت کا ذکر جو کہ نبی کے بعد آیا کرتی ہے یا بہت آخری وقت پر آتی ہے کہ اسے نبی کی محبت سے کچھ حصہ نہیں ملتا۔

ایک تعبیر

پھر ایک صاحب نے خواب سنایا کہ میں نے رات کو ہاتھی خواب میں دیکھا اور یہ کہ حضرت اقدس اس کے سر کو تیل لگا رہے ہیں حضرت اقدس نے تعبیر بیان فرمائی کہ رات کے وقت ہاتھی دیکھنا عمدہ ہوتا ہے اور تیل لگانا بھی زنت ہے یہ بھی اچھا ہے۔

مرکز سے عربی رسالہ جاری کرنے کی خواہش

حضرت اقدس کے گذشتہ ایما پر عبد اللہ عرب صاحب نے کشتی نوح کے چند ورق کا جو ترجمہ عربی زبان میں کیا تھا وہ حضرت اقدس کو سناتے رہے حضرت اقدس نے فرمایا اگر یہ مشق کر لیں کہ اردو سے عربی اور عربی سے اردو ترجمہ کر لیا کریں تو ہم ایک عربی پرچہ یہاں سے جاری کر دیں۔

شرم

پھر شرم کے ذکر پر فرمایا کہ ایک شرم انسان کو دونوں میں لے جاتی ہے اور ایک شرم جنت میں لے جاتی ہے جو شخص شرم کی وجہ سے اپنے علم سے فائدہ نہیں اٹھاتا اس کے لئے شرم دونوں ہے۔

مولویوں کی حالت

پھر آجکل کے معترض مولویوں کی حالت پر فرمایا کہ ان لوگوں نے بالکل پادریوں کا ڈھنگ اختیار کیا ہوا ہے جیسے وہ جلتے ہیں تو سب کچھ

چھوڑ چھاڑ کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر سب و شتم شروع کر دیتے ہیں اسی طرح یہ لوگ ہمارے معاملہ میں کرتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ بھی تماشہ دیکھ رہا ہے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کفار کیا کچھ نہ کرتے تھے اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو اسی وقت کفار کو تباہ کر دیتا مگر اس نے ایسا نہ کیا کچھ عرصہ ان کی ناز برداری کرتا رہا۔

ایک پیشگوئی کا پورا ہونا

پھر سید سرور شاہ صاحب سے حضرت اقدس کچھ گفتگو ان کے سفر امرتسر کے متعلق کرتے رہے ایک مقام پر فرمایا کہ ہم نے مالی انعامات دے دے کر ان لوگوں کو اپنے مقابلہ پر بلایا مگر یہ لوگ نہ آئے مگر ہم دینے سے تھکے نہیں ابھی اور دیں گے اور اگر وہ اسے قبول نہ کریں گے تو گویا اپنے ہاتھوں سے ایک اور پیشگوئی ہمارے حق میں پوری کر دیں گے وہ یہ کہ حدیث شریف میں ہے کہ مسیح موعود مال دے گا اور لوگ نہ لیں گے تو اگر انکار کرتے ہیں تو اپنے ہاتھ سے اس پیشگوئی کو پورا کرتے ہیں۔

مذہبی گفتگو کا طریق

فرمایا :-

گفتگو میں ایسے مقامات پر ہونی چاہئیں جہاں رؤساء بھی جلسہ میں ہوں اور تہذیب اور نرم زبانی سے ہر ایک بات کریں کیونکہ دشمن جب جانتا ہے کہ محاصرہ میں آگیا تو وہ گالی اور درشت زبانی سے پیچھا چھڑانا چاہتا ہے طالب حق بن کر ہر ایک کو بات کرنی چاہئے اور یہ امر سچ ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے كَتَبَ اللَّهُ لَأَخِيذْبَنَ آتَا وَرُسُلِيْنَ (الجمادہ : ۲۲) اگر ہم حق پر نہیں ہیں تو ہم غالب نہ ہوں گے ہم نے ان کو کئی بار لکھا ہے کہ سب متفق ہو جائیں کوئی عیب نہیں ہے۔ ہماری طرف سے ان کو اجازت ہے ان تمام مولویوں میں سے بہت ایسے ہیں کہ عربی لکھتے ہیں بلکہ اشعار بھی کہتے ہیں مگر ہمارے مقابل پر خدا تعالیٰ ان کی زبان بند کر دیتا ہے اور ان کو ایسا امر پیش آتا ہے کہ چپ رہ جاتے ہیں۔

مغرب کی نماز کے بعد حضرت اقدس حسب دستور شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے سید عبد اللہ عرب صاحب نے ایک رسالہ ایک شیعہ علی حائری کے رد میں عربی زبان میں لکھا تھا جس کا نام سبیل

الرشاد رکھا تھا حضرت اقدس کو سناتے رہے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ ساتھ ساتھ اردو ترجمہ بھی کرتے جاؤ تاکہ تم کو مشق ہو مگر عرب صاحب کو جرات نہ ہوئی کہ اتنی مجلس میں ترجمہ نوٹے پھوٹے اردو میں سنا دیں اس رسالہ میں ایک مقام پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مسیح کے بارہ میں یہود کا موقف

مجھے اس جگہ ان کے الفاظ سے یہ تحریک ہوئی ہے کہ یہود لوگ حضرت مسیح علیہ السلام کو وہ وجہ سے ملعون ٹھہراتے تھے ایک ان کو ولد الزنا کہہ کر۔ دوسرا مصلوب کرنے کے لحاظ سے۔ جب خدا تعالیٰ نے ان کے ولد الزنا ہونے کا ذب کیا ہے تو چاہئے تھا کہ ان کے مصلوب ہونے کا بھی ذب کرتا۔ جسم کے ساتھ آسمان پر جانا تو ایک الگ تھلگ امر ہے اول ذب دلالت کرتا ہے کہ دوسرا بھی ذب ہو۔

اولاد الشیطان

پھر یہ بات بیان ہوئی کہ اہل شیعہ کا یہ اعتقاد ہے کہ ولد الزنا کی توبہ ہرگز قبول نہیں ہوتی اگرچہ وہ حسینؑ اور بارہ اماموں کی بھی محبت رکھتا ہو۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

توریت میں بھی ایسے ہی لکھا ہے اور اسی لئے وہ مسیح کو ملعون کہتے تھے اس بات کی اصل قرآن شریف میں بھی ہے کہ خدا تعالیٰ نے اس میں تخصیص کی ہے ایک اولاد الرحمان اور ایک اولاد الشیطان۔ کیونکہ جب شیطان نطفہ میں شریک ہو گیا تو پھر اس کے قویٰ میں یہ بات بطور جزو کے آگئی۔

ایک مقام پر ہے **بَعْدَ ذَلِكَ زَيْنِبُ (الہم : ۴۳)** یعنی یہ ولد الزنا ہے اور تجربہ بتاتا ہے کہ ولد الزنا شرارت سے باز نہیں آیا کرتے۔

وَمَا قَتَلُوهُ

پھر اس رسالہ میں **مَا قَتَلُوهُ (النساء : ۱۵۸)** کے لفظ پر حضرت اقدس کو یہ تحریک ہوئی کہ **مَا قَتَلُوهُ** پر سوال ہوتا ہے کہ یہود کیوں قتل کرتے تھے ان کی کیا غرض تھی جس کے جواب میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا **بَنَ رَقْمَةَ اللّٰهِ اِلَيْهِ (النساء : ۱۵۹)** یعنی قتلنا سے ان کی مراد کتنا تھی۔

ایک لطیف نکتہ

اہل عرب میں چونکہ ایک ہزار سے آگے شمار نہیں ہے حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کا میلان دنیا کی طرف نہ تھا ورنہ دوسری دنیا دار قوموں کی طرح لاکھوں کروڑوں تک گنتی وہ بھی رکھتے۔
وہ رسالہ سن کر حضرت اقدس نے تعریف کی کہ عمدہ لکھا ہے اور معقول جواب دیئے ہیں۔

۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

(بوقت سیر)

خاتمہ بالخیر چاہیے

حضرت اقدس حسب معمول سیر کے لئے تشریف لائے۔ آتے ہی قاضی میر حسین صاحب مدرس علی مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان کے والد ماجد مسی غلام شاہ صاحب تاجر اسپاں سے ملاقات ہوئی انہوں نے حضرت اقدس کے دست مبارک کو بوسہ دیا اور نذر پیش کی حضرت اقدس ان کے حالات دریافت فرماتے رہے معلوم ہوا کہ آپ کی اسی سال سے زیادہ عمر ہے انہوں نے درخواست کی میرے خاتمہ بالخیر کی دعا فرمائی جاوے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بس یہی بڑی بات ہے کہ خاتمہ بالخیر ہو کسی نے نوح علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ آپ تو قریب ایک ہزار سال کے دنیا میں رہے آئے ہیں بتلائیے کیا کچھ دیکھا نوح نے جواب دیا کہ یہ حال معلوم ہوا ہے کہ جیسے ایک دروازے سے آئے اور دوسرے سے چلے گئے تو عمر کا کیا ہے لہی ہوئی تو کیا تھوڑی ہوئی تو کیا خاتمہ بالخیر چاہئے۔

پھر ایک بڑے درخت کی طرف اشارہ کر کے فرمایا کہ ہم سے تو یہ درخت ہی اچھا ہے ہم چھوٹے ہوتے تھے تو اس کے تلے ہم کھلیا کرتے تھے یہ اسی طرح ہے اور ہم بڑھے ہو گئے ہیں یہ سال بہ سال پھل بھی دیتا ہے۔

مباحثہ مذکور کسی فتح کی بنیاد نظر آتا ہے

محمد یوسف صاحب اپیل نویس نے عرض کیا کہ حضور موضوع مد کے مباحثہ میں ایک اعتراض یہ بھی کیا گیا تھا کہ مرزا صاحب تمہاری آنکھیں کیوں نہیں اچھی کر دیتے حضرت اقدس نے فرمایا :-

جواب دینا تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک اندھا تھا جیسے قرآن مجید میں لکھا ہے عَبَسَ وَتَوَلَّى۔ اَنْ جَاءَهُ الْاَعْمَى۔ (مبس : ۲-۳) وہ کیوں نہ اچھا ہوا حالانکہ آپ تو افضل الرسل تھے اور بھی اندھے تھے ایک دفعہ سب نے کہا کہ یا حضرت ہمیں جماعت میں شامل ہونے کی ہمت تکلیف ہوتی ہے آپ نے حکم دیا کہ جہاں تک اذان کی آواز پہنچتی ہے وہاں تک کے لوگوں کو ضرور آنا چاہئے۔
فرمایا۔

شرر آدمیوں کا کام ہے کہ آنکھ، کان، ٹانگہ وغیرہ کاٹ کر پھر کلام کو ایک مسخ شدہ صورت میں پیش کرتے ہیں یہ مباحثہ بھی ہمارے لئے ایک فتح حدیبیہ کی صلح کی طرح کسی فتح کی بنیاد ہی نظر آتا ہے۔

جماعت کا اخلاص

پھر فرمایا کہ

ہماری جماعت جان و مال سے قربان ہے اگر ہمیں ایک لاکھ کی ضرورت ہو تو وہ مہیا کر سکتے ہیں اول بار عوام الناس نے علمی باتوں کو نہ سمجھا اس لئے اب اللہ تعالیٰ نشانوں سے سمجھاتا ہے۔

مولویوں کی حالت

زانہ کے مولویوں کی حالت پر فرمایا کہ :

ایسے مولویوں کے ہوتے ہوئے دین کے استیصال کے پادریوں کی بھی ضرورت نہیں ہے۔

نبی سے اجتناب میں غلطی ہو سکتی ہے

پھر اعتراضوں پر فرمایا

کیا وجہ ہے کہ یہ لوگ ہم پر وہ ٹیکس لگاتے ہیں جو اول انبیاء کو معاف کرتے ہیں ان سے بھی

اجتہادی غلطیاں ہوتی رہیں۔ ہاں وہی میں غلطی نہیں ہوتی پھر اگر اجتہاد کو بھی غلطی سے مبرا خیال کرتے ہیں تو وہ اجتہاد کیوں نام رکھتے ہیں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ صحابہؓ کو کھجوروں کے درختوں کے متعلق کچھ ہدایات دیں پھر جب نتیجہ وہ نہ نکلا تو آپؐ نے فرمایا کہ **أَنْتُمْ أَعْلَمُ بِأُمُورِ دُنْيَاكُمْ** تو کیا اس سے آپ کی نبوت میں کوئی فرق آیا ہے؟ اول ان سے پوچھا جائے کہ وہ کہاں تک اجتہاد میں معصومیت روا رکھتے ہیں۔

عربی کا ترجمہ آسان کام نہیں

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو عربی زبان کی فصاحت و بلاغت کا ذکر ہوتا رہا ماحصل یہ تھا کہ عربی زبان کا ترجمہ کرنا بھی کوئی آسان کام نہیں ہے بعض وقت ایک لفظ کے معنی ایک ایک سطر میں جا کر پورے ہوتے ہیں اور اس کا ترجمہ کرنا بھی ایک معجزہ ہوتا ہے۔

طاعون کا ٹیکہ

عصر کے وقت حضرت اقدس نے تشریف لا کر خبر سنائی کہ گوجرانوالہ سے ایک کارڈ آیا ہے جس میں خبر ہے کہ ٹیکہ کا عمل گورنمنٹ نے بند کر دیا ہے اس خبر کی تصدیق یہاں بھی ہوئی ہے لالہ شریعت میرے پاس آئے تھے انہوں نے کہا کہ گورداسپور میں بھی ٹیکہ کے جلسے بند ہو گئے ہیں اور دوائی ٹیکہ تمام واپس منگوائی گئی ہے۔

دیہات کیلئے منظوم پنجابی لٹریچر کی ضرورت

بعد نماز مغرب مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے ایک پنجابی نظم سنانے کی درخواست کی جس میں انہوں نے الفاظ بیعت اور شرائط بیعت کو منظوم کیا ہوا تھا جب وہ سنا چکے تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ پنجابی نظموں کا ایک مجموعہ تیار کر کے چھاپا جاوے اور یہ گاؤں بہ گاؤں لوگوں کو سناتے پھریں تاکہ خلق خدا کو ہدایت ہو تو یہ بہت مفید ہو۔

کتاب "کشتی نوح" اور اخبارات

پھر کشتی نوح پر اخباروں کے رکارڈ کی نسبت فرمایا کہ

اول اخباروں نے کیسی مخالفت کی کہ گویا ہم نے گورنمنٹ کی راہ میں پتھر ڈال دیئے ہیں۔ لیکن سول ملٹری گزٹ کی تعریف کی کہ اس نے کوئی چنداں مخالفت ہماری اس امر میں نہیں کی اور نہ بے ادبی کا طریق اختیار کیا۔ معلوم ہوتا ہے یہ لوگ گورنمنٹ کے بڑے مزاج دان ہوتے ہیں گورنمنٹ کے لئے رعایا مثل بچوں کے ہے ایک ماں کی طرح حد انسانیت تک خبر گیری ضروری ہے اگر یہ بات ثابت ہو گئی کہ نیک سے کوئی مفید تجربہ حاصل نہیں ہوا تو پھر طاعون کا کوئی علاج نہیں آخر نظر آسمان کی طرف ہونی چاہئے خدا نے قوموں کو سزا دینے کے لئے اسے رکھا ہے تو ریت میں بھی اس کا ذکر ہے قرآن مجید میں بھی ہے بلکہ قرآن مجید میں تو چوہوں کا بھی ذکر ہے خدا کی عجیب قدرتوں کے دن ہیں جو قسمت والے ہوں گے وہ خدا پر ایمان لاویں گے۔

صحابہ کا زہد

پھر عبد اللہ عرب صاحب اپنی تصنیف روشیہ میں سناتے رہے ایک مقام پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ صحابہ کرام کو جو برابر بھی دنیا کی خواہش نہ تھی ان کا مدعا یہ تھا کہ خوں بہا کر بھی رسول اللہ کے پیرو بن جاویں۔

پھر ایک مقام پر فرمایا کہ سر اشہد تین (کتاب) میں میں نے ایک دفعہ پڑھا کہ جب مسلم (امام حسین) دروازہ کے اندر داخل ہوئے تو انہوں نے یہ آیت پڑھی رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَأَنْتَ خَيْرُ الْفَاتِحِينَ (الاعراف: ۹۰) اور اسی وقت ان کا سر کاٹا گیا یہ بات مجھ کو بڑی بے محل معلوم ہوئی۔

پھر عبد اللہ عرب صاحب اپنے تفسیر کے حالات سناتے رہے پھر انہوں نے خدا تعالیٰ کا شکر ادا کیا جس نے اس گند سے ان کو نجات دی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ:

خدا تعالیٰ کا بڑا فضل ہے جب تک انسان کی آنکھ نہ کھلے انسان کیا کر سکتا ہے۔

۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پینشنبہ

بعد نماز مغرب حضرت اقدس علیہ السلام شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے فرمایا :-
آج میں نے کام میں بہت توجہ کی۔ سر میں درد تھا ریش بھی ہے اور گلا بھی پکا ہوا ہے جیسے کسی
نے پیرا ہوا ہو۔ اور مریض بھی بہت آئے اگرچہ حکیم نور الدین صاحب کو علاج کے لئے مقرر کیا
ہوا ہے مگر بعض اپنے اعتقاد کے خیال سے مجھ سے ہی علاج کراتے ہیں۔

دنیا کی بے ثباتی

پھر دنیا کی بے ثباتی پر فرمایا کہ
چند روزہ زندگی ہے۔ اس کا نظارہ کیا ہے۔ کون ہے جو اپنے خویش و اقارب کی موت کا نظارہ
نہیں دیکھتا۔

اللہ تعالیٰ نے دنیا کو بے ثبات کر رکھا ہے جو آیا ہے اس کے اوپر جانا سوار ہے ہزار دو ہزار
برس کی عمر ہوتی تب بھی کیا ہوتا۔ مگر انسان کی عمر تو چیل اور گدھ جتنی بھی نہیں ہے اگر یہ مضمون
دل کے اندر چلا جائے تو اس کا اثر ہوتا ہے جیسا کہ ابراہیم ادھم اور شاہ شجاع وغیرو پر ایسا اثر پڑا
کہ اپنے اپنے تختوں سے نیچے اتر پڑے۔

۷ نومبر ۱۹۰۲ء

بٹالہ کا سفر

بعد نماز فجر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام بٹالہ جانے کے لئے تیار ہوئے ہر ایک شخص
حضور کے ہمراہ جانے کے لئے بے قرار تھا۔ حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ:
چونکہ آج ہی واپس آ جانا ہے اس لئے کوئی ضروری نہیں کہ سب لوگ ساتھ جاویں۔

آپ نے ایک اور طالب علم کو جو پایادہ ہمراہ تھا فرمایا :-
تم کو تو یونسی تکلیف ہوئی تھوڑی دیر شاید ٹھہرنا ہو گا سفر کی کوفت میں تم خواہ مخواہ ہمارے
شریک ہو گئے۔

ایک نو مسلم کو نصیحت

مثال کے سفر کے دوران حضرت اقدس شیخ عبدالرحمان صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ ان کے حق میں دعا کیا کہ ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہئے اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجہ کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک تمیز فحش ہوتا ہے شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا ان کی ہر طرح سے پوری فرماں برداری کرنی چاہئے دل و جان سے ان کی خدمت بجلاؤ۔

مثال کے سفر کے دوران

زندگی کا بھروسہ نہیں

راستہ میں مولوی قطب الدین صاحب سے ملاقات ہوئی۔ جو کہ شاہ پور کی طرف ایک مریض کے علاج کے لئے گئے تھے مگر وہ مریض ان کے پہنچنے پر فوت ہو گیا یہ سن کر حضرت اقدس نے فرمایا انسان کا کیا ہے زندگی کا بھروسہ نہیں جہاں تک ہو سکے آنے والے سفر کی تیاریوں میں مصروف ہونا چاہئے ساری بیماریوں کا علاج ہے مگر یہ موت ایسی بیماری ہے کہ جس کا کوئی علاج نہیں ہے۔

مثال پہنچ کر اس باغ میں جو پجری کے سامنے ہے ڈیرا کیا اور حوائج ضروریہ کے بعد کاغذ طلب کیا۔ فرمایا کہ راہ میں چند شعر کہے ہیں ان کو لکھ لوں چنانچہ مفتی صاحب نے اپنی نوٹ بک پیش کی اور آپ لکھنے لگے۔ کھانا ساتھ ہی تھا حکم دیا کہ پہلے کھانا کھا لیا جاوے فشی محمد یوسف صاحب اپیل نویس مروان سے مخاطب ہو فرمایا کہ آپ ایک دینی جماد کر رہے ہیں اللہ تعالیٰ اس کی جزا دے گا۔

۱۰ الہدیر جلد نمبر ۳ صفحہ ۲۳ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۲ء

۱۰ الہدیر میں ہے

فشی محمد یوسف صاحب کو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

آپ دیکھتے ہیں آپ ایک دینی جماد میں مصروف ہیں اللہ تعالیٰ بہت بہت اس سلسلہ کو ایسا پھیلا دے گا کہ یہ سب پر
بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر

میں نے ایڈیٹر احکم کو حکم دیا ہے کہ وہ سارا مباحثہ احکم میں چھاپ دیں جو زائد کا پتلا آپ کو مطلوب ہوں ان سے لے لیں زائد اخراجات آپ کو برداشت نہ کرنے پڑیں گے اور ثواب بھی ہو گیا

اور فرمایا کہ

آپ دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ جلدی اس - سلسلہ کو پھیلا رہا ہے اللہ تعالیٰ نے چاہا ہے کہ اس سلسلہ کو دنیا میں پھیلائے۔

ضمناً "فرمایا کہ :-

کوئی درخت اتنی جلدی پھل نہیں لاتا جس قدر جلدی ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے یہ خدا کا فعل ہے اور عجیب - یہ خدا کا نشان اور اعجاز ہے۔

مسیح ناصری کے متعلق صحابہ کرام کا عقیدہ

فرمایا :-

یہ صحیح نہیں ہے کہ صحابہؓ حضرت مسیح کی اس شان کے قائل تھے جو خدائی کے ناواقف مسلمانوں نے ان کی بنا رکھی ہے اگر وہ مسیح کو اسی شان سے مانتے کہ وہ حقیقی مردے زندہ کرتے تھے اور جی و قیوم تھے تو ایک بھی مسلمان نہ ہوتا اور اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بڑھ کر ان کی صفات کو یقین کرتے تو وہ اخلاص اور وقاداری ان میں پیدا نہ ہوتی۔

حضرت مسیح علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا احسان

فرمایا :-

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا بہت بڑا احسان ہے کہ آپؐ نے ان کا تمیہ کیا اور ان الزاموں سے پاک کیا جو ان پر ناپاک یہودی لگاتے تھے جو یہودی مسلمان

بقرہ حاشیہ مطبوعہ

قالب ہوں گے اور آجکل کے موجودہ اہلسب دور ہو جائیں گے خدا تعالیٰ کی یہ سنت ہے کہ ہر ایک کام بدرج ہو۔ کوئی درخت اتنی جلدی پھل نہیں لاتا جس قدر جلدی ہماری جماعت ترقی کر رہی ہے یہ خدا تعالیٰ کا فعل ہے اور اس کا نشان۔

(الہدیر جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۳ مورخہ ۱۳ نومبر ۱۹۹۲ء)

ہوتا تھا کتنی بڑی بات ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی رسالت کا اسے پہلے اقرار کرنا پڑتا۔
فرمایا :-

عیسائی مذہب ایسا ہے کہ اس کو پیدا ہوتے ہی صدمہ پہنچا جیسے کوئی لڑکی پیدا ہوتے ہی اندھی ہو ایسا ہی اس مذہب کا حال ہے مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس پر احسان کیا اور اس کو پاک کیا۔

نبی کا ہر سفر حکمتِ الہی پر مبنی ہوتا ہے

مثالہ آنے کا تذکرہ ہوا تو فرمایا کہ
ہمارا یہاں آنا تو کوئی اور ہی حکمت رکھتا ہے ورنہ یہ شہادت کیا اور شہادت بھی لا علمی کی ہے۔

اس پر آپ نے فرمایا کہ

دو بزرگ ابوالقاسم اور ابو سعید نام تھے۔ اتفاق سے دونو ایک جگہ اکٹھے ہو گئے ان کے ایک مرید نے کہا کہ میرے دل میں ایک سوال ہے اتفاق سے دونو ایک جگہ جمع ہو گئے ہیں۔ میں پوچھنا چاہتا ہوں اور وہ سوال یہ پیش کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جو مدینہ میں آئے تھے اس کی وجہ کیا تھی؟ ابوالقاسم نے کہا کہ بات اصل میں یہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعض

لے (الہدے) صحیح علیہ السلام کے ذکر پر فرمایا کہ

ان پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بڑے احسانات ہیں کہ آپ نے ہر طرح کے الزامات سے ان کو بری کیا جو کہ یہودی لوگ ان پر لگاتے تھے ورنہ وہ تو بچا رہے جس دن پیدا ہوئے اسی دن لوگوں کی لعنت کے مورد ہوئے کیا یہودیوں نے ان کے ساتھ تھوڑی کی ہے ایسا بھی ان کی لعنت سے ہے اور اتنا بھی لعنت سے ہے دراصل تو ان کا صدق کوئی نظر نہیں آتا۔ یہودی تو لعنت کرتے ہی تھے جو عوامی تھے وہ بھی لعنت کرتے تھے ایک نے ان میں سے تین بار لعنت کی پھر چھوڑ کر چلے گئے صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہی ان کے صدق بنے۔ کہ ہر ایک صیب سے ان کی برکت کی بھلا اس سے بچ کر کیا احسان ہو سکتا ہے کہ بجائے لعنت کے رحمت کا خطاب ان کو دیا اب کو دنوں مسلمان رَحْمَةً اللّٰهِ كَالْقَدْحِ ان کے لئے

(الہدے جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۶ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۲ء)

ہوتے ہیں

لے (الہدے)

ہمارا اس جگہ آنا بھی حکمتِ الہی پر مبنی ہے ورنہ یہ شہادت ایک ایسا معاملہ ہے جس کا جواب ہمارے پاس سوائے لا علمی کے اور کچھ نہیں۔

(الہدے جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۶ مورخہ ۲۷ نومبر ۱۹۴۲ء)

کلمات مخفی تھے ان کا بروز اور ظہور وہاں آنے سے ہوا۔
ابو سعید نے کہا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس لئے وہاں آئے تھے کہ بعض ناقص لے ابھی
موجود تھے ان کی تکمیل کے لئے آئے۔

گویا دونوں نے اپنے اپنے رنگ پر اپنی انکساری کا اظہار کیا اور ایک دوسرے کی تکمیل کی اسی
طرح ہمارے یہاں آنے کی غرض تو یہی معلوم ہوتی ہے کہ میاں نبی بخش سے ملاقات ہو گئی کچھ
تبلیغ ہو جائے گی بہت لوگوں کو فائدہ پہنچ جائے گا۔

شہادت کا چھپانا گناہ ہے

شہادت کے تذکرہ پر فرمایا کہ

شہادت کا چھپانا گناہ ہے اور جب سرکار بلائے تو ضرور حاضر ہونا چاہئے شہادت سے جب کسی
کی بھلائی ہو اور حق کھل جاوے تو کیوں ادا نہ کرے۔

ہر جگہ جو انسان قدم رکھتا ہے اس میں خدا کی حکمت ہوتی ہے زمین پر کچھ نہیں ہوتا جب
تک آسمان پر تحریک اور مقدر نہ ہو۔

ایک سائل نے اگر کچھ مانگا آپ نے میرا صاحب کو حکم دیا کہ
اس کو کچھ دے دیں اور جو آجائیں ان کو بھی کچھ نہ کچھ دے دو۔

عیسائیوں سے مباحثات

ایک مولوی صاحب جو عیسائیوں سے مباحثات کے بہت شائق تھے انہوں نے حضور کا نیاز حاصل
کیا حضرت اقدس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ :-

لے (الہد سے)

”بعض لوگ مینہ میں ناقص تھے اور معرفت کے پائے تھے ان کو کمال کرنے اور ان کے دلوں کی پیاس بجانے کے لئے
آپ کہہ سے مینہ ٹھہرا لے گئے“

لے (الہد سے)

شہادت تو ایک بمانہ قارونہ اصل فرض اللہ تعالیٰ کی بعض لوگوں کو فائدہ پہنچا تا سو پہنچ گیا۔

(الہد جلد نمبر ۳۲، سورہ ۲۲، نومبر ۱۹۳۳ء)

اب آپ لوگوں کے وہ پرانے ہتھیار کام نہیں دیتے وہ کند ہو گئے ہیں اور ان سے اسلام کو
الٹا ضرر پہنچتا ہے انتیس لاکھ کے قریب مسلمان مرتد ہو چکے ہیں۔
فرمایا :-

مباحثات کا اثر بحیثیت مجموعی دیکھنا چاہئے فردا " فردا " کچھ پتہ نہیں لگا کرتا۔

منشی نبی بخش صاحب نے ایک عیسائی کا سوال پیش کیا کہ وہ مَا جَعَلْنَا لِبَشَرٍ مِّن قَبْلِكَ
الْخُلْدَ (الانبیاء : ۳۵) سے مسیح کی الوہیت ثابت کرتے ہیں۔

عیسائی لوگ اس آیت سے استدلال کر کے ان لوگوں کے سامنے الوہیت مسیح ثابت کرتے
ہیں جس کا ان لوگوں سے کچھ جواب بن نہیں آتا۔ عیسائی اس آیت سے مسیح علیہ السلام کو بشریت
سے الگ کر کے ان کو قائل کرتے ہیں کہ جب وہ زندہ آسمان پر ہیں تو بہر حال الوہیت کے رنگ
میں ہیں اگر مسیح علیہ السلام بشر ہوتے تو فوت ہو گئے ہوتے۔
فرمایا :-

یہ سوال تو ان کا بڑا معقول ہے ان مولویوں کو چاہئے کہ اس کا جواب دیں اب دیکھئے کہ
مسلمانوں کے دو چار جلسوں میں یہ سوال پیش ہو اور مولوی اس کے جواب میں ساکت رہیں اور
قاصر رہیں تو پھر اسلام کی ذریت پر کیا اثر پڑ سکتا ہے ایسے ایسے سوالوں کے بعد اگر مسلمان مرتد نہ
ہوں تو کیا کریں؟

اس کے علاوہ ان لوگوں کے ایسے عقیدے ہیں کہ اگر ان کا عیسائیوں کو پتہ لگ جائے تو بحث
کرنے کو ڈنکے کی چوٹ بلائیں یہ لوگ تو خطرناک ہیں ان لوگوں نے اگر مسیح کو خدا نہیں بنایا تو خدا
بنانے میں کوئی کسر بھی نہیں چھوڑی ان لوگوں کا تو وہی حال ہے جس طرح کوئی شخص کسے کہ فلاں
شخص مرا تو نہیں۔ ہاں مگر اس کی نبض بھی نہیں چلتی سانس بھی نہیں لیتا ہیٹ بھی پھول گیا ہے
حرکت بھی نہیں کرتا غرض ساری علامات مردوں کی ہیں مگر مرا نہیں۔ یہی ان لوگوں کا حال ہے کہ
مسیح کو خدا نہیں کہتے مگر خدائی کی ساری صفات کو ان میں جمع کر دیتے ہیں ان عیسائیوں کا ہم کیا رد
کریں ہمارے تو یہ اندرونی عیسائی ہی امت پر چھری چلا رہے ہیں۔

الحکم میں درج ہے فرمایا کہ

بے شک ان لوگوں پر جو مسیح کو زندہ آسمان پر بٹھاتے ہیں یہ سوال بڑا معقول ہے انسان اپنے

اقرار سے پکڑا جاتا ہے ان مسلمانوں نے خود اقرار کر لیا ہے کہ مسیح زندہ ہے اور آسمان پر بیٹھا ہے اور ایسا ہی اس کے معجزات خالق طیور ہونا بہت سی باتیں ہیں جن سے عیسائیوں کو مدد ملی ہے ہم عیسائیوں کو کیا روئیں ہمارے گھر میں خود یہ مسلمان اسلام پر چھری چلا رہے ہیں۔

الہام اَنْتَ مِیْتٌ وَاَنَا مِیْتٌ كَے معنی

لالہ کاہن چند صاحب مختار عدالت ہلالہ (جو توحید پسند ہندو ہیں) نے آپ سے الہام اَنْتَ مِیْتٌ وَاَنَا مِیْتٌ کی تشریح و تفسیر کے متعلق سوال کیا۔
فرمایا :-

اس کا پہلا حصہ تو بالکل صاف ہے کہ توجو ظاہر ہوا۔ یہ میرے فضل اور کرم کا نتیجہ ہے جس انسان کو خدا تعالیٰ مامور کر کے دنیا میں بھیجتا ہے اس کو اپنی مرضی اور حکم سے مامور کر کے بھیجتا ہے جیسے حکام کا بھی یہ دستور اور قاعدہ ہے

اب اس الہام میں جو خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا مِیْتٌ اس کا یہ مطلب اور منشاء ہے کہ میری توحید میرا جلال اور میری عزت کا ظہور تیرے ذریعہ سے ہو گا ایک وقت آتا ہے کہ زمین فسق و فجور اور شر و فساد سے بھر جاتی ہے لوگ اسباب پرستی میں ایسے فنا اور منہمک ہوتے ہیں کہ گویا خدا کا نام و نشان بھی نہیں ہوتا۔

ایسے وقتوں میں خدا تعالیٰ اپنے اظہار کے واسطے ایک بندہ اپنی طرف سے بھیج دیتا ہے ہندوؤں نے جو اوتار کا مسئلہ مانا ہے یہ بھی اسی کا ہرنگ ہے گویا خدا تعالیٰ ان کے اندر مجازی طور پر بولتا ہے۔

اس زمانہ میں اسباب پرستی اور دنیا پرستی اس طرح پھیل گئی ہے کہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ اور ایمان نہیں رہا دہریت اور الحاد کا زور ہے جو کچھ حالت اس وقت زمانے کی ہو رہی ہے اس پر نظر کر کے کہتا پڑتا ہے کہ زمانہ بزبان حال پکار رہا ہے کہ کوئی خدا نہیں۔

عملی حالت ایسی کمزور ہو گئی ہے کہ کھلی بے حیائی اور فسق و فجور بڑھ گیا ہے یہ ساری باتیں ظاہر کرتی ہیں کہ دلوں سے خدا تعالیٰ پر ایمان اور اس کی ہیبت اٹھ گئی ہے اور کوئی یقین اس ذات پر نہیں۔ ورنہ کیا بات ہے کہ انسان کو اگر معلوم ہو جاوے کہ اس سوراخ میں سانپ ہے۔ تو وہ کبھی اس میں اپنا ہاتھ نہیں ڈالتا پھر یہ بے حیائی اور فسق و فجور۔ اخطاف حقوق جو بڑھ گیا ہے کیا اس سے صاف معلوم نہیں ہوتا کہ خدا تعالیٰ پر ایمان نہیں رہا۔ یا یہ کہو کہ خدا گم ہو گیا ہے اس

وقت خدا تعالیٰ نے اپنے ظہور کا ارادہ فرمایا اور مجھے مبعوث کیا اس لئے مجھے کہا اَنْتَ مِیْتٌی
وَ اَنَا مَلٰئِکَہٗ۔

اور اس کے یہی معنی ہیں کہ میرا جلال اور میری توحید و عظمت کا ظہور تیرے ذریعہ ہو گا
چنانچہ وہ نصرتیں اور تائیدیں جو اس نے اس سلسلہ کی کی ہیں اور جو نشانات ظاہر ہوئے ہیں وہ خدا
تعالیٰ کی ہستی اس کی توحید اور عظمت کے اظہار کے ذریعے ہیں

یہ امر کوئی ایسا امر نہیں کہ مشتہر یا مشکوک ہو بلکہ تمام مذاہب میں مشترک طور پر پایا جاتا ہے
کہ ایک وقت خدا تعالیٰ کے ظہور کا آتا ہے اور ایک وقت ہوتا ہے کہ خدا اس وقت گم ہو اہوا
سمجھا جاتا ہے یہ وہ وقت ہوتا ہے جب اس کی ہستی اور توحید اور صفات پر ایمان نہیں رہتا اور
عملی رنگ میں دنیا دہریہ ہو جاتی ہے اس وقت جس شخص کو خدا تعالیٰ اپنی تجلیات کا مظہر قرار دیتا
ہے وہ اس کی ہستی، توحید اور جلال کے اظہار کا باعث ٹھہرتا ہے اور وہ اَنَا مَلٰئِکَہٗ کا مصداق
ہوتا ہے

اگر کوئی کہے کہ خدا تعالیٰ کو کسی ذریعہ کی کیا ضرورت ہے؟ تو ہم کہیں گے کہ یہ سچ ہے اس کو
کوئی ضرورت نہیں ہے۔ مگر اس نے اس عالم اسباب میں ایسا ہی پسند فرمایا ہے۔ دیکھو۔ پیاس
لگتی ہے یا بھوک لگتی ہے مگر یہ پیاس اور بھوک پانی اور کھانے کے بغیر فرو نہیں ہو سکتی۔ اسی طرح
جس قدر قوتیں اور طاقتیں ہیں اور ان کے تقاضے ہیں وہ اسی طرح پورے ہوتے ہیں دنیا کی تمدنی
زندگی کی اصلاح اور انتظام کے لئے اس نے بادشاہوں اور حکومت کے سلسلہ کا نظام رکھا ہے جو
شریروں کو سزا دیتے اور مخلوق کے حقوق ان کے جان و مال اور آبرو کی حفاظت کرتے ہیں۔ خدا خود
اتر کر تو نہیں آتا۔ حالانکہ یہ سچ ہے کہ وہی حفاظت کرتا ہے اور شریروں کی شرارت سے بچاتا اور
محفوظ رکھتا ہے۔

اسی طرح روحانی نظام کے لئے بھی اس کا ایسا ہی قانون ہے۔ جی پاکستانی اور طہارت اور وہ
ایمان جس سے معرفت، بصیرت اور یقین پیدا ہو، خدا ہی کی طرف سے آتا ہے اور اس کا نامور
لے کر آتا ہے اور وہ ذریعہ ٹھہرتا ہے خدا کے جلال اور عظمت کا۔ اور وہ اس وقت آتا ہے جب
دنیا میں جی پاکستانی نہیں رہتی اور خدا تعالیٰ سے دوری اور بعد ایسا ہوتا ہے کہ گویا خدا ہے ہی
نہیں اور جب دنیا کے ہاتھ میں صرف پوست رہ جاتا ہے اور مغز نہیں رہتا تب خدا تعالیٰ اپنے کسی
بندے کے ذریعہ اپنا ظہور فرماتا ہے۔ چونکہ اس زمانہ میں اس نے مجھے بھیجا ہے اس لئے مجھے
مطالب کر کے فرمایا اَنْتَ مِیْتٌی وَ اَنَا مَلٰئِکَہٗ۔

بابو کاہن چند۔ آپ نے اپنے رسالہ میں اور سننے کے ہیں؟
فرمایا :-

ہم نے اور سننے کبھی نہیں کئے ہم تو ہمیشہ یہی سننے کرتے ہیں آتم نے بھی یہ سوال ہم سے کیا تھا اور اس کو یہی جواب دیا گیا تھا انسان کو چاہئے کہ انصاف ہاتھ سے نہ دے یہ تو حلاوت کی بات ہے انسان اس سے اپنا ایمان بڑھاتا ہے اگر یہ بات نہ ہو تو پھر یہ سلسلہ ہی ختم ہو جاتا۔ آجکل لوگ خدا تعالیٰ کے قائل نہیں رہے بلکہ دہریہ ہیں اس لئے خدا تعالیٰ نے اپنے جلال کو ظاہر کرنے کے واسطے ایک انسان کو دنیا میں بھیجا ہے۔

كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ (البقرہ: ۲۹) کی تشریح

ہدایت صاحب کے چلے جانے کے بعد ایک شخص نے آیت كُنْتُمْ أَمْوَاتًا فَأَحْيَاكُمْ شَرَّهٖ يُبَيِّنُكُمْ (البقرہ : ۲۹) کے معنی پوچھے۔
فرمایا :-

انسان پر ایک زمانہ آتا ہے کہ وہ نطفہ ہوتا ہے اور اس کا کوئی وجود نہیں ہوتا پھر درجہ بہ درجہ سے گذر کر اس پر ایک موت آتی ہے اور پھر اسے ایک احیاء دیا جاتا ہے یہ ایک مسلم مسئلہ ہے کہ ہر حیات سے پہلے ایک موت ضرور آتی ہے۔

اس آیت میں صحابہ کو مخاطب کر کے فرمایا ہے کہ ایک زمانہ ان پر ایسا گذرا ہے کہ وہ بالکل مردہ تھے یعنی ہر قسم کی مصلحت اور غفلت میں مبتلا تھے پھر ان کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ زندگی عطا ہوئی اور پھر ان کی تکمیل اور ایک موت ان پر وارد ہوئی جو فانی اللہ کی موت تھی اس کے بعد ان کو بھلا اللہ کا درجہ ملا اور ہمیشہ کے لئے زندگی پائی۔

ایک حدیث کا ذکر

ایک حدیث مولوی فتح الدین صاحب نے پیش کی جس کی تاویل کر کے اسے صحیح موعود پر چسپاں کیا جاتا تھا۔
فرمایا :-

کیا ضرورت ہے اس بات کی خدا تعالیٰ نے کھلی کھلی تائیدیں ہمارے لئے رکھ دی ہیں کیا تمنا کہ تِلْمَنَہٗ ہمارے مخالفین کے لئے کافی نہیں ایک بخاری کا مِنْكُمْ (إِمَامُكُمْ مِنْكُمْ) مسلم کا مِنْكُمْ (أَنْتُمْ مِنْكُمْ) اور سب سے بڑھ کر قرآن کریم کا مِنْكُمْ (وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ) (النور : ۵۶)

بیعت کرنے والے ہمارے بدن کے جزو ہو گئے

منشی نعمت علی صاحب نے کھانے کے لئے عرض کیا۔ فرمایا :-
تکلف کی کیا ضرورت ہے ہم کھانا کھا چکے ہیں جب تم لوگوں نے بیعت کر لی تو گویا ہمارے بدن کے جزو ہو گئے پھر الگ کیا رہ گیا یہ باتیں تو اجنبی کے لئے ہوتی ہیں۔

جماعت کی اعجازی ترقی

جماعت کی اعجازی ترقی کے ذکر پر فرمایا کہ

ہماری طرف سے کوئی سعی نہیں کی جاتی ہمارے واعظ نہیں بائیں ہمہ اس قدر ترقی ہو رہی ہے کہ عقل حیران ہے اور اصل یہ ہے کہ اگر ہماری سعی اور کوشش سے کچھ ہوتا تو شاید شرک ہوتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ خود جو چاہتا ہے کرتا ہے۔ ممالک مغربی و شمالی میں جہاں ہم کو تین آدمیوں کا بھی علم نہیں مروج شماری کے رو سے نو سو سے زائد آدمی ہیں اور یہ جماعت اب ایک لاکھ سے بھی بڑھ گئی ہے یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ خود مخالف محرک ہو رہے ہیں بعض لوگوں کے خطوط آئے ہیں کہ محمد حسین کے رسالوں میں کوئی مضمون دیکھتے تھے تو ان سے معلوم ہوا کہ آپ حق پر ہیں اور بعض ایسے خطوط بھی آئے ہیں کہ کوئی فقیر ایک کتاب لایا تھا وہ کتاب چھوڑ گیا اور اس کا پتہ نہیں۔

غرض اس پر ذکر فرماتے رہے کہ

مخالفوں نے ہر طرح مخالفت کی مگر خدا نے ترقی کی۔ یہ سچائی کی دلیل ہے کہ دنیا ٹوٹ کر زور لگا دے اور حق پھیل جاوے۔ اب ہمارے مقابل کونسا دقیقہ مخالفت کا چھوڑا گیا مگر آخر ان کو ناکامی ہی ہوئی ہے یہ خدا کا نشان ہے اس میں دو چیزوں نے بڑی مدد دی۔ طاعون نے بیعت کرنے والوں کو بربھایا اور مروج شماری نے تصدیق کی۔

حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا:

حق کی یہ بھی ایک پہچان ہے اور اس کی شناخت کا یہ ایک عمدہ معیار ہے کہ دنیا اپنے سارے ہتھیاروں سے اس کی مخالفت پر ٹوٹ پڑے جان سے، مال سے، اعضاء سے، عزت سے

اور اندرونی اور بیرونی لوگ اور اپنے اور پرانے گویا سب ہی اس کی مخالفت پر کھڑے ہو جائیں اور پھر بھی وہ حق آگے ہی آگے قدم رکھتا جائے اور کوئی روک اس کی ترقی کو روک نہ سکے چنانچہ قرآن شریف میں ہے۔

فَلْيَكْبِدُوا فِي غَيْبَاتِنَا لَذَّاتِهِمْ لَغْوًا (سورہ: ۵۶) سو اس معیار سے ہمارے سلسلہ کو پرکھا جائے تو ایک طالب حق کے واسطے کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہتا دیکھو نہ ہمارا کوئی واعظ ہے نہ لیکچرار اور دشمن کیا بیرونی اور کیا اندرونی سب اکٹھے ہو کر ہمارے تباہ کرنے کی کوشش میں لگے رہے مگر اللہ تعالیٰ نے ہر میدان میں ہمیں کامیاب کیا اور دشمن ذلیل ہوئے کفر کے فتوے لگائے قتل کا مقدمہ کیا غرضیکہ انہوں نے کوئی دقیقہ ہماری بربادی کا اٹھانہ رکھا مگر کیا خدا تعالیٰ نے کوئی جنگ کر سکتا ہے؟ ہماری ترقی کے خود مخالف ہی باعث اور محرک ہیں بہت لوگوں نے انہیں کے رسائل سے اطلاع پا کر ہماری بیعت کی۔ اگر واعظ وغیرہ ہماری طرف سے ہوتے تو ہمیں ان کا بھی منکھور ہونا پڑتا اور یہ بھی ایک شجہ شرک کا ہو جاتا مگر اللہ تعالیٰ نے ہمیں اس سے بچایا ایک آپاشی اور خم ریزی تو کسان کرتا ہے اور ایک خود خدا کرتا ہے ہم اور ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی خم ریزی اور آپاشی سے ہیں۔ خدا کے لگائے ہوئے پودا کو کون اکھاڑ سکتا ہے۔

مختلف باتوں کے دوران فرمایا :-

قبول حق کے لئے قوت اور توفیق اللہ ہی کی طرف سے آتی ہے اس کی توفیق کے سوا کوئی چارہ نہیں۔

انبیاء کے معجزات

فرمایا :-

انبیاء نے کبھی تماشے نہیں دکھائے البتہ جب ان پر شائد اور مصائب آتے تھے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرف سے تماشہ دکھایا کرتا ہے۔ جیسے

قُلْنَا يَا نَارُ كُونِي بَرْدًا وَاَنْسِلَا مَا عَلَيْنَا اِنَّبِآءِهِمْ (الانبیاء : ۷۰) سے معلوم ہوتا ہے ایسا ہی ہم پر قتل کا مقدمہ بھی ایک نار تھا جس سے اللہ تعالیٰ نے نجات دی۔

ایک خواب کی تعبیر میں فرمایا کہ

انبیاء بھی قینچی کا کام کرتے ہیں ایک طرف سے قطع کرتے ہیں اور دوسری طرف پیوست کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ پاک و صاف رہتے تھے

کسی شخص نے کہا کہ صحابہؓ کے کپڑے میلے کچیلے ہوتے تھے پیوند لگے ہوئے ہوتے تھے فرمایا :-

یہ جھوٹ ہے میلے کچیلے ہونا اور بات ہے اور پیوند ہونے اور بات ہے قرآن شریف میں آیا ہے
وَالَّذِينَ قَاهَجُزُ (المدثر: ۶۲) پس پاک صاف رہنا ضروری ہے ایسا ہی قرآن شریف میں فرمایا
لَا يَسْتَسْفِرُ إِلَّا الْمَطَهَّرُونَ (الواقفہ: ۸۰)

۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

ہر اصدی کیلئے تین نصاب

مومنین سے محمد رفیق صاحب بی اے اور محمد کریم صاحب تشریف لائے ہوئے تھے دونوں نے نماز فجر کے وقت حضرت اقدس سے بیعت کی۔ بیعت کر چکے تو حضور نے فرمایا کہ ہماری کتابوں کو خوب پڑھتے رہو تاکہ واقفیت ہو اور کشتی نوح کی تعلیم پر ہمیشہ عمل کرتے رہا کرو اور ہمیشہ خط بھیجتے رہو۔

مخالفت باپ کیلئے دعا کی نصیحت

ظہر کے وقت حضور نے ایک نوا وارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ توجہ سے دعا کرو باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہو گا۔

مسیح موعودؑ کی صداقت کے متعلق خواہیں

لاہور سے ایک شخص کا خط آیا کہ اسے خواب میں حضرت اقدس کی نسبت بتلایا گیا ہے کہ

آپ سچے ہیں اس شخص کی ارادت ایک فقیر کے ساتھ تھی جو کہ داتا گنج بخش کے مقبرہ کے پاس رہا کرتا ہے اس شخص نے اس فقیر سے ذکر کیا تو اس نے کہا کہ مرزا صاحب کی اتنے عرصہ سے ترقی ہونا ان کی سچائی کی دلیل ہے پھر ایک ابو مست فقیر وہاں تھا اس نے کہا بابا ہمیں بھی پوچھ لینے دو دوسرے دن اس نے بتلایا کہ خدا نے کہا کہ مرزا مولا ہے پہلے فقیر نے کہا کہ مولانا کہا ہو گا کہ وہ تیرا اور میرا ہم جیسے سب کا مولا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ۔

آجکل خواب اور رویا بہت ہوتے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ چاہتا ہے کہ لوگوں کو خوابوں کے ذریعہ اطلاع دے خدا تعالیٰ کے فرشتے اس طرح پھرتے ہیں جیسے آسمان میں ٹنڈی ہوتی ہے وہ دنوں میں ڈالتے پھرتے ہیں کہ مان لومان لو۔

پھر ایک اور شخص کا حال بیان کیا جس نے حضور کے رد میں مکتاب لکھنے کا ارادہ کیا تو خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اسے فرمایا کہ تو تورد لکھتا ہے اور اصل میں مرزا صاحب سچے ہیں۔

ساعت کا علم کسی کو نہیں

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے اور ایک شخص کے سوال کے جواب میں فرمایا کہ

اصل قیامت کا علم تو سوائے خدا تعالیٰ کے اور کسی کو بھی نہیں حتیٰ کہ فرشتوں کو بھی نہیں اور وہاں سَاعَة کا لفظ ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے عورتوں کے حمل کی میعاد نو ماہ دس دن ہوتی ہے جب نو ماہ پورے ہو جائیں تو اب باقی دس دنوں میں کسی کو خبر نہیں ہوتی کہ کونسے دن وضع حمل ہو گا گھر کا ہر ایک فرد بچہ جننے کی گھڑی کا منتظر رہتا ہے اسی لئے قیامت کا نام سَاعَة رکھا ہے کہ اس گھڑی کی کسی کو خبر نہیں۔

خدا تعالیٰ کی کتابوں میں اس کی جو علامات ہیں ممکن ہے کہ ان سے کوئی آدمی قریب قریب اس زمانہ کا پتہ بھی دیدے مگر اس سَاعَة کی کسی کو خبر نہیں ہے جیسے وضع حمل کی ساعت کی کسی کو خبر نہیں۔ ایک ڈاکٹر سے بھی پوچھو تو وہ بھی کہے گا نو ماہ اور دس دن۔ مگر جو نبی نو ماہ گزریں پھر فکر رہتی ہے کہ دیکھیں کون سے دن اور کونسی گھڑی ہو کتابوں سے معلوم ہوتا ہے کہ چھ ہزار سال بعد قیامت قریب ہے اب چھ ہزار سال تو گذر گئے ہیں قیامت تو قریب ہوگی مگر اس گھڑی کی کسی کو خبر

کشمیر سے ایک پرانے صحیفہ کی برآمدگی

اس کے بعد مولوی محمد علی صاحب نے ایک خط سنایا جس کا خلاصہ یہ تھا کہ کشمیر سے ایک پرانا صحیفہ ایک پادری نے حاصل کیا ہے جو کہ دو ہزار سال کا ہے اس میں مسیح کی آمد اور اس کے منجی ہونے کی ہر شکوئی ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ بعض وقت پادری لوگ عیسوی مذہب کی عظمت دل نشین کرانے کے واسطے ایسی مصنوعات سے کام لیتے ہیں۔ ہمارے نزدیک اس کا معیار یہ ہے کہ اگر اس صحیفہ میں تثلیث کا ذکر ہو تو سمجھنا چاہئے کہ مصنوعی ہے کیونکہ خود عیسویت کی ابتدا میں تثلیث کا عقیدہ نہ تھا بلکہ بعد میں وضع ہوا ہے۔

عیسیٰ اصل ہے یا یسوع

پھر اس امر پر تذکرہ ہوتا رہا کہ قدم اور اصل لفظ عیسیٰ ہے یا یسوع۔ حضور نے فرمایا کہ پرانا نام عیسیٰ ہی ہے تمام عرب میں عیسیٰ کا لفظ ہے یسوع کا ذکر پرانے عرب اشعار میں بھی نہیں پایا جاتا چونکہ عیسیٰ نبی تھے اس لئے مصلح انہوں نے کسی موقع پر عیسیٰ کو بدل کر یسوع بنا لیا ہو یہ بھی تعجب ہے کہ آج تک کسی اور نبی کا نام نہیں الٹا صرف انہی کا الٹا اور مذہب انہیں کا الٹا ایسا ہی کسی کا شعر ہے۔

نہ ہو کیونکر ہمارا کام الٹا

ہم الٹے بات الٹی یار الٹا

اس کے بعد حکیم نور الدین صاحب نے عرض کیا کہ ساری اناجیل میں کہیں عیسیٰ کا نام نہیں آیا یسوع کا آیا ہے۔

اعجاز احمدی اللہ تعالیٰ کی خاص مدد سے لکھی گئی ہے

حسب معمول نماز مغرب کے بعد حضور شہ نشین پر جلوہ افروز ہوئے اور جو مضمون مشمولہ قصائد عربی آج کل زیرِ تحریر ہے اس کے متعلق زبان مبارک سے ارشاد فرمایا کہ اس کی نسبت دل گواہی دیتا ہے۔ کہ یہ بالکل اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے۔

(مولوی عبدالکریم صاحب کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا)

آپ بھی دیکھیں گے تو پتہ لگ جائے گا جس طرح کلمہ کی گواہی دی جاتی ہے اسی طرح اس کی بھی گواہی دی جاتی ہے کہ یہ منجانب اللہ ہے یہ حالت بھی ہوتی رہی ہے کہ ذرا اونگھ آئی اور ایک شعر الہام ہو گیا اسی طرح کئی اشعار اس میں الہامی ہیں وحی جلی بھی ہوتی ہے اور خفی بھی۔ یہی معلوم ہوتا تھا کہ دل میں مضمون پڑ جاتا ہے اور میں لکھتا جاتا ہوں گویا یہ میری طرف سے نہیں ہے (اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہے) خدا تعالیٰ کی مدد سے اس قدر یقین ہے کہ یہ کاروبار ایک دن میں ہو سکتا تھا دیر تو اس لئے لگتی ہے کہ دوبارہ دیکھنا پڑتا ہے کاپی وغیرہ بھی صحیح کرنا فرض ہے ہر ایک بات میں دیکھا گیا ہے کہ سب سامان خدا تعالیٰ نے اول ہی سے کئے ہوئے ہیں قصیدوں میں واقعات کا نبھانا ایک مشکل امر ہوا کرتا ہے شاعر ایسا نہیں کر سکتے ان کو قافیہ ردیف کے لئے بالکل بے جوڑ باتیں اور الفاظ لانے پڑتے ہیں (اس مقام پر عربی کے دو فقرے مقامات حریری سے پڑھے جن میں محض تلازم شعر کے لئے بالکل بے تعلق باتیں ذکر کی ہوتی تھیں اس کے بالمقابل قُلْ هُوَ اللَّهُ أَحَدٌ۔ اللَّهُ الصَّمَدُ (الاخلاص : ۲-۳) کو دیکھو۔

قرآن شریف کی فصاحت و بلاغت کے دعویٰ پر بعض نادان آریہ اور عیسائی کہلاتے ہیں کہ مقامات حریری وغیرہ بھی فصیح و بلیغ ہیں مگر وہ یہ نہیں بتا سکتے کہ ان میں یہ دعویٰ کہاں کیا گیا ہے اور ان کتابوں میں کہاں پر یہ بترج لکھا گیا ہے کہ قرآن مجید کی تحدی کے مقابلہ میں ہیں اور علاوہ ازیں ان کو قرآن کے مقابلہ میں پیش کرنا بالکل لغو ہے کیونکہ قرآن شریف میں حقائق و معارف کو

۱۔ مراد اعجاز احمدی۔ (مرتب)

۲۔ البدر جلد ۱ نمبر ۳۔ ۲۱ نومبر ۱۹۷۲ء

بیان کیا گیا ہے اور ان کتابوں میں صرف لفظوں کا اجماع کیا گیا ہے۔ واقعات سے کوئی فرض ہی نہیں رکھی گئی۔

مباحین کی خوش قسمتی

آج کے مباحین میں سے ایک نے کچھ اظہارِ محبت کے کلمات کہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ آپ بڑے خوش قسمت ہیں کہ جو بڑے بڑے مولوی تھے ان کے لئے خدا نے دروازے بند کر دیئے اور آپ کے لئے کھول دیئے خدا تعالیٰ کا آپ لوگوں پر بہت بڑا احسان ہے دعا کی درخواست پر فرمایا کہ میں اپنے دوستوں کے لئے بیچ وقت نمازوں میں دعا کرتا ہوں اور میں تو سب کو ایک سمجھتا ہوں۔

ایک پنجابی نظم

اس کے بعد ایک امرتسری دوست نے اپنی پنجابی نظم سنائی۔ جس میں انہوں نے اپنے ایک خواب کا ذکر اور حضرت اقدس کی زیارت کا شوق اور بیعت کی کیفیت اور حضرت اقدس کے فیوض و برکات کا ذکر درودِ مل اور دلکش پیرایہ میں کیا ہوا تھا حضرت اقدس خود بار بار زبانِ مبارک سے فرماتے تھے کہ

”درد اور رقت سے لکھا ہوا ہے“

سید احمد شہید کے شروع کردہ کام کا اتمام

ایک مقام پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ ہند میں دو واقعہ ہوئے ہیں ایک سید احمد صاحب کا اور دوسرا ہمارا۔ ان کا کام لڑائی کرنا تھا انہوں نے شروع کر دی مگر اس کا اتمام ہمارے ہاتھوں مقدر تھا جو کہ اب اس زمانہ میں بذریعہ قلم ہو رہا ہے اسی طرح عیسیٰ علیہ السلام کے وقت جو نامراد تھی وہ چھ سو برس بعد آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھوں سے رفع ہوئی۔ خدا تعالیٰ بھی فرماتا ہے کہ وہ کامیابی اب ہوئی۔

دجال کی دونوں آنکھیں عیب دار ہیں

دجال کے ایک چشم ہونے پر فرمایا کہ میں نے اس کی نسبت یہ بھی سنا یا دیکھا ہے کہ اس کی دونوں آنکھیں ہی عیب دار ہوں گی۔ جیسے کہا کرتے ہیں کہ ایک چشم گل اور دیگر بالکل۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ انہوں نے دو کتابوں پر غور کرنی تھی ایک توریت دوسرے قرآن مجید۔ سو قرآن مجید کے متعلق تو آگہ ری نہیں اور وہ کچھ بھی نہیں دیکھتے اور توریت پر بھی کچھ دھندلی سی نظر ہے کہ اسے اپنی تائید میں برائے نام رکھتے ہیں۔

۱۰ نومبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

نجر کے وقت مولوی محمد علی صاحب شاعر سیالکوٹی سے فرمایا کہ آپ کو مختلف مقامات دیہات میں تبلیغ کے لئے پھرنا ہوگا جسے مولوی صاحب نے بلیتب خاطر منظور کیا۔

اعجاز احمدی

ظہر کی نماز سے پیشتر حضرت اقدس نے مضمون زیر قلم پر فرمایا کہ: کلام کا معجزہ آدم علیہ السلام سے لیکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ تک چار ہزار برس ہوئے ہیں سوائے قرآن مجید کے اور کسی نے نہیں دکھایا اور نہ کسی نے دیکھا۔ چونکہ یہ معجزہ ایک ہی کتاب کے متعلق ہے اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ اس پر زور ڈالا جائے کہ لوگ خوب سمجھ لیں۔ کیا ان مخالف لوگوں کے پاس قلم نہیں؟ وقت نہیں یا الفاظ نہیں؟ میرا تو ایمان ہے کہ یہ خدا تعالیٰ کا نشان ہے اور ایک آفتاب کی طرح نظر آتا ہے میں اسے بیان نہیں کر سکتا خدا تعالیٰ ہی نے سب کچھ کروایا اور نہ ہم تو سب کچھ چھوڑ بیٹھے تھے مَا رَمَيْتَ إِذْ رَمَيْتَ وَلَكِنَّ اللَّهَ رَمَى (الانفال : ۱۸)

۱۰ اہد جلد ۳ نمبر ۳ صفحہ ۲۷۷-۲۸۰ سورہ ۱۱ نومبر ۱۹۰۲ء

۱۰ مراد اعجاز احمدی (مرتب)

کشتی نوح کی اشتہارات کثرت کی جائے

خواجہ کمال الدین صاحب نے نماز مغرب سے پیشتر حضرت اقدس کا نیاز حاصل کیا اور پشاور اور کوہاٹ کلڈ کرینیا کہ وہاں پر اکثر اشتہارات جو کہ ضمیرہ شحہ ہند میرٹھ میں حضور کی مخالفت میں شائع ہوئے ہیں اس نظر سے پڑھے جاتے ہیں کہ گویا وہ حضور کے اشتہارات ہیں اسی مغالطہ سے سرزد کیے لوگوں نے ان لوگوں میں آپ کے متعلق یہ خیالات ذہن نشین ہیں کہ نعوذ باللہ جناب نے روتے اپنے ہدم کو معاف کر دیئے ہیں اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی چٹک کی ہے اور کہا ہے کہ نعوذ باللہ وہ ایک جھوٹے نبی تھے میں ان سے افضل ہوں غرض یہ اشتہار اس وضع اور عنوان سے لکھے ہوئے ہیں کہ عوام الناس کو دھوکا لگتا ہے اور یہی خیال کیا جاتا ہے کہ آپ کا مضمون اور آپ کی تحریر ہے

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

کشتی نوح وہاں کثرت سے تقسیم کر دی جائے گی کافی ہے

خواجہ صاحب نے کہا ایک ذی وجاہت شخص کو میں نے دیکھا ہے کہ اس نے اسے پڑھ کر کہا کہ کتاب (کشتی نوح) تو عمدہ ہے اگر آخر میں مکان کے چندہ کا ذکر نہ ہوتا۔ میں نے اسے جواب دیا کہ کیا تم سے بھی ایک پیسہ مرزا صاحب نے مانگا ہے؟ یا تم نے دیا ہے؟ حضرت مرزا صاحب نے تو ان لوگوں کو مخاطب کیا ہے جو ان سے تعلق اہلیت کا رکھتے ہیں۔ کیا اگر ایک باپ اپنے بیٹوں سے دو ہزار اس لئے طلب کرے کہ اسے ایک مکان بنانا ہے تو کیا یہ فعل اس کا قابل اعتراض ہو گا؟ اس پر وہ خاموش ہو گیا۔

مخالفین کے اشتہارات ترقی میں مانع نہیں

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ سب باتیں تو ہیں لیکن اندر ہی اندر ترقی ہو رہی ہے خدا تعالیٰ کا فضل ہے اس طرح کے اشتہارات جو مخالفین کی طرف سے شائع ہوتے ہیں یہ خدا تعالیٰ کی کارروائی میں مضر معلوم نہیں ہوتے کیونکہ جب تک تپش نہ ہو بارش نہیں ہوتی۔ ہم سب پر بد فتنی نہیں کرتے انہیں میں سے لوگ نکلنے شروع ہو جاتے ہیں کئی خط اس طرح کے آتے ہیں کہ ہم پہلے مخالف تھے گالیاں دیتے تھے مگر اب ایک راہ چلتے سے اشتہار دیکھ کر بیعت کرتے ہیں اس سے پیشتر بھی یہ کارروائیاں چپ چاپ نہیں ہوئیں۔ مکہ میں کیا ہوتا رہا خدا تعالیٰ تماشا دیکھتا ہے کیا کفار امن سے رہتے تھے وہ بھی

بیشہ ہر وقت لڑائیوں اور فسادوں میں رہتے تھے ابو جہل ہی کو دیکھو کہ بدر کی جنگ میں مبارکہ بھی کر لیا **اللَّهُمَّ مَنْ كَانَ مِثْلًا أَقْطَعُ لِلدِّخْدِهِ أَفْسَدُ فِي الْأَرْضِ فَأَخْنَهُ الْيَوْمَ** یعنی ہم دونوں میں سے جو زیادہ قطع رحم کرتا ہے اور زمین میں فساد ڈالتا ہے اس کو آج ہی ہلاک کر پھر اسی دن وہ قتل ہو گیا اس کو تو یہی خیال تھا کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے فساد برپا کر دیا ہے بھائی کو بھائی سے جدا کر دیا ہے اور ہر روز کا قتلہ برپا ہے لوگ آرام سے زندگی بسر کر رہے تھے نا حق ان کو چھیڑ دیا ہے اس کا اسی بنا پر یہ خیال تھا کہ یہ ضرور مفسد ہے۔

ایک قتلہ لعنت ہوتا ہے اور ایک قتلہ رحمت ہوتا ہے کوئی نبی نہیں آیا جس نے قتلہ نہیں ڈالا بیشہ نوبت جدائی اور فساد کی پہنچتی رہی۔ پھر آخر انہیں میں سے جو نیک تھے اللہ تعالیٰ ان کو لے آتا رہا۔ دنیا میں ہمارے اس سلسلہ کے متعلق گھر گھر شور ہے بعض آدمی رافضیوں سے بڑھ گئے ہیں لعنت کی تسبیح رات دن پھیرتے ہیں اور انہی مخالفوں میں سے بعض ایسے نکلے ہیں کہ جان قربان کرنے کو تیار ہیں ہم تو اللہ تعالیٰ سے شرمندہ ہیں ہماری طرف سے کوشش ہی کیا ہوئی ہے آسمان پر ایک جوش ہے وہی کشاں کشاں لوگوں کو لانا رہا ہے۔

عیسائیوں کا مذہب

اس کے بعد ایک شخص نظم سناتے رہے ایک مقام پر عیسائیوں کے ذکر پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ لوگ اتنا فلسفہ اور ہیئت پڑھ کر ڈوبے ہوئے ہیں چوڑھوں کا بھی کچھ مذہب ہوتا ہے کہ کچھ بات پیش کرتے ہیں مگر یہ تو بالکل ہی ڈوبے ہوئے ہیں۔

خواب میں گالیاں دینے کی تعبیر

پھر ایک صاحب نے ایک خواب سنایا۔ ایک شخص اسے گالیاں دے رہا ہے حضور نے تعبیر فرمائی کہ خواب میں جو شخص گالیاں دینے والا ہوتا ہے وہ مطلوب ہوتا ہے اور جس کو گالی دی جاتی ہے وہ غالب ہوتا ہے۔

۱۹۶۲ء بروز شنبہ
۱۱ نومبر

دینی کاموں کیلئے دن رات ایک کر دو

ظہر کے وقت حضور تشریف لائے اور احباب کو فرمایا کہ یہ وقت بھی ایک قسم کے جہاد کا ہے میں رات کے تین تین بجے تک جاگتا ہوں اس لئے ہر ایک کو چاہئے کہ اس میں حصہ لے اور دینی ضرورتوں اور دینی کاموں میں دن رات ایک کر دے۔

کلام کا نشان دائمی ہوتا ہے

کلام کی فصاحت اور بلاغت پر فرمایا کہ روزمری قسم کے جس قدر نشانات ہوتے ہیں وہ تو غائب ہو جاتے ہیں مگر اس طرح کا نشان ہمیشہ قائم رہتا ہے بھلا اب موسیٰ کے سانپ کو کوئی دکھا سکتا ہے؟ مگر کلام کا معجزہ اور نشان ایسا ہوتا ہے کہ آئندہ آنے والے ہمیشہ اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں اور نتیجہ نکالتے ہیں کہ فلاں شخص (مرو خدا) نے یہ کلام بطور نشان کے پیش کیا اور مخالف کچھ نظیر نہ لاسکے اور کچھ جواب نہ بن آیا۔

حافظ محمد یوسف کی نیش زنی

نماز مغرب سے پیشتر میرنا صر نواب صاحب نے امر تر سے آکر بیان کیا کہ حافظ محمد یوسف صاحب ملے تھے اور ان سے باتیں ہوئیں آخر وہ نیش زنی پر اتر آئے حضرت اقدس نے فرمایا۔ اگر ہم کاذب ہیں تو ہم ادنیٰ سے ادنیٰ جو آدمی ہے اس سے بھی بدتر ہیں کاذب کی حقیقت ہی کیا ہوتی ہے۔

فار قلیط اور احمد

نماز کے بعد مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے بیان کیا کہ ایک شخص نے فار قلیط کے بارے میں یہ اعتراض کیا ہے کہ اس کے معنی میگزین میں حق و باطل میں تمیز کرنے والا کے کئے گئے ہیں پھر یہ معنی لفظ احمد پر کیسے چسپاں ہو سکتے ہیں؟ اور یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ فار قلیط سے مراد احمد ہے لفظ احمد کی یہ سنگوٹی کا ذکر کتب سابقہ میں کہاں ہے؟

خدا تعالیٰ کے برگزیدہ نے فرمایا کہ

ہمارے ذمہ ضروری نہیں ہے کہ موجودہ کتب توریت وغیرہ سے یہ لفظ نکال کر دکھائیں جب قرآن مجید نے ان کتب کو محرف و مبدل قرار دیا ہے تو ہم کہاں سے نکالیں؟ جب فار قلیط ہی محرف ہے تو ممکن ہے کوئی اور بھی لفظ ہو جس کے معنی احمد کے ہوں۔

لسان العرب میں لکھا ہے کہ فار قلیط لفظ فارق اور لیط کا مرکب ہے فارق معنی فرق کرنے والا اور لیط معنی شیطان۔ یعنی شیطان کو الگ کر دینے والا دوسری یہ بات ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام فار قلیط بھی ہے کیونکہ آپ صاحب فرقان ہیں اور فرقان کے معنی فرق کرنے والا کے ہیں اور **أَعُوذُ بِاللَّهِ مِنَ الشَّيْطَانِ الرَّجِيمِ** میں لفظ شیطان ہے جو لیط کا معنی ہے اس طرح آپ کا نام فار قلیط بھی ہو گیا اور احمد کے معنی بہت تعریف کرنے والا کے ہیں تو آپ سے بڑھ کر اور کون ہو گا جو توحید کے ذریعہ سے ہر ایک قسم کی شیطنت کو دور کرے فار قلیط بننے کے واسطے احمد ہونا ضروری ہے احمد وہ ہے جو دنیا میں سے شیطان کا حصہ نکال کر خدا تعالیٰ کی عظمت اور جلال کو قائم کرنے والا ہو فار قلیط کا منشاء دوسرے الفاظ میں احمد ہے۔

کرشن اور راجندر کی پرستش

مدرسے سے ایک ہندو عقیدت مند آئے حضور نے ان سے دریافت فرمایا کہ آپ کے شہر میں کرشن اور راجندر اور پتھر کے بتوں کی بھی پرستش ہوتی ہے؟ لالہ صاحب نے جواب دیا کہ ہاں لوگ کرتے ہیں مگر میں نہیں کرتا۔

مدرسے سے ہندو کا آنا بھی نشان ہے

حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ اب ان کا دور دراز مقام سے آنا بھی **يَأْتُونَكَ مِنْ بِلَدٍ مِثْلَ قَبْجِ عِمِّيْنِ** کا مصداق ہے اگر ایسے نشانوں کو ہم جمع کریں تو دس ہزار سے بھی زیادہ نکلتے ہیں اور گواہ بھی محمد حسین کافی ہے۔

آتمم کا رجوع

آتمم کے تذکرہ پر فرمایا یہ بات یاد رکھنی چاہئے کہ میں نے اسی وقت مباحثہ میں سنا دیا تھا کہ اس مباحثہ اور پیشگوئی

کی بنیاد یہ ہے کہ آتھم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام دجال رکھا تو اسی وقت ”آتھم نے توبہ توبہ کر کے کانوں پر ہاتھ رکھے اور کہا کہ مرزا صاحب مجھے ناحق مارتے ہیں میں نے تو دجال نہیں کہا“ (مولوی عبدالکریم صاحب نے کہا مجھے یہ الفاظ خوب یاد ہیں) کیا یہ اس کا عمل رجوع تھا یا نہیں؟

لندن میں جھوٹے مسیح پگٹ کے بعد سچے مسیح کا قدم ہوگا

منفق محمد صادق صاحب نے ایک خط مسٹر پگٹ مدعی مسیح کو لندن میں لکھ کر مزید حالات اس کے دعویٰ کے دریافت کئے تھے جس کے جواب میں اس کے سکرٹری نے دو اشتہار اور ایک خط روانہ کیا تھا وہ حضرت اقدس کرسنائے۔ پگٹ کے اشتہار کا جو عنوان انگریزی لفظوں میں تھا اس کے معنی ہیں کشتی نوح۔
حضرت اقدس نے فرمایا :-

اب ہماری کشتی نوح جھوٹی پر غالب آجائے گی یورپ والے کہا کرتے تھے کہ جھوٹے مسیح آنے والے ہیں سوا دل لندن میں جھوٹا مسیح آگیا اس کا قدم اس زمین میں اول ہے بعد ازاں ہمارا ہو گا جو کہ سچا مسیح لے ہے اور یہ جو حدیثوں میں ہے کہ دجال خدائی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا تو مونے رنگ میں اب اس قوم نے وہ بھی کر دکھایا ڈوٹی امریکہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے اور پگٹ لندن میں خدائی کا دعویٰ کر رہا ہے اور اپنے آپ کو خدا کہتا ہے پگٹ کا خدا ہونا دوسرے لفظوں میں یہ گویا انجیل کی شرح آئی ہے اسے ایک فائدہ ہوا ہے کہ مسیح کو خدا ماننے سے چھوٹ گیا کیونکہ آپ جو ساری عمر کے لئے خود خدا ہو گیا۔

لے اھم کے الفاظ یہ ہیں :-

پگٹ نے منفق محمد صادق صاحب کو ان کے خط کے جواب میں دو نوٹس بھیجے جو پڑھ کر سنائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا :-
مقتول باتوں کی قدر ہوتی ہے اور وہ رہ جاتی ہیں لیکن جاہلانہ باتوں کی رونق دو تین سطروں میں جاتی رہتی ہے۔ جھوٹے عیوں اور سبوں کا قدم پہلے لندن میں رکھا گیا اور سچے مسیح کی آواز اس کے بعد لندن میں پہنچے گی۔

(الھم ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۲ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چار شنبہ

آخری زمانہ کی علامات

بعد نماز مغرب مفتی محمد صادق صاحب نے سنایا کہ ایک انگریزی رسالہ میں لکھا ہے کہ ان ایام میں دنیا میں مختلف مقامات پر بڑی کثرت سے زلزلے آرہے ہیں اور آتشیں مادے زمین سے نکل رہے ہیں اور زمین اونچی ہوتی جا رہی ہے فرانس کے محققین نے لکھا ہے کہ دنیا کی قدیم سے قدیم تواریخ میں زمین کے اس عظیم تغیر کی کہیں خبر نہیں ملتی۔
حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یوں تو زمین سے ہمیشہ کانیں نکلتی رہتی ہیں اور آتش فشاں پہاڑ پھٹتے رہتے ہیں مگر اب خصوصیت سے ان زلزلوں کا آنا اور زمین کا اٹھنا یہ آخری زمانہ کی علامتوں میں سے ہے اور
اَخْرَجَتِ الْاَرْضُ اَنْثَقَالَهَا (الزلزال : ۳) اسی طرف اشارہ ہے زمانہ بتلا رہا ہے کہ وہ ایک نئی صورت اختیار کر رہا ہے اور اللہ تعالیٰ خاص تصرفات زمین پر کرنا چاہتا ہے۔

اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ

حکیم نور الدین صاحب نے عرض کی کہ لوہا آج تک اس کثرت سے زمین سے نکلا ہے کہ اگر ایک جگہ جمع کیا جائے تو ایک اور ہالہ پہاڑ بن جائے۔ لوہے کی کانوں کی آج تک تہہ نہیں ملی کہ کہاں تک نیچے ہی نیچے نکلتا آتا ہے
حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خدا تعالیٰ نے بھی سونا اور چاندی کو چھوڑ کر اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ (حدید : ۲۶) ہی فرمایا ہے
(یعنی یہی نوع انسان کے لئے زیادہ نفع رساں ہے)

کلام کے معجزہ کی اہمیت

پھر کلام کے معجزہ کا ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ
سفہ روزگار میں یاد رکھنے کے لئے جیسے یہ نشان ہوتا ہے اور کوئی نہیں۔ یہ بھی ایک ختم نبوت کا نشان تھا اب بھی قرآن شریف کو جو کوئی دیکھے گا تو اسے معجزہ ہی نظر آئے گا اگر موسیٰ علیہ

السلام کا سوننا بھی اسی شان کا ہوتا تو چاہئے تھا کہ وہ بھی کسی صندوق میں آج تک محفوظ چلا آتا اور یہودی لوگ اس کی زیارت کرواتے کہ یہ موسیٰ کا سوننا ہے جسے انہوں نے سانپ بنایا تھا یہی حال مسیح کے مریضوں کی صحت کا ہے اب تو عیسائی لوگ پچھتاتے ہوں گے کہ کاش عیسیٰ علیہ السلام کوئی کتاب ہی بنا کر چھوڑ جاتے مگر یہ خاصہ صرف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے اور کسی نبی کا نہیں۔

نیت پر ثواب

مدرسہ سے جولالہ صاحب آئے ہوئے تھے ان کی نسبت حضرت اقدس اور حکیم صاحب اور مولوی صاحب یہ تذکرہ کرتے رہے کہ اس شخص کے دل میں کیا شوق ہے کہ اتنی دور دراز مسافت طے کر کے زیارت کے لئے آیا ہے حالانکہ یہ شخص نہ ہماری باتیں سمجھ سکتا ہے نہ انگریزی جانتا ہے حضور نے فرمایا

اللہ تعالیٰ ہر ایک کی نیت پر ثواب دے دیتا ہے۔

۱۳ نومبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

تو تعلیم یافتہ مکتدین

بعد نماز مغرب نئی روشنی کے تعلیم یافتہ جو کہ خدا اور اس کے رسول اور اس کے احکام کو جواب دیئے بیٹھے ہیں ان کے ذکر پر حضور نے فرمایا کہ وہ خدا جس میں ساری راحتیں مخفی ہیں وہ ان سے بالکل دور ہو گیا ہے جیسے کروڑہا کوس دور ہے اس صورت میں ان کا پھر خدا تعالیٰ سے کیا تعلق؟ اور جن کو یہ مذہب کہتے ہیں ان کو کیا سمجھے بیٹھے ہیں۔ (گویا خدائی کا منصب و قالب سب ان کو دے دیا ہے) محبت دنیا اور محبت جاہ نے ان کو اندھا کر دیا ہے۔

ایک شخص نے ذکر کیا کہ علی گڑھ کے ایک طالب علم نے اسی فیضی میں ایک مضمون لکھا

ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بھی گناہ سے خالی نہ تھے اگرچہ اور انبیاء سے بزرگ تر ہیں جن کے گناہ ان سے زیادہ تھے
حضرت اقدس نے فرمایا :-

اصل میں یہ لوگ مذہب سے خارج ہیں خدا تعالیٰ کا خوف مطلق نہیں۔ صرف کتبہ کا ہے۔

دہابیوں کی ظاہر پرستی

اس کے بعد حضرت اقدس نے دہابیوں کے اخلاق اور ادب رسول پر اپنا ایک ذکر سنایا کہ ایک دفعہ جب آپ امرتسر میں تھے تو غزنوی گروہ کے چند مولویوں نے آپ کو چائے دی چونکہ حضرت اقدس کے دائیں ہاتھ میں بچپن سے ضرب آئی ہوئی ہے اور ہڈی کو صدمہ پہنچا ہوا ہے آپ نے بائیں ہاتھ سے پیالی لی تو اس پر غزنوی صاحبان نے فوراً بلا وجہ دریافت کئے کہنا شروع کیا کہ یہ خلاف سنت ہے آپ نے ان کو سمجھایا کہ آداب اور روحانیت بھی سنت ہے پھر ان کو اصل وجہ بتلا دی گئی اس کے بعد ان لوگوں نے آپ پر یہ اعتراض کیا کہ آپ نے اپنی تصنیفات میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بہت تعریف کی ہے اس قدر نہ چاہئے تھی ہم تو ان کو اسی قدر مانتے ہیں جس قدر حدیث سے ثابت ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مرتبہ یونس بن متی سے بھی زیادہ نہیں ہے۔

فرمایا :-

جسمانی طور پر جس قدر ترقیات آج تک ہوئی ہیں کیا وہ پہلے زمانوں میں تھیں؟ اسی طرح روحانی ترقیات کا سلسلہ ہے کہ ہوتے ہوتے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ختم ہوا۔ خاتم النبیین کے یہی معنی ہیں جب ان (دہابیوں) کی یہ حالت ہے تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے کونسی سچی محبت کر سکتے ہیں اور کیا فائدہ اٹھا سکتے ہیں؟

فرمایا کہ

میرا دل ان لوگوں سے کبھی راضی نہیں ہوا اور مجھے یہ خواہش کبھی نہیں ہوتی کہ مجھے دہابی کہا جائے اور میرا نام کسی کتاب میں دہابی نہ نکلے گا۔ میں ان کی مجلسوں میں بیٹھتا رہا ہوں۔ ہمیشہ لغاعی کی بو آتی رہی ہے یہی معلوم ہوا کہ ان میں زرا چھلکا ہے مغز بالکل نہیں ہے مولوی محمد حسین صاحب نے خود حدیث کی نسبت اپنے اشاعت السنہ میں یہ بات لکھی ہے کہ ایک صاحب الہمام

یا اہل کشف صحیح حدیث کو ضعیف یا ضعیف کو صحیح قرار دے سکتا ہے کیونکہ وہ کشفی حالت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کی تصحیح کرا لیتا ہے مگر تاہم میں نے یہ التزام رکھا ہے کہ میں اپنے کشف یا الہامات پر تحمل نہیں کرتا جب تک قرآن اور سنت اور صحیح حدیث اس کے ساتھ نہ ہو۔ محمد حسین صاحب سے پوچھا جائے کہ جب عبد اللہ صاحب غزنوی احادیث میں اس طرح دخل دے سکتے ہیں تو پھر حکم نے کیا گناہ کیا ہے کہ اسے ہر رطب و یابس ماننے پر مجبور کیا جاتا ہے۔

باقی رہنے والی دوستی

شخص ہند نے جو مخالفت مولوی محمد حسین صاحب کی کی ہے اس پر فرمایا کہ جو لوگ اپنی نفسانی اغراض کے پرستار ہوتے ہیں ان میں دوستی نہیں ہوتی اگر ہو تو جلد جاتی رہتی ہے خدا کے واسطے دوستی ہو تو وہ باقی رہتی ہے وہ ذات پاک قدوس ہے وہی دلوں میں پاکیزگی بھرتا ہے اور سینوں کو کدورتوں سے صاف کرتا ہے۔

تقویٰ اور استقامت اختیار کرو

شیخ فضل حق صاحب نو مسلم پشاور سے آئے تھے ان کی موجودہ حالت پر فرمایا کہ اوائل میں جو سچا مسلمان ہوتا ہے اسے صبر کرنا پڑتا ہے صحابہؓ پر بھی ایسے زمانے آئے ہیں کہ پتے کھا کھا کر گزارا کیا بعض وقت روٹی کا ٹکڑا بھی میسر نہیں آتا تھا کوئی انسان کسی کے ساتھ بھلائی نہیں کر سکتا جب تک خدا تعالیٰ بھلائی نہ کرے جب انسان تقویٰ اختیار کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس کے واسطے دروازہ کھول دیتا ہے **مَنْ يَتَّقِ اللَّهَ يَجْعَلْ لَهُ مَخْرَجًا وَيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق : ۳-۴)** خدا تعالیٰ پر سچا ایمان لاؤ اس سے سب کچھ حاصل ہو گا استقامت چاہئے انبیاء کو جس قدر درجات ملے ہیں استقامت سے ملے ہیں۔ خالی خشک نمازوں اور روزوں سے کیا ہو سکتا ہے؟

بیعت پر آخر دم تک قائم رہو

اسکے بعد تین احباب نے بیعت کی حضرت اقدس نے ان کو فرمایا :-

جو بیعت کی ہے اس پر آخر دم تک قائم رہو۔ تب خدا تعالیٰ راضی ہوتا ہے۔

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ ہم کسی کے ذمہ دار نہیں ہو سکتے خدا تعالیٰ کا وعدہ ہے کہ جو شخص تقویٰ اختیار کرے گا وہ اس کو نجات دے گا اس لئے تقویٰ اختیار کرو۔

فرمایا :-

ہماری جماعت دراصل مطعون تو ہو چکی ہے کہ مخالفین کا نشانہ بنی ہوئی ہے اس طرح سے طاعون اپنا کام اس میں کر چکی ہے۔

ناول نویسی

ایک صاحب نے حکیم صاحب کی معرفت کہا کہ اگر بعض واقعات حَقِّہ کو ناول کے پیرایہ میں بیان کیا جائے تو یہ امر معیوب تو نہیں۔

فرمایا :-

اس میں معصیت نہیں ہے مطالب کو سمجھانے کے واسطے ہمیشہ زید و بکر کا ذکر فرضی طور پر رکھ لیتے ہیں خود تعزیرات ہند میں مثالیں موجود ہیں۔

۴۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

اس زمانہ کا جہاد

بعد نماز مغرب حضرت اقدس حسب معمول شہ نشین پر جلوہ گر ہوئے مولوی محمد علی صاحب سیالکوٹی نے رخصت طلب کی اور عرض کیا کہ میں جا کر صرف چند روز گھر رہوں گا پھر وہ بہ وہ پھر کر پنجابی نظم کے پیرایہ میں حضور کے سلسلہ کی تبلیغ اور اتمام حجت کروں گا حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

یہ بہت عمدہ کام ہے اور اس زمانہ کا یہی جہاد ہے جو لوگ پنجابی سمجھتے ہیں آپ ان کے لئے

بہت مفید کام کرتے ہیں۔

نجات خدا کے فضل سے ہوتی ہے

سید سرور شاہ صاحب نے مدراس سے آنے والے ہندو لالہ بڈیاپا کی طرف سے یہ عرض کی کہ رات کو انہوں نے ایک سوال کیا کہ اسلام کے سوا غیر مذاہب کے لوگ جو نیکی کرتے ہیں کیا ان کو نجات ہے کہ نہیں؟

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

نجات اپنی کوشش سے نہیں بلکہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوا کرتی ہے اس فضل کے حصول کے لئے خدا تعالیٰ نے اپنا قانون ٹھہرایا ہوا ہے وہ اسے کبھی باطل نہیں کرتا وہ قانون یہ ہے إِنَّ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران: ۳۲) اور وَصَنَّا بَيْنَنَا وَبَيْنَكَ نَجَاتٍ أَلَيْسَ بِشَيْءٍ نَحْنُ نَعْلَمُهُ (آل عمران: ۸۶) اگر اس پر دلیل پوچھو تو یہ ہے کہ نجات ایسی شے نہیں ہے کہ اس کے برکات اور ثمرات کا پتہ انسان کو مرنے کے بعد ملے بلکہ نجات تو وہ امر ہے کہ جس کے آثار اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں کہ نجات یافتہ آدمی کو ایک بہشتی زندگی اسی دنیا میں مل جاتی ہے دوسرے مذاہب کے پابند، مقلد اس سے محروم ہیں اگر کوئی کہے کہ اہل اسلام کی بھی یہی حالت ہے تو ہم کہتے ہیں کہ وہ اسی لئے اس سے بے نصیب ہیں کہ کتاب اللہ کی پابندی نہیں کرتے اگر ایک شخص کے پاس دوا ہو اور وہ اسے استعمال نہ کرے اور لا پرواہی دکھائے تو وہ بہر حال اس کے فوائد سے محروم رہے گا یہی حال مسلمانوں کا ہے کہ ان کے پاس قرآن مجید جیسی پاک کتاب موجود ہے مگر وہ اس کے پابند نہیں ہیں مگر جو لوگ خدا تعالیٰ کے کلام سے اعراض کرتے ہیں وہ ہمیشہ انوار و برکات سے محروم رہتے ہیں پھر اعراض بھی دو قسم کے ہوتے ہیں ایک صوری، ایک معنوی، یعنی ایک تو یہ ہے کہ ظاہری اعمال میں اعراض ہو اور دوسرے یہ کہ اعتقاد میں اعراض ہو اور انسان کو انوار و برکات سے حصہ نہیں مل سکتا جب تک وہ اسی طرح عمل نہ کرے جس طرح خدا تعالیٰ فرماتا ہے كُنُوزُ أُمَّةٍ الْمَصَادِقِينَ (التوبة: ۱۱۹) بات یہی ہے کہ خیر سے خیر لگتا ہے اور یہی قاعدہ ابتداء سے چلا آتا ہے پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم آئے تو آپ کے ساتھ انوار و برکات تھے جن میں سے صحابہ نے بھی حصہ لیا پھر اسی طرح خیر کی لاگ کی طرح آہستہ آہستہ ایک لاکھ تک ان کی نوبت پہنچی اور اس سے بڑھ کر دلیل یہ ہے کہ سوائے اسلام کے اور کسی مذہب میں برکات نہیں ہیں اور اسلام کے سوا اور کسی مذہب میں رکھا ہوا کیا ہے؟

ہندوؤں کو دیکھو وہ بت پرست ہیں عیسائیوں نے ایک عاجز انسان کو خدا بنا رکھا ہے۔ اگر کوئی کہے کہ ہم بت پرست نہیں ہیں تو جب ہم اس کی تفتیش کریں گے تو ثابت کر دیں گے۔ آریہ لوگ غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں خود کلام خدا کا قبیح نہ ہونا اور یہ دعویٰ کرنا کہ میں خدا سے مل جاؤں گا یہ بھی گمراہی ہے جیسے حدیث میں ہے کہ اے لوگو تم سب اندھے ہو مگر جسے میں آنکھیں دوں جو شخص دعویٰ کرتا ہے کہ میں خدا کے کلام کے سوا نجات پالوں گا وہ بھی مشرک ہے نجات کی کبھی تو خدا کے ہاتھ میں ہے وہی جس کے لئے چاہے اس کے دروازے کھول دے خدا تعالیٰ بار بار یہی فرماتا ہے کہ رسول کی پیروی کرو اگر ایک باغ ہو اور اس میں لاکھوں پھل ہوں مگر جب تک باغبان اجازت نہ دے تو کوئی اس میں سے ایک پھل بھی نہیں کھا سکتا اسی طرح بازاروں میں کئی قسم کی اشیاء ہوتی ہیں اور ہزاروں ہوتی ہیں مگر مالک کی اجازت کے بغیر کوئی نہیں لے سکتا اسی طرح خدا تعالیٰ کی نعمتوں کو حاصل کرنے کا یہی ایک طریق ہے اور یہ آدم علیہ السلام سے اسی طرح چلا آتا ہے اس میں بحث کی بھی ضرورت نہیں ہے کیونکہ ہر ایک نور اور معرفت کی نظیر اور جگہ مل ہی نہیں سکتی۔

حقیقی کرامت

فرمایا :-

انسان کا سب سے پہلا معجزہ یہ ہے کہ خدا تعالیٰ اسے تقویٰ بخشے جو دل پلید ہوتے ہیں ان کا بیان کرنا ہی بے فائدہ ہے اگر کوئی ہمارے پاس آکر ایک کانڈ کا کبوتر بنا کر دکھا دے تو کیا اسے ہم کرامت سمجھ لیں گے؟ بات یہی ہے کہ انسان کی زندگی پاک ہو فراست ہو اور تقویٰ ہو۔

معجزہ کی حقیقت

دوسرا سوال یہ تھا کہ معجزہ کی قسم کے بعض امور اور لوگ بھی دکھاتے ہیں۔

فرمایا

میں قصوں کو نہیں سنتا یہ جو فرانس یا کسی اور جگہ کے قصے سنائے جاتے ہیں یہ کافی نہیں سب سے پہلا معجزہ تو یہ ہے کہ انسان پاک دل ہو بھلا پلید دل کیا معجزہ دکھا سکتا ہے جب تک خدا تعالیٰ سے ڈرنے والا دل نہ ہو تو کیا ہے؟ ضروری ہے کہ متقی ہو اور اس میں دیانت ہو اگر یہ نہیں تو پھر کیا ہے؟ تماشے دکھانے والے کیا کچھ نہیں کرتے جاندار میں ایک شخص نے بعض

شعبدے دکھائے اور اس نے کہا کہ میں مولویوں سے ان کی بابت کرامت کا فتویٰ لے سکتا ہوں مگر وہ خود جانتا تھا کہ ان کی اصلیت کیا ہے بعد میں وہ اس سلسلہ میں داخل ہو گیا اس نے توبہ کی۔ جن ملکوں کے قصے بیان کئے جاتے ہیں وہاں اگر معجزے دکھانے والے ہوتے تو یہ فسق و فجور کے دریا وہاں نہ ہوتے۔ خدا تعالیٰ کے نشانات دل پر ایک پاک اثر ڈالتے ہیں اور اس کی ہستی کا یقین دلاتے ہیں مگر یہ شعبدے انسان کو گمراہ کرتے ہیں ان کا خدا شناسی اور معرفت سے کوئی تعلق نہیں ہے اور نہ ہی یہ کوئی پاک تبدیلی پیدا کر سکتے ہیں اس لئے کہ یہ خدا تعالیٰ کی طرف سے نہیں ہوتے۔

۱۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

تائیدات الہیہ کا ذکر

ظہر کے وقت حضرت اقدس ان تائیدات الہی کا ذکر فرماتے رہے جو ان ایام میں حضور کے شامل حال ہوتی جاتی ہیں اور باعث فتح۔ نصرت و اقبال بن رہی ہیں۔ (یعنی اعجاز احمدی کی معجزانہ تصنیف اور اس کے بالمقابل مخالفوں کی شرمساری۔) بعد ادائے نماز مغرب حضور شبہ نشین پر جلوہ افروز ہوئے۔

طاعون کا علاج

بعض مریضوں کے حالات اور ان میں فوری تیز جلاویں سے جو عمدہ نتائج پیدا ہوئے تھے ان کا ذکر حکیم نور الدین صاحب کرتے رہے حضرت اقدس نے اس کی تائید میں فرمایا کہ :-
جب بمبئی میں طاعون کثرت سے پھیلی تو وہاں سے زین الدین محمد ابراہیم صاحب انجینئر نے مجھے لکھا تھا کہ یہ ایک بار بار تجربہ شدہ اور مفید علاج دیکھا گیا ہے کہ طاعون کے آثار نمودار ہوتے ہی پانچ یا چھ تولہ کے قریب میکیشیا سالٹ مریض کو پلا دیا گیا ہے تو اسے پھر بفضل خدا ضرور آرام آ گیا ہے۔

۱۵ اہم جلد ۶ نمبر ۳۱ صفحہ ۷۷ مورخہ ۱۹۰۲ء

۱۵ اہم جلد ۱ نمبر ۳۱ صفحہ ۳۱ مورخہ ۱۹۰۲ء

ترجمہ کا فائدہ

ظہر کے وقت حضرت اقدس نے کچھ عرصہ مجلس فرمائی مولوی محمد اسن صاحب امرہوی ایک نظر اعجاز احمدی پر کر رہے تھے چونکہ یہ کتاب رات کو چھپی تھی اس لئے بعض جگہ سمو کاتب سے غلطی رہ گئی تھی اور بعض جگہ نقطہ وغیرہ لگانا یا دور کرنا رات کو اندھیرے میں رہ گیا تھا اس کا ذکر ہوا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ

یہ کوئی غلطی نہیں ہوا کرتی کیونکہ ساتھ ہی ترجمہ ہے اگر کوئی لفظ عربی ہے اور نقطہ وغیرہ کی غلطی ہے تو نیچے دیا ہوا ترجمہ اس کی صحت کرتا ہے اور اگر ترجمہ میں کوئی غلطی رہ گئی ہے تو پھر اصل عبارت عربی موجود ہے اس سے اس کی صحت ہو جاتی ہے۔

وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جو سچا تقویٰ اختیار کرے گا

نماز مغرب کے بعد اعجاز احمدی کے بارے میں اور اس کے اثر کے متعلق مختلف احباب ذکر کرتے رہے پھر سید عبداللہ صاحب عرب نے حضرت اقدس سے عرض کیا کہ میرے اطراف میں درد ہوتا رہتا ہے۔ طاعون کا خطرہ ہے اگر حضور اپنا کرتہ عطا فرمائیں تو میں اسے پنے رہوں حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

ہم کرتے تو دے دیں گے مگر بات یہ ہے کہ جب تک اللہ تعالیٰ کی رحمت اور فضل کا کرتہ نہ ہو تو پھر کوئی شے کام نہیں آتی دیکھو میں جانتا ہوں کہ گو بار بار اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا ہے کہ وہ میری اور میری جماعت کی اس ذلت کی موت سے حفاظت فرمائے گا۔ مگر رسمی مسلمان یا رسمی بیعت والے کا کوئی ذمہ دار نہیں ہے جب تک کہ ہمارے ساتھ والے کو حقیقی تقویٰ نصیب نہ ہو۔ ایک مسلمان نے ایک دفعہ ایک یہودی کو کہا کہ تو مسلمان ہو جا اس یہودی نے کہا کہ تو اگرچہ مسلمان ہے مگر تو کوئی عمدہ آدمی نہیں ہے اس لئے تم صرف صورت پر ناز نہ کرو بلکہ حقیقت کام آتی ہے۔ سنو۔ ہمارے ہاں ایک دفعہ ایک لڑکا پیدا ہوا اور اس کا نام خالد رکھا گیا جس کے معنی ہیں ہمیشہ رہنے والا اور پھر اسی دن اسے دفن کر آئے وہ مر گیا اور خالد کا لفظ اس لڑکے کے کوئی کام نہیں آیا۔ اسی طرح ہمیشہ انسان کے کام میں حقیقت اور روحانیت ہی کام دے گی۔

میرادل ہرگز یہ قبول نہیں کرتا کہ ہماری جماعت میں جو سچا تقویٰ اور طہارت بھی رکھتا ہو

اور جسے خدا تعالیٰ سے سچا تعلق بھی ہو تو پھر خدا سے ذلت کی موت مارے۔ اگرچہ طاعون مختلف وقتوں میں آتی رہی ہے مگر ہر زمانہ کا حکم الگ الگ ہے بعض وقتوں میں ایسا کوئی آدمی نہ تھا جو اس وقت تم میں بول رہا ہے پس ایسے وقت خدا تعالیٰ فرق کرنا چاہتا ہے اور وہی شخص فائدہ اٹھائے گا جو خدا تعالیٰ کے منشاء کو سمجھ کر سچا تقویٰ اختیار کرے گا اور خدا سے کوئی فرق نہ رکھے گا خدا تعالیٰ نے ہمیں خوب سمجھا دیا ہے کہ جو دل سخی اور فرق کرنے والے ہیں ان سے یہ عذاب خدا تعالیٰ نے پھیر دیا ہے اس لئے ایک متقی کب اس میں شریک ہو سکتا ہے اگر ہماری جماعت میں کوئی موت طاعون کی ہو تو ہمیں ماننا پڑے گا کہ اس میں کوئی نوع غفلت کی تھی میرے وہم اور خیال میں بھی کبھی یہ بات نہیں آئی کہ خدا تعالیٰ پر بد ظنی کی جائے کہ وہ قلمت الوعد ہو۔

اپنے ارد گرد و ایک نیواری رحمت بنا لو

پس راتوں کو اٹھ کر روؤ۔ دعائیں مانگو اور اس طرح سے اپنے ارد گرد ایک دیوار رحمت بنا لو خدا تعالیٰ رحیم کریم ہے وہ اپنے خاص بندہ کو ذلت کی موت کبھی نہیں مارتا۔ (اگر خدا نخواستہ ہماری جماعت میں سے کسی کو ذلت کی موت آئی تو لوگ اعتراض کریں گے کیونکہ اگر ہم اشتہار نہ دیتے تو کسی کو اعتراض کا موقع نہ ملتا مگر اب تو ہم نے خود مشتہر کیا ہے اسلئے لوگ ضرور اعتراض کریں گے۔) پس تم کو چاہئے کہ اپنے اندر تبدیلی پیدا کرو مجھے امید ہے کہ جو پورے درد والا ہو گا اور جس کا دل شرارت سے دور نکل گیا ہے خدا سے ضرور بچائے گا توبہ کرو۔ توبہ کرو۔ مجھے یاد ہے ایک مرتبہ مجھے الہام ہوا تھا۔

”آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے“

حقیقت یہ ہے کہ جو خدا کا بندہ ہو گا اسے طاعون نہیں ہوگی اور جو شخص ضرر اٹھائے گا اپنے نفس سے اٹھائے گا اگر تم خدا سے صفائی نہیں کرتے تو کوئی طیبیب تمہارا علاج نہیں کر سکتا اور نہ کوئی دوا فائدہ بخش سکتی ہے یہ ذمہ داری صرف خدا کا فعل ہے دل کا پاک و صاف کرنا بھی ایک موت ہوتی ہے جب تک انسان محسوس نہ کرے کہ میں اب وہ نہیں ہوں جو پہلے تھا تب تک اسے سمجھنا چاہئے کہ میں نے کوئی تبدیلی نہیں کی۔ جب اسے معلوم ہو کہ میں اب گندی زندگی جمالت اور طولی اہل سے بہت دور آ گیا ہوں تو سمجھے کہ اب میں نے تقویٰ پر قدم رکھا ہوا ہے۔ نفس بہت دھوکے دیتا ہے بیگانے مال کی خواہش رکھتا ہے حسد سے دوسرے کے مال کا زوال اور نقصان چاہتا ہے۔ تو یہ باتیں آخری اور نفس سے نکلنے کی ہوتی ہیں۔ اور یہ وہی آخری وقت ہے

خدا کا خوف ایسی شے ہے کہ انسان کو خسی کرتا ہے۔

ایک رؤیا

نماز عشاء کے بعد حضور پھر تھوڑی دیر کے لئے شہ نشین پر بیٹھ گئے اور فرمایا کہ مجھے رؤیا ہوا ہے کیا دیکھتا ہوں کہ ایک آدمی سر سے ننگا میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے میرے پاس آیا ہے اس سے مجھے سخت بدبو آتی ہے میرے پاس آکر کتا ہے کہ میرے کان کے نیچے طاعون کی گٹھی نکلی ہوئی ہے میں اسے کتا ہوں کہ پیچھے ہٹ جا۔ پیچھے ہٹ جا۔ آپ نے فرمایا کہ :-

اس کے ساتھ تقسیم الہی کوئی نہیں ہوئی۔

۴ نومبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

اعجاز احمدی اور مخالفین

حضرت اقدسؒ آٹھ بجے کے قریب میر کے لئے تشریف لائے اور قادیان کی مشرقی طرف چلے۔ اعجاز احمدی کا ذکر ہوتا رہا۔ کہ یہ مخالف اب اس کا کیا جواب دے سکتے ہیں۔ ہاں بعض یہ کہیں گے کہ اگر ہم چاہیں تو اس کا جواب لکھ سکتے ہیں اس پر نواب محمد علی خاں صاحب نے ایک ڈاکٹر صاحب کا ذکر سنایا کہ وہلی میں ایک مولوی نے اعجاز مسیح کو دیکھ کر یہی کہا تھا کہ اگر چاہیں تو ہم اس کا جواب لکھ سکتے ہیں مگر کون وقت ضائع کرے حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ وہی مثال ہے کہ ایک شخص نے مشتہر کیا کہ میرے پاس ایک بکری ہے جو شیر کو مار لیتی ہے بشرطیکہ وہ چاہے۔

فرمایا

یہی حیلہ کریں گے اگر ہم چاہتے تو جواب لکھ سکتے ہیں۔ اسی طرح یہ لوگ ارادہ نہیں کرتے یہی ان کا حیلہ ہوتا ہے۔ پھر فرمایا کہ

اعجاز احمدی کا اردو حصہ بھی ہمارے تمام رسالوں کا نچوڑ ہے۔ پھر فرمایا کہ

ابھی کیا خبر ہے کہ ہماری جماعت کے کون کون پوشیدہ لوگ ان کے درمیان ہیں وقت آئے

گا۔ تو سب آجائیں گے اس کی مثال ایک شرابی کی مثال ہے کہ وہ جب تک بیہوش ہوتا ہے تو سب کچھ کھتا رہتا ہے پھر جب ہوش آئے تو سنبھل جاتا ہے اسی طرح ان لوگوں کو بھی حسد اور تعصب کی شراب کی بیہوشی ہے۔

مولوی محمد حسین بٹالوی کا انجام

ایک شخص نے ذکر کیا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اگر آخر کار ہماری جماعت میں داخل ہوں تو ان تصانیف اور دیگر تحریروں میں ان کی جو گت بن چکی ہے وہ صفحہ روزگار پر یادگار رہے گی۔ حضور نے فرمایا کہ

یہ تمام ان کے گناہوں کا کفارہ ہو جائے گا خدا کی شان ہے کہ اس کے جو ارادے ہمیں ذلت پہنچانے کے تھے وہ تمام اس پر الٹ پڑے خدا اسکی اپنی جماعت میں اس کی عزت نہ ہوئی۔

خدا تعالیٰ کی قدرتیں

فرمایا :-

خدا کی قدرتیں عجیب ہیں جس کو چاہے عزت عنایت کرے یہ تمام اسکی لہریں ہیں انسان کی غلطی ہے کہ ادھر ادھر ہاتھ پیر مارتا ہے جس قدر وہ لذات چاہتا ہے خدا تعالیٰ قادر ہے کہ حلال ذریعہ سے پہنچاوے۔ کوئی دوست کسی کی ایسی پاسداری نہیں کرتا جیسے وہ کرتا ہے اس کے خلق اسباب میں عجیب مزا آتا ہے قتل کے مقدمہ پر نظر ڈالو کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے سب میں پھوٹ ڈال دی۔ میرا تو یہ خیال ہے۔ کہ اگر حاکم کے سامنے بھی آدمی جاوے تو اسے ہرگز نہ کو سے کیونکہ اگر خدا کو یہ راضی کرتا ہے تو خدا خود اس حاکم کے دل کو اس کی طرف پھیر دے گا سب کچھ اسی کے پنجہ میں ہے جسے جس طرف چاہے پھیر دے۔ اس رنگ میں ایک مزا وجودی مذہب کا آجاتا ہے مگر ان کا قدم ذرا آگے پھسلا ہوا ہے لیکن اگر یہاں تک قدم نہ پڑے تو پھر توحید کا بھی مزا نہیں آتا۔

سب سے زیادہ ضروری شے خدا کی ہستی پر یقین ہے

فرمایا :-

دراصل لوگوں کو شبہات پڑ گئے ہیں اس لئے وہ گناہ سے پرہیز نہیں کرتے ہر ایک میں کچھ نہ

کچھ غفلت کا حصہ رہ جاتا ہے۔ خدا اب چاہتا ہے کہ یہ لوگ سمجھ لیں جس طرح نوحؑ کے زمانہ میں ان کے بیٹے نے کہا تھا کہ میں پہاڑ کی پناہ لے لوں گا اسی طرح یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم طاعون سے بچنے کے لئے ٹیکہ کی پناہ میں آجائیں گے مگر نہیں جانتے کہ سب سے زیادہ ضروری شے خدا کی ہستی پر یقین ہے بغیر اس یقین کے اعمال میں برکات ہرگز پیدا نہیں ہوتیں۔

خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ چلو ذرا ہم بھی چلتے چلیں۔ اگر لوگ آج ہی توحید پر قائم ہو جائیں تو آج ہی یہ بلا (طاعون) جاتی رہتی ہے خدا تعالیٰ انسان کے اعمال کو دیکھتا ہے کہ وہ توحید پر قائم ہیں کہ نہیں بہت سے عمل توکل کے برخلاف اور توحید کے برخلاف ہوتے ہیں خواہ وہ کسی طرح سے لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ کے گروہ اس میں جھوٹا ہوتا ہے اور یہی فق ہے آج کل جس قدر اسباب پر بھروسہ کیا جاتا ہے اس کی نظیر زمانہ سابق میں نہیں ملتی اگرچہ ان وقتوں میں بھی فسق فحور ہوتا تھا مگر خدا کا خوف بھی دلوں میں ہوتا تھا ایک وقت آتا ہے کہ لوگ يَا مَعْشَرَ الْخَالِقِ عَدُوْنَا كَيْسَ لَكُمْ مَرَاتُ مَا سَبَّحْنَا بِهَا رَبَّنَا مَا لَكُم مِّنْ آلَاءِ اللَّهِ أَن تَكُونُوا كَالضَّالِّينَ (النصر : ۳) مگر ایسے وقت پر ان لوگوں کو ایمان چنداں فائدہ نہیں دیتا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے قُلْ يَوْمَ الْفَتْحِ لَا يَنْفَعُ الَّذِينَ كَفَرُوا إِنَّمَا أَنَّهُمُ (السجدة : ۳۰) اس سے طُلُوعِ الشَّمْسِ مِنْ مَغْرِبِهَا کی حقیقت بھی معلوم ہوتی ہے اس کے یہ سنے نہیں ہیں کہ توبہ قبول نہ ہوگی بلکہ یہ مراد ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے فضل سے بخشے تو بخشے ان کی توبہ کوئی حقیقت نہ رکھے گی۔ یہ امر خدا تعالیٰ کے اختیار میں ہو گا جیسے فرمایا إِلَّا مَا شَاءَ رَبُّكَ (ہود : ۱۰۹) مگر مومنوں کے حق میں فرمایا۔ عَطَاءٌ غَيْرَ مَجْذُوذٍ (ہود : ۱۰۹)

طاعون مامور ہے اور لوگوں کیلئے ایک تازیانہ ہے

فرمایا :-

طاعون بھی مامور ہے اس کا کیا قصور ہے جیسے اگر ایک شخص سپاہی ہو تو خواہ اسے اپنے حقیقی بھائی کے نام وارنٹ ملے اسے اس کو گرفتار ہی کرنا پڑے گا کیونکہ فرض منہی ہے میں تو خدا تعالیٰ کا شکر کرتا ہوں کہ لوگوں کو سیدھا کرنے کا اب وقت آگیا ہے خدا کی رحمت عظیم ہے کہ اپنی طرف سے خود ہی ایک تازیانہ مقرر کر دیا کہ یہ لوگ غافل نہ رہیں۔ اب یہ لوگ سالک نہ ہوئے بلکہ مجذب ہوئے کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود دھگیری کی ہماری جماعت میں ہماری طرف سے نصائح کا سلسلہ تو جاری تھا مگر اس کا اثر کچھ کم ہی ہوتا تھا اب اس نے طاعون کا تازیانہ چلایا کیونکہ طاعون

کو دیکھ کر ان لوگوں کے دل متاثر ہوں گے اور ان نصاب کو خوب سمجھیں گے اب ان لوگوں کے لئے ایک عمدہ موقعہ اولیاء اور اصفیاء بننے کا ہے ورنہ آرام کے زمانہ میں ان نصاب کا کیا اثر ہوتا۔ بعض وقت انسان مار کھانے سے درست ہوتا ہے اور بعض وقت مار دیکھنے سے۔ زنا کی سزا کے لئے بھی خدا نے کہا ہے کہ لوگوں کو دکھا کر دی جائے۔ اسی طرح دوسروں کو تازیانہ پڑ رہا ہے اور ہماری جماعت دیکھ رہی ہے بہت سے آدمی تھے جنہوں نے ہمارے منشاء اور ارادہ کو آج تک نہیں سمجھا تھا مگر اب خدا دوسروں کو تازیانہ لگا کر ان کو سمجھا رہا ہے طَائِفَةٌ مِّنَ الْمُؤْمِنِينَ (النور : ۳) سے معلوم ہوتا ہے کہ اس طائفہ میں کوئی کسر ہوگی۔ اس کی اصلاح اس طرح سے ہو جائے گی کہ وہ دوسرے کو سزا ملتی دیکھ کر اپنی اصلاح کریں گے اور اس میں کل مومنوں کو بھی نہیں کہا بلکہ ایک طائفہ کو کہا ہے۔

ایک رؤیا

اس کے بعد فرمایا کہ :-
رات میں نے خواب میں کچھ بارش ہوتی دیکھی ہے یونہی ترخ سا ہے اور قطرات پڑ رہے ہیں مگر بڑے آرام اور سکون سے۔

ایمان کی حفاظت سرگرمی سے ہوتی ہے

فرمایا :-
سرگرمی انسان کے اندر ہو تو ایمان رہتا ہے ورنہ نہیں۔ کافور کے ساتھ کالی مرچ اس لئے رکھتی ہیں کہ کافور نہ اڑے۔ اس کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ کالی مرچ میں تیزی ہوتی ہے وہ اسے اڑنے سے بچائے رکھتی ہے۔

۱۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

ایک عظیم الشان رؤیا

فجر کی نماز کے بعد فرمایا کہ
نماز فجر سے کوئی بیس یا پچیس منٹ پیشتر میں نے خواب دیکھا کہ گویا ایک زمین خرید لی ہے کہ اپنی

جماعت کی میتیں وہاں دفن کیا کریں تو کہا گیا کہ اس کا نام بہشتی مقبرہ ہے جو اس میں دفن ہو گا بہشتی ہو گا۔

پھر اس کے بعد کیا دیکھتا ہوں کہ کشمیر میں کس صلیب کے لئے یہ سامان ہوا ہے کہ کچھ پرانی انجیلیں وہاں سے نکلی ہیں میں نے تجویز کی کہ کچھ آدمی وہاں جائیں اور وہ انجیلیں لائیں تو ایک کتاب ان پر لکھی جائے۔ یہ سن کر مولوی مبارک علی صاحب تیار ہوئے کہ میں جاتا ہوں۔ مگر اس مقبرہ بہشتی میں میرے لئے جگہ رکھی جائے میں نے کہا کہ خلیفہ نور الدین کو بھی ساتھ بھیج دو۔ یہ خواب حضرت اقدس نے سنایا اور فرمایا کہ

اس سے پتھر میں نے تجویز کی تھی کہ ہماری جماعت کی میتوں کے لئے ایک الگ قبرستان یہاں ہو سو خدا تعالیٰ نے آج اس کی تائید کر دی اور انجیل کے معنی بشارت کے ہیں معلوم ہوتا ہے کہ خدا تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ وہاں سے کوئی بڑی بشارت ظاہر کرے اور جو شخص وہ کام کر کے لائے گا وہ قطعی بہشتی ہو گا۔

(بوقت نظر وعصر)

ایک نشان

چند ایک احباب مع مولوی عبدالستار صاحب جو آج تشریف لائے تھے ان سے حضور نے ملاقات فرمائی ان کے تجھے تحائف لے کر جو انہوں نے حضرت اقدس کی خدمت میں بطور نذرانہ پیش کئے تھے فرمایا کہ ان کا آنا بھی ایک نشان ہے اور اس الہام **يَا تَيْبِكَ مِنْ مَكِّيٰ فَيْتَحُ عَيْنِيْ** کو پورا کرتا ہے۔

کشمیر میں قبر مسیح

مغرب کی نماز باجماعت ادا کر کے حضرت اقدس حسب معمول مسجد کے شمال مغربی کونہ میں بیٹھ گئے اور فجر کی خواب پر حضرت اقدس اور اصحاب کبار تذکرہ کرتے رہے حضور نے فرمایا کہ کشمیر میں مسیح کی قبر کا معلوم ہونے سے بہت قریب ہی فیصلہ ہو جاتا ہے اور سب جھگڑے طے

لے لے نمبر والے خواب پر تذکرہ سے پہلے الہام میں ایک اور واقعہ تلا کر کے جو یہ ہے۔

مولوی عبداللہ صاحب کشمیری کی ملاقات طبع کا ذکر آیا کہ ان کو اضطراب بہت ہے۔ فرمایا کیوڑہ اور گاڈ زبان بہت مفید ہے اور فرمایا

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ

ہو جاتے ہیں اگر فراست نہ بھی ہو تو بھی یہ بات سمجھ آ جاتی ہے کہ آسمان بات کون سی ہے۔ اب آسمان پر جانے کو کون سمجھے جو باتیں قرن قیاس ہوتی ہیں وہی صحیح نکلتی ہیں آج تک خدا کے اعلام سے اس کے متعلق کچھ معلوم نہ ہوا تھا۔ مگر اب خود ہی اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا اب تخم ریزی تو ہوئی ہے امید ہے کہ کچھ اور امور بھی ظاہر ہوں گے عادت اللہ اسی طرح ہے یہ خواب بالکل سچا ہے اور اس کے ساتھ کسی طرح کی آمیزش نہیں ہے۔ مجھے اس وقت خواب میں معلوم ہوتا تھا کہ کوئی بڑا عظیم الشان کام ہے جیسے کسی کو لڑائی پر جانا ہوتا ہے اس سے یہ بات تو ثابت ہو گئی کہ ہماری فراست نے خطا نہیں کی۔ یہ عقدہ اللہ تعالیٰ حل کر دے تو صد ہا برسوں کا کام ایک ساعت میں ہو جائے اور عیسائیوں اور ان مولویوں کے گھروں میں ماتم پڑ جائے۔

ایک صحابی نے عرض کی کہ حضور پھر تو سارے انگریز رجوع باسلام ہو جائیں فرمایا :- دنیا میں ایک حرکت ہے اس کی مثال تو یہ ہے کہ جیسے تسبیح کا (دھاگہ ٹوٹ کر) ایک دانہ نکل جائے تو باقی بھی نہیں ٹھہرتے خواہ پادری پیٹتے ہی رہ جائیں تمام انگریز ٹوٹ پڑیں گے اللہ تعالیٰ کے داؤا ایسے ہی ہوتے ہیں مَكْرُوۡا وَمَكْرَ اللّٰہِ ۙ وَاللّٰہُ خَبِيْرٌۢ اَسْمٰكِيْنِیْنَ (آل عمران : ۵۵) پھر ڈوٹی کا اخبار آپ نے سنا اور فرمایا کہ پگٹ کی شہرت ڈوٹی سے بہت زیادہ ہے۔

۱۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چار شنبہ

(بوقت سیر)

يَوْمَ اَمُوۡتُ وَيَوْمَ اُبۡتَغٰ حَيٰۡتًا (مریم : ۳۳) اس آیت پر فرمایا کہ ان مولویوں کو حسرت ہی ہوگی کہ اُبۡتَغٰ کا لفظ کیوں آیا کاش اَنْزِلَ کا لفظ ہوتا۔

بقیہ حاشیہ منظر گذشتہ

کیونکہ تو میرے پاس بہت اعلیٰ درجہ کا ہے جو سید رضوی صاحب نے حیدر آباد کن سے بھیجا ہے مگر گاؤ زبان نہیں۔ کیونکہ میں لائے دیتا ہوں۔

چنانچہ حضور اندر تشریف لے گئے اور تھوڑی دیر بعد کیونکہ کیونکہ لے آئے۔

(نوٹ از ایڈیٹر) یہ ہمدردی بہت جس میں سستی اور غفلت نام کو نہیں۔ کسی عام انسان کا خاصہ نہیں ہو سکتی۔

(الحکم جلد ۱ نمبر ۳۲ صفحہ ۳۲ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء)

۱۰ الحد جلد ۱ نمبر ۲۵ صفحہ ۳۵ مورخہ ۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء

پگٹ شیطان کا مظہر

اس کے بعد پگٹ کا ذکر ہوا کہ ان لوگوں کو اس لئے دعویٰ کرنے کی جرأت ہو جاتی ہے کہ قوم نے مان لیا ہے کہ وہ وقت قریب ہے کہ سچ آئے ورنہ اگر قوم کی کثرت رائے اس طرف ہوتی کہ وہ وقت دور ہے تو یہ دعویٰ نہ کرتا۔ شیطان کے بھی مظہر ہوتے ہیں شیطان نے اس زمانہ میں اپنے مظہر کے لئے پگٹ کو ہی پسند کیا ہے۔

فوٹو گرافی کا ہوا ز اور اس کی ضرورت

فرمایا:-

فی زمانہ تصویر کی ان لوگوں کے بالقابل کس قدر حاجت ہے۔ ہر ایک رزم بزم میں آجکل تصویر سے اثر ڈالا جاتا ہے۔ پگٹ کی بھی تصویر شائع ہوئی ہے فوٹو کے بغیر آجکل جنگ (روحانی) ناقص ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جس طرح کے ہتھیار مخالف تیار کریں تم بھی ویسے ہی تیار کرو اس سے فوٹو کا جواز ثابت ہے بندوقوں اور توپوں سے جنگ کرنے کا جواز بھی اسی طرح کیا گیا ہے ورنہ آگ سے مارنا تو حرام ہے جہاں ضرورت حقد محرک اور مستدعی ہوتی ہے یا اس کے متعلق الہام ہوتا ہے اس مقام پر تصویر کی حرمت کی سند پیش کرنا حماقت ہے جبرائیل نے خود حضرت عائشہؓ کی تصویر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دکھائی۔

مولوی محمد احسن صاحب نے عرض کیا کہ حضرت سلیمان علیہ السلام کے وقت میں بھی ایسی ہی ضرورت پیش آئی ہوگی حضرت اقدس نے فرمایا :-
ایسا ہی معلوم ہوتا ہے
پھر فرمایا :-

ایک حرمت حقیقی ہوتی ہے ایک غیر حقیقی جو غیر حقیقی ہوتی ہے وہ اسبابِ داعیہ سے اٹھ جاتی ہے۔

انسان انسان میں فرق

سیر کے دوران راستہ میں ایک سائل بلک بلک کر سوال کر رہا تھا۔ فرمایا :-
ایک یہ بھی انسان ہے اور ہم بھی ایک انسان ہیں۔ کس طرح یہ ہر ایک دروازہ پر گرتا اور

سوال کرتا ہے۔ اگر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا تو ایسا کبھی نہ رہتا۔
ی تو اند شد مسیحا ی تو اند شد یود

پگٹ کا نام

پھر فرمایا :-

پگٹ کے نام کا جو سر ہے اس میں خنزیر کے معنی پائے جاتے ہیں۔ اب دیکھیں کہ یہ عیسائیوں کا خدا آسمان پر جاتا ہے کہ زمین میں دفن ہوتا ہے دراصل خدا تعالیٰ کو ان لوگوں پر سخت غیرت ہے جو خدائی کا دعویٰ کرتے ہیں اس کی غیرت تقاضا نہیں کرتی کہ ایسے لوگ ہوں۔ اس حساب سے تو موسیٰ اور دوسرے کل نبی معاذ اللہ اس (پگٹ) کے بندے ہوئے اور یہ بھی عجیب بات ہے کہ ایک ہی سلطنت کے نیچے دو مدعی۔ ایک جمونا ایک سچا جیسے طاعون ہمارے لئے مفید پڑی ہے ویسے ہی پگٹ نے گردن نکالی ہے جو کچھ اول مقرر ہو چکا ہے ضرور ہے کہ وہ تمام ظاہر ہو جاوے۔

ڈوٹی کے ذکر پر فرمایا :-

جو دولت کی مشکلات میں پھنسا ہے اسے دین میں کب راہ مل سکتی ہے۔

زندوں کا توسل جائز نہیں

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں تشریف فرما ہوئے۔ ایک سوال پوچھا گیا کہ آیا دعا کے بعد یہ کلمات کہنے کہ یا الہی تو میری دعا کو بظلیل حضرت مسیح موعود علیہ السلام قبول فرما۔ جائز ہے یا نہیں؟
حضرت اقدس نے فرمایا کہ شریعت میں توسل احياء کا جواز ثابت ہوتا ہے بظاہر اس میں شرک نہیں ہے ایک حدیث میں بھی ہے

لہ احکم میں یوں ہے کہ

فرمایا۔ احياء کا توسل جائز ہے۔ ایک حدیث میں آیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے چچا کے ذریعہ بارش کی دعا کی گئی تھی۔

(احکم جلد ۶ نمبر ۳۲ صفحہ ۵ سورہ ۲۳ نومبر ۱۹۹۲ء)

لفظ اوی کی حقیقت

فرمایا :-

قرآنی آیات سے پتہ چلتا ہے کہ اوی کا لفظ یہ چاہتا ہے کہ اول کوئی معصیت واقع ہو۔ اسی طرح الہام **إِنَّهُ أَوَى الْقَدِيَّةَ** چاہتا ہے کہ ابتداء میں خوفناک صورتیں ہوں۔ اصحاب کف کی نسبت بھی یہی **فَأَوَّارَى الْكَافِرِينَ** (الکہف : ۱۷) اور **وَأَوْيَتْهُمَا إِلَى رَبْوَةٍ** (المؤمنون : ۵۱) ان تمام مقامات سے یہی مطلب ہے کہ قبل اس کے کہ خدا تعالیٰ آرام دے معصیت اور خوف کا نظارہ پیدا ہو گا اور **تَوَلَّى الْإِزْدَجَارِمَ لَهَا لَكَ الْمَقَامُ** بھی اسی کے ساتھ ملتا ہے۔

اوائل عمر کی بیعت

ایک لڑکے کی بیعت کے ذکر پر فرمایا کہ
اوائل عمر کے لوگوں کی بیعت میں مجھے تردد ہوتا ہے جب تک انسان کی عمر چالیس برس کی نہ ہو تب تک ٹھیک انسان نہیں ہوتا۔ اوائل عمر میں تلون ضرور آتا ہے میرا ارادہ نہیں ہوتا کہ ایسی حالت میں بیعت لوں مگر بدیں خیال کہ دل آزارگی نہ ہو بیعت لے لیتا ہوں۔ انسان جب چالیس برس کا ہوتا ہے تو اسے موت کا نظارہ یاد آجاتا ہے اور جس کے قریب ابھی موت کا خوف ہی نہیں اس کا کیا اعتبار۔

مسلمان بادشاہوں نے عربی زبان کی ترویج نہ کر کے معصیت کی

اس کے بعد یہ ذکر ہوتا رہا کہ آج تک بہت تھوڑے ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اس امر کو محسوس کیا اور حسرت کی کہ کیوں ہندوستان کے شاہان اسلام نے اس ملک میں سوائے عربی کے دوسری زبانوں کو رواج دیا حالانکہ عربی ایک بڑی وسیع زبان تھی جس میں ہر ایک مطلب مکمل طور پر بیان ہو سکتا ہے اگر وہ ایسا کرتے تو یہ اسلام کی ایک بڑی امداد ہوتی مگر نہ معلوم کہ کیوں کسی کو خیال نہ آیا۔ اس سے ایک نقص یہ بھی پیدا ہوا کہ ہندوستان کی اسلامی ذریت کو اس وجہ سے کہ ان کو اپنی مذہبی زبان کا علم نہیں۔ قرآن شریف اور دیگر علوم عربیہ سے بہت کم مستفید ہوئے۔ حضرت اقدس بھی ان باتوں کی تائید فرماتے رہے اور فرمایا کہ
یہ ان سے ایک معصیت ہوئی۔

رسالت اور نبوت

پھر رسالت اور نبوت کے مضمون پر حضرت اقدس علیہ السلام فارسی میں تقریر فرماتے رہے جو ذیل میں درج کی جاتی ہے

اللہ تعالیٰ سے فرماید مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَخَاتَمَ النَّبِيِّينَ (الاحزاب : ۴۱) لیکن اسخبرائے استدراک آئندہ ست چوں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ہیچ کس را پدر نیست۔ پس ہماں اعتراض کہ بر دشمنان کردہ شدہ وگفتہ کہ اِنَّ شَيْئَكَ هُوَ الْاَبْتُّ (الکوثر : ۴) بر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لازم سے آید گویا کہ خدا تعالیٰ تصدیق معترض سے کند برائے ازالہ اس و ہم فرمودہ است وَ لَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی ہیچ ابدال و قطب و اولیاء بجز ختم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نخواہد شد۔ حکام را ہمیں حالت است کہ اگر بر کاغذ مہر سرکاری نشود صحیح نئے دانند۔ ہر کے را کہ الہام و مکالمہ الہی سے شود از مہر رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے شود و ازین معنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہمہ را پدر است۔ در یک معنی نفی نبوت سے شود و در یک معنی اثبات نبوت سے شود اگر بگوئیم کہ سلسلہ افادات نبوی منقطع شدہ و انکوں کے را الہام و مکالمہ و مخاطبہ الہی نئے شود ہمہ اسلام تباہ میشود۔ سلسلہ ما را اس مثال است کہ اگر کے در آئینہ صورت سے بیند آنچہ در شیشہ نظر سے آید چیزے دیگر نیست ہماں لے ترجمہ از مرتب :-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ أَبَا أَحَدٍ مِّن رِّجَالِكُمْ وَلَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ لیکن یہاں استدراک کے لئے آیا ہے چونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کسی کے باپ نہیں ہیں پس وہی اعتراض جو دشمنوں نے آپ پر کیا تھا اور کہا تھا اِنَّ شَيْئَكَ هُوَ الْاَبْتُّ آنحضرت پر لازم آتا ہے گویا خدا تعالیٰ معترض کی تصدیق کرتا ہے اس و ہم کا ازالہ کرنے کے لئے فرمایا کہ وَ لَكِن رَّسُولَ اللَّهِ وَ خَاتَمَ النَّبِيِّينَ یعنی اب ابدال قطب اور اولیاء میں سے کوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مرگے بغیر نہیں ہو گا دنیا میں بھی حکام کی یہی حالت ہے کہ اگر کاغذ پر سرکاری مہر نہ ہو تو وہ اسکو صحیح نہیں سمجھتے ہر وہ شخص جس کو الہام یا مکالمہ الہی کا شرف حاصل ہوتا ہے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مر سے ہی حاصل ہوتا ہے اور ان معنوں کی رو سے آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم ان تمام لوگوں کے باپ ہیں۔ ایک معنی سے نبوت کی نفی کی گئی ہے اور ایک معنی سے نبوت کا اثبات کیا گیا ہے۔ اگر یہ کہیں کہ سلسلہ افادات نبوی منقطع نہیں ہوا اور اب الہام اور مکالمہ الہی کا شرف نہ ملے گا تو اسلام تباہ ہو جائے گا۔ ہمارے

ہست کہ پیش شیشہ است۔ اس مرواں دریں آیت کریمہ غور نہ کنند و من خوب مے دانم کہ اس ہمہ عقیدہ مے دارد کہ سلسلہ مکالمات الہیہ منقطع شدہ است۔ کلام معنی وحی است در قرآن ہم ذکر الہام نیامدہ بلکہ ذکر وحی آمدہ و قطعیت الہام و وحی یک معنی دارد و نئے پندارند کہ اگر اس سلسلہ منقطع شود باقی از برکات اسلام چہ مے ماند۔ پس ہمیں معنی است کہ گفتیم در مثال آئینہ و ظل کہ ظل ہمہ نقوش اصل در خود دارد و ظل نبوت ہمیں طور است البتہ آں نبوت منقطع است کہ بلا تواسل و سلسلہ رسول اللہ آید و ہر کسے کہ ازیں انکار مے کند کافر میشود و از دین خارج مے شود اگر دین بایں طور مرده است کد ام توقع نجات باید داشت اگر انسان اندر دین عالم تکمیل معرفت نکند چہ دلیل دارد کہ در روز آخرت خواہد کرد۔ بجز اس صورت کہ ما پیش مے کنیم دیگر صورت نیست *مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَمَوْ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی* (بنی اسرائیل : ۳۵) از بسیار مقامات قرآن معلوم مے شود کہ اس امت خیر امت است پس کد ام خیر است کہ در امت موسوی الہام مکالمہ وغیرہ مے شدی و در اس امت نئے شود و کد ام مشابہت ایناں را بامت موسوی خواہد

سلسلہ کی مثال یہ ہے کہ اگر کوئی آئینہ میں اپنی صورت دیکھے تو جو آئینہ میں نظر آئے گا وہ کوئی اور چیز نہ ہوگی بلکہ وہی کچھ ہوگا جو آئینہ کے سامنے ہے۔

یہ لوگ اس آیت پر غور نہیں کرتے اور میں خوب جانتا ہوں کہ یہ سب عقیدہ رکھتے ہیں کہ مکالمات الہیہ کا سلسلہ منقطع ہو گیا ہے۔ کلام وحی کے معنوں میں ہے۔ قرآن میں الہام کا ذکر نہیں ہے بلکہ وحی کا ذکر ہے اور الہام اور وحی قطعی طور پر ایک ہی معنی رکھتے ہیں اور یہ لوگ نہیں سمجھتے کہ اگر یہ سلسلہ منقطع ہو جائے تو اسلام کی برکات میں سے کیا باقی رہ جائے گا پس یہی معنی ہیں جو میں نے اس مثال میں بیان کئے ہیں جو آئینہ اور اس کے عکس کے ہے کہ ظل (عکس) ہمیشہ اپنے اصل کے تمام نقوش اپنے اندر رکھتا ہی اور نبوت کا ظل بھی اسی طرح ہے البتہ وہ نبوت منقطع ہو گئی ہے جو بلا تواسل اور سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر آتی ہے۔ اور ہر شخص جو اس سے انکار کرتا ہے وہ کافر ہو جاتا ہے اور دین سے خارج ہو جاتا ہے اگر دین اس طرح مرده ہے تو نجات کی توقع کہاں کی جانی چاہئے۔

اگر انسان اس عالم میں معرفت کی تکمیل نہ کرے تو اس کے پاس کیا دلیل ہے کہ وہ آخرت کے دن اس کی تکمیل کرے گا سوائے اس صورت کے جو ہم پیش کرتے ہیں دوسری کوئی صورت نہیں۔ *مَنْ كَانَ فِي هَذِهِ اَعْمٰی فَمَوْ فِي الْاٰخِرَةِ اَعْمٰی* قرآن کریم کے کئی مقامات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ امت خیر امت ہے پس خیر کہاں؟ جب کہ امت موسوی میں تو الہام اور

بود۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکمیل کنندہ اس عالم اند یعنی کمال اس عالم بر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ختم شدہ و اس معنی ختم نبوت است کہ کسی دیگر نبی نہ شو حتی کہ مر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بر نبوت او نشود چنانکہ مثال آل دریں دنیا دیدہ بود کہ بیچ پروانہ سرکاری تصدیق نہ شو حتی کہ مر سرکاری براو نبود۔ پس ازیں آیت معلوم میشود کہ اللہ تعالیٰ بطور جسمانی نفی ابوت سے فرماید و بطور روحانی اثبات نبوت میکند بہر حال ایمان باید آورد کہ برکات و اقاوات رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاری است۔ **اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ يَجِبْكُمْ اللّٰهُ** (آل عمران: ۳۲)

دریں آیت معنی محبت پییت اس معنی ہرگز نیست کہ خدا ہر کسے را کہ محبت میکند دریں عالم او را کور سے دارد۔ اگر اس دونوں را عقل بودے میدانندے۔ انسان ہاں باشد کہ طالب مغز شوند نہ کہ پوست ہمہ ابدال طالب مغز شدہ اند ایمان ہمیں است کہ ایشاں میخواستند کہ چشم آنها پینا شوند نہ کہ کور باعث مغضوب شدن اہل اسلام پییت ہمیں کہ از زبان میگویند کہ ایمان آوردیم و در دل بیچ شیئے نیست و ہمیں معنی اس آیت است **مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهِ**

مکالمہ مخاطبہ الہی ہوتا رہے اور اس امت میں نہ ہو اور اس امت کی امت موسوی سے مشابہت کہاں ہو سکتی ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس عالم کے تکمیل کرنے والے ہیں یعنی اس عالم کا (روحانی) کمال آپ پر ختم ہو گیا ہے اور یہی معنی ختم نبوت کے ہیں کہ اور کوئی نبی نہیں ہو گا جب تک آنحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مہر اس کی نبوت پر نہ ہو۔ چنانچہ اس کی مثال اس عالم دنیاوی میں ہی دیکھی جاسکتی ہے کسی بھی سرکاری پروانہ کی اس وقت تک تصدیق نہیں ہوتی جب تک اس پر سرکاری مہر نہ ہو۔ پس اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جسمانی ابوت کی نفی فرماتا ہے اور روحانی طور پر نبوت کا اثبات کرتا ہے بہر حال ایمان رکھنا چاہئے کہ برکات و اقاوات رسول صلی اللہ علیہ وسلم جاری ہیں۔

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاَتَّبِعُوْنِيْ يَجِبْكُمْ اللّٰهُ اس آیت میں محبت کے کیا معنی ہیں؟ یہ معنی ہرگز نہیں ہیں کہ خدا جس کسی سے محبت کرتا ہے اس دنیا میں اس کو اندھا رکھتا ہے اگر ان کم ظرف لوگوں کو عقل ہوتی تو جاننے کہ انسان وہ ہوتا ہے کہ جو مغز کا طالب ہونہ کہ چھلکے کا۔ سارے کے سارے ابدال ہمیشہ طالب مغز ہوئے ہیں۔ ایمان یہی ہے کہ وہ اس بات کے طالب رہیں کہ ان کی آنکھیں پینا ہوں نہ کہ اندھی۔ اہل اسلام کے مغضوب ہونے کا باعث کیا ہے؟ یہی کہ زبان سے کہتے ہیں کہ ایمان لائے اور دل میں کچھ بھی نہیں اور یہی معنی اس آیت

ہے اور یا یہ کہ آئندہ توبہ نہ کریں گے اور یہ معنی بھی اس کے ہیں لَا يُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ اور یہ مطلب بھی اس سے ہے کہ اس نے یہ کام اچھا نہیں کیا اللہ تعالیٰ پر یہ افتراء اور منصوبہ باندھا اور اللَّهُ شَدِيدُ الْعِقَابِ ظاہر کرتا ہے کہ اس کا انجام اچھا نہ ہوگا اور عذاب الہی میں گرفتار ہوگا حقیقت میں یہ بڑی شوخی ہے کہ خدائی کا دعویٰ کیا جائے۔

وہابیوں اور چکرالویوں کا افراط و تفریط

چکرالوی کا ذکر آنے پر معلوم ہوا کہ اس نے نماز میں بھی کچھ رو بدل کی ہے التیمات اور درود شریف کو نکال دیا ہے اور بھی بعض تبدیلیاں کی ہیں۔ حضرت اقدس نے چکرالوی کے فتنہ کو خطرناک قرار دیا اور آپ کی رحمت اور رحیمیت اسلامی نے تقاضا کیا کہ اس کے متعلق ایک اشتہار بطور محاکمہ کے لکھا جاوے جس میں یہ دکھایا جائے کہ اس نے اور مولوی محمد حسین نے افراط اور تفریط کی راہ اختیار کی ہے اور یہ خدا تعالیٰ کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو صراط مستقیم پر رکھا ہے۔

فرمایا :- نبی ہمیشہ دو چیزیں لے کر آتے ہیں۔ کتاب اور سنت۔ ایک خدا کا کلام ہوتا ہے اور دوسرے سنت۔ یعنی اس کتاب پر خود عمل کر کے دکھا دیتے ہیں دنیا کے کام بھی بغیر اس کے نہیں چل سکتے دقیق مسائل جو استاد بتاتا ہے پھر اس کو حل کر کے بھی دکھا دیتا ہے پس جیسے کلام اللہ یقینی ہے سنت بھی یقینی ہے۔

خدا تعالیٰ کا شکر ہے کہ اس نے ہمیں صراط مستقیم پر کھڑا رکھا ہے وہابیوں نے افراط کی اور قرآن پر حدیث کو قاضی ٹھہرایا اور قرآن کو اس کے آگے مستغیث کی طرح کھڑا کر دیا اور چکرالوی نے تفریط کی کہ بالکل ہی حدیث کا انکار کر دیا۔ اس سے فتنے کا اندیشہ ہے اس کی اصلاح ضروری ہے ہم کو خدا تعالیٰ نے حکم ٹھہرایا ہے اس لئے ہم ایک اشتہار کے ذریعہ اس غلطی کو ظاہر کریں گے اور مضمون پیچھے لکھیں گے۔ اول خویش بعد درویش جس راہ پر خدا تعالیٰ نے ہم کو چلایا ہے اس پر اگر غور کیا جائے تو ایک لذت آتی ہے قرآن شریف نے کیا ٹھیک فیصلہ فرمایا قَبَّأْتِي حَدِيثًا بَعْدَ اللَّهِ وَآيَاتِهِ يُؤْمِنُونَ (الباقیہ : ۷) یہ ایک قسم کی مدھنگوئی ہے جو ان وہابیوں کے متعلق ہے اور سنت کی نفی کرنے والوں کے لئے فرمایا اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّونَ اللَّهَ فَاتَّبِعُونِي يُحْبِبْكُمُ اللَّهُ (آل عمران : ۳۲)

۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

لندن میں اول ولد الاسلام

حضرت اقدس اول شیخ رحمت اللہ صاحب سے ان کے حالات سفر دریافت فرماتے رہے۔ پھر حضور نے فرمایا کہ کیا آپ پمٹ سے ملنے گئے تھے شیخ صاحب نے سنایا کہ ہم نے بہت کوشش کی مگر وہ ہم سے ملا نہیں۔ شیخ صاحب کو ایک اور فرزند ان کی یورپین منگوحہ سے جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمایا ہے جس کا نام حضرت اقدس کے ارشاد کے مطابق عبداللہ رکھا گیا ہے اس کے حالات دریافت فرمانے کے بعد فرمایا کہ :-

لندن میں وہ اول ولد الاسلام ہے۔

بعد ازاں طاعون اور نیکہ کا ذکر ہوتا رہا۔ حضور نے فرمایا :-

آخر کار آسمانی نیکہ ہی رہ جائے گا۔

جمعہ پڑھ کر فرمایا :-

رات میں نے محمد حسین اور چکڑالوی کے متعلق جو مضمون لکھا تھا تو میں نے دیکھا کہ یہ دونوں (یعنی چکڑالوی اور مولوی محمد حسین) میرے سامنے موجود ہیں تو میں نے ان کو کہا کہ خُسِفَ الْقَمَدِ وَالشَّمْسُ فِي رَمَضَانَ قِيَامِي الْآلَاءِ رَبِّكُمْ تَشْكُرُونَ اور آلاء سے مراد میں ہوں۔

۲۵ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

بعد ادائے نماز مغرب لوگوں کا دستور ہے کہ وہ پروانہ وار گرتے ہیں اور ہر ایک کی کوشش ہوتی ہے کہ ایک قدم آگے ہو جاؤں تاکہ حضرت اقدس کے دہن مبارک سے جو کلمات طیبات نکلتے ہیں وہ اچھی طرح سن سکوں یہ کشمکش دیکھ کر حضور نے فرمایا کہ ”آپس میں مل جل کر بیٹھ جاؤ جس قدر تم آپس میں محبت کرو گے اسی قدر اللہ تعالیٰ تم سے محبت

۱۰ الہدٰی جلد ۵ نمبر ۶-۷ صفحہ ۳۳ مورخہ ۲۱ نومبر ۱۹۰۲ء

۱۱ الہم جلد ۶ نمبر ۳۳ صفحہ ۶ مورخہ ۲۳ نومبر ۱۹۰۲ء

کرے گا۔

مضمون زیر قلم کی نسبت ایک استفسار پر فرمایا کہ
یونہی امتحان میں نے دیکھنا چاہا تھا کہ کچھ لکھ سکتا ہوں کہ نہیں مگر چند ہی حرف لکھنے کے بعد سر کو
چکر آیا اور میں گرنے کے قریب ہو گیا۔

مصری اخبار اللواء کے اعتراض کا جواب

مصر کے اخبار اللواء نے کشتی نوح میں مندرجہ آیت کا ذکر کر کے اعتراض کیا تھا کہ یہ
لوگ قرآن کو نہیں سمجھتے اور ان کو پتہ نہیں کہ مَا مِنْ دَابَّةٍ اِلَّا اَدْرَاٰهُ حُدُوٰثَ حَدِيْثٍ میں ہے اس پر ایمان
نہیں لاتے۔ حضور نے فرمایا کہ

اس نے ہمارے مطلب کو نہیں سمجھا اور پہلی آیت کو دیکھ کر صرف اپنے اندرونی بغض کی
وجہ سے ایک شاعرانہ مذاق میں مضمون لکھنا شروع کر دیا۔ ہم دواؤں سے کب انکار کرتے ہیں ہم
تو قائل ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک شے میں فوائد رکھے ہیں لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اس
(طاعون) کے متعلق ہمیں قبل از وقت سمجھا دیا ہے کہ یہ اس کا حقیقی علاج ہے اور یہ امر اس نے
ہمیں بطور نشان کے دیا ہے تو اب ہم نشان کو کیسے مشتبہ کریں۔ جب اللہ تعالیٰ کوئی نشان دے تو
اسکی بے قدری کرنا صرف معصیت ہی نہیں بلکہ کفر تک لوٹ پہنچاتا ہے۔

مگر حفظ مراتب نہ کنی زندگی

حفظ مراتب کا لحاظ ان لوگوں کے وہم و گمان میں بھی کبھی نہیں آتا یا افراط ہے یا تفریط۔
خیر اب اس کے مقابلہ میں بھی لکھنے کا عمدہ موقع مل گیا ہے بہتر ہے کہ ایک اشتہار میں مختصراً
اپنے دعاوی اور دلائل لکھ دیئے جائیں۔ معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اب ہمارے ڈھونڈتا ہے۔
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں جب تبلیغ کا کوئی عمدہ ذریعہ نہ تھا تو اللہ تعالیٰ اسی طرح
دشمنوں کے ہاتھوں سے تبلیغ کراتا تھا کوئی شاعر آتا تو شعر کہہ جاتا لوگ برے برے پیراؤں میں
آپ کا ذکر کرتے مگر سعید روحیں انہیں کے الفاظ سے آپ کی طرف کچی چلی آتیں۔ یہ ہمیشہ سنت
اللہ ہے۔

سعادت کے نشان

بیالہ میں طاعون کا ذکر سن کر فرمایا کہ یہ سرزمین بہت گندی ہے خوف ہے کہیں تباہ نہ ہو جائے۔ اللہ کا رحم ہے اس شخص پر جو امن کی حالت میں اسی طرح ڈرتا ہے جس طرح کسی مصیبت کے وارد ہونے پر ڈرتا ہے جو امن کے وقت خدا تعالیٰ کو نہیں بھلاتا۔ خدا تعالیٰ اسے مصیبت کے وقت نہیں بھلاتا اور جو امن کے زمانہ کو عیش میں بسر کرتا ہے۔ اور مصیبت کے وقت دعائیں کرنے لگتا ہے تو اس کی دعائیں بھی قبول نہیں ہوتیں جب عذاب الہی کا نزول ہوتا ہے تو توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے پس کیا ہی سعید وہ ہے جو عذاب الہی کے نزول سے پیشتر دعائیں مصروف رہتا ہے صدقات دیتا ہے اور امر الہی کی تعظیم اور خلق اللہ پر شفقت کرتا ہے۔ اپنے اعمال کو سنوار کر بجاتا ہے یہی سعادت کے نشان ہیں درخت اپنے پھلوں سے پہچانا جاتا ہے اسی طرح سعید اور شقی کی شناخت بھی آسان ہوتی ہے۔

خدا تعالیٰ جو علاج فرماتا ہے وہ حتمی ہوتا ہے

فرمایا :-

اصل میں انسان جوں جوں اپنے ایمان کو کامل کرتا ہے اور یقین میں پکا ہوتا جاتا ہے توں توں اللہ تعالیٰ اس کے واسطے خود علاج کرتا ہے۔ اس کو ضرورت نہیں رہتی کہ دوائیں تلاش کرتا پھرے وہ خدا تعالیٰ کی دوائیں کھاتا ہے اور خدا تعالیٰ خود اس کا علاج کرتا ہے بھلا کوئی دعویٰ سے کہہ سکتا ہے کہ فلاں دوا سے فلاں مریض ضرور ہی شفا پا جائے گا ہرگز نہیں۔ بلکہ بعض اوقات دیکھا جاتا ہے کہ دوا الٹا ہلاکت کا موجب ہو جاتی ہے۔ بعض وقت تشخیص میں غلطی ہوتی ہے بعض وقت دواؤں کے اجزاء میں غلطی ہو جاتی ہے۔ غرض حتمی علاج نہیں ہو سکتا ہاں خدا تعالیٰ جو علاج فرماتا ہے وہ حتمی ہوتا ہے اس سے نقصان نہیں ہوتا۔ مگر یہ بات ذرا مشکل ہے کامل ایمان کو چاہتی ہے اور یقین کے پہاڑ سے پیدا ہوتی ہے ایسے لوگوں کا اللہ تعالیٰ خود معالج ہوتا ہے مجھے یاد ہے ایک دفعہ دانت میں سخت درد تھا میں نے کسی سے دریافت کیا کہ اس کا کیا علاج ہے اس نے کہا کہ موٹا علاج مشہور ہے۔ علاج دندان اخراج دندان۔ اس کا یہ فقرہ میرے دل پر بہت گراں گذرا کیونکہ دانت بھی ایک نعمت الہی ہے اسے نکال دینا ایک نعمت سے محروم ہونا ہے اسی فکر میں تھا کہ غنودگی آئی اور زبان پر جاری ہوا **وَإِذَا مَرِضْتُ فَهُوَ يَشْفِينِي** اس کے ساتھ

ہی معا" درد ٹھہر گیا اور پھر نہیں ہوا غرضیکہ لوگ اعتراض کے واسطے دوڑتے ہیں حقیقت کے واسطے نہیں دوڑتے اور نہ اسے دیکھتے ہیں۔ اعتراض کی صورت کوئی نظر آجائے تو اس کے واسطے عید ہو جاتی ہے ہم نے کشتی نوح میں کہاں لکھا ہے کہ دوائیں لغو محض ہیں۔ نیکہ نہ کروانے کی صاف وجہ لکھی ہے کہ چونکہ ہمیں آسانی نیکہ لگایا گیا ہے جو کہ ایک نشان ہے اس لئے اس مادی علاج کو خدا تعالیٰ کے نشان میں مشترک کر کے ہم شرک کے مرتکب ہونا نہیں چاہتے حقائق اپنے اپنے محل پر ہی چسپاں ہو سکتے ہیں دیکھئے روزہ کیسے خدا تعالیٰ کی رضا اور ثواب کا موجب ہے لیکن اگر کوئی عید کے دن روزہ رکھے تو کیا وہ ثواب کا مستحق ہو گا یا کسی عذاب کا؟ ان لوگوں نے ہمارے متعلق ذرا سوچ سے کام نہیں لیا اگر تقویٰ اور نیک نیتی سے کام لیتے اور سوچتے تو اتنا غوغا نہ کرتے بلکہ ان کو حق سمجھ آجاتا اور وہ ہلاک نہ ہوتے خدا تعالیٰ نیک نیت کو ضائع نہیں کرتا۔

موضوع مذہبی میں میاں محمد یوسف صاحب کا بائیکاٹ

حضرت اقدس کی خدمت میں کسی نے عرض کیا کہ موضع مد میں محمد یوسف صاحب کا پانی بند کرنے اور تعلقات لین دین، گتنگو، سلام پیام سب ترک کرنے کی تحریک جاری ہے اس لئے ان کے گھرانے کو سخت تکلیف ہے فرمایا کہ :-
خدا تعالیٰ آسمان پر دیکھتا ہے ان کو اس کا اجر دے گا اور تکلیف دینے والوں کو سزا دے گا یونہی ان کو چھوڑتا نہیں۔

جنات

جنات کے وجود اور ان کی معرفت اشیاء منکوانے اور کھانے کا سوال ہوا حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:
اس پر ہمارا ایمان ہے۔ عرفان نہیں نیز جنات کی ہمیں اپنی عبادت، معاشرت، تمہن، اور سیاست وغیرہ امور میں ضرورت ہی کیا ہے۔

خدا تعالیٰ پر ہی بھروسہ کریں

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا عمدہ فرمایا ہے **مِنْ حَسَنِ إِسْلَامِهِ النَّوْءُ تَرْكُهُ مَا لَا يَعْزُبُهُ** انسانی عمر بہت تھوڑی ہے سفر بڑا کڑا اور لمبا ہے اس واسطے زاد راہ لینے کی تیاری کرنی

چاہئے بیوہ محض اور لغو کاموں میں پڑے رہنا مومن کی شان سے بعید ہے خدا تعالیٰ کے ساتھ ہی صلح کرو اور اسی پر بھروسہ کرو اس سے بڑھ کر کوئی قادر نہیں۔ اس سے بڑھ کر کوئی طاقت ور نہیں۔ بات یہ ہے کہ نرے الفاظ اور باتوں سے کچھ نہیں بنتا جب تک خدا تعالیٰ اپنے فضل سے دلوں میں نہ گاڑے۔ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کرنا ہی ہر مرض کا علاج ہوتا ہے میرے نزدیک یہ عالمگیر موت جو آتی ہے اس کا علاج بجز ایمان کے میصل کرنے اور یقین کی جلا کے ہرگز ممکن نہیں۔

طاعون کا علاج

یہ (طاعون) زہنی چیز نہیں ہے کہ زمین اس کا علاج کر سکے یہ آسمان سے آتی ہے اور اسے کوئی روک نہیں سکتا یہ رَجْزٌ مِّنَ السَّمَاۗءِ (العنکبوت : ۳۵) ہے سابقہ انبیاء کے وقت بھی یہ بطور عذاب کے ایک نشان ہوتا رہا ہے پس اس کا علاج یہی ہے کہ اپنے ایمان کو اس کی انتہائی غایت تک پہنچا دو۔ اس کے آنے سے پیشتر خدا تعالیٰ سے صلح کرو۔ استغفار کرو۔ توبہ کرو۔ دعاؤں میں لگو۔ اس (مرض طاعون) کی کوئی دوائی نہیں ہے مرض ہو تو دوا ہو۔ یہ تو ایک عذاب الہی اور قہر ایزدی ہے بجز تقویٰ کے اس کا اور کیا علاج ہے؟ یاد رکھو کہ اگر گھر بھر میں ایک بھی متقی ہو گا تو خدا تعالیٰ اس کے سارے گھر کو بچائے گا بلکہ اگر اس کا تقویٰ کامل ہے تو وہ اپنے محلے کا بھی شفیع ہو سکتا ہے اگرچہ متقی گھر مجھی جائے تو وہ سیدھا جنت میں جاتا ہے مگر ایسے وقت میں جبکہ یہ موت ایک قہر الہی کا نمونہ ہے اور بطور نشان کے دنیا پر آئی ہے میرا دل ہرگز شہادت نہیں دیتا کہ کوئی متقی اس ذلت کی موت سے مرے۔ متقی ضرور بچایا جائے گا۔

کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ

میں نے بارہا اپنی جماعت کو کہا ہے کہ تم نرے اس بیعت پر ہی بھروسہ نہ کرنا۔ اس کی حقیقت تک جب تک نہ پہنچو گے تب تک نجات نہیں۔ قشر پر صبر کرنے والا مغز سے محروم ہوتا ہے اگر مرید خود عامل نہیں تو پیر کی بزرگی اسے کچھ فائدہ نہیں دیتی۔ جب کوئی طبیب کسی کو نسخہ دے اور وہ نسخہ لے کر طاق میں رکھ دے تو اسے ہرگز فائدہ نہ ہو گا کیونکہ فائدہ تو اس پر لکھے ہوئے عمل کا نتیجہ تھا۔ جس سے وہ خود محروم ہے کشتی نوح کا بار بار مطالعہ کرو اور اس کے مطابق اپنے آپ کو بناؤ فَذَآذَلْتُمْ مِّنْ ذٰلِكُمْۙ (الشمس : ۱۰) یوں تو ہزاروں چور، زانی، بدکار، شرابی، بد معاش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی امت ہونے کا دعویٰ کرتے ہیں مگر کیا وہ درحقیقت ایسے ہیں؟ ہرگز نہیں امتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے۔

طاعون

یہ طاعون کوئی مرض نہیں ہے صرف لوگوں کو سیدھا کرنے کے لئے آئی ہے تم اس کے سیدھا کرنے سے سیدھے نہ بنو بلکہ خدا تعالیٰ کے واسطے سیدھے ہو جاؤ تاکہ شرک سے بری رہو۔ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ اس سے صرف غریب لوگ ہی مرتے ہیں۔ یہ ایک اور بد قسمتی ہے بجائے عبرت پکڑنے کے الٹا اعتراض کرتے ہیں بعض کہتے ہیں کہ یہ صرف بیماری ہے اس کو نماز روزے اور نیکی بدی سے کیا تعلق ہے۔ ڈاکٹروں سے علاج کروانا چاہئے غرضیکہ بے باکی کی یہاں تک نوبت پہنچی ہوئی ہے اور طاعون تو خدا کا ایک آئینہ ہے جس میں خدا اپنا چہرہ دکھائے گا۔ یاد رکھو کہ طاعون کا نام خدا نے رحمت نہیں رکھا کہ اس سے مرنے والا شہید ہو۔ یہ تو زمانہ تھدی کا ہے بطور نشان کے آئی ہے مومن اور غیر مومن میں فرق کر کے جائے گی۔ اس کا نام رجز ہے اور میرے امام میں بھی اسے غضب کہا گیا ہے آج سے تیرہ سو برس پیشتر قرآن مجید میں اس کی خبر ہے **أَخْرَجْنَا لَهُمْ ذَابَّةً مِّنَ الْأَرْضِ تُكَلِّمُهُمْ...** (النمل : ۸۳) یعنی جب گمراہی اور ظلمت کا زمانہ ہو گا ایسے وقت میں لوگوں کا ایمان خدا پر صرف بچوں کے کھیل کی طرح ہو گا۔ تب ہم ان میں ایک کیڑا نکالیں گے جو ان کو کالے کا غرض یہ (طاعون) خدا تعالیٰ کا ایک تہرہ ہے جس سے بچنے کے واسطے ہر ایک کو لازم ہے کہ اپنی نجات کا آپ سامان کرے۔

۲۶ نومبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

خدا تعالیٰ کی طرف رجوع

بعد نماز مغرب حضرت اقدس مسجد کے گوشہ میں جلوہ افروز ہوئے۔ چند ایک نواررد احباب نے بیعت کی اس کے بعد طاعون کے ذکر پر فرمایا :-

جو خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے خدا تعالیٰ اس کی طرف رجوع کرتا ہے اور جو لاپرواہ ہے خدا تعالیٰ اس سے لاپرواہ ہے اب اس وقت بھی جو نہ سمجھے تو اس کی قسمت ہی بد ہے۔

چند نوجوانوں کا اخلاص

بیعت میں تین نوجوان ایسے بھی شامل تھے جو کہ صرف ایک دن کی رخصت پر آئے تھے عصر

کے وقت قایمان پہنچے اور اگلے روز انہوں نے کیپ میں حاضر ہونا تھا۔
ان کے اس اخلاص اور محبت پر فرمایا کہ
بادجو دیکھ فوجی نوکر ہیں مگر خدا تعالیٰ نے دین کی محبت دل میں ڈال دی ہے صدق اور اخلاص
لے کر آئے ہیں خدا تعالیٰ ہر ایک کو یہ نصیب کرے۔

سرور و کا علاج

ایک صاحب نے عرض کی کہ میرے سر میں درد رہتا ہے گرمی کے وقت سخت تکلیف رہتی
ہے دعا فرمائی جائے۔ حضرت اقدس نے فرمایا علاج بھی کیا ہے؟ اس نے عرض کی ہاں کیا ہے مگر
فائدہ نہیں ہوا۔ فرمایا کہ

ہڈیوں کا شوربہ پیا کرو۔ ہڈیاں ایسی لیں جن میں کچھ گوشت چمٹا ہوا ہو ان کو ابال کر شوربہ
ٹھنڈا کرو کہ چربی جم جائے۔ اس چربی کو نکال دو۔ باریک رومال پانی میں تر کر کے شوربہ اس میں
چھانوکہ چربی اس میں لگ جائے اور خالص شوربہ رہ جائے وہ پیا کرو ہم دعا بھی کریں گے۔

صبر بھی ایک عبادت ہے

پھر اس شخص نے عرض کی کہ میرے گاؤں میں ایک مولوی جو مدرسہ میں ملازم ہے سخت
مخالف ہے اور مجھے بہت تکلیف دیتا ہے حضور دعا کریں کہ خدا تعالیٰ اس کی تبدیلی وہاں سے کر
دے۔ حضرت اقدس نے اس موقع پر تبسم فرمایا اور پھر اسے اس طرح سمجھایا کہ
اس جماعت میں جب داخل ہوئے ہو تو اس کی تعلیم پر عمل کرو۔ اگر تکالیف نہ پہنچیں تو پھر
ثواب کیو کر ہو۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ میں تیرہ (۳) برس دکھ اٹھائے تم لوگوں کو اس
زمانے کی تکالیف کی خبر نہیں اور نہ وہ تم کو پہنچیں ہیں مگر آپ نے صحابہ کو صبر ہی کی تعلیم دی۔ آخر
کار سب دشمن فنا ہو گئے۔ ایک زمانہ قریب ہے کہ تم دیکھو گے کہ یہ شریر لوگ بھی نظر نہ آئیں
گے۔ اللہ تعالیٰ نے ارادہ کیا ہے کہ اس پاک جماعت کو دنیا میں پھیلانے۔ اب اس وقت یہ لوگ
تمہیں تھوڑے دیکھ کر دکھ دیتے ہیں مگر جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو یہ سب خود ہی چپ ہو
جائیں گے۔ اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو یہ لوگ دکھ نہ دیتے اور دکھ دینے والے پیدائے ہوتے مگر خدا
تعالیٰ ان کے ذریعہ سے صبر کی تعلیم دینا چاہتا ہے۔ تھوڑی مدت صبر کے بعد دیکھو گے کہ کچھ بھی
نہیں ہے جو شخص دکھ دیتا ہے یا توبہ کر لیتا ہے یا فنا ہو جاتا ہے۔ کئی خط اس طرح کے آتے ہیں

کہ ہم گالیاں دیتے تھے اور ثواب جانتے تھے لیکن اب توبہ کرتے ہیں اور بیعت کرتے ہیں مبر بھی ایک عبادت ہے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ مبر والوں کو وہ بدلے ملیں گے جن کا کوئی حساب نہیں ہے۔ یعنی ان پر بے حساب انعام ہوں گے۔ یہ اجر صرف صابروں کے واسطے ہے۔ دوسری عبادت کے واسطے اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ نہیں ہے۔ جب ایک شخص ایک کی حمایت میں زندگی بسر کرتا ہے تو جب اسے دکھ پر دکھ پہنچتا ہے تو آخر حمایت کرنے والے کو غیرت آتی ہے اور وہ دکھ دینے والے کو تباہ کرتا ہے اسی طرح ہماری جماعت خدا تعالیٰ کی حمایت میں ہے اور دکھ اٹھانے سے ایمان قوی ہو جاتا ہے۔ مبر جیسی کوئی شے نہیں ہے۔

یہ زمانہ مامور من اللہ کے آنے کا ہے

زمانے کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ

عجیب بات ہے کہ ہندو بھی کہتے ہیں کہ یہ زمانہ ایک بڑے اوتار کا ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ نزول مسیح میں کوئی شخص چودھویں صدی سے آگے نہیں بڑھتا۔ (یعنی جس قدر مکاشفات اور اخبار ہیں وہ تمام چودھویں صدی تک کی خریدتی ہیں) ترقی قمر بھی چودھ تک ہی معلوم ہوتی ہے۔ جیسے قرآن شریف میں ہے
 وَالْقَمَرَ قَدْ زُفَّ مَتَائِلَ حَتَّىٰ عَادَ كَالْعُرْجُونِ
 الْقَدِيمِ (یس : ۳۰)

قرآن کریم کی ایک خاصیت

ایک حافظ نے درخواست کی کہ میں کوشش کرتا ہوں کہ قرآن کی میری منزل ٹھہر جائے مگر ناکامیاب ہی رہتا ہوں۔ دعا فرمائیے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ قرآن خود یہ خاصیت رکھتا ہے کہ اس نقص کو رفع کر دے محبت سے پڑھتے رہو ہم بھی دعا کریں گے۔

۲۸ نومبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

اعجاز احمدی کے متعلق جعفر زٹلی کے اعتراض کا جواب

بعد نماز مغرب حضرت اقدس سہر کے گوشہ میں تشریف فرما ہوئے جعفر زٹلی نے اپنے اخبار

میں لکھا تھا کہ یہ بیان غلط ہے کہ اعجاز احمدی پانچ دن میں تیار ہوئی بلکہ اس کا مسودہ ایک عرصہ سے تیار ہو رہا تھا۔ صرف مڑ کے واقعات کا تھوڑا سا مضمون ان ایام میں بنا لیا ہے۔ اس سفید جھوٹ پر حضرت تبسم فرماتے رہے اور تعجب کرتے رہے کہ ان لوگوں کو اس قدر جھوٹ پر جھوٹ کی کس طرح جرأت ہوتی ہے پھر فرمایا کہ :-

ہر ایک بات کے واسطے فیصلہ ہوتا ہے جب تک خدا تعالیٰ ان لوگوں پر اول سبقت نہ کرے ہم بھی نہیں کرتے۔

صد اوقت کے دلائل کی بنیاد

اس کے بعد حضرت اقدس نے ارادہ ظاہر فرمایا کہ :-

اگر طبیعت درست ہو جائے تو نزول مسیح کو مکمل کر کے ایک رسالہ بزبان فارسی تحریر کیا جائے جس میں دلائل کی بنیاد تین چیزوں پر رکھی جائے جن کو ہر ایک نبی پیش کرتا رہا ہے اول نصوص۔ دوسرے معجزات۔ تیسرے عقل۔

عادت ایک زنگ ہے

پھر فرمایا :-

مشکل یہ ہے کہ عادت بھی ایک زنگ ہے جب دل پر بیٹھ جائے تو ہزار ہا دلائل ہوں ان کا کوئی اثر نہیں ہوتا جیسے ایک ہندو کے دل میں گنگا کی جو عظمت بیٹھی ہے اس سے دلائل پوچھو تو کچھ نہ دے گا صرف عادت کے طور پر اس کی بزرگی ہی مانتا جائے گا۔ اسی طرح نزول مسیح کے بارے میں ان لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ وہ یہی مانتے ہیں کہ اسی جسم کے ساتھ آسمان سے آئے گا۔ یہ مرض بھی دق کی طرح لگا ہے لیکن میں اس پر خوش ہوں کہ میرا خدا ہر ایک شے پر قادر ہے۔ وہ اس مرض کے دفعیہ کے ہزار ہا سامان پیدا کرے گا۔

جمعہ کی تعطیل

جمعہ کی تعطیل کے لئے ایک میموریل دربار دہلی کی تقریب پر گورنمنٹ ہند کی خدمت میں پیش کرنے کی تجویز حضرت اقدس نے کی ہے جو کہ عنقریب شائع ہو گا۔

جماعت کی ترقی

اس کے بعد جماعت کی ترقی کا ذکر ہوا کہ:-

یہ ایک عظیم الشان امر ہے جو کہ اللہ تعالیٰ نے ان تین سالوں میں ظاہر کیا ہے۔ ان تین سالوں سے پندرہ ہزاری جماعت صرف کئی سو تھی اور اب ان تین سالوں میں ایک لاکھ سے زیادہ ہو گئی باوجودیکہ ہر طرف سے مزاحمت ہوتی رہی مخالفت میں کوئی فرق نہیں رکھا۔ اور ناخنوں تک زور لگایا۔

۲۹ نومبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

(بوقت سیر)

ٹیکہ طاعون کے منفی نتائج

آٹھ بجے کے قریب حضرت اقدس تشریف لائے اور احباب کے ہمراہ سیر کو چلے۔ گذشتہ شب سول ملٹری گزٹ اور پالیو نیئر کے حوالہ سے ٹیکہ طاعون کے خطرناک نتائج جو حضرت اقدس کو سنائے گئے تھے کہ ملکوال میں انیس موتیں ٹیکہ لگنے کے باوجود ہوئیں۔ اس پر فرمایا کہ یہ بھی خدا تعالیٰ کی کنتی رحمت ہے ہماری کشتی نوح میں صاف لکھا ہوا ہے کہ اگر آسمانی ٹیکہ کے علاوہ اور اس کے مقابلہ پر کسی اور طرح سے زیادہ فائدہ ہو سکتا ہے تو ہمارا دعویٰ جموٹا۔ اس ٹیکہ کے انتظام پر گورنمنٹ کا لاکھوں روپیہ صرف ہوتا ہے (مگر نتیجہ ظاہر ہے)۔ اس میں بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کہ ہماری کشتی نوح پر بڑے بڑے متعصب اخباروں نے حتیٰ کہ مصر کے اَلْبُوَاء نے بھی مخالفت میں مضمون درج کیا کیا ان کی روسیاهی ہوئی یا نہیں؟ حق کا رعب ایسا ہوتا ہے کہ منہ بند ہو جاتے ہیں اب دیکھیں کہ اَلْبُوَاء کیا لکھے گا اور اب بھی شرمندہ ہو گا یا نہیں؟

ایک دو دن اور ٹھہر جائیں اور دیکھ لیں۔ ذرا طبیعت ٹھیک ہو جائے تو ان موتوں کے مفصل حالات دریافت کر کے پھر اَلْبُوَاء کو پیش کئے جائیں یہ اس کے لئے ایک بڑا تازیانہ ہو گا یہ اللہ تعالیٰ کی طاقتیں ہیں اور اسی کا کام ہے۔

سلسلہ کی تائید

تعجب ہے کہ اللہ تعالیٰ حق کے چکانے اور ہمارے اس سلسلہ کی تائید میں اس قدر کثرت کے ساتھ زور دے رہا ہے پھر بھی ان لوگوں کی آنکھیں نہیں کھلتیں۔ یہ بھی ایک عادت اللہ ہے کہ کلمہ صحت کی تکذیب خدا تعالیٰ کے نشانات کو کھینچتی ہے۔ جب ان کی تکذیب ٹھنڈی ہو جائے گی تو یہ نشانات بھی ٹھنڈے پڑ جائیں گے۔ برسات میں جس قدر گرمی زیادہ ہوتی ہے اسی قدر بارش زور سے ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے منہاج نبوت کا نظارہ دکھلا دیا ہے اس نے کیا کیا کچھ کیا ہے ہماری تائید میں آسمان کو چھوڑا نہ زمین کو، مگر ان لوگوں نے کسی سے فائدہ نہ اٹھایا ہمیشہ سے ان لوگوں کا خیال تھا کہ صدی کے سر پر کوئی آیا کرتا ہے اس صدی میں سے بیس سال گزر گئے مگر آج تک ان کی سمجھ میں نہ آیا۔ اب توقیامت کا سامنا باقی ہے اور تو کوئی کسریاق نہیں۔ ایک مخالف نے ایک دفعہ مجھے خط لکھا کہ آپ کی مخالفت میں لوگوں نے کچھ کمی نہیں کی مگر ایک بات کا جواب ہمیں نہیں آتا کہ باوجود اس مخالفت کے آپ ہر بات میں کامیاب ہی ہوتے جاتے ہیں یہ تائید کیوں ہوتی ہے؟

ایمان کی لذت

ایمان کی لذت بھی یہی ہے کہ خدا کی نصرتوں کو انسان آنکھوں سے دیکھ لے تب آنکھیں کھلتی ہیں جب انسان سمجھ لیتا ہے کہ سچ یہی ہے تو پھر اس پر مرنے کے لئے بھی تیار ہو جاتا ہے جب تک کہ خدا تعالیٰ کی نصرتیں چمک کر ظاہر نہیں ہوتیں اس وقت تک تو تذبذب میں رہتا ہے مگر جب ان کی چمکار نظر آتی ہے تو سینہ کی غلاظتیں دور ہو جاتی ہیں۔ یہ کتنی خوشی کی بات ہے۔ معلوم ہوتا ہے اب اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کا تزکیہ نفس کرنے لگا ہے اولیاء خدا تعالیٰ کے وقادار بندے ہی ہوا کرتے ہیں اور کون ہوتے ہیں۔

۱۔ اہم میں اس جگہ مزید مضمون بیان ہوا ہے جو الہدای میں نہیں الہدای باقی ڈائری اہم کی نسبت زیادہ مفصل ہے مگر ذیل کا مضمون اس میں نہیں اہم میں لکھا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ "مذہب پلو فور کے لائق ہیں اول یہ کہ بیس سال ہوئے جبکہ ہمارے پاس ایک بھی شخص نہ تھا اور اس وقت نہ گنتی ہو رہی تھی کہ حمیرے ساتھ ایک جماعت کثیر ہوئی۔ دوم۔ خانوں کو بار بار کما جانا ہے کہ معتقد شرارتیں اور کلمہ فریب تم کر سکتے ہو کہ۔ پھر ہم اس کو بیٹھا کر دکھا دیں کہ جیسے فرمایا **إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَأَنْتُمْ أَسْرَارُ الْمَآءِ الْيَسْرِ هَذَا بِالْحَقِّ** یعنی اس وقت ہم لوگوں سے پوچھیں گے کہ کیا یہ ہماری جماعت اور ہمارا سلسلہ سچا نہ تھا۔

(اہم جلد ۱ نمبر ۲۳ صفحہ ۶ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۹۲ء)

فرمایا۔ یہ بھی ایک الہام ہے کہ

آگ سے ہمیں مت ڈراؤ آگ ہماری غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے۔

طاعون بھی ایک آگ ہے حدیث میں آیا ہے کہ ہشتی ایک دفعہ دونخ کی سیر کو جائیں گے اور ایک پیر آگ پر رکھیں گے کہ آگ کس طرح جلاتی ہے تو آگ کے گے گی اے مومن ذرا پیچھے ہٹ جا تو مجھے بچاتا ہے۔

ایک رؤیا

عصر کی نماز سے پیشتر آپ نے تھوڑی دیر مجلس فرمائی اور ایک خواب بیان فرمایا۔ جو حضور نے قریباً دو ہفتے قبل دیکھا تھا وہ خواب یہ ہے۔ حضور فرماتے ہیں۔

میں ایک مقام پر کھڑا ہوں۔ ایک شخص آکر چیل کی طرح جھپٹا مار کر میرے سر سے ٹوپی لے گیا پھر دوسری بار حملہ کر کے آیا کہ میرا عمامہ لے جائے مگر میں اپنے دل میں مطمئن ہوں کہ نہیں لے جا سکتا۔ اتنے میں ایک نحیف الوجود شخص نے اسے پکڑ لیا مگر میرا قلب شہادت دیتا ہے کہ یہ شخص دل کا صاف نہیں ہے۔ اتنے میں ایک اور شخص آیا جو قادیان کا رہنے والا تھا اس نے بھی اسے پکڑ لیا میں جانتا تھا کہ موخر الذکر ایک مومن متقی ہے پھر اسے عدالت میں لے گئے تو حاکم نے اسے جاتے ہی چار یا چھ یا نو ماہ کی قید کا حکم دیا۔

غیروں کی مساجد میں نماز

ایک شخص نے بعد نماز مغرب بیعت کی اور عرض کیا کہ اہکم میں لکھا ہوا دیکھا ہے کہ غیر از جماعت کے پیچھے نماز نہ پڑھو۔ فرمایا۔

ٹھیک ہے اگر مسجد غیروں کی ہے تو گھر میں اکیلے پڑھ لو۔ کوئی حرج نہیں اور تھوڑی سی صبر کی بات ہے قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی مسجدیں برباد کر کے ہمارے حوالہ کر دے گا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں بھی کچھ عرصہ صبر کرنا پڑا تھا۔

عذاب کے بارہ میں عادت اللہ

موجودہ حالت میں ہندوؤں کے طاعون سے زیادہ مرنے پر فرمایا کہ :-

اللہ تعالیٰ فرماتا ہے **اَوْ كَذَّبْتُمْ ذَا آتَانَا بِالْاَرْضِ نَنْقُصُهَا مِنْ اَطْرَافِهَا**

(الرعد : ۲۲) یعنی ہم دور دور سے زمین کو گھٹاتے چلے آتے ہیں یہ عادت اللہ ہے کہ اول عذاب ایسے لوگوں سے شروع ہوتا ہے جو دور دور ہوتے ہیں اور ضعیف اور کمزور ہوتے ہیں۔ یہ قیوف یہ خیال کرتے ہیں کہ یہ صرف انہیں کے لئے ہے ہمارے لئے نہیں مگر عذاب لپک کر ان تک پہنچتا ہے جن کو خبر نہیں ہوتی اور بے پروا ہوتے ہیں خدا تعالیٰ کی اس میں حکمتیں ہوتی ہیں وہ چاہتا ہے کہ یہ لوگ اور شوخی کر لیں لوگوں کو اس طاعون کی خبر نہیں ہے وہ مجھے لکھتے ہیں اور ایشماروں میں شائع کرتے ہیں کہ یہ بھی ایک مرض ہے جس کا علاج ہو سکتا ہے اب ان پر لازم ہے کہ ڈاکٹروں سے علاج کروائیں۔ آخر رسول (civil) نے لکھ دیا کہ ہم کہاں تک اس پروردہ ڈالیں خود گورنمنٹ کو بھی اس نیکہ سے تکلیف پہنچی ہے۔

طاعون کی اقسام

فرمایا:-

طاعون تین قسم کی ہے ایک خفیف جس میں صرف گلٹی نکلتی ہے اور تپ نہیں ہوتا۔ دوسری اس سے تیز کہ اس میں گلٹی کے ساتھ تپ بھی ہوتا ہے تیسری سب سے تیز اس میں تپ نہ نکلتی۔ بس آدمی سویا اور مرگیا ہندوستان کے بعض دیہات میں ایسا ہی ہوا ہے کہ دس آدمی رات کو سوئے تو صبح کو مرے ہوئے پائے گئے۔ اس کا اصل باعث طعن ہے یہ لوگ ٹھنڈے کرتے ہیں مگر ان کو پتہ لگ جائے گا جو مخالف ہو اس کیا کرتے ہیں ان پر یک لخت پتھر نہیں پڑا کرتے اول ان کو دور سے آگ دکھائی جاتی ہے تاکہ وہ توبہ کریں۔

خدا تعالیٰ اس وقت اپنا چہرہ دکھلانا چاہتا ہے

شیخ نور احمد صاحب نے عرض کی حضور اب بھی مخالف کہتے ہیں کہ ہمیں طاعون کیوں نہیں ہوتی۔ فرمایا :-

قرآن میں بھی یہی لکھا ہے کہ وہ لوگ خود عذاب طلب کرتے تھے کعبنت یہ نہیں کہتے کہ دعا کرو کہ ہمیں ہدایت ہو جائے طاعون ہی مانتے ہیں دراصل یہ لوگ دہریہ ہیں خدا پر ان لوگوں کو ایمان نہیں ہے خدا تعالیٰ اس وقت اپنا چہرہ دکھلانا چاہتا ہے۔ اس وقت جس قدر عیاشی، فسق و فجور۔ حقوق العباد میں محصم و فیروہ ہو رہے ہیں کیا اس کی کوئی حد ہے۔ ہمیں بعض لوگ کہتے ہیں کہ دکانداروں کی طرح ایک دکاندار ہے مگر عنقریب خدا تعالیٰ ان کو تلا دے گا کہ دکان تو ہے مگر خدا تعالیٰ کی دکان ہے ایک صریح کفکش آسمان سے ہے اور صریح خدا تعالیٰ کے ارادے معلوم ہیں کہ

وہ کیا کرنا چاہتا ہے۔

قادبان آنے والا ہر تحفہ اور نذر ایک نشان ہے

میرا ایک پرانا المام ہے اَفَلَا يَتَذَكَّرُونَ اَمْرَكَ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ
لَوْجَدُوْا فِيْهِ اِخْتِلَافًا كَثِيْرًا براہین کے وقت سے اسے دیکھو کہ کیسا برابر ایک سلسلہ چلا
آ رہا ہے میں اس امر پر ایک دفعہ غور کرتا رہا کہ

يَا تَتُوْنَ مِنْ كُنْزٍ فَيَجْعَلُ عِيْنِيْ وَيَا نِيْنِكَ مِنْ كُنْزٍ فَيَجْعَلُ عِيْنِيْ

ان دونو الماموں میں کیا مناسبت ہے تو معلوم ہوا کہ يَا تَتُوْنَ مِنْ كُنْزٍ فَيَجْعَلُ عِيْنِيْ سے یہ
خیال پیدا ہوا کہ جب اس قدر لوگ آویں گے تو ان کے کھانے وغیرہ کا انتظام بھی چاہئے تو آگے
بتلایا کہ يَا نِيْنِكَ مِنْ كُنْزٍ فَيَجْعَلُ عِيْنِيْ

یعنی وہ کھانے دانے بھی اپنے ہمراہ لائیں گے قادبان کے لوگ خوب واقف ہیں کہ اس وقت
کیا حالت تھی۔ کیا یہ انسان کا کام ہے کہ مدت دراز کے بعد جو بات ہونے والی تھی وہ اس قدر
پہنچتا ہی گئی۔ اس لئے جو شخص آتا ہے اور جو تحفہ اور نذر وہ لاتا ہے ہر ایک ایک نشان ہوتا
ہے اور اگر اس طرح سے ہم حساب کریں تو نشانات پچاس لاکھ تک پہنچتے ہیں۔

تکالیف کے ازالہ کا طریق

ایک شخص نے اپنی خانگی تکالیف کا ذکر کیا۔ فرمایا کہ :-
پورے طور پر خدا تعالیٰ پر توکل، یقین اور امید رکھو تو سب کچھ ہو جائے گا اور میں خطوط
سے ہمیشہ یاد کراتے رہا کہ وہم دعا کریں گے۔

۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

(دوقت سیر)

تقویٰ

آٹھ بجے کے قریب حضرت اقدس سیر کے لئے تشریف لائے۔ طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ
خدا تعالیٰ کا وجود ثابت ہو رہا ہے مجھے تو اسی میں مڑا آتا ہے ساری جڑھ تقویٰ اور طہارت

ہے اسی سے ایمان شروع ہوتا ہے اور اسی سے اس کی آپاشی ہوتی ہے۔ اور نفسانی جذبات دبتے ہیں۔

سلسلہ کی ترقی

پھر اعجاز احمدی اور اپنے سلسلہ کی بے نظیر ترقی پر فرمایا کہ:-
اگر کذاب کا یہ حال ہے تو پھر صدق کی مٹی پلید ہے ان لوگوں میں ایسی رو میں بھی ہیں۔ جن پر ایک سخت انقلاب آئے گا جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں ابوسفیان ایک بڑا ضعیف القلب اور کم فراست والا آدمی تھا جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ پر فتح پائی تو اسے کہا کہ تجھ پر او بلائیے۔

اس نے جواب میں کہا کہ اب سمجھ آگئی ہے کہ حیرا خدا سچا ہے اگر ان بتوں میں کچھ ہوتا تو یہ ہماری اس وقت مدد کرتے۔ پھر جب اسے کہا گیا کہ تو میری نبوت پر ایمان لاتا ہے؟ تو اس نے تردد ظاہر کیا اور اس کی سمجھ میں توحید آئی۔ نبوت نہ آئی۔ بعض مادے ہی ایسے ہوتے ہیں کہ ان میں فراست کم ہوتی ہے جو توحید کی دلیل تھی وہی نبوت کی دلیل تھی مگر ابوسفیان اس میں تفریق کرتا رہا۔ اسی طرح سعید لوگوں کے دلوں میں اثر پڑ جائے گا سب ایک طبقہ کے انسان نہیں ہوتے۔ کوئی اول جیسے صدیق اکبر رضی اللہ عنہ۔ کوئی اوسط درجہ کے۔ کوئی آخری درجہ کے۔

میری ایک پرانی وحی ہے **يَخْتَرُونَ عَلَى الْأَذْقَانِ سُبْحًا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا إِنَّكَ كُنَّا خَاطِبِينَ** یعنی پیچھے آنے والے یہ کہیں گے ان کے لئے آگے خوشخبری بھی ہے **لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمْ يَوْمَ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكُمْ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ** محمد حسین کو فرعون کہا گیا ہے اور نذیر حسین کو ہامان۔ ہامان کو ایمان نصیب نہ ہوا۔ اسی طرح نذیر حسین بے نصیب گیا اور میرا استنباط یہ ہے کہ جس طرح فرعون نے **أَمَنْتُ بِاللَّهِ إِلَّا الَّذِي أَمَنْتُ بِهِ بَنُو إِسْرَائِيلَ** (یونس : ۹) کہا تھا ویسے ہی یہ (محمد حسین) بھی کہے گا۔ محی الدین صاحب ابن عربی نے لکھا ہے

لہ اہم سے۔

معلوم ہوتا ہے کہ دنیا میں ایسی رو میں بھی ہیں کہ جب ان کی آنکھیں کھلیں گی۔ جب ایک انقلاب نظر آئے گا۔ جیسے ابوسفیان میں فراست کم تھی۔ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے مکہ فتح کیا تو کہا کیا تو اب بھی نہیں سمجھتا؟ تجھ پر او بلا۔ تجھے اب تک پتہ نہیں لگا کہ یہ انسانی ہاتھ کا کام نہیں۔ (اہم جلد ۶ نمبر ۳۲ صفحہ ۶ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

کہ قرآن مجید سے یہ ثابت نہیں کہ فرعون جہنم میں جاوے گا یہ ہے کہ اس نے اپنی قوم کو جہنم میں ڈالا۔ شاید یہ رعایت اس کے ساتھ اس لئے ہو کہ اس نے موسیٰ علیہ السلام کو پالا۔ پرورش کیا۔ تعلیم دلوائی، تربیت کی مگر ہمارے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو دوسرے کی تربیت کا ذریعہ نہیں ملا۔ صرف خدا تعالیٰ نے ہی کی۔

نماز اور استغفار دل کی غفلت کا علاج ہیں

سیر سے واپس ہوتے ہوئے ایک حافظ صاحب نے آپ سے مصافحہ کیا اور عرض کی کہ میں ناپیدا ہوں ذرا کھڑے ہو کر میری عرض سن لیں۔ حضور کھڑے ہو گئے اس نے کہا میں آپ کا عاشق ہوں اور چاہتا ہوں کہ غفلت دور ہو حضرت اقدس نے فرمایا کہ

نماز اور استغفار دل کی غفلت کے عمدہ علاج ہیں نماز میں دعا کرنی چاہئے کہ اے اللہ! مجھ میں اور میرے گناہوں میں دوری ڈال۔ صدق سے انسان دعا کرتا رہے تو یہ یقینی بات ہے کہ کسی وقت منظور ہو جائے جلدی کرنی اچھی نہیں ہوتی۔ زمیندار ایک کھیت پوتا ہے تو اسی وقت نہیں کاٹ لیتا۔ بے صبری کرنے والا بے نصیب ہوتا ہے نیک انسان کی یہ علامت ہے کہ وہ بے صبری نہیں کرتا۔ بے صبری کرنے والے بڑے بڑے بد نصیب دیکھے گئے ہیں۔ اگر ایک انسان کتواں کھوڑے اور بیس ہاتھ کھوڑے اور ایک ہاتھ نہ جائے تو اس وقت بے صبری سے چھوڑے تو اپنی ساری محنت کو برباد کرتا ہے اور اگر صبر سے ایک ہاتھ اور بھی کھوڑے تو گوہر مقصود پایوے۔ یہ خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ فزق اور شوق اور معرفت کی نعمت ہمیشہ دکھ کے بعد دیا کرتا ہے اگر ہر ایک نعمت آسانی سے مل جائے تو اس کی قدر نہیں ہوا کرتی۔ سعدی نے کیا عمدہ کہا ہے۔

گر نباشد بد دست راہ برون
شرط عشق است در طلب مرون

مخالفت نفس بھی ایک عبادت ہے

مخالفت نفس بھی ایک عبادت ہے انسان سوا ہوا ہوتا ہے جی چاہتا ہے کہ اور سولے گروہ مخالفت نفس کر کے مسجد چلا جاتا ہے تو اس مخالفت کا بھی ایک ثواب ہے اور ثواب نفس کی مخالفت تک ہی محدود ہوتا ہے ورنہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو پھر ثواب نہیں۔ عبدالقادر

جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جب آدمی عارف ہو جاتا ہے تو اس کی عبادت کا ثواب ضائع ہو جاتا ہے کیونکہ جب نفس مطمئن ہو گیا تو ثواب کیسے رہا؟ نفس کی مخالفت کرنے سے ثواب تھا وہ اب رہی نہیں۔

بے صبر نہیں ہونا چاہیے

قرآن شریف میں ہے **وَلَيْسَ خِشْيَافَ مَقَامِهِمْ جَنَّاتٍ** (الرحمان : ۲۷) یعنی وہ جنت میں داخل ہو گیا اور اس کا درجہ ثواب کا نہ رہا تو یہ بات بے صبری سے نہیں ملتی۔ انسان کو یہاں تک صبر کرنا چاہئے کہ اس کا دل یقین کر لے کہ میرے جیسا کوئی صابر نہیں۔ آخر خدا تعالیٰ مہربان ہو کر روزانہ کھول دیتا ہے اسی طرح ایک اور بزرگ کا قول ہے کہ جب انسان عارف ہو جاتا ہے تو تمام عبادتیں ساقط ہو جاتی ہیں اس کے یہ معنی نہیں ہیں کہ وہ عبادت ترک کر دیتا ہے بلکہ یہ معنی ہیں کہ عبادت کی بجا آوری میں اسے جو تکلیف ہوتی تھی وہ ساقط ہو جاتی ہے اب عبادت محبوبات نفس میں شامل ہو گئیں جیسے کھانا پینا وغیرہ اس کی محبوبات نفس تھیں ایسا ہی نماز روزہ ہو گیا۔ خدا تعالیٰ جیسا وفادار اور کوئی نہیں۔ دوستی اور اخلاص کا حق جیسے وہ ادا کر سکتا ہے اور کوئی نہیں کر سکتا انسان بڑے جوش والا ہے وہ صبر سے حقوق ادا نہیں کر سکتا جلدی بے صبر نہیں ہونا چاہئے۔

صحبت کا اثر

فرمایا:-

ہماری جماعت کو چاہئے کہ وقتاً فوقتاً ہمارے پاس آتے رہیں اور کچھ دن یہاں رہا کریں۔ انسان کا دماغ جیسے خوشبو سے حصہ لیتا ہے ویسے ہی بدبو سے بھی حصہ لیتا ہے اسی طرح زہریلی صحبت کا اثر اس پر ہوتا ہے۔

خانقاہ کی موجودہ حالت پر فرمایا کہ

کہ معمم کی حالت کا تو کسی نے معائنہ نہیں کیا مگر اب اس وقت کی حالت دیکھ کر پتہ لگتا ہے کہ ایسا ہی حال اس وقت تھا۔

مکہ کے دو عمر

ابو جہل کو فرعون کہا گیا ہے۔ مگر میرے نزدیک وہ تو فرعون سے بڑھ کر ہے فرعون نے تو آخر کہا اَمَدْتُ اَنْتَ لَا اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْ اَمَنْتُ بِهٖ بَشَرًا اِسْرَآءِيْلِيَّ (نوس : ۹) مگر یہ آخر تک ایمان نہ لایا بلکہ مکہ میں سارا فساد اسی کا تھا اور بڑا تکبر اور خود پسند۔ عظمت اور شرف کو چاہنے والا تھا اس کا اصل نام بھی عمر تھا اور یہ دونو عمر مکہ میں تھے خدا کی حکمت کہ ایک عمر کو کھینچ لیا اور ایک بے نصیب رہا اس کی روح تو دوزخ میں جلتی ہو گی اور حضرت عمرؓ نے ضد چھوڑ دی تو بادشاہ ہو گئے۔

سورۃ الکوش کی تفسیر

فرمایا :-

جیسے اِنَّكَ كُنَّا بِنَبِكَ هُوَ الْاَبْتَدُ (الکوش : ۴) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ہے ایسا ہی میرا بھی الہام ہے۔

یہ کم بخت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو جسمانی اور روحانی طور پر ہر دو طرح اجتر قرار دیتے ہیں۔ حالانکہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اِنَّا اَعْطَيْنَاكَ الْكُوشَ (الکوش : ۲) یہاں کوش کا قرینہ فَصَلِّ لِرَبِّكَ وَاَنْحَرْ ہے نَحْرُ اولاد کے لئے ہوتا ہے کہ جب حقیقہ ہوتا ہے تو قرآنیاں دیتے ہیں۔ پس اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اولاد نہ روحانی ہوئی نہ جسمانی تو نحر کس کے لئے آیا؟

عبداللہ غزنوی کا الہام

اس وقت قرآن کی عظمت بالکل دلوں میں نہیں رہی عبداللہ غزنوی صاحب کا بھی ایک کشف ہے جو اس کے متعلق تھا کہ اس میں ان کو الہام ہوا تھا کہ هٰذَا كِتَابِيَّ وَعِبَادِيَّ۔ فَاَقْرَأْ كِتَابِيَّ عَلٰى عِبَادِيَّ۔

لے اہم سے ”موتے وقت سر کاٹنے والے کو کما کہ ذرا گرن لہی کر کے کاٹا تاکہ دو سہوں سے یہ سر پٹا دکھائی دے۔ کما

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کا خطبہ

حضرت عمرؓ سے کسی نے پوچھا کہ آپ بڑے غصہ والے ہوتے تھے اب غصہ مسلمان ہونے سے دور ہو گیا فرمایا۔ دور تو نہیں ہوا مقصد ہو گیا ہے اور اب اپنے ٹھکانے پر چلتا ہے۔

۳۰ نومبر ۱۹۰۲ء

دربار شام

برطانیہ اور کابل

فرمایا:-

گورنمنٹ انگلینڈ نے بڑی آزادی دے رکھی ہے اور ہر قسم کا امن ہے مگر کابل میں تو لوگ ایک طرح سے اسیر اور مقید ہیں۔ وہ باہر جانا چاہیں تو ان پر کئی قسم کی پابندیاں ہیں اور بے ہودہ گھرائیاں کی جاتی ہیں خدا تعالیٰ نے اس سلسلہ کو اسی لئے اس مبارک سلطنت کے ماتحت رکھا۔

فرمایا:-

جو لوگ حق کو چھپاتے ہیں وہ مرد نہیں بلکہ عورتیں ہیں۔

فرمایا:-

جو خدا کی پروا نہیں کرتا وہ برباد ہو جاتا ہے۔ یہ مسلمانوں کی بد قسمتی ہے کہ انہوں نے انکار کیا یہ آثار اچھے نہیں۔ اللہ تعالیٰ بعض اوقات انصاف پسند کافر کو ظالم کلمہ گو کے مقابلہ میں پسند کرتا ہے اس سلسلہ کے لئے گورنمنٹ انگلینڈ کے سوا دوسری حکومتیں سخت مضرت ہیں۔ ان میں امن نہیں ہے۔

یکم دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

(بوقت سیر)

حسب معمول میر کے لئے تشریف لائے تو آتے ہی فرمایا کہ آج ہی کے دن میر ہے کل سے انشاء اللہ روزہ شروع ہو گا۔ تو چار پانچ دن تک میر بند رہے کی تاکہ طبیعت روزے کی عادی ہو جائے اور تکلیف محسوس نہ ہو۔

مخالفین کی طرح اعجاز احمدی کا جواب لکھنے کی تیاری

اعجاز احمدی کی نسبت ایڈیٹر صاحب الکلم نے سنایا کہ شہدہ ہند نے لکھا ہے۔ کہ شروع سال میں اس کا جواب اعجازی طور پر شائع ہو گا اور اس نے تین ہزار روپیہ لوگوں سے طلب کیا ہے کہ اس روپے سے وہ کتاب تصنیف کر کے شائع کرے اور اس ہزار روپے انعام حاصل کر لے اس طرح سے تیرہ ہزار روپیہ لینا چاہتا ہے حضرت نے فرمایا :-
کیسا گدھو کہ باز اسی طرح سے نادانوں کو دھوکہ دے کر لوٹا کرتے ہیں۔

مخالفت

مخالفت کے ذکر پر فرمایا کہ اس سے تحریک ہو کر نشان ظاہر ہوتے ہیں اور مخالفوں کی تحریک ایسی ہے جیسے کل (مشین) سے کٹواں نکالا جائے ورنہ مخالفین جو آہنا کہہ کر چپ کر گئے۔ ان سے کیا تحریک ہو سکتی ہے اعجاز احمدی سے خود لوگ اس نتیجے پر پہنچ جائیں گے کہ قرآن دانی اور عبیت کی اصل جڑ انہیں لوگوں میں (احمدیہ مشن میں) ہے کیونکہ وہ نتیجہ نکال لیں گے کہ جن کی عربی دانی یہ ہے کہ اس کی مثل لوگ نہیں لاسکتے تو ضرور ہے کہ قرآن دانی بھی انہیں میں ہو۔

ایک تفسیری نکتہ

اعجاز احمدی میں بہت سی مہنگوئیاں بھی ہیں اور ان کُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَيَّ عَبْدِنَا
مَا تَوَّابُونَ وَيَسِيلُهُمُ الْبَقْرَةُ : (۲۳) اس میں من مثلہ کے معنی بھی اکثر مفسرین نے کئے ہیں کہ اگر مقابلہ میں کوئی لکھ کر لائیں تو مہنگوئیاں بھی اسی طرح ہوں جیسے قرآن شریف میں ہیں۔

عدو شود سبب خیر گر خدا خواہد

فرمایا :-

مخالف مامور کی عمر کو بچھاتے ہیں اور وہ کیا سلسلہ نبوت کی رونق کا باعث ہوتے ہیں۔ ان کی مخالفت سے تحریک پیدا ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کی نیرت جوش میں آتی ہے جب مخالفت اٹھ جاتی

ہے تو گویا مامور بھی اپنا کام کر چکا ہے اور وہ فتح یاب ہو کر اٹھایا جاتا ہے۔
 دیکھو جب تک کفار کلمہ کی مخالفت کا زور شور رہا اس وقت تک بڑے بڑے اعجاز ظاہر ہوئے
 لیکن جب **إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ (النصر: ۲)** کا وقت آیا اور یہ سورۃ اتری تو گویا
 آپ کے انتقال کا وقت قریب آگیا۔ فتح مکہ کیا تھی آپ کے انتقال کا ایک مقدمہ تھی۔ غرض ان
 مخالفانہ تحریکوں سے بڑے بڑے فائدے ہوتے ہیں۔ اور ہماری جماعت ان مخالفوں ہی میں سے
 نکل کر آتی ہے اور اگر یہ مخالفت نہ ہوتی تو اس زور شور سے تحریک اور تبلیغ نہ ہوتی۔

وجودی فرقہ کی حالت

فرمایا :-

ایک ذرہ حرکت اور سکون نہیں کر سکتا جب تک آسمان پر اول حرکت نہ ہو۔ ذلت وجودی کی
 اس سے ہے کہ وہ اس مقام پر لغزش کھا جاتا ہے۔ طریق تادب یہ تھا کہ وہ اس مقام پر ٹھہر جاتے
 اور جو فرق عبد اور معبود کا ہے اس سے آگے نہ بڑھتے۔ مگر وہ ایسے طریق پر ہیں کہ عملی حالت میں
 رہے جاتے ہیں نماز روزہ سے آخر کار فارغ ہو بیٹھتے ہیں۔ بھنگ وغیرہ مسکرات استعمال کرنے لگ
 جاتے ہیں۔ دہریت میں اور ان میں انہیں کس کا فرق ہے اور ان کی پیما کی دلالت کرتی ہے کہ اس
 فرقہ میں خیر نہیں ہے عیسائیوں نے ایک کو خدا بنا کر آگ لگائی اور انہوں نے ہر ایک وجود کو خدا
 بنایا۔ ہندوؤں پر بھی ان کا بدار پھنچا ہے حرمت کی پروا نہیں ہے۔ اس لئے منامی وغیرہ سب جائز
 رکھتے ہیں۔ صورت پرست ہوتے ہیں نامحرموں پر بد نظری کرتے ہیں اس زمانہ کا بگاڑ سخت ہے۔

اصل تقویٰ دُنیا سے اٹھ گیا ہے

فرمایا :-

اصل تقویٰ جس سے انسان دھویا جاتا ہے اور صاف ہوتا ہے اور جس کے لئے انبیاء آتے
 ہیں وہ دنیا سے اٹھ گیا ہے کوئی ہو گا جو **قَدْ أَفْلَحَ مَن زَكَّاهَا (القصص: ۱۰)** کا مصداق ہو
 گا۔ پاکیزگی اور طہارت عمدہ شے ہے انسان پاک اور مطہر ہو تو فرشتے اس سے مصافحہ کرتے ہیں۔
 لوگوں میں اس کی قدر نہیں ہے ورنہ ان کی لذات کی ہر ایک شے حلال ذرائع سے ان کو ملے۔ چور
 چوری کرتا ہے کہ مال ملے لیکن اگر وہ صبر کرے تو خدا تعالیٰ اسے اور سے مالدار کر دے۔ اسی

طرح زانی زنا کرتا ہے اگر مہر کرے تو خدا تعالیٰ اس کی خواہش کو اور راہ سے پوری کر دے جس میں اس کی رضا حاصل ہو۔ حدیث میں ہے کہ کوئی چور چوری نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا اور کوئی زانی زنا نہیں کرتا مگر اس حالت میں کہ وہ مومن نہیں ہوتا۔ جیسے بکری کے سر پر شیر کھڑا ہو تو وہ گھاس بھی نہیں کھا سکتی تو بکری جتنا ایمان بھی لوگوں کا نہیں ہے اصل جزا اور مقصود تقویٰ ہے جسے وہ عطا ہو تو سب کچھ پا سکتا ہے بغیر اس کے ممکن نہیں ہے کہ انسان صخاڑ اور کبار سے بچ سکے انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے۔ حکام ساتھ ساتھ تو نہیں پھرتے کہ ان کو خوف رہے۔ انسان اپنے آپ کو اکیلا خیال کر کے گناہ کرتا ہے ورنہ وہ کبھی نہ کرے اور جب وہ اپنے آپ کو اکیلا سمجھتا ہے اس وقت وہ دہریہ ہوتا ہے اور یہ خیال نہیں کرتا کہ میرا خدا میرے ساتھ ہے وہ مجھے دیکھتا ہے ورنہ اگر وہ یہ سمجھتا تو کبھی گناہ نہ کرتا تقویٰ سے سب شے ہے قرآن نے ابتدا اسی سے کی ہے۔ **إِيَّاكَ تَعْبُدُ وَإِيَّاكَ نَسْتَعِينُ** (الفاتحہ : ۵) سے مراد بھی تقویٰ ہے۔ کہ انسان اگرچہ عمل کرتا ہے مگر خوف سے جرات نہیں کرتا کہ اسے اپنی طرف منسوب کرے اور اسے خدا کی استعانت سے خیال کرتا ہے اور پھر اسی سے آئندہ کے لئے استعانت طلب کرتا ہے

تقویٰ کے ثمرات

پھر دوسری سورت بھی **هُدًى يَلْمِزُ الْمُتَّقِينَ** سے شروع ہوتی ہے۔ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ سب اسی وقت قبول ہوتا ہے جب انسان متقی ہو۔ اس وقت خدا تمام داعی گناہ کے اٹھارتا ہے۔ بیوی کی ضرورت ہو تو بیوی دیتا ہے۔ دوا کی ضرورت ہو تو دوا دیتا ہے۔ جس شے کی حاجت ہو وہ دیتا ہے اور ایسے مقام سے روزی دیتا ہے کہ اسے خبر نہیں ہوتی۔

ایک اور آیت قرآن شریف میں ہے۔ **إِنَّ الَّذِينَ قَالُوا رَبُّنَا اللَّهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ أَلَّا تَكْفُرُوا وَلَا تَعْبُرُوا** (الم السجدة : ۳۱) اس سے بھی مراد متقی ہیں **ثُمَّ اسْتَقَامُوا** یعنی ان پر نازلے آئے۔ اظہار آئے۔ آندھیاں چلیں مگر ایک عہد جو اس سے کہ چکے اس سے نہ پھرے۔ پھر آگے خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب انہوں نے ایسا کیا اور صدق اور وفا دکھائی۔ تو اس کا اجر یہ ملا **تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلَائِكَةُ** یعنی ان پر فرشتے اترے اور کہا کہ خوف اور حزن مت کرو تمہارا خدا متحلی ہے۔ **وَأَنْبَشُوا بِالْجَنَّةِ الَّتِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ** (الم السجدة : ۴۲) اور بشارت دی کہ تم خوش ہو اس جنت سے۔ اور اس جنت سے یہاں مراد

دنیا کی جنت ہے جیسے قرآن مجید میں ہے۔ وَلَيَمَنَّ خَافَ مَعَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ
(الرحمن : ۴۷) پھر آگے ہے نَحْنُ أَوْلَىٰ بِكُمُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ
(حم السجدة : ۳۲) دنیا اور آخرت میں ہم تمہارے ولی اور متکفل ہیں۔

مومن کی دنیوی زندگی

بعض لوگ وَلَيَمَنَّ خَافَ مَعَامَ رَبِّهِ جَنَّاتٍ کی آیت کے معارض ایک حدیث پیش کیا کرتے ہیں اَلَّذِي يَسْبَحُ لِلْمُؤْمِنِ اس کے اصل معنی یہ ہیں کہ مومن کئی قسم کے ہوتے ہیں فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهِ وَمِنْهُمْ مُقْتَصِدٌ وَمِنْهُمْ سَابِقٌ بِالْخَيْرَاتِ (فاطر : ۳۳) مقتصد سے مراد نفس لوامہ والے ہیں اور یہ (دنیا کی) تکالیف نفس لوامہ تک ہی ہوتی ہیں کہ اس میں انسان کے ساتھ کشاکش نفس امارہ کی ہوتی ہے وہ کہتا ہے کہ راحت اور آرام کی یہ بات اختیار کر اور لوامہ وہ نہیں کرتا۔ اس وقت انسان مجاہدہ کرتا ہے اور نفس امارہ کو زیر کرتا ہے اور اس طرح جنگ ہوتی رہتی ہے حتیٰ کہ امارہ شکست کھا جاتا ہے اور پھر نفس مطمئنہ رہ جاتا ہے۔ يٰۤاَيُّهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ارْجِعِي اِلٰى رَبِّكِ رَاضِيَةً مَّرْضِيَّةً (الفجر : ۲۹-۲۸) یعنی تو میری جنت میں داخل ہو جا اور اسی وقت ہو جا اور مومن کی جنت خود خدا ہے یعنی جب وہ خدا کے بندوں میں داخل ہوا تو خدا تو انہیں میں ہے۔ اور وہ اس کے عباد میں آگیا تو اب اس حالت میں وہ جن کہاں رہا؟ ایک مرتبہ ہوتا ہے کہ اس وقت تک وہ تکالیف میں ہوتا ہے جیسے جب کنواں کھودا جائے تو اس سے مقصد یہ ہوتا ہے کہ پانی نکل آئے مطمئنہ ہونا اصل میں پانی نکالنا ہے۔ جب پانی نکل آیا۔ اب کھودنے کی ضرورت نہیں ہے تو اس آیت میں ظالم سے مراد نفس امارہ والے اور مقتصد سے مراد نفس لوامہ والے اور سابق بالخیرات سے مراد نفس مطمئنہ والے ہیں۔

پوری تبدیلی زندگی میں جب تک نہ آوے تب تک جنگ رہتی ہے اور لوامہ تک یہ جنگ ہے جب یہ ختم ہوئی تو پھر دارالرحیم میں آجاتا ہے۔ اس وقت اس کا ارادہ خدا کا ارادہ اور اس کی مرضی خدا کی مرضی ہوتی ہے اور وہ ان باتوں میں لذت اٹھاتا ہے جن سے خدا خوش ہوتا ہے۔ ایک عارف جس کی خدا سے ذاتی محبت ہو جائے تو اگر خدا اسے بتلا بھی دے کہ تو دوغلی ہے خواہ عبادت کر خواہ نہ کر تو اس کی خوشی اسی میں ہوگی کہ خواہ دونوں میں جاؤں مگر میں ان عبادت سے رک نہیں سکتا جیسے ایفونی کو جب ایفون کی عادت ہو جاتی ہے تو اسے کیسی ہی تکالیف ہوں اور خواہ وہ گھلتا ہی جائے مگر ایفون کو نہیں چھوڑتا۔ جس طرح دنیا میں نوجوانوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ان کو

ایک دھن جب لگ جائے تو خواہ والدین کتنا روکیں منع کریں مگر وہ کسی کی نہیں سنتے اور اس دھن کی خوشی میں تکالیف کا بھی خیال نہیں ہوتا۔ ایسا ہی اس مومن عارف کامل کا حال ہوتا ہے کہ اسے اس بات کا خیال بھی نہیں ہوتا کہ اجر ملے گا یا نہیں۔ یہ مقام آخری مقام ہے جہاں سلوک کا سلسلہ ختم ہوتا ہے اور اس کے سوا چارہ نہیں۔ اس حالت میں اس کا جوش کسی سارے پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ جب تک انسان کسی سارے سے کام کرتا ہے تو ممکن ہے شیطان اس میں کسی وقت دخل دیوے۔ مگر یہاں ذاتی محبت کے مقام میں سارا نہیں ہوتا جیسے ماں اور بچے کے جو تعلقات ذاتی محبت کے ہیں ان میں انسان تفرقہ نہیں ڈال سکتا۔ ماں کی فطرتی محبت ایک دوسرے سے ملاتی ہے مثل مشہور ہے ”ماں مارے اور بچہ ماں ماں پکارے“ اسی طرح اہل اللہ خدا کی مار کھا کر کہاں جا سکتے ہیں۔ بلکہ مار پڑے تو وہ ایک قدم اور بڑھاتے ہیں دوسرے تعلقات میں خدا کی محبت کا جلال زور کے ساتھ نازل نہیں ہوتا جیسے انسان کسی کو اپنا نوکر سمجھتا ہے اور خیال ہوتا ہے کہ یہ نوکری اسی لئے کرتا ہے کہ اس کی اجرت ملے تو اسکی طرف محبت کامل سے التفات نہیں ہوتا اور وہ ایک نوکر شمار ہوتا ہے۔ مگر جب کوئی شخص خدمت کرتا ہے اور آقا کو معلوم ہو کہ یہ نوکری کی خواہش سے نہیں کرتا تو آخر کار بیڑوں میں شمار ہوتا ہے۔

خدا بڑا خزانہ ہے۔ خدا بڑی دولت ہے۔

استغفار کی حقیقت

غفلت غیر معلوم اسباب سے ہے۔ بعض وقت انسان نہیں جانتا اور ایک دفعہ ہی زنگ اور تیرگی اس کے قلب پر آجاتی ہے۔ اس لئے استغفار ہے۔ اس کے یہ معنی ہیں کہ وہ زنگ اور تیرگی نہ آوے۔ عیسائی لوگ اپنی بیوقوفی سے اعتراف کرتے ہیں کہ اس سے سابقہ گناہوں کا ثبوت ملتا ہے۔ اصل معنی اس کے یہ ہیں کہ گناہ صادر ہی نہ ہوں ورنہ اگر استغفار سابقہ صادر شدہ گناہوں کی بخشش کے معنی رکھتا ہے تو وہ بتلاویں کہ آئندہ گناہوں کے نہ صادر ہونے کے معنی میں کونسا لفظ ہے۔ غفر اور کفر کے ایک ہی معنی ہیں۔ تمام انبیاء اس کے محتاج تھے جتنا کوئی استغفار کرتا ہے اتنا ہی معصوم ہوتا ہے۔ اصل معنی یہ ہیں کہ خدا نے اسے بچایا معصوم کے معنی مستغفر کے ہیں۔

عیسائیت

عیسویت کی ترقی پر فرمایا کہ :-

جو ترقی انہوں نے کرنی تھی وہ کرچکے پورے طور پر انسان کو خدا بنا لیا۔ اگر انسان خدا بن سکتا ہے تو پگٹ سے کیوں ناراض ہیں۔ بہت خدا مل جائیں گے تو طاقت زیادہ ہوگی۔

بغیر عذر کے دعوت رد کرنا اچھی بات نہیں

ایک خادم نے عرض کی کہ ایک تقریب پر اس کے ہاں خوشی ہے اور کچھ کھانے کا انتظام کیا گیا ہے حضور بھی شام کو تشریف لا کر کھانا وہیں تناول فرمادیں تو عین سعادت ہے۔ فرمایا :-

دعوت راحت کے واسطے ہوتی ہے۔ مجھے ایسی مرض ہے کہ دن کے آخری حصہ میں وہ عود کرتی ہے اور میں بالکل چل پھر نہیں سکتا۔ اسی لئے دیکھتے ہو کہ پھرنے کا وقت صبح کا رکھا ہے ابھی ابھی نماز سے پیشتر پاؤں سرد ہو رہے تھے تو میں دوا پی کر آیا ہوں خیال آتا ہے کہ گھڑی گھڑی کیا کہوں کہ سرد ہو رہا ہوں اس لئے افاں خیزاں آجاتا ہوں۔ اس لئے شام کو میں جا نہیں سکتا ورنہ دعوت کا رد کرنا تو اچھی بات نہیں ہے مگر جب بیمار ہو تو انسان مجبور ہے۔

ماہِ رمضان کی عظمت اور اُس کے روحانی اثرات

مغرب کی نماز سے چند منٹ پیشتر ماہِ رمضان کا چاند دیکھا گیا۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام مغرب کی نماز گزار کر مسجد کی سقف پر چاند دیکھنے تشریف لے گئے اور چاند دیکھنے کے بعد پھر مسجد میں تشریف لائے۔ فرمایا کہ :-

رمضان گذشتہ ایسا معلوم ہوتا ہے جیسے کل گیا تھا۔

”شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِي أُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ“ (البقرۃ : ۱۸۶) سے ماہِ رمضان کی عظمت معلوم ہوتی ہے صوفیاء نے لکھا ہے کہ یہ ماہِ نورِ قلب کے لئے عمدہ مہینہ ہے۔ کثرت سے اس میں مکاشفات ہوتے ہیں۔ صلوٰۃ تزکیہ نفس کرتی ہے اور صوم تجلی قلب کرتا ہے۔ تزکیہ نفس سے مراد

یہ ہے کہ نفس امارہ کی شہوات سے بعد حاصل ہو جائے اور تجلی قلب سے مراد یہ ہے کہ کشف کا دروازہ اس پر کھلے کہ خدا کو دیکھ لے۔ پس اُنزِلَ فِيهِ الْقُرْآنُ (البقرہ: ۱۸۶) میں یہی اشارہ ہے اس میں کوئی شک و شبہ نہیں کہ روزہ کا اجر عظیم ہے لیکن امراض اور اغراض اس نعمت سے انسان کو محروم رکھتے ہیں مجھے یاد ہے کہ جوانی کے ایام میں میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ روزہ رکھنا سنت اہل بیت ہے۔ میرے حق میں پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سَلَّمَآنَ مِنَّا اَهْلَ الْبَيْتِ سَلَّمَآنَ یعنی السلطان کہ اس شخص کے ہاتھ سے دو صلح ہوں گی۔ ایک اندرونی اور دوسری بیرونی۔ اور یہ اپنا کام رفتی سے کرے گا نہ کہ شمشیر سے اور میں جب مشرب حسین پر نہیں ہوں کہ جس نے جنگ کی بلکہ مشرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی تو میں نے سمجھا کہ روزہ کی طرف اشارہ ہے چنانچہ میں نے چھ ماہ تک روزے رکھے۔ اس اثنا میں میں نے دیکھا کہ انوار کے ستونوں کے ستون آسمان پر جارہے ہیں یہ امر مشتبہ ہے کہ انوار کے ستون زمین سے آسمان پر جاتے تھے یا میرے قلب سے لیکن یہ سب کچھ جوانی میں ہو سکتا تھا اور اگر اس وقت میں چاہتا تو چار سال تک روزہ رکھ سکتا تھا۔

نشاط و جوانی تا بہ سی سال
چل آمد فرو ریزد پر و بال

اب جب سے چالیس سال گزر گئے دیکھتا ہوں کہ وہ بات نہیں۔ ورنہ اول میں پتالہ تک کئی بار پیدل چلا جاتا تھا اور پیدل آتا اور کوئی کسل اور ضعف مجھے نہ ہوتا اور اب تو اگر پانچ چھ میل بھی جاؤں تو تکلیف ہوتی ہے چالیس سال کے بعد حرارت غریزی کم ہونی شروع ہو جاتی ہے خون کم پیدا ہوتا ہے اور انسان کے اوپر کئی صدمات رنج و غم کے گزرتے ہیں۔ اب کئی دفعہ دیکھا گیا ہے کہ اگر بھوک کے علاج میں زیادہ دیر ہو جائے تو طبیعت بے قرار ہو جاتی ہے۔

عباداتِ مالی و عباداتِ بدنی

خدا تعالیٰ کے احکام دو قسموں میں تقسیم ہیں۔ ایک عباداتِ مالی دوسرے عباداتِ بدنی۔ عباداتِ مالی تو اسی کے لئے ہیں جس کے پاس مال ہو اور جن کے پاس نہیں وہ محذور ہیں اور عباداتِ بدنی کو بھی انسان عالم جوانی میں ہی ادا کر سکتا ہے ورنہ ساٹھ سال جب گزرے تو طرح طرح کے عوارض لاحق ہوتے ہیں نزول الماء وغیرہ شروع ہو کر بیٹائی میں فرق آجاتا ہے۔ (کسی نے) یہ ٹھیک کہا ہے کہ بیری و صد عیب۔ اور جو کچھ انسان جوانی میں کر لیتا ہے اس کی برکت

برہا پے میں بھی ہوتی ہے اور جس نے جوانی میں کچھ نہیں کیا اسے بروہا پے میں بھی صدہا رنج برداشت کرنے پڑتے ہیں۔

موتے سفید از اجل آرد پیام

انسان کا یہ فرض ہونا چاہئے کہ حسب استطاعت خدا کے فرائض بجا لاوے۔ روزہ کے بارے میں خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ **وَ اَن تَصُومُوْاْ خَيْرٌ لَّكُمْ الْبَقْرَةَ : ۱۸۵** یعنی اگر تم روزہ رکھ بھی لیا کرو تو تمہارے واسطے بڑی خیر ہے۔

فدیہ کی غرض

ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ فدیہ کس لئے مقرر کیا گیا ہے تو معلوم ہوا کہ توفیق کے واسطے ہے۔ تاکہ روزہ کی توفیق اس سے حاصل ہو۔ خدا تعالیٰ ہی کی ذات ہے جو توفیق عطا کرتی ہے اور ہر شے خدا تعالیٰ ہی سے طلب کرنی چاہئے۔ خدا تعالیٰ تو قادر مطلق ہے وہ اگر چاہے تو ایک مدقوق کو بھی روزہ کی طاقت عطا کر سکتا ہے تو فدیہ سے یہی مقصود ہے کہ وہ طاقت حاصل ہو جائے اور یہ خدا تعالیٰ کے فضل سے ہوتا ہے۔ پس میرے نزدیک خوب ہے کہ (انسان) دعا کرے کہ الہی یہ تیرا ایک مبارک مہینہ ہے اور میں اس سے محروم رہا جاتا ہوں اور کیا معلوم کہ آئندہ سال زندہ رہوں یا نہ۔ یا ان فوت شدہ روزوں کو ادا کر سکوں یا نہ۔ اور اس سے توفیق طلب کرے تو مجھے یقین ہے کہ ایسے دل کو خدا تعالیٰ طاقت بخش دے گا۔

روزہ کی فرضیت

اگر خدا تعالیٰ چاہتا تو دوسری امتوں کی طرح اس امت میں کوئی قید نہ رکھتا مگر اس نے قیدیں بھلائی کے واسطے رکھی ہیں میرے نزدیک اصل یہی ہے کہ جب انسان صدق اور کمال اخلاص سے باری تعالیٰ میں عرض کرتا ہے کہ اس مہینہ میں مجھے محروم نہ رکھ تو خدا تعالیٰ اسے محروم نہیں رکھتا اور ایسی حالت میں اگر انسان ماہ رمضان میں بیمار ہو جائے تو یہ بیماری اس کے حق میں رحمت ہوتی ہے۔ کیونکہ ہر ایک عمل کا مدار نیت پر ہے مومن کو چاہئے کہ وہ اپنے وجود سے اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کی راہ میں دلاور ثابت کر دے جو شخص کہ روزے سے محروم رہتا ہے مگر اس کے دل میں یہ نیت درود سے تھی کہ کاش میں تندرست ہوتا۔ اور روزہ رکھتا اور اس کا دل اس بات کے لیے گریاں ہے تو فرشتے اس کے لئے روزے رکھیں گے بشرطیکہ وہ بہانہ مجنونہ ہو تو خدا تعالیٰ اسے ہرگز

ثواب سے محروم نہ رکھے گا۔

یہ ایک باریک امر ہے کہ اگر کسی شخص پر (اپنے نفس کے کسل کی وجہ سے) روزہ گراں ہے اور وہ اپنے خیال میں گمان کرتا ہے کہ میں بیمار ہوں اور میری صحت ایسی ہے کہ اگر ایک وقت نہ کھاؤں تو فلاں فلاں عوارض لاحق ہوں گے اور یہ ہو گا اور وہ ہو گا تو ایسا شخص جو خدا تعالیٰ کی نعمت کو خود اپنے اوپر گراں گمان کرتا ہے۔ کب اس ثواب کا مستحق ہوگا۔ ہاں وہ شخص جس کا دل اس بات سے خوش ہے کہ رمضان آگیا اور میں اس کا منتظر تھا کہ آوے اور روزہ رکھوں اور پھر وہ بوجہ بیماری کے روزہ نہیں رکھ سکا تو وہ آسمان پر روزے سے محروم نہیں ہے۔ اس دنیا میں بہت لوگ بہانہ جو ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ ہم جس طرح اہل دنیا کو دھوکا دے لیتے ہیں ویسے ہی خدا کو فریب دیتے ہیں۔ بہانہ جو اپنے وجود سے آپ مسئلہ تراش کرتے ہیں اور تکلفات شامل کر کے ان مسائل کو صحیح گردانتے ہیں۔ لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک وہ صحیح نہیں۔ تکلفات کا باب بہت وسیع ہے اگر انسان چاہے تو اس (کلف) کی رو سے ساری عمر بیٹھ کر نماز پڑھتا رہے اور رمضان کے روزے بالکل نہ رکھے مگر خدا اس کی نیت اور ارادہ کو جانتا ہے جو صدق اور اخلاص رکھتا ہے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ اس کے دل میں درد ہے اور خدا تعالیٰ اسے ثواب سے زیادہ بھی دیتا ہے کیونکہ درد دل ایک قابل قدر شے ہے۔ حیلہ جو انسان تاویلوں پر تکیہ کرتے ہیں لیکن خدا تعالیٰ کے نزدیک یہ تکیہ کوئی شے نہیں۔ جب میں نے چھ ماہ روزے رکھے تھے تو ایک دفعہ ایک طائفہ انبیاء کا مجھے (کشف میں) ملا۔ اور انہوں نے کہا کہ تو نے کیوں اپنے نفس کو اس قدر مشقت میں ڈالا ہوا ہے، اس سے باہر نکل۔ اسی طرح جب انسان اپنے آپ کو خدا کے واسطے مشقت میں ڈالتا ہے تو وہ خود ماں باپ کی طرح رحم کر کے اسے کہتا ہے کہ تو کیوں مشقت میں پڑا ہوا ہے۔

خدا تعالیٰ کی شفقت

یہ لوگ ہیں کہ کلف سے اپنے آپ کو مشقت سے محروم رکھتے ہیں۔ اس لئے خدا ان کو دوسری مشقتوں میں ڈالتا ہے اور نکالتا نہیں اور دوسرے جو خود مشقت میں پڑتے ہیں ان کو وہ آپ نکالتا ہے۔ انسان کو واجب ہے کہ اپنے نفس پر آپ شفقت نہ کرے بلکہ ایسا بنے کہ خدا تعالیٰ اس کے نفس پر شفقت کرے کیونکہ انسان کی شفقت اس کے نفس پر اس کے واسطے جہنم ہے اور خدا تعالیٰ کی شفقت جنت ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کے قصہ پر غور کرو کہ جو آگ میں گرنا چاہتے ہیں تو ان کو خدا تعالیٰ آگ سے بچاتا ہے۔ اور جو خود آگ سے بچنا چاہتے ہیں وہ آگ میں ڈالے جاتے ہیں۔ یہ سلم ہے اور یہ اسلام ہے کہ جو کچھ خدا تعالیٰ کی راہ میں پیش آئے۔ اس سے انکار

نہ کرے اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اپنی عصمت کی فکر میں خود لگتے تو وَاللّٰهُ يُعِصِمُكَ مِنَ النَّاسِ (المائدہ : ۶۸) کی آیت نازل نہ ہوتی۔ حفاظت الہی کا یہی سر ہے۔
(اوپر کی تقریر فارسی زبان میں تھی میں نے افادہ عام کی خاطر اردو میں ترجمہ کر کے لکھی۔ ایڈیٹر)

۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

مولوی ثناء اللہ کی جیلہ جوئی

عصر کے وقت جب حضور علیہ السلام کی خدمت میں یہ بات پیش کی گئی کہ ثناء اللہ لکھتا ہے کہ میری موت کی پیشگوئی کرو تو حضور نے فرمایا کہ :-

یہ جیلہ ہے ورنہ وہ جانتا ہے کہ ہم حکومت سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی پیشگوئی نہ کریں گے اس لئے دیدہ دانستہ لکھتا ہے۔ ورنہ ہم نے جو لکھ دیا ہے وہ خود حسب شرائط شائع کر دے کہ جو کاذب ہے وہ پیشتر مر جائے۔ اسے اس طرح لکھنے سے کیوں خوف آتا ہے اس طرح نہ لکھنا اور ہمیں لکھنا کہ پیشگوئی کریں یہ صرف جیلہ جوئی ہے۔

۳ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چار شنبہ

بعد از نماز مغرب

استغفار کی حقیقت

ماسٹر عبدالرحمان صاحب نو مسلم تھرو ما سٹر مدرسہ تعلیم الاسلام قادیان عیسائی پرچہ اچھی نہیں سے ایک مضمون سناتے رہے۔ جو کسی نے لفظ ذنب کے معانی پر مخالفانہ رنگ میں لکھا ہے کہ لفظ ذنب ایک ایسا لفظ ہے جو کہ قرآن میں کبار گناہ پر بولا گیا ہے اور مرزا صاحب اس کے معانی کو وسعت دے کر جب یہ لفظ نبیوں کے حق میں آوے تو اس کے اور معنی کرتے ہیں اور جب عوام الناس پر بولا جائے تو اور معنی کرتے ہیں اور یہ لفظ اپنے معانی پر استعمال ہوتا ہے کہ گذشتہ گناہ جو انسان کر چکا ہے اس کی معافی طلب کی جائے۔ اس سے اس نے استدلال کیا ہے کہ ضرور ہے کہ

پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) سے گناہ سرزد ہوئے ہوں۔

اس کے جواب میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

اگر استغفار کے یہ معنی ہیں کہ گذشتہ گناہوں سے معافی ہو تو پھر بتلائیں کہ آئندہ گناہوں سے محفوظ رہنے کے لئے کون سا لفظ ہے۔ گناہ سے حفاظت یعنی عصمت تو انسان کو استغفار سے ملتی ہے۔ کہ انسان خدا تعالیٰ سے چاہے کہ ان قویٰ کا ظہور اور بروز ہی نہ ہو۔ جو معاصی کی طرف کھینچتے ہیں۔ کیونکہ جیسے انسان کو اس بات کی ضرورت ہے کہ گذشتہ گناہ اس کے بخشے جائیں اسی طرح اس بات کی ضرورت بھی ہے کہ آئندہ اس کے قویٰ سے گناہ کا ظہور و بروز نہ ہو۔ یہ مسئلہ بھی قابل دعا کے ہے۔ ورنہ یہ کیا بات ہے کہ جب گناہ میں مبتلا ہو تو اس وقت تو دعا کرے اور آئندہ گناہوں سے محفوظ رہنے کی دعا نہ کرے۔ اگر انجیل میں یہ دعا نہیں ہے تو پھر وہ کتاب ناقص ہے۔ انجیل میں یہ لکھا ہے کہ مانگو تو دیا جائے گا۔ پس آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے استغفار مانگا آپ کو دیا گیا۔ مسیح نے نہ مانگا ان کو نہ دیا گیا۔ غرضیکہ طبعی تقسیم قرآن مجید نے کی ہے کہ گناہ سے حفاظت کے ہر ایک پہلو کو دیکھ کر استغفار کا لفظ رکھا ہے کیونکہ انسان دونوں راہ کا محتاج ہے کبھی گناہ کی معافی کا اور کبھی اس امر کا کہ وہ قویٰ ظہور و بروز نہ کریں۔ ورنہ یہ کب ممکن ہے کہ قویٰ خدا تعالیٰ کی حفاظت کے بغیر خود بخود بچے رہیں وہ کتاب کامل ہے عقل اور ضرورت خود خود قسم کی دعا کا تقاضا کرتی ہے۔

پھر دیکھو کہ ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے تو کسی کے ہاتھ پر توبہ بھی نہیں کی کہ آپ کا گنہگار ہونا ثابت ہو۔ مگر مسیح نے تو یحییٰ کے ہاتھ پر گناہوں سے توبہ کی۔ ان سے تو یحییٰ ہی اچھا رہا جس نے کسی کی بیعت نہ کی۔ اب بتلاؤ کس کا گنہگار ہونا ثابت ہے۔ اگر مسیح گناہ سے صاف تھا تو اس نے غوطہ کیوں لگایا اور پھر روح القدس کا کیوڑا ابتدا ہی سے کیوں نہ نازل ہوا؟

پھر استغفار کے معانی پر حضرت اقدس اور آپ کے برگزیدہ احباب وہ آیات قرآنی تلاش کر کے سناتے رہے جن سے ثابت ہوتا ہے کہ استغفار کی دعا آئندہ خطاؤں سے حفاظت کے لئے ہے اور پھر تلاش کرتے کرتے انجیل سے بھی ایسی آیات نکل آئیں جس میں مسیح علیہ السلام نے آئندہ گناہ سے بچنے کے لئے دعا مانگی ہوئی ہے۔

۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ
بعد از نماز مغرب

ایک احمدی کا اخلاص

مدرس میں ایک مخلص حضرت اقدس کے غیبی عاشق ہیں۔ ایک کذاب نے ان کو خبر سنانی کہ قادیان میں طاعون ہے حالانکہ مرزا صاحب نے کہا تھا کہ طاعون وہاں نہ آئے گی۔ ان کے ایمان نے اس شنید پر یہ تقاضا کیا کہ ایک تار حضرت اقدس کی خدمت میں روانہ کیا جو اس مجلس میں پڑھ کر سنایا گیا۔ اس میں درج تھا کہ اس خبر کے سننے سے میرے ایمان میں ترقی ہوئی ہے اور قادیان میں طاعون اس لئے آئی ہے کہ خدا تعالیٰ سچے مومنوں اور دوسرے لوگوں میں تمیز کر کے دکھانا چاہتا ہے اور جو خبریں ان کو غلط پہنچی ہیں۔ ہر ایک ان کی زیادت ایمان کا باعث ہوئی ہیں حضرت اقدس نے ان کے اخلاص کی تعریف فرمائی اور فرمایا کہ :-
ان کو اصل واقعات سے اطلاع دے کر اس شخص کا کذاب ہونا جتلا دیا جائے۔

۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

عظیم اہم

ظہر کے وقت تشریف لا کر حضرت اقدس نے بیان فرمایا کہ :-
رات کو میری ایسی حالت تھی کہ اگر خدا تعالیٰ کی وحی نہ ہوتی تو میرے اس خیال میں کوئی شک نہ تھا کہ میرا آخری وقت ہے۔ ایسی حالت میں میری آنکھ لگ گئی تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر میں ہوں اور وہ کوچہ سروسہ سا معلوم ہوتا ہے کہ تین بیٹے آئے ہیں۔ ایک ان میں سے میری طرف آیا تو میں نے اسے مار کر ہٹا دیا۔ پھر دوسرا آیا تو اسے بھی ہٹا دیا۔ پھر تیسرا آیا اور وہ ایسا پر زور معلوم ہوتا تھا کہ میں نے خیال کیا کہ اب اس سے مفر نہیں ہے خدا تعالیٰ کی قدرت کہ مجھے اندیشہ ہوا تو اس نے اپنا منہ ایک طرف پھیر لیا میں نے اس وقت غنیمت سمجھا کہ اس کے ساتھ رگڑ کر نکل جاؤں میں وہاں سے بھاگا اور بھاگتے ہوئے خیال آیا کہ وہ بھی میرے پیچھے بھاگے گا۔ مگر میں نے پھر کر نہ دیکھا اس وقت خواب میں خدا تعالیٰ کی طرف سے میرے دل پر مندرجہ ذیل

دعا القای گمنی :-

رَبِّ كُلِّ شَيْءٍ خَادِمُكَ رَبِّتِ فَاحْفَظْنِي وَانصُرْنِي وَارْحَمْنِي

اور میرے دل میں ڈالا گیا کہ یہ اسم اعظم ہے اور یہ وہ کلمات ہیں کہ جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی۔

ایک آریہ میرے پاس دوا لینے آیا کرتا ہے۔ میں نے اسے یہ خواب سنائی تو اس نے کہا کہ مجھے بھی لکھ دو۔ میں نے لکھ دیا اور اس نے یاد کر لیا۔

ایک اور رؤیا

اس خواب کے بعد پھر کیا دیکھتا ہوں کہ ایک گھوڑے کا سوار ملا۔ جب میں گھر کے قریب آیا تو ایک شخص نے میرے ہاتھ پر پیسے رکھے ہیں۔ میں نے خیال کیا کہ اس میں دونی چونی بھی ہوگی۔ آگے آیا تو دیکھا کہ فجو (فضل نشان) کشمیری عورت بیٹھی ہے۔ پھر جب مسجد میں گیا تو دیکھا کہ ہزارہا آدمی بیٹھے ہیں اور کپڑے سب کے پرانے معلوم ہوتے ہیں۔ مسجد میں اور آگے بڑھا تو دیکھا کہ ایک جنازہ رکھا ہوا ہے اس کی بڑی سی چارپائی ہے یہ معلوم نہیں کہ کس کا جنازہ ہے۔

مغرب کی نماز پڑھ کر حضرت اقدس تشریف لے گئے اور کوئی ایک گھنٹہ بعد مسجد میں تشریف لائے فرمایا کہ

آج جو خواب میں الہام سے کلمات بتلائے گئے ہیں۔ میں نے ارادہ کیا ہے کہ ان کو نماز میں دعا کے طور پر پڑھا جائے اور میں نے خود تو پڑھنے شروع کر دیئے ہیں۔

سوءِ ظن کرنا اچھا نہیں

بد ظنی پر آپ نے فرمایا کہ :-

دوسرے کے باطن میں ہم تعریف نہیں کر سکتے اور اس طرح کا تعریف کرنا گناہ ہے۔ انسان ایک آدمی کو بد خیال کرتا ہے اور پھر آپ اس سے بد تر ہو جاتا ہے۔ کتابوں میں میں نے ایک قصہ پڑھا ہے کہ ایک بزرگ اہل اللہ تھے انہوں نے ایک دفعہ عہد کیا کہ میں اپنے آپ کو کسی سے اچھا نہ سمجھوں گا ایک دفعہ ایک دریا کے کنارے پہنچے (دیکھا) کہ ایک شخص ایک جوان عورت کے ساتھ کنارے پر بیٹھا روٹیاں کھا رہا ہے اور ایک بوتل پاس ہے اس میں سے گلاس بھر بھر کر پی رہا ہے ان کو دور سے دیکھ کر اس نے کہا کہ میں نے عہد تو کیا ہے کہ اپنے کو کسی سے اچھا نہ خیال

کوں۔ مگر ان دونوں سے تو میں اچھا ہی ہوں۔ اتنے میں زور سے ہوا چلی اور دریا میں طوفان آیا۔ ایک کشتی آرہی تھی وہ غرق ہو گئی وہ مرد جو کہ عورت کے ساتھ روٹی کھا رہا تھا اٹھا اور غوطہ لگا کر چھ آدمیوں کو نکال لایا اور ان کی جان بچ گئی پھر اس نے اس بزرگ کو مخاطب کر کے کہا کہ تم اپنے آپ کو مجھ سے اچھا خیال کرتے ہو۔ میں نے تو چھ کی جان بچائی ہے اب ایک باقی ہے اسے تم نکالو۔ یہ سن کر وہ بہت حیران ہوا اور اس سے پوچھا کہ تم نے یہ میرا ضمیر کیسے پڑھ لیا اور یہ معاملہ کیا ہے؟ تب اس جوان نے بتلایا کہ اس بوتل میں اسی دریا کا پانی ہے شراب نہیں ہے اور یہ عورت میری ماں ہے اور میں ایک ہی اس کی اولاد ہوں۔ قوی اس کے بڑے مضبوط ہیں اس لئے جوان نظر آتی ہے۔ خدا نے مجھے مامور کیا تھا کہ میں اسی طرح کوں تاکہ تجھے سبق حاصل ہو۔

پھر فرمایا کہ :-

خضر کا قصہ بھی اسی بناء پر معلوم ہوتا ہے سوء ظن جلدی سے کرنا اچھا نہیں ہوتا۔ تصرف فی العباد ایک نازک امر ہے اس نے بہت سی قوموں کو تباہ کر دیا کہ انہوں نے انبیاء اور ان کے اہل بیت پر بد ظن کیا۔

۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

ایک روایا

عصر کی نماز سے قبل حضور علیہ السلام نے ایک روایا سنائی فرمایا میں دیکھتا ہوں کہ ایک جگہ پر وضو کرنے لگا تو معلوم ہوا کہ وہ زمین پہلی ہے اور اس کے نیچے ایک غاری چلی جاتی ہے میں نے اس میں پاؤں رکھا تو دھنس گیا اور خوب یاد ہے کہ پھر میں نیچے ہی نیچے چلا گیا۔ پھر ایک جست کر کے میں اوپر آ گیا اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ میں ہوا میں تیر رہا ہوں اور ایک گڑھا ہے مثل دائرے کے گول اور اس قدر بڑا جیسے جہاں سے نواب صاحب کا گھر۔ اور میں اس پر ادھر سے ادھر اور ادھر سے ادھر تیر رہا ہوں سید محمد احسن صاحب کنارہ پر تھے۔ میں نے ان کو بلا کر کہا کہ دیکھ لیجئے کہ عیسیٰ علیہ السلام تو پانی پر چلتے تھے اور میں ہوا پر تیر رہا ہوں اور میرے خدا کا فضل ان سے بڑھ کر مجھ پر ہے۔ حامد علی میرے ساتھ ہے اور اس گڑھے پر ہم نے کئی پھیرے کئے۔ نہ ہاتھ نہ پاؤں ہلانے پڑتے ہیں اور بڑی آسانی سے ادھر ادھر تیر رہے ہیں ایک

بچے میں ہیں منٹ باقی تھے کہ میں نے یہ خواب دیکھا۔

بعد از نماز مغرب

بات وہ کرنی چاہیے جس سے لڑائی کا خاتمہ ہو

ایک شخص امرتسری نے حضرت اقدس کو بہت فحش اور گندی گالیاں دی تھیں۔ ایک باغیرت اور مخلص خادم نے اس کا جواب درشتی سے دینا چاہا تھا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-
جوش کے مقابلہ پر جوش ہو تو فساد کا باعث ہوتا ہے اور بات وہ کرنی چاہئے جس سے لڑائی کا خاتمہ ہو۔ اگر ہم بڑی کا جواب اس حد تک کی بڑی سے دیں تو پھر ہمارے کاروبار میں برکت نہیں رہتی۔ جوش اور اشتعال کے وقت کے لکھے ہوئے مضامین میں فصاحت اور بلاغت جاتی رہتی ہے۔ فصاحت اور بلاغت نزی کا بیٹا ہے جس قدر نزی ہوگی۔ اسی قدر عبارت فصیح ہوگی اہل حق کو درہم برہم نہ ہونا چاہئے۔ گندی بات قابل جواب ہی نہیں ہوا کرتی۔

احباب کے حضور کی شفقت

اصحاب کبار میں سے ایک نے ایک شے طلب کی۔ حضرت اقدس اسی وقت خود اٹھ کر اندر تشریف لے گئے اور وہ شے لا کر دی۔^۱

۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

بعد از نماز ظہر

رسل بابا امرتسری کی موت

حضرت اقدس علیہ السلام کو بذریعہ خط معلوم ہوا کہ رسل بابا امرتسری میں بعارضہ طاعون فوت ہو گیا ہے اس پر آپ مولوی محمد علی صاحب کے کمرہ میں آکر گھنگو فرماتے رہے۔ فرمایا کہ :-
گذشتہ شب کو مجھے یہ الہام ہوا ہے سَلَامٌ عَلَيْكَ يَا اَبْرَاهِيْمَ۔
پھر اس کے بعد الہام ہوا

سَلَامٌ عَلَىٰ أَمْرِكَ يَصْرَتْ فَأَيُّهَا

یعنی اے ابراہیم تجھ پر سلام۔ تیرے کاروبار پر سلامتی ہو اور تو با مراد ہو گیا
اسی اثناء میں نماز عصر کا وقت آگیا تو آپ نے مسجد میں تشریف لا کر یہ الام پھر سنایا اور
رسل بابا کی موت پر ذکر ہوتا رہا کہ
تُخَذِجُ الصَّدُورَ إِلَى الْقُبُورِ کا الام بھی اس پر صادق آتا ہے اور الام میں صدور کا لفظ
ہے جو کہ جمع پر دلالت کرتا ہے اور جمع کے دن جب میں بیمار تھا تو مجھے یہ الام ہوا تھا۔

يَمُوتُ قَبْلَ يَوْمِي هَذَا

یعنی یہ میرے اس دن سے پیشتر مرے گا۔ یوم سے مراد جمعہ کا دن ہے جو کہ اصل میں خدا کا
دن ہے

سلسلہ کی خارق عادت ترقی

پھر فرمایا کہ

ان تین سالوں میں خارق عادت ترقی ہوئی ہے۔ براہین میں یہ مدہنگوئی ہے کہ میں تمہارے
لئے فوج تیار کروں گا وہ انہی تین سالوں میں تیار ہوئی۔

بعد از مغرب

دشمن کی خصوصیت

دشمن کے لفظ پر فرمایا کہ :-

اصل میں تشلیث کی جڑھ دشمن ہے۔ یہ راز کی بات ہے اور سمجھنے کے قابل ہے مگر ہمارے
خالف خیال نہیں کرتے۔ دشمن سے مشرقی طرف اترنے کے یہی معنی ہیں کہ وہ تشلیث کا
استیصال کرے گا۔ مشرق ہمیشہ غرب پر غالب ہوتا ہے۔

۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چار شنبہ

(ماہین مغرب و عشاء)

حالات کے مطابق دُعا کے الفاظ میں تبدیلی

میر ناصر نواب صاحب نے حضرت اقدس سے دریافت کیا کہ یہ دعا رَبِّتْ لِيْ سَمِيْعًا وَخَدِيْمًا وَوَالِيًّا جو الہام ہوئی ہے اگر اس میں بجائے واحد متکلم کے جمع متکلم کا صیغہ پڑھ کر دوسروں کو بھی ساتھ ملا لیا جائے تو حرج تو نہیں؟ حضرت اقدس نے فرمایا۔
کوئی حرج نہیں ہے۔

۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

بدن تکلیف اٹھانے کیلئے ہے

بکثرت مضمون نویسی اور کاپی وغیرہ دیکھنے میں جو تکلیف انسان کو ہوتی ہے اس کو مد نظر رکھ کر ایک خادم نے (ظہر کے وقت) اس تکلیف میں حضور کے ساتھ اظہار ہمدردی کیا۔ جس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-
بدن تو تکلیف کے واسطے ہے۔ اور کس لئے ہے۔

مصری اخبار آلِ لَوَاءِ کا جواب

بعد ازیں فرمایا کہ :-

آلِ لَوَاءِ کے متعلق مضمون لکھ رہا ہوں نیچے فارسی ترجمہ بھی کر دیا ہے تاکہ اس کی اشاعت اِنْتَبَاهًا لِلْحَبِيْبَةِ بخارا۔ سمرقند وغیرہ ممالک میں بھی ہو جائے۔
پھر حضور فرمانے لگے کہ میں وہ مضمون لا کر بطور نمونہ سنا تا ہوں چنانچہ آپ اندر گھر میں تشریف لے گئے اور مضمون لا کر اس کا عربی مسودہ اور فارسی ترجمہ سناتے رہے۔ فرمایا کہ :-
اس مضمون کو میں نے تین طرح پر تقسیم کیا ہے۔ اول۔ اجمال رکھا ہے۔ دوم۔ تفصیل کی

ہے کہ کیوں اس امر کی ضرورت پڑی کہ نیکہ سے ہم پرہیز کریں اور وجہ بتلائی ہے کہ ہمارا دعویٰ یہ ہے اور لوگ گالیاں دیتے اور سب و شتم کرتے ہیں۔ سوم۔ خدا تعالیٰ نے اب تک کیا تفریق کر کے دکھائی ہے۔ اور مخالفوں کی مخالفت کے کیا نتائج ہوئے۔

آسمانی اور زمینی نشان

عشاء سے قبل قدرے مجلس کی اور اخبارات انگریزی سنتے رہے۔ ایک مقام پر فرمایا کہ :-
خدا تعالیٰ جو نشانات دکھاتا ہے اشتہاری دکھلاتا ہے۔ کوف و خوف بھی اشتہاری تھا اور وہ آسمانی تھا۔ اب یہ طاعون بھی اشتہاری ہے اور یہ زہنی ہے۔ اگر آج سے ایک ہزار برس پیشتر تک کی تواریخ پنجاب دیکھتے جاؤ تو جیسی طاعون اب ہے اس کی نظیر نہ ملے گی ابھی تو اس کے پاؤں جنے ہیں۔ اگر یہ سرسری ہوتی تو اس کا دورہ ختم ہو جاتا۔ موت اور خوف بھی خدا تعالیٰ کے رعب کا نظارہ ہے اور اصلاح کا وقت ہے ہر ایک قسم کی قبیح رسم خود بخود دور ہو جائے گی۔ ابھی تو کارروائی شروع ہے کسی کا قول ہے -

ابتدائے عشق ہے روتا ہے کیا
آگے آگے دیکھتے ہوتا ہے کیا

۱۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

نحوہ نماز جنازہ پڑھانا

حضور علیہ السلام نے جمعہ مسجد اقصیٰ میں ادا کیا۔ بعد اوائے جمعہ نماز جنازہ ایک احمدی بھائی مرحوم کی حضرت اقدس نے پڑھائی۔

ایک الہام

عصر کے وقت تشریف لا کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-
یہ الہام ہوا ہے۔ اس کے ساتھ ایک اور عجیب اور مبشر فقرہ تھا۔ وہ یاد نہیں رہا۔

يُنَادِي مَنَادٍ مِنَ السَّمَاءِ

۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

ایک ہندو تاجر کی حضرت اقدسؑ سے عقیدت

عصر کے وقت نماز سے پیشتر ایک ہندو صاحب سوداگر پارچہ امرتسری نے آکر حضرت اقدس سے نیاز مندانہ طور پر نیاز حاصل کیا اور استفسار پر اس نے جواب دیا کہ ہم امرتسری میں ایک بڑے سوداگر ہیں۔ اس طرف تمام علاقہ میں ہماری دوکان سے کپڑا آتا ہے میں اپنی آسامیوں سے روپیہ وصول کرنے آیا تھا میرے بھائی نے کہا تھا کہ حضور کی قدم بوسی کرتا آؤں۔ پھر عصر کی نماز ہوئی اور ہندو صاحب الگ ایک گوشہ میں بیٹھے رہے۔ بعد نماز وہ پھر نیاز حاصل کر کے اور دست بوسی کر کے رخصت ہوئے۔

بجلی چمکنے کی تعبیر

مولوی عبدالکریم صاحب نے اپنا ایک خواب عرض کیا جس میں انہوں نے بجلی دیکھی تھی۔ اس پر حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ :-
شائد کوئی تیس برس کا عرصہ گزرا ہو گا کہ میں نے بھی ایک خواب دیکھا کہ اب جس مقام پر مدرسہ کی عمارت ہے وہاں بڑی کثرت سے بجلی چمک رہی ہے بجلی چمکنے کی یہ تعبیر ہوتی ہے کہ وہاں آبادی ہوگی۔

۱۳ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

ظہر کے وقت حضرت اقدس (علیہ السلام) تشریف لائے تو لاہور اور برما سے آئے ہوئے احباب نے نیاز حاصل کیا۔

دانت درد کا علاج

ایک صحابی کے دانت میں سخت درد تھا۔ حضرت نے فرمایا کہ :-
اس کے لئے مجرب علاج یہ ہے کہ ایک بوٹی بنام کارا بارانہر کے کنارے ہوتی ہے بارہا آزمایا ہے کہ جب اسے لے کر منہ میں رکھا اور چبایا اور اس کا اثر دانت پر پہنچا کیسا ہی سخت درد کیوں

نہ ہو آرام آجاتا ہے۔
 ایک ڈاکٹر صاحب نے کہا کہ کارا بارا اور کاربالک ایک ہی شے معلوم ہوتی ہے۔ حضرت
 اقدس نے فرمایا کہ :-
 یہ عربی لفظ قَلْعَةٌ دَبْرًا ہو گا نہ کہ کاربالک

قِيَامٌ فِي مَا آقَامَ اللَّهُ

مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک شہادت پر گور داسپور جانا تھا۔ مولوی صاحب نے کہا کہ
 میں یہاں سے باہر جانا نہیں چاہتا مگر اب تو اللہ تعالیٰ لے چلا ہے خود تو میں نہیں جاتا۔ حضرت
 اقدس نے فرمایا کہ
 قِيَامٌ فِي مَا آقَامَ اللَّهُ یہی تو ہے۔

طاعون کا علاج

طاعون کے ذکر پر فرمایا کہ :-
 اس کے لئے جو تک کا لگوانا اور زیادہ مقدار میں گیشیا کا جلاب دے کر پھر کیوڑہ اور زریسی
 وغیرہ مصفی خون ادویہ کا استعمال کرنا بہت مفید اور مجرب ہے کیونکہ اس میں خونی و سوداوی مواد
 ہوتے ہیں۔ یہ ان دونوں کا علاج ہے۔

۱۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

سر درد اور متلی کا علاج

نماز مغرب ادا فرما کر حضرت اقدس تشریف لے جانے لگے تو مفتی محمد صادق صاحب نے سر
 درد اور متلی وغیرہ کی شکایت کی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-
 آج شب کو کھانا نہ کھانا اور کل روزہ نہ رکھنا۔ سکنجبین پی کر اس سے تے کرو

صفائی رکھنے کی تاکید

پھر مفتی صادق صاحب کے مکان کی نسبت دریافت کر کے فرمایا کہ :-
اس کے مالکوں کو کہو کہ روشندان نکال دیں اور آج کل گھروں میں خوب صفائی رکھنی چاہئے
کپڑوں کو بھی ستھرا رکھنا چاہئے۔ آج کل دن بہت سخت ہیں اور ہوا زہریلی ہے اور صفائی رکھنا تو
سنت ہے۔ قرآن شریف میں بھی لکھا ہے۔

وَتِيَابِكَ فَطَهِّرْ وَالْمَزْجِزَا فَاهْجِزْ (المدثر : ۶۵)

(یہ کلام حضرت کاہم نے بالواسطہ سن کر لکھا ہے۔) (ایڈیٹر)

بیعت کے ساتھ عمل صالح ضروری ہے

بعد از مغرب

تین اشخاص نے آپ کے ہاتھ پر بیعت کی بعد بیعت آپ نے مبالمعین کی طرف مخاطب ہو کر
فرمایا کہ

آدی کو بیعت کر کے صرف یہی نہ ماننا چاہئے کہ یہ سلسلہ حق ہے اور اتنا ماننے سے اسے
برکت ہوتی ہے آج کل بلا کا زمانہ ہے طاعون ہر طرف پھیل رہی ہے صرف ماننے سے اللہ تعالیٰ
خوش نہیں ہوتا جب تک عمل اچھے نہ ہوں۔ کوشش کرو کہ جب اس سلسلہ میں داخل ہوئے ہو تو
نیک بنو۔ متقی بنو۔ ہر ایک بدی سے بچو۔ یہ وقت دعاؤں سے گزارو۔ رات اور دن تضرع میں لگے
رہو جب ابتلا کا وقت ہوتا ہے تو خدا تعالیٰ کا غضب بھی بھڑکا ہوا ہوتا ہے۔ ایسے وقت میں دعا۔
تضرع۔ صدقہ خیرات کرو۔ زبانوں کو نرم رکھو۔ استغفار کو اپنا معمول بناؤ۔ نمازوں میں دعائیں کرو۔
مثل مشہور ہے کہ منتیں کرتا ہوا کوئی نہیں مرتا۔ زمانا انسان کے کام نہیں آتا اگر انسان مان کر
پھر اسے پس پشت ڈال دے تو اسے فائدہ نہیں ہوتا پھر اسکے بعد یہ شکایت کرنی کہ بیعت اے فائدہ
نہیں ہوا بے سود ہے۔ خدا تعالیٰ صرف قول سے راضی نہیں ہوتا۔

عمل صالح کی تعریف

قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے ایمان کے ساتھ عمل صالح بھی رکھا ہے عمل صالح اسے
کہتے ہیں جس میں ایک ذرہ بھرفاوند ہو۔ یاد رکھو کہ انسان کے عمل پر بیش چور پڑا کرتے ہیں وہ

کیا ہیں۔ ریا کاری (کہ جب انسان دکھاوے کے لئے ایک عمل کرتا ہے) عجب (کہ وہ عمل کر کے اپنے نفس میں خوش ہوتا ہے) اور قسم قسم کی بد کاریاں اور گناہ جو اس سے صادر ہوتے ہیں۔ ان سے اعمال باطل ہو جاتے ہیں۔ عمل صالح وہ ہے جس میں ظلم۔ عجب۔ ریا۔ تکبر اور حقوق انسانی کے تلف کرنے کا خیال تک نہ ہو جیسے آخرت میں انسان عمل صالح سے بچتا ہے۔ ویسے ہی دنیا میں بھی بچتا ہے اگر ایک آدمی بھی گھر بھر میں عمل صالح والا ہو تو سب گھر بچا رہتا ہے۔ سمجھ لو کہ جب تک تم میں عمل صالح نہ ہو۔ صرف مانتا فائدہ نہیں کرتا۔ ایک طبیب نسخہ لکھ کر دیتا ہے تو اس سے یہ مطلب ہوتا ہے کہ جو کچھ اس میں لکھا ہے وہ لے کر اسے پیوے اگر وہ ان دواؤں کو استعمال نہ کرے اور نسخہ لے کر رکھ چھوڑے تو اسے کیا فائدہ ہوگا۔

استغفار کی ضرورت

اب اس وقت تم نے توبہ کی ہے اب آئندہ خدا تعالیٰ دیکھنا چاہتا ہے کہ اس توبہ سے اپنے آپ کو تم نے کتنا صاف کیا اب زمانہ ہے کہ خدا تعالیٰ تعوی کے ذریعہ سے فرق کرنا چاہتا ہے۔ بہت لوگ ہیں کہ خدا پر شکوہ کرتے ہیں اور اپنے نفس کو نہیں دیکھتے انسان کے اپنے نفس کے ظلم ہی ہوتے ہیں ورنہ اللہ تعالیٰ رحم و کرم ہے۔

بعض آدمی ایسے ہیں کہ ان کو گناہ کی خبر ہوتی ہے اور بعض ایسے کہ ان کو گناہ کی خبر بھی نہیں ہوتی۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے ہمیشہ کے لئے استغفار کا التزام کرایا ہے کہ انسان ہر ایک گناہ کے لئے خواہ وہ ظاہر کا ہو خواہ باطن کا ہو اسے علم ہو یا نہ ہو اور ہاتھ اور پاؤں اور زبان اور ناک اور کان اور آنکھ اور سب قسم کے گناہوں سے استغفار کرتا رہے۔ آج کل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے۔ رَبَّنَا ظَلَمْنَا أَنْفُسَنَا وَإِن لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُونَنَّ مِنَ الْخَاسِرِينَ (الاعراف : ۲۴) یہ دعا اول ہی قبول ہو چکی ہے غفلت سے زندگی بسر مت کرو جو شخص غفلت سے زندگی نہیں گذارتا ہرگز امید نہیں کہ وہ کسی فوق الطاقت بلا میں جلا ہو کوئی بلا بغیر اذن کے نہیں آتی جیسے مجھے یہ دعا الہام ہوئی رَبِّتُحْنُ كَيْفَ خَدَّيْكَ رَبِّتُ فَاحْفَظِيَنِي وَانصُرِي وَارْحَمِيَنِي۔

سب اس کے ہاتھ میں ہے

یہاں تک آپ نے تقریر فرمائی تھی کہ اتنے میں مولوی عبدالکریم صاحب گورداسپور سے آگئے اور حالات سز سناتے رہے۔ سز میں ہر قسم کے عوارض اور شکایت سے محفوظ رہنے پر

حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

ہمارا ایمان ہے کہ سب اس کے ہاتھ میں ہے خواہ اسباب سے کرے خواہ بلا اسباب۔

۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

طاعون اور مخالفین کا ایک عذر

نماز فجر سے پیشتر حضرت اقدس کچھ عرصہ بیٹھے رہے اور ایک شخص طاعون کے حالات سنانا رہا کہ جب لوگوں کو کہا جاتا ہے کہ تم صبح سویرے کومان لو تو اس سے محفوظ رہو گے تو وہ جواب دیتے ہیں کہ خدا کو کیوں نہ مانیں جو اس کے ایک بندے کو جا کر مانیں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-
ابو جہل اور اسکے ساتھی بھی یہی کہا کرتے تھے۔

آئینہ کمالات اسلام کا اثر ایک عرب پر

ظہر کے وقت مولوی عبدالکریم صاحب نے جناب ابو سعید عرب صاحب تاجر برنج رنگون بنا کے حالات حضرت کو سنائے جن کا خلاصہ یہ تھا کہ اول اول عرب صاحب ایک بڑے آزاد مشرب اور نیچریت کے رنگ میں رنگے ہوئے تھے پھر کتاب آئینہ کمالات اسلام کسی طرح ان کی نظر سے گزری تو اس نے اس سلسلہ کی طرف توجہ دلائی اور حقیقت اسلام ان پر منکشف ہوئی۔ حضرت صاحب پھر خود عرب صاحب سے ان کے حالات دریافت کرتے رہے اور پوچھا کہ آپ کتنے دن تک رہ سکتے ہیں۔ عرب صاحب نے بیان کیا کہ میں نے کلکتہ سے سینڈ کلاس کا واپسی کا ٹکٹ لیا ہے جس کی میعاد جنوری ۱۹۰۳ء تک ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

میری بڑی خوشی ہے کہ آپ اس دن تک ٹھہریں جب تک کہ ٹکٹ اجازت دیتا ہے۔
اس پر عرب صاحب نے بڑی نیاز مندی سے عرض کی کہ کراہی کی فکر نہیں میں زیادہ بھی ٹھہر سکتا ہوں۔ پھر عرب صاحب اپنی مذہبی زندگی کی کیفیت حضرت اقدس کو سنانے رہے کہ میں اس مشرب کا آدمی تھا کہ خدا کے وجود پر بھی ایمان نہ تھا یہی خیال تھا کہ کھانا ہے اور کمانا ہے۔ آئینہ کمالات اسلام نے آخر اس غلطی سے نجات دے کر حضور کی محبت کا خم دل میں بنایا۔ اس پر

حضرت اقدس نے فرمایا کہ:-

حقیقی لذاتِ خدا میں ہیں

خدا ہی کی تلاش کرو۔ حقیقی لذتِ خدا ہی میں ہے۔ جو لذاتِ اس دنیا سے لے جاوے گا وہی اس کے ساتھ رہیں گے۔ ایک دہریہ جب مرے گا تو اسے یہی خیال ہو گا کہ میں وہیں ہوں اور صرف جسم جدا ہوا ہے اس کو حسرت ہی حسرت رہے گی۔ جسم کے اندھے اچھے ہیں اور قابلِ رحم ہیں بہ نسبت اس کے کہ دل کے اندھے ہوں۔ سید احمد خان نے تفریط کی راہ لی۔ اور ان (وہابیوں) نے افراط کی طرح طرح کی بد نما باتیں پیش کیں۔ انسان ان کو کہاں تک قبول کرتا۔ کوئی راہ تسلی اور سکینت کی نہ تھی۔ کہ انسان مانتا۔

دین کا سارا حصہ ایسا نہیں ہوتا کہ انسان اسے اپنی آنکھوں سے دیکھ لے۔ ایک حصہ ایسا بھی ہوتا ہے کہ خود خدا سمجھا دے۔ پھر جو سمجھنے والے ہوتے ہیں خدا تعالیٰ آہستہ آہستہ ان کے دلوں میں بٹھاتا جاتا ہے۔ انسان کو پوری سعادت تک پہنچانے کے واسطے خدا تعالیٰ نے اور حواس رکھے ہیں۔ اگر وہ نہ ہوتے تو پھر دین کو انسان سمجھ نہ سکتا اور اس وقت میں حقیقی طور پر انسان خدا پر ایمان لاتا ہے۔ خدا پر ایمان اس کا ہے جسے خدا نے ہی ایمان دیا ہو یہ ہموکی طرح زمین اور آسمان کو دیکھ کر پھر خدا کی ضرورت کو ماننا تو گویا اپنی طرف سے ایک خدا تجویز کرنا ہے اور اس طرح سے گویا خود انسان کا احسان خدا پر ہے کہ اس نے خدا کا پتہ لگایا۔ اصل میں اس روز سے انسان کو سچی زندگی حاصل ہوتی ہے جس دن سے وہ خدا پر احسان نہیں رکھتا بلکہ خدا کا اپنے اوپر احسان مانتا ہے کہ اس نے خود اپنے وجود سے اسے خبر دی اور اسی دن سے سچی زندگی سے انسان کو نجات حاصل ہوتی ہے جس دن خدا کے کہ میں غالب ہوں اور اس دن سے وہ ترک گناہ پر قادر ہو گا۔ یہی وہ سلسلہ ہے جس سے انسان کو کامل یقین خدا پر حاصل ہوتا ہے مگر۔

ایں سعادت بے بند بانو نیست

تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

دنیا میں بھی ہر ایک شخص انعام و اکرام کے قابل نہیں ہوتا۔ اسی طرح خدا تعالیٰ کے انعام و اکرام بھی خواص پر ہوتے ہیں۔

ایک چینی قیافہ شناس کی گواہی

عرب صاحب نے بیان کیا کہ ایک دفعہ ایک چینی آدمی کے رویہ میں نے آپ کی تصویر کو

پیش کیا وہ بہت دیر تک دیکھتا رہا۔ آخر بولا کہ یہ شخص کبھی جھوٹ بولنے والا نہیں ہے پھر میں نے اور تصاویر بعض سلاطین کی پیش کیں مگر ان کی نسبت اس نے کوئی مدح کا کلمہ نہ نکالا اور بار بار آپ کی تصویر کو دیکھ کر کتا رہا کہ یہ شخص ہرگز جھوٹ بولنے والا نہیں۔

طاعون کا علاج خدا تعالیٰ کے پاس ہے

نماز مغرب کے بعد طاعون کا ذکر ہوا فرمایا کہ:-

اب اس کا علاج خدا تعالیٰ کے پاس ہے **عِنْدِي مَعَالِيَاتُ** (الہام حضرت اقدس) اور اب یہ آیت بالکل صادق آگئی ہے **وَاِنَّ مِنْ قَرْيَةٍ اَلَا نَحْنُ مُسْلِمُونَ مَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيَامَةِ اَوْ مَعَهَا بُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا** (بنی اسرائیل : ۵۹) یعنی ہم کوئی گاؤں نہ چھوڑیں گے کہ اس کو ہلاک نہ کریں۔ اسی طرح اب کوئی یہ دعویٰ نہیں کر سکتا کہ ہمارے ہاں طاعون نہیں آئی اور جہاں اب تک نہیں آئی تو آخر آنے والی ہے۔

۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چار شنبہ

علو اور تکبر سے مراد

نماز فجر سے پیشتر حضور علیہ السلام نے تھوڑی دیر مجلس فرمائی اور **اِنَّ اَحَافِظَ مَلَكٍ مِّنْ فِي السَّمَاوَاتِ اِلَّا الَّذِيْنَ عَلَوْا وَاسْتَكْبَرُوْا** کے متعلق فرمایا کہ اس میں علو اور تکبر سے یہ مراد نہیں ہے کہ مال و وجاہت کا تکبر ہو بلکہ ہر ایک شخص جو کہ عاجزی اور تذلل سے خدا کے سامنے اپنے آپ کو پیش نہیں کرتا اور اس کے احکام کو نہیں مانتا وہ اس میں داخل ہے خواہ وہ غریب ہی کیوں نہ ہو۔

جماعت کو نیک اور پاک تبدیلی پیدا کرنے کی نصیحت

ظہر کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو نواب صاحب نے طاعون پر

۱۶ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چار شنبہ

پہلے الہام کے الفاظ **اِنَّ مَلِكًا مِّنْ مَّلَائِكَةِ رَبِّكَ اَتَاكُمْ فِي سَحَابٍ مِّمَّنْ لَآ يَدْعُوْنَ اِلَى الْغَيْبِ** کی بجائے **مِنْ اَسْتَكْبَرُوْا** آچکے ہیں۔ (مرتب)

کچھ ذکر کیا جس پر حضور نے ذیل کی تقریر فرمائی۔

ہماری جماعت کو واجب ہے کہ اب تقویٰ سے کام لے اور اولیاءِ بنی کی کوشش کرے۔ اس وقت زمینی اسباب کچھ کام نہ آوے گا اور نہ منصوبہ اور حجت بازی کام آئے گی۔ دنیا سے کیا دل لگاتا ہے اور اس پر کیا بھروسہ کرنا ہے یہ ہی امر غیبت ہے کہ خدا تعالیٰ سے صلح کی جائے اور اس کا یہی وقت ہے۔ ان کو یہی فائدہ اٹھانا چاہئے کہ خدا سے اسی کے ذریعہ سے صلح کر لیں۔ بہت مرضیں ایسی ہوتی ہیں کہ دلالہ کا کام کرتی ہیں اور انسان کو خدا سے ملا دیتی ہیں۔ خاص ہماری جماعت کو اس وقت وہ تبدیلی ایک مرتبہ ہی کرنی چاہئے جو کہ اس نے دس برس میں کرنی تھی اور کوئی جگہ نہیں ہے جہاں ان کو پناہ مل سکتی ہے اگر وہ خدا تعالیٰ پر بھروسہ کر کے دعائیں کریں تو ان کو بشارتیں بھی ہو جائیں گی۔ صحابہ پر جیسے سکینت اتری تھی ویسے ان پر اتنے ہی صحابہ کو انجام تو معلوم نہ ہوتا تھا کہ کیا ہو گا مگر دل میں یہ تسلی ہو جاتی تھی کہ خدا تعالیٰ ہمیں ضائع نہ کرے گا۔ دراصل سکینت اسی تسلی کا نام ہے۔ جیسے میں اگر طاغون زدہ ہو جاؤں اور گلے تک میری جان آجائے تو مجھے ہرگز یہ وہم نہیں ہو گا کہ میں ضائع ہو جاؤں گا اس کی کیا وجہ ہے؟ صرف وہی تعلق جو میرا خدا کے ساتھ ہے وہ بہت قوی ہے انسان کے لئے ٹھیک ہونے کا یہ مفت کا موقع ہے راتوں کو جاگو۔ دعائیں کرو۔ آرام کرو (لیکن) جو کسل اور سستی کرتا ہے وہ اپنے گھر والوں اور اولاد پر ظلم کرتا ہے کیونکہ وہ تو مثل جڑھ کے ہے اور اہل و عیال اس کی شاخیں ہیں۔ تھوڑے ابتلا کا ہونا ضروری ہے۔ جیسے لکھا ہے: **آحِبِّ النَّاسِ اَنْ يُتَذَكَّرُوْا اَنْ يَّقُوْا اَمْنًا وَهُمْ لَا يُفْتَنُوْنَ** (العنکبوت: ۳)

ابتلاؤں کی غرض

پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کو ایک طرف تو مکہ میں فتح کی خبریں دی جاتی تھیں اور ایک طرف ان کو جان کی بھی خیر نظر نہ آتی تھی اگر نبوت کا دل نہ ہوتا تو خدا جانے کیا ہوتا۔ یہ اسی دل کا حوصلہ تھا۔ بعض ابتلا صرف تبدیلی کے واسطے ہوتے ہیں۔ عملی نمونے ایسے اعلیٰ درجے کے ہوں کہ ان سے تبدیلیاں ہوں اور ایسی تبدیلی ہو کہ خود انسان محسوس کرے کہ اب میں وہ نہیں ہوں جو کہ پہلے تھا بلکہ میں ایک اور انسان ہوں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کو راضی کرو حتیٰ کہ تم کو بشارتیں ہوں۔ کل لگتے ہوئے ایک پرانا امام نظر پڑا **اَيُّمَّ غَضِبَ اللّٰهُ غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِيْدًا** نَبِيُّ اَهْلِ السَّعَادَةِ یہاں اہل سعادت سے مراد وہ شخص ہے جو عملی طور پر صدق دکھلاتا ہے خالی زبان تک ایمان کا ہونا کوئی فائدہ نہیں دیتا جیسے صحابہ نے صدق دکھلایا کہ پھیلی پر جانیں

رکھ لیں۔ اور ہال بچوں تک کو قربان کیا مگر ہم آج ایک شخص کو اگر کہیں کہ سو کوس چلا جا تو وہ عذر کرتا ہے حتیٰ کہ آبدوزت کا معاملہ پیش کرتا ہے اور کاروبار کا ذکر کرتا ہے کہ کسی طرح جانے سے رہ جائے مگر انہوں (صحابہ) نے جان، مال، آبدوزت سب کچھ خاک میں ملا دیا۔ بعض لوگ یہ کہتے ہیں کہ ہم پر فلاں فلاں آفت آئی حالانکہ ہم نے بیعت کی تھی مگر ہم نے بار بار جماعت کو کہا ہے کہ نری بیعت اور صرف زبان سے ماننے سے کوئی فائدہ نہیں ہوتا۔ چاہئے کہ خدا میں گداز ہو کر ایک نیا وجود بن جائے، سارا قرآن دیکھو کہ کہیں بھی صرف اٰمَنُوْا نہیں لکھا ہے ہر جگہ عمل صالح کا ساتھ ہی ذکر ہے۔ غرضیکہ خدا ایک موت چاہتا ہے اور میرا تجربہ ہے کہ خدا مومن پر دو موتیں ہرگز جمع نہیں کرتا کہ ایک موت تو اسکی خدا کے واسطے ہو اور دوسری دنیا کی لعن طعن کے واسطے۔ ایسے نازک وقت میں چاہئے کہ جماعت سمجھ جائے اور ایک تیر کی طرح سیدھی ہو جائے۔ اگر ہزاروں آدمی بھی طاعون سے مر جائیں تو میں ہرگز خدا کو ملزم نہ کروں گا اور یہی کہوں گا کہ انہوں نے احسان کا پہلو چھوڑ دیا اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ (التوبہ: ۴۰)

بعض خوابوں کی تعبیرات

بوقت عشاء ایک شخص نے بیعت کی چند ایک احباب نے اپنے اپنے خواب سنائے جس میں سے ایک خواب یہ تھا کہ حضرت اقدس ہاتھی پر سوار ہیں اور وہ آپ کے حکم میں چلتا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ:-

جو ہاتھی میں نے خواب میں دیکھا تھا اس کی بھی ایسی ہی حالت تھی اور اس سے مراد طاعون ہے کہ ہم اس پر سوار ہیں۔

ایک دوست نے خواب میں بیسی روٹی دیکھی اس کی تعبیر میں فرمایا کہ :- اس سے مراد کچھ تکلیف ہے۔

۱۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پھینبہ

الہامات

بوقت ظہر حضرت اقدس اپنے الہامات کی تکرار فرماتے رہے جو کہ سلسلہ عالیہ احمدیہ کی ترقی

کی نسبت تھے اور فرمایا کہ:-

یہ بھی ہے کہ بادشاہ تیرے کپڑوں سے برکت ڈھونڈیں گے۔ مگر وہ وقت ابھی نہیں آیا۔

سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے

ابو سعید عرب صاحب آمدہ از رنگون نے عرض کی کہ ایک صاحب برما میں کہتے تھے کہ اگر میرزا صاحب صرف قرآن کی تفسیر لکھیں اور اپنے دعاوی کا ذکر اس میں ہرگز نہ کریں تو میں بت سا دپیہ صرف کر کے اسے طبع کروا سکتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

اگر کوئی ہم سے سیکھے تو سارا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے ابتدا ہی میں ہے
صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (الفاتحہ: ۵ تا ۷)
اب ان سے کوئی پوچھے کہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ کون سا فرقہ تھا تمام فرقے اسلام کے اس پر متفق ہیں کہ وہ یہودی تھے اور ادھر حدیث شریف میں ہے کہ میری امت یہودی ہو جائے گی تو پھر تلاؤ کہ اگر مسیح نہ ہو گا تو وہ یہودی کیسے بنیں گے۔

مستفزیق امور

مغرب کی نماز ادا فرما کر حضور تشریف لے گئے اور پھر تھوڑی دیر کے بعد تشریف لائے آکر ایک صحابی کو فرمایا کہ:-
اللواء پر جو مضمون لکھا ہے وہ مطیع میں چلا گیا ہے ایک دو کاپیاں نکلیں تو آپ کو دکھادیں گے۔

شفقت کا نمونہ

ایک صاحب کے دانت میں درد تھا اس کے لئے حضرت اقدس نے کارا بارا (ایک بوٹی) منگوائی تھی وہ اندر مکان میں تھی جناب میر صاحب نے کہا کہ ان کے دانت میں درد ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

میں ابھی جا کر وہ سب بوٹی لا دیتا ہوں

مریض نے کہا حضور کو زحمت ہوگی حضرت اقدس نے اس پر تبسم فرمایا اور کہا کہ

یہ کیا تکلیف ہے

اور اسی وقت اندر جا کر حضور وہ رومال لے آئے جس میں وہ بوٹی تھی اور مریض کے حوالہ کی۔

لوہے کی قلم اور تلوار

اصحاب میں سے ایک نے عرض کی کہ آیت لَقَدْ أَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنَاتِ وَأَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتَابَ وَالْمِيزَانَ لِيَقُومَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ وَأَنْزَلْنَا الْحَدِيدَ فِيهِ بَأْسٌ شَدِيدٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ (الحديد: ۲۶) سے معلوم ہوتا ہے کہ حدید نے اپنا فعل باس شدید کا تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کیا کہ اس سے سامان جنگ وغیرہ تیار ہو کر کام آتا تھا مگر اس کے فعل مَنَافِعُ لِلنَّاسِ کا وقت یہ صبح اور مدی کا زمانہ ہے کہ اس وقت تمام دنیا حدید (لوہے) سے فائدہ اٹھا رہی ہے (جیسا کہ ریل، تار، دھاتی جواز، کارخانوں اور ہر ایک قسم کے سامان لوہے سے ظاہر ہے)

حضرت اقدس نے اس پر فرمایا کہ :-

میں بھی سارے مضمون لوہے کے قلم ہی سے لکھتا ہوں۔ مجھے بار بار قلم بنانے کی عادت نہیں ہے۔ اس لئے لوہے کے قلم استعمال کرتا ہوں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے لوہے سے کام لیا ہم بھی لوہے ہی سے لے رہے ہیں اور وہی لوہے کی قلم تلوار کا کام دے رہی ہے۔ (حضرت اقدس جس قلم سے لکھا کرتے ہیں وہ ایک خاص قسم کا ہوتا ہے جس کی نوک آگے سے داہنی طرف کو مڑی ہوئی ہوتی ہے اور اس کی شکل تلوار کی سی ہوتی ہے۔ ایڈیٹر)

۱۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز جمعہ

الہام

نماز فجر سے پیشتر حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

آج یہ الہام ہوا ہے :-

إِنِّي مَعَ الْأَفْوَاجِ اِتِّقِ

اپنا نمونہ ٹھیک بناویں

بعد اوائے نماز خواجہ کمال الدین صاحب نے ایک خواب سنائی جس میں دیکھا کہ زلزلہ آیا

ہوا ہے۔

فرمایا کہ :-

یہی طاعون زلزلہ ہے۔ میں جماعت کو کہتا ہوں کہ یہ قیامت ہے جو آ رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں محفوظ رکھے گا مگر صرف اتنی بات پر خوش نہ ہوں کہ بیعت کی ہوئی ہے۔ قرآن مجید میں ہر جگہ اَمْنًا کے ساتھ عمل صالح کی تاکید ہے۔ اگر بعض آدمی جماعت میں سے ایسے ہوں کہ جن کو خدا کی پروا نہیں اور اس کے احکام کی عزت نہیں کرتے تو ایسے آدمیوں کا ذمہ دار نہ خدا ہے اور نہ ہم۔ ان کو چاہئے کہ اپنا اپنا نمونہ ٹھیک بناویں زلزلہ تو آ رہا ہے۔

بعد نماز مغرب

تین روایا

حضور نے اپنی تین روایا سنائیں جو کہ آپ نے پے در پے دیکھی تھیں۔

(اول) کہ ایک شخص نے ایک روپیہ اور پانچ چھوہارے روایا میں دیئے۔ اس کے بعد پھر غودگی ہوئی تو دیکھا کہ تریاق القلوب کا ایک صفحہ دکھایا گیا ہے جس پر عَلَى شُكْرِ الْمَصَائِبِ لکھا ہوا ہے جس کے یہ معنی ہوئے کہ هَذِهِ صِلَةٌ عَلَى شُكْرِ الْمَصَائِبِ۔ گویا یہ روپیہ اور چھوہارے شکر المصائب کا صلہ ہے۔ تیسری دفعہ پھر کچھ ورق دکھائے گئے جن پر بیڑوں کے بارے میں کچھ لکھا ہوا تھا اور جو اس وقت یاد نہیں۔

الہامی دعائیں واحد متکلم کے صیغہ کو بصورت جمع پڑھنا

حضرت مولانا عبدالکریم صاحب نے ایک شخص کا خط پیش کیا جس میں سوال تھا کہ دعا الہامیہ رَبِّ مُخْلِ شَيْءٍ خَادِمَكَ رَبِّ فَاحْفَظْنِي وَانصُرْنِي وَارْحَمْنِي کو صیغہ جمع متکلم میں پڑھ لیا جائے یا نہ۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

اصل میں الفاظ تو الہام کے ہی ہیں (یعنی واحد متکلم) اب خواہ کوئی کسی طرح پڑھ لیوے۔ قرآن مجید میں دونو طرح دعائیں سکھائی گئی ہیں۔ واحد کے صیغہ میں بھی جیسے رَبِّ اغْفِرْ لِي وَرَبِّ الْوَالِدَيْنِ (نوح : ۲۹)

اور جمع کے صیغہ میں بھی جیسے

رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ
(البقرہ : ۲۰۲) اور اکثر اوقات واحد متکلم سے جمع متکلم مراد ہوتی ہے جیسے اس ہمازی الہامی دعا
میں فَاخْفِظْنِي سے یہی مراد نہیں ہے کہ میرے نفس کی حفاظت کر بلکہ نفس کے متعلقات
اور جو کچھ لوازمات ہیں سب ہی آجاتے ہیں۔ جیسے گھر بار، ٹولیش و اقارب۔ اعضاء و قوی وغیرہ۔

ایک عیسائی کمیٹی کے نزدیک مسیح کے ظہور کا یہی وقت ہے

مفتی محمد صادق صاحب ولایت کی ایک عیسائی کمیٹی کا ایک مضمون سناتے رہے جس میں مسیح
کی دوبارہ آمد پر بہت کچھ لکھا تھا کہ وقت تو یہی ہے سب نشان پورے ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی نہ
آیا تو پھر قیامت تک نہ آئے گا۔
اس مضمون کو سن کر حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

اس نے بعض باتیں بالکل صاف اور سچی لکھی ہیں اور اس نے ضرورت زمانہ کو اچھی طرح
محسوس کیا ہے۔ بے شک اب ایک تختہ الٹنے لگا ہے اور دوسرا تختہ شروع ہو گا جس طرح یہ لوگ
اس زمانہ میں مسیح کی آمد ثانی کے منتظر ہیں بلکہ اکثر ان کے انتظار کے بعد اب بے امید بھی ہو گئے
ہیں اور اکثروں نے تاویلوں سے آمد ثانی کے معنی ہی اور کر لئے ہیں۔ کیونکہ اس کے متعلق تمام
ہینگوئیوں پوری ہو چکی ہیں اور زمانہ کی نازک حالت ایک ہادی کو چاہتی ہے۔ اسی طرح اسلامی
ہینگوئیوں کے مطابق بھی یہی وقت ہے۔ نواب صدیق حسن خاں نے لکھا ہے کہ کل اہل
مکاشفات اور ملہمین کے کشوف اور الہام اور رؤیاء مسیح کے بارے میں چودھویں صدی سے آگے
نہیں بڑھتے۔

مولوی مسیح اور مہدی کا ذکر یہی چھوڑ دیں گے

ایک صاحب نے عرض کیا کہ حضور اب تو مولوی لوگوں نے وہ خطبے وغیرہ پڑھنے چھوڑ دیئے
ہیں جن سے مسیح کی وفات ثابت ہوتی تھی۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-
اب تو وہ نام بھی نہ لیں گے اور اگر کوئی ذکر کرے تو کہیں گے کہ مسیح اور مہدی کا ذکر یہی
چھوڑو۔

۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

عصر کے وقت حضور علیہ السلام تشریف لائے تو فرمایا کہ:-
 اخبار عام میں ان مقدموں کے حالات شائع ہو گئے ہیں اور ہمارے مقدمہ کو کھول کر نہیں
 بیان کیا بلکہ دبی زبان سے بیان کیا ہے۔ پھر ذکر کیا کہ یہ الام یُریدُ ذنَّ اَنْ یُطْفِئُوا نُوْرَکَ۔
 یُریدُ ذنَّ اَنْ یَتَخَطَّفُوْا عِزَّکَ۔ اس کی ہمیں کیا خبر تھی کہ وہ ان واقعات کے متعلق ہیں
 تظلیف کے معنی اچک کر لے جانا ہے۔

قادیان کے اخبارات کی افادیت

قادیان کے اخباروں کے متعلق فرمایا کہ:-
 یہ بھی وقت پر کیا کام آتے ہیں۔ انہماک وغیرہ جھٹ چھپ کر ان کے ذریعہ شائع ہو جاتے
 ہیں ورنہ اگر کتابوں کی انتظار کی جاوے تو ایک ایک کتاب کو چھپنے میں کتنی دیر لگ جاتی ہے اور
 اس قدر اشاعت بھی نہ ہوتی۔

یورپ میں بے دینی پھیلے گی

عشاء سے قبل یورپ کی لائڈز کے متعلق فرمایا کہ:-
 عیسائی مذہب کی عمارت تو گرنی شروع ہو گئی ہے عنقریب سوائے پادریوں کے اور سب لا
 مذہب کہلائیں گے۔

۲۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

احکاف کے متعلق بعض ہدایات

مغرب اور عشاء کے درمیان مجلس فرمائی۔ ڈاکٹر عباد اللہ صاحب امرتسری اور خواجہ کمال
 الدین صاحب پلڈرز (جو دونو محکمہ تھے) ان کو مخاطب کر کے فرمایا کہ:-
 احکاف میں یہ ضروری نہیں ہے کہ انسان اندر ہی بیٹھا رہے اور بالکل کہیں آئے جائے ہی

نہ۔ (سجد کی) چھت پر دھوپ ہوتی ہے وہاں جا کر آپ بیٹھ سکتے ہیں کیونکہ نیچے یہاں سردی زیادہ ہے اور ضروری بات کر سکتے ہیں۔ ضروری امور کا خیال رکھنا چاہئے۔ اور یوں تو ہر ایک کام (مومن کا) عبادت ہی ہوتا ہے۔

تلوار کا استعمال صرف دفاع کی خاطر تھا

پھر جہاد کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا کہ نہ۔

اب تلوار سے کام لینا تو اسلام پر تلوار مارنا ہے اب تو دلوں کو فتح کرنے کا وقت ہے اور یہ بات جبر سے نہیں ہو سکتی۔ یہ اعتراض کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پہلے تلوار اٹھائی بالکل غلط ہے تیہ برس تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور صحابہ کرام صبر کرتے رہے پھر یاد جو اس کے کہ دشمنوں کا تعاقب کرتے تھے مگر صلح کے خواستگار ہوتے تھے کہ کسی طرح جنگ نہ ہو اور جو مشرک قومیں صلح اور امن کی خواستگار ہوتیں ان کو امن دیا جاتا اور صلح کی جاتی۔ اسلام نے بڑے بڑے بیچوں سے اپنے آپ کو جنگ سے بچانا چاہا ہے جنگ کی بنیاد کو خود خدا تعالیٰ بیان فرماتا ہے کہ چونکہ یہ لوگ بہت مظلوم ہیں اور ان کو ہر طرح دکھ دیا گیا ہے اس لئے اب اللہ تعالیٰ اجازت دیتا ہے کہ یہ بھی ان کے مقابلہ میں لڑیں۔ ورنہ اگر تعصب ہوتا تو یہ حکم پہنچتا کہ مسلمانوں کو چاہئے کہ دین کی اشاعت کے واسطے جنگ کریں لیکن ادھر حکم دیا کہ لَدَا اَكْبَادَا فِي السِّيَابِ (البقرہ ۲۵۷) یعنی دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے اور ادھر جب غایت درجہ کی سختی اور ظلم مسلمانوں پر ہوئے تو پھر مقابلہ کا حکم دیا۔

کمالات مجاہدہ سے حاصل ہوتے ہیں نہ کسی کے خون سے

دین اسلام ایسا دین ہے کہ اگر خدا ہمیں عمر اور فرصت دے تو چند ایام میں ان لوگوں کو معلوم ہو جائے گا کہ کیسا بیٹھا اور بہترین دین ہے۔ کمالات تو انسان کو مجاہدات سے حاصل ہوتے ہیں مگر جن کو سہل نسخہ مسیح کے خون کا مل گیا وہ کیوں مجاہدات کریں گے۔ اگر مسیح کے خون سے کامیابی ہے تو پھر انکے لڑکے امتحان پاس کرنے کے واسطے کیوں مدرسوں میں محنتیں اور کوششیں کرتے ہیں چاہئے کہ وہ صرف مسیح کے خون پر بھروسہ رکھیں اور اسی سے کامیاب ہوں اور کوئی محنت نہ کریں اور مسلمانوں کے بچے محنتیں کر کر کے اور ٹکرس مار مار کر پاس ہوں۔ اصل بات یہ ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى (النجم : ۲۰) اس دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک انسان جب اپنے نفس کا مطالعہ کرتا ہے تو اسے فسق و فجور وغیرہ معلوم ہوتے ہیں۔ آخر وہ یقین کی حالت

پر پہنچ کر ان کو صیقل کر سکتا ہے لیکن جب خون مسخ بردار ہے تو مجاہدات کی کیا ضرورت ہے ان کی جھوٹی تعلیم بھی ترقیات سے روک رہی ہے۔ سچی تعلیم والا دعائیں کرتا ہے کوششیں کرتا ہے آخر دوڑتا دوڑتا اور ہاتھ پاؤں مارتا ہوا منزل مقصود تک پہنچ جاتا ہے۔ جب یہ بات ان کو سمجھ آئے گی کہ یہ سب باتیں (خون مسخ پر بھروسہ) قصہ کہانی ہیں اور ان سے اب کوئی آثار اور نتائج مرتب نہیں ہوتے اور ادھر سچی تعلیم کی تخم ریزی کے ساتھ برکات ہوں گی تو یہ لوگ خود سمجھ لیں گے انسان کھیتی کرتا ہے اس میں بھی محنت کرنی پڑتی ہے۔ اگر ایک ملازم ہے تو اسے بھی محنت کا خیال ہے غرضیکہ ہر ایک اپنے اپنے مقام پر کوشش میں لگا ہے اور سب کا شمو کوشش پر ہی ہے۔ سارا قرآن کوشش کے مضمون سے بھر اڑا ہے لَيْسَ لِلْإِنْسَانِ إِلَّا مَا سَعَى لَهُ (النجم : ۴۰) ان لوگوں کو جو ولایت میں خون مسخ پر ایمان لا کر بیٹھے ہیں کوئی پوچھے کہ کیا حاصل ہوا۔ مردوں یا عورتوں نے خون پر ایمان لا کر کیا ترقی حاصل کی۔ یہ باتیں ہیں جو بار بار ان کے کانوں تک پہنچانی چاہئیں یہ قصہ جھوٹا ہے کہ خدا پیٹ میں رہا۔ پھر اسے خسرو وغیرہ نکلا ہو گا۔ طفولیت کے عالم میں ماں بھی کوئی دھول دھپا مار بیٹھی ہوگی۔ لڑکوں میں کھیلتا ہو گا وہاں بھی مار کھاتا ہو گا۔ اب اس نظارہ کو کوئی دیکھے کہ بڑا ہو کر بھی مار کھاتا رہا اور چھوٹا تھا تو بھی طمانچہ پڑتے رہے۔

۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

بوقت ظہر

حقیقی طاعون

طاعون کے ذکر پر فرمایا :-

بعض طب کی کتابوں میں لکھا ہے کہ جب تک سرسام اور غشی نہ ہو تو صرف کلنی کے ساتھ

۱۔ اہم ہے :-

مجاہدات پر اللہ تعالیٰ کی راہیں کلنی ہیں اور لیس کا ذکر یہ ہوتا ہے جیسے فرمایا :-

كَلَّا أَفْلَحَ مِنَ الْآلَمِیَا (الشمس : ۳۰) اور وَالَّذِیْنَ جَاهَدُوا فِیْنَا لَنُؤْتِيَنَّهُمْ مِّنَّا مِثْقَالَ حَبَّةٍ (الحجرات : ۲۱)

(اہم جلد ۲ نمبر ۳۷ ص ۲۰ مورخہ ۲۰ دسمبر ۱۹۰۲ء)

جو بخار ہوتا ہے اس سے اگر کوئی مر جائے تو اس کا نام طاعون نہیں بلکہ خاص طاعون کے دنوں میں یہ مرض مشابہ بالطاعون ہوا کرتی ہے اس سے معلوم ہوا کہ حقیقی طاعون کا لفظ ایسی موتوں پر نہیں آسکتا جس میں صرف گلٹی اور بخار ہو۔ اور دوسرے علامات طاعون نہ ہوں۔

ایک ایام

پھر فرمایا کہ:-

گزشتہ شب کو دویا تین بجے یہ ایام ہوا اور بڑے زور سے ہوا

يَا أَيُّهَا عَلِيُّكَ زَمَنٌ كَيْشَلِ زَمَنِ مُوسَى

اتنے برس سے یہ سلسلہ ہمارا جاری ہے مگر یہ ایام کبھی نہیں ہوا۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پر تیاری ہوئی ہے۔

سیح بمعنی سیاح

مولویوں کے احادیث پیش کرنے پر فرمایا کہ:-

ان پر ایسا وثوق تو نہیں ہوتا جیسے کلام الہی پر کیونکہ خواہ کچھ ہی ہو پھر بھی وہ مس انسان سے تو خالی نہیں۔ مگر خدا تعالیٰ جس کی تنبیہ کرتا جائے وہ صحیح ہوتا جائے گا۔ اگر احادیث میں نزول صحیح کا ذکر تھا تو کیسے قرآن شریف میں وَقَفَيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ (البقرة: ۸۸) موجود ہے جو کہ اصل حقیقت کو واضح کر رہا ہے۔ مولویوں نے اس بات کو نہیں سمجھا اور اور طرف دوڑتے رہے۔ صحیح کے معنی بہت سیر کرنے والا ہیں۔ اب ان سے کوئی پوچھے کہ جب وہ آسمان پر ہے تو اس نے سیر کہاں کی ہوگی اور لفظ صحیح کے معنی اس پر کیسے صادق آئیں گے۔ ایک طرف اسے آسمان پر بٹھاتے ہیں دوسری طرف سیاح کہتے ہیں تو اس کی سیاحت کا وقت کونسا ہوا۔

۱۔ مولانا عبد الکریم صاحب نے عرض کی کہ حدیث میں جو آیا ہے کہ صحیح اپنی جماعت کو طور پر لے جائے گا۔ شاید اس کا تعلق اس سے ہو۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۷ صفحہ ۳۰۳ مورخہ ۲۳ دسمبر ۱۹۴۲ء)

۲۔ صحیح کے ذکر کے سلسلہ میں حکم میں مندرجہ ذیل عبارت درج ہے:-

فرمایا:- خدا تعالیٰ نے جیسے بنی اسرائیل میں ایک صحیح رکھا تھا اور اس کے لئے وَتَقَدَّأْتِنَا مُوسَى الْكُتُبَ وَقَفَيْنَا مِنْ بَعْدِهِ بِالرُّسُلِ (البقرة: ۸۸) فرمایا اسی طرح آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر بیہ تاثیر اگلے صفحہ

مسیح بن باپ پیدا ہوئے

مغرب و عشاء کے درمیان حضرت اقدس تشریف لائے تو مکرم ابو سعید عرب صاحب نے سوال کیا کہ مسیح کی ولادت کے متعلق کیا بات ہے وہ بن باپ کس طرح پیدا ہوئے؟ حضرت اقدس نے جواباً فرمایا :-

إِذَا قَضَيْتُمْ أَمْرًا فَإِنَّمَا يَقُولُ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ (البقرة : ۱۱۸) ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے اور قرآن شریف سے یہی ثابت ہے۔ اصل بات یہ ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام یہود کے واسطے ایک نشان تھے جو ان کی شامت اعمال سے اس رنگ میں پورا ہوا۔ زبور اور دوسری کتابوں میں لکھا تھا کہ اگر تم نے اپنی عادت کو نہ بگاڑا تو نبوت تم میں قائم رہے گی۔ مگر خدا تعالیٰ کے علم میں تھا کہ یہ اپنی عادت کو بدل لیں گے۔ اور شرک و بدعت میں گرفتار ہو جائیں گے۔ جب انہوں نے اپنی حالت کو بگاڑا تو پھر اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے مطابق یہ تینہی نشان ان کو دیا اور مسیح کو بن باپ پیدا کیا۔

بن باپ پیدا ہونے کا ستر

اور بن باپ پیدا ہونے کا ستر یہ تھا کہ چونکہ سلسلہ نسب کا باپ کی طرف سے ہوتا ہے تو اس طرح سے گویا سلسلہ منقطع ہو گیا اور اسرائیلی خاندان کی ایک ٹانگ ٹوٹ گئی کیونکہ وہ پورے طور سے اسرائیلی خاندان سے نہ رہے۔ مَبَشِّرًا بِرَسُولٍ يَأْتِيهِ مِنَ بَعْدِي اسْمُهُ أَحْمَدُ (الصف : ۷) میں بشارت ہے۔ اس کے دو ہی پہلو ہیں یعنی ایک تو آپ کا وجود ہی بشارت تھا کیونکہ بنی اسرائیل کے خاندان سے نبوت کا خاتمہ ہو گیا دوسرے زبان سے بھی بشارت دی۔ یعنی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

علیہ وسلم کے سلسلہ میں بھی ایک مسیح رکھا ہوا تھا مگر مسلمانوں نے اس کو نہ سمجھا اور آسمان سے انتظار کرنے لگے۔

افسوس ہے کہ ان کو اتنی سمجھ نہ آئی کہ کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اس سے پائی جاتی ہے کہ مسیح اسرائیلی آوے۔ یا یہ کہ آپ ہی کی امت میں سے آوے یہاں بھی اسی طرح مسیح کا آنا ضروری تھا جیسے بنی اسرائیل میں ایک مسیح آیا۔

فرمایا:- براہین میں جو مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر کیا گیا اور پھر وہ تمام وعدے اور آیات میرے حق میں ہیں جو مسیح موعود کے لئے ہیں اور پھر میں اقرار کرتا ہوں کہ مسیح دوبارہ آئے گا۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ یہ دعویٰ بناوٹ کی راہ سے نہیں کیا گیا اور اس قسم کے واقعات تمام نبیوں کے واقعات میں پائے جاتے ہیں۔

آپ کی پیدائش میں بھی بشارت تھی اور آپ کی زبانی بھی۔ انجیل میں بھی مسیح نے باغ کی تمثیل میں اس امر کو بیان کر دیا ہے اور اپنے آپ کو مالک باغ کے بیٹے کی جگہ ٹھہرایا ہے۔ بیٹے کا محاورہ انجیل اور بائبل میں عام ہے۔ اسرائیل کی نسبت آیا ہے کہ اسرائیل فرزند من بلکہ نخت زادہ من است۔ آخر اس تمثیل میں بتایا گیا ہے کہ بیٹے کے بعد وہ مالک خود آکر باغبانوں کو ہلاک کرے گا اور باغ دوسروں کے سپرد کر دے گا۔ یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ نبوت ان کے خاندان سے جاتی رہی۔ پس مسیح کا بن باپ پیدا ہونا اس امر کا نشان تھا۔

پھر سوال کیا گیا کہ مسیح کے بن باپ پیدا ہونے پر عقلی دلیل کیا ہے؟ فرمایا :-

آدم کے بن باپ پیدا ہونے پر کیا دلیل ہے اور عقلی امتناع بن باپ پیدا ہونے میں کیا ہے۔ عقل انسان کو خدا سے نہیں ملاتی بلکہ خدا سے انکار کراتی ہے۔ پکا فلسفی وہ ہوتا ہے جو خدا کو نہیں مانتا۔ بھلا آپ سوچ کر دیکھیں کہ اس بات میں عقل ہمیں کیا بتلاتی ہے کہ جو کچھ ہم بول رہے ہیں یہ کہاں جاتا ہے کیا کسی جگہ بند ہوتا ہے یا یونہی ہوا میں اڑ جاتا ہے۔ عقل کے جس قدر ہتھیار ہیں وہ سب گتے ہیں۔ مگر ہم خدا تعالیٰ کے وعدوں اور نشانوں کو دیکھتے ہیں تب یقین کرتے ہیں کہ خدا ہے۔ ایک فلسفی اگر بہت خوض اور تدر کے بعد کوئی نتیجہ نکالے گا تو وہ صرف اس قدر کہ ایک خدا ہونا چاہئے مگر ہے اور ہونا چاہئے میں بہت بڑا فرق ہے مثلاً اگر ہم کہیں کہ اگر دو آنکھیں ہمارے آگے ہیں تو دو پیچھے کی طرف بھی ہونی چاہئیں تھیں تاکہ انسان پیچھے سے بھی دیکھتا رہتا اور اگر کوئی دشمن پیچھے سے حملہ کرنا چاہتا تو وہ اپنی حفاظت کر سکتا۔ مگر ہم دیکھتے ہیں کہ پیچھے کی طرف آنکھیں نہیں ہیں۔ اسی طرح ہے اور ہونا چاہئے میں بہت فرق ہے۔ غرضیکہ عقل سے بالکل خدا تعالیٰ کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا۔

عقل کی حیثیت

عرب صاحب نے کہا کہ اسلام کا کوئی مسئلہ عقل کے خلاف نہیں؟

حضرت اقدس نے فرمایا :-

یہ سچ ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ عقل بالکل نکمی شے ہے اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے معنی کے ساتھ سالن کی۔ اس کے سارے انسان کھانا خوب کھا لیتا ہے۔ ایسے ہی عقل ہے کہ اس سے (ذرا معرفت خدا) میں مرزا آجاتا ہے ورنہ یوں (خالی) عقل اس میدان میں بڑی نکمی ہے۔ خدا کی معرفت دوسرے جو اس سے ہے کہ اس میں یہ عقل کوئی کام نہیں کرتی۔ نہ تسلی دیتی ہے ایک

ناکارہ ہتھیاری طرح ہے۔

عرب صاحب نے سوال کیا کہ ہم تو مان لیں مگر دوسرے آدمی کو کیسے سمجھائیں کہ اور حواس ہیں؟ حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:-

غیر کو ہم یہ جواب دیں گے کہ جو لوگ ایسی بات کے اہل ہیں ان کی صحبت میں رہو۔ پھر پتہ لگے گا کہ ان حواس کے علاوہ اور حواس بھی انسان کے اندر ہیں۔ خدا کی معرفت کا ان سے پتہ لگتا ہے اور بھی امور ہیں جن پر انسان ایمان لاتا ہے لہٰذا مثلاً روح۔ ملائک۔ اب عقل ان کے متعلق کیا بتلا سکتی ہے۔ روح کے بقا اور ملائکہ کے متعلق کیا دلیل لاؤ گے۔ کوئی شے ظاہری طور پر ثابت شدہ تو ہے نہیں۔ آپ ہی بتلاویں کہ خدا 'روح' ملائک ان تین میں عقل نے کیا فیصلہ کیا ہے جو کچھ کیا ہے سب انکل ہے۔ اصل بات کوئی نہیں اگر کہو کہ علت اعلیٰ کے سلسلہ سے خدا کی معرفت تامہ ہوتی ہے تو یہ بات بھی غلط ہے کیونکہ علت اور معلول کے سلسلہ کو تو دہریہ بھی مانتے ہیں۔ مگر پھر خدا کو نہیں مانتے۔ فلسفہ میں جو ذرا کچھ رہتے ہیں وہ خدا کا نام لیتے ہیں ورنہ پکا فلسفی ضرور دہریہ ہوتا ہے۔

حکیم نور الدین صاحب نے اس مقام پر حضرت کی خدمت میں عرض کیا کہ مجوسی لوگ اس دور تسلسل کو چرخہ اور زنجیر کہتے ہیں اور انہیں سے یہ مسئلہ لیا گیا ہے۔

ہستی باری تعالیٰ کا ثبوت

حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

ہم تو کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ کے وجود جیسا اور کوئی وجود روشن ہی نہیں ہے۔ اس مقام پر حکیم

لہٰذا حکم میں اس جگہ حواس کا مضمون یوں درج ہے

یہ کبھی نہیں ہو سکتا کہ ان حواس کے ذریعہ ہم ان باتوں کو محسوس کر لیں جن کے لئے دوسرے حواس ہیں۔ کیا کان آنکھ کا کام دے سکتے ہیں یا زبان کانوں کا کام دے سکتی ہے پھر کس قدر غلطی ہے کہ اس امر پر زور دیا جائے۔ خدا شناسی کے لئے حواس اور ہیں اور ان کے ذریعہ ہی ان امور پر جو ان محسوسات سے ماوراء ہیں ایمان پیدا ہوتا ہے عقل مند ان چیزوں پر جیسے ملائک ہیں 'خدا ہے' روح کا بھاء ہے۔ ان پر عقلی دلائل تلاش نہیں کرتا بلکہ اس راہ سے ایمان لاتا ہے جو اس کے لئے مقرر ہے۔ فلاں صرف انکل بازی سے کام لیتے ہیں وہ قطعی فیصلہ نہیں کر سکتے۔ ہاں انکار کر دیتے ہیں۔

(الحکم جلد ۱ نمبر ۳۱ صفحہ ۳۳ مورخہ ۱۳ دسمبر ۱۹۳۲ء)

نور الدین صاحب نے عرض کی کہ ایک دہریہ کا یہ مقولہ ہے کہ خدا کی ایک ہستی ضرور ہے مگر اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک گلاب کا پھول ہوتا ہے اور ایک اس کی جڑھ ہوتی ہے جس سے وہ پھول نکلا ہوا ہوتا ہے۔ اسی طرح خدا تو مثل جڑھ کے ہے اور ہم پھول ہیں مگر پھول جڑھ سے زیادہ عمدہ اور مفید ہوتا ہے۔ اسی طرح ہم خدا سے افضل اور برتر ہیں دن بدن ترقی کر رہے ہیں۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ:-

اگر انکار ہو سکتا ہے تو مخلوق کے وجود کا ہو سکتا ہے خدا تعالیٰ کی ذات کا تصرف ہر آن اس کے ہرزہ ذرہ پر اس قدر ہے کہ گویا اس کی ہستی کچھ شے ہی نہیں اور بلا اس کے تصرف کے ہم نہ کچھ بول سکتے ہیں نہ کچھ کر سکتے ہیں۔ جو طالب حق ہے وہ ہماری صحبت میں رہے۔ ہم کہتے ہیں کہ خدا تعالیٰ ایسی ہی ذات ہے جن صفات سے قرآن شریف میں لکھا ہے۔ ان صفات سے ہم اسے ثابت کر کے دکھا دیں گے۔ بڑی نادانی کی بات یہ ہے کہ ایک عالم کی بات کو وہ دوسرے عالم کے حواس سے ثابت کرنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ روزمرہ مشاہدہ کرتے ہیں کہ ایک حواس دوسرے حواس کا کام نہیں لے سکتے مثلاً آنکھ ناک کا اور کان آنکھ کا کام نہیں دے سکتے۔ جب خارج میں یہ حالت ہے تو باطن میں وہ کیا کہہ سکتے ہیں۔ بات یہ ہے کہ انسان کو ایک اور حواس ملتے ہیں۔ تب یہ اللہ تعالیٰ کو شناخت کر سکتا ہے۔ بجز اس کے ہرگز نہیں کر سکتا۔ ایک دہریہ سے یہ سوال ہے کہ قبل از وقت طاقت اور اقتدار سے بھری ہوئی دھنگونیاں جو ہم کرتے ہیں یہ کہاں سے ہوتی ہیں؟ اگر کہو یہ کوئی علم ہی ہے تو اس علم کے ذریعہ وہ بھی کر سکتا ہے کر کے دکھائے۔ ورنہ ماننا پڑے گا کہ ایک زبردست طاقت ہے جو الہام کر رہی ہے یہ دھنگونیاں جو غیوہیت کے رنگ اور طاقت اور اقتدار کے ساتھ ہوتی ہیں۔ ان سے بڑھ کر اور کوئی نشان (خدا پر ایمان لانے کے واسطے) نہیں ہے نہ آسمان نہ زمین اور نہ کوئی اور شے۔ ان پر نظر کر کے جو نتیجہ نکالیں گے اور جو بات پیش کریں گے وہ غلطی ہوگی۔ یہی ایک بات (دھنگونی والی) یقینی ہے جس کے ساتھ کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا۔

لیکھرام کو قتل کروانے کے الزام کا جواب

عرب صاحب نے ذکر کیا کہ ایک شخص نے کہا کہ لیکھرام کو خود اپنے کسی جماعت کے آدمی کے ذریعہ سے موادالا ہے۔ اس پر فرمایا کہ:-

ہمارے ساتھ ہزارہا جماعت ہے اگر ان میں سے کسی کو کہوں کہ تم جا کر مار آؤ۔ تو یہ میری

پیروی اور بیعت کا سلسلہ کب چل سکتا ہے؟ یہ تو جب ہی چل سکتا ہے کہ صفائی ہو اور پیروں کو معلوم ہو کہ پاک باطنی کی تعلیم دی جاتی ہے اور جب ہم خود ہی قتل کے منصوبے لوگوں کو سمجھائیں تو یہ کاروبار کیسے چل سکتا ہے؟ اب یہ اس قدر گروہ ہے کوئی ان میں سے بولے کہ ہم نے کس کو اور کب کہا تھا کہ جا کر اس کو مار ڈالے۔

یہ سلسلہ منہاج نبوت پر چل رہا ہے

پھر عقل کے شیدائیوں کی نسبت فرمایا کہ :-

جس طور سے ہم سمجھتے ہیں اور منہاج نبوت پر یہ سلسلہ چل رہا ہے اس کے بغیر آسکتی۔ یہ لوگ خواہ دہریہ ہوں یا نہ ہوں مگر بے بہرہ ضرور ہیں۔ پاک زندگی، استقامت، توکل پورے طور پر نصیب نہیں ہوتا اور بڑے دنیا دار ہوتے ہیں۔

یتیم پوتے کا مسئلہ

عرب صاحب نے سوال کیا کہ ایک شخص نے مجھ پر اعتراض کیا تھا کہ شریعت اسلام میں پوتے کے واسطے کوئی حصہ وصیت میں نہیں ہے۔ ایک شخص کا پوتا اگر یتیم ہے تو جب یہ شخص مرنا ہے تو اس کے دوسرے بیٹے حصہ لیتے ہیں اور اگرچہ وہ یتیم بھی اس کے بیٹے کی اولاد ہے مگر وہ محروم رہتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

دادے کو اختیار ہے کہ وصیت کے وقت اپنے پوتے کو کچھ دیدے بلکہ جو چاہے دیدے اور باپ کے بعد وارث بیٹے قرار دیئے گئے ہیں کہ تا ترتیب بھی قائم رہے اور اگر اس طرح نہ رکھا جاتا تو پھر ترتیب ہرگز قائم نہ رہتی کیونکہ پھر لازم آتا ہے کہ پوتے کا بیٹا بھی وارث ہو جاوے اور پھر آگے اس کے اولاد ہو تو وہ وارث ہو۔ اس صورت میں دادے کا کیا گناہ ہے۔ یہ خدا کا قانون ہے اور اس سے حرج نہیں ہوا کرتا ورنہ اس طرح تو ہم سب آدم کی اولاد ہیں اور جس قدر سلاطین ہیں وہ بھی آدم کی اولاد ہیں تو ہم کو چاہئے کہ سب کی سلطنتوں سے حصہ بنانے کی درخواست کریں۔ چونکہ بیٹے کی نسبت سے آگے پوتے میں جا کر کمزوری ہو جاتی ہے اور آخر ایک حد پر آکر تو برائے نام رہ جاتا ہے۔ خدا تعالیٰ کو یہ علم تھا کہ اس طرح کمزوری نسل میں اور ناطہ میں ہو جاتی ہے اس لئے یہ قانون رکھا ہے۔ ہاں ایسے سلوک اور رحم کی خاطر خدا تعالیٰ نے ایک اور قانون رکھا ہے جیسے قرآن شریف میں ہے وَرِثَةُ الْيَتِيمِ وَالْوَالِدَاتُ وَالْيَتَامَى

وَالْمَسْكِينُ فَأَرْزُقُوهُمْ مِنْهُ وَقُولُوا لَهُمْ قَوْلًا مَعْرُوفًا (النساء : ۹) (یعنی جب ایسی تقسیم کے وقت بعض خویش واقارب موجود ہوں اور یتیم اور مساکین تو انکو کچھ دیا کرو) تو وہ پوتا جس کا باپ مر گیا ہے وہ یتیم ہونے کے لحاظ سے زیادہ مستحق اس رحم کا ہے اور یتیم میں اور لوگ بھی شامل ہیں (جن کا کوئی حصہ مقرر نہیں کیا گیا) خدا تعالیٰ نے کسی کا حق ضائع نہیں کیا مگر جیسے جیسے رشتہ میں کمزوری بڑھتی جاتی ہے حق کم ہوتا جاتا ہے۔

۲۳ دسمبر ۱۹۲۲ء بروز شنبہ

ایک روایا

نماز فجر سے پیشتر حضرت اقدس نے روایا سنائی :-

میں کسی اور جگہ ہوں اور قادیان کی طرف آنا چاہتا ہوں ایک دو آدمی ساتھ ہیں۔ کسی نے کہا۔ راستہ بند ہے ایک بڑا بحر زخار چل رہا ہے۔ میں نے دیکھا تو واقعی کوئی دریا نہیں بلکہ ایک بڑا سمندر ہے اور پیچیدہ ہو ہو کر چل رہا ہے جیسے سانپ چلا کرتا ہے۔ ہم واپس چلے آئے کہ ابھی راستہ نہیں اور یہ راہ بڑا خوفناک ہے۔

چین میں عربی کتب بھیجنے کے متعلق گفتگو

ظہر سے پیشتر حضرت اقدس نے مجلس فرمائی اور فرمایا کہ:-

چین میں اہل اسلام عربی زبان سے واقف ہیں کہ نہیں اور وہاں عربی کتب روانہ کرنے کے متعلق حضرت اقدس ابو سعید عرب صاحب سے گفتگو کرتے رہے پھر اشاعت کے متعلق حضرت اقدس نے فرمایا کہ:-

صحابہ کرامؓ نے کیا کیا کام کئے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم نے مومنوں کی جانیں خرید لیں اور اب اس وقت اللہ تعالیٰ نے بہت سی مشکلات کو دور کر دیا ہے۔

ایک الہام

اس کے بعد فرمایا کہ:-

رات کو الہام ہوا ہے:-

إِنَّهُ كَرِيْمٌ تَسْمَعِي أَمَّا مَلِكٌ وَعَادِي مَنْ عَادِي

یعنی وہ کریم ہے وہ تیرے آگے آگے چلتا ہے۔ جس نے تیری عداوت کی (گویا) اس کی

عداوت کی۔

قرآنی ترتیب کا ایک رتھر

فرمایا :

کل جو الہام ہوا تھا يَا أَيُّهَا عَلِيُّكَ ذَمِّنْ كَيْمَشِلِ ذَمِّنِ مُؤَلِّسِي یہ اسی الہام کے آگے معلوم ہوتا ہے جہاں ایک الہام کا قافیہ جب دوسرے الہام سے ملتا ہے خواہ وہ الہامات ایک دوسرے سے دس دن کے فاصلہ سے ہوں مگر میں سمجھتا ہوں کہ ان دونوں کا کوئی تعلق آپس میں ضرور ہے یہاں بھی موسیٰ اور عادی کا قافیہ ملتا ہے اور پھر تورت میں بھی اس قسم کا مضمون ہے کہ خدا نے موسیٰ کو کہا کہ تو پہل میں تیرے آگے چلتا ہوں۔

رسول کی قومی زبان میں الہام

بعض لوگ جمالت سے اعتراض کرتے ہیں کہ قرآن شریف میں ہے کہ ہر ایک قوم کی زبان میں الہام ہونا چاہئے جیسے وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُولٍ إِلَّا بِلِسَانِ قَوْمِهِ (ابراہیم : ۵) مگر تم کو عربی میں ہی کیوں ہوتے ہیں؟

تو ایک تو اس کا جواب یہ ہے کہ خدا سے پوچھو کہ کیوں ہوتے ہیں اور اس کا اصل سر یہ ہے کہ صرف تعلق جتلانے کی غرض سے عربی میں الہامات ہوتے ہیں کیونکہ ہم تالاح ہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے جو کہ عربی تھے۔ ہمارا کاروبار سب بظنی ہے اور خدا کے لئے ہے۔ پھر اگر اسی زبان میں الہام نہ ہو تو تعلق نہیں رہتا۔ اس لئے خدا تعالیٰ عظمت دینے کے واسطے عربی میں الہام کرتا ہے اور اپنے دین کو محفوظ رکھنا چاہتا ہے جس بات کو ہم ذوق کہتے ہیں اسی پر وہ لوگ اعتراض کرتے ہیں۔ خدا تعالیٰ اصل متبوع کی زبان کو نہیں چھوڑتا۔ اور جس حال میں یہ سب کچھ اسی

(آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم) کی خاطر ہے اور اسی کی تائید ہے تو پھر اس سے قطع تعلق کیوں کر ہو۔ اور بعض وقت انگریزی، اردو، فارسی میں بھی الہام ہوتے ہیں تاکہ خدا تعالیٰ جتنا دیوے کہ وہ ہر ایک زبان سے واقف ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فارسی زبان میں الہام

اسی طرح ایک دفعہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر اعتراض ہوا تھا کہ کسی اور زبان میں الہام کیوں نہیں ہوتا تو آپ کو اللہ تعالیٰ نے فارسی زبان میں الہام کیا ”اس مہشت خاک را اگر نہ عظم چہ کنم“ آخر کار خدا کی رحمت کا روبرو کرے گی اور یہ ایسی ہی بات ہے جیسے یہود نے کہا تھا کہ پیغمبر آخر زمان بنی اسرائیل میں سے ہونا چاہئے تھا اور جس قدر نبی آئے ہیں سب کے بارے میں اسی طرح شبہات پڑتے رہے ہیں۔ عیسیٰ کے وقت یہود کو کس قدر شبہات آئے۔ پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) کے وقت میں بھی پڑے کہ بنی اسرائیل میں سے کیوں نہ آیا۔ یہ عادت اللہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور ہی مخفی رکھا جاتا ہے کہ ایمان بالغیب کی حقیقت رہے ورنہ پھر ایمان پر ثواب کیا مرتب ہو۔

حکم کا کام

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ وہ حکم ہو گا جس کے یہ معنی ہیں کہ سچی بات پیش کرے گا اور رطب و یابس کو اٹھا دے گا اور احادیث تو ذخیرہ نفلوں کا ہے شیعہ، وہابی، سنی وغیرہ جو تہتر فرقے اہل اسلام کے ہیں۔ سب احادیث کو ہی پیش کرتے ہیں اور حکم کا کام ہے۔ وہ ان میں تحقیق کرے اور جو سچی بات ہو اسے قبول کرے ورنہ پھر ہر ایک فرقہ کا حق ہے کہ اسے مجبور کرے کہ میری مان۔ اور اسے کہا جاسکتا ہے کہ جب ایک کی پیش کردہ احادیث کو تم بلا اعتراض مان لیتے ہو تو کیا وجہ ہے کہ دوسرے فرقوں کی حدیثوں کو بھی ویسے ہی نہ مانا جائے۔ پھر اس صورت میں وہ آنے والا حکم کیا رہا۔ حکم کا لفظ بتلا رہا ہے کہ ایسے وقت میں کچھ لیا جاتا ہے اور کچھ چھوڑا جاتا ہے۔

موزوں پر مسح

موزوں پر مسح کا ذکر ہوا تو حضرت اقدس نے فرمایا کہ:-

سوتی موزوں پر بھی مسح جائز ہے اور آپ نے اپنے پائے مبارک کو دکھلایا جس میں سوتی موزے تھے کہ میں ان پر مسح کر لیا کرتا ہوں۔

اس زمانہ میں آخر دعائوں کے ساتھ مقابلہ ہوگا

ہمارے پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم) نے جب تیرہ سال تک تلوار نہ اٹھائی تو مہدی کو کیسے حق پہنچتا ہے کہ جس حالت میں تیرہ سو سال سے لوگ دین سے ناواقف ہو گئے ہیں آتے ہی ان پر تلوار اٹھا لیوے اور اس سے اسے کیا فائدہ ہوگا؟ اگر امام مہدی نے لڑائی کے لئے آنا تھا تو اللہ تعالیٰ اچھی سنت قدیمہ کے موافق پہلے مسلمانوں کی قوم کو جنگ آزمائی سے آگاہ کر دیتا اور ان کی طبائع کا میلان جنگ کی طرف ہوتا اور ایسے اسباب ہوتے کہ مسلمان جنگ میں مشاق ہوتے مگر اہل اسلام کی موجودہ حالت سے معلوم ہوتا ہے کہ ان کو جنگ سے کوئی انس نہیں اور جس قدر آج کل مہدی کے نام سے مدعی ہو کر یورپ کی اقوام سے جنگ کر چکے ہیں۔ ان تمام نے شکستیں کھائی ہیں ان تمام باتوں اور اسباب سے معلوم ہوتا ہے کہ ارادہ الہی جنگ سے ہرگز نہیں ہے۔ یقین رکھو کہ جسمانی تلواروں کے ساتھ ان کا مقابلہ کوئی نہ کر سکے گا۔ خود مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں آخر دعائوں کے ساتھ مقابلہ ہوگا۔ جن کو نہ یہ روک سکتے ہیں اور نہ مقابلہ کر سکتے ہیں۔ اور یہی دعائیں ہوں گی کہ جن سے مخالفوں میں روحانی تبدیلی ہو جائے گی۔

یا جوج ماجوج کے لمبے کانوں سے مراد

یا جوج ماجوج کے ذکر پر فرمایا کہ:-

ان کے لمبے کانوں سے مراد جاسوسی کی مشق ہے جیسے اس زمانہ میں ہم دیکھتے ہیں کہ تار کا سلسلہ اور اخبار وغیرہ سب اسی میں ہیں۔ موجودہ علامات سے عقلمند جانتا ہے کہ اگر خدا تعالیٰ کا ارادہ جنگ کا ہوتا تو مسلمانوں کو نبود آزمائی کے سامان میسر آتے اور ان میں قوت اور برکت بڑھتی مگر اہل اسلام تو دن بدن تنزل پر ہیں اور ان کی یہ حالت ہے کہ اگر ان کو سامان جنگ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ یورپ کی سلطنتوں سے منگواتے ہیں اور خود نہیں تیار کر سکتے۔

۲۲ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

دنیا اور آخرت کی سخنائت

عشاء کی نماز سے قبل جب حضرت اقدس نے مجلس فرمائی تو سید ابو سعید صاحب عرب نے

حضرت اقدس کی خدمت میں عرض کی کہ دعا رَبَّنَا آتِنَا فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً وَفِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً وَقِنَا عَذَابَ النَّارِ (البقرہ: ۲۰۱) کے کیا معنی ہیں اور اس سے کیا مراد ہے۔
حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

انسان اپنے نفس کی خوشحالی کے واسطے دو چیزوں کا محتاج ہے۔ ایک دنیا کی مختصر زندگی اور اس میں جو کچھ مصائب، شدائد، اہتا وغیرہ پیش آتے ہیں۔ ان سے امن میں رہے۔ دوسرے فسق و فجور اور روحانی بیماریاں جو اسے خدا سے دور کرتی ہیں ان سے نجات پاوے تو دنیا کا حسن یہ ہے کہ کیا جسمانی اور کیا روحانی دونوں طور پر یہ ہر ایک بلا اور گندی زندگی اور ذلت سے محفوظ رہے۔ خَلِيقَ الْاِنْسَانِ ضَعِيفًا۔ ایک ناخن میں ہی درد ہو تو زندگی بیزار ہو جاتی ہے میری زبان کے نیچے ذرا درد ہے اس سے سخت تکلیف ہے اسی طرح جب انسان کی زندگی خراب ہوتی ہے جیسے بازاری عورتوں کا گروہ کہ ان کی زندگی کیسی ظلمت سے بھری ہوئی اور بہائم کی طرح ہے کہ خدا اور آخرت کی کوئی خبر نہیں تو دنیا کا حسن یہی ہے کہ خدا ہر ایک پہلو سے خواہ وہ دنیا کا ہو خواہ آخرت کا ہر ایک بلا سے محفوظ رکھے اور فِي الْآخِرَةِ حَسَنَةً میں جو آخرت کا پہلو ہے وہ بھی دنیا کے حسن کا ثمر ہے۔ اگر دنیا کا حسن انسان کو مل جاوے تو وہ فال نیک آخرت کے واسطے ہے یہ غلط ہے جو لوگ کہتے ہیں کہ دنیا کا حسن کیا مانگنا ہے آخرت کی بھلائی ہی مانگو۔ صحت جسمانی وغیرہ ایسے امور ہیں جن سے انسان کو آرام ملتا ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ آخرت کے لئے کچھ کر سکتا ہے اور اس لئے ہی دنیا کو آخرت کی مزرعہ کہتے ہیں کہ درحقیقت جسے خدا دنیا میں صحت، عزت، اولاد اور عافیت دیوے اور عمدہ اعمال صالحہ اس کے ہوں تو امید ہوتی ہے کہ آخرت بھی اس کی اچھی ہوگی۔

سَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰی سَائِلِكُمْ (بنی اسرائیل : ۸۵) بات بہت عمدہ ہے کہ انسان نیکی اور پاکیزگی کی طرف جھک جاوے۔ دنیا میں مختلف فطرتیں ہوتی ہیں جس حد تک ایک سعید پہنچ جاتا ہے۔ اس حد تک ہر ایک انسان نہیں پہنچتا۔ بعض کھوپریاں ایسی ساخت کی ہوتی ہیں کہ اس کھوپری والے انسان سمجھ ہی نہیں سکتے۔ ایک نیک ہوتا ہے وہ بدوں کی مجلس میں جا بیٹھے تو اسے کچھ حظ نہیں آتا۔ اسی طرح ایک بد نیکیوں کی محفل سے کوئی حظ حاصل نہیں کرتا۔ گویا ایک سمندر درمیان میں حائل ہے۔ کہ نہ ادھر کا آدمی ادھر جا سکتا ہے اور نہ ادھر کا ادھر آسکتا ہے۔ ایک ہماری جماعت ہے کہ جو کہیں مان لیتی ہے اور ہر طرح تیار ہیں اور خوب سمجھے ہوئے ہیں اور ایک وہ ہیں کہ جب تک ہمیں دجال کافر وغیرہ نہ کہہ لیں اور گالیاں نہ دے لیں ان کو صبر نہیں

آتا۔ کیا ان کی آنکھیں نہیں یا کان نہیں یا دماغ نہیں۔ سب کچھ ہے مگر کُلَّ یَعْمَلُ عَلَی شَا کَلِیْمَہ۔

۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز پنجشنبہ

ایک الہام

ظہر کے وقت جب حضرت اقدس تشریف لائے تو فرمایا کہ :-
رات کے وقت الہام ہوا ہے

اِنِّی صَادِقٌ صَادِقٌ وَسَیِّئُهُدُّ اللّٰهُ لِی

یعنی میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب اللہ میری شہادت دے گا۔

خبر نہیں کہ کس امر کے متعلق ہے۔ یہ مقدمہ جو اس وقت جہلم میں ہوا ہے یہ تو ایک چھوٹی سی اور شخصی بات ہے اصل مقدمہ ہمارا تو وہ ہے جو کروڑھا آدمیوں کے ساتھ ہے اور جو قیامت تک نفع پہنچانے والا ہے۔

نماز مغرب کے بعد بیرون جات سے تشریف لائے ہوئے احباب نے حضور سے نیاز حاصل کیا۔ طاعون کا حال نو وارد احباب سے حضور دریافت فرماتے رہے۔

اللتواء کے اعتراف کا فصیح و بلیغ جواب

مصر کے اخبار اللتواء کے اعتراف پر حضور نے عربی میں جو رسالہ تحریر فرمایا ہے اس کی فصاحت پر مولوی عبدالکریم اور مولوی نور الدین صاحبان کلام کرتے رہے کہ انشاء اللہ بہت ہی سعید رو میں عرب میں ہوں گی جو اسے دیکھ کر عاشق زار ہو جائیں گی۔ حکیم صاحب بیان کرتے تھے کہ میں حیران ہو ہو جاتا تھا اور جی چاہتا تھا کہ سجدہ کر دوں پھر حیران ہوتا کہ کون کون سے لفظ پر سجدہ کر دوں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ :-

ہمارا مطلب یہی ہے کہ چونکہ ہر وقت موقعہ نہیں ہوتا اکثر کام اردو زبان میں ہوتا ہے اس لئے دو ہزار چھپوا لیا جاوے جہاں کہیں عرب میں بھیجنے کی ضرورت ہوگی بھیج دیا۔ مخالفت میں بھی

ہمارے لئے برکت ہوتی ہے اور جو لکھتا ہے ہماری خیر کے لئے لکھتا ہے ورنہ پھر تحریک کیسے ہو۔

عیسائیت اختیار کرنے والے مسلمان

لوگوں کے عیسائی ہونے کے ذکر پر فرمایا کہ :-

اصل سچی بات یہی ہے کہ جہاں لوگوں کے جن کی فطرت میں خدا تعالیٰ نے سعادت رکھی ہے اور وہ احقاقِ حق چاہتے ہیں باقی سب اکل و شرب کے واسطے عیسائی ہوتے ہیں اور اسلام سے ان کو کوئی مناسبت نہیں رہتی۔

اسلام میں تقویٰ، طہارت، پاکیزگی، صوم و صلوة وغیرہ سب بجالانا پڑتا ہے وہ لوگ اسے بجا نہیں لاسکتے حقیقت اسلام کی طرف نظر کی جاوے تو جن کی فطرت میں عیاشی بھری ہوئی ہے ان کو لے کر (یعنی مسلمان کر کے) ہم کیا کریں۔ جہاں کہیں ان کی نفسانی اغراض پوری ہوں گی وہ وہاں ہی رہیں گے ان کو مذہب اسلام سے کیا کام۔ جب ان کی اغراض میں فرق آئے پھر وہاں سے چلے جائیں گے۔ ایسے لوگ بہت ہیں مگر ان کے لانے سے کیا فائدہ؟ اس شخص کو لانا چاہئے جسے اول پہچانا جائے کہ اس کے اندر اسلام کو قبول کرنے کا مادہ موجود ہے تزکیہ نفس اور تقویٰ اختیار کر سکے گا اور ذرا سے اتلا سے گھبرانہ جائے گا تو ایسا شخص اگر مشرف باسلام ہووے تو اس سے فائدہ ہوا کرتا ہے۔ میری طبیعت بیزار ہوتی ہے خواہ کوئی ہندو میرے پاس آوے یا عیسائی۔ مگر دنیا کے گند سے بھرا ہوا ہو کہ جب ذکر کرتا ہے تو دنیا کا اور جو خیال ہے دنیا کا۔ تو ایسے آدمی کو مسلمان کر کے کیا کیا جائے گا؟ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ایسا ہی تھا۔ جو لوگ متقی نہ رہے آخر وہ کافر ہو گئے۔ ہماری جماعت کو چاہئے کہ تقویٰ میں ترقی کرے۔ علیہ السلام

لہٰذا حکم میں ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کی ڈائری کا آخری حصہ ذرا مفصل الفاظ میں یوں ہے :-

ہمارے کام کے تو وہ لوگ ہو سکتے ہیں جو اسلامی احکام کی پابندیوں کا بوجھ اٹھا سکیں اور تقویٰ و طہارت سے تزکیہ نفس کریں۔ اس لئے بہت بھرتی بھرنے کی کوئی ضرورت نہیں پس کوئی ایسا شخص خواہ وہ ہندو ہو یا عیسائی ہمارے پاس آتا ہے اور اس کی خواہشوں میں گند بھرا ہوا ہے کہ جب ذکر کرتا ہے دنیا کا اور نفسانی اغراض کا وہ ہمارے مطلب کا کیسے ہو سکتا ہے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بھی اکرام متقی ہی کا تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے بقرہ ماہی اکلے سلوہ

سفر کریں تو دین کی نیت سے کریں

عصر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو احباب میں سے ایک نے خواجہ کمال الدین صاحب کی وساطت سے سوال کیا کہ دربار دہلی میں شامل ہونے کا بہت شوق ہے۔ اگر اجازت ہو تو ہو آؤں۔ میں تو دل کو بہت روکتا ہوں مگر پھر بھی خیال غالب رہتا ہے کہ ہو آؤں۔

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا کہ

ہو آؤں کیا حرج ہے۔ ایک کتاب میں لکھا ہے کہ جنید بغدادی علیہ الرحمۃ کو ایک دفعہ خیال آیا کہ سفر کو جانا چاہئے پھر سوچا کس واسطے جاؤں تو سمجھ میں نہ آیا کہ کس ارادہ اور نیت سے جانا چاہتے ہیں اس لئے پھر ارادہ ترک کیا حتیٰ کہ سفر کا خیال غالب آیا اور آپ جب اسے مغلوب نہ کر سکے تو اس کو ایک تحریک الہی خیال کر کے نکل پڑے اور ایک طرف کوچلے۔ آگے جا کر کیا دیکھتے ہیں کہ ایک درخت کے تلے ایک شخص بے دست و پا پڑا ہے۔ اس نے ان کو دیکھتے ہی کہا کہ اے جنید! میں کتنی دیر سے تیرا منتظر ہوں تو دیر لگا کر کیوں آیا۔ تب آپ نے کہا کہ اصل میں تیری ہی کشش تھی جو مجھے بار بار مجبور کرتی تھی تو اسی طرح ہر ایک امر میں ایک کشش قضا و قدر میں مقدر ہوتی ہے وہ پوری نہ ہو تو آرام نہیں آتا۔ آپ سفر کریں تو دین کی نیت سے کریں دنیا کی نیت سے جو سفر ہوتا ہے وہ گناہ ہوتا ہے اور انسان تب ہی درست ہوتا ہے کہ ہر ایک بات میں کچھ نہ کچھ اس کا رجوع دین کا ہو۔ ہر ایک مجلس میں اس نیت سے جاوے کہ کچھ پہلو دین کا حاصل ہو۔ حدیث شریف میں لکھا ہے کہ ایک شخص نے مکان بنوایا۔ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں عرض کی کہ آپ وہاں تشریف لے چلیں تو آپ کے قدموں سے برکت ہو۔ جب وہاں حضرت گئے تو آپ نے ایک دریچہ دیکھا پوچھا کہ یہ کیوں رکھا ہے اس نے عرض کی کہ ہوا ٹھنڈی آتی

بقیہ حاشیہ صفحہ گذشتہ

إِنَّ أَلْوَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتَشْكُرُونَ (الحجرات ۳۰) یعنی اللہ تعالیٰ کے نزدیک معزز و مکرم وہی ہے جو متقی ہے۔ پس رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اللہ کے نزدیک جو مکرم ہے وہی ہمارے نزدیک مکرم ہو سکتا ہے اور وہ متقی ہوتا ہے اس کے سوا منافق۔ ہم اپنی جماعت کے لئے یہی چاہتے ہیں کہ وہ تقویٰ میں ترقی کرے اور اگر باہر سے کوئی آوے تو وہ ایسا ہونا چاہئے جو متقی بننا چاہتا ہو ورنہ بدنام کرنے والا نہ ہو۔

(مجموعہ جلد ۲ نمبر ۲۰ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء)

رہے۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تو یہ نیت کر لیتا کہ اذان کی آواز سنائی دے تو ہوا بھی ٹھنڈی آتی رہتی اور ثواب بھی ملتا۔

سفر سے پہلے استخارہ اور اس کا طریق

پھر حضرت اقدس نے فرمایا کہ:-

آپ استخارہ کر لیں۔ استخارہ اہل اسلام میں بجائے مہورت کے ہے چونکہ ہندو شرک وغیرہ کے مرتکب ہو کر شکن وغیرہ کرتے ہیں اس لئے اہل اسلام نے ان کو منع کر کے استخارہ رکھا۔ اس کا طریق یہ ہے کہ انسان دو نفل پڑھے۔ اول رکعت میں سورۃ **قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ** (اکافرون : ۲ تا ۷) پڑھ لے اور دوسری میں **قُلْ هُوَ اللَّهُ** (سورۃ الاغلاص : ۵ تا ۲) التیحات میں یہ دعا کرے۔

”یا الہی میں تیرے علم کے ذریعہ سے خیر طلب کرتا ہوں اور تیری قدرت سے قدرت مانگتا ہوں کیونکہ تجھی کو سب قدرت ہے مجھے کوئی قدرت نہیں اور تجھے ہی سب علم ہے مجھے کوئی علم نہیں اور تو ہی چھپی باتوں کا جاننے والا ہے الہی اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے حق میں بہتر ہے بلحاظ دین اور دنیا کے تو تو اتنے میرے لئے مقدر کر دے اور آسان کر دے اور اس میں برکت دے اور اگر تو جانتا ہے کہ یہ امر میرے لئے دین اور دنیا میں شر ہے تو تو مجھ کو اس سے باز رکھ۔“

اور اگر وہ امر اس کے لئے بہتر ہو گا تو خدا تعالیٰ اس کے لئے اس کے دل کو کھول دے گا ورنہ طبیعت میں قبض ہو جائے گی۔ یہ دل بھی عجیب شے ہے جیسے ہاتھوں پر انسان کا تصرف ہوتا ہے کہ جب چاہے حرکت دے۔ دل اس طرح اختیار میں نہیں ہوتا۔ اس پر اللہ تعالیٰ کا تصرف ہے۔ ایک وقت میں ایک بات کی خواہش کرتا ہے پھر تھوڑی دیر کے بعد اسے نہیں چاہتا۔ ہوا میں اندر سے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف سے چلتی ہیں۔

ایک حق جو پنڈت سے مکالمہ

دو تین روز سے لاہور کے ایک معزز اور قدیمی رئیس خاندان کے ایک پنڈت صاحب دارالامان میں تشریف لائے ہوئے تھے حضرت اقدس کی زیارت اور آپ سے استفادہ ان کا مقصد تھا۔ ۳۱ دسمبر کی شام کو حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے ان کا جو مکالمہ ہوا اسے ہم ذیل میں درج

کرتے ہیں (ایڈیٹر)

گناہ سوز فطرت کیونکر پیدا ہو

حضرت اقدسؒ۔ آپ نے کون کونسی کتاب دیکھی ہے؟

پڑت صاحب۔ مثنوی مولانا روم صاحب اپنشد اور کئی مذہبی فقراء کی کتابیں مگر انسان کا اپنے نفس پر قابو پانا مشکل ہے یہ بالضرور انسان کو گناہ کی طرف لے جاتا ہے۔

حضرت اقدسؒ۔ اصل بات یہ ہے کہ جس طرح طبیب کے پاس کوئی بیمار جاتا ہے تو اس وقت تک وہ اس کا علاج نہیں کر سکتا۔ جب تک وہ یہ تشخیص نہ کر لے کہ مرض کا اصل سبب کیا ہے اور جب وہ مرض کا اصل سبب معلوم کر لیتا ہے تو پھر وہ اس کا علاج تجویز کرتا ہے۔ لیکن جب تک پورے پورے طور پر مرض کی تشخیص نہیں ہوتی تو وہ عمدہ طور پر اس کا علاج نہیں سوچ سکتا۔ ٹھیک یہی حال گناہ کا ہے کیونکہ گناہ ایک روحانی بیماری ہے جب تک اس کی ماہیت معلوم نہیں ہوتی۔ اس وقت تک انسان گناہ سے بچ نہیں سکتا۔ اس پر یہ سوال ہو سکتا ہے کہ انسان گناہ کی طرف کیوں جھکتا ہے اور یہ گناہ کا خیال پیدا ہی کیوں ہوتا ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ عام طور پر دکھا جاتا ہے کہ اس وقت تک انسان گناہ کرتا ہے جب تک وہ خدا سے بے خبر رہتا ہے بھلا کیا کوئی شخص جو چوری کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ گھر کا مالک جاگتا ہو اور روشنی بھی ہو یا اس وقت کرتا ہے؟ جبکہ گھر کا مالک سویا ہوا ہو اور ایسا اندھیرا ہو کہ کچھ دکھائی نہ دیتا ہو؟ صاف ظاہر ہے کہ وہ اس وقت چوری کرتا ہے جب وہ یقین کرتا ہے کہ مالک بے خبر ہے اور روشنی نہیں ہے۔ اسی طرح پر ایک شخص جو گناہ کرتا ہے وہ اس وقت کرتا ہے جبکہ خدا سے بے خبر ہو جاتا ہے اور اس کو اس پر کچھ یقین نہیں ہوتا نہ اس وقت جبکہ اس کو یقین ہو کہ خدا ہے۔ اور وہ اس کے اعمال کو دیکھتا ہے اور اس کو سزا دے سکتا ہے اور یہ علم ہو کہ اگر میں کوئی کام اس کی خلاف مرضی کروں گا تو وہ اسکی سزا دے گا۔ جب یہ علم اور یقین خدا کی نسبت ہو تو پھر گناہ کی طرف میل اور توجہ نہیں ہو سکتی۔ جب انسان یہ یقین رکھتا ہے کہ میں ہمیشہ اس کے ماتحت ہوں اور وہ میری بد اعمالیوں کی سزا دے سکتا ہے اور میرے اعمال کو دیکھتا ہے پھر جرات نہیں کر سکتا۔ جیسے ایک بھیڑ کو بھیڑیے کے سامنے ہانڈہ دیا جاوے تو کسی دوسرے کے کہیف کی طرف جانا درکنار اس کے سامنے کتنا ہی گھاس کھانے کے لئے ڈالا جاوے تو وہ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہیں دیکھے گی کیونکہ ایک خوف جان اس پر قلبہ نکلے ہوئے ہے۔ پس جبکہ خوف ایک وحشی جانور تک اپنا اتنا اثر کر سکتا ہے کہ وہ کھانا تک چھوڑ دیتا ہے تو پھر انسان جب اپنے آپ کو خدا تعالیٰ کے سامنے اسی

طرح سمجھے۔ اور یقین کرے کہ وہ دیکھتا ہے اور گناہ پر سزا دیتا ہے تو اس یقین کے بعد گناہ کی طرف متوجہ نہیں ہو سکتا بلکہ وہ یقین رکھتا ہے کہ وہ صاعقہ کی طرح اس پر گرے گا اور تباہ کر دے گا۔ پس یہ خوف جو خدا تعالیٰ کو بزرگ و برتر اور قدرت والا ماننے سے پیدا ہوتا ہے اس کو گناہ سے بچانے کا اور یہ سچا ایمان پیدا کرے گا۔ یہ بھی یاد رکھنا چاہئے کہ گناہ دو قسم کے ہوتے ہیں۔

گناہ کبیرہ و صغیرہ

ایک گناہ کبیرہ کہلاتے ہیں جیسے چوری کنا، زنا، ڈاکہ، وغیرہ موٹے موٹے گناہ کہلاتے ہیں دوسرے صغیرہ جو بظاہر بشریت کے انسان سے سرزد ہو جاتے ہیں باوجودیکہ انسان اپنے آپ میں بڑا ہی بچتا اور محتاط رہتا ہے مگر بشریت کے تقاضے سے بعض ناسزا امور اس سے سرزد ہو جاتے ہیں۔ جو دوسری قسم کے گناہ ہیں۔ اسی طرح پر گناہ کے دور ہونے کے بھی دو ذریعے ہیں۔ اول وہ ذریعہ ہے کہ بہت سے گناہ ایسے ہیں جو اللہ تعالیٰ کے غلبہ خوف کے سبب سے دور ہو جاتے ہیں یعنی استیلاء خوف الہی ایک بھی ایسی شے ہے جو گناہوں کو دور کرتی ہے اور ان سے بچاتی ہے۔ یہ ذریعہ ایسا ہے جیسے پولیس کے خوف سے انسان قانون کی خلاف ورزی سے بچتا ہے۔ پھر دوسرا ذریعہ گناہوں سے بچنے کا یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی رحمت پر اطلاع پانے کے بعد اس کی محبت بڑھتی ہے اور پھر اس محبت سے گناہ دور ہوتے ہیں۔ ان دونوں ذریعوں سے بھی گناہ دور ہوتے ہیں۔

ایک اور قسم کے لوگ ہیں جو چاہتے ہیں کہ گناہ ان سے سرزد نہ ہو مگر وہ کچھ ایسے غفلت میں پڑ جاتے ہیں اور بھول جاتے ہیں کہ گناہ ہو ہی جاتے ہیں لیکن یہ امر انسان کی فطرت اور رگ و ریشہ میں رچا ہوا ہے کہ وہ شدت خوف سے بچتا ہے جیسے میں نے کہا کہ شیر کے سامنے اگر بکری کو باندھ دیوں میں تو کھاس نہیں کھا سکتی یا حاکم کے سامنے کوئی انسان اکڑ کر کھڑا نہیں ہو سکتا بلکہ وہ اس کے سامنے نہایت عاجزی اور احتیاط سے خاموش کھڑا ہو گا۔ یہ احتیاط اور عجز اور خوف اور حاکم کے رعب اور حکومت کا نتیجہ ہے لیکن یہی نتیجہ محبت سے بھی پیدا ہوتا ہے جب ایک شخص اپنے محسن کے سامنے جاتا ہے تو وہ اس کے احسان کو یاد کر کے خود بخود نرم اور محتاط ہو جاتا ہے اور ایک جا اس کی آنکھوں میں پیدا ہوتا ہے۔ محسن کے ساتھ محبت بڑھتی ہے جیسے کوئی شخص کسی کا قرضہ ادا کر دے تو وہ اس سے کس قدر محبت کرتا ہے پھر اس محبت کے تقاضے سے وہ اس کی خلاف ورزی اور خلاف مرضی کرنا نہیں چاہتا یہ فرماں برداری اور اطاعت محبت ذاتی سے پیدا ہوتی ہے اسی طرح پر انسان کو اگر خدا تعالیٰ کے احسانات کا علم ہو جو اس پر اس نے کئے ہیں تو وہ اس کی محبت ذاتی کی وجہ سے گناہوں سے بچے گا اور بھر کوئی تحریک اس طرف نہیں لے جا سکتی اس کی

ایسی ہی مثال ہے کہ جیسے کوئی بادشاہ کسی ماں کو حکم دیوے اگر تم اس بچے کو دکھ دو گی اور دودھ نہ دو گی یہاں تک کہ اگر وہ بچہ مر بھی جاوے تو تم کو کوئی سزا نہ ملے گی بلکہ ہم انعام دیں گے تو وہ ہرگز ہرگز اس کی قبیل نہ کرے گی اور ایسا کرنا پسند نہیں کرے گی۔ اس لئے کہ اس کی فطرت میں بچہ کے ساتھ محبت کا ایک جوش ہے اور یہ جوش محبت ذاتی کا جوش ہے پس انسان جب خدا تعالیٰ کے ساتھ اس قسم کی محبت کرنے لگتا ہے تو پھر اس سے جو نیکیاں صادر ہوتی ہیں اور وہ گناہوں سے بچتا ہے تو وہ کسی طمع یا خوف سے نہیں بلکہ اسی محبت ذاتی کے تقاضے سے۔

محبت ذاتی کا یہ نشان ہے کہ اگر محبت ذاتی والے کو یہ بھی معلوم ہو جائے کہ اس کے اعمال کی پاداش میں اس کو بجائے بہشت کے دوزخ ملے گا یا اسے معلوم ہو کہ ان پر کوئی نتیجہ مرتب نہ ہو گا اور بہشت دوزخ کوئی چیز ہی نہیں جس کے خوف یا جس کی طمع کے لئے وہ احکام کی بجا آوری کرے تب بھی اس کی محبت میں کوئی فرق نہ آئے گا کیونکہ یہ خوف اور رجا کے پہلوؤں کو دور کر کے فطرت کا رنگ پیدا کرتی ہے محبت ذاتی کا یہ خاصہ ہے کہ جب انسان کے اندر نشوونما پاتی ہے تو ایک آگ پیدا کر دیتی ہے جو اندر کی نجاستوں کو جلا کر صاف کرتی ہے یہ آگ ان نجاستوں کو جلاتی ہے جن کو تیم و رجا جلا نہ سکتے تھے پس یہ مقام انسان کے لئے تکمیل کا مقام ہے اور اس جگہ تک اسے پہنچنا ضروری ہے۔

بہشت صاحب۔ میں خدا کا مکر نہیں ہوں اور نہ اس کا بغض ہونے کا مکر۔

حضرت اقدس۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ پر ایمان دو قسم کا ہے ایک وہ ایمان ہے جو صرف زبان تک محدود ہے اور اس کا اثر افعال اور اعمال پر کچھ نہیں۔ دوسری قسم ایمان باللہ کی یہ ہے کہ عملی شادتیں اس کے ساتھ ہوں پس جب تک یہ دوسری قسم کا ایمان پیدا نہ ہو۔ میں نہیں کہہ سکتا کہ ایک آدمی خدا کو مانتا ہے یہ بات میری سمجھ میں نہیں آتی کہ ایک شخص خدا تعالیٰ کو مانتا بھی ہو اور پھر گناہ بھی کرتا ہو۔ دنیا کا بہت بڑا حصہ پہلی قسم کے ماننے والوں کا ہے میں جانتا ہوں کہ وہ لوگ اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں مگر یہ دیکھتا ہوں کہ اس اقرار کے ساتھ ہی وہ دنیا کی نجاستوں میں جلا اور گناہ کی کدورتوں سے آلودہ ہیں پھر وہ کیا بات ہے کہ وہ خاصہ جو ایمان باللہ کا ہے اس کو حاضر ناظران کر پیدا نہیں ہوتا؟ دیکھو! انسان ایک ادنیٰ درجہ کے چھڑے ہمار کو حاضر ناظر دیکھ کر اس کی چیز نہیں اٹھاتا پھر اس خدا کی مخالفت اور اسکے احکام کی خلاف ورزی میں دلیری اور جرات کین کرتا ہے جس کی بابت کتا ہے مجھے اس کا اقرار ہے میں اس بات کو مانتا ہوں کہ دنیا کے اکثر لوگ ہیں جو اپنی زبان سے اقرار کرتے ہیں کہ ہم خدا کو مانتے ہیں کوئی پر میشر کتا ہے

کوئی گاؤں کہتا ہے کوئی اور نام رکھتا ہے۔ مگر جب عملی پہلو سے ان کے اس ایمان اور اقرار کا امتحان لیا جاوے اور دیکھا جاوے تو کہنا پڑے گا کہ وہ زائد دعویٰ ہے جس کے ساتھ عملی شہادت کوئی نہیں۔

انسان کی فطرت میں یہ امر واقعہ ہے کہ وہ جس چیز پر یقین لاتا ہے اس کے نقصانات سے بچنے اور اس کے منافع کو لینا چاہتا ہے دیکھو سکھیا ایک زہر ہے اور انسان جبکہ اس بات کا علم رکھتا ہے کہ اس کی ایک رتی بھی ہلاک کرنے کو کافی ہے تو کبھی وہ اس کو کھانے کے لئے دلیری نہیں کرتا اس لئے کہ وہ جانتا ہے کہ اس کا کھانا ہلاک ہوتا ہے پھر کیوں وہ خدا تعالیٰ کو مان کر ان نتائج کو پیدا نہیں کرتا جو ایمان باللہ کے ہیں۔ اگر سکھیا کے برابر بھی اللہ تعالیٰ پر ایمان ہو تو اس کے جذبات اور جوشوں پر موت وارو ہو جاوے مگر نہیں۔ یہ کہنا پڑے گا کہ نزا قول ہی قول ہے ایمان کو یقین کا رنگ نہیں دیا گیا ہے یہ اپنے نفس کو دھوکا دیتا ہے اور دھوکا کھاتا ہے جو کہتا ہے کہ میں خدا کو مانتا ہوں۔

پس پہلا فرض انسان کا یہ ہے کہ وہ اپنے اس ایمان کو درست کرے جو وہ اللہ پر رکھتا ہے یعنی اس کو اپنے اعمال سے ثابت کر دکھائے کہ کوئی فعل ایسا اس سے سرزد نہ ہو جو اللہ تعالیٰ کی شان اور اس کے احکام کے خلاف ہو۔

یہ دھوکا جو انسان کو لگتا ہے کہ وہ خدا کو مانتا ہے باوجودیکہ عملی شہادت اس ایمان کے ساتھ نہیں ہوتی درحقیقت یہ بھی ایک قسم کی مرض ہے جو خطرناک ہے مرض دو قسم کی ہوتی ہے ایک مرض مختلف ہوتی ہے یہ وہ ہوتی ہے جس کا درد محسوس ہوتا ہے جیسے سردی یا درد گردہ وغیرہ۔ دوسری قسم کی مرض مستوی کہلاتی ہے اس مرض کا درد محسوس نہیں ہوتا اور اس لئے مریض ایک طرح اس کے علاج سے تنابل اور غفلت کرتا ہے جیسے برص کا داغ ہوتا ہے بظاہر کوئی درد یا دکھ محسوس نہیں ہوتا لیکن آخر کو یہ خطرناک نتائج پیدا کرتا ہے پس خدا پر ایسا ایمان جو عملی شہادتیں ساتھ نہیں رکھتا ہے ایک قسم کی مرض مستوی ہے۔ صرف رسم و عادت کے طور پر مانتا ہے یا یہ کہ باپ دادا سے سنا تھا کہ کوئی خدا ہے اس لئے مانتا ہے اپنی ذات پر محسوس کر کے کب اس نے اللہ کا اقرار کیا؟ یہ اقرار جس دن اس رنگ میں پیدا ہوتا ہے ساتھ ہی گناہوں کے میل کچیل کو جلا کر صاف کر دیتا ہے اور اس کے آثار ظاہر ہونے لگتے ہیں جب تک آثار ظاہر نہ ہوں، ماننا نہ ماننا برابر ہے اس کی وجہ یہی ہے کہ یقین نہیں ہوتا اور یقین کے بغیر ثمرات ظاہر نہیں ہو سکتے دیکھو جن خطرات کا انسان کو یقین ہوتا ہے ان کے نزدیک ہرگز نہیں جاتا مثلاً یہ خطرہ ہو کہ مگر

کا شہتیر ٹوٹا ہوا ہے تو وہ کبھی بھی اس کے نیچے جانے اور رہنے کی دلیری نہ کرے گا یا یہ معلوم ہو کہ فلاں مقام پر سانپ رہتا ہے اور وہ رات کو پھرا بھی کرتا ہے تو کبھی یہ رات کو اٹھ کر وہاں نہ جائے گا کیونکہ اسکے نتائج کا قطعی اور یقینی علم رکھتا ہے پس اگر خدا کو مان کر ایک پیسہ کے سکھیا جتنا بھی اثر اور یقین نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ کچھ بھی نہیں مانتا اور اصل یہ ہے کہ ساری خرابی کی جڑ گمان کی کوتاہی ہے۔

چڈت صاحب۔ میرا اصل فضاء تو یہ ہے کہ خدا کی ہستی پر تو ایمان ہے مگر پھر بھی گناہ ہوتے

ہیں۔

حضرت اقدس۔ آپ کیوں کہتے ہیں کہ ایمان ہے۔ ایمان تو انسان کے نفسانی جذبات کو مرودہ کرتا ہے اور گناہ کی قوتوں کو سلب کر دیتا ہے۔ آپ کو یہ سوال کرنا چاہئے کہ گناہ سے بچنے کا کیا علاج ہے میں یہ کبھی نہیں مان سکتا کہ ایمان بھی ہو اور گناہ بھی ہو۔ ایمان روشنی ہے اس کے سامنے گناہ کی ظلمت رہ نہیں سکتی جھلا یہ کبھی ہو سکتا ہے کہ دن بھی چڑھا ہوا ہو اور رات کی تاریکی بھی بدستور موجود ہو یہ نہیں ہو سکتا پس اصل سوال یہ رہ جاتا ہے کہ گناہ سے کیونکر بچیں اس کا علاج وہی ہے جو میں نے بیان کر دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ پر سچا ایمان پیدا ہو۔

چڈت صاحب۔ بے شک میرا یہ کہنا کہ میں خدا کو مانتا ہوں اپنے آپ کو دھوکا دینا ہے حضرت اقدس۔ پس یہی اصل بات ہے جب تک عملی شہادتیں ساتھ نہ ہوں یہ نفس کا دھوکا ہے جو کہتا ہے کہ مانتا ہوں سچا ایمان گناہ کو باقی نہیں رہنے دیتا اور سچا ایمان کیونکر پیدا ہوتا ہے۔ آپ یاد رکھیں جو مریض طبیب کے پاس جاتا ہے تو طبیب اس کی مرض کو تشخیص کر کے ایک علاج بتا دیتا ہے اس کا فرض ہے کہ بیمار کو متنبہ کر دے علاج کرنا نہ کرنا مریض کا اپنا اختیار ہے وہ یہ بتا دے گا کہ داغ لگانے کی جگہ ہے تو داغ دو یا جو تک لگاؤ وغیرہ یعنی جو علاج ہو وہ بتا دے گا اسی طرح پر ہم اصل علاج بتا دیتے ہیں کرنا نہ کرنا ہر شخص کے اپنے اختیار میں ہے۔

پس اصل بات یہ ہے کہ جب خدا تعالیٰ ان آنکھوں سے نظر نہیں ہٹاتا اور نہ ان حواس سے ہم اس کو محسوس کر سکتے ہیں کیونکہ اگر وہ ان محسوسات میں سے ہوتا جن کے لئے یہ حواس ہیں تو بے شک وہ نظر آجاتا یا محسوس ہو سکتا مگر ان حواس میں سے کوئی حس اس کے لئے بکار نہیں۔ اس کی شناخت کے خاص وسائل ہیں اور اور حواس ہیں جو حکیموں، برہمنوں اور فلاسفوں نے بجائے خود کھریں ماری ہیں لیکن وہ سب غلطیوں میں مبتلا ہیں اور وہ ایمان جو انسان کی زندگی میں ایک حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دیتا ہے ان کو نصیب نہیں ہوا جب خود ان کی یہ حالت ہے تو وہ دوسروں کے لئے ہادی اور رہنما کیونکر ہو سکتے ہیں جو خود مشکلات میں مبتلا ہیں اور جن کو خود سیکھنا

اور اطمینان نہ ہو وہ اوروں کے لئے کیا اطمینان کا موجب ہوں گے اس سلسلہ کی راہ کے چراغ دراصل انبیاء علیہ السلام ہیں۔ پس جو شخص چاہتا ہے کہ وہ نور ایمان حاصل کرے اس کا فرض ہے کہ اس راہ کی تلاش کرے اور اس پر چلے بدوں اس کے ممکن نہیں کہ معرفت اور سچائی ان مل سکے جو گناہ سے بچاتا ہے اور ہر ایک شخص فیصلہ کر سکتا ہے کہ کس شے کا اتباع اس وقت حقیقی ایمان اور گمان پیدا کر دیتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ جب انسان سچائی پر قدم مارنے لگتا ہے تو اس کو مشکلات اور ابتلا پیش آتے ہیں برادری اور قوم کا ڈرا سے دھمکاتا ہے لیکن اگر وہ فی الحقیقت سچائی سے پیار کرتا ہے اور اس کی قدر کرتا ہے تو وہ ان ابتلاؤں سے نکل جاتا ہے ورنہ ابتلا اس کا نفاق ظاہر کر دیتا ہے۔ مومن کے لئے ضروری ہوتا ہے کہ وہ دیوانہ بنے کسی ننگ و عار کی سچائی کے لئے پروانہ کرے جب تک وہ ان قیود کا پابند ہے وہ مومن نہیں ہو سکتا۔

از عمل ثابت کن آں نورے کہ در ایمان تست
دل چو دادی یوسنے را راہ کھلاں را گزینے

۲۷ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز شنبہ

دربار دہلی کے موقع پر میموریل کی اشاعت

ظہر کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو مولوی محمد علی صاحب ایم۔ اے نے عرض کی کہ
دربار دہلی پر جو میموریل روانہ کرنا ہے وہ طبع ہو کر آگیا ہے حضور نے حکم دیا کہ
اسے کثرت سے تقسیم کیا جائے کیونکہ اس سے ہماری جماعت کی عام شہرت ہوتی ہے اور
ہمارے اصولوں کی واقفیت اعلیٰ حکام کو ہوتی ہے اور اس کی اشاعت ہوتی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے متعلق ایک پادری کی تصنیف

عصر کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام تشریف لائے تو آپ کو خبر دی گئی کہ ایک
پادری صاحب بنام گرسفورڈ نے ایک کتاب اپنے زعم میں آپ کے دعویٰ کی تردید میں لکھی ہے
اس کا نام رکھا ہے ”نیرزا غلام احمد قادیان کا مسیح اور مہدی“ مگر حضور کے دعویٰ اور دلائل کو
خوب مفصل بیان کیا ہے اور اس کی اشاعت امریکہ میں بہت کی گئی ہے اس پر ذکر ہوتا رہا کہ اللہ

تعالیٰ نے ایک اشاعت کا ذریعہ بنایا ہے اس کی وہی مثال ہے کہ۔
 عدو شود سب خیر گر خدا خواہد

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ
 پھر تو ہم کو بھی ضرور لکھنا چاہئے جب انہوں نے بطور ہدیہ کے کتاب ہمیں بھیجی تو ہمیں بھی
 ہدیہ بھیجنا چاہئے یہ خدا تعالیٰ کے کام ہیں۔ مخالفوں کی توجہ سے بہت کام بنتا ہے میں نے آزمایا ہے
 کہ جہاں مخالف ٹھوکر کھاتا ہے وہاں ہی ایک بڑی حکمت کی بات ہوتی ہے۔

جو بات سمجھ نہ آئے دریافت کو لینی چاہیئے

حسب دستور حضرت اقدس قبل از نماز عشاء تشریف لائے ایک خادم کی نسبت ایک شخص کو
 غلط فہمی ہوئی تھی کہ اس نے نعوذ باللہ حضرت کے کسی فضل پر اعتراض کیا ہے کہ ایسا نہیں کرنا
 چاہئے تھا جب اس بیچارے کو خبر ہوئی تو اس نے مولانا عبدالکریم صاحب کی خدمت میں آکر اصل
 واقعہ بتلایا اور عرض کی 'راوی کو غلط فہمی ہوئی ہے ورنہ میرا ایمان ہے کہ حضور کا ہر فعل، فعل الہی
 ہے جس پر اعتراض کرنا سخت درجہ کا کفر اور ضلالت ہے مولانا مولوی عبدالکریم صاحب نے اٹھ
 کراصل واقعہ حضرت اقدس کی خدمت میں گزارش کیا اور خود اس خادم نے بھی عرض کی جس پر
 حضرت اقدس نے فرمایا کہ

اواکل میں جماعت میں ایسی بات ہوا کرتی ہے اسی طرح جب پیغمبر خدا (صلی اللہ علیہ وسلم)
 مدینہ میں تشریف لائے تھے تو آپ نے کچھ زمین ایک صحابی سے خریدنی چاہی تو اس نے کہا کہ میں
 نے اپنے لڑکوں کے لئے رکھی ہے حالانکہ سب کچھ تو آپ کے ہاتھ پر فروخت کر چکا ہوا تھا آخر
 وہی اصحاب تھے کہ جنہوں نے سب دینی ضرورتوں کو مقدم رکھا اور اپنی جانوں تک کو قربان کر دیا۔
 ہماری جماعت کو چاہئے کہ ہمیشہ خیال رکھے کہ بعض امور تو سمجھ میں آسکتے ہیں اور بعض نہیں
 آسکتے تو جو سمجھ میں نہ آیا کریں ان کو پس پشت نہ کیا جاوے وہ دریافت کر لینے چاہئیں۔ نیکی اسی کا
 نام ہے ورنہ جہاں اعمال ہو جاتا ہے یہ ہمارا معاملہ اور کاروبار سب خدا کا ہے ہمارے نفس کو اس
 میں دخل نہیں ہم نے اس خطا کو بخشا اور معاف کیا۔

۲۸ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز یکشنبہ

ہر ایک ہلاکت کی راہ سے پرہیز کیا جائے

ظہر کے وقت مولوی عبدالکریم صاحب نے ایک احمدی بھائی کی طرف حضرت اقدس کو توجہ دلائی کہ جن کے دانت میں کرکٹ کھیلنے سے ضرب آگئی تھی اور نیچے کالب بالکل پھٹ گیا تھا حضرت اقدس نے فرمایا

تجرب ہے کہ دیدہ دانستہ اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالا جاتا ہے اس جگہ کی یہ تعلیم نہیں ہے کہ ہر ایک قسم کے شر اور بدعت میں اپنے آپ کو ڈالا جائے بلکہ یہ ہے کہ ہر ایک ہلاکت کی راہ سے پرہیز کیا جائے۔ لیاقت علی اور شئے ہے۔ کیا اگر انسان کو کوئی کھیل نہ آتی ہو تو اس کی لیاقت میں فرق آجاوے گا جن لوگوں کی یہ کھیل ایجاد ہے وہ تو مست ہیں ان کو تلفِ جان کی پروا نہیں مگر ہمیں تو پروا ہے۔

تعبیر رؤیا میں ناموں کا بڑا دخل ہے

مغرب و عشاء کے درمیان چند ایک احباب نے اپنی اپنی رؤیا سنائیں ناموں کی نسبت آپ نے فرمایا کہ

خوابوں میں ناموں کے الفاظ پر بڑا دارومدار ہوتا ہے تقاضوں کے واسطے ہمیشہ نام کے معانی کی طرف غور کرنا چاہئے۔ لہذا سلسلہ نہ دیکھے نام کو دیکھ لے۔

خواب میں دشمن سے بھاگنے کی تعبیر

خواب میں دشمن سے بھاگنا۔ اس پر فرمایا کہ اس کے یہ مننے ہوتے ہیں کہ دشمن پر فتح ہوگی۔ اس کی نظیر میں معجوں نے موسیٰ علیہ السلام کے قصہ کو پیش کیا ہے کہ موسیٰ فرعون سے بھاگے وہ دشمن تھا انجام کار آپ ہی فرعون پر غالب آئے۔

غیر معمولی ملاقات

قبل دیدہ حضرت اقدس علیہ السلام کے حضور بعض احباب کو شرف قدم بوسی حاصل ہوا جناب ابوسعید عرب صاحب نے اپنے بعض احباب کا تذکرہ کیا کہ اور گو نہ افسوس ظاہر کیا کہ ان کو سلسلہ کی آگاہی اور اطلاع نہیں۔ حضرت جتہ اللہ نے اس تحریک پر ایک مختصر سی تقریر فرمائی ہم بعد میں پہنچے تھے تاہم ابھی سلسلہ تقریر کا شروع ہی ہوا تھا ہم نے ایسی طرز پر اس کو قلمبند کیا ہے کہ یہ سلسلہ نا تمام نظر نہ آئے گا انشاء اللہ العزیز۔ (ایڈیٹر احکم)

دنیا دارا لہجائے

فرمایا :-

اللہ تعالیٰ نے اس دنیا کو دارا لہجاء رکھا ہے کچھ چھپایا ہے کچھ ظاہر کیا ہے اس نے دنیا میں اپنے نبی اور رسول بھیجے مگر اپنا منہ چھپایا اس نے کتابیں اور شریعتیں نازل کیں مگر کسی نے ان کتابوں کو اترتے ہوئے نہیں دیکھا نبیوں کی معرفت دیکھ گئیاں کیں بعض ان میں سے پوری ہو گئیں اور کچھ باقی رہ گئیں وہ لوگ جن کی نظر دنیا کی سطح سے اوپر نہیں جاتی انہوں نے ان باتوں کو دیکھ کر اعتراض کیا اور کہہ دیا کہ فلاں بات پوری نہیں ہوئی مگر انہیں اللہ تعالیٰ کی اس سنت پر اطلاع نہیں ہے اللہ تعالیٰ نے ایسا کیوں کیا؟ تا ایمان داروں اور جلد بازوں میں امتیاز ہو ہمارا ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے کہ اسے جو کچھ قیامت کو کرنا ہے وہ اسی دنیا میں کر کے دکھا سکتا ہے۔ کیونکہ وہ *عَلَى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيرٌ* (البقرہ : ۲۸۵) ہے مگر پھر ایمان ایمان نہ رہتا اور نہ اس کے ثمرات میسر ہوتے جو لوگ ایمان کی حقیقت سے ناواقف ہیں۔ اور اس کو سمجھ نہیں سکتے وہ ایسے اعتراض کرتے ہیں۔ ایمان کی حقیقت کچھ نہ کچھ مخفی رہنا ضروری ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے جو فرمایا ہے۔ *فَمِنْهُمْ شِقَاقٌ وَسَعِيدٌ* (ہود : ۱۰۶) دو نو فریق اسی سے بنتے ہیں سعید جلد بازی نہیں کرتے بلکہ حسن ظن اور صبر سے کام لے کر ایمان لاتے ہیں اور جو شقی ہوتے ہیں وہ جلد بازی سے کام لے کر اعتراض کرتے ہیں جو لوگ منہاج نبوت کو نہیں چھوڑتے وہ ٹھوکر نہیں کھاتے اور کوئی ایسا اعتراض نہیں کرتے۔ میں دعویٰ سے کتا ہوں کہ مجھ پر کوئی ایسا اعتراض نہیں ہو سکتا جو پہلوں پر نہ ہوا ہو۔ جو کوئی مجھ پر اعتراض کرے گا وہ دین سے خارج ہو کر اعتراض کرے

گا۔

عرب صاحب نے حضرت جتہ اللہ کے جذب کا تذکرہ کیا اور کہا کہ میں ۱۸۹۳ء میں لاہور آیا۔ جناب خواجہ کمال الدین صاحب نے مجھے ایک کتاب آپ کی تصدیق میں اور ایک مولوی نے آپ کی تردید میں دی مگر میں نے دونوں ہیں کسی کو دے دیں اور پروا نہ کی۔ مجھے کہا گیا کہ قادیان آؤں مگر میں نہ آیا اور اب خدا کی شان ہے کہ وہ اس قدر فاصلہ (رنگون) سے مجھے لایا اور اس قدر خرچ کثیر کر کے مجھے آنا پڑا۔

معرفت الہی سے نماز میں ذوق پیدا ہوتا ہے

عرب صاحب نے عرض کیا کہ میں نماز پڑھتا ہوں مگر دل نہیں ہوتا۔
فرمایا :-

جب خدا کو پہچان لو گے تو پھر نمازی نماز میں رہو گے۔ دیکھو یہ بات انسان کی فطرت میں ہے کہ خواہ کوئی ادنیٰ سی بات ہو جب اس کو پسند آجاتی ہے تو پھر دل خواہ خواہ اس کی طرف کھنچا جاتا ہے اسی طرح جب انسان اللہ تعالیٰ کو شناخت کر لیتا ہے اور اسکے حسن و احسان کو پسند کرتا ہے تو دل بے اختیار ہو کر اسی کی طرف دوڑتا ہے اور بے ذوقی سے ایک ذوق پیدا ہو جاتا ہے اصل نماز وہی ہے جس میں خدا کو دیکھتا ہے اس زندگی کا مزا اسی دن آسکتا ہے جبکہ سب ذوق اور شوق سے بڑھ کر جو خوشی کے سامانوں میں مل سکتا ہے تمام لذت اور ذوق دعا ہی میں محسوس ہو۔ یاد رکھو کوئی آدمی کسی موت و حیات کا ذمہ دار نہیں ہو سکتا خواہ رات کو موت آجاوے یا دن کو۔ جو لوگ دنیا سے ایسا دل لگاتے ہیں کہ گویا کبھی مرنا ہی نہیں وہ اس دنیا سے نامراد جاتے ہیں وہاں ان کے لئے خزانہ نہیں ہے جس سے وہ لذت اور خوشی حاصل کر سکیں۔

جہنم و جنت کی حقیقت

انسان جس لذت کا خوگر نہ اور عادی ہو جب وہ اس سے چھڑائی جائے تو وہ ایک دکھ اور درد محسوس کرتا ہے اور یہی جہنم ہے پس جبکہ ساری لذتیں دنیا کی چیزوں میں محسوس کرنے والا ہو تو ایک دن یہ ساری لذتیں تو چھوٹی پڑیں گی پھر وہ سیدھا جہنم میں جاوے گا۔ لیکن جس شخص کی ساری خوشیاں اور لذتیں خدا میں ہیں اس کو کوئی دکھ اور تکلیف محسوس نہیں ہو سکتی وہ اس دنیا کو چھوڑتا ہے تو سیدھا بہشت میں ہوتا ہے۔

دل اللہ تعالیٰ کے اختیار میں ہیں

اصل بات یہ ہے کہ دل اللہ کے اختیار میں ہے وہ جس وقت چاہتا ہے دل میں یہ بات ڈال دیتا ہے اور اس کو سمجھ آجاتی ہے کہ سچا سرور اور خوشحالی اس میں ہے کہ خدا کو پہچانا جائے دیکھو میں اس وقت یہ بات تو کر رہا ہوں مگر میرے اختیار میں یہ بات نہیں ہے کہ دلوں تک اس کو پہنچا بھی دوں یہ خدا ہی کا کام ہے جو دلوں کو زندہ کرتا ہے اور بیدار کرتا ہے۔ باقی تمام جوارح آگے ہاتھ وغیرہ ایسے ہیں جو انسان کے اختیار میں ہیں۔ مگر دل اس کے اختیار میں نہیں ہے اس وقت تک اپنے آپ کو مسلمان نہیں سمجھتا چائے جب تک دل مسلمان نہ ہو جاوے جب تک وہ لہو و لعب سے لذت حاصل کرتا ہے اس کے مسلمان ہونے کا وہی وقت ہے جب وہ دنیوی حیثیت سے دل برداشتہ ہو گیا ہے اور دنیا کی لذتیں اور خوشیاں ایک تلخی کا رنگ دکھائی دیتی ہیں جب یہ حالت ہو تو پھر انسان اپنے آپ کو مشاہدہ کرتا ہے کہ میں وہ نہیں رہا ہوں۔ بلکہ اور ہو گیا ہوں پھر دل میں ایک کشش پاتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی یاد میں لذت حاصل کرتا ہے اور ایسی محبت اسے نماز سے ہو جاتی ہے جیسے کسی اپنے عزیز کو دیکھ کر خوش ہوتا ہے یہ ہے اصل جڑہ ایمان کی۔ مگر یہ انسان کے اپنے اختیار میں نہیں ہے ہم اس بات کا نمونہ نہیں بتا سکتے اور نہ الفاظ میں اس کو سمجھا سکتے ہیں کیونکہ الفاظ حقیقت کے قائم مقام نہیں ہوتے اس لئے جو یہ حالت آتی ہے تو پھر انسان اپنی گذشتہ زندگی پر حسرت و افسوس کرتا ہے کہ وہ یونہی ضائع ہو گئی کیوں پہلے ایسی حالت مجھ پر نہ آئی۔

نماز کی حقیقت

نماز کیا چیز ہے۔ نماز دراصل رب العزۃ سے دعا ہے جس کے بغیر انسان زندہ نہیں رہ سکتا اور نہ عافیت اور خوشی کا سامان مل سکتا ہے جب خدا تعالیٰ اس پر اپنا فضل کرے گا اس وقت اسے حقیقی سرور اور راحت ملے گی اس وقت سے اس کو نمازوں میں لذت اور فوق آنے لگے گا جس طرح لذیذ غذاؤں کے کھانے سے مزا آتا ہے اسی طرح پھر گریہ و بکا کی لذت آئے گی اور یہ حالت جو نماز کی ہے پیدا ہو جائے گی اس سے پہلے جیسے کڑوی دوا کو کھاتا ہے تاکہ صحت حاصل ہو اسی طرح بے فوقی نماز کو پڑھنا اور دعائیں مانگنا ضروری ہیں اس بے فوقی کی حالت میں یہ فرض کر کے کہ اس سے لذت اور فوقی پیدا ہو یہ دعا کرے

نماز میں لذت و ذوق حاصل کرنے کی دعا

کہ اے اللہ تو مجھے دیکھتا ہے کہ میں کیسا اندھا اور نابینا ہوں اور میں اس وقت بالکل مرده حالت میں ہوں میں جانتا ہوں کہ تھوڑی دیر کے بعد مجھے آواز آئے گی تو میں تیری طرف آجاؤں گا اس وقت مجھے کوئی روک نہ سکے گا لیکن میرا دل اندھا اور ناشناسا ہے تو ایسا شعلہ نور اس پر نازل کر کہ تیرا انس اور شوق اس میں پیدا ہو جائے تو ایسا فضل کر کہ میں نابینا نہ اٹھوں اور اندھوں میں نہ جاؤں۔

جب اس قسم کی دعا مانگے گا اور اس پر دوام اختیار کرے گا تو وہ دیکھے گا کہ ایک وقت اس پر ایسا آئے گا کہ اس بے ذوق کی نماز میں ایک چیز آسمان سے اس پر گرے گی جو رقت پیدا کر دے گی۔

خدا تعالیٰ کے آسمان میں ہونے کا مفہوم

عرب صاحب نے عرض کیا کہ خدا آسمان پر ہے فرمایا اللہ تعالیٰ ہر چیز کا مالک ہے لَنْ يَخْفَىٰ عَلَیْهِ شَيْءٌ اِنْ سَأَلَ الصَّٰغِي (طہ : ۹) اس نے اپنے آپ کو علوی سے منسوب کیا ہے یعنی کی طرف اس کو منسوب نہیں کر سکتے سُبْحَانَكَ وَتَعَالَى (الانعام : ۱۰۱) علو کو ہم مشاہدہ کرتے ہیں اور کشفی صورتوں میں آسمان سے نور نازل ہوتا ہوا دیکھا ہے ہم اس کی کمنہ اور کیفیت نہ بیان کر سکیں مگر یہ سچی بات ہے کہ اس کو علوی سے تعلق ہے بعض امور آنکھوں سے نظر آتے ہیں اور بعض نہیں۔ ہر صورت میں فلسفہ کام نہیں آتا پس اصل بات یہی ہے کہ ایک وقت ایسی حالت انسان پر آئی ہے کہ وہ محسوس کرتا ہے کہ آسمان سے اس کے دل پر کچھ گرا ہے جو اسے رقت کر دیتا ہے اس وقت نیکی کا بیج اس میں بویا جائے گا۔

۲۹ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز دو شنبہ

مغرب اور عشاء کے درمیان حضور تشریف لائے تو آکر فرمایا
روزے ایک یا دو اب رو گئے ہیں بڑی آسانی سے گزر گئے۔

بوقتِ ضرورت جمعِ صلواتین

ایک صاحب نے ذکر کیا کہ ان کا افرخت مزاج تھا روانگی نماز میں اکثر چپیں بجھیں ہوا کرتا تھا حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ
خدا تعالیٰ نے شرارتوں کے وقت جمعِ صلواتین رکھا ہے ظہر و عصر نمازیں ایسی حالت میں جمع کر کے پڑھ لیں۔

پنجابیوں کے ساتھ انگریزوں کا حسنِ ظن

بعض انگریز حکام کی قدر شناسی پر فرمایا کہ
زمانہ بدل گیا ہے اور پنجابیوں کے ساتھ انگریزوں کی ساری قوم کا حسنِ ظن ہے اور بعض ایسے انگریز ہوتے ہیں کہ ان کا ارادہ ہوتا ہے کہ ماتحت کو فائدہ پہنچادیں تاکہ وہ ان کو یاد رکھے۔

مصر میں تبلیغ

ایک احمدی حج کو جاتے ہوئے کچھ عرصہ مصر میں مقیم رہے اور ابھی تک وہیں ہیں اور حضرت اقدس کی کتب کی اشاعت کر رہے ہیں انہوں نے لکھا تھا کہ اگر حکم ہو تو میں اس سال حج ملتی رکھوں اور مجھے اور کتب ارسال ہوں تو ان کی اشاعت کھوں۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ان کو لکھ دیا جاوے کہ کتابیں روانہ ہوں گی ان کی اشاعت کے لئے مصر میں قیام کریں اور حج انشاء اللہ پھر اگلے سال کریں (مَنْ أَطَاعَ الرَّسُولَ فَقَدْ أَطَاعَ اللَّهَ)

رُوعانی سیر کی طرف متوجہ ہوں

ابوسعید صاحب عرب کو کمال شوق دلی کے جلسہ کا تھا کہ وہاں کی رونق دیکھیں چنانچہ انہوں نے اجازت بھی چاہی تھی اور حضرت اقدس نے اجازت دے بھی دی تھی مگر یہ بھی ارشاد فرمایا تھا کہ دعائے استغاثہ کر لو چنانچہ دعا سے پھر ایسے اسباب پیدا ہوئے کہ عرب صاحب دلی جانے سے رک گئے اور اب بھی یہاں ہی ہیں

حضرت اقدس نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا

فرمائیے اب دلی جانے کا خیال ہے یا نہیں؟
عرب صاحب نے جواب میں عرض کیا کہ حضور اب تو بالکل جانے کو دل نہیں چاہتا۔
حضور نے فرمایا کہ

اب دوسری سیروں کو چھوڑ کر روحانی سیروں کی طرف متوجہ ہو جاویں یہ آپ کی سعادت کی علامت ہے کہ اتنی دور سے اس جلسہ کے واسطے آئے اور یہاں ٹھہر گئے اور اس قدر مقابلہ نفس کا کیا۔ ہر ایک کو طاقت نہیں ہوتی کہ جذب نفس کے ساتھ کشتی کرے۔ آپ نے جن کو وہاں جا کر دیکھنا تھا ان کی صورتیں انسانوں کی ہی ہوں گی مگر دل کا کیا پتہ کہ وہ بھی انسانوں کے ہوں گے یا نہیں لوگ باوجود اسکے کہ اتلاؤں میں جتلاہیں مگر تکبران کے داغ سے نہیں گیا ہم سے تمسخر وغیرہ اسی طرح ہے اور دلی والے پنجابیوں کو تو تھیل کہتے ہیں (جس کے معنی پنجابی میں ڈھکا ہے) ان کے خیالوں میں صرف دنیا کی زندگی ہے مگر جو لوگ بہرہ پیوں کے رنگ میں یولتے ہیں ان کو پاک عقل نہیں ملتی۔

۳۱ دسمبر ۱۹۰۲ء بروز چہار شنبہ

مغرب اور عشاء کے درمیان حضور علیہ السلام نے مجلس فرمائی۔

نماز جمعہ کیلئے تین آدمی ہونا ضروری ہیں

ایک صاحب نے بذریعہ خط استفسار فرمایا تھا کہ وہ صرف اکیلے ہی اس مقام پر حضرت اقدس سے بیعت ہیں جمعہ نماز پڑھ لیا کریں یا نہ پڑھا کریں حضرت نے فرمایا کہ جمعہ کے لئے جماعت کا ہونا ضروری ہے اگر دو آدمی مقتدی اور تیسرا امام اپنی جماعت کے ہوں تو نماز جمعہ پڑھ لیا کریں **وَاللّٰہُ** (سوائے احمدی احباب کے دوسرے کے ساتھ جماعت اور جمعہ جائز نہیں)

شہرت پسندی سے اجتناب

ایک صاحب نے عرض کی حضور نے جہلم تاریخ مقدمہ پر جانا ہے اگر اجازت ہو تو اشتہار

دیرا جائے تاکہ ہر ایک اسٹیشن پر لوگ زیارت کے لئے آجائیں فرمایا کہ جو ہمیں ملنے والے ہیں وہ تو اکثر آتے جاتے رہتے ہیں اور جو لوگ جماعت میں داخل نہیں ہیں ان کے لئے سردرد خریدنے سے کیا فائدہ؟ میری طبیعت کے یہ امر برخلاف ہے اگر وہ اہل ہوتے تو خود یہاں آتے اب اس طرح ان سے ملاقات تو وقت کا ضائع کرنا ہے۔

مخلق اور خلق

ایک نورا اور صاحب نے عرض کی کہ حضرت خلق کے کیا معنی ہیں

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

خلق اور مخلوق دو لفظ ہیں خلق تو ظاہری حسن پر بولا جاتا ہے اور مخلوق باطنی حسن پر بولا جاتا ہے باطنی قوی جس قدر مثل عقل، فہم، سخاوت، شجاعت، غضب وغیرہ انسان کو دیئے گئے ہیں ان سب کا نام مخلوق ہے اور عوام الناس میں آج کل جسے خلق کہا جاتا ہے جیسے ایک شخص کے ساتھ تکلف کے ساتھ پیش آنا اور قصح سے اس کے ساتھ ظاہری طور پر بڑی شیریں الفاظی سے پیش آنا تو اس کا نام خلق نہیں بلکہ فحاق ہے۔

مخلوق سے مراد یہ ہے کہ اندرونی قوی کو اپنے اپنے مناسب مقام پر استعمال کیا جائے جہاں شجاعت دکھانے کا موقع ہو وہاں شجاعت دکھاوے جہاں صبر دکھانا ہے وہاں صبر دکھائے۔ جہاں انتقام چاہئے وہاں انتقام لے۔ جہاں سخاوت چاہئے وہاں سخاوت کرے۔ یعنی ہر ایک عمل پر ہر ایک قوی کو استعمال کرے نہ گھٹایا جائے نہ بڑھایا جائے۔ یہاں تک کہ عقل اور غضب بھی جہاں تک کہ اس سے نیکی پر استقامت کی جاوے مخلوق ہی میں داخل ہے اور صرف ظاہری حواس کا نام ہی حواس نہیں ہے بلکہ انسان کے اندر بھی ایک قسم کے حواس ہوتے ہیں ظاہری حواس تو حیوانوں میں بھی ہوتے ہیں مثلاً اگر ایک بکری گھاس کھا رہی ہے اور دوسری بکری آجائے تو پہلی بکری کے اندر یہ ارادہ پیدا نہ ہو گا کہ اسے بھی ہر روزی سے گھاس کھانے میں شریک کرے۔ اسی طرح شیر میں اگرچہ زور اور طاقت تو ہوتی ہے مگر ہم اسے شجاع نہیں کہہ سکتے کیونکہ شجاعت کے واسطے عمل اور بے عمل دیکھنا بہت ضروری ہے انسان اگر جانتا ہے کہ مجھ کو فلاں شخص سے مقابلہ کی طاقت نہیں ہے یا اگر میں وہاں جاؤں گا تو قتل ہو جاؤں گا تو اس کا وہاں نہ جانا ہی شجاعت میں داخل ہے اور پھر اگر عمل اور موقع کے لحاظ سے مناسب دیکھے کہ میرا وہاں جانا ضروری ہے خواہ جان مخلوق میں پڑتی ہو۔ تو اس مقام پر جانے کا نام شجاعت میں داخل ہے۔ جاہل آدمیوں سے جو

بعض وقت ہمدردی کا کام ہوتا ہے حالانکہ ان کو محل بے محل دیکھنے کی تمیز نہیں ہوتی اس کا نام تمور ہوتا ہے کہ وہ ایک طبعی جوش میں آجاتے ہیں اور یہ نہیں دیکھتے کہ یہ کام کرنا چاہئے تھا کہ نہیں۔ غرضیکہ انسان کے نفس میں یہ سب صفات مثل صبر، سخاوت، انتقام، ہمت، بخل، عدم بخل، حسد، عدم حسد ہوتی ہیں اور ان کو اپنے محل اور موقعہ پر صرف کرنے کا نام غلط ہے۔ حسد بہت بری بلا ہے لیکن جب موقعہ کے ساتھ اپنے مقام پر رکھا جاوے تو پھر بہت عمدہ ہو جاوے گا۔ حسد کے معنی ہیں دوسرے کا زوال نعمت چاہنا لیکن جب اپنے نفس سے بالکل محو ہو کر ایک مصلحت کے لئے دوسرے کا زوال چاہتا ہے تو اس وقت یہ ایک محمود صفت ہو جاتی ہے جیسے کہ ہم تہذیب کا زوال چاہتے ہیں۔

ملائک اور شیطان کا عقلی ثبوت

انسان کے اندر دو ملکہ خدا تعالیٰ نے رکھے ہیں ایک فرشتہ اور ایک شیطان۔
نووارد صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ اور شیطان کا عقلی ثبوت کیا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

آپ کے قویٰ میں کبھی نیکی کی طرف اور کبھی بد کاری کی طرف تحریک ہوتی ہے یا نہیں؟ نووارد صاحب نے کہا کہ ہاں۔ پھر فرمایا کہ

کبھی بھوکے انسان کو دیکھ کر رحم بھی آجاتا ہے اور رحم کی تحریک ہوتی ہے؟

نووارد صاحب نے کہا کہ ہاں۔ پھر آپ نے فرمایا کہ

جب تحریک ہوتی ہے تو محرک کوئی اندر ہے جو تحریک کرتا ہے کیونکہ تحریک کے لئے محرک کا ہونا ضروری ہے اور انسان خود اس کا محرک نہیں ہو سکتا کیونکہ وہ حالت مفعول میں ہے تو پھر فاعل کیسے ہوگا (کیونکہ تحریک کا عمل اس پر ہوتا ہے اس لئے انسان مفعول ہے) تو اس نیکی کے محرک کو ہم فرشتہ اور بدی کے محرک کو شیطان کہتے ہیں۔ شریعت کا علم بہر حال ہم سے بڑھ کر ہے جن امور کے ہم زیر اثر ہیں شریعت نے ان کی تفصیل کر دی ہے تو کیا وجہ ہے کہ ہم نہ مانیں یہ سب کچھ انسان کو محسوس ہوتا ہے اور ابھی آپ نے تسلیم کیا ہے۔ اسی طرح مرنے کے بعد ایک شے رہتی ہے آپ اسے مانتے ہیں اس کا نام روح ہے اسے علم بھی ہوتا ہے انسان کتاب یاد کرتا ہے اگر اس کا ہاتھ کاٹ دیا جائے تو اس کے علم میں کوئی فرق نہیں آتا اس سے ثابت ہے کہ علم روح کی صفت ہے نہ کہ جسم کی۔ ورنہ ضرور تھا کہ ہاتھ کاٹنے سے اس کے علم میں فرق آجاتا۔ اب

ایک دہریہ جو کہ روح کا قائل نہیں ہے اس کے نزدیک تو پھر جسم کا حصہ کاٹنے سے علم کا کچھ حصہ ضرور جاتا رہتا اگر کو کہ مجنون بھول جاتا ہے تو یہ بات غلط ہے مجنون ہرگز بھولتا نہیں ہے بلکہ ہر ایک شے کا علم اس کے اندر مخفی ہوتا ہے جب اس کے جنون کی اصلاح ہو تو فوراً وہ علم آجاتا ہے جیسے آگ پتھر میں مخفی ہوتی ہے کہ رگڑ سے تو ظاہر ہوتی ہے ورنہ نہیں۔ یہی حال مجنون کا ہوتا ہے ہم خود دیکھتے ہیں کہ ایک بات کرتے کرتے ایک لفظ ایسا وقت پر بھول جاتا ہے کہ ہر چند اس وقت یاد کریں مگر یاد نہیں آتا پھر دوسرے وقت خود ہی یاد آجاتا ہے (گویا ایک وقت ہر ایک بات کا علم نہ ہونے سے اس بات کا عدم علم ہرگز ثابت نہیں ہوتا) تو مخفی ہونا اور شے ہے اور محو اور نابود ہونا اور شے ہے آجکل کے فلسفی لوگ ان باتوں میں سے بعض کو تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے (تو اب جیسی غیر مٹی شے خدا اور روح ہے ویسے فرشتے ہیں) مگر فرشتوں کو نہیں مانتے تو یہ ان کی حماقت ہے پھر جو روح کو مانتے ہیں کیا ہمیں دکھلا سکتے ہیں کہ روح کیا شے ہے۔ انسان اگر مرتا ہے تو خواہ اسے کسی لوہے کے قالب میں ہی بند کریں کہ جس میں ہوا کا بھی دخل نہ ہو مگر پھر بھی مرتے وقت کوئی ایسی شے نظر نہ آوے گی کہ ہم کہیں کہ اسی کا نام روح ہے۔ اور کہاں سے جان نکلتی ہے پھر اسی طرح انڈے میں کیا بتلا سکتے ہیں کہ کہاں سے داخل ہوتی ہے بعض دفعہ دیکھا جاتا ہے کہ انڈے میں بچہ مرا ہوا ہوتا ہے گویا روح داخل ہو کر پھر نکل بھی گئی اور نظر بھی کسی کو نہ آئی تو یہ ایک بھید ہے جس کی حقیقت کیا سمجھ آ سکتی ہے ہرگز سمجھ میں نہیں آتی۔

دلائل کی دو اقسام

دلائل دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک ائی اور ایک لٹی۔ کھوج نکال کر جاننا اس کا نام لٹی ہے اور ائی یہ ہے کہ آثار سے معلوم کر لینا جیسے قاروہ کو دیکھ کر طیب گرمی تپ وغیرہ کا حال معلوم کر لیتا ہے۔ یہ ائی ہے اور تپ وغیرہ دیکھ کر قاروہ کی نسبت یہ سمجھ لینا یہ لٹی ہے۔ تو روح میں لیت ہم دریافت نہیں کر سکتے مگر آثار بتلاتے ہیں کہ ایک شے ہے تو اس طرح کے عجائبات کثیر ہیں۔

ظاہری اور باطنی رویت

اسی طرح ایک رویت آگھ میں ہے کہ ہر ایک شے کو دیکھتی ہے مگر ایک دیوار کے پیچھے ایک شے ہوتی ہے تو نہیں دیکھ سکتی آگھ کہوں نہیں دیوار کے پیچھے دیکھ سکتی اس کے دلائل کیا بیان ہو سکتے ہیں اسی طرح ایک رویت روح میں ہے کہ بیٹھے بٹھائے دور تک دیکھ لیتی ہے خواہ وہ تین چار دیواریں درمیان میں حاصل ہوں مگر اسے پروا نہیں ہوتی وہ اس شے کو یہاں بیٹھے اس طرح دیکھتی

ہے جیسے کھلی روشنی میں ایک شے نظر آتی ہے۔

اس پر نوار صاحب حیران ہوئے کہ یہ کیا بات ہے اور تعجب ظاہر کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا

خود ہم نے کئی دفعہ اس طرح دیکھا ہے کہ تین دیواریں درمیان میں حائل ہیں مگر ہم نے وہ شے دیکھ لی۔ خبر نہیں کہ اس وقت کیا ہوتا ہے دیوار مطلق رہتی ہی نہیں اور انہیں آنکھوں سے اس وقت سب کچھ نظر آتا ہے۔

اس مقام پر حضرت اقدس نے ایک واقعہ سنایا کہ

ایک دفعہ ایک خاکروب نے ایک جگہ سے میلا اٹھایا اور اس کا ایک حصہ چھوڑ دیا۔ میں جو مکان کے اندر بیٹھا ہوا تھا مجھے نظر آیا کہ اس نے ایک حصہ چھوڑ دیا ہے تو میں نے اس خاکروب سے کہا۔ وہ سن کر حیران ہوئی کہ اس نے اندر بیٹھے کیسے دیکھ لیا میں نے اس پر خدا کا شکر ادا کیا کہ یہ باوجود میلے کے سر پر موجود ہونے کے نہیں دیکھ سکتی حالانکہ مجھے اس قدر دور دراز فاصلہ سے دکھلایا۔

نوار صاحب نے عرض کی کہ پھر یہ بات اور اس رویت روحانی کا کیسے پتہ لگے اور سمجھ میں آوے حضرت اقدس نے فرمایا کہ

بہت دیر صحبت میں رہے تو سمجھ میں آسکتا ہے اور اس کی نظیر یہ بیسگوئیاں بھی ہیں جو ہم کرتے ہیں کیونکہ جو علوم ہمیشہ از وقت خدا بتلاتا ہے وہ بھی تو ایک قسم کی دیوار کے پیچھے ہیں جو کہ درمیان میں حائل ہوتی ہے اور ایک عرصہ کے بعد اس نے گرنا ہوتا ہے مگر خدا تعالیٰ قبل از وقت دکھلا دیتا ہے اور اسی عالم میں یہ سب عجائبات ہیں۔ کل یا برسوں ایک نیچری کا خط آیا کہ میرے نزدیک تو انسان کے واسطے خدا شناسی ممکن ہی نہیں ہے تو بات یہی ہے کہ جب روحانی حصہ نہ دیا جاوے تب تک کیا پتہ لگتا ہے۔ انسان کا خاصہ علم ہی ہے اگر علم نہ ہو تو صرف جسد ہی ہوا۔

رفع حجاب کے دو طریق

دو آدمی سعید ہوتے ہیں ایک تو وہ جن کا اللہ تعالیٰ بالذات رفع حجاب کرتا ہے اور اپنی خدائی طاقتوں سے اپنی ہستی ان پر کھول دیتا ہے۔ دوسرے وہ جو ایسے آدمیوں کی صحبت میں رہ کر ان سے مستفید ہوتے ہیں۔ جیسے صحابہ کرام کی جماعت کہ ان کے تمام حجاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی برکت سے رفع ہوئے اور عظیم الشان نشانوں سے خدائے ان پر اپنی ہستی کو کھول دیا اور کامل معرفت ان کو ملی مگر بے ہودہ ظنیفوں سے ہرگز ممکن نہیں کہ یہ ایمانی حالت ان کو نصیب ہو۔

ایمان تو ایک چولہ بدل کر دوسرا سے پہنارتا ہے اور اسے ایک فوق العادت طاقت دی جاتی ہے کوئی فلاسفر نہیں گذرا کہ جسے یہ طاقت ملی ہو۔ افلاطون وغیرہ بھی اس سے بے نصیب رہے پاکیزگی کی وراشت بجز انبیاء کے نہیں آئی اور فلسفیوں وغیرہ میں بجز تکبر کے اور کچھ نہیں ہوتا۔ دنیا کی مصنوعات میں زیادہ تر مشغول ہونے سے دین کے پہلو میں ضرور کمزوری ہوا کرتی ہے سچی بات یہی ہے کہ انسان لمبی صحبت میں رہے چند ایک نمونے جب اسے مل جاتے ہیں تو پھر ٹھیک ہو جاتا ہے۔

خوابوں کی تعبیر

خواب میں نماز پڑھنے اور شیرینی کھانے کی تعبیر میں حضرت اقدس نے فرمایا کہ خدا تعالیٰ کسی وقت چاہے گا تو نماز میں حلاوت عطا کرے گا

تَبَّتْ يَدَايَ اَبِي لَهَيْبٍ وَتَبَّتْ
خواب میں پڑھنے پر فرمایا کہ
کسی دشمن پر فتح ہوگی

خوابوں کی تعبیر ہر ایک کے حال کے مطابق ہوتی ہے

فرمایا :-

خوابوں کی تعبیر ہر ایک کے حال کے موافق مختلف ہوا کرتی ہے ایک دفعہ ابن سیرین کے پاس ایک شخص آیا اور بیان کیا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ایک کوڑے کے ڈھیر پر ننگا کھڑا ہوں۔ ابن سیرین نے کہا کہ اگر کوئی اور شخص کافریا فاسق اس خواب کو بیان کرتا تو میں اس کی تعبیر اور بیان کرتا۔ مگر تو اس تعبیر کے لائق نہیں ہے اس لئے سن کہ کوڑے اور کھاد سے مراد تو دنیا ہے جس میں تو موجود زندہ ہے اور ننگے ہونے سے مراد یہ ہے کہ تیرے صفات حسنہ سب لوگوں پر کھلے ہیں کیونکہ ننگا ہونے سے انسان کا سب ظاہر ہو جاتا ہے اسی طرح لوگ تیری خوبیاں دیکھ رہے ہیں تو مطلب اس سے یہ ہے کہ صالح آدمی کے خواب کی تعبیر اور ہوتی ہے اور شقی کی اور۔

پیدائش کے اسرار

پھر اس کے بعد روح کا ذکر چلا اور ایک شخص نے اس کے متعلق سوال کیا تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ

جس شے نے پیدا ہونا ہوتا ہے تو روح کی استعداد اس شے میں ساتھ ساتھ چلی آتی ہے۔

جیسے جیسے وہ تیار ہوتی جاتی ہے اور جب وہ میں لائق ہوتی ہے تو خدا اس پر فیضان کرتا ہے اسی کی طرف اشارہ ہے **ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ (المومنون : ۱۵)** میں نے ایک انڈے کو ایک دفعہ پیالی میں ڈالا دیکھا تو اس کی زروی اور سفیدی پانی کی طرح ہوئی تھی۔ اور اس کے درمیان میں ایک نقطہ خون کا خشکاش کے دانہ کی طرح تھا اور اس کی کئی تاریں کوئی کسی طرف کو اور کوئی کسی طرف کو نکل ہوئی۔ تھیں باور سوائے اس نقطہ کے اور کوئی حرکت اس میں نہ تھی تو میں نے اس سے یہ نتیجہ نکالا کہ یہ خلق اشیاء کا سلسلہ ایسا نہیں معلوم ہوتا کہ اول سر بنایا۔ پھر ہاتھ پاؤں وغیرہ بلکہ اس کی کاروائی یکساں ہوتی ہے اور سب کچھ پہلے سے ہی ہوتا ہے صرف نشوونما پاتا جاتا ہے میں نے بعض دائیوں کو کہا ہوا تھا کہ جو بچے اسقاط ہوا کریں تو دکھایا کرو تو میں نے بعض بچے دیکھے ان کے بھی سب اعضاء وغیرہ بنے بنائے تھے خدا کا یہ خلق معمار کی طرح نہیں کہ اول دیواریں بنائیں پھر چوبارہ بنایا پھر اوپر اور کچھ بنایا بلکہ چار ماہ کے بعد جب روح کی تکمیل ہوتی ہے تو اس وقت **أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ** اس پر صادق آتا ہے تو بچہ حرکت کرنے لگتا ہے۔

تکمیل کے مراتب سہتہ

جیسے دنیا کے سات دن ہیں یہ اشارہ اسی طرف ہے کہ دنیا کی عمر بھی سات ہزار برس ہے اور یہ کہ خدا نے دنیا کو چھ دن میں بنا کر ساتویں دن آدم کیا اس سے یہ بھی نکلتا ہے کہ ہر شے چھ مراتب ہی طے کر کے مرتبہ تکمیل کا حاصل کرتی ہے نطفہ میں بھی اسی طرح چھ مراتب ہیں کہ انسان اول سلسلہ میں طین ہوتا ہے پھر نطفہ، پھر معلقہ، پھر منفذ، پھر عظاما، پھر لہما، پھر سب کے بعد **أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ** اور اس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ باہر سے کچھ نہیں آتا بلکہ اندر سے ہی ہر ایک نشوونما پاتی ہے۔

روح سے متعلق آیاتوں کے عقیدہ کا رد

آیوں کا یہ اصول کہ جب انسان مرتا ہے تو اس کی روح اندر سے نکل کر آکاش میں رہتی ہے رات کو اس کے ساتھ مل کر کسی پتہ یا گھاس پر پڑتی ہے وہ پتہ یا گھاس کوئی کھالیتا ہے تو اس کے ساتھ وہ روح بھی کھالی جاتی ہے جو کہ پھر دوسری جاندار شے میں نمودار ہوتی ہے اب اس پر یہ اعتراض ہوتا ہے کہ بچہ خلق اور خلق میں ماں باپ ہر دو سے حصہ لیتا ہے اور جیسے جسمانی حصہ لیتا ہے ویسے ہی روحانی بھی لیتا ہے تفاوت مراتب کے لحاظ سے تاج کی ضرورت کو ماننا غلطی ہے یہ تو ہر ایک جگہ پایا جاتا ہے نباتات میں بھی ہم تفاوت مراتب کو دیکھتے ہیں اور اسی طرح انسانوں میں

آریوں کے دیگر عقائد

جس قدر بادشاہ اور راجے ہیں اگر وہ لوگ اس آرام کے ساتھ ایک مشقت عبادت کی نہ ملاویں گے تو وہ سخت عذاب پاویں گے۔ خدا تعالیٰ نے بعض کو خود مشقت دے دی ہے اور بعض کو نہیں۔ جو لوگ دنیا میں دولت رکھتے ہیں اور عیاشی اور فسق و فجور میں مبتلا ہیں ان سے حساب ہوگا جیسے ایک انسان سرد پانی پیتا ہے مگر اپنے بھائی کو نہیں دیتا تو سزا پائے گا۔ جس حال میں کہ آگے جا کر سب کی بیشی پوری ہو جاتی ہے تو پھر اعتراض کیا ہے ان کے پاس کوئی دلیل موجود نہیں کہ خدا ہے کشف و کرامات کے منکر ہیں۔ روح اور پرمانو کو اتادی مانتے ہیں اور کہتے ہیں کہ صرف جوڑ جاڑ پر میسر کرتا ہے ہم کہتے ہیں کہ جب روح اپنی صفات میں پر میسر کی محتاج نہیں ہے اور نہ ذرات (پرمانو) پر میسر کے محتاج ہیں تو پھر جوڑنے میں اس کی کیوں احتیاج ہوئی؟ بلکہ جیسے وہ خود اپنے وجود اور صفات میں خود بخود ہیں تو کیا وجہ ہے کہ آپس میں جڑ نہ سکتی ہوں؟ جب ایک انسان کا بدن اپنا ہے کپڑے اپنے ہیں تو پینے کے واسطے دوسرے کی کیا ضرورت ہوئی؟ عیسائیوں کی طرح ان کے ہاتھ میں بھی اعتراض ہی اعتراض ہیں۔ اسلام پر کثرت ازدواج کا اعتراض کرتے ہیں حالانکہ کرشن کی کئی ہزار بیویاں تھیں۔

یکم جنوری ۱۹۰۳ء بروز پنجشنبہ

ہدیہ عید

حضرت حجتہ اللہ علی الارض مسج موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے عید کی مبارک صبح کو جو الہام بطور ہدیہ عید سنایا اور اس کے متعلق جو اشتہار شائع کیا گیا ہے اسے ہم ذیل میں درج کرتے ہیں
وہوہذا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ

وحی الہی کی ایک ہینگولی جو پیش از وقت شائع کی جاتی ہے چاہئے کہ ہر ایک شخص اس کو

خوب یاد رکھے۔

اول ایک خفیف خواب جو کشف کے رنگ میں تھا مجھے دکھایا گیا کہ میں نے ایک لباس فاخرہ پہنا ہوا ہے اور چہرہ چمک رہا ہے پھر وہ کشفی حالت وحی الہی کی طرف منتقل ہو گئی چنانچہ وہ تمام فقرات وحی الہی کے جو بعض اس کشف سے پہلے اور بعض بعد میں تھے ذیل میں لکھے جاتے ہیں اور وہ یہ ہیں:-

يُبْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ شَيْئًا. اِنِّ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ. بِشَارَةٌ تَلَقَّاَهَا
الَّذِيْنَ تَوَنَّىٰ
ترجمہ:-

خدا جو رحمان ہے تیری سچائی کو ظاہر کرنے کے لئے کچھ ظہور میں لائے گا خدا کا امر آ رہا ہے تم جلدی نہ کرو یہ ایک خوشخبری ہے جو نبیوں کو دی جاتی ہے۔

صبح پانچ بجے کا وقت تھا یکم جنوری ۱۹۰۳ء و یکم شوال ۱۳۲۰ھ روز عید جب میرے خدا نے مجھے یہ خوشخبری دی۔ اس سے پہلے ۲۵ دسمبر ۱۹۰۲ء کو خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک اور وحی ہوئی تھی جو میری طرف سے حکایت تھی اور وہ یہ ہے:-

اِنِّ صَادِقٌ صَادِقٌ وَسَيَشْهَدُ اللّٰهُ لِيْ

ترجمہ:-

میں صادق ہوں صادق ہوں عنقریب خدا تعالیٰ میری گواہی دے گا۔

یہ حدیثوں یاں باوا ز بلند پکار رہی ہیں کہ خدا تعالیٰ کی طرف سے کوئی ایسا امر میری تائید میں ظاہر ہونے والا ہے جس سے میری سچائی ظاہر ہوگی اور ایک وجاہت اور قبولیت ظہور میں آئے گی۔ اور وہ خدا تعالیٰ کا نشان ہوگا تا دشمنوں کو شرمندہ کرے اور میری وجاہت اور عزت اور سچائی کی نشانیاں دنیا میں پھیلا دے۔

نوٹ :- چونکہ ہمارے ملک میں یہ رسم ہے کہ عید کے دن صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کو ہدیہ بھیجا کرتے ہیں سو میرے خداوند نے سب سے پہلے یعنی قبل از صبح پانچ بجے مجھے اس عظیم الشان حدیث کوئی کا ہدیہ بھیج دیا ہے۔ اس ہدیہ پر ہم شکر کرتے ہیں اور ناظرین کو یہ بھی خوشخبری دیتے ہیں کہ ہم عنقریب ان نشانوں کے متعلق بھی ایک اشتہار شائع کریں گے جو اخیر دسمبر ۱۹۰۲ء تک گزشتہ

۱۔ فجر کی نماز کے وقت حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تشریف لاتے ہی یہ روایا سنائی اور

فرمایا کہ ان کو آج ہی شائع کر دیا جائے۔ (بدر ۹ جنوری ۱۹۰۳ء)

سالوں میں ظہور میں آچکے ہیں۔

المشتر

مرزا غلام احمد قادیانی
یکم جنوری ۱۹۰۳ء

قادیان میں عید الفطر

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے نماز عید سے پیش احباب کے لئے بیٹھے چاول تیار کروائے اور سب احباب نے مل کر تناول فرمائے۔ گیارہ بجے کے قریب خدا کا برگزیدہ جبرئیل اللہ فی حُلُلِ الْاَنْبِيَاءِ سادے لباس میں ایک چوغہ زنبق تن کے مسجد اقصیٰ میں تشریف لایا جس قدر احباب تھے انہوں نے دوڑ کر حضرت اقدس کی دست بوسی کی اور عید کی مبارک باد دی۔

اتنے میں حکیم نور الدین صاحب تشریف لائے اور آپ نے عید کی نماز پڑھائی اور ہر دو رکعت میں سورۃ فاتحہ سے پندرہ سہات اور پانچ تکبیریں کہیں اور ہر تکبیر کے ساتھ حضرت اقدس علیہ السلام نے گوش مبارک تک حسب دستور اپنے ہاتھ اٹھائے

ظہر کے وقت حضرت اقدس علیہ السلام تشریف لائے تو کمر کے گرد ایک صافہ لپٹا ہوا تھا۔

فرمایا کہ

کچھ شکایت درد گردہ کی شروع ہو رہی ہے اس لئے میں نے باندھ لیا ہے ذرا غنودگی ہوئی تھی اس میں الہام ہوا ہے۔

تا عود صحت

فرمایا کہ

صحت تو اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتی ہے۔ جب تک وہ ارادہ نہ کرے کیا ہو سکتا ہے۔

ہمت بلند رکھنی چاہیے

عصر کے بعد حضور نے مجلس فرمائی سیدنا سر شاہ صاحب کو مخاطب کر کے فرمایا کہ ہمت بلند رکھنی چاہئے انسان اگر دنیوی امور میں ہمت ہار دے تو دینی امور میں بھی ہار دیتا ہے یہ

عجیب چیز ہے کیونکہ گواہی دیتی ہے کہ قوی ٹھیک ہیں جو لوگ کم ہمت ہوں ان میں پست خیالی پیدا ہو جاتی ہے۔ مسجدوں کے ملاں جو ہوتے ہیں ان کو دیکھو۔ ایک بار ہمارے میرزا صاحب مرحوم کے پاس یہاں کا ایک ملاں شکایت لایا کہ ہمارے جو گھر باہم تقسیم ہوئے ہیں تو مجھے چھوٹے قد کے آدمیوں کے گھر ملے ہیں اور ان کے مرنے سے بہت چھوٹا کفن ملا ہے یہاں تک حالت ان لوگوں کی گر جاتی ہے کہ ایک ملاں نے نماز جنازہ غلط پڑھی جب کہا گیا تو جواب دیا کہ اس کی مشق نہیں رہی۔

غرض دنیا کے ہر معاملہ میں ہمت نہ کی تو دین میں بھی پست ہمتی پیدا ہو جاتی ہے۔

پیشہ ور نماز پڑھانے والے کے پیچھے نماز درست نہیں

میرے نزدیک جو لوگ پیشہ کے طور پر نماز پڑھاتے ہیں ان کے پیچھے نماز درست نہیں وہ اپنی جمعرات کی روٹیوں یا سٹخواہ کے خیال سے نماز پڑھاتے ہیں اگر نہ ملے تو چھوڑ دیں معاش اگر نیک نیتی کے ساتھ حاصل کی جائے تو عبادت ہی ہے جب آدمی کسی کام کے ساتھ موافقت کر لے اور بکا ارادہ کر لے تو تکلیف نہیں ہوتی وہ سہل ہو جاتا ہے۔

تعبیر الرؤیا

مغرب کے بعد ایک صاحب نے اپنا خواب سنایا جس میں انہوں نے انگوٹھی دیکھی۔
تو حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ:-
انگوٹھی سے مراد یہ ہے کہ انسان اسی حلقہ میں آجاتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا تمثیل رو یا میں دیکھنا

سید عبدالقادر صاحب فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنی ماں کی شکل پر دیکھا مگر میں نے (یعنی خود حضرت اقدس نے) ایک دفعہ اللہ تعالیٰ کو اپنے باپ کی شکل پر دیکھا۔ یہ تمام اللہ

نے سلسلہ خواب میں ایک شخص نے اللہ تعالیٰ کا تمثیل بصورت حضرت مسیح موعود علیہ السلام دیکھنا بیان کیا اس پر حضرت حجۃ اللہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے تمثیل ہوتے ہیں۔

تعالیٰ کے تمکلات ہوتے ہیں ورنہ وہ تو تجسم سے پاک ہے جو غیر خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دفعہ
خدا تعالیٰ کا ہاتھ اپنے شانہ پر دیکھا۔

ایک امام کی تشریح

آج کے امامت میں خدا تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

يُبْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ شَيْئًا

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھ غلطی ہے جو کہ ظاہر ہو گا خدا کے چھپانے میں بھی ایک عظمت
ہوتی ہے اور خدا کا چھپانا ایسا ہے جیسے کہ جنت کی نسبت فرمایا۔

فَلَا تَعْلَمُ نَفْسٌ مَّا أُخْفِيَ لَهُمْ مِّن قَدْرَةِ غَيْبٍ (السجدة: ۱۸)

کوئی نہیں جانتا کہ کیسی کیسی قُدْرَةُ غَيْبٍ ان کے لئے پوشیدہ رکھی گئی ہے) درحقیقت چھپانے میں
بھی ایک قسم کی عزت ہوتی ہے جیسے کھانا لایا جاتا ہے تو اس پر دسترخوان وغیرہ ہوتا ہے تو یہ ایک
عزت کی علامت ہوتی ہے يُبْدِي لَكَ الرَّحْمَنُ بھی دلالت کرتا ہے کہ میں تمہارے لئے
کچھ ظاہر کروں گا یعنی کوئی شے ہے کہ اس وقت چھپائی ہوئی ہے۔

جماعت نشانوں سے درست ہوگی

میں کہتا ہوں کہ میری جماعت نصاب سے درست نہ ہوگی بلکہ نشانوں سے درست ہوگی۔
دہریت کی جزب اندر ہوتی ہے تو قاعدہ کی بات ہے کہ اثر نہیں ہوا کرتا خدا کو خدا کے ہی ذریعہ
سے پہچان سکتے ہیں۔ دنیا میں جس شے کی معرفت انسان کو حاصل ہو جاتی ہے تو اس کی عظمت بھی
اس پر کھل جاتی ہے اس وقت وہ اس سے متاثر ہوتا ہے جیسے دریا میں اپنے آپ کو دیدہ دانستہ
نہیں ڈالتا۔ شیر سامنے ہو تو اس کے مقابل نہیں جاتا جس جگہ سانپ کا خطرہ ہو تو اس جگہ نہیں
گھستا اور ایک مقام پر بجلی پڑتی ہو تو وہاں سے بھاگتا ہے ایک طرف تو یہ لوگ دعویٰ امت کا کرتے
ہیں دوسری طرف کثرت ایسی ہے کہ خدا کی پناہ تو اس کے کیا معنی ہوئے؟

ایک امام

ایک میرا گزشتہ ایام کا امام ہے یہاں ذکر کرنا یاد نہ رہا وہ یہ ہے۔

إِنِّي أَنَا الصَّاعِقَةُ

مولانا عبدالکریم صاحب نے کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا نیا اسم ہے آج تک کبھی نہیں سنا حضرت اقدس نے فرمایا۔

پیشک اسی طاعون کی نسبت جو الہامات ہیں وہ بھی ہیں جیسے اُنْفِطِرُ وَأُصَوِّمُ یہ بھی کیسے لطیف الفاظ ہیں گویا خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ طاعون کے متعلق میرے دو کام ہوں گے کچھ حصہ چپ رہوں گا یعنی روزہ رکھوں گا اور کچھ افطار کروں گا اور یہی واقعہ ہم چند سال سے دیکھتے ہیں شدت گرمی اور شدت سردی کے موسم میں طاعون دب جاتی ہے گویا وہ اصوم کی حالت ہے اور فروری مارچ اکتوبر وغیرہ میں زور کرتی ہے وہ گویا افطار کا وقت ہوتا ہے اور اسی لطیف کلام میں سے ہے

إِنِّي أَنَا الصَّاعِقَةُ

نماز میں لذت کے حصول کی شرائط

ایک نے عرض کی کہ نماز میں لذت کچھ نہیں آتی حضرت قدس علیہ السلام نے فرمایا کہ نماز نماز بھی ہو۔ نماز سے پیشتر ایمان شرط ہے ایک ہندو اگر نماز پڑھے گا تو اسے کیا فائدہ ہو گا جس کا ایمان قوی ہو گا وہ دیکھے گا کہ نماز میں کیسے لذت ہے اور اس سے اول معرفت ہے جو خدا تعالیٰ کے فضل سے آتی ہے اور کچھ اس کی طینت سے آتی ہے جو محمود فطرت والے مناسب حال اس کے فضل کے ہوتے ہیں اور اس کے اہل ہوتے ہیں انہیں پر فضل بھی کرتا ہے ہاں یہ بھی لازم ہے کہ جیسے دنیا کی راہ میں کوشش کرتا ہے ویسے ہی خدا کی راہ میں بھی کرے پنجابی میں ایک مثل ہے ”جو منگے سو مر رہے مرے سو منگن جا“

دعا کی حقیقت

لوگ کہتے ہیں کہ دعا کرو۔ دعا کرنا مرنا ہوتا ہے اس پنجابی مصرعہ کے یہی معنی ہیں کہ جس پر نہایت ذرچہ کا اضطراب ہوتا ہے وہ دعا کرتا ہے دعا میں ایک موت ہے اور اس کا بڑا اثر یہی ہوتا ہے کہ انسان ایک طرح سے مرجاتا ہے مثلاً ایک انسان ایک قطرہ پانی کا پی کر اگر دعویٰ کرے کہ میری پیاس بجھ گئی ہے یا یہ کہ اسے بڑی پیاس تھی تو وہ جھوٹا ہے ہاں اگر پیالہ بھر کر پیوے تو اس بات کی تصدیق ہوگی۔ پوری سوزش اور گدازش کے ساتھ جب دعا کی جاتی ہے حتیٰ کہ روح گداز ہو کر آستانہ الہی پر گر جاتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے اور الہی سنت یہی ہے کہ جب ایسی دعا ہوتی ہے تو خداوند تعالیٰ یا تو اسے قبول کرتا ہے اور یا اسے جواب دیتا ہے۔

خدا کا کلام فرمانا

اس مقام پر مسائل نے کہا کہ جواب کیسے دیتا ہے حضرت اقدس نے فرمایا کہ
بات کر کے بتلا دیتا ہے

مسائل نے کہا کہ خدا کیسے بات کرتا ہے؟
فرمایا کہ

خدا کے فرشتے کلام کرتے ہیں اکثر دفعہ خدا کے فرشتوں نے ہمارے ساتھ کلام کی ہے
مکالمات الہیہ میں ایسا محسوس ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی زبان پر کلام جاری کر رہا ہے
اور وہ ایسی طاقت اور شدت سے ہوتا ہے کہ جیسے ایک فولادی میخ دھنستی جاتی ہے ایسی لطافت
ہوتی ہے کہ گویا خدا کا کلام ہے۔

نماز پڑھنے کا طریق

نماز پڑھو اور تدریس سے پڑھو اور ادعیہ ماثورہ کے بعد اپنی زبان میں دعائیں مانگنی مطلق حرام
نہیں ہے جب گزارش ہو تو سمجھو کہ مجھے موقعہ دیا گیا ہے اس وقت کثرت سے مانگو اس قدر مانگو
کہ اس نکتہ تک پہنچو کہ جس سے رقت پیدا ہو جاوے۔ یہ بات اختیاری نہیں ہوتی خدا تعالیٰ کی
طرف سے ترشحات ہوتے ہیں۔ اس کوچہ میں اول انسان کو تکلیف ہوتی ہے مگر ایک دفعہ چاشنی
معلوم ہوگی تو پھر سمجھے گا جب اجنبیت جاتی رہے گی اور نظارہ قدرت الہی دیکھ لے گا تو پھر چچھانہ
چھوڑے گا۔ قاعدہ کی بات ہے کہ تجربہ میں جب ایک دفعہ ایک بات تھوڑی سی آجاوے تو
تحقیقات کی طرف انسان کی طبیعت میلان کرتی ہے اصل میں سب لذات خدا تعالیٰ کی محبت میں
ہیں۔ ملعون لوگ (یعنی جو خدا سے دور ہیں) جو زندگی بسر کرتے ہیں وہ کیا زندگی ہے۔ بادشاہ اور
سلاطین کی کیا زندگیاں ہیں مثل بہائم کے ہیں۔ جب انسان مومن ہوتا ہے تو خود ان سے نفرت
کرتا ہے۔

صادقوں کی صحبت میں آجاؤ

دہلی کے جلسہ میں جو لوگ بڑے شوق سے جاتے ہیں سوائے اس کے کہ وہاں بعض مسخ شدہ
شکلوں کو دیکھیں اور کیا دیکھیں گے یہ لوگ ایسے دور دراز خیالات میں آکر پڑے ہیں کہ جب فرشتہ
آکر جان نکالے گا تو اس وقت ان کو حسرت ہوگی۔

ایمان لانے سے اور خدا کی عظمت کے دل میں ہونے کی اول نشانی یہ ہے کہ انسان ان تمام کوشش کیڑوں کے خیال کرے ان کو دیکھ کر دل میں نہ ترسے کہ یہ فخر لباس پہن کر گھوڑوں پر سوار ہیں۔ درحقیقت ان لوگوں کی زندگی بد اور کتوں کی سی زندگی ہے کہ مردار دنیا پر دانت مار رہے ہیں۔ انسان کو اگر دیکھنے کی آرزو ہو تو ان کو دیکھیں۔ جو منقطعین ہیں اور خدا کی طرف آگئے ہیں اور خدا ان کو زندہ کرتا ہے ان کی زیارت سے مصائب دور ہوتے ہیں جو شخص رحمت والے کے پاس آوے گا تو وہ رحمت کے قریب تر ہو گا دنیا میں یہی بات غور کے قابل ہے کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ **كُونُوا مَعَ الشَّدِيقِينَ** (توبہ : ۱۶۹) یعنی اے بندو تمہارا اچھا اسی میں ہے کہ صادقوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

پھر نماز کی حلاوت کے سوال پر فرمایا کہ

نشوونما رفتہ رفتہ ہوا کرتا ہے یہ آپ کی خوش قسمتی ہے کہ یہاں آگئے اگر خدا نہ چاہتا تو آپ کیا کرتے؟ ممکن تھا کہ اول دلی کی طرف جاتے تو وہاں سوائے لاف و گزاف کے کیا ساتھ لے جاتے یا چند ایک تماشے شعبہ بازی کے دیکھ لیتے۔

سائل نے عرض کی کہ میرا خیال تھا کہ آپ ضرور جلسہ دلی میں ہوں گے آپ کا کیچ مع اپنی جماعت کے الگ ہو گا حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہم ان باتوں سے ایسے متنفر ہیں کہ ان کے نیچے ہمارے نزدیک بھی ہوں تو ہم یہ خواہش کریں کہ خدا جلد تر ان کو یہاں سے اٹھاوے جیسے ایک مردار جب پاس پڑا ہو تو اسے جلدی اٹھا دیتے ہیں کہ کہیں متعفن ہو کر بیماری کا باعث نہ ہو۔

سائل نے عرض کی کہ اس سے پشتر مجھے بہت شوق جلسہ کا تھا مگر اب دو تین دن سے ذرا خیال تک بھی نہیں ہے حضور کی زیارت کو دل چاہتا ہے۔
حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

حق یہی ہے

رعایت ملائکہ

پھر سائل نے عرض کی کہ کیا ہم فرشتے کو دیکھ سکتے ہیں؟

حضرت اقدس علیہ السلام نے فرمایا کہ

ہم ہر روز دیکھتے ہیں کبھی کشف میں۔ کبھی رؤیا میں۔ ایک حالت رؤیا کی ہوتی ہے وہ غنیمت میں ہوتی ہے اس میں غیبت حس ہوتی ہے کہ انسان سو کر کہیں کا کہیں سیر کرتا ہے اور مکان اس کا بدلتا ہے مگر کشف میں مکان نہیں بدلتا۔ کبھی غنودگی میں ہوتا ہے اور کبھی بیداری میں اور باوجود غنودگی کے حصہ کے پھر بھی ایک آواز کو سنتا ہے۔ جانتا ہے کہ فلاں مکان میں ہوں ایک دفعہ میں نے فرشتوں کو انسان کی شکل میں دیکھا یا د نہیں کہ دو تھے یا تین آپس میں باتیں کرتے تھے اور مجھے کہتے تھے کہ تو کیوں اس قدر مشقت اٹھاتا ہے اندیشہ ہے کہ پیار نہ ہو جائے میں نے سمجھا کہ یہ جو چھ ماہ کے روزے رکھے ہیں ان کی طرف اشارہ ہے (اس مقام پر حضرت اقدس نے اپنا واقعہ مجاہدہ اور ششماہی روزے کا بیان فرمایا جو کہ الہدیر نمبر میں زیر عنوان اسوہ حسنہ درج ہے)

فرمایا کہ

روزوں کو میں نے مخفی طور پر رکھا بعض دفعہ اظہار میں سلب رحمت کا اندیشہ ہوتا ہے اس لئے مخفی رکھنا اچھا ہوتا ہے چونکہ میں مامور تھا اس لئے کوئی مرض وغیر وہ ہوا ورنہ اگر کوئی اور ہوتا اور اس قدر شدت اٹھاتا تو ضرور مسلول یا مجنون ہو جاتا۔

پھر ایک دفعہ مجھے ایک فرشتہ آٹھ یا دس سالہ لڑکے کی صورت میں نظر آیا اس نے بڑے فصیح اور بلیغ الفاظ میں کہا کہ خدا تعالیٰ تمہاری ساری مرادیں پوری کرے گا۔

اسی طرح ایک دفعہ میں نے دیکھا کہ ایک نالی شرقاً غرباً بہت لمبی صدا ہا میل تک کھدی ہوئی ہے اور اس کے اوپر صدا ہا بھیڑیں لٹائی ہوئی ہیں اور ہر ایک بھیڑ کے سر پر ایک قصاب ہاتھ میں چھری لئے ہوئے تیار بیٹھا ہے اور آسمان کی طرف ان کی نظر ہے جیسے حکم کا انتظار ہے میں اس وقت اس مقام پر ٹہل رہا ہوں اور ان کو دیکھ رہا ہوں ان کے نزدیک جا کر میں نے کہا قُلْ مَا يَعْجَبُوكُمْ رَبِّيَ لَوْلَا دُعَاؤُكُمْ (الفرقان : ۷۸)

انہوں نے اسی وقت چھریاں پھیر دیں کہ حکم ہو گیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ چونکہ خلیفہ جو ہوتا ہے وہ آسمان سے ہوتا ہے اس لئے میں نے جو آواز دی تو انہوں نے سمجھا کہ حکم ہو گیا اور جو آواز آسمان سے آئی تھی وہ میں نے کسی جب وہ بھیڑیں تڑپیں تو انہوں نے کہا کہ تم چیز کیا ہو میلا کھانے والی بھیڑیں ہی ہو۔ ان ایام میں پچتر ہزار آدمی ہضہ سے مرا تھا ۱۸۸۵ء کا ذکر ہے۔

لیکھرام کے متعلق کشف

اس کے بعد حضرت اقدس نے لیکھرام کے متعلق کشف کا ذکر فرمایا جو کہ برکات الدعاء کے
ثابٹ نیک پر چھپا ہوا ہے۔

بعد ازیں فرمایا کہ

ایک دفعہ میں نے اسی لیکھرام کے متعلق دیکھا کہ ایک نیزہ ہے اس کا پھل بڑا چمکتا ہے اور
لیکھرام کا سر کٹا پڑا ہوا ہے اسے نیزہ سے پرو دیا ہے اور کہا گیا ہے کہ پھر یہ قادیان نہیں آوے گا
(لکن ایام میں لیکھرام قادیان میں تھا اور اس کے قتل سے ایک ماہ پیشتر کا یہ واقعہ ہے) فرمایا کہ
یہ عجائبات ہیں ختم ہونے میں نہیں آتے لیکھرام کے قتل کے وقت جب تلاشی میں کاغذات
دیکھے گئے تو اس میں بہت سے خط لکھے جن میں لکھا تھا کہ وہ خبیث مارا گیا ہے اچھا ہوا کہ ہینگوئی
پوری ہوئی اس میں جو ہینگوئی پوری کے الفاظ تھے وہ حکام کے ہر شک و شبہ کو دور کرتے تھے۔

تنہا احمدیوں کے لئے ہدایت

بعض احباب نے سوال کیا کہ کیا تنہا نماز پڑھ لیا کریں؟
فرمایا کہ

ہاں الگ اور تنہا پڑھ لیا کرو۔ یہ سلسلہ خدا کا ہے وہ چاہتا ہے کہ ان سے الگ رہو عنقریب وہ وقت
آتا ہے کہ خدا جماعت کر دے گا۔

۲ جنوری ۱۹۰۳ء بروز جمعہ

(بوقت سیر)

ایک الہام

فرمایا :- رات مجھے الہام ہوا

جَاعَرِنِ اَيْلٍ وَاخْتَارَ وَاذَارَ اَصْبَعَهُ وَاَشَارَ - يَعْصِمُكَ اللهُ مِنَ الْعِيْدِ اَوْ يَنْطُو

يُكَلِّمَنَّ مَنْ سَطَا آخِل جبریل ہے فرشتہ بشارت دینے والا۔

(ترجمہ) آیا میرے پاس آخِل اور اس نے اختیار کیا (یعنی چن لیا مجھ کو) اور تمھایا اس نے اپنی انگلی کو اور اشارہ کیا کہ خدا تجھ کو دشمنوں سے بچائے گا اور ٹوٹ کر پڑے گا اس شخص پر جو تجھ پر اچھا۔

فرمایا :-

آخِل اصل میں ایالت سے ہے یعنی اصلاح کرنے والا جو مظلوم کو ظالم سے بچاتا ہے یہاں جبریل نہیں کہا آخِل کہا۔ اس لفظ کی حکمت یہی ہے کہ وہ دلالت کرے کہ مظلوم کو ظالموں سے بچاوے اس لئے فرشتہ کا نام آخِل رکھ دیا پھر اس نے انگلی بلائی کہ چاروں طرف کے دشمن۔ اور اشارہ کیا کہ يَنْصِبُكَ اللَّهُ مِنَ الْعِيْدَا وَغَيْرِهِ۔

یہ بھی اس الہام سے جو پہلے ہوا تھا ملتا ہے کہ

إِنَّهُ كَرِيْمٌ تَمْشِي أَمَامَكَ وَعَاذِي مَنْ عَاذِي وَهُ كَرِيْمٌ هُوَ تَمْرٌ آكُو آكُو چلتا ہے جس نے تیری عداوت کی اس کی عداوت کی چونکہ آخِل کا لفظ لغت میں نہ مل سکتا تھا یا زبان میں کم استعمال ہوتا ہو گا اس لئے الہام نے خود اس کی تفصیل کر دی۔

(یہ گذشتہ چند روز کا الہام ہے)

جس طرح انبیاء کے صفات ہوتے ہیں اسی طرح ملائکہ کے بھی صفات ہوتے ہیں اور اصیبت کے اجتہادی معنی جو کچھ ہم کریں اصل واقعہ تو اس وقت معلوم ہو گا جب وہ ظہور پذیر ہوگا۔

ایک نووارد نے عرض کی کہ کاش مجھے بھی جبرائیل دکھایا جاتا فرمایا :-

جب خدا آپ کو وہ آنکھیں عتابت کرے گا تو آپ بھی دیکھ لیں گے۔ وَمَا نَزَّلُ إِلَّا بِأَمْرِ رَبِّكَ (مریم : ۶۵) وہ تو خدا کے حکم سے نازل ہوتا ہے جب مولوی محمد حسین ٹالوی نے رسالہ کفر کا لکھا تھا اور لوگوں کو بھڑکایا تھا کہ یہ مسلمان نہیں۔ ان کے جنازے نہ پڑھو مسلمانوں کے قبرستان میں ان کو دفن نہ کرو اس وقت لوگ بھڑکے اور ہماری مخالفت عام ہو گئی اور بغض و عداوت حد سے بڑھ گیا اس وقت میں نے کٹنی حالت میں دیکھا کہ بھائی غلام قادر کی شکل پر ایک شخص آیا مگر فوراً مجھے معلوم کرایا گیا کہ یہ فرشتہ ہے میں نے کہا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ کہا

لے اقم میں نووارد کا لفظ نہیں بلکہ ابو سعید عرب صاحب کا نام لکھا ہے البتہ میں بھی صرف اسی مقام پر "نووارد" لکھا ہے۔ آگے اس واہزی میں عرب صاحب ہی لکھا ہے جس سے وضاحت ہو جاتی ہے کہ یہ نووارد عرب صاحب ہی

ہے۔ (عرب)

(دیکھئے اقم جلد ۲ نمبر ۲ ص ۲۰ مورخہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۳ء)

حَدَّثَ مِنَ الْحَضْرَةِ

میں جناب باری سے آیا ہوں چونکہ ذہاں بہت لوگ معلوم ہوتے تھے میں نے اس سے الگ ہو کر ایک بات کرنے کی درخواست کی تو وہ علیحدہ ہو کر مجھے پوچھنے لگا میں نے کہا کہ لوگ تو مجھ سے الگ ہو گئے ہیں کہا کہ نہیں ہم تمہارے ساتھ ہیں معا" میری حالت کشفی جاتی رہی۔

حدیث کا مرتبہ

فرمایا :-
سچی بات تو یہ ہے کہ صرف حدیث کو مدار شریعت رکھا جائے اور قرآن کو ترک کر دیا جائے تو یہ ایک جاہلی کا نشان ہے جو حدیثیں قرآن کے موافق ہیں ان کی تو عزت کرو اور تعظیم کرو اور دوسری کو ترک کر دو۔

قیامت کے روز عسکر کیسے ہوگا

عرب صاحب نے سوال کیا کہ قیامت کے دن لوگ جس طرح مرتے ہیں اسی طرح اول و آخر نمبر وار حاضر ہوں گے یا ایک دم تمام حقد من و متاخرین اکٹھے اٹھیں گے۔

فرمایا :-

الگ الگ ثابت نہیں سب اکٹھے اٹھیں گے ماننا پڑتا ہے کہ ہمارا خدا بڑا قادر ہے دیکھو نطفہ کیا چیز ہے اور پھر اس سے کس طرح انسان کامل بن جاتا ہے ہر شخص جو خدا کو ماننے والا ہے سورج چاند وغیرہ اجرام کو دیکھ کر کیا وہ ہٹا سکتا ہے کہ کن چٹکڑوں پر یہ اسباب آیا تھا اور ان کا مصالطہ کہاں سے آیا تھا یہی ماننا پڑتا ہے کہ اِنَّمَا آمَنَّا بِآيَاتِ آدَاءِ شَيْئًا اَنْ يُقْسُوْنَ لَهٗ كُنْ تَيْسُ كُوْنِي (پیس : ۸۳) پھر ہم کو ایسا ہی ماننا چاہئے کہ قیامت کے روز سب کا ایک دم مقابلہ کر دے گا اور جن حنزروں میں مومن سرگئے تھے اور ان کو معلوم نہ تھا کہ ہمارے مخالفوں کا کیا حال ہو رہا وہ ان کو دکھلایا جائے گا کہ دیکھو اے راست باز! یہ منکرین کا حال ہے تب ان راست بازوں کو لذت آئے گی پس خدا کو ہم مان ہی نہیں سکتے جب تک کہ اس کو صاحبِ مقدرت کلی نہ مان لیں پہلے اس کے کاموں کو دیکھو ہم سب کو ماننا پڑتا ہے کہ ان کا کوئی قائل ہے پھر کیا

وجہ کہ ایک حصہ میں اس کو ماننا اور ایک حصہ میں اس کا انکار کرنا اور شہادت میں پڑنا۔ یا تو پہلی دفعہ ہی انکار کرنا چاہئے یا بکلی ماننا چاہئے خدا کی صفات اور کام غیر محدود ہیں کیا دنیا کی ہزار ہا مخلوق اس بات کی کافی دلیل نہیں کہ خدا بڑا قوی خدا ہے۔

خدا تعالیٰ کی صفات اُبدی ہیں

خدا کبھی معطل نہیں ہو گا ہمیشہ خالق ہمیشہ رازق ہمیشہ رب ہمیشہ رحمان ہمیشہ رحیم ہے اور اسے گا میرے نزدیک ایسے عظیم الشان جہوت والے کی نسبت بحث کرنا گناہ میں داخل ہے خدا نے کوئی چیز منوانی نہیں چاہی جس کا نمونہ یہاں نہیں دیا۔ ہم لڑکھن میں ایسا کرتے تھے اور دیکھتے تھے کہ گھری کو جب مار دیا جائے تو وہ بے حس و حرکت ہو جاتی ہے مگر پھر اگر اس کے سر کو گور میں دبا دیا جائے تو وہ زندہ ہو جایا کرتی ہے اسی طرح کبھی۔ یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی نیند اور غشی بھی موت ہی ہے۔

قبر میں سوالات

عرب صاحب نے سوال کیا کہ فرشتہ مرنے کے بعد کس زبان میں سوال کرے گا؟

فرمایا :-

ہمیں انگریزی، فارسی، اردو، عربی وغیرہ سب زبانوں میں الامام ہوتے ہیں فرشتہ ہر زبان بول

سکتا ہے۔

سوال کیا کہ کیا فرشتہ یہی سوال کرے گا مَن رَّبِّكَ وَمَن نَّبِيِّكَ اگر یہی سوال کرے گا

تو اس کے جواب یاد کر لئے جائیں تو وہاں پاس ہو سکتے ہے

فرمایا :-

نہیں یہ ایک ایمانی بات ہے یہی دو لفظ یاد کر کے دنیاوی امتحانوں کی طرح کبھی پاس نہیں ہو سکتے بلکہ انسان جس رنگ سے رنگین ہو گا وہی جواب اس کے منہ سے نکلے گا پھر لکھا ہے کہ
يَوْمَ يُنْفَخُ الَّذِينَ النُّجُومِ قَبْرٍ فِي رَاحَةٍ يَارْحَمِ اللَّهُ كَمَا سَامَانَ مَيَّا كَمَا جَاءَ غَا۔

۱۔ اہم میں یہ عمارت ہوں ہے۔

یہ موت حقیقی موت نہیں ہوتی غشی اور نیند کی ہی حالت ہوتی ہے اور یہ بھی ایک قسم کی موت ہے یہ نمونہ ہے ایسا موتی کا۔

(اہم جلد ۲ نمبر ۲ سورہ ۱۰ جنوری ۱۹۳۳ء)

حشر اجساد

پھر عرب صاحب کے سوال پر فرمایا کہ مرنے کے بعد مردے کا تعلق زمین سے ضرور رہتا ہے مومن کا تعلق ایک آسمان سے ہوتا ہے اور ایک زمین سے۔ اصل حساب و کتاب تو برزخ میں ہو جائے گا مگر مقابلہ کرانا باقی رہ جاوے گا وہ حشر کو ہوگا۔ ہزاروں انبیاء۔ رجال۔ کذاب۔ کفار۔ ملعون وغیرہ خطاب پاتے گئے قیامت میں اس لئے حشر ہو گا کہ ان کو عزت کی کرسی پر بٹھا کر اور مکذوبوں کو ذلت کا عذاب دے کر دکھلایا جائے گا کہ دیکھو کون صادق اور کون کاذب تھا۔

سوال کیا کہ حشر کو جسم ہو گا یا نہیں اور یہی جسم ہو گا یا کوئی اور؟
فرمایا :-

حشر میں جسم دیئے جائیں گے یہ نہیں کہ یہی ہو گا یا کوئی اور۔ یہ مانی ہوئی بات ہے کہ تین سال کے بعد پہلا انسانی جسم ضائع ہو جاتا ہے اور اس کا قائم مقام نیا آجاتا ہے پھر ہمارا ایمان ہے کہ ایک بدن طے گا مگر جس طرح اس عظیم کے ظلم میں ہے ہمارا اس پر ایمان ہے کہ وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ اسے دیدے اور اس کے سوا اور جسم بھی حطا کرے سوائے ذات باری کے کسی کی یہ صفت نہیں کہ ہمیشہ ابدی رہے اور یہ طاقت خدا ہی انسان کو دے گا کہ پھر وہ ابدی بن جاوے۔

پھر سوال کیا کہ یہ مرتبہ صرف انسان کو ہی ملے گا اور حیوانات کو نہیں دیا جائے گا؟
فرمایا :-

اس پر ہم جھگڑ نہیں سکتے جیسے ایک شخص سوات کرتا ہے ایک فقیر کو وہ پیسہ دیتا ہے اور

۱۔ اہم میں یہ عادت ہلا ہے۔

فرمایا :-

جسم تو ہوں گے مگر یہ نہیں کھاکے بھی لا اور۔ تین سال کے بعد پہلا جسم تو رہتا نہیں اس کا قائم مقام جسم آجاتا ہے پس ہمارا یہ ایمان ہے کہ ایک جسم طے جائے گا جیسا کہ اس ظلم کے ظلم میں ہے وہ قادر ہے کہ اس بدن سے بھی کچھ حصہ ضرور لے اور ضرور لے گا اور اس حصہ کو بھی جلالی رنگ میں فیرقانی کر دے سوائے ذات باری کے کسی دوسرے کی یہ صفت نہیں کہ ابدالا بد تک رہے انسان کو فیرقانی جسم ہو طے جائے گا یہ خدا کا علیہ ہوگا۔

(اہم جلد ۲ نمبر ۲۷ صفحہ ۲۷ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۷۳ء)

دوسرے کو روپیہ۔ مگر جس کو پیسہ ملا ہے وہ حق نہیں رکھتا کہ جھگڑا کرے بہشت والوں کو تو ابدی رہنا ہوگا اور حدیثوں میں بھی آیا ہے کہ روزِ نبی ہمیشہ اس میں نہیں رہیں گے۔ جیسے فرمایا **يَأْتِي عَلَى جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ** کیونکہ وہ بھی آخر خدا کے ہاتھ کے بنے ہوئے ہیں ان پر کوئی زمانہ ایسا آتا چاہے کہ ان کو عذاب کی تخفیف دی جائے۔

یہ معرفت کی باتیں ہوتی ہیں جنم سے نکلیں گے۔ مگر یہ نہیں لکھا کہ بہشت میں مومنین کی طرح ان کو بھی حصہ ملے گا ہاں ان کے ماتھے پر روزِ کا نشان ہوگا۔

پھر سوال کیا کہ بہشت والوں کو روزِ کا پیش و تکرار بھی دکھ ہو جائے گا۔

فرمایا :-

بہشت میں بھی ہر روز ایک تہجد ہوتا رہے گا اسی طرح روزِ نبیوں پر بھی لکھا ہے **بَدَّ لَنَهْمًا جَلْدًا اَعْدَرَهَا** (النساء- ۵۷) مگر خدا کا تہجد بے پایاں ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا خدا کے کاموں میں انتہا نہیں۔ فرماتا ہے **وَلَا تَنَابُذُوا كِتَابَ اللَّهِ** (ق: ۳۶) یعنی زیادتی ہوتی رہے گی۔

پھر سوال کیا کہ میں نے آج تک روزہ نہیں رکھا اس کا کیا فدیہ دوں۔

فرمایا :-

خدا ہر ایک شخص کو اس کی وسعت سے باہر دکھ نہیں دیتا۔ وسعت کے موافق گذشتہ کا فدیہ دے دو اور آئندہ عہد کرو کہ سب روزے ضرور رکھوں گا۔

۳ جنوری ۱۹۰۳ء

صبح کی سیر

اللہ اور رحمن

سیر کو نکلنے ہی سلسلہ کلام **يُجِدُّمِي لَكَ الرَّحْمٰنُ** الامام سے شروع ہوا۔

فرمایا :-

رحمان اپنے اندر بشارت رکھتا ہے چونکہ یہ بشارت تھی اس لئے اس الامام میں رحمان کا لفظ رکھا ہے۔ اور **شَيْئًا** کے لفظ میں کچھ انفا تھا جو گو اس کی عظمت کے لئے ہے مگر ایک

اشفاء ضرور ہے اس لئے اس خیال سے کہ وہم پیدا نہ ہو پھر اور واضح الفاظ میں فرمایا۔

بِشَارَةٍ تَلَقَّهَا النَّبِيُّونَ

یُبْدِئُ مِنْ لَدُنِ الرَّحْمٰنِ میں لام بھی اشعار کے لئے فرمایا دوسرے الہام وَاللّٰهُ
يَعْلَمُكَ مِنْ اَعْدَا میں اللہ کا لفظ اس لئے رکھا کہ اللہ اپنے جلال کو چاہتا ہے اور اس
صفت میں اظہار جلال مقصود تھا اس لفظ کو استعمال فرمایا جو اسم اعظم ہے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

اس ضمن میں فرمایا کہ

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا (التوبہ: ۴۰) اس معیت میں حضرت
ابوبکر صدیق رضی تعالیٰ اللہ عنہ بھی ہیں اور گویا کل جماعت آپ کی آغوشِ موسیٰ علیہ السلام نے یہ
نہیں کہا بلکہ کہا اِنَّ مَعِيَ رَبِّيْ (الشعراء: ۳۳) اس میں کیا سر تھا کہ انہوں نے اپنے ہی
ساتھ معیت کا اظہار کیا؟ اس میں یہ راز ہے کہ اللہ جامع جمع شیوں کا ہے اور اسم اعظم ہے
رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی جماعت کے ساتھ اسم اعظم کی معیت مع تمام صفات
کے پائی جاتی ہے لیکن موسیٰ علیہ السلام کی قوم شریر اور فاسق فاجر تھی۔ آئے دن لڑنے اور پتھر
مارنے کو تیار ہو جاتی تھی اس لئے ان کی طرف معیت کو منسوب نہیں کیا بلکہ اپنی ذات تک اسے
رکھا اس سے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت اور علوم و ارج کا اظہار مقصود ہے۔

ایمان و عرفان میں کیسے تبدیل ہوتا ہے

فرمایا :-

یہ مدہنگوئیاں جو ہیں یہ ایمان کو قوی کر کے عرفان بنا دیتی ہیں۔ نری باتوں سے ایمان قوی
نہیں ہو سکتا جب تک اس میں قوت کی شعاعیں نہ پڑیں اور یہ اللہ تعالیٰ کے ان نشانات سے پیدا
ہوتی ہیں۔ پس ان مدہنگوئیوں کو خوب کان کھول کر سننا چاہئے دوسرے وقت جب یہ پوری ہوتی
ہیں تو ایمان کی تقویت کا باعث ہو کر اس کو عرفان بنا دیتی ہیں۔ اس لئے جو امر مدہنگوئی پر مشتمل ہو
میں اس کو ضرور سنا دیا کرتا ہوں اور میری غرض اس سے یہی ہوتی ہے۔ یہ ایک نور بخشی ہیں اور
جب تک اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور نازل نہ ہو انسان غلطی میں پڑا رہتا ہے۔

تعبیر الرؤیا

ابو سعید عرب صاحب نے اپنی رؤیا بیان کی کہ ایک کتا پیار سے کاتا ہے اور پھر اس نے ایک انڈا دیا جس کو انہوں نے توڑ ڈالا اور وہ بھاگ گیا ہے۔
فرمایا:-

کتا ایک برنخ ہے درندگی اور چرندگی میں۔ جب وہ محبت سے کاتے تو محبت ہے اور کتے سے مراد خفیف سادشمن ہوتا ہے اس کے انڈے سے مراد اس کی ذریت ہے جب اس کو توڑ دیا تو گویا خفیف اور کمزور دشمن کی ذریت کو تلف کر دیا۔

توجیہ

فرمایا :- جس بادشاہ کے ہم زیر سایہ ہیں اس کو چھوڑ کر دوسروں کے پاس جانا یہ توہین ہے۔
يُنْسَى الْفَقِيْرُ عَلٰى بَابِ الْاَمِيْرِ -

مولوی محمد حسین اور اس کا رجوع

ابو سعید عرب صاحب نے اپنے ذوق سے بیان کیا کہ محمد حسین والی مدینہ کوئی یقیناً خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے۔ فرمایا :-

اس میں کیا شک ہے۔ زور کے ساتھ یہ دعویٰ کیا گیا ہے۔ کہ وہ رجوع کرے گا۔ اور اللہ تعالیٰ نے ایسا ہی مقدر کیا تھا۔ اصل میں محمد حسین زیرک آدمی تھا۔ مگر میں دیکھتا تھا کہ ابتداء سے اس میں ایک قسم کی خود پسندی تھی۔ پس اللہ تعالیٰ نے چاہا کہ اس طرح پر اس کا تنقیہ کر دے یہ اس کے لئے استفراغ ہے۔ براہین میں ایک الہام درج ہے جس میں اس کا فرعون نام رکھا گیا ہے۔ اس نے بھی آخری ہی کہا تھا کہ اَمَنْتُ اَنْتَهُ لَا اِلَهَ اِلَّا الَّذِيْ اَمَنْتُ بِهٖ
بَنُوْا اَسْرَابِيْنَ (یونس : ۹) اس لئے اس کے لئے بھی اَمَنْتُ بِالَّذِيْ کا وقت مقدر ہے۔
اس پر پوچھا گیا کہ وہ کیا امر ہے جس کی وجہ سے یہ آخری سعادت اس کے لئے مقدر ہے۔ فرمایا :-

یہ تو اللہ تعالیٰ ہی بہتر جانتا ہے۔ مگر اس نے ایک کام تو کیا ہے۔ براہین احمدیہ پر یوں لکھا تھا

اور وہ واقعی اخلاص سے لکھا تھا کیونکہ اس وقت اس کی یہ حالت تھی کہ بعض اوقات میرے جوتے اٹھا کر جھاڑ کر آگے رکھ دیا کرتا تھا اور ایک بار مجھے اپنے مکان میں اس غرض سے لے گیا کہ وہ مبارک ہو جاوے اور ایک بار اصرار کر کے مجھے وضو کرایا۔ غرض بڑا اخلاص ظاہر کیا کرتا تھا۔ کئی بار اس نے ارادہ کیا کہ میں قادیان ہی میں آکر رہوں۔ مگر میں نے اس وقت اسے یہی کہا تھا کہ ابھی وقت نہیں آیا۔ اس کے بعد اسے یہ ابتلاء پیش آگیا۔ کیا تعجب ہے کہ اس اخلاص کے بدلے میں خدا تعالیٰ نے اس کا انجام اچھا رکھا ہوئے۔

اس پر ایک بھائی نے سوال کیا کہ حضور اب اسے کیا سمجھیں۔ فرمایا۔

اب تو حکم حالت موجودہ ہی پر ہوگا۔ وہ دشمن ہی اس سلسلہ کا ہے۔ دیکھو جب تک نطفہ ہوتا ہے اس کا نام نطفہ رکھتے ہیں گو اس کا انسان بن جاوے مگر جوں جوں اس کی حالتیں بدلتی جاتی ہیں اس کا نام بدلتا جاتا ہے۔ مضافہ عقہ وغیرہ ہوتا ہے۔ آخر اپنے وقت پر جا کر انسان بنتا ہے۔ یہی حال اس کا ہے۔ سردست تو وہ اس سلسلہ کا مخالف اور دشمن ہے اور یہی اس کو سمجھنا چاہیے۔

پھر اس دشمن میں فرمایا کہ

سزا اور عذاب صرف کفر ہی کے باعث نہیں آتا۔ بلکہ فسق و فجور بھی عذاب کا موجب ہو جاتا ہے۔

خدا تعالیٰ ہمیشہ صادقوں ہی کی نصرت اور تائید کرتا ہے

فرمایا: کہی کوئی جھوٹ اس قدر چل نہیں سکتا۔ آخر دنیا میں ہم دیکھتے ہیں۔ کہ بدی کرنے والے جھوٹے اور فریبی اپنے جھوٹ میں تھک کر رہ جاتے ہیں۔ پھر کیا کوئی ایسا مفتری ہو سکتا ہے جو برابر پچیس برس سے خدا تعالیٰ پر افترا کر رہا ہو اور تھکا نہ ہو اور خدا کو بھی اس کے لئے غیرت نہ آوے بلکہ اس کی تائید میں نشانات ظاہر کرتا رہے۔ یہ عجیب بات ہے۔ ایسا ہرگز نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ ہمیشہ صادقوں ہی کی نصرت اور تائید کرتا ہے۔

دیکھو یہ جو میری مددگاری ہے کہ میری عمر اسی برس کے قریب ہوئی کیا کوئی مفتری اس قسم کی

لے الہد میں مزید یوں لکھا ہے :-

”یہ خدا تعالیٰ کی رحمت کے خاصے ہوتے ہیں۔ ایک کتاب میں میں نے دیکھا کہ موسیٰ کے زمانہ میں ایک ہسویا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی ہل پر سواگ بنایا کرتا تھا جس وقت سب قوم فرعون کی فرق ہوئی تو وہ بچا رہا۔ حضرت موسیٰ نے خدا تعالیٰ سے اس کا باعث دریافت کیا تو فرمایا کہ چونکہ یہ میرے چرے جیسا ہونا بنا کر تھا اس لئے ہماری

ہدنگوئی کر سکتا ہے اور خصوصاً اس پر تمیں برس گذر بھی گئے ہوں اور ایسا ہی اس وقت جب کوئی نہ جانتا تھا اور نہ یہاں آتا تھا۔ یہ کہا یا تَتَوَنِّمْنَ مِنْ حِلِّ قَبِيحَةٍ عَيْبِيَّتِي اور يَا تَبَّكَ مِنْ حِلِّ قَبِيحَةٍ عَيْبِيَّتِي کیا یہ مفتری کر سکتا ہے کہ ایسا کہے اور پھر خدا بھی ایسے مفتری کی پروا نہ کرے بلکہ اس کی ہدنگوئی پوری کرنے کو دور دراز سے لوگ بھی اس کے پاس آتے ہیں اور ہر قسم کے تحائف اور نقد بھی آنے لگیں۔ اگر یہ بات ہو کہ مفتری کے ساتھ بھی ایسے معاملات ہوتے ہیں۔ پھر نبوت سے ہی امان اٹھ جاوے۔ یہی نشان ہیں جو ہماری جماعت کی محبت اور اخلاص میں ترقی کا باعث ہو رہے ہیں۔ مفتری اور صادق کو تو اس کے منہ ہی سے دیکھ کر پہچان سکتے ہیں۔

فرمایا :- سچائی کا یہ بھی ایک نشان ہے کہ صادق کی محبت سعید الفطرت لوگوں کے دلوں میں ڈال دیتا ہے۔ احق کو یہ راہ نہیں ملتی کہ نور کا حصہ لے۔ وہ ہر بات میں بدگمانی ہی سے کام لیتا ہے۔

فرمایا :- ہم کو تکلف اور توضیح کی حاجت نہیں۔ خواہ کوئی ہماری وضع سے راضی ہو یا ناخوش۔ ہمارا اپنا کوئی کام نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ کا اپنا کام ہے اور وہ خود کر رہا ہے۔

فرمایا :- جب انسان خدا کو چھوڑتا ہے تو پھر مکائد پر بھروسہ کرتا ہے۔

اپنی سچائی پر بصیرت

فرمایا :- اللہ تعالیٰ ہم کو محجوب ہونے کی حالت میں نہ چھوڑے گا۔ وہ سب پر اتمام حجت کر دے گا۔ یاد رکھو سماوی اور ارضی آدمیوں میں فرق ہوتا ہے جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتے ہیں۔ وہ خود ان کی عزت کو ظاہر کرتا ہے اور ان کی سچائی کو روشن کر کے دکھاتا ہے۔ اور جو اس کی طرف سے نہیں آتے اور مفتری ہوتے ہیں وہ آخر ذلیل ہو کر تباہ ہو جاتے ہیں۔

پیشگوئیوں کے اسرار

ہدنگوئیوں کے متعلق فرمایا کہ اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کے وعدے اور اس کا کلام بہر حال سچا ہے۔ ہاں یہ ہوتا ہے کہ کبھی وہ جسمانی رنگ میں پوری ہوتی ہیں کبھی روحانی رنگ میں۔ اور منہاج نبوت میں اس کے نظائر موجود ہیں۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ کچھ گائیں ذبح ہوئی ہیں تو وہ صحابہ کا ذبح ہونا تھا۔ اور آپ نے دیکھا کہ سونے کے کڑے پنے ہوئے ہیں جو پھونک مارنے سے اڑ گئے ہیں۔ اس سے مراد جھوٹے پیغمبر تھے۔ پس خدا کا کلام کسی نہ کسی رنگ میں ضرور سچا ہے۔

جماعت کے ازدیادِ ایمان کے لئے نشانات کا ظہور

فرمایا :- اللہ تعالیٰ نہیں چاہتا کہ ہماری جماعت کا ایمان کمزور رہے۔ مہمان اگر نہ بھی چاہے تو بھی میزبان کا فرض ہے کہ اس کے آگے کھانا رکھدے۔ اسی طرح اگرچہ نشانوں کی ضرورت کوئی بھی نہ سمجھے۔ تب بھی اللہ تعالیٰ اپنے فضل سے جماعت کے ایمان کو بڑھانے کے لئے نشانات ظاہر کر رہا ہے۔ یہ بھی سچی بات ہے کہ جو لوگ اپنے ایمان کو نشانوں کے ساتھ مشروط کرتے ہیں وہ سخت غلطی کرتے ہیں۔ حضرت مسیح کے شاگردوں نے ماندہ کا نشان مانگا تو یہی جواب ملا کہ اگر اس کے بعد کسی نے انکار کیا تو ایسا عذاب ملے گا جس کی نظیر نہ ہوگی۔

طالب کا ادب

پس طالب کا ادب یہی ہے کہ وہ زیادہ سوال نہ کرے اور نشان طلب کرنے پر زور نہ دے۔ جو اس آداب کے طریق کو ملحوظ رکھتے ہیں خدا ان کو کبھی بے نشان نہیں چھوڑتا۔ اور ان کو یقین سے بھر دیتا ہے۔ صحابہ کی حالت کو دیکھو کہ انہوں نے نشان نہیں مانگے مگر کیا خدا نے ان کو بے نشان چھوڑا؟ ہرگز نہیں۔ تکالیف پر تکالیف اٹھائیں۔ جائیں دیں۔ اعداء نے عورتوں تک کو خطرناک تکلیفوں سے ہلاک کیا۔ مگر نصرت ہنوز نمودار نہ ہوئی۔ آخر خدا کے وعدہ کی گھڑی آگئی اور ان کو کامیاب کر دیا۔ اور دشمنوں کو ہلاک کیا۔ یہ سچی بات ہے کہ خدا صبر کرنے والوں کے ساتھ ہوتا ہے۔ اگر وہ پہلے ہی دن سارے نشان ظاہر کر دے تو پھر ایمان کا کوئی ثواب اور نتیجہ ہی نہ ہو۔ عرفان اگر یقین سے تو بھر دیتا ہے مگر اس میں کچھ بھی شک نہیں کہ ان ساری ترقیوں کی جڑ ایمان ہی ہے۔ اسی کے ذریعہ سے انسان بڑی بڑی منزلیں طے کرتا اور سیر کرتا ہے۔

سُبْحَانَ الَّذِي آسَازِي بِعَبْدِهِ (بنی اسرائیل : ۲) سے یہی پایا جاتا ہے کہ جب کامل معرفت ہوتی ہے تو پھر اس کو عجیب و غریب مقامات کی سیر کرائی جاتی ہے اور یہ وہی لوگ ہوتے ہیں۔ جو ادب سے اپنی خواہشوں کو مخفی رکھتے ہیں۔ تمام منہاج نبوت اسی پر دلالت کرتا ہے۔ پہلے نشان بھی ظاہر نہیں ہوتے بلکہ اہٹلا ہوتے ہیں۔

صدیقی فطرت حاصل کریں

پس صدیقی فطرت حاصل کرنی چاہیے۔ انہوں نے کونسا نشان مانگا تھا۔ شام سے مکہ کو آ

رہے تھے۔ راستہ ہی میں خبر ملی۔ وہیں یقین لے آئے۔ اس کی وجہ وہ معرفت تھی جو آپ کی تھی۔ معرفت بڑی عمدہ چیز ہے۔ جب انسان کسی کے حالات اور چال چلن سے پورا واقف ہو تو اس کو زیادہ تکلیف نہیں ہوتی۔ ایسے لوگوں کو معجزہ اور نشان کی کوئی حاجت ہی نہیں ہوتی۔ حضرت ابوبکر صدیق آپ کے حالات سے پورے واقف تھے۔ اس لئے سنتے ہی یقین کر لیا۔

تقویٰ اختیار کریں

فرمایا۔ ہمیں جس بات پر مامور کیا ہے۔ وہ یہی ہے کہ تقویٰ کا میدان خالی پڑا ہے تقویٰ ہونا چاہیے نہ یہ کہ تلوار اٹھاؤ۔ یہ حرام ہے۔ اگر تم تقویٰ کرنے والے ہو گے۔ تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہوگی۔ پس تقویٰ پیدا کرو۔ جو لوگ شراب پیتے ہیں یا جن کے مذہب کے شکار میں شراب جزو اعظم ہے ان کو تقویٰ سے کوئی تعلق نہیں ہو سکتا۔ وہ لوگ نیکی سے جنگ کر رہے ہیں۔ پس اگر اللہ تعالیٰ ہماری جماعت کو ایسی خوش قسمت دے اور انہیں توفیق دے کہ وہ بدلوں سے جنگ کرنے والے ہوں اور تقویٰ اور طہارت کے میدان میں ترقی کریں۔ یہی بڑی کامیابی ہے اور اس سے بڑھ کر کوئی چیز موثر نہیں ہو سکتی۔ اس وقت کل دنیا کے مذاہب کو دیکھ لو کہ اصل غرض تقویٰ مفقود ہے اور دنیا کی وجاہتوں کو خدا بنایا گیا ہے۔ حقیقی خدا چھپ گیا ہے اور سچے خدا کی جنگ کی جاتی ہے مگر اب خدا چاہتا ہے کہ وہ آپ ہی مانا جاوے اور دنیا کو اس کی معرفت ہو جو لوگ دنیا کو خدا سمجھتے ہیں وہ متوکل نہیں ہو سکتے۔

(اس سیر میں سے ہم نے مضمون غیر کو نکال کر آپ ہی کی تقریر کے مختلف فقروں کو یک جا جمع کر دیا ہے (ایڈیٹر)

جماعت کی تعداد

ظہر سے پہلے لودھیانہ سے آئے ہوئے احباب نے شرف نیاز حاصل کیا۔ قاضی خواجہ علی صاحب نے مولوی محمد حسین صاحب کی ملاقات کا ذکر کیا کہ میں نے ان کو کہا تھا قادیان چلو۔ فرمایا :-

اگر وہ یہاں آجاوے تو اس کو اصل حالات معلوم ہوں اور ہماری جماعت کی ترقی کا پتہ لگے وہ ابھی تک تین سو تک ہی کہتا ہے اور یہاں اب ڈیڑھ لاکھ سے بھی تعداد زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اگر شہ ہو تو گورنمنٹ کے حضور درخواست کر کے ہماری جماعت کی الگ موم شماری کرائیں۔ براہین

احمدیہ میں جو لکھا تھا کہ **إِذَا جَاءَ نَصْرُ اللَّهِ وَالْفَتْحُ وَانْتَهَى أَمْرُ الْكُفْرَانِ الْيَنْتَابِ**۔
يَنْتَابِ هَذَا بِالْحَقِيقِ اب دیکھیں کہ وہ وقت آیا ہے یا نہیں۔ گورنمنٹ پنجاب کی خدمت میں
 جو میوریل ستمبر ۱۸۹۹ء میں بھیجا گیا تھا۔ اس میں صاف اس امر کی ہنگامی ہے کہ یہ جماعت تین
 سال میں ایک لاکھ ہو جائے گی۔ اور وہ پوری ہو گئی بہت سے لوگ ایسے ضغفا و غریاء میں سے ہیں
 جو اس سلسلہ میں داخل ہو چکے ہیں۔ مگر انہیں سکتے۔

دُنیا کے بارہ میں دین دار کا رویہ

فرمایا۔ دیندار آدمی دنیا داروں کی طرف رجوع کرنے میں اپنی ذلت اور توہین سمجھتا ہے۔ ایک
 صحابی پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ناراض تھے۔ اس وقت ایک بادشاہ نے اپنا سفیر اس کے
 پاس بھیجا اور چاہا کہ وہ اس کے پاس چلے آویں۔ صحابی نے اس خط کو لے کر تور میں پھینک دیا
 اور روننا شروع کر دیا کہ ایک طرف تو میری یہ حالت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم ناراض
 ہیں اور دوسری طرف میں یہاں تک گر گیا کہ ایک کافر میرے ایمان پر طمع کرنے لگا۔ مجھ سے
 ضرور کوئی سخت معصیت ہوئی ہے۔ جس قدر زیادہ دینداری اور خدا پرستی ہوگی۔ اسی قدر اہل دنیا
 سے نفرت پیدا ہوگی۔

سلسلہ کی اشاعت

ہم کو جس قدر تکالیف دی گئی ہیں اور جس قدر سب و شتم کیا گیا ہے۔ یہ ہماری تبلیغ کے لئے
 ذریعہ ہو گیا ہے۔ جیسے جس قدر گری شدت سے ہو برسات بھی اسی نسبت سے زیادہ ہوتی ہے۔
 عرب کے لوگ عیش و عشرت اور ناپاک خواہشوں اور فطلوں میں مستغرق تھے۔ انہیں مذہب اور
 مذہبی مباحثات سے کیا کام تھا مگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابل میں یوں کھڑے ہو گئے
 جیسے کوئی بڑا عاشق مذہب دیندار ہوتا ہے۔ یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ اس شور سے ساری قوموں
 میں جلد جلد آپ کی دعوت پھیل جائے۔ انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بڑی تکالیف
 دیں مگر آخر وہی ہوا جو خدا تعالیٰ کا غشا تھا۔ اسی طرح پر یہاں دیکھ لو کہ کس قدر زور شور سے
 مخالفت ہوئی۔ اور ہو رہی ہے۔ بہت سے لوگ ہیں جو بدعات اور بد کاریوں میں مبتلا ہیں۔ اکثر ہیں
 جو کجیروں کے پیر بنے ہوئے ہیں۔ اور بھنگ، چرس، مدک، ناڑی، کانجا، شراب وغیرہ پیتے ہیں یہ
 دہریہ ہوتے ہیں مگر کوئی ان سے تعرض نہیں کرتا۔ برخلاف اس کے ہماری اس قدر مخالفت کی جاتی

ہے کہ ایک چھوٹے سے مسئلہ وفات و حیات سچ پر وہ شورا اٹھایا گیا جس کی حد نہیں رہی۔ قتل کے فتوے دئے گئے۔ اس میں راز یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سلسلہ کی اشاعت چاہتا ہے۔

دربار شام

بیعت کے بعد طاعون کا ذکر ہوا جس پر حضرت اقدس نے ایک لمبی تقریر طاعون کے متعلق فرمائی ہم کسی قدر تلخیص کے ساتھ اس کو ذیل میں لکھتے ہیں :-

تقویٰ کی ضرورت

فرمایا :- جب تک انسان تقویٰ میں ایسا نہ ہو جیسے اونٹ کو سوئی کے ناکے سے نکالنا پڑے اس وقت تک کچھ نہیں ہوتا۔ جس قدر زیادہ تقویٰ اختیار کرتا ہے اسی قدر اللہ تعالیٰ بھی توجہ فرماتا ہے۔ اگر یہ اپنی توجہ معمولی رکھتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی معمولی توجہ رکھتا ہے۔

طاعون کا عذاب

خدا تعالیٰ نے فرمایا غَضِبْتُ غَضَبًا شَدِيدًا۔ یہ طاعون کے متعلق ہے اور پھر فرمایا اِنِّي مَعَ الرَّسُولِ اَقْوَمُ وَالْوَلْمُ مَنْ يَتْلُوهُ اَفْطَرُ وَاَصْوَمُ میں اپنے رسول کے ساتھ کھڑا ہوں گا۔ اور اس کو ملامت کروں گا جو ملامت کرتا ہے۔ میں روزہ کھولوں گا بھی اور روزہ رکھوں گا بھی۔ یہ سب الہام طاعون کے متعلق ہیں۔ ملامت ایک دل کے ساتھ ہوتی ہے اور ایک زبان کے ساتھ۔ زبان کے ساتھ تو یہی ملامت ہے جو مخالف کرتے ہیں۔ لیکن دل کی ملامت یہ ہے کہ ان باتوں کی طرف توجہ نہ کرے جو ہم پیش کرتے ہیں اور ان پر عمل کے لئے تیار نہ ہو۔ روزہ رکھوں گا اور کھولوں گا۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ایک وقت تک گویا طاعون کا زور گھٹ جائے گا۔ یہ روزے کے دن ہوں گے اور ایک وقت ایسا ہوگا کہ اس میں کثرت سے ہوگی۔ اب دیکھا گیا ہے کہ کثرت سردی اور کثرت گرمی میں اس کی شدت اور تیزی رک جاتی ہے۔ لیکن ہماری موسم فروری، مارچ اور ستمبر اکتوبر میں اس کا زور بڑھ جاتا ہے۔ مگر یہ یاد رکھنا چاہیے کہ یہ دورے تھمنے والے نہیں ہیں خدا تعالیٰ کے کلام سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے دورے شدید ہیں۔ زمین پر خدا تعالیٰ سے غفلت اور سستی پھیل گئی ہے۔ ٹیکوں کی طرف توجہ نہیں رہی۔ ایسی صورت میں کیا اس کا علاج ڈاکٹری اصولوں سے ہوگا یا کوئی اور علاج اثر پذیر ہو سکے گا جب تک خدا تعالیٰ کی مرضی نہ ہو؟

مت خیال کرو کہ ہمارا ملک یا شہر یا گاؤں ابھی تک محفوظ ہے۔ یہ کل دنیا کے لئے مامور ہو کر آئی ہے اور اپنے وقت پر ہر جگہ پھرے گی۔ اس کے دورے بڑے لمبے ہوتے ہیں۔ بعض وقت لوگ ان وجوہات کو نہیں سمجھ سکتے۔ لیکن یاد رکھو کہ جو کچھ ہو رہا ہے اللہ تعالیٰ کے حکم اور ایماء سے ہو رہا ہے۔ اب اس کے وجوہ موٹے ہیں۔ بائیس برس پہلے خدا تعالیٰ نے براہن میں مجھے اس کی خبر دی اور پھر متواتر وقتاً فوقتاً وہ اطلاع دیتا رہا۔ یہاں تک کہ جب ابھی پنجاب کے دو ضلعوں میں تھی تو اس نے مجھے بتایا کہ کل پنجاب اس کے اثر سے متاثر ہو جائے گا۔ اس وقت لوگوں نے اس پر ہنسی کی۔ مگر اب بتائیں کہ ان کی ہنسی کا کیا جواب ہو؟ اجنبی لوگ اگر نہ مانیں تو نہ سہی مگر ہماری جماعت جو دن رات نشانات کو دیکھتی ہے اسے چاہیے کہ اپنی تہذیبی کرے۔ جو شخص امن کے زمانہ میں خدا سے ڈرتا ہے وہ بچایا جاتا ہے۔ ڈرنے والے زمانہ میں تو ہر ایک ڈرتا ہے جب سوٹا اٹھایا جاوے تو اس سے بھیڑ بکری ہمتا، بلی سب ڈرتے ہیں۔ انسان کی اس میں کون سی خوبی ہے۔ یہ تو اس حالت میں ان سے جا ملا۔ اس کی دانشمندی اور دور بینی کا یہ تقاضا ہونا چاہیے تھا کہ پہلے ہی سے ڈرتا۔ بعض گاؤں میں سخت جاہلی ہو چکی ہے یہاں تک کہ گھروں کے گھر منقل ہو گئے۔ جب زور سے پڑتی ہے تو پھر کھا جانے والی آگ کی طرح ہوتی ہے۔ ایک بار بلاد شام میں پڑی تھی تو جانوروں تک کی صفائی اس نے کر دی تھی۔ یہ بڑی خطرناک بلا ہے۔ اس سے بے خوف ہونا نادانی ہے۔ حقیقی ایمان ایک موت ہے۔ جب تک انسان اس موت کو اختیار نہ کرے۔ دوسری زندگی مل نہیں سکتی۔

تقویٰ کی اہمیت

جو لوگ نری بیعت کر کے چاہتے ہیں کہ خدا کی گرفت سے بچ جائیں۔ وہ فطلی کرتے ہیں۔ ان کو نفس نے دھوکا دیا ہے۔ دیکھو طیب جس وزن تک مریض کو دو پلانی چاہتا ہے۔ اگر وہ اس حد تک نہ پیوے تو شفا کی امید رکھنی فضول ہے۔ مثلاً وہ چاہتا ہے کہ دس تولہ استعمال کرے اور یہ صرف ایک ہی قطرہ کافی سمجھتا ہے یہ نہیں ہو سکتا پس اس حد تک صفائی کرو۔ اور تقویٰ اختیار کرو جو خدا کے غضب سے بچانے والا ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ رجوع کرنے والوں پر رحم کرتا ہے کیونکہ اگر ایسا نہ ہوتا۔ تو دنیا میں اندھیرا پڑ جاتا۔ انسان جب متقی ہوتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے اور اس کے غیر میں فرقان رکھ دیتا ہے اور پھر اس کو ہر عقلی سے نجات دیتا ہے نہ صرف نجات بلکہ

بِزُوقِهِ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ (الطلاق : ۴) پس یاد رکھو جو خدا تعالیٰ سے ڈرتا ہے خدا تعالیٰ اس کو مشکلات سے رہائی دیتا ہے اور انعام و اکرام بھی کرتا ہے اور پھر متقی خدا کے ولی ہوجاتے

ہیں۔ تقویٰ ہی اکرام کا باعث ہے کوئی خواہ کتنا ہی لکھا پڑھا ہو وہ اس کی عزت و تکریم کا باعث نہیں اگر متقی نہ ہو۔ لیکن اگر ادنیٰ درجہ کا آدمی بالکل امی ہو مگر متقی ہو وہ معزز ہوگا۔ یہ دن خدا تعالیٰ کے روزہ کے ہیں۔ ان کو غنیمت سمجھو اس سے پہلے کہ وہ اپنا روزہ کھولے تم اس سے صلح کر لو اور پاک تبدیلی کر لو جنوری کا مہینہ باقی ہے فروری میں پھر وہی سلسلہ شروع ہونے والا ہے۔ ایسی بلاؤں کا باعث صادق کی تکذیب ہوتی ہے۔ اس لئے اور کوئی علاج کارگر نہیں ہو سکتا۔ بعض صحابہؓ بھی اس مرض سے مرے ہیں لیکن وہ شہید ہوئے۔ جیسے لڑائیاں جو دشمنوں کی ہلاکت کا موجب تھیں ان میں مرنے والے صحابہؓ بھی شہید ہوئے تھے جو نیک آدمی مرجاتا ہے اس کو بشارت شہادت ملتی ہے جو بد آدمی مرتا ہے اس کا انجام جہنم ہے جو شخص نیکیوں میں ترقی کرتا ہے اور خدا تعالیٰ سے پناہ مانگتا رہتا ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو بچا لیتا ہے۔ دیکھو ایک لاکھ چوبیس ہزار یا کم و بیش واللہ اعلم پیغمبر گذرے ہیں۔ مگر کیا کوئی کہہ سکتا ہے کہ ان میں سے کوئی طاعون سے بھی ہلاک ہوا تھا۔ ہرگز نہیں۔ یہ بلا بھی مامور ہوتی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم سے نازل ہوتی ہے۔ اس کی مجال نہیں کہ بلا حکم کوئی کام کرے۔

(یہاں حضرت اقدس نے ہاتھی والی روایا سنائی جو کئی مرتبہ شائع ہوئی)

پھر فرمایا کہ

اگرچہ آج کل کسی قدر امن ہے مگر میں ڈرتا ہوں کہ وہ وقت خطرناک زور کا قریب ہے اس لئے ہماری جماعت کو ڈرنا چاہئے۔ اگر کسی میں تقویٰ ہو جیسا کہ خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ تو وہ بچایا جائے گا۔ اس سلسلہ کو خدا تعالیٰ نے تقویٰ ہی کے لئے قائم کیا ہے کیونکہ تقویٰ کا میدان بالکل خالی ہے۔ پس جو متقی بنیں گے ان کو معجزہ کے طور پر بچایا جائے گا۔

عرب صاحب نے پوچھا جو لوگ حضور کو برا نہیں کہتے اور آپ کی دعوت کو نہیں سنا۔ وہ طاعون سے محفوظ رہ سکتے ہیں یا نہیں۔ فرمایا :-

میری دعوت کو نہیں سنا تو خدا کی دعوت تو سنی ہے کہ تقویٰ اختیار کریں۔ پس جو تقویٰ اختیار کرتا ہے وہ ہمارے ساتھ ہی ہے خواہ اس نے ہماری دعوت سنی ہو یا نہ سنی ہو کیونکہ یہی غرض ہے ہماری بعثت کی۔ اس وقت تقویٰ عقابیا کبریت کی طرح ہو گیا ہے کسی کام میں خلوص نہیں رہا بلکہ ملوثی ملی ہوئی ہے۔ خدا تعالیٰ چاہتا ہے کہ اس ملوثی کو جلا کر خلوص پیدا کرو۔ اس وقت ظہر الفساد فی البرّ والبخیر (الروم : ۴۲) کا نمونہ ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت یورپ اور دیگر ممالک کی بگڑی ہوئی حالتوں کا علم نہ تھا۔ خدا تعالیٰ کی وحی پر ایمان تھا اور اب

عراق کی حالت پیدا ہو گئی ہے جو چاہے ان ممالک میں جا کر دیکھ لے۔

مہر جنوری ۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ

(بروقت میرا)

طاعون کا تہمتی علاج

طاعون کے متعلق ذکر ہوا۔ فرمایا کہ

ہمارا علاج کوئی کان دھر کر سنا نہیں ہے مگر ہر حال آخری علاج یہی ہے۔ لوگوں کی عادت ہو گئی ہے کہ ان کی نظر صرف اسباب پر رہتی ہے مگر سچی بات یہ ہے کہ آسمان سے سب کچھ ہوتا ہے۔ جب تک وہاں نہ ہو زمین پر کچھ نہیں ہو سکتا۔ دہریت کا آج کل طبائع میں بہت زور ہے۔ اخباروں میں ہمارے تھلائے ہوئے علاج پر ٹھٹھا کرتے ہیں اور کہتے ہیں کہ طاعون کو خدا سے کیا تعلق۔ ایک بیماری ہے جس کا علاج ڈاکٹروں سے کرانا چاہیے۔

ایک صاحب نے لوگوں کا یہ اعتراض پیش کیا کہ طاعون سے اکثر غریب ہی مرتے ہیں مخالف اور امیر نہیں مرتے۔ فرمایا۔

میرے الہاموں سے پایا جاتا ہے کہ ہم دور سے شروع ہوں گے۔ مکہ میں جب قحط پڑا تو اس میں بھی اول غریب لوگ ہی مرے۔ لوگوں نے اعتراض کیا کہ ابو جہل جو اس قدر مخالف ہے۔ وہ کیوں نہیں مرا؟ حالانکہ اس نے توجنگ بدر میں مرنا تھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک امتلا ہوا کرتا ہے اور یہ اس کی عادت ہے اور پھر اس کے علاوہ یہ اس کی مخلوق ہے۔ اس کو ہر ایک نیک و بد کا علم ہے۔ سزا ہمیشہ مجرم کے واسطے ہوا کرتی ہے۔ غیر مجرم کے واسطے نہیں ہوتی۔ بعض نیک بھی اس سے مرتے ہیں مگر وہ شہید ہوتے ہیں۔ اور ان کو بشارت ہوتی ہے اور رفتہ رفتہ سب کی نوبت آجاتی ہے۔ اب رسل بابا جو مرا۔ کیا وہ امیروں میں سے نہ تھا۔ ہمارا بھی مخالف تھا۔

عذاب کی اقسام

ایک شخص نے سوال کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں طاعون کیوں نہ

پڑی ان کا بھی انکار ہوا تھا۔ فرمایا۔
یہ ضرور نہیں ہے کہ خدا ہر وقت ایک ہی رنگ میں عذاب دیوے۔ قرآن شریف میں عذاب
کی کئی اقسام بیان کی گئی ہیں۔ جیسے قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلَىٰ أَنْ يَبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا بَاطِنًا
فَؤُوكُمْ آوُونَ تَحْتِ آزَجِلِكُمْ أَوْ يَكْبَسَكُمْ فِي سِجَاةٍ وَيَذِقَ بَعْضُكُم مِّنْ بَأْسِ
بَعْضٍ (انعام : ۶۶)

جنگ و لڑائی وغیرہ کو بھی عذاب قرار دیا ہے۔ عذاب بہت اقسام کے ہوتے ہیں کیا خدا تعالیٰ
کے پاس عذاب کی ایک ہی قسم ہے؟ اور خدا تعالیٰ کی عادت ہے کہ ہر نشان میں ایک پہلو اخفا کا
رکتا ہے ورنہ وہ چاہے تو جن جن کر بڑے بڑے بد معاش ہلاک کر دے سب لوگ ایک ہی دن میں
سیدھے ہو جاویں۔

ایک الہام کی تشریح

مولوی محمد احسن صاحب نے کہا کہ حضور اب آؤنَّ مِنْ يَلْوَمُ کا الہام خوب پورا
ہوا۔ حضور کے بتلائے ہوئے علاج پر لوگ کیا کیا باتیں بناتے تھے اور طریق ملامت ان
لوگوں نے اختیار کیا ہوا تھا۔ خدا تعالیٰ نے اس ملامت کے بدلے میں کیسی ملامت کی ہے۔
جس نیکہ کو پیش کر کے ملامت کرتے تھے۔ اب خود ہی اس سے کوسوں دور بھاگتے ہیں۔ پھر
حضرت اقدس علیہ السلام نے ایک موقع پر فرمایا کہ
خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میں اسے (طاعون کو) کبھی بند نہ کروں گا جب تک توبہ نہ کریں۔
خدا تعالیٰ کا اصل مطلب تو طاعون سے اظہار ہے (یعنی ہلاک کرنے کا) مگر پھر رحم آتا ہے تو روزہ
رکھ لیتا ہے (یعنی درمیان میں وقفہ دے دیتا ہے) کہ لوگ اگر چاہیں تو توبہ کر لیں۔ لوگوں سے اگرچہ
ہمیں ہمدردی ہے مگر چونکہ لوگ خدا تعالیٰ سے غافل ہیں اس لئے اس کو یاد کرانے کے واسطے
تنبیہ کی ضرورت ہے جیسے ایک لحاف کے اندر کا استر بھی میلا اور پلید ہو اور باہر کا اہرن بھی ویسے
ہی خراب ہو۔ اسی طرح اب اندرونی اور بیرونی دونوں حالتیں قابل اصلاح ہیں لوگوں کو یہ بات تعجب
میں ڈال رہی ہے کہ ایسا ہوگا کہ خدا اپنی ہستی کو منواوے یہ ان کی غلطی ہے وہ اپنے وجود کو ضرور
منواوے گا۔

آثار سے پتہ لگتا ہے کہ جہاں جہاں طاعون پڑی ہوئی ہے ابھی تک لوگ اس سے متاثر نہیں
ہوئے۔ ابھی کل امرتسر سے ایک اشتہار آیا ہے کہ تین سالہ مدہنگوئی پوری نہیں ہوئی اور اس پر
استہزاء کیا ہے حالانکہ ان کو چاہیے تھا کہ اشتہار کرتے کہ ہم کیا لکھتے ہیں کم از کم ہم سے دریافت

ہی کر لیتے کہ ہم کیا کہتے ہیں۔
لوگوں کو بھی شرم نہیں آتی جو کہ ان کے گالیوں سے بھرے ہوئے اشتہار پڑھتے ہیں کیا
مولویوں کی پاکیزگی کا یہی نمونہ ہے ان لوگوں کی بری کامیابی یہی ہے کہ مجھ پر چڑ کر نظم و نثر پڑھ دی۔
سمجھ میں نہیں آتا۔ بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ دلوں پر مہر لگا دیتا ہے خود ہی توڑے تو توڑے۔

اشاعت کا بہتر طریق

جہلم کے سفر کے متعلق فرمایا کہ
میری طبیعت ہمیشہ شور اور غوغا سے جو کثرت ہجوم کے باعث ہوتا ہے متغیر ہے ایسے لوگوں کے
ساتھ مغز خوری کرنا بے فائدہ ہے وہی وقت انسان کسی علمی فکر میں صرف کرے تو خوب ہے
خدا تعالیٰ نے ہماری اشاعت کا طریق خوب رکھا ہے۔ ایک جگہ بیٹھے ہیں نہ کوئی واعظ ہے نہ
مولوی نہ لیکچرار جو لوگوں کو سنا تا پھرے۔ وہ خود ہی ہمارا کام کر رہا ہے بیعت کرنے والے خود آرہے
ہیں بڑے امن کا طریق ہے۔

۵ جنوری ۱۹۰۳ء بروز دو شنبہ

مذہبی آزادی اور جہاد کی حقیقت

ظہر کے وقت حضور علیہ السلام تشریف لائے تو سرحد کے لوگوں کے جہاد کے بارے میں
غلط فہمی کا ذکر چل پڑا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

مذہبی امور میں آزادی ہونی چاہیے اللہ تعالیٰ فرماتا ہے لَادِّ اِكْرَاةٍ فِي الدِّيْنِ
(البقرہ : ۲۵۷) کہ دین میں کسی قسم کی زبردستی نہیں ہے۔ اس قسم کا فقہ انجیل میں کہیں بھی
نہیں ہے۔ لڑائیوں کی اصل جڑ کیا تھی۔ اس کے سمجھنے میں ان لوگوں کو غلطی ہوئی ہے۔ اگر لڑائی
کا ہی حکم تھا تو تیرہ برس رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے تو پھر ضائع ہی گئے کہ آپ نے آتے ہی
تکوار نہ اٹھائی۔ صرف لڑنے والوں کے ساتھ لڑائیوں کا حکم ہے۔ اسلام کا یہ اصول کبھی نہیں
ہوا۔ کہ خود ابتداء جنگ کریں۔ لڑائی کا سبب کیا تھا اسے خود خدا نے بتلایا ہے کہ ظَلِمُوا

خدا تعالیٰ نے جب دیکھا کہ یہ لوگ مظلوم ہیں تو اب اجازت دیتا ہے کہ تم بھی لڑو۔ یہ نہیں حکم دیا کہ اب وقت تلوار کا ہے تم زبردستی تلوار کے ذریعہ لوگوں کو مسلمان کرو۔ بلکہ یہ کہا کہ تم مظلوم ہو اب مقابلہ کرو۔ مظلوم کو تو ہر ایک قانون اجازت دیتا ہے کہ حفظ جان کے واسطے مقابلہ کریں۔ ایسے خیالات کی اشاعت کا الزام پادریوں پر نہیں ہے بلکہ اسے خود ملائوں نے اپنے اوپر پختہ کیا ہے۔ خدا تعالیٰ کا ہرگز یہ منشا نہیں ہے کہ ایک غافل شخص جسے دین کی حقیقت معلوم نہیں ہے اسے جبراً مسلمان کیا جائے۔ اب ایک بنیا جس کی عمر ساٹھ پینٹھ سال کی ہے اور اسے دین کی خبر ہی نہیں تو اس کے گلے پر تلوار رکھ کر اس سے **لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ** کہلانے سے کیا حاصل ہوگا؟ خدا تعالیٰ کا منشا ہے کہ غفلت چونکہ بہت ہو گئی ہے۔ اب دلائل سے سمجھا دیوے اگر جہاد کریں بھی تو کس سے کریں؟ سب سے اول تو انہیں مسلمانوں سے کرنا چاہیے کہ جنہوں نے دین کو تہا کر دیا ہے۔ صحابہ کرام تو خدا کے فرشتے تھے۔ اور جب ناعاقبت اندیش لوگوں نے تلواریں اٹھائیں تو خدا نے ان کے ذریعہ ان کو سزائیں دلوائیں۔ مگر آج کل کے یہ لوگ کہ جن کی مثال ڈاکوؤں کی ہے کیا یہ خدا کے وکیل ہو سکتے ہیں۔ قرآن سے تو ثابت ہوتا ہے کہ کافر سے پہلے فاسق کو سزا دینی چاہیے۔ خدا تعالیٰ نے اسی لئے چنگیز خاں کو ان پر مسلط کر دیا تھا تا کہ مماثلت پوری ہو جیسے یہودیوں پر بخت نصر کو متعین کر دیا تھا ویسے ہی ان پر چنگیز خاں کو۔ اس کے وقت میں ایک بزرگ تھے ان کے پاس لوگ گئے کہ وہ دعا کریں۔ انہوں نے جواب دیا کہ تمہاری حرام کاریوں کی وجہ سے ہی تو چنگیز خاں مسلط ہوا ہے۔ قتل کے بعد سنا ہے کہ چنگیز خاں نے اسلام کے علماء فضلاء کو بلا کر پوچھا کہ اسلام کیا ہے انہوں نے کہا کہ سچ و سچ و سچ نماز ہے۔ کہنے لگا کہ یہ تو عمدہ بات ہے کہ اپنے کاروبار میں پانچ وقت دن میں خدا کو یاد کرنا۔ پھر انہوں نے زکوٰۃ بتلائی۔ اس کی بھی تعریف کی۔ تیسرے انہوں نے حج بتلایا۔ اس کی اسے سمجھ نہ آئی۔ اس کے بیٹے کا اسلام کی طرف رجوع تھا مگر آخر پوتا بالکل مسلمان ہو گیا۔ اسی طرح بخت نصر یہودیوں پر مسلط ہوا تھا۔ مگر خدا تعالیٰ نے اسے کبھی ملعون نہیں کہا ہے بلکہ **عِبَادًا لَنَا** (بنی اسرائیل : ۶) ہی کہا ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کا دستور ہے کہ جب ایک قوم فاسق فاجر ہوتی ہے تو اس پر ایک اور قوم مسلط کر دیتا ہے۔

تعبیر الرؤیا

قبل از عشاء ایک صاحب نے ایک خواب سنائی جس میں ایک مرد نے ان کو ان کی موت کی خبر دی تھی اور یہ خواب بیعت سے چند روز آئی تھی۔ اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ جو بیعت کرتا ہے اس پر بھی ایک موت ہی آتی ہے۔ خوابوں میں موت سے مراد موت ہی

نہیں ہوا کرتی اور بھی موت کے بہت سے معنے ہیں خدا کو کوئی نہیں پا سکتا جب تک اس کی اول زندگی پر موت نہ آوے۔

دریا کی تعبیر فرمایا کہ

جو معارف اور علم رکھتا ہو اسے دریا سے ہی تعبیر کیا کرتے ہیں اور ابابیل سے مراد وہ جماعت اور لوگ جو اس سے فیوض حاصل کرتے ہیں۔

پھر موت کے ذکر پر فرمایا کہ

موت کے معنے رفعت درجات بھی لکھے ہیں اور صوفی کہتے ہیں کہ انسان نجات نہیں پا سکتا جب تک اس پر بہت موتیں نہ آویں حتیٰ کہ وہ ایک زندگی کو ناقص محسوس کر کے پھر اور ایک زندگی اختیار کرتا ہے۔ پھر اس پر موت ہوتی ہے۔ پھر ایک اور نئی زندگی اختیار کرتا ہے۔ اور اس طرح کئی موتیں اور کئی زندگیاں حاصل کرتا ہے۔

ایک شخص نے سوال کیا کہ خواب کی کتنی اقسام ہیں۔

خوابوں کی اقسام

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

تین قسمیں خوابوں کی ہوتی ہیں۔ ایک نفسانی۔ ایک شیطانی اور ایک رحمانی۔ نفسانی جیسے بلی کو پھینچنے والوں کے خواب۔ شیطانی وہ جس میں ڈرانا یا وحشت ہو۔ رحمانی خواب خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغام ہوتی ہیں اور ان کا ثبوت صرف تجربہ ہے۔ اور یہ خدا کی باتیں ہیں۔ جو اس دنیا سے بہت دور تر ہیں اگر ہم ان کے متعلق عقلی دلائل پر توجہ کریں تو نہ دوسرا اس سے سمجھ سکتا ہے نہ ہم سمجھا سکتے ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی ہستی کے نشان ہیں جو غیب سے دل پر ڈالتا ہے اور جب دیکھ لیتے ہیں کہ ایک بات بتلائی گئی اور وہ پوری ہوئی تو پھر اس پر خود ہی اعتبار ہو جاتا ہے۔ اس عالم کے امور کا جو آلہ ہے وہ اسے شناخت نہیں کر سکتا۔ یہ روحانی امور ہیں۔ انہیں سے ان کو پہچانا جائے تو سمجھ آئے۔ اور خواب اپنی صداقت پر آپ ہی گواہی دیتی ہیں۔ خدائی امور ایسے ہی ہوتے ہیں کہ سمجھ میں نہیں آیا کرتے اور اگر آجاویں تو پھر خدا بھی سمجھ میں آجائے۔

ایک معجزانہ رؤیا

پھر اس کے بعد حضرت اقدس نے اپنے ایک خواب کا ذکر کیا جس میں آپ نے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ ایک حاکم کی صورت پر متمثل ہوا ہے اور آپ نے کچھ احکام لکھ کر دیکھا کرائے

ہیں۔ آپ نے وہ تمام کاغذات دستخط کے واسطے حضرت احدیت میں پیش کئے۔ اس وقت اللہ تعالیٰ ایک کرسی پر بیٹھا ہوا تھا اور ایک دوام جس میں سرخ روشنائی تھی وہ پڑی تھی۔ اللہ تعالیٰ نے قلم لے کر اس روشنائی سے لگائی مگر مقدار سے زیادہ روشنائی اس میں لگ گئی جیسے کہ دستور ہے کہ ایسی حالت میں چمڑک دیا کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بھی چمڑک دیا اور کاغذات پر بلا دیکھے دستخط کر دیئے اور اس وقت میرے پاس عبد اللہ سنوری اور حامد علی تھے۔ اور میں سویا ہوا تھا کہ یکایک انہوں نے چکایا کہ یہ سرخ قطرات کہاں سے آئے دیکھا تو میرے کرتے پر اور کسی جگہ گپڑی پر اور کہیں پاجامہ پر پڑے ہوئے تھے۔ میرے دل میں اس وقت بڑی رقت تھی کہ خدا تعالیٰ کا مجھ پر کس قدر احسان ہے اور فضل ہے کہ کاغذات کو بلا دیکھے اور پوچھے دستخط کر دیئے ہیں۔ اب یہ کیا حیرانی کی بات نہیں ہے۔ کہ میں نے تو ایک معاملہ خواب میں دیکھا اور اس کے قطرات ظاہر میں کپڑوں پر پڑے۔ جو کہ اب تک موجود ہیں اور دو شاہد بھی ہیں۔

جماعت کی ترقی کا ایک نشان

پھر وہ وقت کہ ایک دو آدمی ہمارے ساتھ تھے اور کوئی نہ تھا اور اب دیکھتے ہیں کہ جوق در جوق آرہے ہیں۔ **يَا تَوْنٌ مِّنْ كَلِمَةٍ فَيَجْعَلُ عَمِيْنِي** اور پھر اتنی ہی بات نہیں بلکہ اس کے اوپر ایک اور حاشیہ لگا ہوا ہے کہ مخالفوں نے ناخنوں تک زور لگایا کہ لوگ آنے سے رکیں مگر آخر کار وہ فقرہ پورا ہو کر رہا۔ اب جو نیا شخص ہمارے پاس آتا ہے۔ وہ اسی الامام کا ایک نشان ہوتا ہے۔ اجنبیت کی حالت میں انسان خدا کے کاموں سے نا آشنا ہوتا ہے۔ اب جیسے یہ ریل ہے کہ ہماں کے لوگوں کے نزدیک تو عام بات ہے اور کوئی تعجب اور حیرت کا مقام نہیں ہے مگر جہاں کہ دور دور آبادیوں میں یہ نہیں گئی اور نہ ان لوگوں نے اسے دیکھا ہے ان سے کوئی بیان کرے تو کب باور کریں گے کہ ایک سواری ہے کہ خود بخود چلتی ہے۔ نہ اس میں گھوڑا ہے نہ تیل نہ اور جانور۔ تو جن کو ان خدائی امور کا تجربہ نہیں۔ ان کی سمجھ میں نہیں آتا۔

نماز میں لذت نہ آنے کی وجہ

پھر اسی صاحب نے اعتراض کیا کہ بہت کوشش کی جاتی ہے مگر نماز میں لذت نہیں آتی۔

فرمایا :

انسان جو اپنے تئیں امن میں دیکھتا ہے تو اسے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت

محسوس نہیں ہوتی۔ حالت استغنا میں انسان کو خدا یاد نہیں آیا کرتا۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری طرف وہ حوجہ ہوتا ہے کہ جس کے بازو ٹوٹ جاتے ہیں۔ اب جو شخص غفلت سے زندگی بسر کرتا ہے۔ اسے خدا کی طرف توجہ کب نصیب ہوتی ہے۔ انسان کا رشتہ خدا تعالیٰ کے ساتھ عاجزی اور اضطراب کے ساتھ ہے لیکن جو عقلمند ہے وہ اس رشتہ کو اس طرح سے قائم رکھتا ہے کہ وہ خیال کرتا ہے کہ میرا باپ دادا کہاں ہے اور اس قدر تعلق کو ہر روز مرنے دیکھ کر وہ انسان کی فانی حالت کا مطالعہ کرتا ہے تو اس کی برکت سے اسے پتہ لگ جاتا ہے کہ میں بھی فانی ہوں اور وہ سمجھتا ہے کہ یہ جہان چھوڑ دیا جائے گا۔ اور اگر وہ اس میں زیادہ جھلا ہے تو اسے اسے چھوڑنے کے وقت حسرت بھی زیادہ ہوگی اور یہ حسرت ایسی ہے کہ خواہ آخرت پر ایمان نہ بھی ہو۔ تب بھی اس کا اثر ضرور ہوتا ہے اور اس سے امن اس وقت ملتا ہے کہ جب فانی خوش حالی نہ ہو بلکہ سچی خوش حالی ہو۔ بعض آدمیوں کو بیماریوں سے بعض کو دوسری تکالیف سے خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہوتا ہے۔

مادری زبان میں نماز اور دعائیں

پھر سوال ہوا کہ اگر ساری نماز کو اپنی زبان میں پڑھ لیا جاوے تو کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ خدا تعالیٰ کے کلام کو اسی کی زبان میں پڑھنا چاہیے اس میں بھی ایک برکت ہوتی ہے خواہ فہم ہو یا نہ ہو اور ادعیہ ماثورہ بھی ویسے ہی پڑھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلیں۔ یہ ایک محبت اور تعظیم کی نشانی ہے۔ باقی خواہ ساری رات دعا اپنی زبان میں کرتا رہے۔ انسان کو اول محسوس کرنا چاہیے۔ کہ میں کیسا مصیبت زدہ ہوں۔ اور میرے اندر کیا کیا کمزوریاں ہیں۔ کیسے کیسے امراض کا نشانہ ہوں اور موت کا اعتبار نہیں ہے۔ بعض ایسی بیماریاں ہیں کہ آدھ منٹ میں ہی انسان کی جان نکل جاتی ہے۔ سوائے خدا کے کہیں اس کی پناہ نہیں ہے۔ ایک آنکھ ہی ہے جس کی تین سو امراض ہیں۔ ان خیالوں سے نفسانی زندگی کی اصلاح ہو سکتی ہے اور پھر ایسی اصلاح یافتہ زندگی کی مثال یہ ہے کہ جیسے ایک دریا سخت طغیانی پر ہے۔ مگر یہ ایک عمدہ مضبوط لہر کے جہاز میں بیٹھا ہوا ہے۔ اور ہوائے موافق اسے لے جا رہی ہے۔ کوئی خطرہ ڈوبنے کا نہیں۔ لیکن جو شخص یہ زندگی نہیں رکھتا۔ اس کا جہاز بودا ہے۔ ضرور ہے کہ طغیانی میں ڈوب جاوے۔ عام لوگوں کی نماز تو ہرے نام ہوتی ہے۔ صرف نماز کو اٹھرتے ہیں اور جب نماز پڑھ چکے تو پھر گھنٹوں تک دعا میں رجوع کرتے ہیں۔

معرفت الہی

ایک صاحب نے اٹھ کر عرض کی کہ جب تک حرام خوری وغیرہ نہ چھوڑے تب تک نماز کیا لذت دے اور کیسے پاک کرے۔ حضرت اقدس نے فرمایا :-

إِنَّ الْمَسْتَدِينَ يَذْهَبُونَ السَّيِّئَاتِ (سود : ۱۱۵) بھلا جو اول ہی پاک ہو کر آیا اسے پھر نماز کیا پاک کرے گی۔

حدیث میں ہے کہ تم سب مرہ ہو مگر جسے خدا زندہ کرے۔ تم سب بھوکے ہو مگر جسے خدا کھلاوے۔ الخ۔ ایک طبیب کے پاس اگر انسان اول ہی صاف ستھرا اور مرض سے اچھا ہو کر آوے تو اس نے طبابت کیا کرنی ہے اور پھر خدا تعالیٰ کی مغفورت کیسے کام کرے۔ بندوں نے گناہ کرنے ہی ہیں تو اس نے بخشے ہی ہیں۔ ہاں ایک بات ضرور ہے کہ وہ گناہ نہ کریں جس میں سرکشی ہو ورنہ دوسرے گناہ جو انسان سے سرزد ہوتے ہیں۔ اگر ان سے بار بار خدا سے بذریعہ دعا تزکیہ چاہے گا تو اسے قوت ملے گی۔ بلا قوت اللہ تعالیٰ کے ہرگز ممکن نہیں ہے کہ اس کا تزکیہ نفس ہو اور اگر ایسی عادت رکھے کہ جو کچھ نفس نے چاہا اس وقت کر لیا تو اسے کوئی قوت نہیں ملے گی۔ جب ان جوشوں کا مقابلہ کرے اور گناہ کی طاقت ہوتے ہوئے پھر گناہ نہ کرے ورنہ اگر وہ اس وقت گناہ سے باز آتا ہے جبکہ خدا تعالیٰ نے طاقتیں چھین لی ہیں تو اسے کیا ثواب ہوگا۔ مثلاً آنکھوں میں پینائی نہ رہے تو اس وقت کے کہ اب میں غیر عورتوں کو نہیں دیکھتا تو یہ کیا بزرگی ہوئی۔ بزرگی تو اس میں تھی کہ پینٹھرا اس کے کہ خدا اپنی دی ہوئی امانتیں واپس لیتا وہ اس کے بے محل استعمال سے باز رہتا۔

معرفت کے بغیر گناہ نہیں چھوٹ سکتا

اصل بات یہ ہے کہ خدا تعالیٰ کی معیت کے بغیر کچھ نہیں ہو سکتا۔ خدا تعالیٰ کی ہی معیت ہو تو تبدیلی ہوتی ہے اور پھر اس کی خواہشیں اور اور جگہ لگ جاتی ہیں اور خدا کی نافرمانی اسے ایسی معلوم ہوتی ہے جیسے موت۔ بالکل ایک معصوم بچہ کی طرح ہو جاتا ہے۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے کوشش کریں کہ دقیق در دقیق پرہیزگار ہو جاوے۔ جب نماز میں کوئی خطرہ پیش آوے۔ اس وقت سلسلہ دعا کا شروع کر دے یہ مشکلات اس وقت تک ہیں کہ جب تک نمونہ قدرت الہی کا نہیں دیکھتا۔ کبھی دہریہ ہو جاتا ہے کبھی کچھ۔ بار بار ٹھو کریں کھاتا ہے۔ جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت نہ ہو گناہ نہیں چھوٹ سکتا۔ دیکھو جو لوگ جاہل ہیں۔ ڈاکہ مارتے ہیں۔ چوریاں کرتے ہیں۔ لیکن جن

کو علم ہے کہ اس سے ذلت ہوگی۔ خواری ہوگی وہ ایسے کام کرتے شرماتے ہیں کیونکہ ان کی عظمت میں فرق آتا ہے۔ اس لئے ڈاکہ والوں کا یہ بھی علاج ہے کہ ان کی تعظیم کی جاوے اور ان کو بڑا آدمی بنا دیا جاوے۔ تاکہ پھر ان کو ڈاکہ مارتے شرم آوے۔

۸ جنوری ۱۹۰۳ء

(وقت سیر)

موت

اول طاعون کا ذکر ہوتا رہا اور پھر موت کی حالت کا ذکر آیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ بھی ایک وقت ہے جو انسان پر آتا ہے مگر یہاں اگر سب علوم ختم ہو جاتے ہیں اور کوئی کچھ نہیں بتلاتا۔

بعض احباب اپنے اپنے خواب سنانے رہے اور حضرت اقدس تعبیر فرماتے رہے چند ایک ان میں سے واقفیت عام کے لئے درج کی جاتی ہیں۔

تعبیر الرؤیا

خواب میں خفتہ کرنا :-

تقویٰ کا طریق اختیار کرنا ہے۔ اس سے شہوات کا کاٹنا ہے۔

قیامت کی خبر سننا :-

اس سے مراد ہے کہ دیدادوں کی فتح ہوگی اور دشمنوں کو ذلت۔ کیونکہ قیامت کو بھی یہی ہوتا

ہے۔

قرآن شریف میں ہے کہ **قَدِیْقٌ فِی النَّبْتِیَّةِ وَ قَدِیْقٌ فِی السَّعِیْرِ** (الشوری : ۸) یہ اسی دن ہوگا دنیا کی رنگا رنگ کی دہانیں بھی قیامت ہی ہیں۔

طاعون کے بعد

میرے الام میں ہے۔

يَأْتِي عَلَى جَهَنَّمَ زَمَانٌ لَيْسَ فِيهَا أَحَدٌ يَبْتَغِي جَنَّةَ تَوْقِيْمَتٍ كَوْهِيَ جَنَّمَ هِيَ
 کہا گیا ہے حالانکہ جہنم تو قیامت کو ہوتا ہے۔

اس الام سے معلوم ہوتا ہے کہ جب کارروائی ہو لے گی تو پھر طاعون ایک دم چپ ہو کر سو جائے گی۔ پھر اس کے بعد یہ بھی فرمایا ہے۔ يُمْرَاتُ النَّاسِ وَيُحْصِدُونَ پھر مارشیں ہوں گی۔ کشادگی ہوگی۔ فصلیں خوب پھکیں گی۔ موتوں سے لوگ بچیں گے۔ پھر اس وقت لوگوں کا دعائیں کرنا کہ یہ طاعون دور ہو۔ بے فائدہ ہے۔ اس کی مثال ایسی ہے کہ جب ایک شخص رات رہے اٹھ کر دعا شروع کر دے کہ بہت جلد ابھی دن نکل آوے تو خواہ وہ کچھ ہی کرے مگر دن تو اپنے وقت پر ہی چڑھے گا۔

جائز امور میں اعتدال

نیکی کے ذکر پر فرمایا کہ

نیکی کی جزیہ بھی ہے کہ دنیا کی لذات اور شہوات جو کہ جائز ہیں ان کو بھی حد اعتدال سے زیادہ نہ لے جیسا کہ کھانا پینا اللہ تعالیٰ نے حرام تو نہیں کیا مگر اب اسی کھانے پینے کو ایک شخص نے رات دن کا شغل بنا لیا ہے۔ اس کا نام دین پر بڑھانا ہے ورنہ یہ لذات دنیا کی اس واسطے ہیں کہ اس کے ذریعہ نفس کا گھوڑا جو کہ دنیا کی راہ میں ہے کنزور نہ ہو۔ اس کی مثال ایسے ہی ہے جیسے کہ یکہ والے جب لمبا سفر کرتے ہیں تو سات یا آٹھ کوس کے بعد وہ گھوڑے کی کنزوری کو محسوس کر کے اسے دم دلا دیتے ہیں۔ اور ہماری وغیرہ کھلاتے ہیں۔ تاکہ اس کی پچھلی تھکان دور ہو جاوے تو انبیاء نے جو حظ دنیا کا لیا ہے وہ اسی طرح ہے کیونکہ ایک بڑا کام دنیا کی اصلاح کا ان کے سپرد تھا اگر خدا کا فضل ان کی دھگیری نہ کرتا تو ہلاک ہو جاتے۔ اسی واسطے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی وقت حضرت عائشہ کے زانو پر ہاتھ مار کر فرماتے کہ اے عائشہ راحت پہنچا۔ مگر انبیاء کا یہ دستور نہ تھا کہ اس میں ہی منہمک ہو جاتے۔ انہماک بے شک ایک ذہر ہے ایک بد قماش آدمی جو کچھ چاہتا ہے کرتا ہے اور جو چاہتا ہے کھاتا ہے۔ اسی طرح اگر ایک صالح بھی کرے تو خدا کی راہیں اس پر نہیں کھلتیں۔ جو خدا کے لئے قدم اٹھاتا ہے۔ خدا کو ضرور اس کا پاس ہوتا ہے۔ خدا تعالیٰ فرماتا ہے اَعْدِدُوا لَهُمْ أَقْرَبَ لِلتَّقْوَى (المائدہ : ۹) تقم اور

کھانے پینے میں بھی اعتدال کرنے کا نام تقویٰ ہے۔ صرف یہی گناہ نہیں ہے کہ انسان زنا نہ کرے۔ چوری نہ کرے بلکہ جائز امور میں حد اعتدال سے نہ بڑھے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا اسوہ حسنہ

ایک دفعہ حضرت عمرؓ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آئے۔ آپ اندر ایک حجرہ میں تھے۔ حضرت عمرؓ نے اجازت چاہی۔ آپ نے اجازت دے دی۔ حضرت عمرؓ نے آکر دیکھا کہ صف بگور کے بتوں کی آپ نے بچھائی ہوئی ہے اور اس پر لیٹنے کی وجہ سے پیٹھ پر بتوں کے داغ لگے ہوئے ہیں۔ گھر کی جائیداد کی طرف حضرت عمرؓ نے نظر کی تو دیکھا کہ ایک گوشہ میں تلوار لٹکی ہوئی ہے۔ یہ دیکھ کر ان کے آنسو جاری ہو گئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ اے عمرؓ تو کیوں رویا؟ عرض کی کہ خیال آتا ہے کہ قیصر و کسریٰ جو کہ کافر ہیں ان کے لئے کس قدر تنعم اور آپ کے لئے کچھ بھی نہیں۔ فرمایا۔ میرے لئے دنیا کا اسی قدر حصہ کافی ہے کہ جس میں حرکت کر سکوں۔ میری مثال یہ ہے کہ جیسے ایک مسافر سخت گرمی کے دنوں میں اونٹ پر جا رہا ہو اور جب سورج کی تپش سے بہت تنگ آوے تو ایک درخت کو دیکھ کر اس کے نیچے ذرا آرام کر لیوے اور جونہی کہ ذرا پسینہ خشک ہو پھر اٹھ کر چل پڑے۔ تو یہ اسوہ حسنہ ہے جو کہ اسلام کو دیا گیا ہے۔ دنیا کو اختیار کرنا بھی گناہ ہے اور مومن کی زندگی اضطراب کے ساتھ گذرتی ہے۔

پھر ہماری دو آنکھیں ہیں اور کیا کچھ دیکھ رہی ہیں اور کوئی فولاد فیروہ کی بنی ہوئی نہیں ہیں۔ ذرا بیچائی جاتی رہے تو پھر ہستی کا اندازہ ہو جاتا ہے اور جب اندھا ہو تو پھر موت ہی ہے۔ تو دنیا کی زندگی کا بھی یہی حساب ہے۔

مؤمنی زندگی ناقابل اطمینان ہے

مومن کو اس زندگی پر ہرگز مطمئن نہ ہونا چاہیے۔ اتنی بلائیں اس زندگی میں ہیں کہ شمار نہیں۔ ایک بیماری ہوتی ہے کہ انسان کے پاخانہ کا راستہ بند ہو جاتا ہے اور منہ کے راستہ پاخانہ آتا ہے اور اس کا نام ایلاوس ہے اور پھر اسی طرح گردہ اور مثانہ کی بیماریاں ہیں کہ رنگا رنگ کے سرخ، سبز اور سیاہ پتھر بن جاتے ہیں اور ان کا کوئی خاص سبب بھی کیا بیان ہو سکتا ہے بلکہ امراء لوگ جو کہ عمدہ غذا اور نفیس پانی استعمال کرتے ہیں انہیں کو ایسی امراض ہوتی ہیں۔ اگر دو شخص ایک ہی جگہ رہتے ہوں۔ ایک ہی قسم کی ان کی خورد و نوش ہو۔ پھر ایک ان میں سے ایسے عوارض میں مبتلا ہو جاتا ہے دوسرا نہیں ہوتا۔ اس لئے طب کے متعلق کہتے ہیں کہ یہ ظنی علم ہے۔ عل

مادیہ میں یہ لوگ اسباب کی تحقیق کرتے ہیں مگر اس کا بھی سبب بتلاویں کہ جب الہام ہونے لگتا ہے یا کشف تو اس وقت نیندری آنے لگتی ہے۔ اس کے کیا اسباب ہیں۔ ان لوگوں کا دستور ہے کہ جب ان کو ایک بات کا سبب معلوم نہ ہو تو اس سے انکار کر بیٹھتے ہیں اور اسی لئے وحی اور الہام کے منکر ہیں۔

یہ علوم بے انتہا ہیں۔ جب تک بے اعتدالیوں کا حصہ دور نہ کریں۔ اس سے واقف نہیں ہو سکتے۔ اِنَّمَا مَن خَافَ مَقَامَ رَبِّهِ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوَىٰ (النازعات : ۴۱) جو خواہش جائز اپنے مقام اعتدال سے بڑھ جائے۔ اس کا نام ہوسی ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا ایک روڈیا

کوئی تیس سال کا عرصہ گذرا۔ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا کہ بنالہ کے مکانات میں ایک حویلی ہے۔ اس میں ایک سیاہ کبیل پر میں بیٹھا ہوں اور لباس بھی کبیل ہی کی طرح پہنا ہوا ہے۔ گویا کہ دنیا سے الگ ہوا ہوں۔ اتنے میں ایک لمبے قد کا شخص آیا اور مجھ سے پوچھتا ہے کہ مرزا غلام احمد مرزا غلام مرتضیٰ کا بیٹا کہاں ہے۔ میں نے کہا کہ میں ہوں۔ کہنے لگا کہ میں نے آپ کی تعریف سنی ہے کہ آپ کو اسرار دیئے اور حقائق اور معارف میں بہت دخل ہے۔ یہ تعریف سن کر ملنے آیا ہوں۔ مجھے یاد نہیں کہ میں نے کیا جواب دیا۔ اس پر اس نے آسمان کی طرف منہ کیا اور اس کی آنکھوں سے آنسو جاری تھے۔ اور بہہ کر رخسار پر پڑتے تھے۔ ایک آنکھ اوپر تھی اور ایک نیچے اور اس کے منہ سے حسرت بھرے یہ الفاظ نکل رہے تھے۔ ”تہیدستان عشرت را“ اس کا مطلب میں نے یہ سمجھا کہ یہ مرتبہ انسان کو نہیں ملتا جب تک کہ وہ اپنے اوپر ایک فزع اور موت وارد نہ کرے۔

اس مقام پر عرب صاحب نے حضرت کا ایک یہ شعر پڑھا۔ جس میں یہ کلمہ منسلک تھا کہ

”میخواہ نگار من تہیدستان عشرت را“

حضرت نے فرمایا کہ

میں نے پھر اس کلمہ کو اس معرکہ میں جوڑ دیا کہ یاد رہے۔

آئینہ کمالات اسلام میں اس پر نظم کسی ہے (ایڈیٹر)

عربی تصانیف کی اہمیت

عربی تصانیف کے متعلق اعلیٰ حضرت نے فرمایا کہ یہ سلسلہ نہ ہوتا تو یہ سب مولوی ہماری جماعت کو نظرِ استخفاف سے دیکھتے اور کہتے کہ یہ لوگ جاہل ہیں۔ مگر اب خود ہی بولنے کے لائق نہیں رہے۔

اسی سلسلہ کلام میں ابو سعید عرب صاحب نے عرض کیا کہ اگرچہ میں نے حضور کی تفسیفات کا مطالعہ نہیں کیا۔ مگر میرا ایمان ہے کہ حضور بالکل سچے ہیں اور مسیح اور مہدی کا دعویٰ حق ہے۔ مگر دوسرے لوگوں سے کلام کرنے کے لئے میں چاہتا ہوں کہ حضور کی زبان مبارک سے مسیح موعود ہونے کا ثبوت سنوں۔

حضرت اقدس نے اس کے جواب میں جو کچھ فرمایا۔ ہم اس کو اختصار کے طور پر لکھیں گے کیونکہ اس مضمون کے متعلق بسط کے ساتھ کلمات طیبات میں بھی ایک مضمون چھپ رہا ہے۔ بہر حال آپ نے فرمایا :-

مسیح موعود ہونے کا ثبوت

قرآن پر تدریس نظر کرنے والے کو معلوم ہو گا کہ دو سلسلوں کا مساوی ذکر ہے اول وہ سلسلہ جو موسیٰ علیہ السلام سے شروع ہو کر مسیح علیہ السلام پر ختم ہوتا ہے۔ دوسرا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے شروع ہوتا ہے یہ اس شخص پر ختم ہونا چاہیے جو مثیل مسیح ہو۔ کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیل موسیٰ ہیں۔ اِنَّا اَرْسَلْنَا اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا مِّمَّا مِثْلِكَ كَمَا اَرْسَلْنَا اِلَى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا (الزلزلہ : ۲۱) اور پھر سورہ نور میں وعدہ استخفاف فرمایا کہ جس طرح پر موسیٰ سلسلہ ہو گا ذرا ہے۔ اسی طرح پر محمدی سلسلہ بھی ہو گا تا کہ دونو سلسلوں میں بموجب آیات قرآنی باہم مطابقت اور موافقت تامہ ہو۔ چنانچہ جبکہ موسوی سلسلہ آخر عیسیٰ علیہ السلام پر ختم ہوا۔ ضروری تھا کہ محمدی سلسلہ کا خاتم بھی عیسیٰ موعود ہوتا ان دونو سلسلوں کا باہم تقابل مریا متقابلہ کی طرح ہے یعنی جب دو شیشے ایک دوسرے کے بالمقابل رکھے جاتے ہیں تو ایک

لے چونکہ اس دن کی شام کی ڈائری الہدر کی بہت اہم میں زیادہ مفصل اور مربوط ہے۔ اس لئے شام کی ڈائری اہم سے یہاں درج کی گئی ہے۔ مرتب

شیشہ کا دوسرے میں انعکاس ہوتا ہے۔

خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمت

اور اس تقابل سلسلہ سے یہ بھی بخوبی معلوم ہو جاتا ہے کہ آخری سلسلہ کا آخری موعود کس شان کا ہوگا کیونکہ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ آخر آنے والا عظیم الشان ہوتا ہے اور یہی وجہ تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ٹھہرے۔ اگر یہ قاعدہ اور سنت نہ ہوتی تو پھر معاذ اللہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی عزت اور عظمت باقی انبیاء سابقین پر نہ ہوتی لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ کی مصلحت دنیا میں عظیم الشان اصلاح چاہتی تھی اس لئے مناسب یہی تھا کہ ان سب سے بڑھ کر آپ کی عظمت دکھاوے تاکہ آپ کی اطاعت اور فرمانبرداری ہو۔ دنیاوی حکام بھی جب ایسی مصلحت رکھ لیتے ہیں تو کیا وجہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس مصلحت کو مد نظر نہ رکھتا۔ کبھی حکام دنیا پسند نہیں کرتے کہ آخر میں کسی نالائق کو بھیج دیں اور کہہ دیں کہ گویہ نالائق ہے مگر اس کی بات مان لو۔ اب ایک شخص جو کل دنیا کی اصلاح کے لئے آنے والا تھا کب ہو سکتا تھا کہ وہ ایک معمولی انسان ہوتا۔ جس قدر انبیاء علیہم السلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے آئے وہ سب ایک خاص خاص قوم کے لئے آئے تھے۔ اس لئے کہ ان کی شریعت مخصوص القوم اور مخصوص الزمان تھی۔ مگر ہمارے نبی وہ عظیم الشان نبی ہیں جن کے لئے حکم ہوا کہ **مَا أَرْسَلْنَاكَ إِلَّا رَحْمَةً لِّلْعَالَمِينَ** (الانبیاء : ۱۰۸) اور **قُلْ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنِّي رَسُولُ اللَّهِ إِلَيْكُمْ جَمِيعًا** (الاعراف : ۱۵۹) اس لئے جس قدر عظمتیں آپ کی بیان ہوئی ہیں۔ مصلحت الہی کا بھی یہی تقاضا تھا۔ کیونکہ جس پر ختم نبوت ہونا تھا۔ اگر وہ اپنے کمالات میں کمی رکھتا تو پھر وہی کمی آئندہ امت میں رہتی۔ کیونکہ جس قدر کمالات اللہ تعالیٰ کسی نبی میں پیدا کرتا ہے اسی قدر اس کی امت میں ظہور پذیر ہوتے ہیں اور جس قدر کمزور تعلیم وہ لاتا ہے اتنا ہی ضعف اس کی امت میں نمودار ہو جاتا ہے چنانچہ یہی وجہ تھی کہ جس عظمت اور شان کا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پیدا کیا۔ اسی عظمت کے لحاظ سے ضروری تھا کہ تقابل میں بھی وہی عظمت دکھاتا۔ اور ہم ظاہر طور پر دیکھتے ہیں کہ دونوں مصلحتوں میں بھی زمین و آسمان کا فرق ہے جیسے کہ قرآن شریف حقائق اور معارف سے بھرا ہوا ہے تو ریت اور انجیل بالکل ان سے خالی ہے۔ ان کی کل تعلیم قصص کے رنگ میں ہے اور قرآن شریف علوم کا خزانہ ہے۔ ان دونوں سلسلوں کا اقتضاء اس وجہ سے بھی تھا کہ چونکہ اسحاق اور اسماعیل دونوں بھائی تھے اور دونوں میں برکات کی تقسیم مساوی تھی۔ تصفیہ تقسیم تب ہی

ہوتا کہ دونو سلسلوں میں باہم تطابق اور عین موافقت ہوتی۔ اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں اللہ تعالیٰ نے ایک عظیم الشان نبی مبعوث فرمایا۔ جس کی امت کو کُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ (آل عمران : ۱۱۰) کہا کہ تم تمام امتوں سے بہتر ہو۔ کیونکہ وہ لوگ جن کو شریعت قصہ کے رنگ میں ملی تھی وہ دماغی علوم کی کتاب و شریعت کے ماننے والوں کے کب برابر ہو سکتے ہیں۔ پہلے صرف قصص پر راضی ہو گئے۔ اور ان کے دماغ اس قابل نہ تھے کہ حقائق و معارف کو سمجھ سکتے۔ مگر اس امت کے دماغ اعلیٰ درجہ کے تھے اس لئے شریعت اور کتاب علوم کا خزانہ ہے جو علوم قرآن مجید کے لے آیا ہے وہ دنیا کی کسی کتاب میں پائے نہیں جاتے۔ اور جیسے شریعت کے نزول کے وقت وہ اعلیٰ درجہ کے حقائق و معارف سے لبریز تھی ویسے ہی ضروری تھا کہ ترقی علوم و فنون اسی زمانہ میں ہوتا۔ بلکہ کمال انسانیت بھی اسی میں پورا ہوا۔

قرآن شریف حقیقی علوم کا جامع ہے

اس مقام پر عرب صاحب نے سوال کیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پیشتر بھی یونان وغیرہ میں علوم کا چرچا تھا۔ فرمایا :-

علوم سے مراد دنیوی علوم نہیں ہے۔ اور نہ ہیں۔ ان ارضی علوم سے کچھ تعلق نہیں۔ علوم حقیقی وہی ہوتے ہیں جو انبیاء لے کر آتے ہیں۔ اور ارضی اور سفلی علوم جو دنیا کے لوگ سمجھتے ہیں۔ جیسے تاریخ، ریل، ہمارہ یا کلوں کی ایجاد وغیرہ یہ کھلیں ہیں اور ارضی چیزیں ہیں جو جو نبی انسان مرجاتا ہے اس کے ساتھ ہی فنا ہو جاتی ہیں مگر وہ علوم جو انبیاء لے کر آتے ہیں وہ مرنے کے بعد بھی زندہ رہتے ہیں ان کو کبھی فنا نہیں۔ ان علوم سے مراد خدا کے علوم ہیں (پھر اسی سلسلہ میں اصل مطلب کی طرف رجوع کر کے فرمایا) یہی وجہ ہے کہ قرآن شریف جو علوم لے کر آیا ہے وہ دنیا کی کسی اور کتاب میں پائے نہیں جاتے ہیں۔ تورات میں کسی علوم کا ذکر نہیں اور انجیل میں نشان تک بھی نہیں پایا جاتا۔ قرآن کریم کی عظمت کے بڑے بڑے دلائل میں سے یہ بھی ہے کہ اس میں عظیم الشان علوم ہیں جو تورات و انجیل میں تلاش کرنے ہی عبث ہیں اور ایک چھوٹے اور بڑے درجہ کا آدمی اپنے اپنے فہم کے موافق ان سے حصہ لے سکتا ہے۔ تورات کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے متعلق ایک بھی فقرہ اس میں نہیں ہے۔ اور قرآن شریف کو دیکھو کہ ہستی باری تعالیٰ اور قیامت کے کیسے دلائل بھرے ہوئے ہیں۔ اور پھر عقلی اور نقلی دونو طرح کے ثبوت ہیں۔ قرون اولیٰ میں صرف نقل ہی نقل تھی۔ پھر یہود۔ نصاریٰ۔ آریہ۔ برہمہ۔ نیچری فرض

سب فرقوں کا رد اس میں موجود ہے۔ غرض قرآن مجید ایک اکمل اور اتم کتاب ہے۔ اللہ تعالیٰ نے جب دیکھا کہ خلقت میں علوم حاصل کرنے کے دماغ موجود ہو گئے ہیں تو اس نے قرآن جیسی کتاب بھیج دی۔

موسوی سلسلہ اور محمدی سلسلہ میں مطابقت

غرض یہ سلسلہ موسوی سلسلہ سے کسی طرح کم نہ رہا۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں تک تو مماثلت اور مطابقت میں فرمایا کہ ہدی کا حصہ بھی تم کو ویسے ہی ملے گا جیسے یہود کو ملا اور اس سلسلہ کی نسبت بار بار ذکر ہوا کہ آخر تک اس کی عظمت قائم رکھے گا۔ سورہ فاتحہ میں بھی اس کا ذکر ہے جبکہ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (الفاتحہ : ۷) فرمایا :-
مَغْضُوبٍ سے مراد یہودی ہیں۔

اب قابل غور یہ امر ہے کہ یہودی کیسے مغضوب ہوئے۔ انہوں نے پیغمبروں کو نہ مانا اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا انکار کیا تو ضرور تھا کہ اس امت میں بھی کوئی زمانہ ایسا ہوتا اور ایک مسیح آتا جس سے یہ لوگ انکار کرتے اور وہ مماثلت پوری ہوتی ورنہ کوئی ہم کو بتائے کہ اگر اسلام پر کوئی ایسا زمانہ آنے والا ہی نہ تھا اور نہ کوئی مسیح آتا تھا پھر اس دعاء فاتحہ کی تعلیم کا کیا فائدہ تھا۔ قرآن شریف کی مختلف آیات کے جمع کرنے سے اور پھر ان پر یکجائی نظر کرنے سے صاف پتہ لگتا ہے کہ آنے والا مسیح ضرور اس امت میں سے ہوگا اور حدیث بھی اس کی شرح کرتی ہے اور کہتی ہے کہ وہ اس امت میں سے ہوگا۔

غرض اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان سلسلوں میں بالکل مطابقت ہے۔ اور محمدی سلسلہ میں آنے والا خاتم الخلفاء مسیح کے رنگ پر ہوگا۔ حدیثوں میں بھی یہی آیا ہے کہ
رَأَمَامَكُمْ مِنْكُمْ یعنی وہ امام تم ہی میں سے ہوگا۔

مسیح موعود کس قوم سے ہوگا؟

سوال ہوا کہ مسیح کس قوم سے ہوگا؟

فرمایا :- مہدی کی بابت تو مختلف روایات ہیں۔ مگر مسیح کی بابت نہیں لکھا کہ وہ کس قوم سے ہوگا اور یہ لطف کی بات ہے کہ چونکہ کسی قوم کا ذکر نہیں ہے اور مسلمانوں کا خیال تھا کہ وہ اوپر سے آنے والا ہے۔ اس لئے اس دعویٰ میں آج تک کسی کو جرات نہیں ہوئی کہ انشاء سے کام لیتا۔ مہدی کا ذب ہونے کے دعوے جو بہت لوگوں نے کئے اس کی وجہ یہی تھی کہ اس کی قوم کا ذکر

تھا۔ جہاں جس کو گنجائش ملی۔ اس نے پاؤں جما کر دعویٰ کر دیا۔

مسیح ناصری شاح توریت اور مسیح موعود شاح قرآن ہے

پوچھا گیا کہ عیسائی لوگ توریت کو نہیں مانتے۔ انجیل کو ہی مانتے ہیں۔ فرمایا :-
انجیل میں ہرگز کوئی شریعت نہیں ہے بلکہ توریت کی شرح ہے اور عیسائی لوگ توریت کو الگ
نہیں کرتے جیسے مسیح توریت کی شرح بیان کرتے تھے۔ اسی طرح ہم بھی قرآن شریف کی شرح بیان
کرتے ہیں۔ جیسا کہ وہ مسیح۔ موسیٰ علیہ السلام سے چودہ سو برس بعد آئے تھے۔ اسی طرح ہم بھی
پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد چودھویں صدی میں آئے ہیں۔

مخضوب اور ضال

ایک شخص نے سوال کیا۔ بعض مخالف کہتے ہیں کہ ہم بھی تو اِهْدِنَا الصِّرَاطَ
الْمُسْتَقِيمَ (الفتح : ۶) کہتے ہیں ہم کو یہودی اور مخضوب کیوں کہا جاتا ہے؟ فرمایا کہ
یہودی بھی تو ہدایت اب تک طلب کر رہے ہیں اور اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ
مانگ رہے ہیں اور توریت پڑھتے ہیں مگر گمراہ کیوں ہیں؟

خلیفہ کے معنی

عرب صاحب نے خلیفہ کے معنی دریافت کئے۔ فرمایا :-

خلیفہ کا معنی جانشین کے ہیں جو تجدید دین کرے۔ ہمیں کے زمانہ کے بعد جو تاریکی پھیل جاتی
ہے اس کو دور کرنے کے واسطے جو ان کی جگہ آتے ہیں۔ انہیں خلیفہ کہتے ہیں۔

بنی اسرائیل کے انبیاء موسوی شریعت کے تابع تھے

مثلاً گذشتہ انبیاء میں جو خلیفے ہوئے وہ وہ تھے جو مقاصد توریت کے کھول کر بیان کیا کرتے تھے
ورنہ تعلیم سب کی ایک ہی تھی۔ یہود کو جو توریت میں یہ تعلیم دی تھی کہ دانت کے بدلے دانت
اور آنکھ کے بدلے آنکھ۔ مگر توریت کا اس عدل سے وہ مطلب نہ تھا جو یہودی لوگ اپنی جھوٹی
روایتوں اور حدیثوں کی بناء پر اصل اخلاق کو دور کر کے ظاہری شریعت کے پیچھے لگ گئے کہ اگر
ظاہر شریعت پر عمل نہ کریں گے تو گنہگار ٹھہریں گے اور عفو گویا بالکل نہ کرنا چاہیے۔ حالانکہ اس
سے خدا تعالیٰ پر حرف آتا ہے۔ کہ وہ کیوں عفو کی عادت ترک کر بیٹھا۔ ہاں یہ سچ ہے کہ بنی

اسرائیل چار سو سال کی غلامی کی وجہ سے فرعونوں کے ساتھ تعلقات رکھتے تھے جو ظالمانہ طبیعت رکھتے تھے۔ اس لئے بہت سے مفاسد ان میں پیدا ہو گئے تھے اور چال چلن خراب ہو گیا تھا۔ اس ظالمانہ عادات کی نیچکنی کے لئے عدل کے رنگ میں یہ تعلیم ان کو دی گئی تھی مگر انہوں نے اس کو الٹا سمجھا ورنہ ہرگز یہ ثابت نہیں ہوتا کہ اخلاق کا وہ حصہ جو غلو کہلاتا ہے بالکل زائل کر دیا گیا تھا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ یہ لوگ بڑے سخت دل ہو گئے چنانچہ جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام مبعوث ہوئے تو انہوں نے دیکھا کہ یہودیوں کی سخت دلی بہت بڑھی ہوئی ہے اور وہ کئی قسم کے فسق و فجور میں مبتلا تھے اس لئے انہوں نے آکر غلو کی تعلیم دی اور اخلاق کی تجدید کی۔ یہ کہنا کہ انجیل ہی میں اخلاق بھرے ہوئے ہیں سخت غلطی ہے۔ کیا پہلے نبیوں کی کتابیں جو سترے زیادہ ہیں۔ وہ سب اخلاقی تعلیم سے خالی ہیں؟ ہرگز نہیں۔ مسیح نے کوئی نئی تعلیم نہیں دی۔ اور نہ نئی شریعت پیش کی۔ یہودی اب تک کہتے ہیں کہ عیسیٰ علیہ السلام نے جو کچھ لیا۔ ہمارے ہی صحیفوں سے لیا ہے۔ چنانچہ ایک یہودی نے ایک کتاب لکھی ہے اور اس نے بتایا ہے کہ کون کون سے فقرے عیسیٰ علیہ السلام نے ان کی کسی کتاب سے لئے ہیں۔

سچی تعلیم کی علامت

غرض سچی تعلیم کی یہ نشانی ہے کہ وہ انبیاء کی تعلیم سے مشابہ ہو۔ ان کا اصول ایک ہی ہوتا ہے اور اختلاف تب ہوتا ہے کہ اصول میں ہو۔ ورنہ فروع میں اگر کوئی اختلاف ہو تو وہ اختلاف نہیں کہلاتا اور اگر فروع میں اختلاف ہو بھی تو اس کی مثال ایسی ہے کہ گرمیوں میں اور کپڑا ہوتا ہے سردیوں میں اور۔ فروعیات میں تبدیلیاں ضرور ہوا کرتی ہیں۔ ایسا ہی مثلاً ایک زمانہ تھا کہ شراب جیسی خبیث چیز کو لوگ بے دھڑک پیتے تھے اور پھر وہ زمانہ آپ کا آگیا کہ اس کی نیچکنی کی جاوے۔ حضرت دانیال کو کہا گیا کہ آپ شراب پیئیں تاکہ آپ کا چہرہ سرخ ہو جاوے اور بادشاہ وقت کا حکم ہے کہ جس کا چہرہ سرخ نہ ہوگا۔ وہ مارا جاوے گا اس پر آپ نے فرمایا کہ تم لوگ شراب پیو مگر میں ساگ پات کھاتا ہوں اور دیکھنا کہ کس کا چہرہ زیادہ سرخ ہوتا ہے۔ چنانچہ جب آپ آئے تو سب سے زیادہ آپ کا چہرہ سرخ تھا۔

مسیح نے تورات کی شریعت بحال رکھی

پوچھا گیا کہ مسیح نے اپنے شاگردوں کو شریعت کے ماننے کا کیوں حکم نہ دیا؟ فرمایا کہ وہ خود شریعت کو مانتے تھے اور شاگردوں کو ماننے کے لئے فرمایا۔ اگر ان کے وقت میں

شریعت منسوخ ہو گئی ہوتی تو یہ کیوں فرماتے کہ فریسی اور فقیہ جو موسیٰ کی گدی پر بیٹھے ہیں وہ جو کہیں سو کرہ اور جو وہ کریں وہ نہ کرو۔ اس سے صاف معلوم ہوا کہ شریعت توریت کی بحال تھی اور انجیل میں بذات خود کوئی شریعت نہیں تھی۔

مسیح موعود ہونے کا ذکر قرآن میں

عرب صاحب نے سوال کیا کہ مسیح موعود کے متعلق قرآن میں کہاں کہاں ذکر ہے۔ فرمایا سورہ فاتحہ۔ سورہ نور۔ سورہ تحریم وغیرہ میں۔ سورہ فاتحہ میں تو **إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ** (الفاتحہ : ۶) سورہ نور میں **وَعَدَ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا مِنْكُمْ** (النور : ۵۶) اور سورہ تحریم میں جہاں مومنوں کی مثالیں بیان کی ہیں۔ ان میں فرمایا **وَمَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرَانَ الَّتِي أَحْصَنَتْ فَرْجَهَا** (التحریم : ۱۳)

مقام مریمیت

فرمایا :- اللہ تعالیٰ نے مومنوں کو اس میں دو قسم کی عورتوں سے مثال دی ہے۔ اول فرعون کی بیوی سے اور ایک مریم سے۔ پہلی مثال میں یہ بتایا ہے کہ ایک مومن اس قسم کے ہوتے ہیں جو ابھی اپنے جذبات نفس کے پنجے میں گرفتار ہوتے ہیں اور ان کی بڑی آرزو اور کوشش یہ ہوتی ہے کہ خدا ان کو اس سے نجات دے۔ یہ مومن فرعون کی بیوی کی طرح ہوتے ہیں کہ وہ بھی فرعون سے نجات چاہتی تھی مگر مجبور تھی۔ لیکن جو مومن اپنے تئیں تقویٰ اور طہارت کے بڑے درجہ تک پہنچاتے ہیں اور احسان فرج کرتے ہیں تو پھر خدا تعالیٰ ان میں عیسیٰ کی روح نفع کر دیتا ہے۔ نیکی کے یہ دو مرتبے ہیں جو مومن حاصل کر سکتا ہے مگر دوسرا بہت بڑھ کر ہے کہ اس میں نفع روح ہو کر وہ عیسیٰ بن جاتا ہے یہ آیت صاف اشارہ کرتی ہے کہ اس امت میں کوئی شخص مریم صفت ہوگا کہ اس میں نفع جو عیسیٰ بنا دیا جائے گا۔ اب کوئی عورت تو ایسی ہے نہیں اور نہ کسی عورت کے متعلق یہ سب کوئی ہے۔ اس لئے صاف ظاہر ہے کہ اس سے یہی مراد ہے کہ اس امت میں ایک ایسا انسان ہوگا جو پہلے اپنے تقویٰ و طہارت اور احسان اور عفت کے لحاظ سے صفت مریمیت سے موصوف ہوگا اور پھر اس میں نفع ہو کر صفات عیسوی پیدا ہوں گی۔ اب اس کی کیفیت اور لطافت براہین احمدیہ سے معلوم ہوگی کہ پہلے میرا نام مریم رکھا۔ پھر اس میں روح صدق

نسخ کر کے مجھے عیسیٰ بنایا۔ مومنوں کی جو یہ دو مثالیں بیان کی ہیں۔ وہ اس آیت^۱ سے بھی معلوم ہوتی ہیں۔

(پھر اس کے متعلق آپ نے جو فرمایا۔ بارہا اہلکم میں درج ہوا ہے۔ آخر اس لیلیٰ پر اس کو ختم کر دیا کہ)

مریم صفات والے کے لئے ضرور ہے کہ وہ عیسویت کے رنگ میں تبدیل ہو جاوے۔ اگر اس آیت میں صرف مریم کا لفظ ہوتا تو بہت سے افراد ہو سکتے تھے۔ مگر خدا تعالیٰ نے احسان فرج اور نسخ روح کی قید لگا کر بتا دیا ہے کہ ایک ہی شخص ہو گا۔ یہ ایک استعارہ تھا۔ جو کسی کی سمجھ میں نہ آیا۔ اس کے لئے یہی وقت مقرر تھا۔ پھر عجیب تر بات یہ ہے کہ مریم، نسخ روح اور میرا نام عیسیٰ رکھنے کے الماموں میں صرف نو یا دس ماہ کا فاصلہ ہے جو کہ مدت حمل ہے۔ ان تمام ترقیات کا سلسلہ خدا کے ہاتھ میں ہے۔ کسی کو کیا خبر ہے کہ کس طرح ایک بیج زمین کے اندر کیا گیا بن کر آخر کار ایک پتہ بن جاتا ہے۔

۶ جنوری ۱۹۰۳ء

ظاہر و باطن میں اسلام کا نمونہ اختیار کرنا چاہیے

حضرت اقدس حسب دستور میر کے لئے تشریف لائے۔ عرب صاحب نے انگریزی وضع

۱۔ اہلکم میں اس آیت کا ذکر ہوا گیا ہے۔ مگر ابدر میں اس کی تفصیل دی ہے جو درج ذیل ہے۔

امت کی وہی قسم ہیں۔ ایک فرعون کی بیوی اور دوسرے مریم بنت عمران اور اسی کی طرف اس آیت میں اشارہ ہے
 قَبِيْلَةُ خَالِدٍ تَنْفِيْهِ وَوَيْسُهَا مُقْتَدِمَةٌ وَوَيْسُهَا مَبِيْنَةٌ بِالْحَيْرَاتِ (طہ : ۲۳) خالم سے مراد وہ لوگ ہیں جو کہ کس امام کے تابع ہیں کہ جس راہ پر کس نے والا۔ اسی راہ پر چل پڑے اور وہ مَعْبُوْدٌ بِالْاَضَامِ : ۴۰ کی طرح ہوتے ہیں۔ اور ان کی مثال ہامام کی ہے۔ اس لئے کسی مدین نہیں آسکتے اور یہ کلکتہ سے ہوتے ہیں۔ پھر اس کے بعد کس لوامہ والے جو کہ فرعون کی بیوی (کی طرح) ہیں۔ یعنی ان کو کس پیشہ ملامت کرنا رہتا ہے اور وہ چاہتے ہیں کہ امام سے ان کو آزادی ملے یہ کم ہوتے ہیں اور پھر ان میں سے کم کس ملت والے یعنی مریم بنت عمران۔ جس نامے کا وہ خدا نے کیا ہوا تھا۔ شور تھا کہ اس میں ایک کس مریم کی طرح ہوتا اور اس نامے میں خدا نے نبی خیر پر کراستمال کی ہے تاکہ اشارہ اس طرف ہو کہ ایک موبوگا جو صفات مریمیت حاصل کر کے عیسیٰ ہو گا۔

(ابدر جلد دوم نمبر ۳۳ مورخہ ۱۶ فروری ۱۹۰۳ء)

۲۔ اہلکم جلد نمبر ۳ صفحہ ۸۸ مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۰۳ء

قطع پر کچھ ذکر چھیڑا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

انسان کو جیسے باطن میں اسلام دکھانا چاہیے۔ ویسے ہی ظاہر میں بھی دکھانا چاہیے۔ ان لوگوں کی طرح نہ ہونا چاہیے۔ جنہوں نے آج ملیکڑھ میں تعلیم پا کر کوٹ پتلون وغیرہ سب کچھ ہی انگریزی لباس اختیار کر لیا ہے حتیٰ کہ وہ پسند کرتے ہیں کہ ان کی عورتیں بھی انگریزی عورتوں کی طرح ہوں اور ویسے ہی لباس وغیرہ وہ پہنیں۔ جو شخص ایک قوم کے لباس کو پسند کرتا ہے تو پھر وہ آہستہ آہستہ اس قوم کو اور پھر ان کے دوسرے اوضاع و اطوار حتیٰ کہ مذہب کو بھی پسند کرنے لگتا ہے۔ اسلام نے سادگی کو پسند کیا ہے اور تکلفات سے نفرت کی ہے۔

چھری کاٹنے سے کھانے پر فرمایا کہ

شریعت اسلام نے چھری سے کاٹ کر کھانے سے تو منع نہیں کیا۔ ہاں تکلف سے ایک بات یا فعل پر زور ڈالنے سے منع کیا ہے۔ اس خیال سے کہ اس قوم سے مشابہت نہ ہو جاوے ورنہ یوں تو ثابت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے چھری سے گوشت کاٹ کر کھایا۔ اور یہ فعل اس لئے کیا کہ آتامت کو تکلیف نہ ہو۔ جائز ضرورتوں پر اس طرح کھانا جائز ہے۔ مگر بالکل اس کا پابند ہونا اور تکلف کرنا اور کھانے کے دوسرے طریقوں کو حقیر جاننا منع ہے کیونکہ پھر آہستہ آہستہ انسان کی نوبت تتبع کی یہاں تک پہنچ جاتی ہے۔ کہ وہ ان کی طرح طہارت کرنا بھی چھوڑ دیتا ہے۔ *مَنْ تَشَابَهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ* سے مراد یہی ہے کہ التزاماً ان باتوں کو نہ کرے ورنہ بعض وقت ایک جائز ضرورت کے لحاظ سے کر لینا منع نہیں ہے جیسے کہ بعض دفعہ کام کی کثرت ہوتی ہے اور بیٹھے لگتے ہوتے ہیں تو سہیا کرتے ہیں کہ کھانا میز پر لگا دو اور اس پر کھالیا کرتے ہیں اور صف پر بھی کھا لیتے ہیں۔ چارپائی پر بھی کھا لیتے ہیں۔ تو ایسی باتوں میں صرف گزارہ کو مد نظر رکھنا چاہیے۔

تشبیہ کے معنی اس حدیث میں یہی ہیں کہ اس لکیر کو لازم پکڑ لینا۔ ورنہ ہمارے دین کی سادگی تو ایسی شینے ہے کہ جس پر دیگر اقوام نے رشک کھایا ہے اور خواہش کی ہے۔ کہ کاش ان کے مذہب میں ہوتی اور انگریزوں نے اس کی تعریف کی ہے اور اکثر اصول ان لوگوں نے عرب سے لے کر استعمال کئے ہیں مگر اب رسم پرستی کی خاطر وہ مجبور ہیں۔ ترک نہیں کر سکتے۔

داڑھی رکھنا انبیاء کا طریق ہے

پھر عرب صاحب نے داڑھی کی نسبت دریافت کیا۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ یہ انسان کے دل کا خیال ہے بعض انگریز تو داڑھی اور مونچھ سب کچھ منٹوا دیتے ہیں وہ

اسے خوبصورتی خیال کرتے ہیں اور ہمیں اس سے ایسی کراہت آتی ہے کہ سامنے ہو تو کھانا کھانے کو جی نہیں چاہتا۔ واڑھی کا جو طریق انبیاء اور راستبازوں نے اختیار کیا ہے وہ بہت پسندیدہ ہے۔ البتہ اگر بہت لمبی ہو جاوے تو کٹوا دینی چاہیے۔ ایک مشقت رہے۔ خدا نے یہ ایک امتیاز مرد اور عورت کے درمیان رکھ دیا ہے۔

استرے کی مضرت

ڈاکٹر یعقوب بیگ صاحب نے عرض کی کہ حضور آج کل ایک کتاب پلگ گاؤ چھپی ہے وہ کل ڈاکٹروں کے پاس روانہ کی گئی اس میں ایک ہدایت ہے کہ ان طاعون کے ایام میں واڑھی ہرگز نہ منڈوانی چاہیے۔ کیونکہ اگر ذرا بھی زخم ہوا۔ تو طاعونی مادہ اس پر بہت جلد اثر کرتا ہے۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ

استروں سے بھی بعض وقت زہر اور آتھک کے امراض پیدا ہو جاتے ہیں۔ اس لئے ہمیشہ استرے کے استعمال کرنے میں بہت احتیاط لازم ہے اور استرے کا استعمال منہ پر تو بہت خطرناک ہے۔ ہاں غیر مناسب بال جیسا کہ بعض رخسار پر ہوتے ہیں یا واڑھی کے زوائد وغیرہ کاٹ دینے چاہئیں نہ کہ منڈوانے۔

پیشگوئی کی تفہیم میں احتیاط

پھر حضرت اقدس نے عرب صاحب سے مخاطب ہو کر فرمایا :-

رات کو جو آپ نے سوال کیا تھا وہ بے شک بہت ضروری تھا۔ کیونکہ ایسے ملکوں میں جہاں لوگ بہت ناواقف ہیں سمجھانے کے لئے ضرور علم چاہیے۔

پھر اس مضمون کا مختصر خلاصہ حضور نے اعادہ فرمایا کہ جو گذشتہ شب میں ہم درج کر چکے

ہیں اور اس پر یہ ایزادی فرمائی کہ

پیشگوئی کے بارے میں یہ خیال ہرگز نہ کریں کہ وہ ایسی کھلی کھلی ہوں کہ نام لے لے کر بتلایا جاوے ورنہ پھر یہی سوال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر ہو سکتا ہے اور ویسے ہی نبوت کی ضرورت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعاوی پر آپذنی ہے۔ کیونکہ خدا نے نبوت میں یہ تو ذکر کیا کہ آخری زمانہ میں ایک نبی ہوگا اور پھر یہ کہ تمہارے بھائیوں میں سے ہوگا۔ مگر یہ تشریح نہ کی کہ یہ

اسماعیل کی نسل میں ہوگا حالانکہ یہود کا بھی یہی خیال رہا کہ بنی اسرائیل سے ہوگا ورنہ کیا خدا تعالیٰ قادر نہ تھا کہ آپ کا نام آپ کے باپ کا نام آپ کے شہر کا نام سب کچھ پہلے بتلا دیتا اور کسی کو کوئی وجہ شک کی نہ رہتی۔ مگر ایسے الفاظ تھے کہ ان سے اہل یہود نے فائدہ اٹھالیا۔ اور ان کا ابھی تک یہی مذہب ہے کہ تمہارے بھائیوں میں سے مراد یہی ہے کہ وہ بنی اسرائیل سے ہوگا۔ دوسری جگہ جہاں اہل یہود نے ٹھوکر کھائی وہ الیاس والا مقدمہ ہے کہ انہوں نے یوحنا کو الیاس نہ مانا۔ غرض اس سے نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ تمام امور پر یکجائی نظر ڈالے اور مومن اور متقی آدمی ہو تو پھر اسے ثبوت ملتا ہے کہ ایک طرف تو قرآن اور احادیث اور سابقہ کتب ہمارے ساتھ ہیں اور ایک طرف صدہا نشان جو کہ ظاہر ہو چکے ہیں اور ان میں سے ایک سو پچاس کا ذکر نزول اسحٰج میں ہے۔ غرض یہ سنت اللہ ہے کہ نشانوں سے صادق شناخت کیا جاتا ہے۔

یہود کیلئے ابتلاء کا مقام

اور سچی بات یہی ہے کہ اگر وہ ہم پر اعتراض کریں تو اول حضرت عیسیٰ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور صداقت کا ثبوت پیش کریں۔ پھر ان سے جو کمی رہ جائے گی وہ ہم پوری کر دیں گے۔ یہودیوں کو دوبار حیرت کا مقام پیش آیا۔ ایک تو مسیح کے وقت کہ جب انہوں نے پوچھا کہ تجھ سے پیشتر آنے والا الیاس کہاں ہے؟ تو جواب دیا کہ وہ یوحنا ہے چاہو تو قبول کرو چاہو قبول نہ کرو اور دوسرے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت کہ آپ بنی اسماعیل میں سے ہوئے۔

بعل زبول

اور مسیح کو بھی دیوانہ کہا گیا تھا چنانچہ ان کا نام منکروں نے بعل زبول رکھا تھا۔ بعل کے معنی رئیس اور زبول کے معنی کھیاں جو کہ گندگی پر بیٹھتی ہیں یعنی کل گندگیوں کا سردار یہ ان کی سخت غلطی تھی اور مخالفت کی وجہ سے اسے کہتے تھے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ساحر اور جتوں کہتے تھے۔

قرآن کریم سے اس زمانہ کی خبر

ریل وغیرہ کے ذکر پر فرمایا کہ
اس زمانہ میں خدا تعالیٰ نے ہماری جماعت کو فائدہ پہنچایا ہے کہ سفر کا بہت آرام ہے ورنہ کہاں سے کہاں ٹھوکریں کھاتا ہوا انسان ایک دوسرے مقام پر پہنچتا تھا۔ مگر اس جہاں سیٹھ

عبدالرحمان صاحب ہیں۔ اگر کوئی جاتا تو گرمیوں میں روانہ ہوتا اور سردیوں میں پہنچتا تھا۔ اس زمانہ کی نسبت خدا تعالیٰ نے خبر دی ہے **وَإِذَا السُّفُوفُ رُوجَتْ (الکھویر : ۸)** کہ جب ایک اقلیم کے لوگ دوسرے اقلیم والوں کے ساتھ ملیں گے۔

وَإِذَا الصُّحُفُ نُشِرَتْ (الکھویر : ۱۱) یعنی اس وقت خط و کتابت کے ذریعے عام ہوں گے اور کتب کثرت سے دستیاب ہو سکیں گی۔ **وَإِذَا الْعِشَارُ عُطِّلَتْ (الکھویر : ۵)** اس وقت اونٹنیاں بیکار ہوں گی۔ ایک زمانہ تھا کہ یہاں ہزارہا اونٹ آیا کرتے مگر اب نام و نشان بھی نہیں اور مکہ میں بھی اب نہ رہیں گے۔ ریل کے جاری ہونے کی دیر ہے۔

کسوف و خسوف اور شفق القمر

پھر عرب صاحب نے کسوف و خسوف رمضان کی نسبت دریافت کیا کہ اس کا ذکر آپ کی کتب میں ہے کہ نہیں؟ فرمایا کہ

یہ ایک پرانا نشان چلا آتا تھا جو اس وقت پورا ہوا ہے۔ براہن احمدیہ میں اس کا ذکر استعاہ کے طور پر ہے۔ **وَرَانَ يَبْرُؤُا اَيْتَةً يُعْبِرُضُونَ وَيَقُولُوا سَحَابٌ مُمْتَدِدٌ (القمر : ۳)** یہ میرا الہام بھی ہے اور بعض محدثین کا مذہب یہ ہے کہ شفق القمر بھی ایک قسم خسوف کا تھا۔ (مولوی محمد احسن صاحب اموی نے جواب دیا کہ عبداللہ بن عباس کا یہی مذہب ہے) اور شاہ عبدالعزیز بھی یہی کہتے ہیں اور ہمارا مذہب بھی یہی ہے کہ از قسم خسوف تھا۔ کیونکہ بڑے بڑے علماء اس طرف گئے ہیں

طوفان نوح

نوح علیہ السلام کے طوفان کی نسبت فرمایا۔ کہ قرآن شریف سے یہ ثابت نہیں ہے کہ کل زمین کی آبادی کو اس وقت تباہ کر دیا تھا۔ صرف نوح (علیہ السلام) کی قوم پر تباہی آئی تھی۔

مماثلت کی حقیقت

ایک شخص نے سوال کیا کہ بعض لوگ اعتراض کرتے ہیں کہ جب مسیح ناصری کے آنے سے ختم نبوت ٹوٹی ہے تو کیا وجہ ہے کہ مرزا صاحب کے دعویٰ نبوت سے ختم نبوت نہیں

توتتی؟ فرمایا کہ

سبح کا یہ دعویٰ کہاں ہے کہ جس طرح ہم اپنے آپ کو امت محمدیہ میں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع میں فنا شدہ کہتے ہیں۔ انہوں نے بھی کہا ہو؟ وہ تو حضرت موسیٰ کی شریعت پر عمل کرنے والے تھے اور مماثلت کا سلسلہ چاہتا ہے کہ کوئی اور ہی آوے وہ نہ آویں۔ مماثلت کے یہ معنی نہیں ہیں کہ بالکل اس کا عین ہو۔ جیسے کسی کو شیر کہیں تو اب اس کے لئے دم تجویز کریں۔ اور پھر گوشت کا کھانا بھی۔ خدا کے کلام میں استعارات ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً کسی کو کہا جائے کہ اس نے ایک رکابی چاولوں کی کھائی تو اس کے یہ معنی نہ ہونگے کہ وہ رکابی کے بھی ٹکڑے ٹکڑے کر کے کھا گیا۔

مماثلت میں صرف بعض پہلوؤں میں تشابہ ہوتا ہے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو مثیل موسیٰ کہنا کہ جیسے موسیٰ نے اپنی قوم کو فرعون سے چھڑایا۔ آنحضرت نے بھی اپنی قوم کو طاغوت اور بتوں سے رہائی دلوائی۔ مشابہت میں ہو ہو عین نہیں ہوتا۔ ورنہ وہ تو پھر حقیقت ہوگی نہ کہ مشابہت۔

قادیان

عرب صاحب نے ادھر ادھر غیر آبادی کو دیکھ کر عرض کی کہ یہ صرف حضور ہی کا دم ہے کہ جس کی خاطر اس قدر انبوہ ہے ورنہ اس غیر آباد جگہ میں کون اور کب آتا ہے۔ فرمایا کہ اس کی مثال مکہ کی ہے کہ وہاں بھی عرب لوگ دور دراز جگہوں سے جا کر مال وغیرہ لاتے ہیں اور وہاں بیٹھ کر کھاتے ہیں۔ اسی کی طرف اشارہ ہے **لَا يَلْفُ قَرْيَشٍ اِلَيْهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَاءِ وَالصَّيْفِ (قریش : ۳۲)**

ایک اعتراض کا جواب

لوگوں کے اس اعتراض پر کہ جو شخص لاوارث مر جاتا ہے اس کے وارث مرزا صاحب ہو جاتے ہیں اور اس طرح سے بہت سے ملک املاک جمع کرتے جاتے ہیں۔ فرمایا کہ والد صاحب ایسے دنیاوی کاموں میں مجھے مامور کر دیا کرتے تھے اور ان کے حکم اور رضا مندی کے لئے اکثر مجھے عدالتوں میں بھی جانا پڑتا تھا۔ جب سے والد صاحب فوت ہو گئے ہیں کیا کسی نے دیکھا ہے کہ ہم نے ان باتوں میں کوئی حصہ لیا ہے۔ حالانکہ ہمیں حق پہنچتا ہے کہ اگر چاہیں تو لے لیوں۔

سیرت مسیح موعود کی چند باتیں

حضور نے نماز مغرب ادا کر کے مجلس کی اور ایک دو مختلف ذکروں کے بعد میاں احمد دین صاحب از گوجرانوالہ نے عرض کی کہ اگر جناب ٹھیک ٹھیک پتہ یہاں سے روانگی کا فرمادیں تو کچھ کھانے پینے کا انتظام کر کے گوجرانوالہ پر حاضر ہوں۔ خدا کے برگزیدہ نے فرمایا کہ ہمیں تو خدا ہی نے لے جانا ہے۔ اسی کے حکم سے جانا ہے۔ ابھی کیا معلوم کس وقت روانہ ہونا ہے۔ انسان بہت عاجز اور بیچ ہے۔ خدا ہی کے ساتھ وہ جاتا ہے اور خدا ہی کے ساتھ آتا ہے۔

دیگر احباب نے عرض کی کہ ایک اور صاحب نے راستہ کی خوراک وغیرہ کا انتظام کر لیا ہے اس پر حضرت اقدس نے فرمایا کہ دل میں جو اخلاص ہے اس کا ثواب آپ لیویں گے۔ کیونکہ اب دعوت آپ کی طرف سے تو پیش ہو گئی۔

علاقت طبع پر فرمایا کہ اب دو تین دن سیر بند رہے گی۔ کیونکہ آج کل بارشیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے راستہ میں خاک بہت اڑتی ہے اور اسی سے میں بیمار ہو گیا تھا۔ ایک صاحب نے کہا کہ چونکہ لوگ حضور کے آگے چلتے ہیں۔ اس لئے خاک اڑ کر آپ پر پڑتی ہے۔ لیکن اس مجسمہ رحمت انسان نے جواب دیا کہ نہیں۔ بارش کے نہ ہونے سے یہ تکلیف ہے۔ (اللہ اللہ کیا رحم ہے اور حسن ظن ہے کہ اپنے احباب کو ہرگز ملزم نہیں ٹھہراتے)

سلسلہ کی تصنیفات

تصنیفات کے ذکر پر فرمایا کہ خدا تعالیٰ کی عجیب قدرت ہے کہ ہمارے مخالف ہزاروں ہی ہیں اور ان کے مقابل میں ہماری جماعت بہت قلیل ہے۔ مگر ہماری طرف سے جس قدر تازہ تازہ کتابیں کثرت سے نکل رہی ہیں۔ ان کی طرف سے محدودے چند بھی نہیں نکلتیں اور کوئی نکتی بھی ہے تو اس میں گالیاں ہی ہوتی ہیں جو ان کے لئے شرم کی جگہ ہے۔

یہود اور نصاریٰ کی افراط اور تفریط

یہود اور عیسائیوں کی نسبت فرمایا کہ وہ دونوں ضدین ہیں۔ ایک نے بڑھا دیا ہے ایک نے گھٹا دیا ہے۔ ان کی مثال رافضیوں اور خارجیوں سے خوب ملتی ہے۔ جیسے یہودی کے آگے عیسائی نہیں ٹھہرتا ایسے ہی خارجی کے آگے رافضی نہیں ٹھہرتا۔

۸ جنوری ۱۹۰۳ء بروز پیر

جماعت کیلئے ضروری نصائح

نماز مغرب کے بعد شیخ نور احمد صاحب پلیڈر ایبٹ آباد اور سید حامد علی شاہ صاحب بدولہی اور ایک اور صاحب نے بیعت کی۔ بعد بیعت حضرت اقدس نے فرمایا کہ

ہماری جماعت کے لئے ضروری ہے کہ اس پر آشوب زمانہ میں جبکہ ہر طرف ضلالت، غفلت اور گمراہی کی ہوا چل رہی ہے تقویٰ اختیار کریں۔ دنیا کا یہ حال ہے کہ اللہ تعالیٰ کے احکام کی عظمت نہیں ہے۔ حقوق اور وصایا کی پروا نہیں ہے۔ دنیا اور اس کے کاموں میں حد سے زیادہ انہماک ہے۔ ذرا سا نقصان دنیا کا ہوتا دیکھ کر دین کے حصہ کو ترک کر دیتے ہیں اور اللہ تعالیٰ کے حقوق ضائع کر دیتے ہیں۔ جیسے کہ یہ سب باتیں مقدمہ بازیوں اور شرکاء کے ساتھ تقسیم حصہ میں دیکھی جاتی ہیں۔ لالچ کی نیت سے ایک دوسرے سے پیش آتے ہیں۔ نفسانی جذبات کے مقابلہ میں ہمت کمزور واقع ہوئے ہیں۔ اس وقت تک کہ خدا نے ان کو کمزور کر رکھا ہے گناہ کی جرات نہیں کرتے مگر جب ذرا کمزوری رفع ہوئی اور گناہ کا موقع ملا تو جھٹ اس کے مرتکب ہوتے ہیں۔ آج اس زمانہ میں ہر ایک جگہ تلاش کرلو۔ تو یہی پتہ ملے گا کہ گویا سچا تقویٰ اٹھ گیا ہوا ہے اور سچا ایمان بالکل نہیں ہے۔ لیکن چونکہ خدا تعالیٰ کو منظور ہے کہ ان کے سچے تقویٰ اور ایمان کا حجم ہرگز ضائع نہ کرے۔ جب دیکھتا ہے کہ اب فصل بالکل تباہ ہونے پر آئی ہے تو اور فصل پیدا کر دیتا ہے۔

وہی تازہ بتا رہا ہے جیسا کہ خدا تعالیٰ نے کہا تھا۔ **وَإِنَّا نَحْنُ نَدْرَأُكَ**
وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ (الحجر : ۱۰) بہت سا حصہ احادیث کا بھی موجود ہے اور برکات بھی ہیں مگر
دلوں میں ایمان اور عملی حالت بالکل نہیں ہے۔ خدا تعالیٰ نے مجھے اسی لئے مبعوث کیا ہے کہ یہ
باتیں پھر پیدا ہوں۔ خدا نے جب دیکھا کہ میدان خالی ہے تو اس کی الوہیت کے تقاضا نے ہرگز
پسند نہ کیا کہ یہ میدان خالی رہے اور لوگ ایسے ہی دور رہیں اس لئے اب ان کے مقابلہ میں
خدا تعالیٰ ایک نئی قوم زندوں کی پیدا کرنا چاہتا ہے اور اسی لئے ہماری تبلیغ ہے کہ تقویٰ کی زندگی
حاصل ہو جاوے۔

صرف ترکِ شرک کافی نہیں

آدی کئی قسم کے ہیں بعض ایسے کہ بدی کر کے پھر اس پر فخر کرتے ہیں۔ بھلا یہ کونسی صفت
ہے جس کے اوپر ناز کیا جاوے۔ شر سے اس طرح پرہیز کرنا نیکی میں داخل نہیں ہے۔ اور نہ اس
کا نام حقیقی نیکی ہے۔ کیونکہ اس طرح تو جانور بھی سیکھ سکتے ہیں۔ میاں حسین بیگ تاجر ایک شخص
تھا اس کے پاس ایک کتا تھا وہ اسے کہہ جاتا کہ روٹی کو دیکھتا رہ تو وہ روٹی کی حفاظت کرتا۔ اسی
طرح ایک بلی کو سنا ہے کہ اسے بھی ایسے ہی سکھایا ہوا تھا۔ جب بعض لوگوں کو خبر ہوئی تو انہوں
نے امتحان کرنا چاہا۔ اور ایک کٹھڑی کے اندر حلوا، دودھ اور گوشت وغیرہ ایسی چیزیں رکھ کر جس
پر بلی کو ضرور لالچ آوے اس بلی کو چھوڑ کر دروازہ کو بند کر دیا کہ دیکھیں اب وہ ان اشیاء میں سے
کھاتی ہے کہ نہیں۔ پھر جب ایک دودن کے بعد کھول کر دیکھا تو ہر ایک شے اسی طرح پڑی تھی
اور بلی مری ہوئی تھی اور اس نے کسی شے کو ہلایا تک بھی نہ تھا۔ اس لئے اب شرم کرنی چاہیے
کہ انہوں نے حیوان ہو کر انسان کا حکم ایسا مانا اور یہ انسان ہو کر خدا تعالیٰ کے حکم کو نہیں مانا۔
نفس کو تنبیہ کرنے کے واسطے ایسی ایسی بہت سی مثالیں موجود ہیں اور بہت سے وفادار کتے بھی
موجود ہیں مگر افسوس اس کے لئے کہ جو کتے جتنا مرتبہ بھی نہیں رکھتا تو بتلا دے کہ پھر وہ خدا سے
کیا مانگتا ہے؟ انسان کو تو خدا نے وہ قوی عطا کئے ہیں کہ اور کسی مخلوق کو عطا نہیں کئے۔ شر سے
پرہیز کرنے میں تو بہائم بھی اس کے شریک ہیں۔ بعض گھوڑوں کو دیکھا ہے کہ چابک آقا کے ہاتھ
سے گر پڑی۔ تو منہ سے اٹھا کر اسے دیتے ہیں اور اس کے کہنے سے لپٹتے ہیں اور بیٹھتے ہیں اور اٹھتے
ہیں اور پوری اطاعت کرتے ہیں تو یہ انسان کا فخر نہیں ہو سکتا کہ چند گنے ہوئے گناہ ہاتھ پاؤں
وغیرہ دیگر اعضاء کے جو ہیں ان سے بچا رہے۔ جو لوگ ایسے گناہ کرتے ہیں وہ تو بہائم سیرت ہیں
جیسے کتے لمبوں کا کام ہے کہ ذرا برتن ٹگا دیکھا تو منہ ڈال لیا اور کوئی کھانے کی شے نکلی دیکھی تو کھا

لی۔ تو ایسے انسان کتے ملی کے سے ہی ہوتے ہیں انجام کار پکڑے جاتے ہیں۔ جیل خانوں میں جاتے ہیں جا کر دیکھو تو ایسے مسلمانوں سے زندان بھرے ہوئے ہیں۔
حضرت انساں کہ حد مشترک را جامع است
می تواند شد مسجای تواند شد خرے

دنیا کیلئے کوشش حد اعتدال تک ہو

تو اب یہ موقع ہے اور خدا تعالیٰ کی لہروں کے دن ہیں یعنی جیسے بعض زمانہ خدا کی رحمت کا ہوتا ہے اور اس میں لوگ قوت پاتے ہیں۔ ایسے ہی یہ وقت ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ بالکل دنیا کے کاروبار چھوڑ دیوے بلکہ ہمارا منشا یہ ہے کہ حد اعتدال تک کوشش کرے اور دنیا کو اس نیت سے کماوے کہ دین کی خادم ہو مگر یہ ہرگز روا نہیں ہے کہ اس میں ایسا اٹھاک ہو جاوے کہ دین کا پہلو بھول ہی جاوے نہ روزہ کی خبر ہے نہ نماز کی۔ جیسے کہ آج کل لوگوں کی حالت دیکھی جاتی ہے۔ مثال کے طور پر دلی کا جلسہ ہی اب دیکھ لو جہاں کہتے ہیں کہ پندرہ لاکھ آدمی جمع ہوا ہے۔ میرا تصور تو یہی ہے کہ سارے دنیا پرست ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ سب سے زیادہ خدا سے نفرت دلانے والے سلاطین ہی ہیں کیونکہ یہ مثل ایک بڑی دیوی کے ہوتے ہیں جس قدر ان کا قرب زیادہ ہوتا ہے۔ اتنا ہی قلب سخت ہوتا ہے۔ ہم کسی کو تجارت سے منع نہیں کرتے کہ وہ بالکل ترک کر دیوے مگر یہ کہتے ہیں کہ وہ ذرا سوچیں اور دیکھیں کہ ان کے باپ دادا کہاں ہیں؟ بڑے بڑے عزیز انسان کے ہوا کرتے ہیں اور کس طرح وہ ان کے ہاتھوں میں ہی اٹھ جایا کرتے ہیں اور موت کس طرح آپس میں تفرقہ ڈال دیتی ہے۔

سال دیگر را کہ می داند حساب

تا کجا رفت آں کہ باما بود یار

اب طاعون کی بلا سروس پر ہے کہتے ہیں کہ اس کی معیاد ستر برس ہوا کرتی ہے اور اس کے آگے کوئی حیلہ پیش نہیں جاتا سب (حیلے) فضول ہوا کرتے ہیں۔ اور اسی لئے آتی ہے کہ خدا کے وجود کو منوا دیوے۔ سو اس کا وجود برحق ہے۔ اور خدا کی بلا سے سوائے خدا کے کوئی بچا نہیں سکتا۔ سچا تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تعالیٰ تم سے راضی ہو۔ جب شریر گھوڑے کی طرح انسان ہوتا ہے تو ماریں کھاتا ہے۔ اور جو خاص لوگ ہیں وہ اشارات سے چلتے ہیں جیسے سدھا ہوا گھوڑا اشارے سے چلتا ہے اور ان کو وحی اور الہام ہوتے ہیں اور لطف کی بات یہ ہے کہ وحی کے معنی

اشارہ کے بھی لکھے ہیں۔ مگر جب مارکھانے کا زمانہ گزر جاتا ہے تو پھر وحی کا زمانہ آتا ہے اور یہ بات ضروری ہے کہ یہ مرحلہ سہولت سے طے نہیں پاتا۔ کیونکہ تقویٰ ایسی شیئیں نہیں جو کہ صرف منہ سے انسان کو حاصل ہو جاوے بلکہ یہ شیطانی گناہ کا کوئی حصہ دار ہے۔ اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے ذرا سی شیرینی رکھ دیں تو بے شمار چیونٹیاں اس پر آجاتی ہیں۔ یہی حال شیطانی گناہوں کا ہے اور اسی سے انسانی کمزوری کا حال معلوم ہوتا ہے۔ اگر خدا چاہتا تو ایسی کمزوری نہ رکھتا۔

ہر طاقت کا سرچشمہ خدا تعالیٰ ہے

مگر خدا تعالیٰ کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو اس بات کا علم ہو کہ ہر ایک طاقت کا سرچشمہ خدا ہی کی ذات ہے۔ کسی نبی یا رسول کو یہ طاقت نہیں ہے کہ وہ اپنے پاس سے طاقت دے سکے اور یہی طاقت جب خدا کی طرف سے انسان کو ملتی ہے تو اس میں تبدیلی ہوتی ہے اس کے حاصل کرنے کے واسطے ضروری ہے کہ دعا سے کام لیا جاوے اور نماز ہی ایک ایسی نیکی ہے جس کے بجا لانے سے شیطانی کمزوری دور ہوتی ہے اور اسی کا نام دعا ہے۔ شیطان چاہتا ہے کہ انسان اس میں کمزور رہے کیونکہ وہ جانتا ہے کہ جس قدر اصلاح اپنی کرے گا۔ وہ اسی ذریعہ سے کربے گا۔ پس اس کے واسطے پاک صاف ہونا شرط ہے۔ جب تک گندگی انسان میں ہوتی ہے۔ اس وقت تک شیطان اس سے محبت کرتا ہے۔

دُعا کے آداب

خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے ادب کا ہونا ضروری ہے اور عقلمند جب کوئی شے بادشاہ سے طلب کرتے ہیں تو ہمیشہ ادب کو مد نظر رکھتے ہیں۔ اسی لئے سورہ فاتحہ میں خدا تعالیٰ نے سکھایا ہے کہ کس طرح مانگا جاوے اور اس میں سکھایا ہے کہ **اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ** یعنی سب تعریف خدا کو ہی ہے جو رب ہے سارے جہان کا۔ **اَلرَّحْمٰنُ** یعنی بلا مانگے اور سوال کئے کے دینے والا۔ **الرَّحِیْمُ** یعنی انسان کی سچی محنت پر ثمرات حسنہ مرتب کرنے والا ہے۔ **مٰلِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ** جزا سزا اسی کے ہاتھ میں ہے۔ چاہے رکھے چاہے مارے۔ اور جزا سزا آخرت کی بھی اور اس دنیا کی بھی اسی کے ہاتھ میں ہے جب اس قدر تعریف انسان کرتا ہے تو اسے خیال آتا ہے کہ کتنا بڑا خدا ہے جو کہ رب ہے۔ رحمن ہے۔ رحیم ہے۔ اسے غائب ماننا چلا آ رہا ہے۔ اور پھر اسے حاضر ناظر جان کر پکارتا ہے۔ **اِیَّاكَ نَعْبُدُ وَاِیَّاكَ نَسْتَعِیْنُ**۔ **اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ** یعنی ایسی راہ جو کہ باکل سیدھی ہے۔ اس میں کسی قسم کی کجی نہیں ہے ایک راہ

اندھوں کی ہوتی ہے کہ محنتیں کر کے تھک جاتے ہیں اور نتیجہ کچھ نہیں نکلتا اور ایک وہ راہ کہ محنت کرنے سے اس پر نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔ پھر آگے صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ یعنی ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے انعام کیا اور وہ وہی صراطِ مستقیم ہے جس پر چلنے سے انعام مرتب ہوتے ہیں۔ پھر غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ نہ ان لوگوں کی جن پر تیرا غضب ہوا۔ اور ذَلَا الظَّالِمِينَ اور نہ ان کی جو دور جا پڑے ہیں۔ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ سے کل دنیا اور دین کے کاموں کی راہ مراد ہے۔ مثلاً ایک طبیب جب کسی کا علاج کرتا ہے۔ تو جب تک اسے ایک صراطِ مستقیم ہاتھ نہ آوے۔ علاج نہیں کر سکتا۔ اسی طرح تمام وکیلوں اور ہر پیشہ اور علم کی ایک صراطِ مستقیم ہے۔ کہ جب وہ ہاتھ آجاتی ہے تو پھر کام آسانی سے ہو جاتا ہے۔ اس مقام پر ایک صاحب نے اعتراض کیا کہ انبیاء کو اس دعا کی کیوں ضرورت تھی وہ تو پہنچ رہی سے صراطِ مستقیم پر ہوتے ہیں تَلِيمِذُ الرَّحْمٰنِ حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے فرمایا کہ وہ یہ دعا ترقی مراتب اور درجات کے لئے کرتے ہیں بلکہ یہ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ تو آخرت میں مومن بھی مانگیں گے کیونکہ جیسے اللہ تعالیٰ کی کوئی حد نہیں ہے اسی طرح اس کے درجات اور مراتب کی ترقی کی بھی کوئی حد نہیں ہے۔

تقویٰ کی حقیقت

(پھر اصل مضمون تقویٰ پر فرمایا) کہ

متقی بننے کے واسطے یہ ضروری ہے کہ بعد اس کے کہ مولیٰ باتوں جیسے زنا، چوری، تلفِ حقوق، ریا، عجب، حقارت، بخل کے ترک میں پکا ہو تو اخلاقِ رزیلہ سے پرہیز کر کے ان کے بالمقابل اخلاقِ فاضلہ میں ترقی کرے۔ لوگوں سے مروت، خوش خلقی، ہمدردی سے پیش آوے۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ سچی وفا اور صدق دکھلاوے۔ خدمات کے مقام محمود تلاش کرے۔ ان باتوں سے انسان متقی کہلاتا ہے اور جو لوگ ان باتوں کے جامع ہوتے ہیں۔ وہی اصل متقی ہوتے ہیں (یعنی اگر ایک ایک خلقِ فرداً فرداً کسی میں ہوں تو اسے متقی نہ کہیں گے جب تک بحیثیت مجموعی اخلاقِ فاضلہ اس میں نہ ہوں) اور ایسے ہی مضمون کے لئے لَا خَوْفَ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ (البقرہ : ۳۷)

لے اہم میں یہ عمارتیں ہیں ۔

چونکہ اللہ تعالیٰ غیر محدود ہے اس کے لیڈان و فضل بھی غیر قطع ہیں۔ اس لئے وہ ان غیر محدود فضلوں کے حاصل کرنے کے لئے اس دعا کو مانگتے تھے۔

ہے۔ اور اس کے بعد ان کو کیا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ ایسوں کا ستویٰ ہو جاتا ہے جیسے کہ وہ فرماتا ہے۔
 وَهُوَ يَتَوَكَّلُ الصَّالِحِينَ (الاعراف : ۱۹۷) حدیث شریف میں آیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ان
 کے ہاتھ ہو جاتا ہے۔ جس سے وہ پکڑتے ہیں۔ ان کی آنکھ ہو جاتا ہے جس سے وہ دیکھتے ہیں۔ ان
 کے کان ہو جاتا ہے جن سے وہ سنتے ہیں۔ ان کے پاؤں ہو جاتا ہے جن سے وہ پلٹتے ہیں۔ اور ایک
 اور حدیث میں ہے کہ جو میرے ولی کی دشمنی کرتا ہے۔ میں اس سے کتا ہوں کہ میرے مقابلہ کے
 لئے تیار رہو۔ ایک جگہ فرمایا ہے کہ جب کوئی خدا کے ولی پر حملہ کرتا ہے تو خدا تعالیٰ اس پر ایسے
 جھٹ کر آتا ہے۔ جیسے ایک شیرینی سے کوئی اس کا بچہ چھینے تو وہ غضب سے جھپٹی ہے۔

نماز کی اہمیت

خدا کی رحمت کے سرچشمہ سے فائدہ اٹھانے کا اصل قاعدہ یہی ہے۔ خدا تعالیٰ کا یہ خاصہ ہے
 کہ جیسے اس انسان کا قدم بڑھتا ہے ویسے ہی پھر خدا کا قدم بڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی خاص رحمتیں
 ہر ایک کے ساتھ نہیں ہوتیں۔ اور اسی لئے جن پر یہ ہوتی ہیں۔ ان کے لئے وہ نشان بولی جاتی
 ہیں۔ (اس کی نظیر دیکھ لو) کہ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم پر ان کے دشمنوں نے کیا کیا کوششیں
 آپ کی ناکامیابی کے واسطے کیں مگر ایک پیش نہ گئی حتیٰ کہ قتل کے منصوبے کئے۔ مگر آخر
 ناکامیاب ہی ہوئے۔ خدا تعالیٰ یہ تجویز پیش کرتا ہے (اس خاص رحمت کے حصول کے واسطے جو
 اخلاق وغیرہ حاصل کئے جاویں تو) ان امور کو چاہیے کہ خدا تعالیٰ کے سامنے پیش کیا جاوے نہ کہ
 ہمارے سامنے۔ اپنے دلوں میں خدا تعالیٰ کی محبت اور عظمت کا سلسلہ جاری رکھیں اور اس کے
 لئے نماز سے بڑھ کر اور کوئی شے نہیں ہے۔ کیونکہ روزے تو ایک سال کے بعد آتے ہیں۔ اور
 زکوٰۃ صاحب مال کو دینی پڑتی ہے۔ مگر نماز ہے کہ ہر ایک (بیشیت کے آدمی) کو پانچوں وقت ادا کرنی
 پڑتی ہے اسے ہرگز ضائع نہ کریں۔ اسے بار بار پڑھو اور اس خیال سے پڑھو کہ میں ایسی طاقت
 والے کے سامنے کھڑا ہوں کہ اگر اس کا ارادہ ہو تو ابھی قبول کر لیوے۔ اسی حالت میں بلکہ اسی
 ساعت میں بلکہ اسی سیکنڈ میں۔ کیونکہ دوسرے دنیاوی حاکم تو خزانوں کے محتاج ہیں۔ اور ان کو فکر
 ہوتی ہے کہ خزانہ خالی نہ ہو جاوے اور ناداری کا ان کو فکر لگا رہتا ہے۔ مگر خدا تعالیٰ کا خزانہ ہر
 وقت بھرا بھرا ہے۔ جب اس کے سامنے کھڑا ہوتا ہے تو صرف یقین کی حاجت ہوتی ہے۔ اسے
 اس امر پر یقین ہو کہ میں ایک سچ، عظیم اور خیر اور قادر ہستی کے سامنے کھڑا ہوا ہوں اگر اسے
 مہر آجاوے تو ابھی دے دیوے۔ بڑی تضرع سے دعا کرے۔ ناامید اور بدظن ہرگز نہ ہووے اور اگر
 اسی طرح کرے تو (اس راحت کو) جلدی دیکھ لے گا۔ اور خدا تعالیٰ کے اور اور فضل بھی شامل

حال ہوں گے اور خود خدا بھی ملے گا تو یہ طریق ہے جس پر کار بند ہونا چاہیے۔ مگر ظالم فاسق کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی کیونکہ وہ خدا تعالیٰ سے لاپرواہ ہے۔ ایک بیٹا اگر باپ کی پروا نہ کرے اور ناخلف ہو تو باپ کو اس کی پروا نہیں ہوتی تو خدا کو کیوں ہو۔

دُعا اور استلاء

ایک صاحب نے عرض کی کہ بلعم باعور کی دعا کیوں قبول ہوئی تھی؟ فرمایا :-
یہ ابتلا تھا دعائے تہیٰ آخر وہ مارا ہی گیا۔ دعا وہ ہوتی ہے جو خدا کے پیارے کرتے ہیں ورنہ یوں تو خدا تعالیٰ ہندوؤں کی بھی سنتا ہے اور بعض ان کی مرادیں پوری ہو جاتی ہیں۔ مگر ان کا نام ابتلا ہے دعا نہیں۔ مثلاً اگر خدا سے کوئی روٹی مانگے تو کیا نہ دے گا؟ اس کا وعدہ ہے۔ مَا مِنْ دَاعِيَةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا اَوْضَيْنَا لَهٗ مِنْ رِزْقِنَا (هود : ۷) کتے بلی بھی تو اکثر پیٹ پالتے ہیں۔
کیڑوں بکوڑوں کو بھی رزق ملتا ہے مگر اَصْطَفَيْنَا (فاطر : ۳۳) کا لفظ خاص موقعوں کے لئے ہے۔

مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت

یہاں تک تقرر حضرت اقدس نے مہاتمن کے واسطے کی جن میں سے ایک تو شیخ نور احمد صاحب پلیڈر اور دوسرے حامد علی شاہ صاحب بدولتی تھے۔ اس کے بعد حضور انور نے پھر ابو سعید عرب صاحب کو مخاطب ہو کر فرمایا کہ

آپ نے جو ثبوت مسیحیت کے دعویٰ کے بارے میں پوچھا تھا۔ یہ بہت ضروری بات تھی اور اس کو خوب یاد رکھنا چاہیے۔ اگر آپ سے کوئی ان ممالک (ملک برما) میں پوچھے کہ ہماری صداقت کا کیا ثبوت ہے تو مختصر طور پر یہی جواب دینا چاہیے کہ وہی ثبوت ہے جو کہ موسیٰ اور عیسیٰ علیہما السلام اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سچے ہونے کا ہے تمام انبیاء کی صداقت کے وہی ثبوت ہوتے ہیں۔ اول۔ کتب سابقہ میں ان کا ذکر مگر وہ استعارہ کے رنگ میں ضرور ہوتا ہے اور اس میں ایک پہلو ٹھوکر کا بھی ہوتا ہے۔ جیسے یہود کو دھوکا لگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو تو بنی اسرائیل میں سے آنا چاہیے تھا۔ بنی اسماعیل میں سے کیوں ہوئے۔ اور پھر اسی طرح مسیح کے وقت الیاس کے مٹھرے۔ ان معاملوں میں اب تک جھگڑتے ہیں یہ سب ان کی بکواس ہے۔ اسی طرح ہماز ذکر کتب سابقہ میں ہے۔ اگر کوئی ہم سے بھی اسی طرح بکواس سے جھگڑا کرے تو انہیں میں سے ہوگا۔

دوسرا ثبوت نشانات ہیں جن سے بہت صفائی سے استنباط ہوتا ہے وہی ثبوت ہمارے ساتھ بھی ہیں اور جس قاعدہ سے خدا تعالیٰ نے یہ نشانات دکھلائے ہیں اگر اسی طرح شمار کریں تو یہ بیس لاکھ سے بھی زیادہ ہو جاتے ہیں۔ کیونکہ **يَا تُؤْتُونَ مِنْ كُلِّ قَبْضَةٍ عَمِيْنِيْ** اور **يَا تُسَلِّطُ مِنْ كُلِّ قَبْضَةٍ عَمِيْنِيْ** کی تحت میں اگر ہر ایک شخص جو ہمارے پاس آتا ہے ہر ایک ہدیہ اور نذر جو پیش ہوتی ہے ایک ایک نشان الگ الگ ہے مگر ہم نے صرف ایک سو پچاس نشان نزول المسح میں درج کئے ہیں جن کے ہزارہا گواہ موجود ہیں۔ پھر دیکھو یہ کس وقت کی خبر ہے۔ قرآن کے نصوص، حدیث کی اخبار اور مکاشفات اور روایا وغیرہ سب ہماری تائید میں ہیں۔ پھر اس کے علاوہ خدا تعالیٰ کے نشانات۔ پھر زمانہ کی موجودہ ضرورت، یہ سب ثبوت پیش کرنے کے قابل ہیں۔ اس وقت خدا تعالیٰ کا منشاء ہے کہ لوگوں کو غلطیوں سے نکالے اور تقویٰ پر قائم کرے۔ خدا تعالیٰ جس کو چاہے گا بلاتا جاوے گا۔ یہ اس کی طرف سے ایک دعوت ہے جو بلایا جاتا ہے۔ اسے فرشتے کھینچ کھینچ کر لے آتے ہیں۔

۱۰ جنوری ۱۹۰۳ء

مولوی ثناء اللہ صاحب کا قادیان آنا

عصر کے وقت خدا تعالیٰ کے برگزیدہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو یہ خبر ہوئی کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری قادیان آئے ہوئے ہیں مگر آپ نے اس کے متعلق صرف یہ فرمایا کہ ہزاروں لوگ راہو آتے ہیں ہمیں اس سے کیا؟

مغرب کی نماز باجماعت ادا کر کے جب حضرت اقدس دولت سرا کو تشریف لے چلے تو ایک شخص نے ہاتھ میں قلم دوات لئے ہوئے حضرت اقدس کی خدمت میں کچھ کاغذات پیش کئے۔ اس قلم دوات سے اس کی یہ غرض تھی کہ حضرت سے رقم کی رسید لے کر حضرت نے توجہ نہ کی اور اس کے وہ کاغذات لے کر تشریف لے گئے اور جب عشاء کی نماز کے واسطے تشریف لائے تو فرمایا کہ

ایک ہی مضمون کے دو دفعے مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے پہنچے ہیں۔ نہ معلوم دو دفعوں

کی کیا غرض تھی۔

اس وقت یہ عقدہ حل ہوا کہ غالباً دوسرا رقعہ دستخط یعنی رسید رقعہ لینے کی غرض سے تھا۔ مگر قاصد کو رسید مانگنے کی جرأت نہ ہوئی اور وہ رقعہ اس وقت سید سرور شاہ صاحب کے حوالہ کیا گیا۔ کہ وہ اسے پڑھ کر اہل مجلس کو سنا دیوں۔
اس کے بعد حضرت اقدس نے فرمایا نہ۔

ہم تیار ہیں وہ ہفتہ عشرہ آرام سے سب باتیں سنے اور اگر اس کا فشاء مباحثہ کا ہو تو یہ اس کی غلطی ہے کیونکہ اب مدت ہوئی کہ ہم مباحثات کو بند کر چکے ہیں۔ اگر اس کو طلب حق کی ضرورت ہے تو وہ رفیق اور آہنگی سے اپنی غلطی دور کروائے۔ طالب حق کے لئے ہمارا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ ہاں جو شخص ایک منبہ رہ کر چلا جانا چاہتا ہے اور اسے فتح اور شکست اور ہار اور جیت کا خیال ہے وہ مستفید نہیں ہو سکتا۔ بجز ایسے شخص کے جو نیک نیت بن کر آوے ہم تو دوسرے کے ساتھ کلام کرنا بھی تفضیح اوقات خیال کرتے ہیں۔ ہمیں تعجب ہے کہ وہ کیوں گھمار کے ہاں جا کر اترے۔ چاہیے تھا کہ مستفیدوں کی طرح آتا اور ہمارے مسمان خانہ میں اترتا۔

پھر فرمایا۔ ہم اس رقعہ کا صبح کو جواب دیں گے۔

اس کے بعد حضرت اقدس نماز سے فارغ ہو کر تشریف لے چلے تو ثناء اللہ صاحب کے قاصد نے آواز دی کہ حضرت جی۔ مولوی ثناء اللہ صاحب کے رقعہ کا کیا جواب ہے حضرت نے فرمایا کہ صبح کو دیا جائے گا۔

قاصد نے کہا کہ میں آکر جواب لے جاؤں یا آپ بذریعہ ڈاک روانہ کریں گے۔ حضرت اقدس نے فرمایا۔ خواہ تم آکر لے جاؤ خواہ ثناء اللہ آکر لے جاوے۔ پھر آپ نے قاصد کا نام پوچھا۔ اس نے کہا محمد صدیق ہے۔

۱۱ جنوری ۱۹۰۳ء بروز یکشنبہ

مولوی ثناء اللہ کے رقعہ کا جواب

نجر کی نماز کو جب حضرت اقدس تشریف لائے تو قبل از نماز آپ نے وہ رقعہ جو مولوی

شاء اللہ صاحب کے رقعہ کے جواب میں تحریر فرمایا تھا۔ احباب کو سنایا۔ وہ رقعہ یہ تھا۔

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِكَ الْكَرِیْمِ

از طرف عابد باللہ الصدغلام احمد عاقلہ اللہ واید

بخدمت مولوی شفاء اللہ صاحب۔

آپ کا رقعہ پہنچا۔ اگر آپ لوگوں کی صدق طل سے یہ نیت ہو۔ کہ اپنے شکوک و شبہات میں گنگویوں کی نسبت یا ان کے ساتھ اور امور کی نسبت بھی جو دعویٰ سے تعلق رکھتے ہوں، رفع کروایں تو یہ آپ لوگوں کی خوش قسمتی ہوگی اور اگرچہ میں کئی سال ہوئے کہ اپنی کتاب انجام آختم میں شائع کرچکا ہوں۔ کہ میں اس گروہ مخالف سے ہرگز مباحثات نہ کروں گا کیونکہ اس کا نتیجہ بجز گندی گالیوں اور اوباشانہ کلمات سننے کے اور کچھ نہیں ہوا مگر میں ہمیشہ طالب حق کے شبہات دور کرنے کے لئے تیار ہوں۔ اگرچہ آپ نے اس رقعہ میں دعویٰ تو کر دیا ہے کہ طالب حق ہوں مگر مجھے تاقل ہے کہ اس دعویٰ پر آپ قائم رہ سکیں۔ کیونکہ آپ لوگوں کی عادت ہے کہ ایک بات کو کشاں کشاں بے ہودہ اور مباحثات کی طرف لے آتے ہیں اور میں خدا تعالیٰ کے سامنے وعدہ کرچکا ہوں کہ ان لوگوں سے مباحثات ہرگز نہیں کروں گا۔ سو وہ طریق جو مباحثات سے بہت دور ہے کہ آپ اس مرحلہ کو صاف کرنے کے لئے اول یہ اقرار کریں کہ آپ منہاج نبوت سے باہر نہیں جائیں گے۔ اور وہی اعتراض کریں گے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر یا حضرت عیسیٰؑ پر یا حضرت موسیٰؑ پر یا حضرت یونسؑ پر عائد نہ ہوتا ہو اور حدیث اور قرآن شریف کی میں گنگویوں پر زد نہ ہو۔ دوسری شرط یہ ہوگی کہ آپ زبانی بولنے کے مجاز نہ ہوں گے۔ صرف آپ مختصر ایک سطر یا دو سطر تحریر دے دیں گے کہ میرا یہ اعتراض ہے۔ پھر آپ کو عین مجلس میں مفصل جواب سنایا جائے گا۔ اعتراض کے لئے لہذا لکھنے کی ضرورت نہیں ایک سطر یا دو سطر کافی ہیں۔ تیسری یہ شرط ہوگی کہ ایک دن میں صرف ایک ہی آپ اعتراض پیش کریں گے کیونکہ آپ اطلاع دے کر نہیں آئے۔ چوروں کی طرح آگئے۔ اور ہم ان دنوں باعث کم فرصتی اور کام طبع کتاب کے تین گھنٹہ سے زیادہ صرف نہیں کر سکتے۔ یاد رہے کہ یہ ہرگز نہ ہوگا کہ عوام کا لانعام کے رویہ آپ واعظ کی طرح ہم سے گفتگو شروع کر دیں بلکہ آپ نے بالکل منہ بند رکھنا ہوگا۔ جیسے صم بکم۔ یہ اس لئے کہ تا گفتگو مباحثہ کے رنگ میں نہ ہو جاوے۔ اور صرف ایک میں گنگوی کی نسبت سوال کریں۔ میں تین گھنٹہ تک اس کا جواب دے سکتا ہوں اور ایک ایک گھنٹہ کے بعد آپ کو متنبہ کیا جاوے گا۔ کہ اگر ابھی تسلی نہیں ہوئی تو اور لکھ کر پیش کرو۔ آپ کا کام نہیں ہوگا کہ اس کو سناویں ہم خود

پڑھ لیں گے۔ مگر چاہیے کہ دو تین سطر سے زیادہ نہ ہو۔ اس طرز میں آپ کا کچھ حرج نہیں ہے کیونکہ آپ تو شہادت دور کرانے آئے ہیں۔ یہ طریق شہادت دور کرانے کا بہت عمدہ ہے۔ میں باواز بلند لوگوں کو سنا دوں گا کہ اس بیہنگوئی کی نسبت مولوی ثناء اللہ صاحب کے دل میں یہ دوسرہ پیدا ہوا ہے اور اس کا یہ جواب ہے۔ اس طرح تمام وساوس دور کر دیئے جائیں گے۔ لیکن اگر چاہو کہ بحث کے رنگ میں آپ کو بات کا موقعہ دیا جاوے تو ہرگز نہ ہوگا۔ ۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء تک میں اس جگہ ہوں۔ بعد میں ہمارے جنوری کو ایک مقدمہ پر جہلم جاؤں گا۔ سو اگرچہ بہت کم فرصتی ہے۔ لیکن ۱۳ جنوری تک آپ کے لئے تین گھنٹے تک خرچ کر سکتا ہوں۔ اگر آپ لوگ کچھ نیک نیتی سے کام لیں تو یہ ایسا طریق ہے کہ اس سے آپ کو فائدہ ہوگا۔ ورنہ ہمارا اور آپ لوگوں کا آسان پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا۔ والسلام علی من اتبع الهدی۔ سوچ کر دیکھ لو کہ یہ بہتر ہوگا کہ آپ بذریعہ تحریر جو سطر دو سطر سے زیادہ نہ ہو ایک ایک گھنٹہ کے بعد اپنا شبہ پیش کرتے جاویں گے اور میں وہ دوسرہ دور کرتا جاؤں گا۔ ایسے ہی صدہا آدمی آتے ہیں اور دوسرہ دور کرا لیتے ہیں۔ ایک بھلا مانس شریف آدمی ضرور اس بات کو پسند کرے گا۔ اس کو دوساوس دور کرانے میں اور کچھ غرض نہیں۔ لیکن وہ لوگ جو خدا سے نہیں ڈرتے ان کی تونیتیں ہی اور ہوتی ہیں۔

میرزا غلام احمد

مہر

اور فرمایا کہ

یہ طریق بہت امن کا ہے۔ اگر یہ نہ کیا جاوے تو بدامنی اور بد نتیجہ کا اندیشہ ہے۔

پھر فرمایا کہ

ایک رؤیا

ابھی فجر کو میں نے ایک خواب دیکھا۔

کہ میرے ہاتھ میں ایک کانڈ ہے۔ اس کے ایک طرف کچھ اشتہار ہے اور دوسری طرف

ہماری طرف سے کچھ لکھا ہوا ہے جس کا عنوان یہ ہے

بقیۃ الطاعون

اس کے بعد فجر کی نماز ہوئی تو حضرت اقدس نے قلم دوات طلب فرمائی اور فرمایا کہ

تھوڑا سا اور اس رقعہ پر لکھنا ہے۔

اتنے میں مولوی ثناء اللہ صاحب کے قاصد پھر آموچہ ہوئے اور جواب طلب کیا۔

حضرت اقدس نے فرمایا کہ ابھی لکھ کر دیا جاتا ہے۔
 پھر بقیہ حصہ آپ نے لکھ کر اپنے خدام کے حوالہ کیا کہ اس کی نقل کر کے روانہ کر دو۔
 وہ حصہ رقعہ کا یہ ہے۔
 ”بالآخر اس غرض کے لئے اب آپ اگر شرافت اور ایمان رکھتے ہیں تو قادیان سے بغیر تصفیہ
 کے خالی نہ جاویں۔“

دو قسموں کا ذکر ہوتا ہے (۱) اول چونکہ میں انجام آختم میں خدا سے قطعی عہد کر چکا ہوں کہ
 ان لوگوں سے قطعی بحث نہیں کروں گا۔ اس وقت پھر اسی عہد کے مطابق قسم کھاتا ہوں کہ میں
 زبانی آپ کی کوئی بات نہیں سنوں گا۔ صرف آپ کو یہ موقعہ دیا جاوے گا کہ آپ اول ایک
 اعتراض جو آپ کے نزدیک سب سے بڑا اعتراض کسی ہینگوئی پر ہو ایک سطر یا دو سطر یا حد تین سطر
 تک لکھ کر پیش کریں جس کا یہ مطلب ہو کہ یہ ہینگوئی پوری نہ ہوئی اور منہاج نبوت کی رو سے
 قابل اعتراض ہے اور پھر چپ رہیں اور میں مجمع عام میں اس کا جواب دوں گا جیسا کہ مفصل لکھ
 چکا ہوں۔ پھر دوسرے دن دوسری ہینگوئی اسی طرح لکھ کر پیش کریں۔ یہ تو میری طرف سے
 خدا تعالیٰ کی قسم ہے کہ میں اس سے باہر نہیں جاؤں گا اور کوئی زبانی بات نہیں سنوں گا اور آپ
 کی مجال نہیں ہوگی کہ کوئی کلمہ بھی زبانی بول سکیں اور آپ کو بھی خدا تعالیٰ کی قسم دیتا ہوں کہ اگر
 آپ سچے دل سے آئے ہیں تو اس کے پابند ہو جاویں اور ناحق فتنہ و فساد میں عمر بسر نہ کریں۔ اب
 ہم دونوں میں سے ان دونوں قسموں میں سے جو شخص اعراض کرے گا اس پر خدا کی لعنت ہو اور خدا
 کرے کہ وہ اس لعنت کا پھل بھی اپنی زندگی میں دیکھ لے۔ آمین۔ سو میں دیکھوں گا کہ آپ سنت
 نبویہ کے موافق اس قسم کو پورا کرتے ہیں یا قادیان سے نکلنے ہوئے اس لعنت کو ساتھ لے جاتے
 ہیں چاہیے کہ اول آپ اس عہد موکد قسم کے آج ہی ایک اعتراض دو تین سطر کا لکھ کر بھیج دیں
 اور پھر وقت مقرر کر کے مسجد میں مجمع کیا جائے گا۔ اور آپ کو بتلایا جاوے گا اور عام مجمع میں آپ
 کے شیطانی وساوس دور کر دئے جائیں گے۔“

رقعہ دے کر آپ تشریف لے گئے اور اندر سے حضور نے کھلا بھیجا کہ رقعہ وہاں ان کو جا کر
 سنا دیا جاوے اور پھر ان کے حوالہ کیا جاوے۔

چنانچہ یہ رقعہ مولوی ثناء اللہ صاحب کو پہنچا دیا گیا۔ تھوڑے عرصہ کے بعد پھر مولوی ثناء اللہ
 صاحب کی طرف سے جواب الجواب آیا۔

یہ نامعقول اور اصل بحث سے بالکل دور جواب سکر حضرت اقدس کو بہت رنج ہوا اور آپ نے فرمایا کہ

ہم نے جو اسے خدا کی قسم دی تھی اس سے فائدہ اٹھاتا یہ نظر نہیں آتا۔ اب خدا کی لعنت لے کر واپس جانا چاہتا ہے۔ جس بات کو ہم بار بار لکھتے ہیں کہ ہم مباحثہ نہیں کرتے جیسا کہ ہم انجام آختم میں اپنا عمد دنیا میں شائع کر چکے ہیں۔ تو اب اس کا منشا ہے کہ ہم خدا کے اس عمد کو توڑ دیں۔ یہ ہرگز نہ ہوگا۔ اور پھر اس رقعہ میں کس قدر افتراء سے کام لیا گیا ہے کیونکہ جب ہم اسے اجازت دیتے ہیں کہ ہر ایک گھنڈہ کے بعد وہ دو تین سطریں ہماری تقریر پر اپنے شہادت کی لکھ دیوے تو اس طرح سے خواہ اس کی دن میں تمیں سطور ہو جاویں ہم کب گریز کرتے ہیں اور خواہ ایک ہی جگہ کوئی پر وہ ہم سے دس دن تک سنتا رہتا اور اپنے دساوس اس طرز سے پیش کرتا رہتا۔ اسے اختیار تھا۔ پھر ایک دو سرا جھوٹ یہ بولا ہے۔ کہ لکھتا ہے کہ آپ مجمع پسند نہیں کرتے۔ بھلا ہم نے کب لکھا ہے کہ ہم مجمع پسند نہیں کرتے بلکہ ہم تو عام جلسہ چاہتے ہیں۔ کہ تمام قادیان کے لوگ اور دوسرے بھی جس قدر ہوں جمع ہوں تاکہ ان لوگوں کی بے ایمانی کھلے کہ کس طرح یہ لوگوں کو فریب دے رہے ہیں۔ اگر اسے حق کی طلب ہوتی تو اسے ہمارے شرائط ماننے میں کیا عذر تھا مگر یہ بد نصیب واپس جاتا نظر آتا ہے۔

پھر مولوی محمد احسن صاحب کو حضور نے فرمایا کہ
آپ اس کا جواب لکھ دیں مجھے فرصت نہیں۔ میں کتاب لکھ رہا ہوں۔
یہ کہہ کر حضور تشریف لے گئے اور مولوی محمد احسن صاحب نے رقعہ کا جواب تحریر فرمایا اس کے بعد کوئی جواب مولوی ثناء اللہ صاحب کی طرف سے نہ آیا۔ اور وہ قادیان سے چلے گئے۔

۱۲ جنوری ۱۹۰۲ء بروز دوشنبہ

اللہ تعالیٰ کے راستے میں زمین دینے کا ایک طریق

ظہر کے وقت ایک شخص نے حضرت اقدس سے عرض کی کہ میرے پاس کچھ زمین ہے۔

مگر ایک عرصہ سے اس کی آبادی کی کوشش کرتا ہوں۔ لیکن کوئی کامیابی نہیں ہوتی۔ اس لئے اب ارادہ ہے کہ اسے خدا کے نام پر احمدیہ مشن کی خدمت میں وقف کر دوں۔ شاید اللہ تعالیٰ اس میں آبادی کر دے اور وہ دین کی راہ میں کام آوے۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

آپ کی نیت کا ثواب تو خدا تعالیٰ آپ کو دے گا لیکن آپ خود وہاں جا کر آبادی کریں اور اخراجات کاشت وغیرہ نکال کر پھر جو کچھ اس میں سے بچا کرے وہ اللہ کے نام پر اس سلسلہ میں دے دیا کریں۔

۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء بروز شنبہ

نماز فجر کے وقت

ابوسعید عرب صاحب نے عرض کی کہ چونکہ جناب نے جمعرات کو روانہ ہونا ہے۔ اور آدمی زیادہ ہوں گے اس لئے ریلوے کمروں کو ریزرو کروا لینے سے آرام ہوگا۔ حضرت صاحب نے فرمایا کہ

ہاں۔ یہ امر مناسب ہے کہ تکلیف نہ ہو

الہی جماعتوں میں ارتداد

خاکسار ایڈیٹر نے مولوی جمال دین صاحب سید والہ کی طرف سے عرض کی کہ ایک حافظ نے ان کو بلا کر بہت ناجائز دھمکیاں دی ہیں۔ اور کچھ آدمی جو بیعت میں داخل تھے ان کو برکا کر بیعت سے توبہ کروائی ہے۔ مولوی صاحب نے درخواست کی ہے کہ دعا کی جائے کہ خدا ان کو نیچا دکھاوے۔

فرمایا۔ مرتد ہونا یہ بھی ایک سنت اللہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام کے وقت میں بھی مرتد ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت بھی مرتد ہوئے اور عیسیٰ علیہ السلام کے وقت کا تو ارتداد ہی عجیب ہے۔

خدا کا وعدہ ہے کہ اگر ایک جائے گا تو وہ اس کے بدلے میں ایک جماعت دے دے گا۔

مواہب الرحمن کی اشاعت

چونکہ آج کل رات دن ایک عربی کتاب برائے تبلیغ زیر طبع ہے۔ پروف کی صحت پر اور اس کے پروف وغیرہ دیکھے جانے میں صرف اس لئے کمال احتیاط سے کام لیا جاتا ہے کہ فرقہ مولویوں نے اب ہر قسم کی بددیانتی غلط بیانی کو حضرت میرزا صاحب کے مقابلے میں جائز رکھا ہوا ہے۔ پروف کی صحت پر فرمایا کہ

ان لوگوں کو کیا علم ہے کہ ہم کس طرح راتوں کو کام کر کے کتابیں چھپواتے ہیں اور پھر اگر پریس مین کی ذرا سی غلطی رہ جاوے تو ان لوگوں کو اعتراض کا موقع مل جاتا ہے۔ حالانکہ خود محمد حسین نے میرے سامنے ایک دفعہ اشاعت السنہ کی چھپوائی پر اعتراف کیا کہ ایسی غلطیاں ہو جاتی ہیں۔ لیکن ان لوگوں کی حالت مسخ شدہ ہے کہاں سے کہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے۔

کمرہ گرم کرنے کے متعلق ہدایت

حضرت اقدس نے ظہر کے وقت سید فضل شاہ صاحب کو یہ فرمایا کہ آپ کا کمرہ بہت تاریک رہتا ہے اور اس میں نم بھی بہت زیادہ معلوم ہوتی ہے۔ آج کل وبائی دن ہیں۔ رعایت اسباب کے لحاظ سے ضروری ہے کہ وہاں آگ وغیرہ جلا کر مکان گرم کر لیا کریں۔

کتاب مواہب الرحمن

مغرب کے وقت حضرت اقدس تشریف لائے تو کتاب زیر طبع کی نسبت فرمایا کہ امید ہے کہ یہ معجزہ کی طرح پھرے گی اور دلوں میں داخل ہوگی۔ اول و آخر کے سب مسائل اس میں آگئے ہیں۔ خدا کی قدرت ہے۔ دیر کا باعث ایک یہ ہو جاتا ہے کہ لغات جو دل میں آتے ہیں پھر ان کو کتب لغت میں دیکھنا پڑتا ہے۔ میرا دل اس وقت گواہی دیتا ہے کہ اندر فرشتہ بول رہا ہے۔ جب مولوی محمد علی صاحب لکھتے ہوں گے تو ان کا بھی ایسا ہی حال ہوگا کیونکہ وہ بھی ہماری تائید میں ہی ہے۔ رات آدھی رات جب تک مضمون ختم نہ ہوئے۔ جاگتا رہوں گا۔

۱۳ جنوری ۱۹۰۳ء بروز چار شنبہ

فجر کے وقت فرمایا کہ
میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدمی رات تک بیٹھا رہا۔ نیت تو ساری رات کی تھی مگر
کام جلدی ہی ہو گیا۔ اس لئے سورہا۔ اس کا نام مواہب الرحمن رکھا ہے۔

ایک سقہ کی وفات اور اس پر الہام کا انطباق

ایک سقہ جو کہ حضرت اقدس کے ہاں پانی بھرا کرتا تھا وہ ایک ناگمانی موت سے مر گیا۔ اور
اسی دن اس کی شادی تھی۔ اس کی موت پر آپ نے فرمایا کہ مجھے خیال آیا کہ قَبِيلٌ
حَبِيبَةٌ وَزَيْدٌ حَبِيبَةٌ جو وحی ہوئی تھی وہ اسی کی طرف اشارہ ہے۔

۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء

خدا کے کام کیلئے جاگنا جہاد ہے

فجر کے وقت فرمایا کہ
رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کاپیاں اور پروف صحیح ہوئے۔ مولوی عبدالکریم صاحب کی
طبیعت طلیل تھی وہ بھی جاگتے رہے۔ وہ اس وقت تشریف نہیں لاسکیں گے۔ یہ بھی ایک جہاد ہی
تھا۔ رات کو انسان کو جاگنے کا اتفاق تو ہوا کرتا ہے مگر کیا خوش وہ وقت ہے جو خدا کے کام میں
گزارے۔ ایک صحابی کا ذکر ہے کہ وہ جب مرنے لگے تو روتے تھے۔ ان سے پوچھا گیا کہ کیا موت
کے خوف سے روتے ہو تو کہا موت کا کوئی خوف نہیں مگر یہ الفسوس ہے کہ یہ وقت جہاد کا نہیں
ہے۔ جب جہاد کیا کرتا تھا۔ اگر اس وقت یہ موقعہ ہوتا۔ تو کیا خوب تھا۔
فرمایا کہ

میرے اعضاء تو بے شک تھک جاتے ہیں مگر دل نہیں ٹھکتا۔ وہ چاہتا ہے کہ کام کئے جاؤ۔

مولوی ثناء اللہ کا ذکر

بابو شاہ دین صاحب نے ثناء اللہ کے آنے کا ذکر کیا تو فرمایا کہ آخر لعنت لے کر چلا گیا اور جو منصوبہ وہ گھر کے لایا تھا۔ اس میں اسے کامیابی نہ ہوئی ہم نے اس کا ذکر اور جواب وغیرہ اس عربی کتاب میں کر دیا ہے۔ اب جہلم سے واپس آکر بشرط فرصت اردو میں لکھیں گے۔

۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء *

دُعا اور اس کے آداب

حضرت اقدس علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بوقت سیر مندرجہ ذیل تقریر فرمائی (ایڈیٹر احکم)
دعا بڑی عجیب چیز ہے مگر افسوس یہ ہے کہ نہ دعا کرانے والے آداب دعا سے واقف ہیں اور

* ایڈیٹر صاحب احکم کو ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کی تاریخ لکھنے میں سوہوا ہے یا کاتب کی غلطی سے یہ تاریخ لکھی گئی ہے۔ دراصل حضور علیہ السلام کی یہ تقریر جو حضور نے سیر کے دوران فرمائی کسی اور گذشتہ تاریخ کی ہے۔ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کی نہیں۔ "احکم" اور "الہدیر" دونوں سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸ جنوری سے ۲۷ جنوری ۱۹۰۳ء تک سیر ملتوی رہی۔ "احکم" میں ۱۷ جنوری کی سیر کی جو ڈائری چھپی ہے۔ اس میں تو ذکر نہیں۔ لیکن الہدیر میں سیر کی ڈائری میں صاف طور پر لکھا ہوا ہے کہ حضور نے فرمایا کہ "اب دو تین دن سیر بند رہے گی کیونکہ آج کل بارشیں نہیں ہوتیں۔ اس لئے راستہ میں خاک بہت اڑتی ہے اور اسی سے میں بیمار ہو گیا تھا۔" (الہدیر جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۲۶ مورخہ ۱۳ فروری ۱۹۰۳ء) اس کے بعد ۲۳ جنوری کو مغرب کے بعد جب حضور علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما ہوئے۔ تو فرمایا "اب بارش ہونے کی وجہ سے گرد و خبار کم ہو گیا ہے ایک دو دن ذرا باہر ہو آویں۔" (یعنی سیر کو جایا کریں)۔ (الہدیر جلد دوم نمبر ۵ صفحہ ۳۶ مورخہ ۲۰ جنوری ۱۹۰۳ء) اس سے معلوم ہو گیا کہ اس عرصہ میں حضور علیہ السلام سیر کے لئے تشریف نہیں لے گئے اور جیسا کہ اوپر ذکر ہو چکا ہے۔ "احکم" اور "الہدیر" دونوں میں اس عرصہ میں سیر کا کوئی ذکر نہیں اور نہ سیر کی کوئی ڈائری ہے۔ حالانکہ باقی اوقات کی ڈائریاں ان ایام کی موجود ہیں۔

نیز ان ایام میں حضور علیہ السلام کتاب "مواہب الرحمن" کی تصنیف میں بے حد مصروف تھے۔ ۱۳ جنوری کو فجر کی نماز کے وقت حضور نے فرمایا "میں کتاب تو ختم کر چکا ہوں۔ رات آدمی رات تک بیٹھا رہا۔" (الہدیر جلد ۲ نمبر ۵ صفحہ ۳۳) اور ۱۵ بقیہ ماشیہ اگلے صفحہ پر

نہ اس زمانہ میں دعا کرنے والے ان طریقوں سے واقف ہیں جو قبولیت دعا کے ہوتے ہیں۔ بلکہ اصل تو یہ ہے کہ دعا کی حقیقت ہی سے بالکل اجنبیت ہو گئی ہے۔ بعض ایسے ہیں جو سرے سے دعا کے منکر ہیں اور جو دعا کے منکر تو نہیں مگر ان کی حالت ایسی ہو گئی ہے کہ چونکہ ان کی دعائیں بوجہ آداب دعا سے ناواقفیت کے قبول نہیں ہوتی ہیں۔ کیونکہ دعا اپنے اصلی معنوں میں دعا ہوتی ہی نہیں۔ اس لئے وہ منکرین دعا سے بھی گری ہوئی حالت میں ہیں۔ ان کی عملی حالت نے دوسروں کو دہریت کے قریب پہنچا دیا ہے۔ دعا کے لئے سب سے اول اس امر کی ضرورت ہے کہ دعا کرنے والا کبھی تھک کر مایوس نہ ہو جاوے۔ اور اللہ تعالیٰ پر یہ سوء ظن نہ کر بیٹھے کہ اب کچھ بھی نہیں ہوگا۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اس قدر دعا کی گئی کہ جب مقصد کا شگوفہ سرسبز ہونے کے قریب ہوتا ہے۔ دعا کرنے والے تھک گئے ہیں۔ جس کا نتیجہ ناکامی اور نامرادی ہو گیا ہے۔ اور اس نامرادی نے یہاں تک برا اثر پہنچایا کہ دعا کی تاثیرات کا انکار شروع ہوا۔ اور رفتہ رفتہ اس درجہ تک نوبت پہنچ جاتی ہے کہ پھر خدا کا بھی انکار کر بیٹھتے ہیں۔ اور کہہ دیتے ہیں کہ اگر خدا ہوتا اور وہ دعاؤں کو قبول کرتے والا ہوتا تو اس قدر عرصہ دراز تک جو دعائیں کی گئی کیوں کر قبول نہ ہوئیں؟ مگر ایسا خیال کرنے والا اور ٹھوکر کھانے والا انسان اگر اپنے عدم استقلال اور تکون کو سوچے تو اسے معلوم ہو جائے کہ ساری نامردیاں اس کی اپنی ہی جلد بازی اور شباب کاری کا نتیجہ ہیں۔ جن پر خدا کی قوتوں اور طاقتوں کے متعلق بد ظنی اور نامراد کرنے والی مایوسی بڑھ گئی۔ پس کبھی تھکنا نہیں چاہیے۔

دعا کی ایسی ہی حالت ہے۔ جیسے ایک زمیندار باہر جا کر اپنے کھیت میں ایک بیج بو آتا ہے۔ اب بظاہر تو یہ حالت ہے کہ اس نے اچھے پھلے اناج کو مٹی کے بیجے دبا دیا۔ اس وقت کوئی کیا سمجھ سکتا ہے کہ یہ دانہ ایک عمدہ درخت کی صورت میں نشوونما پا کر پھل لائے گا۔ باہر کی دنیا اور خود زمیندار بھی نہیں دیکھ سکتا کہ یہ دانہ اندر ہی اندر زمین میں ایک پودا کی صورت اختیار کر رہا ہے۔ مگر حقیقت یہی ہے کہ تھوڑے دنوں کے بعد وہ دانہ گل کر اندر ہی اندر پودا بننے لگتا ہے اور تیار

بقیہ حاشیہ صلحہ گذشتہ

جنوری کو فجر کی نماز کے وقت تشریف لائے تو فرمایا: رات تین بجے تک جاگتا رہا تو کیا پاں اور پردہ صبح ہوئے۔ اور پھر فرمایا کہ میرے اعضاء تو بیک تھک جاتے ہیں مگر دل نہیں تھکتا۔ (الہد ر جلد ۲ نمبر ۳ صفحہ ۱۳۱) نیز (اللم جلد ۷ نمبر ۱۳) صفحہ ۱۳ اور پھر اسی روز ظہر کے وقت ظہر عصر کی نماز میں صبح اور فرما کر حضور جہلم کے لئے روانہ ہوئے۔ یہ سب قرائن بتاتے ہیں کہ ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کو حضور میر کے لئے تشریف نہیں لے گئے۔ یہ ڈائری یقیناً کسی گزشتہ تاریخ کی ہے جس پر ۱۵ جنوری ۱۹۰۳ء کی تاریخ لکھی گئی ہے۔ (خاکسار مرتب)

ہوتا رہتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کا سبزہ اوپر نکل آتا ہے۔ اور دوسرے لوگ بھی اس کو دیکھ سکتے ہیں۔ اب دیکھو وہ دانہ جس وقت سے زمین کے نیچے ڈالا گیا تھا۔ دراصل اسی ساعت سے وہ پودا بننے کی تیاری کرنے لگ گیا تھا۔ مگر ظاہر میں نگاہ اس سے کوئی خبر نہیں رکھتی اور اب جبکہ اس کا سبزہ باہر نکل آیا تو سب نے دیکھ لیا۔ لیکن ایک نادان بچہ اس وقت یہ نہیں سمجھ سکتا کہ اس کو اپنے وقت پر پھل لگے گا۔ وہ یہ چاہتا ہے۔ کیوں اسی وقت اس کو پھل نہیں لگتا۔ مگر عقلمند زمیندار خوب سمجھتا ہے کہ اس کے پھل کا کونسا موقع ہے۔ وہ صبر سے اس کی نگرانی کرتا اور غورو پرداخت کرتا رہتا ہے۔ اور اس طرح پر وہ وقت آجاتا ہے کہ جب اس کو پھل لگتا ہے اور وہ پک بھی جاتا ہے یہی حال دعا کا ہے اور بعینہ اسی طرح دعا نشوونما اور شمر شمراں ہوتی ہے۔ جلد باز پہلے ہی تھک کر رہ جاتے ہیں اور صبر کرنے والے مال اندیش استقلال کے ساتھ لگے رہتے ہیں۔ اور اپنے مقصد کو پالیتے ہیں۔

قبولیتِ دعا کیلئے صبر اور محنت کی ضرورت

یہ سچی بات ہے کہ دعا میں بڑے بڑے مراحل اور مراتب ہیں جن کی ناواقفیت کی وجہ سے دعا کرنے والے اپنے ہاتھ سے محروم ہو جاتے ہیں۔ ان کو ایک جلدی لگ جاتی ہے اور وہ صبر نہیں کر سکتے۔ حالانکہ خدا تعالیٰ کے کاموں میں ایک تدریج ہوتی ہے۔

دیکھو یہ کبھی نہیں ہوتا کہ آج انسان شادی کرے تو کل کو اس کے گھر بچہ پیدا ہو جاوے حالانکہ وہ قادر ہے جو چاہے کر سکتا ہے مگر جو قانون اور نظام اس نے مقرر کر دیا ہے وہ ضروری ہے۔ پہلے نباتات کی نشوونما کی طرح کچھ پتہ ہی نہیں لگتا۔ چار مہینے تک کوئی یقینی بات نہیں کہہ سکتا۔ پھر کچھ حرکت محسوس ہونے لگتی ہے۔ اور پوری میعاد گزرنے پر بہت بڑی تکالیف برداشت کرنے کے بعد بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ بچہ کا پیدا ہونا ماں کا بھی ساتھ ہی پیدا ہونا ہوتا ہے۔ مرد شاید ان تکالیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکیں جو اس مدتِ حمل کے درمیان عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں۔ مگر یہ سچی بات ہے کہ عورت کی بھی ایک نئی زندگی ہوتی ہے۔ اب غور کرو کہ اولاد کے لئے پہلے ایک موت خود اس کو قبول کرنی پڑتی ہے۔ تب کہیں جا کر وہ اس خوشی کو دیکھتی ہے۔ اسی طرح پر دعا کرنے والے کے لئے بھی ضروری ہوتا ہے کہ وہ تکون اور عجلت کو چھوڑ کر ساری تکلیفوں کو برداشت کرتا رہے۔ اور کبھی بھی یہ وہم نہ کرے کہ دعا قبول نہیں ہوئی۔ آخر آنے والا زمانہ آجاتا ہے۔ دعا کے نتیجہ کے پیدا ہونے کا وقت پہنچ جاتا ہے جبکہ گویا مراد کا بچہ پیدا ہوتا ہے۔ دعا کو پہلے ضروری ہے کہ اس مقام اور حد تک پہنچایا جاوے۔ جہاں پہنچ کر وہ نتیجہ خیز ثابت

ہوتی ہے۔ جس طرح پر آتش شیشے کے نیچے کپڑا رکھ دیتے ہیں اور سورج کی شعائیں اس شیشہ پر آکر جمع ہوتی ہیں اور ان کی حرارت اور حدت اس مقام تک پہنچ جاتی ہے جو اس کپڑے کو جلا دے۔ پھر یکا یک وہ کپڑا جل اٹھتا ہے۔ اس طرح پر ضروری ہے کہ دعا اس مقام تک پہنچے۔ جہاں اس میں وہ قوت پیدا ہو جاوے کہ نامرادیوں کو جلا دے اور مقصد مراد کو پورا کرنے والی ثابت ہو جاوے

پیدا است ندلا را کہ بلند است جنابت

دلت دراز تک انسان کو دعاؤں میں لگے رہنا پڑتا ہے۔ آخر خدا تعالیٰ ظاہر کر دیتا ہے۔ میں نے اپنے تجربہ سے دیکھا ہے اور گذشتہ راستبازوں کا تجربہ بھی اس پر شہادت دیتا ہے کہ اگر کسی معاملہ میں دیر تک خاموشی کرے تو کامیابی کی امید ہوتی ہے لیکن جس امر میں جلد جواب مل جاتا ہے وہ ہونے والا نہیں ہوتا۔ عام طور پر ہم دنیا میں دیکھتے ہیں۔ کہ ایک سائل جب کسی کے دروازہ پر مانگنے کے لئے جاتا ہے اور نہایت اضطراب اور عاجزی سے مانگتا ہے اور کچھ دیر تک جھڑکیاں کھا کر بھی اپنی جگہ سے نہیں ہٹتا۔ اور سوال کئے ہی جاتا ہے تو آخر اس کو بھی کچھ شرم آتی جاتی ہے۔ خواہ کتنا ہی بخیل کیوں نہ ہو۔ پھر بھی کچھ نہ کچھ سائل کو دے ہی دیتا ہے۔ تو کیا دعا کرنے والے کا ایک معمولی سائل جتنا بھی استقلال نہیں ہونا چاہیے؟ خدا تعالیٰ جو کریم ہے اور حیا رکھتا ہے جب دیکھتا ہے کہ اس کا عاجز بندہ ایک عرصہ سے اس کے آستانہ پر گرا ہوا ہے تو کبھی اس کا انجام بد نہیں کرتا۔ جیسے ایک حاملہ عورت چار پانچ ماہ کے بعد کے کہ اب بچہ پیدا کیوں نہیں ہوتا اور اس خواہش میں کوئی مسقط دوائی کھالے تو اس وقت کیا بچہ پیدا ہوگا۔ یا ایک مایوسی بخش حالت میں وہ خود جھلا ہوگی؟ اسی طرح جو شخص قبل از وقت جلدی کرتا ہے۔ وہ نقصان ہی اٹھاتا ہے۔ اور نہ زانقصان بلکہ ایمان کو بھی صدمہ پہنچ جاتا ہے۔ بعض ایسی حالت میں دہریہ ہو جاتے ہیں۔ ہمارے گاؤں میں ایک نجا رہتا تھا۔ اس کی عورت بیمار ہوئی اور آخر وہ مر گئی۔ اس نے کہا اگر خدا ہوتا تو میں نے اتنی دعائیں کیں تھیں وہ قبول ہو جاتیں اور میری عورت نہ مرتی۔ اس طرح پر وہ دہریہ ہو گیا۔ لیکن سعید اگر اپنے صدق اور اخلاص سے کام لے تو اس کا ایمان بڑھتا اور سب کچھ ہو بھی جاتا ہے۔ زمین کی دولتیں خدا تعالیٰ کے آگے کیا چیز ہیں۔ وہ ایک دم میں سب کچھ کر سکتا ہے۔ کیا دیکھا نہیں کہ اس نے اس قوم کو جس کو کوئی جانتا بھی نہ تھا بادشاہ بنا دیا۔ اور بڑی بڑی سلطنتوں کو ان کا تابع فرمان بنا دیا۔ اور غلاموں کو بادشاہ بنا دیا۔ انسان اگر تقویٰ اختیار کرے۔ خدا تعالیٰ کا ہو جاوے تو دنیا میں اعلیٰ درجہ کی زندگی ہو۔ مگر شرط یہی ہے کہ صادق اور جواں مرد ہو کر دکھائے۔ دل متزلزل نہ ہو اور اس میں کوئی آمیزش ریا کاری و شرک کی نہ ہو۔

ابراہیم علیہ السلام میں وہ کیا بات تھی جس نے اس کو ابوالملت اور ابوالخفاء قرار دیا۔ اور خدا تعالیٰ نے اس کو اس قدر عظیم الشان برکتیں دیں کہ شمار میں نہیں آسکتیں یہی صدق اور اخلاص تھا۔

دیکھو ابراہیم علیہ السلام نے ایک دعا کی تھی کہ اس کی اولاد میں سے عرب میں ایک نبی ہو۔ پھر کیا وہ اسی وقت قبول ہو گئی؟ ابراہیم علیہ السلام کے بعد ایک عرصہ دراز تک کسی کو خیال بھی نہیں آیا کہ اس دعا کا کیا اثر ہوا۔ لیکن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت کی صورت میں وہ دعا پوری ہوئی اور پھر کس شان کے ساتھ پوری ہوئی۔

عبادات میں صہم اور رُوح کی شمولیت ضروری ہے

ظاہری نماز اور روزہ اگر اس کے ساتھ اخلاص اور صدق نہ ہو کوئی خوبی اپنے اندر نہیں رکھتا۔ جوگی اور دنیاوی بھی اپنی جگہ بڑی بڑی ریاضتیں کرتے ہیں۔ اکثر دیکھا جاتا ہے کہ ان میں سے بعض اپنے ہاتھ تک سکھا دیتے ہیں اور بڑی بڑی مشقتیں اٹھاتے اور اپنے آپ کو مشکلات اور مصائب میں ڈالتے ہیں۔ لیکن یہ تکالیف ان کو کوئی نور نہیں بخشتیں اور نہ کوئی سکنت اور اطمینان ان کو ملتا ہے بلکہ اندرونی حالت ان کی خراب ہوتی ہے۔ وہ بدنی ریاضت کرتے ہیں۔ جس کو اندر سے کم تعلق ہوتا ہے۔ اور کوئی اثر ان کی روحانیت پر نہیں پڑتا۔ اس لئے قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا۔ لَنْ يَتَنَا اللهُ لِحُومِهَا وَلَا دِمَائِهَا وَلَكِنْ يَتَسَالَةُ النَّفْسَ وَمِنْكُمْ (الحج : ۳۸) یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری قربانیوں کا گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے۔ حقیقت میں خدا تعالیٰ پوست کو پسند نہیں کرتا بلکہ مغز چاہتا ہے۔ اب سوال یہ ہوتا ہے کہ اگر گوشت اور خون نہیں پہنچتا بلکہ تقویٰ پہنچتا ہے تو پھر قربانی کرنے کی کیا ضرورت ہے؟ اور اس طرح نماز روزہ اگر رُوح کا ہے تو پھر ظاہر کی کیا ضرورت کیا ہے؟ اس کا جواب یہی ہے کہ یہ بالکل کچی بات ہے کہ جو لوگ جسم سے خدمت لینا چھوڑ دیتے ہیں ان کو رُوح نہیں مانتی اور اس میں وہ نیاز مندی اور عبودیت پیدا نہیں ہو سکتی جو اصل مقصد ہے اور جو صرف جسم سے کام لیتے ہیں رُوح کو اس میں شریک نہیں کرتے وہ بھی خطرناک غلطی میں مبتلا ہیں۔ اور یہ جوگی اسی قسم کے ہیں۔ رُوح اور جسم کا باہم خدا تعالیٰ نے ایک تعلق رکھا ہوا ہے اور جسم کا اثر رُوح پر پڑتا ہے۔ مثلاً اگر ایک شخص کھف سے رونا چاہے تو آخر اس کو رونا ہی جائے گا۔ اور ایسا ہی جو کھف سے ہنسنا چاہے اسے ہنسی ہی جاتی ہے۔ اسی طرح نماز کی جس قدر حالتیں جسم پر وارد ہوتی ہیں۔ مثلاً کھڑا ہونا یا رکوع کرنا۔ اس کے ساتھ ہی رُوح پر بھی اثر پڑتا ہے اور جس قدر

جسم میں نیاز مندی کی حالت دکھاتا ہے۔ اسی قدر روح میں پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ خدا نے سجدہ کو قبول نہیں کرتا۔ مگر سجدہ کو روح کے ساتھ ایک تعلق ہے۔ اس لئے نماز میں آخری مقام سجدہ کا ہے۔ جب انسان نیاز مندی کے انتہائی مقام پر پہنچتا ہے تو اس وقت وہ سجدہ ہی کرنا چاہتا ہے۔ جانوروں تک میں بھی یہ حالت مشاہدہ کی جاتی ہے۔ کتے بھی جب اپنے مالک سے محبت کرتے ہیں تو اگر اس کے پاؤں پر اپنا سر رکھ دیتے ہیں۔ اور اپنی محبت کے تعلق کا اظہار سجدہ کی صورت میں کرتے ہیں۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ جسم کو روح کے ساتھ خاص تعلق ہے ایسا ہی روح کی حالتوں کا اثر جسم پر نمودار ہو جاتا ہے۔ جب روح غمناک ہو تو جسم پر بھی اس کے آثار ظاہر ہوتے ہیں اور آنسو اور پرموگی ظاہر ہوتی ہے۔ اگر روح اور جسم کا باہم تعلق نہیں تو ایسا کیوں ہوتا ہے؟ دوران خون بھی قلب کا ایک کام ہے مگر اس میں بھی شک نہیں کہ قلب آپہاشی جسم کے لئے ایک انجن ہے۔ اس کے بسط اور قبض سے سب کچھ ہوتا ہے۔

غرض جسمانی اور روحانی سلسلے دونوں برابر چلتے ہیں۔ روح میں جب عاجزی پیدا ہو جاتی ہے پھر جسم میں بھی پیدا ہو جاتی ہے۔ اس لئے جب روح میں واقع میں عاجزی اور نیاز مندی ہو تو جسم میں اس کے آثار خود بخود ظاہر ہو جاتے ہیں اور ایسا ہی جسم پر ایک الگ اثر پڑتا ہے تو روح بھی اس سے متاثر ہو ہی جاتی ہے۔ اس لئے ضروری ہے کہ جب خدا تعالیٰ کے حضور نماز میں کھڑے ہو تو چاہیے کہ اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کرے۔ اگرچہ اس وقت یہ ایک قسم کا اتفاق ہوتا ہے۔ مگر رفتہ رفتہ اس کا اثر دائمی ہو جاتا ہے اور واقعی روح میں وہ نیاز مندی اور فروتنی پیدا ہونے لگتی ہے۔

عبادات میں لذت اور راحت

بعض لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو نمازوں میں لذت نہیں آتی۔ مگر وہ نہیں جانتے کہ لذت اپنے اختیار میں نہیں ہے اور لذت کا معیار بھی الگ ہے۔ ایسا ہوتا ہے کہ ایک شخص اشد درجہ کی تکلیف میں مبتلا ہوتا ہے مگر وہ اس تکلیف کو بھی لذت ہی سمجھ لیتا ہے۔ دیکھو ٹرانسوال (اس وقت ٹرانسوال کی جنگ جاری تھی (ایڈیٹر احکم) میں جو لوگ لڑتے ہیں۔ باوجودیکہ اس میں جانیں جاتی ہیں۔ اور عورتیں بیوہ اور بچے یتیم ہوتے ہیں۔ مگر قوی حمیت اور پاسداری ان کو ایک لذت اور سرور کے ساتھ موت کے منہ میں لے جا رہی ہے۔

ان کو قوی حمت اور پاسداری موت کے منہ میں خوشی کے ساتھ لے جاتی ہے۔ ادھر قوم ان کی محنتوں اور جانفشانیوں کی قدر کر رہی ہے۔ جبکہ اغراض قوی متحد ہیں۔ پھر ان کی محنتوں کی قدر کیوں ہوتی ہے؟ ان کے دکھ اور تکالیف کی وجہ سے۔ ان کی محنت اور جانفشانی کے باعث۔

غرض ساری لذت اور راحت دکھ کے بعد آتی ہے۔ اسی لئے قرآن شریف میں یہ قاعدہ بتایا ہے۔ **إِنَّ مَتَاعَ الْعُصْرِ يُسْتَرَا** (الم نشرح : ۷) اگر کسی راحت سے پہلے تکلیف نہیں تو وہ راحت راحت ہی نہیں رہتی۔ اسی طرح پر جو لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو عبادت میں لذت نہیں آتی۔ ان کو پہلے اپنی جگہ سوچ لینا ضروری ہے کہ وہ عبادت کے لئے کس قدر دکھ اور تکالیف اٹھاتے ہیں۔ جس قدر دکھ اور تکالیف انسان اٹھائے گا۔ وہی تبدیل صورت کے بعد لذت ہو جاتا ہے۔ میری مراد ان دکھوں سے نہیں کہ انسان اپنے آپ کو بے جا مشقتوں میں ڈالے اور مالا پلاقی تکالیف اٹھانے کا دعویٰ کرے۔

عبادات میں تکلیف برداشت کرنے کی حقیقت

قرآن شریف میں **لَا يُكَلِّفُ اللَّهُ نَفْسًا إِلَّا وُسْعَهَا** (البقرہ : ۲۸۷) آیا ہے اور ربانیت اسلام میں نہیں ہے۔ جس میں پڑ کر انسان اپنے ہاتھ سکھالے یا اپنی دوسری قوتوں کو بیکار چھوڑے یا اور جسم جسم کی تکالیف شدیدہ میں اپنی جان کو ڈالے۔ عبادت کے لئے دکھ اٹھانے سے ہمیشہ یہ مراد ہوتی ہے کہ انسان ان کاموں سے رکے جو عبادت کی لذت کو دور کرنے والے ہیں۔ اور ان سے رکنے میں اولاً ایسی ضرور تکلیف محسوس ہوگی۔ اور خدا تعالیٰ کی نارضا مندیوں سے پرہیز کرے۔ مثلاً ایک چور ہے اس کو ضروری ہے کہ وہ چوری چھوڑے بدکار ہے تو بدکاری اور بد نظری چھوڑے..... اسی طرح نشوں کا غادی ہے تو ان سے پرہیز کرے۔ اب جب وہ اپنی محبوب اشیاء کو ترک کرے گا۔ تو ضرور ہے کہ اول اول سخت تکلیف اٹھاوے مگر رفتہ رفتہ اگر استقلال سے وہ اس پر قائم رہے گا تو دیکھ لے گا کہ ان بدیوں کے چھوڑنے میں جو تکلیف اس کو محسوس ہوتی ہے۔ وہ تکلیف اب ایک لذت کا رنگ اختیار کرتی جاتی ہے۔ کیونکہ ان بدیوں کے بالمقابل نیکیاں آتی جائیں گی اور ان کے نیک نتائج جو سکھ دینے والے ہیں وہ بھی ساتھ ہی آئیں گے۔ یہاں تک کہ وہ اپنے ہر قول و فعل میں جب خدا تعالیٰ ہی کی رضا کو مقدم کر لے گا اور اس کی ہر حرکت اور سکون اللہ ہی کے امر کے نیچے ہوگی تو صاف اور بین طور پر وہ دیکھے گا کہ پورے اطمینان اور سکینت کا مزالے رہا ہے۔ یہ وہ حالت ہوتی ہے۔ جب کہا جاتا ہے کہ **لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُونَ** (البقرہ : ۶۳) اسی مقام پر اللہ تعالیٰ کی ولایت میں آتا ہے اور

ظلمات سے نکل کر نور کی طرف آجاتا ہے۔

یاد رکھو کہ جب انسان خدا تعالیٰ کے لئے اپنی محبوب چیزوں کو جو خدا کی نظر میں مکروہ اور اس کے منشاء کے مخالف ہوتی ہیں چھوڑ کر اپنے آپ کو تکالیف میں ڈالتا ہے تو ایسی تکالیف اٹھانے والے جسم کا اثر روح پر بھی پڑتا ہے اور وہ بھی اس سے متاثر ہو کر ساتھ ہی ساتھ اپنی تبدیلی میں لگتی ہے یہاں تک کہ کامل نیاز مندی کے ساتھ آستانہ الوہیت پر بے اختیار ہو کر گر پڑتی ہے یہ طریق ہے عبادت میں لذت حاصل کرنے کا۔

تم نے دیکھا ہو گا کہ بہت سے لوگ ہیں جو اپنی عبادت میں لذت کا یہ طریق سمجھتے ہیں کہ کچھ گیت گالنے یا باجے بجالنے اور یہی اس کی عبادت ہوگی۔ اس سے دھوکا مت کھاؤ۔ یہ باتیں نفس کی لذت کا باعث ہوں تو ہوں مگر روح کے لئے ان میں لذت کی کوئی چیز نہیں ان سے روح میں فروتنی اور انکساری کے جو ہر پیدا نہیں ہوتے اور عبادت کا اصل منشاء گم ہو جاتا ہے۔ طوائف کی محفلوں میں بھی ایک آدمی ایسا مزا حاصل کرتا ہے تو کیا وہ عبادت کی لذت سمجھی جاتی ہے؟ یہ باریک بات ہے جس کو دوسری قومیں سمجھ ہی نہیں سکتیں کیونکہ انہوں نے عبادت کی اصل غرض اور عاقبت کو سمجھا ہی نہیں۔

اسلام میں رہبانیت پسندیدہ نہیں

قرآن شریف سے پہلے دو قومیں تھیں۔ ایک براہمہ کہلاتی تھی جو رہبانیت کو پسند کرتی تھی اور اپنی زندگی کا اصل منشا یہی سمجھ بیٹھے ہوئے تھے۔ عیسائی قوم میں بھی ایسے لوگ تھے جو راہب ہونا پسند کرتے تھے اور ہوتے تھے رومن کتھولک۔ عیسائیوں میں اب تک ایسے لوگ موجود ہیں اور یہ طریق ان میں جاری ہے کہ وہ راہبانہ زندگی بسر کرتے ہیں۔ مگر اب ان کی رہبانیت اس حد تک ہی ہے کہ وہ شادی نہیں کرتے ورنہ ہر طرح عیش و عشرت اور آرام کے ساتھ کوٹھیوں میں رہتے اور مہنگے لباس پہنتے اور عمدہ کھانے کھاتے ہیں اور جس قسم کی زندگی وہ بسر کرتے ہیں۔ عام لوگ جانتے ہیں۔ مگر میری مراد رہبانیت سے اس وقت یہی ہے کہ وہ فرقہ جو اپنے آپ کو تعذیب بدن میں ڈالتا تھا اور دو سرا فرقہ ان کے مقابلہ وہ تھا جو اباحت کی زندگی بسر کرتا تھا۔ اسلام جب آیا تو اس نے ان دونوں کو ترک کیا اور صراطِ مستقیم کو اختیار کیا۔ اس نے بتایا کہ انسان نہ رہبانیت اختیار کرے جس سے وہ نفس کش ہو جاوے اور خدا تعالیٰ کی عطا کردہ قوتوں کو بالکل بیکار چھوڑ دے اور اس طرح پر ان اخلاقِ فاضلہ کے حصول سے محروم ہو جاوے۔ جو ان قوتوں کے اندر دبیعت کئے گئے ہیں کیونکہ یہ سچی بات ہے کہ جس قدر قوتیں انسان کو دی گئی ہیں یہ سب کی سب

در اصل اخلاقی قوتیں ہیں۔ غلط استعمال کی وجہ سے یہ اخلاق بد اخلاقیوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ اس لئے اسلام نے رہبانیت سے منع کیا اور فرمایا کہ لَا رَهْبَانِيَّةَ فِي الْاِسْلَامِ۔

اباحت

اسلام چونکہ انسان کی کامل تربیت چاہتا ہے اور اس کی ساری قوتوں کا نشوونما اس کا مقصد ہے۔ اس لئے اس نے جائز نہیں رکھا کہ وہ طریق اختیار کیا جاوے جو انسان کی بے حرمتی کرنے والا اور خدا تعالیٰ کی توہین کرنے والا ٹھہر جاوے اور پھر اسلام کا منشاء یہ ہے کہ وہ انسان کو افراط و تفریط کی راہوں سے اس اعتدال کی راہ پر چلاوے جو صراطِ مستقیم ہے۔ اس لئے اس نے اباحت کے مسئلہ کی بھی تردید کی جو دوسرا فرقہ تھا جو قرآن شریف سے پہلے موجود تھا۔ وہ سب کچھ جائز سمجھتا تھا اور آزادی اور بے قیدی میں اپنی زندگی بسر کرتا تھا۔ ساری راحتوں اور لذتوں کی معراج سمجھتا تھا۔ مگر اسلام نے اس کو روک دیا اور انسان کو بے قید بنانا نہ چاہا کہ وہ نماز کی ضرورت سمجھے۔ نہ روزہ کی۔ غرض کسی پابندی کے نیچے ہی نہ رہے۔ اور ایک وحشی جانور کی طرح مارا مارا پھرے۔ اب تک بھی یہ لوگ موجود ہیں۔ وہ وجودی مذہب جو بد قسمتی سے پھیلا ہوا ہے دراصل ایک اپاحتی فرقہ ہے اور نماز روزہ کی کوئی ضرورت نہیں سمجھتا اور ممنوعات اور محرمات سے پرہیز نہیں کرتا۔ اسی لئے اسلام نے یہ بھی جائز نہ رکھا۔

عقیدہ کفارہ کے نقصانات

رہبانیت اور اباحت انسان کو اس صدق اور وفا سے دور رکھتے تھے جو اسلام پیدا کرنا چاہتا ہے۔ اس لئے ان سے الگ رکھ کر اطاعت الہی کا حکم دے کر صدق اور وفا کی تعلیم دی جو ساری روحانی لذتوں کی جاؤب ہیں۔ یہ بات بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ جو شخص کسی سارے پر چلنا ہے۔ وہ ست الوجود اور کامل ہوتا ہے جیسے بچے اپنے والدین کی سرپرستی کے نیچے اپنی فکر معاش یا ضرورت کے پیدا کرنے سے کابل اور لاپروا ہوتے ہیں۔ یا عیسائی لوگ جس طرح پر اعمال میں مستعد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ کفارہ کا مسئلہ جب ان کو یہ تعلیم دیتا ہے کہ مسیح نے ان کے سارے گناہ اٹھائے۔ پر سمجھ ہی نہیں آتا کہ وہ کونسی چیز ہو سکتی ہے جو ان کو اعمال کی طرف متوجہ کرے۔ اعمال کا مدعا تو نجات ہے اور یہ ان کو بلا مشقت محنت صرف خوبی مسیح پر اتنا ایمان رکھنے سے (کہ وہ ہمارے لئے مر گیا۔ ہمارے گناہوں کے بدلہ لٹتی ہوا) مل جاتی ہے تو اب نجات کے سوا اور کیا چاہیے پھر ان کو اعمال حسنه کی ضرورت کیا باقی رہی۔ اگر کفارہ پر ایمان لا کر بھی نجات

کا خطرہ اور اندیشہ باقی ہے تو یہ امر دیکر ہے کہ اعمال کئے جائیں لیکن اگر نجات خون مسیح کے ساتھ ہی وابستہ ہے۔ تو کوئی عقلمند نہیں مان سکتا کہ پھر ضرورت اعمال کی کیا باقی ہے۔

روافض بھی سہارے ہی پر چلتے ہیں اور اپنی جگہ عیسائیوں کی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں۔ ان کے نزدیک اگر اعمال کی ضرورت ہے تو فقط اتنی کہ ان کے مصائب کو یاد کر کے آنکھوں سے آنسو گرائے یا کوئی سینہ کوئی کرلی۔ سارے اعمال حسد کی روح یہی اشک باری اور سینہ کوئی ہے۔ مگر میں نہیں سمجھتا کہ اس کو نجات سے کیا تعلق؟ اس لئے میں یہ تعلیم کبھی دینا نہیں چاہتا اور نہ اسلام نے دی کہ تم اپنے گناہوں کی گتھڑی کسی دوسرے کی گردن پر لا دو اور خود اباحت کی زندگی بسر کرو۔ قرآن شریف نے صاف فیصلہ کر دیا ہے لَا تَزِدْ وَلَا تَزِدْ وَلَا تَزِدْ (الانعام : ۲۷) ایک دوسرے کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا اور نہ دنیا میں اس کی کوئی نظیر خدا تعالیٰ کے عام قانون قدرت میں ملتی ہے۔ کبھی نہیں دیکھا جاتا کہ زید مثلاً سکھیا کھالیوے اور اس سکھیا کا اثر بکر پر ہو جاوے اور وہ مر جاوے۔ یا ایک مریض ہو اور دوسرے آدمی کے دوا کھا لینے سے وہ اچھا ہو جاوے بلکہ ہر ایک بجائے خود متاثر ہو گا۔ پھر یہ کیونکر ممکن ہے کہ ایک شخص ساری عمر گناہ کرتا رہے اور دلیری کے ساتھ خدا تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کرتا رہے اور لکھ دے کہ میرے گناہوں کا بوجھ دوسرے شخص کی گردن پر ہے جو شخص ایسی امید کرتا ہے وہ ۔

داغ پیدہ پننت و خیال باطل بست

کا مصداق ہے۔

پس اسلام کسی سہارے پر رکھنا نہیں چاہتا کیونکہ سہارے پر رکھنے سے ابطال اعمال لازم آجاتا ہے۔ لیکن جب انسان سہارے کے بغیر زندگی بسر کرتا ہے۔ اور اپنے آپ کو ذمہ وار ٹھہراتا ہے اس وقت اس کو اعمال کی ضرورت پڑتی ہے اور کچھ کرنا پڑتا ہے اس لئے قرآن شریف نے فرمایا ہے قَدْ آفَلَكَم مِّنْ ذَلِكُمْ (الشمس : ۱۰) فلاح وہی پاتا ہے۔ جو اپنا تڑکیہ کرتا ہے خود اگر انسان ہاتھ پاؤں نہ ہلائے تو بات نہیں بنتی۔

شفاعت کا فلسفہ

مگر اس سے یہ ہرگز نہ سمجھنا چاہیے کہ شفاعت کوئی چیز نہیں۔ ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے۔ اور اس پر یہ نص صریح ہے وَصَلْنَا عَلَيْهِمْ إِنَّ صَلَاتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ (التوبہ : ۱۰۳) یہ شفاعت کا فلسفہ ہے یعنی جو گناہوں میں نفسانیت کا جوش ہے وہ ٹھنڈا پڑ

جاوے۔ شفاعت کا نتیجہ یہ بتایا ہے کہ گناہوں کی زندگی پر ایک موت وارد ہو جاتی ہے اور نفسانی جوشوں اور جذبات میں ایک برودت آجاتی ہے جس سے گناہوں کا صدور بند ہو کر ان کے بالمقابل نیکیاں شروع ہو جاتی ہیں۔ پس شفاعت کے مسئلہ نے اعمال کو بیکار نہیں کیا بلکہ اعمالِ حسنہ کی تحریک کی ہے۔

شفاعت اور کفارہ میں فرق

شفاعت کے مسئلہ کے فلسفہ کو نہ سمجھ کر احمقوں نے اعتراض کیا ہے اور شفاعت اور کفارہ کو ایک قرار دیا۔ حالانکہ یہ ایک نہیں ہو سکتے۔ کفارہ اعمالِ حسنہ سے مستثنیٰ کرتا ہے اور شفاعت اعمالِ حسنہ کی تحریک۔ جو چیز اپنے اندر فلسفہ نہیں رکھتی ہے۔ وہ سچ ہے۔ ہمارا یہ دعویٰ ہے کہ اسلامی اصول اور عقائد اور اس کی ہر تعلیم اپنے اندر ایک فلسفہ رکھتی ہے اور علمی پیرا یہ اس کے ساتھ موجود ہے جو دوسرے مذاہب کے عقائد میں نہیں ملتا۔ شفاعت اعمالِ حسنہ کی محرک کس طرح ہے؟

اس سوال کا جواب بھی قرآن شریف ہی سے ملتا ہے اور ثابت ہوتا ہے کہ وہ کفارہ کا رنگ اپنے اندر نہیں رکھتی۔ کیونکہ اس پر حصر نہیں کیا جس سے کالی اور سستی پیدا ہوتی ہے بلکہ فرمایا۔ اَلْمَسْأَلَةُ حَبَابٌ حَبَابٌ عِثَّةً فَاِنَّ قَدْرَئِبُكَ (البقرہ : ۱۸۷) یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں تجھ سے سوال کریں کہ وہ کہاں ہے تو کہدے کہ میں قریب ہوں۔ قریب والا تو سب کچھ کر سکتا ہے۔ دور والا کیا کرے گا؟ اگر آگ لگی ہوئی ہو تو دور والے کو جب تک خبر پہنچے اس وقت تک تو شاید وہ جل کر خاک سیاہ بھی ہو چکے۔ اس لئے فرمایا کہ کہدو میں قریب ہوں۔ پس یہ آیت بھی قبولیت دعا کا ایک راز بتاتی ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی قدرت اور طاقت پر ایک ایمان کامل پیدا ہو اور اسے ہر وقت اپنے قریب یقین کیا جاوے۔ بہت سی دعاؤں کے رد ہونے کا یہ بھی سر ہے کہ دعا کرنے والا اپنی ضعیف الایمانی سے دعا کو مسترد کر لیتا ہے۔ اس لئے یہ ضروری ہے کہ دعا کو قبول ہونے کے لائق بنایا جاوے کیونکہ اگر وہ دعا خدا تعالیٰ کی شرائط کے نیچے نہیں ہے تو پھر اس کو خواہ سارے نبی بھی مل کر کریں تو قبول نہ ہوگی اور فائدہ اور نتیجہ اس پر مرتب نہیں ہو سکے گا۔

اب یہ بات سوچنے کے قابل ہے کہ ایک طرف تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا صَلِّ عَلَيْنَا مِنْ اَنْصَابِكَ مَسْكِنًا لَّنَهُمْ (البقرہ : ۱۳۳) تیری صلوة سے ان کو ٹھہرا دیا جاتی ہے اور جوشی اور جذبات کی آگ سرد ہو جاتی ہے۔ دوسری طرف فَلْيَسْتَجِيبُوا لِي

(البقرہ : ۱۸۷) کا بھی حکم فرمایا ان دونوں آجوں کے ملانے سے دعا کرنے اور کرانے والے کے تعلقات۔ پھر ان تعلقات سے جو نتائج پیدا ہوتے ہیں ان کا بھی پتہ لگتا ہے۔ کیونکہ صرف اسی بات پر منحصر نہیں کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی شفاعت اور دعا ہی کافی ہے۔ اور خود کچھ نہ کیا جاوے اور نہ یہی فلاح کا باعث ہو سکتا ہے کہ آنحضرت کی شفاعت اور دعا کی ضرورت ہی نہ سمجھی جاوے۔ غرض نہ اسلام میں رعبانیت ہے نہ بیکار نشینی کا سبق۔ بلکہ ان افراط اور تفریط کی راہوں کو چھوڑ کر وہ صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے۔ نہ یہ چاہا کہ تعذیب جسم کے اصولوں کو اختیار کر دے اور اپنے آپ کو مشکلات میں ڈالو نہ یہ کہ سارا دن کھیل اور کود اور تماشوں اور شکار میں گذار دیا تا دل خوانی میں بسر کر دے اور رات کو سو کر یا عیاشی میں۔

خدا تعالیٰ کا قرب پانے کی راہ

خدا تعالیٰ کا قرب حاصل کرنے کی راہ یہ ہے کہ اس کے لئے صدق دکھایا جائے۔ حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قرب حاصل کیا تو اس کی وجہ یہی تھی۔ چنانچہ فرمایا ہے۔
وَابْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى (النجم : ۳۸)

ابراہیم وہ ابراہیم ہے جس نے وفاداری دکھائی۔ خدا تعالیٰ کے ساتھ وفاداری اور صدق اور اخلاص دکھانا ایک موت چاہتا ہے جب تک انسان دنیا اور اس کی ساری لذتوں اور شوکتوں پر پانی پھیر دینے کو تیار نہ ہو جاوے۔ اور ہر ذلت اور سختی اور تنگی خدا کے لئے گوارا کرنے کو تیار نہ ہو۔ یہ صفت پیدا نہیں ہو سکتی۔ بت پرستی ہی نہیں کہ انسان کسی درخت یا پتھر کی پرستش کرے بلکہ ہر ایک چیز جو اللہ تعالیٰ کے قرب سے روکتی اور اس پر مقدم ہوتی ہے۔ وہ بت ہے اور اس قدر بت انسان اپنے اندر رکھتا ہے کہ اس کو پتہ بھی نہیں لگتا کہ میں بت پرستی کر رہا ہوں۔ پس جب تک خالص خدا تعالیٰ ہی کے لئے نہیں ہو جاتا اور اس کی راہ میں ہر مصیبت کی برداشت کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا۔ صدق اور اخلاص کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے۔ ابراہیم علیہ السلام کو جو یہ خطاب ملا۔ یہ یونسی مل گیا تھا؟ نہیں۔ اِبْرَاهِيمَ الَّذِي وَفَّى (النجم : ۳۸) کی آواز اس وقت آئی جبکہ وہ بیٹے کی قربانی کے لئے تیار ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ عمل کو چاہتا اور عمل ہی سے راضی ہوتا ہے۔ اور عمل دکھ سے آتا ہے۔ لیکن جب انسان خدا کے لئے دکھ اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ اس کو دکھ میں بھی نہیں ڈالتا۔ دیکھو۔ ابراہیم علیہ السلام نے جب اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل کے

لئے اپنے بیٹے کو قربان کر دینا چاہا اور پوری تیاری کر لی تو اللہ تعالیٰ نے اس کے بیٹے کو بچا لیا۔ وہ آگ میں ڈالے گئے لیکن آگ ان پر کوئی اثر نہ کر سکی۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں تکلیف اٹھانے کو تیار ہو جاوے تو خدا تعالیٰ تکالیف سے بچا لیتا ہے۔ ہمارے ہاتھ میں جسم تو ہے روح نہیں ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ مروج کا تعلق جسم سے ہے اور جسمانی امور کا اثر مروج پر ضرور ہوتا ہے۔ اس لئے یہ کبھی خیال نہ کرنا چاہیے کہ جسم سے مروج پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ جس قدر اعمال انسان سے ہوتے ہیں۔ وہ اسی مرکب صورت سے ہوتے ہیں الگ جسم یا ایک ہی مروج کوئی نیک یا بد عمل نہیں کرتی۔ یہی وجہ ہے کہ جزا سزا میں بھی دونوں کے متعلقات کا لحاظ رکھا گیا ہے۔ بعض لوگ اسی راز کو نہ سمجھنے کی وجہ سے اعتراض کر دیتے ہیں کہ مسلمانوں کا بہشت جسمانی ہے۔ حالانکہ وہ اتنا نہیں جانتے جب اعمال کے صدور میں جسم ساتھ تھا تو جزا کے وقت الگ کیوں کیا جاوے؟ غرض یہ ہے کہ اسلام نے ان دونوں طریقوں کو جو انفراد اور تفریط کے ہیں چھوڑ کر اعتدال کی راہ بتائی ہے۔ یہ دونوں خطرناک باتیں ہیں ان سے پرہیز کرنا چاہیے۔ مجرد تعذیب جسم سے کچھ نہیں بنتا اور محض سترامِ مطلق سے بھی کوئی نتیجہ پیدا نہیں ہوتا۔

ولایت کا مقام

ایک مرتبہ ایک شخص میرے پاس نور محمد نام نائضہ سے آیا تھا۔ اس نے کہا کہ غلام محبوب سبحانی نے دلی ہونے کا سرٹیفکیٹ دے دیا ہے۔ اب ولایت کا معیار یہی رہ گیا ہے کہ غلام محبوب یا کسی نے سرٹیفکیٹ دے دیا۔ حالانکہ ولایت ملتی نہیں جب تک انسان خدا کے لئے موت اختیار کرنے کے لئے تیار نہ ہو جاوے۔ دنیا میں موت سے لوگ اس قسم کے ہیں جن کو کچھ بھی معلوم نہیں کہ وہ دنیا میں کیوں آئے ہیں۔ حالانکہ یہی پہلا سوال ہے جس کو اسے حل کرنا چاہیے۔ خود شناسی کے بعد خدا شناسی پیدا ہوتی ہے جب وہ اپنے فرائض کو سمجھتا ہے اور مقاصد زندگی پر غور کرتا ہے۔ اسے معلوم ہوتا ہے کہ میری زندگی کی غرض خدا شناسی ہے اور اس پر ایمان لانا اور اس کی عبادت کرنا ہے۔ تب وہ فرائض کو ادا کرتا اور نوافل کو شاشت کرتا ہے۔ وہ روحانیت جو ایمان کے بعد پیدا ہوتی ہے اب اسے تلاش کرے کہ کہاں ہے؟ نہ مولویوں میں ہے نہ راگ سننے والے صوفیوں میں۔ یہ گو سالہ صورت ہیں روحانیت سے بے خبر ہو کر ہزار سال تک بھی اگر مغز مارتے رہیں تو کچھ نہیں بنتا۔ یہ لحوم اور دماغ ہیں تقویٰ نہیں۔ پھر لحوم اور دماغ اللہ تعالیٰ کو کیسے پہنچ سکتا ہے۔

روح و جسم کا تعلق ابدی ہے

دہریہ روح کا ہی انکار کرتا ہے اور کہتا ہے کہ کوئی چیز ہے ہی نہیں۔ اور پھر کہتے ہیں کہ حشر اجساد کوئی چیز نہیں۔ یہاں روح تعلیم پا کر آئندہ کیا کرے گی۔ یہ خیالی باتیں ہیں۔ ان میں معقولیت نہیں ہے۔ اگر روح کوئی چیز نہیں ہے تو پھر یہ کیا بات ہے کہ جسم پر جو فعل واقع ہوتے ہیں ان کا اثر اندرونی قوتوں پر بھی پڑتا ہے۔ مثلاً اگر مقدم الراس پر چوٹ لگ جائے تو اس فساد کے ساتھ انسان مجنون ہو جاتا ہے یا حافظہ جاتا رہتا ہے۔ مجنونوں کی روح تو وہی ہے۔ نقص تو جسم میں ہے۔ جسم کا اگر اچھا انتظام نہ رہے تو روح بیکار ہو جاتی ہے وہ بدوں جسم کسی کام نہیں ہے اس لئے بیش جسم کی محتاج ہے جس کا انتظام عمدہ ہو روحانی حالت بھی اچھی ہوگی۔ چھوٹے بچے میں کیوں اتنی سمجھ نہیں ہوتی کہ وہ عواقب الامور کو سمجھ سکے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ ان میں ابھی قوتی کا نشوونما کامل نہیں ہوا ہوتا۔

اسی طرح پیٹ میں جو نطفہ جاتا ہے کسی کو کچھ معلوم نہیں کہ روح اس کے ساتھ کہاں سے چلی جاتی ہے۔ اس کے ساتھ ہی دراصل ایک مٹھی قوت چلی جاتی ہے جو انبساط اور نشاط کا باعث ہوتی ہے۔ اسی طرح اناج میں بھی وہی کیفیت چلی آتی ہے۔ اسی کی طرف مولوی رومی نے اشارہ کر کے کہا ہے۔

ہفت صد ہفتاد قالب دیدہ ام

بچو سبزہ بارہا دوشیہ ام

نافم اور کوڑ مغز لوگوں نے اس شعر کو تناج پر حمل کر لیا ہے اور کہتے ہیں اس سے تناج ثابت ہوتا ہے مگر ان کو معلوم نہیں کہ یہ دراصل تغیرات نطفہ کی طرف الجھا ہے۔ یعنی جن تغیرات سے نطفہ تیار ہوتا ہے۔ اس کو اس شعر میں ظاہر کیا گیا ہے۔ شاید بہت تھوڑے آدمی ایسے ہوں گے جن کو یہ معلوم ہو کہ نطفہ بہت سے تغیرات سے بنتا ہے۔ جس اناج سے نطفہ بنا ہے۔ نطفہ کی حالت میں آنے سے پہلے اللہ تعالیٰ نے اس کو بہت سے تغیرات میں ڈالا ہے اور پھر اس کو محفوظ رکھا ہے کیونکہ وہ درحقیقت نطفہ ہے اپنے وقت پر وہ جیسا بھی جاتا ہے اور اس سے روٹی بھی تیار کی جاتی ہے لیکن وہ محفوظ چلا آتا ہے۔ آج کل نطفہ کے متعلق جو تحقیقات ہوئی ہے تو ڈاکٹر کہتے ہیں کہ اس میں کیڑے ہوتے ہیں یہ ایک الگ امر ہے۔ لیکن اس میں کوئی شک نہیں کہ اصل میں وہ ایک قوت ہے جو برابر محفوظ چلی آتی ہے ممکن ہے کہ جو کچھ ڈاکٹروں نے سمجھا ہو وہ اسی قوت کو سمجھا ہو۔ ہر اناج کے ساتھ انسانیت کا خاصہ نہیں بلکہ وہ جو ہر قابل الگ

ہی ہے اور اس کو وہی کھاتا ہے جس کے لئے وہ مقدر ہوتا ہے اور وہ اسی دن کے لئے مقدر ہوتا ہے۔ وہ نطفہ جس میں روحانیت کی جر ہے پڑھتا جاتا ہے یہاں تک کہ مفضہ ملکہ وغیرہ چھ حالتوں میں سے گذرتا ہے اور ان چھ تغیرات کے بعد **ثُمَّ أَنْشَأْنَاهُ خَلْقًا آخَرَ (المومنون : ۱۵)** کا وقت آتا ہے اب اس آخری تبدیلی کو نشاء آخری کہا ہے یہ نہیں کہا **ثُمَّ أَنْزَلْنَا فِيهِ رُوحَنَا** اَخْرَ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ وہ باہر سے کوئی چیز نہیں آتی۔ اب اس کو خوب غور سے سوچو تو معلوم ہوگا کہ روح کا جسم کے ساتھ کیا ابدی تعلق ہے۔ پھر یہ کیسی بے ہودگی ہے جو کہا جاوے کہ جسم کا روح کے ساتھ کوئی تعلق نہیں ہے۔ یہ کس قدر زبردست ثبوت روح کی ہستی کا ہے۔ اس کو کوئی معمولی نگاہ سے دیکھے تو اور بات ہے لیکن مقبولیت اور فلسفہ سے سوچے تو اس سے انکار نہیں کر سکتا۔

اسی طرح ایک اور بات بھی قابل غور ہے کہ دنیا میں کبھی کوئی شخص کامیاب نہیں ہوا جو جسم اور روح دونوں سے کام نہ لے۔ اگر روح کوئی چیز نہیں۔ تو ایک مردہ جسم سے کوئی کام کیوں نہیں ہو سکتا؟ کیا اس کے سارے قوی اور اعضاء موجود نہیں ہوتے۔ اب یہ بات کیسی صفائی کے ساتھ سمجھ میں آتی ہے کہ روح اور جسم کا تعلق جبکہ ابدی ہے۔ پھر کیوں کسی ایک کو بیکار قرار دیا جاوے۔

دعا کے قوانین

دعا کے لئے بھی یہی قانون ہے کہ جسم تکالیف اٹھاوے اور روح گداز ہو اور پھر صبر اور استقلال سے اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ایمان لا کر حسن ظن سے کام لیا جاوے۔

ہر ایک کام کے لئے زمانہ ہوتا ہے اور سعید اس کا انتظار کرتے ہیں۔ جو انتظار نہیں کرتا اور چشم زدن میں چاہتا ہے کہ اس کا نتیجہ نکل آوے وہ جلد باز ہوتا ہے۔ اور با مراد نہیں ہو سکتا۔ میرے نزدیک یہ بھی ممکن ہے اور ہوتا ہے کہ دعا کے زمانہ میں اتلا کے طور پر اور بھی اتلا آجاتے ہیں۔ جیسے حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے تو ان کو پہلے مصر میں فرعون نے یہ کام دیا ہوا تھا۔ کہ وہ آدھا دن اینٹیں پاتھا کریں اور آدھا دن اپنا کام کیا کریں۔ لیکن جب حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو نجات دلانے کی کوشش کی۔ تو پھر شریروں کی شرارت سے بنی اسرائیل کا کام بڑھا دیا گیا اور انہیں حکم ملا کہ آدھا دن تو تم اینٹیں

پا تھا کرو اور آدھا دن گھاس لایا کرو۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب یہ حکم ملا اور انہوں نے بنی اسرائیل کو سنایا تو وہ بڑے ناراض ہوئے اور کہا کہ موسیٰ۔ خدا تم کو وہ دکھ دے جو ہم کو ملا ہے اور بھی انہوں نے موسیٰ علیہ السلام کو بدوعائین دین مگر موسیٰ علیہ السلام نے ان کو یہی کہا کہ تم صبر کرو۔ تورات میں یہ سارا قصہ لکھا ہے کہ جوں جوں موسیٰ علیہ السلام انہیں تسلی دیتے تھے وہ اور بھی برا فروختہ ہوتے تھے۔ آخر یہ ہوا کہ مصر سے بھاگ نکلنے کی تجویز کی گئی اور مصر والوں کے پکڑے اور برتن وغیرہ جو لئے تھے وہ ساتھ ہی لے آئے۔ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام قوم کو لے کر نکل آئے تو فرعون نے اپنے لشکر کو لے کر ان کا تعاقب کیا۔ بنی اسرائیل نے جب دیکھا کہ فرعونیوں کا لشکر ان کے قریب ہے تو وہ بڑے ہی مضطرب ہوئے چنانچہ قرآن شریف میں لکھا ہے۔

کے اس وقت وہ چلائے اور کہا اِنَّا لَمَذْكُورُونَ (الشعراء : ۳۳) اے موسیٰ۔ ہم تو پکڑے گئے مگر موسیٰ علیہ السلام نے جو نبوت کی آنکھ سے انجام کو دیکھتے تھے انہیں یہی جواب دیا کَلَّا اِنَّ صَبِيحَتِيْ سَيَمْفِدِيْنِ (الشعراء : ۳۳) ہرگز نہیں۔ میرا رب میرے ساتھ ہے۔

تورات میں لکھا ہے کہ انہوں نے یہ بھی کہا کہ کیا مصر میں ہمارے لئے قبریں نہ تھیں۔ اور یہ اضطراب اس وجہ سے پیدا ہوا کہ پیچھے فرعون کا لشکر اور آگے دریائے نیل تھا وہ دیکھتے تھے کہ نہ پیچھے جا کر فرج سکتے ہیں اور نہ آگے جا کر مگر اللہ تعالیٰ قادر مقتدر خدا ہے۔ دریائے نیل میں سے انہیں راستہ مل گیا اور سارے بنی اسرائیل آرام کے ساتھ پار ہو گئے۔ مگر فرعونیوں کا لشکر غرق ہو گیا۔ سید احمد خاں صاحب اس موقع پر لکھتے ہیں کہ یہ جوار بھانا تھا۔ مگر ہم کہتے ہیں کہ کچھ ہوا اس میں کوئی شبہ نہیں ہو سکتا کہ یہ عظیم الشان معجزہ تھا جو ایسے وقت پر اللہ تعالیٰ نے ان کے لئے راہ پیدا کر دی۔ اور یہی متقی کے ساتھ ہونا ہے کہ ہر ضیق سے اسے نجات اور راہ ملتی ہے۔

لَا مَنعَرَجًا (العلق : ۳)

دعا اور ابتلاء

فرض ایسا ہوتا ہے کہ دعا اور اس کی قبولیت کے زمانہ کے درمیانی اوقات میں بسا اوقات ابتلاء پر ابتلاء آتے ہیں اور ایسے ایسے ابتلاء بھی آجاتے ہیں جو کمر توڑ دیتے ہیں مگر مستقل مزاج سعید القنطری ان ابتلاؤں اور مشکلات میں بھی اپنے رب کی عنایتوں کی خوشبو سونگھتا ہے اور فراست کی نظر سے دیکھتا ہے کہ اس کے بعد نصرت آتی ہے۔ ان ابتلاؤں کے آنے میں ایک سر یہ بھی ہوتا ہے کہ دعا کے لئے جوش بڑھتا ہے۔ کیونکہ جس جس قدر اضطراب اور اضطراب بڑھتا جاوے گا اسی قدر روح میں گدازش ہوتی جائے گی۔ اور یہ دعا کی قبولیت کے اسباب میں سے

ہیں۔ پس کبھی گھبراتا نہیں چاہیے۔ اور بے صبری اور بے قراری سے اپنے اللہ پر بد ظن نہیں ہونا چاہیے۔ یہ کبھی بھی خیال کرنا نہ چاہیے کہ میری دعا قبول نہ ہوگی یا نہیں ہوتی۔ ایسا وہم اللہ تعالیٰ کی اس صفت سے انکار ہو جاتا ہے کہ وہ دعائیں قبول فرمانے والا ہے۔

قبولیتِ دعا کے سلسلہ میں ایک نکتہ

کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ انسان ایک امر کے لئے دعا کرتا ہے۔ مگر وہ دعا اس کی اپنی ناواقفی اور نادانی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ یعنی ایسا امر خدا تعالیٰ سے چاہتا ہے جو اس کے لئے کسی صورت سے مفید اور نافع نہیں ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی دعا کو تو رد نہیں کرتا لیکن کسی اور صورت میں پورا کر دیتا ہے۔ مثلاً ایک زمیندار جس کو بل چلانے کے لئے تیل کی ضرورت ہے۔ وہ بادشاہ سے جا کر ایک اونٹ کا سوال کرے اور بادشاہ جانتا ہے کہ اس کو دراصل تیل دینا مفید ہوگا۔ اور وہ حکم دیدے کہ اس کو ایک تیل دے دو وہ زمیندار اپنی بیوقوفی سے کہہ دے کہ میری درخواست منظور نہیں ہوئی۔ تو اس کی حماقت اور نادانی ہے۔ لیکن اگر وہ غور کرے تو اس کے لئے یہی بہتر تھا۔ اس طرح اگر ایک بچہ آگ کے سرخ انگارے دیکھ کر ماں سے مانگے تو کیا مہمان اور شفیق ماں یہ پسند کرے گی کہ اس کو آگ کے انگارے دیدے۔ غرض بعض اوقات دعا کی قبولیت کے متعلق ایسے امور بھی پیش آتے ہیں۔ جو لوگ بے صبری اور بد ظنی سے کام لیتے ہیں وہ اپنی دعا کو رد کرا لیتے ہیں۔

اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ اس کی قبولیت کے زمانہ میں اور بھی درازی ہو جاتی ہے۔ بنی اسرائیل اسی وجہ سے چالیس برس تک ارض مقدس میں داخل ہونے سے محروم ہو گئے کہ ذرا ذرا سی بات پر شوخیوں سے کام لیتے تھے۔ میں کہتا ہوں کہ جس طرح بنی اسرائیل سے غلامی کے دنوں میں وعدے کئے گئے تھے۔ اسی طرح پر اس امت کے لئے بھی ایک مماثلت ہے۔ ان پر بھی ایک غلامی کا زمانہ آنے والا تھا۔ اور اب وہی حالت غلامی کی ہے کیونکہ ہر پہلو اور ہر رنگ میں مسلمانوں کی حالت تنزل میں ہے۔ اسی مماثلت کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے مسیح موعود کی تبلیغ کا زمانہ چالیس سال تک رکھا ہے۔ جس طرح پر موسیٰ علیہ السلام نے وہ زمین نہ پائی تھی بلکہ یسوع بن نون لے گیا اسی طرح پر قبولیت کی ارض مقدس ان مولویوں کے نصیب معلوم نہیں ہوتی جو آئے دن مخالفت اور شرارت میں بڑھتے جاتے ہیں اور نہیں سوچتے کہ ان کو کیا کہا گیا تھا۔ کیا تعلیم ملی تھی اور اب انہوں نے اس پر کس حد تک عمل کیا ہے۔

قرآن شریف کے نصوص پر میرے دعویٰ کو پرکھیں

مجھے بڑی حیرت اور بڑا ہی تعجب ہوتا ہے کہ یہ لوگ مسلمان کہلاتے ہیں۔ یہ قرآن شریف کو پڑھتے ہیں۔ یہ احادیث کے درس دیتے ہیں اور مسلمانوں کے لیڈر اور سرگروہ بنتے ہیں۔ دین کے اصول سمجھنے اور ان پر عمل کرنے کے مدعی ہیں مگر میرے معاملہ میں ان ساری باتوں کو چھوڑ دیتے ہیں۔ اور کچھ پڑھا نہیں کر سکتے کہ قرآن شریف کے نصوص کی بناء پر میرے دعوے کو سوچیں اور میری نسبت کوئی رائے دیتے ہوئے اس بات کا لحاظ رکھیں کہ ہم جو کہتے ہیں خدا تعالیٰ کے خوف سے کہتے ہیں۔ یا اپنے نفسانی اغراض اور جوشوں کو درمیان رکھ کر کہتے ہیں۔ اگر خدا ترسی اور تقویٰ سے کام لیتے تو لَآ تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ عِلْمٌ (نبی اسرائیل : ۷۳) پر عمل کرتے اور جب تک میری کتابوں کو پورے طور پر نہ پڑھ لیتے اور میرے پاس وہ کر میرے طرز عمل کو نہ دیکھ لیتے کوئی رائے نہ دیتے۔ مگر انہوں نے قبل از مرگ وادبلا شروع کر دیا اور خدا تعالیٰ کے کلام اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وعدوں کی کچھ بھی پروا نہ کی۔ ان سب کو پس پشت ڈال دیا۔ کم از کم تقویٰ کا طریق تو یہ تھا کہ وہ میرے دعویٰ کو سن کر فکر کرتے اور جھٹ پٹ انکار نہ کر دیتے کیونکہ میں نے ان کو یہ کہا تھا کہ خدا نے مجھے مامور کیا ہے۔ خدا نے مجھے بھیجا ہے۔ وہ دیکھتے کہ کیا جس شخص نے اپنا آنا خدا کے حکم سے بتایا ہے۔ وہ خدا کی نصرتیں اور تائیدیں بھی اپنے ساتھ رکھتا ہے یا نہیں۔ مگر انہوں نے نشان پر نشان دیکھے اور کہا کہ جھوٹے ہیں۔ انہوں نے نصرت پر نصرت اور تائید پر تائید دیکھی لیکن کہہ دیا کہ سحر ہے۔ میں ان لوگوں سے کیا امید رکھوں جو خدا تعالیٰ کے کلام کی بے حرمتی کرتے ہیں۔ خدا کے کلام کے ادب کا تقاضا تو یہ تھا کہ اس کا نام سنتے ہی یہ ہتھیار ڈال دیتے مگر یہ اور بھی شرارت میں بڑھے۔ اب خود دیکھ لیں گے کہ انجام کس کے ہاتھ ہے۔

میں دیکھتا ہوں کہ میرے بلانے کے دراصل یہی لوگ عموماً ہوتے ہیں اور میری بعثت کے اسباب میں سے یہ بڑا سبب ہیں۔

مسلمانوں کے مرتد ہونے کا باعث مولوی ہیں

کیونکہ جس قدر لوگ نصرانی اور بے دین ہوئے ہیں وہ دراصل مولویوں کا قصور ہے۔ جب کسی نے ان سے سوال کیا اور کوئی بات ان سے پوچھی تو انہوں نے جھٹ پٹ یہی فتویٰ دے دیا کہ یہ واجب القتل ہے، کافر ہو گیا۔ بے دین ہو گیا۔ اس کو مار ڈالو۔ اعتراض کرنے والوں نے جب یہ

حالت دیکھی تو انہوں نے یہی سمجھا کہ اسلام کے عقائد فی الحقیقت ایسے ہی کمزور اور پودے ہیں کہ وہ معقولیت کے آگے نہیں ٹھہر سکتے۔ پس انہوں نے یہی بہتر سمجھا کہ ایسے دین کو چھوڑ دیں۔ ہزاروں ہزار لوگ پائے جاتے ہیں جن کے مرتد ہونے کی وجہ یہی مولوی ہو گئے ہیں۔ یہ بات کہ وہ سوال کیوں کرتے ہیں بڑی سہل ہے۔ یہ لوگ تیرہ سو برس کے بعد چونکہ پیدا ہوئے ہیں۔ اس قدر بعد زمانہ کی وجہ سے گویا یہ تاریکی کا زمانہ کتنا چاہیے۔ اس لئے ان کو حق حاصل ہے کہ جو بات سمجھ میں نہ آئے پوچھیں لیکن سوال کرنے پر انہوں نے ان کو گمراہ کر دیا۔ چاہیے تو یہ تھا کہ ان کو معذور اور واجب الرحم سمجھ کر نرمی سے پیش آئے۔ اور ان کو سمجھانے مگر اللہ انہوں نے ان کو اسلام سے بیزار کر دیا۔ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ نے مجھے بھیجا ہے کہ میں اسلام کی تعلیم کی خوبیاں ظاہر کروں اور پھر ان خوبیوں کا عملی ثبوت اور اس کی تائیدوں کو دکھاؤں۔

صبح مؤخوذ کے ڈوکام

پس اس وقت ہمارے دو کام ہیں۔

اول یہ کہ ان نشانوں کے ساتھ جو اللہ تعالیٰ دکھا رہا ہے یہ ثابت کیا جاوے کہ عجیب اور ناطق خدا ہمارا ہی ہے جو ہماری دعاؤں کو سنتا اور ان کے جواب دیتا ہے اور دوسرے مذاہب کے لوگ جو خدا پیش کرتے ہیں وہ **اَلَّا يَلْبِغُهُ اِيْكِيْمُهُ قَوْلًا** (طہ : ۹۰) کا مصداق ہو رہا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ بوجہ ان کے کفر اور بے دینی کے ان کی دعائیں **مَا دُعَاءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ (الرعد : ۱۵)** کی مصداق ہو گئی ہیں۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو سب کا ایک ہی ہے۔ مگر ان لوگوں نے اس کی صفات کو سمجھا ہی نہیں۔

پس یاد رکھو کہ ہمارا خدا ناطق ہے۔ وہ ہماری دعائیں سنتا ہے۔

ہماری جماعت کا خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے

ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ سے سچا تعلق ہونا چاہیے۔ اور ان کو شکر کرنا چاہیے کہ خدا تعالیٰ نے ان کو یونہی نہیں چھوڑا۔ بلکہ ان کی ایمانی قوتوں کو یقین کے درجہ تک بڑھانے کے واسطے اپنی قدرت کے صدہا نشان دکھائے ہیں۔ کیا کوئی تم میں سے ایسا بھی ہے جو یہ کہہ سکے کہ میں نے کوئی نشان نہیں دیکھا۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ایک بھی ایسا نہیں جس کو ہماری محبت میں رہنے کا موقع ملا ہو اور اس نے خدا تعالیٰ کا تازہ بہ تازہ نشان اپنی آنکھ سے نہ دیکھا ہو۔

ہماری جماعت کے لئے اسی بات کی ضرورت ہے کہ ان کا ایمان بڑھے۔ خدا تعالیٰ پر سچا یقین

اور معرفت پیدا ہو۔ نیک اعمال میں سستی اور کسل نہ ہو۔ کیونکہ اگر سستی ہو۔ تو پھر وضو کرنا بھی ایک مصیبت معلوم ہوتا ہے چہ جائیکہ وہ تہجد پڑھے اگر اعمال صالحہ کی قوت پیدا نہ ہو اور مسابقت علی الخیرات کے لئے جوش نہ ہو۔ تو پھر ہمارے ساتھ تعلق پیدا کرنا بے فائدہ ہے۔

تعلیم کے موافق عمل کرنے کی نصیحت

ہماری جماعت میں وہی داخل ہوتا ہے جو ہماری تعلیم کو اپنا دستور العمل قرار دیتا ہے اور اپنی ہمت اور کوشش کے موافق اس پر عمل کرتا ہے۔ لیکن جو محض نام رکھا کر تعلیم کے موافق عمل نہیں کرتا۔ وہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ نے اس جماعت کو ایک خاص جماعت بنانے کا ارادہ کیا ہے اور کوئی آدمی جو دراصل جماعت میں نہیں ہے۔ محض نام لکھانے سے جماعت میں نہیں رہ سکتا۔ اس پر کوئی نہ کوئی وقت ایسا آجائے گا کہ وہ الگ ہو جائے گا۔ اس لئے جہاں تک ہو سکے اپنے اعمال کو اس تعلیم کے ماتحت کھوج دی جاتی ہے۔ اعمال پروں کی طرح ہیں۔ بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا۔ اور ان اعلیٰ مقاصد کو حاصل نہیں کر سکتا جو ان کے نیچے اللہ تعالیٰ نے رکھے ہیں۔ پرنعوں میں فہم ہوتا ہے۔ اگر وہ اس فہم سے کام نہ لیں تو جو کام ان سے ہوتے ہیں نہ ہو سکیں۔ مثلاً شد کی کبھی میں اگر فہم نہ ہو تو وہ شد نہیں نکال سکتی اور اسی طرح نامہ بر کیو تہ جو ہوتے ہیں۔ ان کو اپنے فہم سے کس قدر کام لینا پڑتا ہے۔ کس قدر دور دراز کی منزلیں وہ طے کرتے ہیں۔ اور خلط کو پہنچاتے ہیں۔ اسی طرح پرنعوں سے عجیب عجیب کام لئے جاتے ہیں۔ پس پہلے ضروری ہے کہ آدمی اپنے فہم سے کام لے اور سوچے کہ جو کام میں کرنے لگا ہوں یہ اللہ تعالیٰ کے احکام کے نیچے اور اس کی رضا کے لئے ہے یا نہیں۔ جب یہ دیکھ لے اور فہم سے کام لے تو پھر ہاتھوں سے کام لینا ضروری ہوتا ہے سستی اور غفلت نہ کرے۔ ہاں یہ دیکھ لینا ضروری ہے کہ تعلیم صحیح ہو۔ کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ تعلیم صحیح ہوتی ہے۔ لیکن انسان اپنی نادانی اور جمالت سے یا کسی دوسرے کی شرارت اور غلط بیانی کی وجہ سے دھوکا میں پڑ جاتا ہے۔ اس لئے خالی الذہن ہو کر تحقیق کرنی چاہیے۔

قرآنی قسموں کا فلسفہ

مثلاً میں نے دیکھا ہے کہ آریہ اور عیسائی اعتراض کر دیتے ہیں کہ قرآن شریف میں قسمیں کھل کھائی ہیں۔ اور پھر اپنی طرف سے حاشیہ چڑھا کر اس کو عجیب عجیب اعتراضوں کے پیرایہ میں پیش کرتے ہیں۔ حالانکہ اگر ذرا بھی نیک نیتی اور فہم سے کام لیا جاوے تو ایسا اعتراض بیہودہ اور

پسورد معلوم ہے۔ نہ کہ کیونکہ قسموں کے متعلق یہ دیکھنا ضروری ہوتا ہے کہ قسم کھانے کا اصل مقصد اور مقصد کیا ہوتا ہے۔ جب اس کی تلاشی پر غور کیا جاوے تو پھر یہ خود بخود سوال حل ہو جاتا ہے اور زیادہ صریح اٹھانے کی لورت ہی نہیں آتی۔ عام طور پر یہ دیکھا جاتا ہے کہ قسم کا مفہوم یہ ہوتا ہے کہ قسم بطور قائم مقام گواہ کے ہوتی ہے۔ اور یہ مسلم بات ہے کہ عدالت جب گواہ پر فیصلہ کرتی ہے تو کیا اس سے مراد یہ ہوتی ہے کہ وہ جھوٹ پر فیصلہ کرتی ہے۔ یا قسم کھانے والے کی قسم کو اپنی شاہد صادق تصور کرتی ہے۔ یہ روز مرہ کی بات ہے۔

چنانچہ پانچ تہاں تعصب سے اعتراف کرنا اور بات ہے لیکن حقیقت کو مد نظر رکھ کر کوئی بات کہنا اور۔

اب جب کہ یہ عام طریق ہے کہ قسم بطور گواہ کے ہوتی ہے۔ پھر یہ کہی سیدھی بات ہے کہ اسی اصول پر قرآن شریف کی قسموں کو دیکھ لیا جاوے۔ کہ وہاں اس سے کیا مطلب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے جہاں کوئی قسم کھائی ہے تو اس سے یہ مراد ہے کہ نظری امور کے اثبات کے لئے بدیہی کو گواہ ٹھہراتا ہے۔ جیسے فرمایا وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ۔ وَالْأَرْضِ ذَاتِ الصَّدْعِ۔ إِنَّهُ لَقَوْلُ فَصْلٍ (الطارق : ۳ تا ۴) اب یہ بھی ایک قسم کا محل ہے۔ نادان قرآن شریف کے حقائق سے ناواقف اور نابلد۔ اپنی جہالت سے یہ اعتراف کر دیتا ہے کہ دیکھو زمین کی یا آسمان کی قسم کھائی۔ لیکن اس کو نہیں معلوم کہ اس قسم کے بچے کیسے کیسے معارف موجود ہیں۔

اصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ وحی الہی کے دلائل اور قرآن شریف کی حقانیت کی شہادت پیش کرنی چاہتا ہے اور اس کو اس طرز پر پیش کیا ہے۔

اب اس قسم کی قسم پر اعتراض کرنا بجز ناپاک فطرت یا بلید الطبع انسان کے دوسرے کا کام نہیں۔ کیونکہ اس میں تو عظیم الشان صداقت موجود ہے۔ صحیفہ فطرت کی عام شہادت کے ذریعہ اللہ تعالیٰ کلام الہی اور نزول وحی کی حقیقت بتانا چاہتا ہے۔ ساء کے معنی ہادل کے بھی ہیں۔ جس سے مینہ برستا ہے۔ آسمان اور زمین میں ایسے تعلقات ہیں جیسے نرمادہ میں ہوتے ہیں۔ زمین میں بھی کونئیں ہوتے ہیں لیکن زمین پھر بھی آسمانی پانی کی محتاج رہتی ہے۔ جب تک آسمان سے بارش نہ ہو زمین مردہ کبھی جاتی ہے اور اس کی زندگی اس پانی پر منحصر ہے جو آسمان سے آتا ہے۔ اسی

واسطے فرمایا ہے۔ اِنْعَمُوا اِنَّ اللّٰهَ يَخْتِى الْاَزْهَقَ بَعْدَ مَوْتِهَا (الحجید : ۱۸) اور یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ جب آسمان سے پانی برسنے میں دیر ہو اور امساک باراں ہو تو کونوں کا پانی بھی خشک ہونے لگتا ہے۔ اور ان ایام میں دیکھا گیا ہے۔ کہ پانی اتر جاتا ہے۔ لیکن جب برسات کے دن ہوں اور مینہ برسنے شروع ہوں تو کونوں کا پانی بھی جوش مار کر چڑھتا ہے کیونکہ اوپر کے پانی میں قوت جاذبہ ہوتی ہے اب براہوں سوچیں کہ اگر آسمانی پانی نازل ہونا چھوڑ دے تو سب کونوں خشک ہو جائیں اسی طرح پر ہم یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے ایک نور قلب ہر انسان کو دیا ہے۔ اور اس کے داغ میں عقل رکھی ہے۔ جس سے وہ برے بھلے میں تیز کرنے کے قابل ہوتا ہے۔ لیکن اگر نبوت کا نور آسمان سے نازل نہ ہو اور یہ سلسلہ بند ہو جاوے تو دماغی عقلوں کا سلسلہ جاتا رہے اور نور قلب پر تاریکی پیدا ہو جاوے اور وہ بالکل کام دینے کے قابل نہ رہے۔ کیونکہ یہ سلسلہ اسی نور نبوت سے روشنی پاتا ہے۔ جیسے بارش ہونے پر زمین کی روئیدگیاں نکلتی شروع ہو جاتی ہیں۔ اور ہر تخم پیدا ہونے لگتا ہے۔ اسی طرح پر نور نبوت کے نزول پر دماغی اور ذہنی عقلوں میں ایک صفائی اور نور فراست میں ایک روشنی پیدا ہوتی ہے۔ اگرچہ یہ علی قدر مراتب ہوتی ہے اور استعداد کے موافق ہر شخص فائدہ اٹھاتا ہے۔ خواہ وہ اس امر کو محسوس کرے یا نہ کرے لیکن یہ سب کچھ ہوتا اسی نور نبوت کے طفیل ہے۔

نزول وحی کی ضرورت کا ثبوت

غرض اس قسم میں نزول وحی کی ضرورت کو ایک عام مشاہدہ کی رو سے ثابت کیا ہے کہ جیسے آسمانی پانی کے نہ برسنے کی وجہ سے زمین مرجاتی اور کونوں کا پانی خشک ہونے لگتا ہے۔ یہی قانون نزول وحی کے متعلق ہے۔

رَجْعَةُ پانی کو کہتے ہیں۔ حالانکہ پانی زمین پر بھی ہوتا ہے۔ لیکن آسمان کو ذَاتِ الْمَرْجِعِ کہا ہے۔ اس میں یہ فلسفہ بتایا ہے کہ اصلی آسمانی پانی ہی ہے۔ چنانچہ کہا ہے۔

باراں کہ در لطافت بطنش در بطن نیست

در بارغ لاله روید و در شومہ بوم خس

جو کیفیت بارش کے وقت ہوتی ہے۔ وہی نزول وحی کے وقت ہوتی ہے دو قسم کی طبیعتیں موجود ہوتی ہیں۔ ایک تو مستعد ہوتی ہیں اور دوسری بلید مستعد طبیعت والے فوراً سمجھ لیتے ہیں۔ اور صادق کا ساتھ دے دیتے ہیں۔ لیکن بلید الطبع نہیں سمجھ سکتے اور وہ مخالفت پر اٹھ کھڑے ہوتے ہیں۔ دیکھو مکہ معظمہ میں جب وحی کا نزول ہوا۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر خدا تعالیٰ کا کلام

اترنے لگا تو ابو بکر رضی اللہ عنہ اور ابو جہل ایک ہی سر زمین کے دو شخص تھے۔ ابو بکر نے تو کوئی نشان بھی نہ مارا اور محمود عوی سنتے ہی آنا کہہ کر ساتھ ہو گیا۔ مگر ابو جہل نے نشان پر نشان دیکھے مگر کھنڈ سے باز نہ آیا اور آخر خدا تعالیٰ کے قہر کے نیچے آکر زلت کے ساتھ ہلاک ہوا۔

غرض خدا تعالیٰ کی وحی ہر جسم کی طبیعتوں کو باہر نکال دیتی ہے۔ طیب اور خبیث میں امتیاز کرنے دکھا دیتی ہے۔ وہ ہمارا موسم ہوتا ہے۔ اس وقت ممکن نہیں کہ کوئی ختم کفایتی کے لئے نہ نکلے لیکن جو کچھ ہو گا وہی برآمد ہو گا۔ نیک اور سعید الفطرت اپنی جگہ پر نمودار ہوتے ہیں۔ اور خبیث الگ۔ اور اس سے پہلے وہ طے طے ہوتے ہیں جیسے گندم اور بھگات کے دانے طے ہوتے تو رچے ہیں لیکن جسہ زمین سے نکلے ہیں تو دونوں الگ نظر آتے ہیں۔ مالک گندم کی حفاظت کرتا اور بھگات کو نکال کر باہر پھینک دیتا ہے۔ پس نزول وحی کے ثبوت کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ مشاہدہ پیش کیا ہے جس کو نادان اپنی نادانی اور حماقت سے اعتراض کے رنگ میں پیش کرتا ہے حالانکہ اس میں ایک عظیم الشان فلسفہ رکھا ہوا ہے۔ اسی لئے وَالسَّمَاءِ ذَاتِ الرَّجْعِ۔

وَالْاَرْضِ ذَاتِ الصُّدُوعِ (الطارق : ۳ تا ۴) جو کلام الہی کے لئے بولا گیا ہے۔ یہ ایک نظری امر تھا۔ اس کے ثبوت کے لئے بدیہی امر کو پیش کیا ہے۔ جیسے اساک باران کے وقت ضرورت ہوتی ہے مینہ کی۔ اسی طرح پر اس وقت لوگ روحانی پانی کو چاہتے ہیں۔ زمین بالکل مر چکی ہے۔ یہ زمانہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي السَّيْرِ وَالْاَبْحُرِ (الروم : ۴۲) کا مصداق ہو گیا ہے جنگل اور سمندر بگاڑ چکے ہیں۔ جنگل سے مراد مشرک لوگ اور بحر سے مراد اہل کتاب ہیں۔ جاہل و عالم بھی مراد ہو سکتے ہیں۔ غرض انسانوں کے ہر طبقہ میں فساد واقع ہو گیا ہے جس پہلو اور جس رنگ میں دیکھو۔ دنیا کی حالت بدل گئی ہے۔ روحانیت باقی نہیں رہی اور نہ اس کی تاثیریں نظر آتی ہیں۔ اخلاقی اور عملی کمزوریوں میں ہر چھوٹا بڑا جھلا ہے۔ خدا پرستی اور خدا شناسی کا نام و نشان مٹا ہوا نظر آتا ہے۔ اس لئے اس وقت ضرورت ہے کہ آسمانی پانی اور نورِ نبوت کا نزول ہو اور مستعد دلوں کو روشنی بخشنے۔ خدا تعالیٰ کا شکر کرو۔ اس نے اپنے فضل سے اس وقت اس نور کو نازل کیا ہے مگر تھوڑے ہیں جو اس نور سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں دیکھتا ہوں کہ خدا تعالیٰ نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کی بناء پر دلائل عقلیہ اور نشانات مینہ سے اس سلسلہ کی صداقت کو ظاہر کر رہا ہے۔ تعلیم کو اگر انسان دیکھے۔ تو صاف معلوم ہو سکتا ہے کہ سچی تعلیم یہی تعلیم ہے جس کو محمد قبول کریں گے۔ اسلامی تعلیم ہی ایک ایسی تعلیم ہے کہ جس کو عدل کہتے ہیں۔ اس تعلیم میں ایک کشش موجود ہے۔

اللہ تعالیٰ (اسلام) اور عیسائی تعلیمات کی رُو سے

سورہ فاتحہ میں جس خدا کو پیش کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اسے پیش نہیں کرتا۔ عیسائیوں نے جو خدا دکھایا ہے۔ اس کے مقابلہ میں ہم کہتے ہیں لَعْدِيْلِدَّ وَ لَعْدِيُوْلَدُ (الاخلاص : ۴) ہے۔ ہاں اگر مریم کے پیٹ میں واقعی خدا آیا تھا تو چاہیے تھا کہ وہ پیٹ ہی میں مریم کو دھت کرتے اور ایک لہبا لیکچر دیتے جس کو دوسرے لوگ بھی سن لیتے تو اس خارق عادت لیکچر کو سن کر سارے شہادت دور ہو جاتے اور خواہ نخواستہ ماننا پڑتا بلکہ اور بھی خدائی کا ثبوت ملتا۔ اگر پیٹ ہی میں معجزے دکھانے شروع کر دیتے تو اور بھی معاملہ صاف ہو جاتا اور خواہ نخواستہ ماننا پڑتا۔ مگر بجائے اس کے کہ اس کی الوہیت کی کوئی عظمت ثابت ہوتی۔ ہر پہلو سے اس کا نقص اور کمزوری ہی ثابت ہوتی ہے۔

مریم کے نکاح سے تین قسمیں توڑی گئیں

مریم کا نکاح حمل میں کیا گیا جو شرعاً جائز نہ تھا۔ اور ایک نکاح سے تین قسمیں توڑی گئیں۔ یعنی ماں نے عہد کیا تھا کہ نکاح نہ کروں گی اور خود مریم نے بھی عہد کیا ہوا تھا۔ اور ان ساری باتوں کے علاوہ ایک اور اعتراض ہے جس کا جواب عیسائی نہیں دے سکتے۔ عیسائی مذہب میں دوسری شادی منع ہے۔ لیکن یوسف کی پہلی بیوی تھی۔ اور بھی اس قسم کے اعتراض ہیں۔ یہودیوں کی کتابوں کو پڑھو وہ کیا حقیقت بیان کرتے ہیں اور ہم کو تو ایسے اعتراض کرتے ہوئے بھی افسوس اور حیا مانع ہوتے ہیں۔ پادری عماد الدین نے اپنی کتابوں میں راحب، تمر اور بنت سبوح کی بابت لکھا ہے کہ وہ اچھے حال چلن کی عورتیں نہ تھیں۔ وہ لگتا ہے کہ خداوند نے یہ کیا کیا کہ ایسے خاندان میں جنم لیا۔ پھر خود ہی جواب دیتا ہے کہ وہ ایسا کریم ہے کہ ایسے لوگوں میں بھی جنم لینے سے دریغ نہیں کیا۔ مگر ایک دانشمند غور کرے کہ یہ کیسی وسعت اخلاق ہے۔

اسلام کا پیش کردہ خدا

لیکن ہمارا خدا لَعْدِيْلِدَّ (الاخلاص : ۴) ہے اور کس قدر خوشی کا اور شکر کا مقام ہے کہ جس خدا کو ہم نے مانا اور اسلام نے پیش کیا ہے وہ ہر طرح کامل اور قدوس ہے اور کوئی نقص اس میں نہیں۔ دو خوبیاں کامل طور پر اللہ تعالیٰ میں پائی جاتی ہیں۔ اور ساری صفات ان کو بیان کرتی ہیں۔ چنانچہ اول یہ کہ اس میں ذاتی حسن ہے۔ اور اس کے متعلق یَسَّنْ كَيْفَ شَاءَ اللهُ (الشوری : ۴) فرمایا۔ ثَلْ هُوَ اللهُ اَحَدٌ (الاخلاص : ۲) فرمایا۔ اور کہا کہ وہ

الصَّمَدُ ہے، بے نیاز ہے، نہ وہ کسی کا بیٹا ہے نہ اس کا کوئی بیٹا ہے۔ نہ اس کا کوئی بہتا اور ہسر ہے۔

قرآن شریف کو غور سے پڑھو تو معلوم ہوگا کہ جا بجا اس کا حسن دکھایا گیا ہے پھر دوسری کشش احسان کی ہے۔ عیسائیوں نے خدا کے احسان کا کیا نمونہ دکھایا یہی کہ اپنے بچہ کو پھانسی دے دیا۔ مولوی صاحب ذکر کیا کرتے ہیں۔ کہ ایک باپ اپنے بیٹے کو کہہ رہا تھا کہ خدا نے اس جہان کو کیسے پیار کیا کہ اپنا بیٹا پھانسی دے دیا۔ لڑکا یہ سن کر ڈر گیا۔ اور بھاگ گیا۔ اور جب اس سے ڈرنے کی وجہ پوچھی گئی تو اس نے یہی کہا کہ جب خدا نے یہ حرکت کی تو تجھ سے کیا امید ہو سکتی ہے۔ انسان خدا سے محبت کرتا ہے تو پھر اس کو سب سے مقدم کر لیتا ہے۔ ہزاروں بھیڑ بکریاں موجود ہیں۔ اگر محبت کا یہی نشان ہے اور مارنے والے عزیز ہوتے ہیں تو کیا یہ چیزیں خدا کو انسان سے عزیز ترین ہوتی ہیں؟ مگر ایسا نہیں۔ لاکھوں چیزیں انسان کے لئے وہ ہلاک کرتا ہے۔ پانی میں کیڑے رکھے ہوتے ہیں۔ یہ بھی خدا تعالیٰ کی حکمت ہے کیونکہ بیٹھ چیزیں ہلاک کر دیتی ہیں۔

غرض یہ اصل صحیح نہیں ہے جو سمجھ لیا جاتا ہے۔ کہ وہ جس سے پیار کرتا ہے اس کو ہلاک کرتا ہے۔ سچا خدا جس سے پیار کرتا ہے۔ اس کی تائید کرتا ہے کیونکہ وہ خدا فرماتا ہے كَتَبَ اللهُ لَكَ غِلْبَتَیْ اَنَا وَرُسُلِیْ (المجادلہ : ۲۲) عیسائی اپنے خدا کی نسبت ایسا نمونہ پیش نہیں کرتے اور حقیقت میں نہیں ہے۔ کیونکہ مسیح کا اپنا نمونہ یہ ہے کہ دشمنوں کے ہاتھوں میں سخت ذلیل ہوئے اور اس وقت وہ اگر خدا تھے یا خدا کے بیٹے تھے تو دشمنوں کو خطرناک ذلت پہنچنی چاہیے تھی مگر بظاہر دشمن کامیاب ہو گئے اور انہوں نے پکڑ کر صلیب پر چڑھا ہی دیا۔ لیکن ہمارا خدا ایسا نہیں ہے اس نے اپنے رسولوں کی ہر میدان میں نصرت کی اور کامیاب کیا۔ اب دوسرے مذہب اس کا نمونہ کہاں سے لائیں۔ یہ یاد رکھو کہ ہمارا خدا کسی کو پھانسی دینا نہیں چاہتا جس قدر کام کریں گے اس میں عزت پائیں گے۔ اس نے ہمارے قومی کو بیکار نہیں رکھا۔ بقول سعدی -

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر است

رفتن پائے مردی ہمسایہ در بہشت

خدا نے چاہا ہے کہ تم زنانہ سیرت نہ بنو بلکہ مرد بنو۔ اب کیسی بات ہے کیسے احسان کئے ہیں کہ ہم پر حقائق و معارف کے خزانے کھولے ہیں۔ کسی کے سامنے اس نے ہم کو شرمندہ نہیں کیا۔ عیسائی کیسے شرمندہ ہوتے ہیں۔ آریوں کو کیسے شرمندہ ہونا پڑتا ہے۔ کیا کوئی عیسائی فخر کے

ساتھ کہہ سکتا ہے کہ ہمارے خداوند کی تین دایاں تانیاں بدکار تھیں۔
الغرض انسان یا حسن کا گرویدہ ہوتا ہے یا احسان کا۔ کامل طور پر یہ اسلام نے اللہ تعالیٰ کی نسبت بیان کئے ہیں۔ سورۃ فاتحہ میں پہلے حسن و احسان ہی کو دکھایا ہے۔ اگر ان سے انسان اس کی طرف رجوع نہیں کرتا تو پھر تیسری صورت غضب کی بھی ہے۔ اس لئے عَنِيرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ (الفاتحہ : ۷) کہہ کر ڈرایا ہے لیکن مبارک وہی شخص ہے جو اس کے حسن و احسان سے فائدہ اٹھاتا ہے اور اس کے احکام کی پیروی کرتا ہے۔ اس سے خدا قریب ہو جاتا ہے اور دعاؤں کو سنتا ہے۔

عقل و روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے

یاد رکھو کہ عقل و روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے۔ جس قدر انسان روح کی صفائی کرتا ہے اسی قدر عقل میں تیزی پیدا ہوتی ہے اور فرشتہ سامنے کھڑا ہو کر اس کی مدد کرتا ہے۔ مگر فاسقانہ زندگی والے کے دماغ میں روشنی نہیں آسکتی۔

تقویٰ اختیار کرو

تقویٰ اختیار کرو کہ خدا تمہارے ساتھ ہو۔ صادق کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی حقیقت تم پر کھلے اور تمہیں توفیق ملے۔ یہی ہمارا منشاء ہے اور اسی کو ہم دنیا میں قائم کرنا چاہتے ہیں۔

۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء

رات آپ نے لاہور قیام فرمایا۔ جہلم جانے کے لئے صبح کو حضور علیہ السلام پایادہ شیش کو روانہ ہوئے۔ راستہ میں مولوی محمد احسن صاحب کے استفسار پر فرمایا کہ رات کو کثرت سے بار بار یہ الہام ہوا۔

أَرِنَاكَ بَرَكَاتٍ مِّنْ مَّكَلٍ طَرَبٍ

یعنی میں ہر ایک جانب سے تجھے اپنی برکتیں دکھاؤں گا۔

The first part of the document discusses the importance of maintaining accurate records of all transactions. It emphasizes that every entry should be supported by a valid receipt or invoice. This not only helps in tracking expenses but also ensures compliance with tax regulations.

In the second section, the author outlines the various methods used for data collection and analysis. These include surveys, interviews, and focus groups. Each method has its own strengths and weaknesses, and the choice depends on the specific research objectives.

The third section delves into the statistical analysis of the collected data. It covers topics such as descriptive statistics, inferential statistics, and regression analysis. The goal is to identify patterns and trends in the data that can inform decision-making.

Finally, the document concludes with a summary of the findings and recommendations. It suggests that further research is needed in certain areas to gain a deeper understanding of the subject matter.

کلید مضامین

ملفوظات

جلد ۲

انبیاء سے اجتنابی لفظی کا صدور ۷۷۷ ۲۸۹	آیت اللہ	۱
احمدت	جو خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے وہ	آخرت
۲۹	آیۃ اللہ ہی ہو آئے	عالم آخرت کی حقیقت
۳۲	اباحت	انسان بہت بڑی ذمہ داریاں لے کر آتا ہے اس لئے آخرت کی فکر کرنی چاہئے
۵۵	اسلام نے اسے جائز نہیں رکھا	آریہ ورت
۵۳۶	اپنی زندگی بھانے خود ایک جہنم ہے	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیعت کے وقت گمراہی کی تدریج میں دو داہوا تھا
۳۱	انتلاء	آریہ دھرم
۳۰	انتلاء کی فرض	یہود میں داخل ہیں ان کی تمام رسم
۳۳۳	جماعت پر انتلاء کی حکمت	یہود سے ملتی ہیں
۳۷	ایمان کی تکمیل کے لئے ضروری ہیں	اسلام کا مقابلہ نہیں کر سکتے
۳۸	انسان کی تکمیل اور تربیت پاتی ہے	ایک آریہ کے سوسوی جنگوں پر
۳۷	کہ اس پر انتلاء آئیں	احزاضات
۵۳	یہود کے ساتھ انتلاء ضرور آتے ہیں	تعلقات کی وجہ
۵۳	چاہوں میں بھی ان سے ضائع نہیں ہوتا	اپنے عقائد کی وجہ سے ان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے
۲۸۳	انتلاء میں خدا سے رو لٹا نہیں چاہئے	آریہ عقائد اور ان کا رد
	ابدال	خدا کا حضور
	جن کی فطرت کو بدلا جانا ہے اور یہ تہذیبی اصلاح سنت اور دعائوں سے ملتی ہے	خدا انسانی کامیاب
۸	اسلام کے ہزار سالہ دور میں ابدال و اولیا بہت گھیل تعداد میں ہوئے	غیر اللہ کی پرستش کرتے ہیں
۶۷	ایراء	روح کے حلقہ عقیدہ کا رد
۳۶۸	ایراء یعنی اعتراض برصحت کا نشان	مسئلہ نیوک
	اجتناب	ایک آریہ کا حضرت اقدس کی ایک
	اجتنابی کی ضرورت	تعالیٰ دعا یاد کرنا
۵۲۵		

جماعت کے لئے خصوصی نصاب

۲۵	جماعت کو خصوصی نصاب	۲۵
۵۷	نومبائیں کے لئے نصاب	۵۷
۵۱۷	بیعت پر آخر دم تک قائم رہو	۵۱۷
	حکم و عدل کے فیصلوں کو عزت کی نگاہ سے دیکھو	۵۲
	جو فضل حمیس دیا گیا ہے اسے ادب کی نگاہ سے دیکھو	۳۲
	جو نقص پورے طور پر اطاعت نہیں کرتا وہ اس سلسلہ لوہ نام کرتا ہے	۳۸
	تقویٰ اختیار کرنے کی تاکید صحیح	۶۷
	اپنے مقاصد عالیہ تک پہنچنے کے لئے ضروری امور	۶۷
	حد اعتدال تک دنیا کمائی جائے	۶۷
	دنیا کی بے ثباتی کے پیش نظر اپنے اندر خاص تہذیبی تبدیلی پیدا کرنے کی نصیحت	۳۳۰
	ہماری جماعت کو خدا تعالیٰ کے ساتھ سچا تعلق ہونا چاہئے	۷۱۰
	خدا شناسی کے عظیم الشان مرحلے کی طرف جماعت کی توجہ مبذول فرمانا	۲۱۸
	قرآن شریف کو کثرت سے پڑھو مگر نرا قصہ سمجھ کر نہیں بلکہ ایک فلسفہ سمجھ کر	۱۳
	علم و معرفت میں آگے بڑھنے کی تاکید	۳۲
	عمل کی ضرورت	۲۸۲
	تم اپنی سرگرمی اور ہمت میں مست نہ	۳۵
	ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ سجدہ کی نماز کو لازم کر لیں	۱۸۲
	نمازوں کو حضور قلب سے ادا کرنے کی نصیحت	۳۳۵
	اولیاء بننے کی کوشش کرو	۵۸
	تم ایسی قوم بنو جس کا کام مجلس برینت نہیں ہوتا	۶۹
	ہماری جماعت کو چاہئے کہ وقتاً فوقتاً ہمارے پاس آتے رہیں اور کچھ دن یہاں رہا کریں	۵۵۳

سلسلہ کی حقانیت

	سلسلہ کے سن چاہے اللہ ہونے کا ثبوت	۳۳۳
	ہمارے سلسلہ کی صداقت کو مشناج نبوت پر دیکھنے کے لئے کئی دن پر مشتمل جلسہ کی ضرورت	۳۷۹
	اگر یہ سلسلہ خدا کی طرف سے نہ ہوتا تو وہ خود اس سلسلہ کو پاک کر دیتا	۳۲۳
	خدا نے تا دیر ہے کہ وہ سلسلہ کی معیت کرے گا اور من فی الدار کی حفاظت کا نکتہ دکھائے گا	۳۳
	حفاظت کے باوجود سلسلہ کی تابانی	۵۲۷
	روز افزوں ترقیات	
	اللہ نے چاہا ہے کہ اس سلسلہ کو دنیا میں پھیلا دے	۳۴۳
	خدا کا وعدہ ہے کہ اگر ایک جائے گا تو وہ اس کے بدلے میں ایک جماعت دے گا	۶۸۹
	ہماری جماعت کی ترقی تدریجی اور گھڑی ہوگی	۲۱۳
	یہ خدا ہی کے سلسلہ میں برکت ہے کہ وہ درختوں کے درمیان پرورش پائے اور بڑھتا ہے	۱۹۱
	فوق العادت اور اعجازی ترقی اور رجوع خلاق	۳۳۰
	ظالموں کی سنگینگی کے نتیجہ میں دس ہزار افراد کا داخل سلسلہ ہونا	۳۶۱
	یہ سلسلہ کسی ہاتھ اور طاقت سے بظور نہ ہوگا یہ ضرور بڑھے گا اور پھولے گا	۲۱۳
	میں یقیناً جانتا ہوں کہ وہ ایک جماعت قائم کرے گا جو قیامت تک منکروں پر غالب رہے گی	۳۵۳
	اُس وقت یہ حمیس تھوڑے دیکھ کر دکھ دیتے ہیں جب یہ جماعت کثیر ہو جائے گی تو خود ہی چپ ہو جائیں گے	۵۵۳

	صلاحت اور سعادت والے لوگ ہی بیعت کرتے ہیں	۳۵۲
	مباحین کی خوش تسنی	۵۰۶
	جب تم لوگوں نے بیعت کرنی تو گویا ہمارے جڑوں میں ہو گئے	۵۰۰
	بیعت کا سلسلہ صحیحی چل سکتا ہے کہ بیروڑوں کو معلوم ہو کہ پاک باطنی کی تعلیم دی جاتی ہے	۵۹۵
	اداکل عمر کی بیعت	۵۳۱
	مرشد اور مرید کے تعلقات	۳۱
	بہشتی مقبول کے قیام کے متعلق حضرت اقدس کی روایت	۵۲۷
	جماعت کے لئے زمین وقف کرنے کا ایک طریق	۶۸۸
	توسیع مکان کی ضرورت	۳۳۳
	قیام کی غرض	
	سلسلہ کے قیام کی اغراض	۳۳۵
	خدا تعالیٰ کی توحید اور جلال قائم کرنے کیلئے اللہ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے	۱۸۷
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تأثیرات تہذیبہ کے ثبوت کے لئے ہی اللہ تعالیٰ نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے	۳۹
	اللہ تعالیٰ نے سب نبیوں اور خصوصاً ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی عزت و عظمت کو قائم کرنے کے لئے یہ سلسلہ قائم کیا	۱۳۳
	اس سلسلہ کے قیام کی غرض یہ ہے کہ یہ جماعت صحابہ کی جماعت ہو	۶۷
	اسلام کی دیکھیری کے لئے سلسلہ کا قیام	۲۸۷
	قیام کی غرض یہ ہے کہ اسلام کی سچائی پر زندہ گواہ ہو	۲۷
	آسمانی علوم اور کشف خاقان کے لئے قائم سلسلہ	۱۳۳
	اگر یہ سلسلہ قائم نہ ہو تو دنیا میں نصرانیت پھیل جاتی	۲۱۳
	عیسائیت اور اٹنی دین کی آخری جنگ	۱۳۵

۲۵۰	کارشلو	مرکز میں آنے والے مسلمان گفتف نہ
۲۵۰	مرکز کے اخبارات کو مضامین لکھنے میں	کیا کریں
۲۴۹	تکڑا رہنے کی تقیین	جو امور سمجھ نہ آیا کریں وہ دریافت
۲۴۹	پہیلی نظموں کا مجموعہ تیار کر کے چھپا	کر لینے چاہئیں
۲۴۷	جائے اور یہ گاؤں یاہ گاؤں شایا	حقوق اللہ اور حقوق مہلوس دانست
۲۴۷	جائے۔ یہی اس زمانہ کا جوا ہے	ہرگز غفلت نہ کی جائے
۲۴۷	اشتراکات کی بجائے کتابیں شائع کی	حقوق اخوان میں خاص رنگ ہو
۲۴۷	جائیں	جماعت میں سے داخل ہونے والوں
۲۴۷	مخالفانہ تحریروں کا جواب سخت زبانی	سے حسن سلوک کی تقیین
۲۴۷	سے نہ دیا جائے	محبت اور اخلاص میں ترقی کا باعث
۲۴۷	مباحثات اور مہولات میں شامل نہ	زبان کو فضول گوئیوں سے پاک رکھا
۲۴۷	ہونے کی تاکید	جائے
۲۴۷	دعوت الی اللہ	مردوں کی خصوصی ذمہ داری
۲۴۷	ہماری جماعت کے داخلین کی صفات	کشتی نوح میں جو نسلخ لکھی ہیں ان
۲۴۷	ہماری جماعت کو مسائل مستحکم ہونے	کو ہر روز ایک پارچہ لیا کر
۲۴۷	چاہئیں	کشتی نوح سے تعلیم کا حصہ جماعتوں
۲۴۷	ہمارا مسلک ہمیشہ حدیث کے متعلق	کے افراد کو جمع کر کے شایا جائے
۲۴۷	یکساں رہا ہے کہ قرآن اور سنت کے	طاہروں سے بچنے کے لئے اپنے اندر
۲۴۷	مخالف نہ ہو حدیث اگر ضعیف بھی ہو	تبدیلی پیدا کرنی چاہئے
۲۴۷	تب بھی اس پر عمل کرتا چاہئے	طاہروں کے نیک کے بارہ میں جماعت کو
۲۴۷	اس امر کا جائزہ کہ فتنہ نبوت پر ہم	ہدایات
۲۴۷	ایمان لائے ہیں زیادہ	اشاعت و تصنیف
۲۴۷	مخالفات	جماعت کے قلیل ہونے کے باوجود
۲۴۷	مخالفت کی افاربت	کلوت سے کلہوں کی اشاعت
۲۴۷	مخالفت تبلیغ کا ذریعہ بن گئی ہے	پہین کے مسلمانوں میں عربی کتب بھیجنے
۲۴۷	سلسلہ کی ترقی اور مخالفین کا رویہ	کا ارادہ
۲۴۷	مخالفین جماعت کی ہلاکتوں کا نشان	مرکز سے ایک عربی پرچہ نکالنے کی
۲۴۷	مخالفین کے لئے لہ کریریہ	خوابش
۲۴۷	ہر گویا داخل کے ساتھ بات کرنے سے	کشتی نوح کی کلوت سے اشاعت کی
۲۴۷	اجزاء مناسب ہے	تاکید
۲۴۷	جنگ و جدال کے مضمون، تحریکوں اور	جماعت کی سورت کے لئے ظاہر
۲۴۷	تقریبوں سے متاثر کشتی کو	ہونے والے نشانات اور دلائل کو
۲۴۷	مخالفین سے بھی نیک سلوک کرنے کی	حرف گھٹی کی ترتیب سے لکھنے کا
۲۴۷	تقیین	ارادہ
۲۴۷	غیروں کی مسجد میں نماز پڑھنے کی	جماعت کو اپنے عقائد پر مشتمل کتاب
۲۴۷	بجائے گھر میں اکیلے نماز پڑھو	شائع کرنے کی ہدایت
۲۴۷	مخالفین کے بھیجے نماز	مخالفین کے اہم اعتراضات جمع کرنے
۲۴۷	غیر احمدی کا جائزہ	
۲۴۷	☆ ☆ ☆	
۲۴۷	احیاء	
۲۴۷	احیاء موتی کی حقیقت	
۲۴۷	اخلاص	
۲۴۷	صدق اور اخلاص کی اہمیت اور تقاضے	
۲۴۷	حضرت ابراہیم علیہ السلام کو جو برکات	
۲۴۷	ملیں ان کے صدق اور اخلاص کی وجہ	
۲۴۷	سے ملیں	
۲۴۷	اوب	
۲۴۷	الطریقة کلھا ادب	
۲۴۷	الامر فوق الادب	
۲۴۷	خدا تعالیٰ سے مانگنے کے واسطے اوب کا	
۲۴۷	ہونا ضروری ہے	
۲۴۷	دنیا کے آداب	
۲۴۷	تلاش حق کے آداب	
۲۴۷	آداب الہی اختیار کرنے کی ضرورت	
۲۴۷	طالب کا اوب یہی ہے کہ وہ زیادہ	
۲۴۷	سوال نہ کرے	
۲۴۷	سو ادبی کی پہلی رنگ	
۲۴۷	تداخل کلام منع ہے	
۲۴۷	اذان	
۲۴۷	ایک عمرو شہادت اور عبادت کے لئے	
۲۴۷	بلانے کا عمرو طریق	
۲۴۷	اذان کے وقت پڑھنا جائز ہے	
۲۴۷	اثر مرداد	
۲۴۷	اسلام سے ارتداد کا پس منظر	
۲۴۷	مسلمانوں کے ارتداد کا باعث مولوی	
۲۴۷	ہیں	
۲۴۷	عیسائیت کی وجہ سے بازار ارتداد گرہم	
۲۴۷	ہے	
۲۴۷	عیسائیوں کے ذریعہ ہندوستان میں	
۲۴۷	اتیس لاکھ آدمیوں کا ارتداد	
۲۴۷	عیسائیوں نے ایک لاکھ سے زیادہ	
۲۴۷	مسلمانوں کو مرتد کر لیا ہے	

۳۸	عجیب اور بولنے والا خدا صرف اسلام پیش کرتا ہے	۵۱۸	سوائے اسلام کے کسی مذہب میں برکت نہیں	۶۸۹	خدا کا وہ ہے کہ اگر ایک جائے گا تو وہ اس کے بدلے میں ایک جماعت دے گا
۷۰۶	اسلامی اصول اور عقائد اور اس کی ہر تعلیم اپنے اندر ایک فلسفہ رکھتی ہے	۲۳۵	ہر میدان میں کامیاب ہو سکتا ہے	۶۰۳	طریقہ استخارہ
۱۹	عاقبت کی سزا کا فلسفہ بیان کرنے میں مندرجہ مذہب	۳۶	ضرورت کی سرکوبی		استخارہ
۸۷	کل انسانی قوتی کا تکفل ہے		<u>اسلام کی حقیقت</u>		خدا تعالیٰ کے کلام میں استحضار ہوتے ہیں
۱۷۹	انسانی قوتی کو مروج اور عمل کے مطابق استعمال کرنے کی تعلیم دیتا ہے	۳۰۶-۳۳۳	سچا اسلام تو یہ ہے کہ قولاً اور فعلاً خدا تعالیٰ کو اپنی ساری قوتیں سپرد کر دی جاویں اور اس کے احکام کے آگے گردن رکھ دی جائے	۶۷۳	ہنگاموں میں استحضارات
۳۸۶	ذراعت ملتی ہے	۳۸	خدا کی راہ میں اپنی زندگی وقف کر لی	۳۷۱	استغفار
۷۰۰	اسلام کا نظام ہے کہ انسان افرات و تقریباً چھوڑ کر اصلاح اختیار کرے	۳۵۱	اسلام ہے	۲۲۲-۳۳۵-۶۷۰	حقیقت
۳۹	اسلام کا فلسفہ یہ ہے کہ امت سے ابراہیم بنائے		اسرائیل سے مراد اسلام ہے	۵۷۷-۱۸۳	استخارہ کی تاکید
۶۰	مسئلہ تعلیم		<u>صد اوقت</u>		جو شخص انسان ہو کر استخارہ کی ضرورت نہیں سمجھتا وہ اب
۷۴	اسلامی تعلیم ہی کو بدل کر دیکھ سکتے ہیں	۳۲۱	اسلام کاسب سے بڑا مجزہ اس کی حقانیت اور صد اوقتی ہیں	۱۳۰	دہرہ ہے
۲۲۳	اسلامی عملات	۳۳۰	صرف اسلام میں ہی سچے مذہب کی علامات پائی جاتی ہیں	۵۵۲	فلکت کا علاج
۶۷۰	سدا کی کو پسند کیا ہے اور حکمت سے نفرت کی ہے	۲۳۳	اس کے سوا دنیا میں کوئی چاند مذہب نہیں اور اسی کی تائید میں برکت اور نشان ظاہر ہوتے ہیں	۵۶۰	آنکھ صاف ہونے والے گناہوں پر بھی حاوی ہے
۲۱۹	اسلام کا حسن یہ بھی ہے کہ جو چیز ضروری نہ ہو وہ چھوڑ دی جائے	۳۳۳	اس ترقی کے زمانہ میں اسلام محض اپنی پاک تعلیم اور اس کے برکت و ثمرات کے لحاظ سے سزا و مفید ہے	۵۶۶-۳۰۷	انبیاء کا استغفار
۳۳۱	جملہ اعتراض کا جواب اسلام کی جگہیں دہانی نہیں	۳۳۳	انہ تعالیٰ کی اسلام کے لئے فیرت کا مظاہرہ		<u>استقامت</u>
۵۸۸-۳۶۲-۳۳۷-۷۱	یورپ کے ممالک میں اسلام پر جس سے چھیننے کا الزام	۳۳۳	حالت کا وہ		انبیاء کو جس قدر درجات ملے ہیں استقامت سے ملے ہیں
۱۳۰	اپنی اشاعت میں تگوار کی مدد کا علاج نہیں	۳۳۳	تعلیم		<u>استقلال</u>
۱۳۶-۱۳۹-۱۳۹	اسلام تگوار سے ہرگز نہیں پھیلا گیا بلکہ اپنے حقائق و معارف کی وجہ سے پھیلا ہے	۳۳۳	اسلام کا دار قرآن شریف پر ہے		استقلال اور امت کے بغیر انسان کامیابی کی منزلوں کو طے نہیں کر سکتا
۱۰۲	جبر سے چھیننے کی فہرت کے باوجودوں سے زیادہ "ماتے" ذمہ دار ہیں	۳۳۳	خدا انسانی کے مطلق تعلیم		<u>اسلام</u>
۷۹	سچ پر ایمان	۳۳۳	خدا تعالیٰ کی جی حضرت جس کی گری سے گناہ کا کبیرا ہلکا ہوتا ہے		انہ تعالیٰ کے نزدیک چاہیں جو نجات کا پتہ ہے اسلام ہے
۶۹۹	اسلام میں رہبانیت پسند یہ نہیں	۳۳۳	خدا تعالیٰ کی جی حضرت جس کی گری سے گناہ کا کبیرا ہلکا ہوتا ہے		اپنی ذات میں کامل ہے جب اور پاک مذہب ہے
۱۷۱	رہبانیت کو نہ اپنانے کی وجہ سے دوسرے مذہب کی تعلیمات سے	۳۳۳	خدا تعالیٰ کی جی حضرت جس کی گری سے گناہ کا کبیرا ہلکا ہوتا ہے		ایک ذمہ مذہب
		۱۸۸	خالص توحید اسلام نے سکھائی		کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا کہ اسلام کی برکت کا نام نہ موجود نہ ہو
		۳۶	تمام مذہب کے مطلق خدا تعالیٰ کی روایت کا قائل ہے		فطرتی مذہب ہے

۳۵۳	اسلامی تعلیم کا سوازنہ	۲۲۰	خاتم الخلاء کے ذریعہ بلیہ جنگ و جدال کے اسلام کا لقب ہو گا
۳۵۰	اندرونی ضعف اور بیرونی قوت	۳۳۳	سچا مسعود کے ذریعہ اسلام کے تہوار سے پہلے کے اقوام کا درد کیا جائیگا
۱۸۹	اندرونی ضعف اور بیرونی قوت	۳۳۳	مسلمانوں کی اصلاح کی صحیح صورت
۶۷	خیر القرون اور کج احوج کے زمانے	۲۳۶	آج اسلام کو وہی کامیاب کر سکتا ہے جو بیان کرتے کرتے سچ کو قرب تک پہنچا دے
۶۷	ہزار سالہ کج احوج کے دور میں	۱۳۱	اسلام کے مستقبل کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ
۶۷	مصائب و مشکلات کا نشانہ رہا ہے	☆ ☆ ☆	
۳۷۰	اس وقت اسلام شہیدان کرہا کی طرح دشمنوں کے زرف میں گھرا ہوا ہے		
۳۷۰	ظالمین اسلام کے مسلمانوں کے متعلق برادر ہے		
۳۵۰	اسلام کی موجودہ مخالفت کا سوا اور عرصہ دراز سے پک رہا تھا		
۶۶	اسلام کو معدوم کرنے کے لئے		
۳۷۰	بیسائیت کے مختلف چمکنے والے	۵۶۸	جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی
۳۷۰	بیسائیت کی طرف سے اسلام کے رد میں کروڑوں کتابوں کی اشاعت	۶	وہ اسم اعظم جس نے عربوں کی کایا پلٹ دی
۳۷۰	د اویۃ الارض یعنی اس زمانہ کے علاوہ کی طرف سے بچنے والا نقصان		
۳۷۰	اسلام میں معجز اور اہم فرشتے		
۶۷	ارکان اسلام کو چھوڑ کر خود تراشیدہ و مخالف		
۳۳۰	کامل شرم اشتادات		
۳۵۶	اندرونی اور بیرونی حالات ایک امور کے داعی ہیں		
۳۲۶	اسلام کے ۷۲ فرشتے ہو گئے اب خدا ان سب کو ملا کر ایک بنا چاہتا ہے		
	احمدیت اور اسلام		
۱۳۲	اسلام کی دھیری کے لئے سلسلہ کا قیام		
۲۷	احمدیت اسلام کی چائی پر زندہ گواہ ہے		
۱۰۶	اس نے مجھے سمجھا ہے تا میں عملی چھائیوں اور زندہ نشانات کے ساتھ		
۱۰۶	اسلام کو غالب کر دے		
	اللہ تعالیٰ نے اسلام کو کل امتوں پر غالب کرنے کے لئے مجھے مامور کر کے بھیجا		
۱۲۵			
۳۵۳	خاتم الخلاء کے ذریعہ بلیہ جنگ و جدال کے اسلام کا لقب ہو گا	۲۲۰	سچا مسعود کے ذریعہ اسلام کے تہوار سے پہلے کے اقوام کا درد کیا جائیگا
۳۳۳	مسلمانوں کی اصلاح کی صحیح صورت	۳۳۳	آج اسلام کو وہی کامیاب کر سکتا ہے جو بیان کرتے کرتے سچ کو قرب تک پہنچا دے
۲۳۶	اسلام کے مستقبل کے بارہ میں اللہ تعالیٰ کا ارادہ	۱۳۱	
		☆ ☆ ☆	
	اسم اعظم		
	جو اسے پڑھے گا ہر ایک آفت سے اسے نجات ہوگی	۵۶۸	وہ اسم اعظم جس نے عربوں کی کایا پلٹ دی
		۶	
	اسوہ		
	اسوہ کمال کی لازمی صفات	۱۷۱	
	اصحاب کف	۵۳۱	
	اطاعت		
	صحابہ کرام کی مثالی اطاعت	۳۱۰	
	اعتدال		
	بازر لذات و شہوات میں بھی اعتدال ضروری ہے	۶۵۹	
	افتراء		
	اللہ تعالیٰ منفری کی تائید نہیں کرتا	۶۳۲	
	اللہ تعالیٰ		
	اسلام کا پیش کردہ خدا		
	اسلام کا پیش کردہ خدا	۷۱۵	
	سورۃ فاتحہ کے پیش کردہ خدا کو کوئی مذہب پیش نہیں کر سکتا	۷۱۵	
	قرآن شریف جس خدا کو منوانا چاہتا ہے		
	ہے وہ تمام نواقص سے مبرا اور تمام صفات کمالہ سے موصوف ہے	۳۵۳	
	سورۃ اخلاص میں اللہ تعالیٰ کی تعریف	۱۳۶	
	جامع جمع شیخوں ہے اور اسم اعظم ہے	۷۴۰	
	ہر ایک حالت کا سرچشمہ خدا تعالیٰ کی ذات ہے	۶۷۹	
	ایک سرائی	۱۰۸	
	آسمان میں ہونے کا مضموم	۷۶	
	مجیب اور بولنے والا خدا صرف اسلام پیش کرتا ہے	۱۳۸	
	اللہ کے فیوض و برکات کا دروازہ اب بھی کھلا ہے	۳۸	
	قرآن شریف میں خدا تعالیٰ کے اسماء معقول کے تقاضا میں نہیں	۳۳۷	
	سب کام وحدت کے ذریعہ کرتا ہے	۷	
	اپنی مخلق بنانا اس کی توحید کے خلاف ہے	۳۳۸	
	وحدت الوجود اور وحدت الشہود	۳۳۳	
	روایا میں اللہ تعالیٰ کا تشہل	۶۵۳	
	ہستی باری تعالیٰ		
	سب سے ضروری شے خدا کی ہستی پر تہمیں ہے	۵۲۵	
	اللہ کی قدرتوں اور تصرفات پر ایمان لانے کی ضرورت	۳۹۹	
	اللہ تعالیٰ کی ہستی اور شناخت کے دلائل	۱۵۰	
	وجود باری پر دلائل کی دو قسمیں	۸۸	
	خدا را بھتر اتوں شناخت	۳۳۳	
	صداق کا وجود خدا ہونا ہے	۳	
	اگر قیامت دعائے ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی ہستی پر ہمت سے شکوک پیدا ہو سکتے تھے	۱۵۱	
	ہستی ذات باری سے رفع حجاب کے دو طریق	۶۳۲	
	محصل سے خدا کا وجود ثابت نہیں ہو سکتا	۵۹۲	
	اللہ تعالیٰ کو شناخت کرنے کے حواس حواس فہم سے مختلف ہیں	۵۹۳	

۷۰۳	اللہ کا قرب پانے کی راہ	۲۰۲	غیرت الہی کا ایک جلوہ	اللہ تعالیٰ کو اگلے جہان میں دیکھنے کے
۱۳۷	محبت الہی کی حقیقت		خدا کی غیرت اور جلال کے خلاف ہے	حواس انسان اس دنیا سے ہی ساتھ
	اللہ تعالیٰ کی محبت اپنے اندر پیدا کرنے	۷۶	کہ ایک عورت کا چہرہ خدا بنایا جائے	لے جائے گا
۳۳	کا طریقہ	۳۱۹	نشان لہائی میں اپنی شرارت رکھتا ہے	اس بات میں بیانیہ لذت ہے کہ انسان
۲۹۵	مرضی مولیٰ		بیش صادقوں ہی کی نصرت اور تائید	خدا کے وجود کو سمجھے کہ وہ ہے
۲۸۳	اللہ سے روٹنا نہیں چاہئے	۶۳۲	فرماتا ہے	خدا اشیا کا عظیم الشان مرسلہ
۱۵۳	انبیاء و رسل کا الہی آداب و نظر رکھنا	۳۳۳	خدا کا فضل مسترد نہیں ہوتا	خود شای کے بعد خدا اشیا آتی ہے
۳۳۰	انسان کے خدا سے جُود کی وجہ		اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت سے	مبارک وہی شخص ہے جو اس کے
۱۷	انسان کی لاشعق کا نتیجہ	۶۵۷'۲۲۲	باجس نہیں ہونا چاہئے	حسن و احسان سے فائدہ اٹھاتا ہے
	<u>دیگر مذہب میں اللہ کا تصور</u>	۶۹	بدان را یہ نیکان بہ بخشہ کریم	خدا اشیا کے بغیر گنہگار بننا ایک زندگی
	عشق مذہب میں خدا اشیا کا معیار	۳۳۶	کن کا مطلق	پر موت وارد نہیں ہوتی
	آریوں کے نزدیک خدا کا تصور	۶۳۱	خدا کا کام کرنا	<u>صفات باری تعالیٰ</u>
	☆☆☆	۳۱	کلام الہی کے بے مثل پہلو	اس کی تمام صفات ابدی ہیں
	<u>الہام تیز دیکھئے عنوان "وحی"</u>		ہلہ خدا مطلق ہے اور ہماری دعائیں	ضرور ہے کہ خدا کے افعال اور اقوال
	الہام اور وحی قطعی طور پر ایک ہی	۷۱۰	منشا ہے	میں تاقص نہ ہو
	معنی رکھتے ہیں	۷۸	اس نے اب بھی دنیا کو اپنے کلام سے	اپنی صفات قدیمہ کے خلاف نہیں کرتا
۵۳۳	اسی اور شیطانی الہام میں فرق		منور کیا ہے	اللہ تعالیٰ اپنے مصالح اور سنن کے
۱۷۷	الہام یا کشف کے وقت خود کو کی	۱۳۶	اس وقت وہی خدا جو آدم پر ظاہر ہوا	لحاظ سے بڑے توقف اور علم کے
	حالت	۲۸۳	تھا..... وہی مجھ پر ظاہر ہوا ہے	ساتھ کام کرتا ہے
۶۸	قرآنی الفاظ میں الہام ہونے کی حکمت	۱۹۹	مومن کی جان لینے میں تردد	خدا کے کام نہ روٹی ہوتے ہیں
۲۰۳	ہم قافیہ انما میں تعلق		اللہ کے قرض مانگنے سے مراد	ام الصفات
۵۹۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فارسی	۳۲۱	یا جوج و ماجوج کی اللہ سے جنگ سے	صفات رب العالمین زمین اور رجم
	زبان میں الہام		مراد	صفت رحمانیت کی حقیقت
۵۵۳	عبداللہ غزنوی کا ایک الہام		<u>تعلق پانچ</u>	۳۷'۳۶
۲۱۳	براہین احمدیہ میں مذکور الہامات		جو (خدائی راہ) غلوں نیت سے	۳۳۹
۵۰۵	ابجاز احمدی کے کئی اشعار الہامی ہیں	۷۶	ذمہ دہا ہے وہ اس کو پالنا ہے	۳۵
	سچ موجود پر عربی زبان میں الہامات		خدا بڑا خزانہ ہے۔ خدا بڑی دولت	۱۶۵
۵۹۷	نازل ہونے کی وجہ	۵۶۰	ہے	وہی ہے جو ماں کے دل میں بھی محبت
	حضرت سچ موجود علیہ السلام کے		اللہ کے حقوق میں سے سب سے بڑا	ڈالتا ہے
	الہامات کے لئے دیکھئے عنوان "نظام	۶۸	حق اس کی عبادت ہے	<u>الحسن القیوم</u>
	امیر قادری"		اللہ تعالیٰ کے جزا و سزا دینے کی قوت	قادر و مقدر خدا
	<u>الہامات</u>	۱۱	پر معرفت حاصل کرنے کی اہمیت	<u>عالم الغیب</u>
	آکھہ ناک کان وغیرہ اللہ تعالیٰ کی		اللہ تعالیٰ کی معرفت کاملہ ہی کتابوں کا	لا تدرکہ الا بصار
	لہائیں ہیں	۳	علاج ہے	ظہور اور غیبت
۳۰۳			خدا تعالیٰ کا فیضان عرف اور استعدا	غنی و بے نیاز
		۲۲۷	کے موافق ہوتا ہے	خود بدل ہے اور بدل کو دوست رکھتا
			موجودہ زمانہ میں اللہ تعالیٰ پر ایمان کی	ہے
		۳۹۷	کی	غیرت

امت

جس قدر کلمات اللہ تعالیٰ کسی نبی میں پیدا کرتا ہے اسی قدر اس کی امت میں نمود پزیر ہوتے ہیں
 امتی وہی ہے جو آپ کی تعلیمات پر پورا کاربند ہے

امت محمدیہ

دین کے معاملہ میں وہ پہلو اختیار کرنا چاہئے جو مشترک امت کا ہے
 کج اوج کے لوگوں کو لیسوا
 منی و لست عنہم کما کیا
 شگ سوجہ دین
 شیعہ اور غیر مقلدین کا نازوں کے جمع کرنے کے متعلق مسلک

امت محمدیہ کا مقام

امت محمدیہ کی شان
 امة وسطا
 امت محمدیہ دوسری امتوں کے مقابلہ میں
 امت محمدیہ میں مکملات کا روزاہ نکلا ہے

امت محمدیہ کی امت موسویہ سے
 مماثلت
 امت کے بعض لوگوں کے یہودی صفت ہونے کی پیشی خبری
 امت محمدیہ میں مسیح موعود کی

بعثت

سورۃ فاتحہ سے ثابت ہے کہ آنے والا اسی امت سے ہوگا
 امت محمدیہ میں ایک مریم صفت انسان کے نمود کی خبر جو ترقی کر کے یحییٰ صفت سے متصف ہوگا
 سورۃ تحریم کی رو سے مسیح ابن مریم اسی امت سے ہوگا اور سورہ نور کی رو سے تمام ظلیئے اسی امت سے ہوں

کے

مماثلت کی وجہ سے امت میں یہودی ہرز کا نمود ضروری ہے

۲۷۱
 ۲۷۵'۵۸۳'۳۶'۱۶۸
 اس سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء کے نام پر مسیح کے نام سے آئے گا
 ۳۸۳'۱۳۳
 اس امت کے لئے مثیل موسیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلفاء میں سے چودھویں صدی پر مسیح موعود ہوتے ہیں
 ۱۰۲
 محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء موسوی سلسلہ کے خاتم الخلفاء سے زیادہ کرے
 ۲۶۱
 ☆ ☆ ☆

انجمن حمایت اسلام

انجیل نیردیکئے عنوان جیسا تیت
 انجیل کوئی شریعت نہیں بلکہ تورات کی شرح ہے
 دنیا کی تمام زبانوں میں تراجم

شعاب

سبح ابی الگ انجیل کا ذکر کرتے ہیں
 اصل انجیل کا پچھتر ہزار ہے
 ساٹھ سزا انجیل میں سے کون سی بچی ہے؟
 ناقص ہونے کی دلیل

تحریف

تحریف کے بارہ میں شکوک پہلے خود جیسا تیتوں میں پیدا ہوئے خود جیسا تیتوں کا اعتراف کہ اس میں بت سامواہ الخانی ہے
 "ابتداء میں کلام تھا" والی عبارتیں الخانی ہیں
 پولوس جیسے مخالف مسیح کے خطوط انجیل اربہد میں شامل کئے گئے ہیں
 پطرس کی عمر کا مسئلہ اور انجیل کی

تصنیف

۳۲۲
 ۳۲۳
 انجیل نویسوں کی سلسلہ آمیزی
 تعلیم
 ۹۸
 ۵۹۲
 ۳۲۰
 توحید کی تعلیم
 بائبل کی تفسیر اور اس کا مطلب
 معنی ۲۳:۱۳ کی ایک تفسیر کی تعبیر
 مسیح موعود کے زمانہ میں طاعون پڑنے کی پیش گوئی
 ۱۸۶
 ۲۸
 ۱۷۹'۸۷
 تعلیم میں تقریبا
 ناقص اور ناقص عمل تعلیم
 عمل اور موقع شناسی کے مطابق تعلیم
 ۸۶
 ۸۶
 نہیں دینی
 انسان کی کل قوتوں کی مرئی نہیں ہو سکتی

۱۸۱
 ۱۹۱'۸۳
 صرف دعوے ہی دعوے کرتی ہے
 یسوع کی خدائی کو رد کرتی ہے
 یونانی نیرن فرقہ کا وجود اس بات کا ثبوت ہے کہ انجیل میں تثلیث کی صراحت نہیں
 انجیل کی رو سے مسیح کے ناقص

۱۲۰
 اخلاق
 انجیل میں مندرج واقعات سے بھی ثابت ہے کہ مسیح صلیب پر نہیں مرے
 مذہبی آزادی کے بارہ میں کوئی ذکر نہیں
 ۲۵۲
 ۱۶
 حق بات کے بیان میں سختی اور حرارت
 حقوق العباد پر پائی پھیر دیتی ہے
 ۸۷
 طلاق کے متعلق انجیل کی تعلیم
 واقعات اور ضرورت کے مطابق نہیں
 ۳۰۲

قرآن کریم اور انجیل

قرآن مجید کے صدق ہونے کا مطلب
 ۳۲۵
 ۱۳۶
 ۶۶۳
 سورۃ اخلاص اس پر بھاری ہے
 قرآن کریم سے موازنہ
 انسان
 پیدائش کے احوال
 ۳۲۲

عقل رکھا جاتا ہے کہ ایمان بالغیب کی حقیقت رہے ورنہ پھر ایمان پر ثواب کیا مرتب ہو	فتح کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا حکم	پیدائش کی اصل غرض یہ ہے کہ انسان خدا کے لئے ہو جائے
۳۳۰۵۹۸۱۰۷	۳۰۳	۵۶۶۷
کوئی ایمانی امر ایسا نہیں جس میں حقیقت اور ظن نہ ہو	انگریز مصنفین کا اعتراف کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے صحابہ میں کمال ایثار و اطاعت پیدا کی	اسے حقیقت شناس اور حق پرست ہونا چاہئے
۱۰۷	۲۷۱۱۵	۲۳
مشورات و محسوسات سے ایمان کی تقویت ہوتی ہے	برٹش گورنمنٹ اور روسی گورنمنٹ کی ممانعت	در اصل انسان (دوستی) ہے
۳۰۷	۳۳۳	۶۲۳
ایمان کی تکمیل کے لئے اظہار ضروری ہیں	انگریز گورنمنٹ میں مذہبی آزادی اور عدل و انصاف کی تشریح	انسانی پیدائش کے مراتب ست
۳۰۹۳۰۷۲۹۸	۵۵۵۲۸۲۳۵	۸۸
بچے مومن اور مسلمان کی ترقیات کا آخری نقطہ	انگریزی تعلیم حاصل کر کے نوکریاں حاصل کرنا قوم کو ظلم ہانے کی تہذیب	انسان میں عقل کے علاوہ اور بھی حواس ہیں
۶۲	۳۳۳	۵۴۳
مومن اگر اپنی ترقیات کے لئے سعی نہ کرے تو وہ گر جاتا ہے	اگر خدا تعالیٰ ہمیں انگریزی زبان سکھا دے تو ہم خود پھر کر اور دورہ کر کے تبلیغ کریں	بچپن کی چیز تو نہیں
۱۳۱	۲۱۹	۲۳
ایمان عرفان میں کیسے تبدیل ہوتا ہے	اللہ حدیث	انسانی فطرت میں غرور
۶۳۰	۲۰۳	۱۵
پاغ سے مثل	اس زمانہ میں اہل مقابلہ اہل حدیث سے ہوا ہے	انسانی قوت کی انفرادی صورتیں
۲۰	۳۳۰	۲۳
مومن کو خدا رسوائی کی موت نہیں دیتا	بایمان	انسان کی کوئی طاقت اور قوت فی ذات بری نہیں
۳۷۲	۳۳۰	۸۷
سلسلہ ایمان کی رجوات	در حقیقت نجات ایمان سے ہے	انسانی فطرت کا خاصہ ہے کہ بچی معرفت نقصان سے بچا جاتا ہے
۳۳۰	۲۱۱	۲
اللہ پر ایمان نہ ہونے کی علامات	ایمان افعال صالحہ کی قوت اور گناہ سوز فطرت صفا کرتا ہے	انسانی فطرت کا ایک نقش خاص ہے
	۲۲۸	۱۸
	۱۱۸	۵
	۶۰۷	انسان کے دو وجود
	۱۸۱	نیک اور بدی کے رجوات کے مصلحت
	۱۵۶	انسانی فطرت
	۲۱	انسان کے اندر نیک اور شیطانی تحریکات
	۵۳	فی توانہ شد سبھا می توانہ شد غرورے
	۲۲	ابتداء میں مذہب تھا پھر وہ وحشی بنا
		برہم سیرت انسان
		خدا سے بعد کی رجوات
		انفراخ
		منکروں کے واسطے بھی دعا کی جائے
		اس سے سید صاف اور انفراخ پیدا ہوئے
		انصاف
		تمام قوتی کا پوشہ ہے
		اللہ تعالیٰ بعض اوقات انصاف پنہ کار کو ظالم کر کے مقابلہ میں پنہ کرتا ہے
		انکسار
		یہ علامت اللہ ہے کہ کچھ نہ کچھ ضرور

ب

بائبل

لاتصدقوا ولا تکذبوا۔ نہ

اس کی تصدیق کرو نہ تکذیب

(حدیث) ۳۷۲

استثناء کی حدیثوں کی مطابق مثیل

سوی کا صدق آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم ہیں ۳۶

تورات کی حدیثوں کی شہادت کو ثابت

نہیں کرتیں ۹۳

قرآن کہم سے موازنہ

۱۸۱

بد ظنی

اس سے صراط افعال ہوتا ہے ۳۹۳

انسان ایک آدمی کو بد خیال کرتا ہے

اور پھر خود اس سے بدتر ہو جاتا ہے ۵۶۸

بدعت

۳۱	قرآن کریم کی جلیل القدر حدیثیں سورۃ یوسف کا مدار قصہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بطور حدیث بیان ہوا ہے	۳۸۹	سنت اور بدعت میں فرق نہا میں تعذیر ارکان طوطا نہ رکنا بدعت ہے
۳۲	موجودہ زمانہ کے متعلق قرآن کریم کی حدیثیں	۳۲۵	بدھ مذہب
۶۷۳	ذوالقرنین اور یاجوج ماجوج کے واقعہ میں اس زمانہ کے متعلق حدیثیں تھیں	۲۲۵	درامتل سنتن و عمر کی شرح ہے
۱۷۵	اذا العشار عطلت کی حدیث کا تصور	۲۳۸	اصل حساب کتاب برزخ میں ہوا جانے گا
۲۸۹	اذا النفوس زوجت کی حدیث پوری ہو گئی ہے	۲۳۸	کتاب ایک برزخ ہے درع کی اور چندگی میں
۳۳۹	قرآن مجید میں طاہون کی حدیثیں سلسلہ احمدیہ کے متعلق قرآن کریم کی حدیثیں	۶۳۱	برزخ
۳۲	آنحضرت ﷺ کی حدیثیں	۳۶۰	برزخ حقیقت
	صحابہ کا ذہب یہ تھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کے پورا ہونے پر اپنی معرفت اور ایمان میں ترقی دیکھتے تھے	۱۸۹۶۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا برزخی تصور
۴۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی جو حدیثیں اب پوری ہو رہی ہیں اس کی خیر صحابہ کرام کو ملتی ہے		برہمن
۲۷۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیثوں کو پورا کرنے کے لئے ایک صحابی کو سونے کے کڑے پہنا		لکھا ہے کہ برہمن معربی اس لئے کہلاتے ہیں کہ یہ مصر سے آئے تھے
۵۰۳۷	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی عظیم الشان حدیثیں	۵۷۹	برہمنو مسلح
۸۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ سب سے پہلے مجھے ہاتھوں والی نبی فوت ہوں گی اور یہ حدیثیں	۳۶	اللہ کی ربوبیت نامہ کے منکر ہیں برہمنوں کے سوچنے کا ایک نکتہ
۳۷۱	حضرت زینب پر پوری ہوئی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی	۷۱۳	برہمن
۳۱	برزخ آمد کی حدیثیں		بلوغت
امت کے بعض لوگوں کے یہودی			بلاغت کا کمال
صفت ہونے کی حدیثیں			بہشت نیز دیکھئے جنت
شرف و کسوف کی حدیثیں کا تصور			بہشتی زندگی
تجمع لہ الصلوٰۃ کی			حقیقی بہشت
			یورپ کی پر آسائش زندگی بہشت نہیں
			بہشت کی کلید توفیق ہے
			بہشتی مقبرہ
			قیام کے متعلق حضرت اقدس کی روایا
			جو اس میں رہیں ہو گا بہشتی ہو گا
			بے تکلفی

مہمان آرام دی پاسکتا ہے جو ہے
تکلف ہو
بیعت
بیعت باذبحہ اطفال نہیں ہے
بیعت کے قاتلے
بیعت اگر دل سے نہیں تو کوئی نتیجہ
اس کا نہیں
اواکل عمر کی بیعت
سید ہر کراستی کی بیعت

پ

حدیثیں

ہستی ہادی تعالیٰ کا ایک ثبوت
غیر ہادی عالم کا ایک منکر
حدیثوں کے اسرار
نبی اور نبوی کی حدیثوں میں فرق
و میدی حدیثوں میں مل سکتی ہے
حدیثوں کا جس قدر تکرار ہو گا وہ ایک
بیانتیں ہو گا
حدیثوں میں صراحت نہیں ہوتی
دیکھنے میں استیلا کی ضرورت
حدیثوں میں مجاز اور استعارات کا
استعمال
ظاہر الظاہ پر عمل کرنے کا نتیجہ
اگر حدیثوں میں مجاز اور استعارہ
نہیں ہے تو پھر کسی نبی کی نبوت کا
ثبوت بہت مشکل ہو جائے گا
ایسا زبردست نشان ہے جو ہر زمانہ میں
قابل عزت سمجھا جاتا ہے
حدیثیں ایمان کو قوی کر کے عرفان
بخاتی ہیں
آج اسلام کے سوا کسی مذہب کا قیام
حدیثیں کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا

قرآن کریم کی حدیثیں

قرآن کریم عظیم الشان حدیثوں پر
مشتمل ہے

۸۰
۲۵۷
۳۹۷
۴۴
۵۳۱
۳۶۰
۵۹۳
۶۲۲
۷۳۲
۲۳۸
۴۷۷
۴۳۸
۳۷۶
۶۷۱
۳۷۹۳۷۱
۳۸۱
۸۳
۶۳۰
۳۳
۱۸۰

۱۳۲	تجارت سب سے عمدہ تجارت دین کی ہے	۳۳۱	ہنگوئیوں کے نقش کی تہاوی کا حکم ہم حکومت سے معاہدہ کر چکے ہیں کہ موت کی ہنگوئی نہ کریں گے	۲۷۳-۳۵	عظیم الشان ہنگوئی کا پورا ہونا سچ موعود مل دے گا اور لوگ نہ لیں گے کی ہنگوئی کا پورا ہونا
۶	تجلیات کی کلید خدا تعالیٰ اپنی تجلیات کی چمک سے انسان کی اندرونی تاریکیوں کو دور فرماتا ہے	۳۳۲-۱۸۶	متفرق سچ موعود کے وقت شدت سے طاغون پھیلنے کی ہنگوئی سارے نبی کرتے آئے ہیں	۳۸۵	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ہنگوئی کی تکذیب
۱۵	خدا تعالیٰ کی جمالی تجلیات ہی سے انسان کنناہ سے بچ سکتا ہے	۳۳۳-۱۸۶	سچ موعود علیہ السلام کی ہنگوئیوں کا پورا ہونا	۳۸۲	ہنگوئیوں کی ہنگوئیوں
۹۸	تحدیثِ نعمت ضروری ہے آداب اور طریق	۳۳۴-۱۸۶	سچ علیہ السلام کی ہنگوئیوں کا معیار دید میں کسی ہنگوئی کا ذکر نہیں (دیانندہ)	۳۸۳	سچ موعود علیہ السلام کی ہنگوئیوں ہنگوئیوں کا پورا ہونا
۳۴۳	قرآن مجید کی معنوی تحریف ترک (قوم)	۳۳۵-۱۸۶	جہاں الیکٹریٹر ڈوئی کا ٹرانسمیون کی تہاوی کی ہنگوئی کرنا	۳۸۴	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں
۳۴۸	ارض مقدس کو ترکوں سے خریدنے کی سیم	۳۳۶-۱۸۶	پہلے صراط تبتل	۳۸۵	بہت سی ہنگوئیوں کی ہنگوئیوں ہنگوئیوں کا پورا ہونا
۳۵۱	تذکیہ نفس فلاح وہی پاتا ہے جو اپنا تذکیہ کرتا ہے بلاوقت اللہ تعالیٰ ہرگز ممکن نہیں	۳۳۷-۱۸۶	ت ابیت (بہت سی) تبتل الی اللہ خاص رنگ کا ہو	۳۸۶	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں
۷۱	تصوف کامل منظر لاہوت و ناسوت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہیں	۳۳۸-۱۸۶	تبلیغ آداب تبلیغ اس زمانہ میں تبلیغ کے سالن	۳۸۷	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں
۱۷۰	بعض صوفیاء نے کہا ہے کہ نبی کی ولایت اس کی نبوت سے بڑھ کر ہے	۳۳۹-۱۸۶	تثلیث تثلیث کی جزو مشق ہے عقیدہ تثلیث کا رو	۳۸۸	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں
۳۶۱	سالک اور مہذب میں فرق وہ مقام پہنچا لوگ ختم ہوتا ہے	۳۴۰-۱۸۶	تثلیث تثلیث کی جزو مشق ہے عقیدہ تثلیث کا رو	۳۸۹	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں
۵۶۰	تقریر کامل نہیں ہو تا جب تک عمل اور موفق کی شناخت نہ ہو	۳۴۱-۱۸۶	تثلیث تثلیث کی جزو مشق ہے عقیدہ تثلیث کا رو	۳۹۰	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں
۱۶۷	تذکرہ الہ نیا ہونا ضروری ہے	۳۴۲-۱۸۶	تثلیث تثلیث کی جزو مشق ہے عقیدہ تثلیث کا رو	۳۹۱	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں
۳۳۳-۲۳۰	مسئلہ وحدت الوجود وحدت الشہود وجودی فرقہ کی حالت - درجیت اور	۳۴۳-۱۸۶	تثلیث تثلیث کی جزو مشق ہے عقیدہ تثلیث کا رو	۳۹۲	انجام احمدی میں بہت سی ہنگوئیوں بھی ہیں

۳۷۷	تقویٰ کی ضرورت	۳۷۱	کئے اور ازلے کی تعبیر	۷۰۰°۵۵۷'۵۳۳'۳۳۳	اہمیت
	تکبیر		تقدیر اور دوام		صوفیائے گھمبے کے بارہ مضامین تحریر
۳۰۳	علاؤر تکبیر	۱۲۳°۷۳	یہ سائنسوں کے امتزاجات کا جواب	۵۶	کلب کے لئے محمد سینہ ہے
	تکذیب	۳۵	کرشن کی گئی ہزار بیڑیاں تھیں		صوفی کہتے ہیں کہ انسان نجات میں پا
	جب تک کذب نہ ہوں تو پھر صدق		تفسیر	۶۵۳	سکا جب تک اس پر بہت سی موشیں
۳۸۰	کی حقیقت کیا معلوم ہو سکتی ہے	۵۳۱	اوی۔ مٹی اور حقیقت		نہ آئیں
	تمثل	۱۰۱	اکھ کے معنی شب اور کے ہیں		(ہاری جماعت کے) یہ لوگ سالک نہ
۳۷۸	رویاں اللہ تعالیٰ کا تمثل دیکھنا	۳۳۲	بلغ اشدہ سے مراد	۵۲۵	ہوئے مجذب ہوئے
	تہن		تقدیر		تصویر
	تہنی زندگی اور روحانی زندگی کی		زمین پر کچھ نہیں ہوتا جب تک	۱۷۱	اس کی حرمت انسانی ہے
۸۹	ترکیب و صورت	۳۹۵	آسمان پر حرکت اور مقدر نہ ہو	۱۷۲	انبیاء اور آنحضرت صلی اللہ علیہ
	تہن کے قیام کے لئے تھام کی		تقریر		و مسلم کی تصاویر
۱۸	اہمیت		منظریانہ طریق کو چھوڑ کر عارفانہ تقریر		تعبیر
	توبہ	۳۱۲	کا پہلو اختیار کرنا چاہئے		خواب کی تعبیر ہر شخص کی حیثیت اور
	توبہ کی حقیقت		تقویٰ		حالت کے لحاظ سے ہوتی ہے
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے کسی		اسلام کا کمال تقویٰ ہے جس سے	۳۳۱'۳۱	تعبیر روایاں ہائیں کا داخل
	کے ہاتھ پر توبہ نہیں کی جب کہ مہیسی	۳۸۶	دلالت لیتی ہے	۳۳	بھیڑوں کو بری صورت میں دیکھنے
	علیہ السلام نے بھیجے کے ہاتھ پر گناہوں	۲۶	تقویٰ ہی مدارج علیہ کا باعث ہوتا ہے	۳۳۷	وائے اپنی پردہ دہی کرتے ہیں
۵۶۶	سے توبہ کی	۲۵۳	بہشت کی کلید تقویٰ ہے	۳۷۱	لبے ہاتھوں والی سے مراد مخی
	بہرے ہاتھ پر توبہ کرنا ایک موت کو		تقویٰ کے سر سے جھلانگہ بھی آگاہ		گاہے ذبح ہونے اور سونے کے کردوں
	چاہتا ہے	۱۷۸	نہیں ہوتے	۳۳۳'۳۷۲	کی تعبیر
	اس وقت مفید ہوتی ہے جب کہ خدا		اللہ تعالیٰ کے نزدیک وہی معزز و محترم	۲۹۳	مسح کو روایاں دیکھنے کی تعبیر
۳۹۷	کا تہذیب نہ آگیا ہو	۶۳۹'۶۰۳'۲۸۵'۱۷۷	ہے جو حقیقی ہے		خواب میں نماز پڑھنے اور شیری
	ظالموں سے بچنے کا علاج توبہ و استغفار		اللہ تعالیٰ متقی اور اس کے غیر میں	۳۳	کھانے کی تعبیر
۱۸۳	ہے	۳۷۸	فرقان رکھ دیتا ہے		خواب میں تثبت پیدا ایس لہب
	توحید		دینی امور میں جب تک تقویٰ نہ ہو	۳۳۰	پڑھنے کی تعبیر
	توحید کی حقیقت	۳۳۱	روح القدس سے تائب نہیں لے گی	۵۷۳	بھلی چکنے کی تعبیر آبادی ہے
۵۸	موجد کی تعریف		کوئی علم بدوں تقویٰ کے کام نہیں دیتا	۶۵۳	مرنے کی خبر کی تعبیر
۷۵	کرامت میں ایک وحدت ہوتی ہے	۲۸۲	اور تقویٰ بدوں علم کے نہیں ہو سکتا	۳۰۵	مردوں کے قبروں سے نکلنے کی تعبیر
۱۸۸	خالص توحید اسلام نے سکھائی		صادق کے ساتھ رہو کہ تقویٰ کی	۶۵۸	خفتہ۔ قیامت کی خبر سننا
	نورائے اسلام' کاظون قدرت اور	۷۱۷	حقیقت تم پر کھلے	۳۲۰	عورت سے مراد دنیا ہے
	باطنی شریعت توحید کی شہادت دیتے	۶۸۰	حقیقی تقی	۳۷۸	انگوٹھی کی تعبیر
	ہیں	۵۵۸	تقویٰ کے ثمرات	۶۵۳	دریا اور باہل کی تعبیر
۹۸'۹۲	ہیں		متقی کے لئے مصائب ترقی کا باعث	۳۸۳	رات کو ہاتھی دیکھنے کی تعبیر
	باطنی شریعت بجائے خود توحید چاہتی	۱۵۲	ہوتی ہیں	۵۸۲	مطبخ اچھی اور بیسی روٹی کی تعبیر
				۶۱۲	دشمن سے بھاگنے کی تعبیر
				۵۰۹	خواب میں گایاں دینے کی تعبیر

۵۴۵	چٹن کرنے کی تجویز	۴۵	چہ
	جنت		توحید کی تکمیل کے لئے محبت الہی
۳۳'۳۳'۱۱	جنت دوزخ کی حقیقت	۳۷	لازمی جز ہے
۲۰	نہم جنت کی حقیقت		توحید کی تکمیل نہیں ہوتی جب تک
۷۰۳	بشت جسمانی ہے یا روحانی	۵۹	مہارت کی بجائے آدمی نہ ہو
	کوئی نہیں جانتا کہ کیسی کیسی قہرۃ	۱۳۸	قیام توحید کے لئے ضروری امر
	اعین ان کے لئے پرشیدہ رکھی گئی		خدا کی توحید قائم کرنے کے لئے تبلیغ و
۳۹	چہ		اشاعت کی کوشش میرا دل فرض ہے
	بشت میں ہر روز ایک تہجد ہو گی	۲۳۵	اسکے موجود
۶۳۹	رہے گا		خدا تعالیٰ کی توحید اور جلال قائم کرنے
۳۳	دو جنوں سے مراد	۶۶	کے لئے اس نے یہ سلسلہ قائم کیا ہے
۵۵۹	دنیا کی جنت		(جماعت میں) توحید کے اقرار میں
۶۱	انسان کے اندر سے ہی نکلتی ہے	۶۷	خاص رنگ ہو
	جن	۵۸	توحید کا استعمال کرنے والے امور
۵۴۰	اس پر ہمارا ایمان ہے مرقن نہیں		مسلمانوں کا سب سے خدا ہی مخلقت بنا
۳۳	جن وہ ہے جو پھسپ کرے اور کرے	۲۳۶	توحید کے معنی ہے
۱۹	بھلا جن کو مرگی سے کیا تعلق		وحدت وجودی اور وحدت شہودی
		۳۳۳'۳۳۳'۳۳۰	
			توریت
	جہلو	۵۰۷	تعلیم میں افرات
	سب سے موجود کا کام جہلو کے مللا خیال کی	۲۸	جمہور نامی سلیب پر لکھایا جاتا ہے
۱۰۲	اصلاح ہے	۳۱	تورات میں ہے کہ جو کلمہ پر لکھایا گیا
۱۳۰	جہلو کے بارہ میں ملاوں کا مللا تصور		وہ لکھتی ہے
	سرحدی سفیدوں کو تازی کہتا ہوا	۳۳	عالمین کے خلاف جنگ میں تہذیب کی
۱۲۹	اور جہالت ہے		تعلیم
۳۶۸	جہلو کے نام پر وارداتیں	۷۱	توریت میں تثلیث کا کوئی نکتہ نہیں
۱۳۱	اسلامی جہلو پر اعتراض کا جواب		۵
	اس وقت دین کے لئے تکرار اصلاح	۷۳	قرآن کریم سے موازنہ
۳۶۸'۵۲	حرام ہے		ہم قرآن کے ذریعہ توریت کی اصلاح
۵۱۰	یہ وقت بھی ایک قسم کے جہلو کا ہے		کہنا چاہتے ہیں نہ کہ توریت کے
	دین کے کاموں کے لئے رات کو جاگنا	۶۱۷	ذریعہ قرآن کی اصلاح
۶۹	بھی جہلو ہے		سورۃ اطلاق تورات کے دفتر پر
	جہالت	۱۳۶	ہماری ہے
۲۳۳	جنگ ایک موت ہے		توسل
	جنم		دعائیں زندگی کا توسل جائز ہے
۳۳'۱۱	جنم اور جنت کی حقیقت	۵۳۰	
۳۳۹	دوزخی اس میں پیش نہیں رہیں گے		توفی
	یہ لفظ اس لئے استعمال کیا جاتا ہے کہ		
	جہالت کیا جائے کہ مرنے کے بعد روح		
۱۳۶	پاتی رہتی ہے		
	توکل		
۵۷	توکل کی حقیقت		
۱۸۲	ہر توکل زانوے اشتر ہے بند		
۳۰۶	توکل اور طمانجہ تعلق نہیں		
	دعوت الی اللہ کا کام توکل سے ہوتا		
۲۸۷	چہ		
	توکل کرنے والے کا تکلیم اللہ تعالیٰ		
۲۵۲	ہوتا ہے		
	تہجد		
	ہماری جماعت کو چاہئے کہ وہ تہجد کی		
۱۸۲	نماز کو لازم کر لیں		
	ج		
	جبر		
۱۸۱	ہر مذہب میں ایک قسم کا جبر ہوا ہے		
	جبر و قدر		
۶۷۵	مسئلہ جبر و قدر		
	اس مسئلہ کو اپنی خیالی اور فرضی منطق		
۶۷۷	کے معیار پر کتا دانشمندی نہیں		
	جرات		
۹۰	دل کی پاکیزگی سے پیدا ہوتی ہے		
	جزا و سزا		
۱۶	جزا اور سزا کے قانون کی حقیقت		
۷۰۳	جسم اور روح دونوں شامل ہیں		
	جماعت احمدیہ دیکھئے زیر عنوان		
	"احمدیت"		
	جمعتہ المبارک		
۳۳۳	سہمی کا زمانہ ایک عظیم الشان جمہ		
	جمہ کی تکمیل کے متعلق بیوریل		

<p>۳۷۲ <u>صحت اعلیٰ</u> یہ مسلم مسئلہ ہے کہ اہل کتب یا اہل الہام لوگ صحابہؓ کی تہذیب و حدیث کے خلاف اور پابند نہیں ہوتے ۳۷۸'۳۵ صاحب الہام یا اہل کتب صحیح حدیث کو ضعیف اور ضعیف کو صحیح قرار دے سکتا ہے ۵۱۱ صاحب الہام براہ راست اعلیٰ حدیث کی صحت کر لیتے ہیں (مولوی محمد حسین) ۲۲۸ <u>مقام حدیث</u> مقام حدیث ۳۷۰ مقام حدیث کے بارے میں الزام و تقریباً ۳۲۳ حدیث کے متعلق مولوی عبد اللہ پکڑاوی کا رد ہے ۲۳۸ <u>حدیث کے متعلق حضرت مسیح</u> <u>موجود علیہ السلام کا مسلک</u> حدیث کے متعلق اہل مذہب ۳۷۳ قرآن کریم پر حدیث کو مقدم نہ کیا جائے ۱۷۲'۱۷۱ ہزار مسلک پیش حدیث کے متعلق یہی رہا ہے کہ جو قرآن اور حدیث کے خلاف نہ ہو وہ اگر ضعیف بھی ہو تب بھی اس پر عمل کرنا چاہئے ۳۲۹'۳۵ ۳۷۱'۳۵۱'۳۳۵'۳۲۸'۳۷۸ اگر حدیث ضعیف بھی ہو مگر اس کی بدشکونی پوری نہ جائے تو وہ صحیح ہوتی ہے ۳۸۲ مجھ پر خدا تعالیٰ نے یہی ظاہر کیا ہے کہ حدیث (لا مہدی الا عیسیٰ) صحیح ہے ۳۵ وضع الجزیۃ کی بجائے یضع الحرب درست ہے (صحیح بخاری) ۵۲ <u>متفرق</u> جامع صحیح بخاری میں برکت اور نور</p>	<p>حقوق اللہ اور حقوق العباد ۸۵'۶۸ اللہ کے حقوق میں سب سے بڑا حق اس کی عبادت ہے ۶۸ نئی نوع انسان کے حقوق کی گمراہی کی اہمیت ۶۸ حقوق اخوان میں خاص رنگ ہو ۶۷ جو حقوق کا حق دہانا ہے اس کی دعا قبول نہیں ہوتی ۸۵ <u>حکمت</u> جس نے حکمت ایمان نہیں پڑھی وہ مردہ پرست ہی رہا ۲۲۲ <u>حواری</u> حواریوں کے ایمان کا معیار ۳۷۳'۱۰۶'۹۸ حواریوں کی انطوائی اور روحانی حالت ۶۰ ضعیف الاشتدادی اور بے وقوفی ۳۷۱'۱۵۹ ایک گاؤں کا انتظام بھی نہ سنبھال سکتے تھے ۶۱ صحابہ کرام سے موازنہ ۸۳ صحابہ رضی اللہ عنہم کی ان پر فضیلت ۲۳۵ <u>حواس</u> حواس صرف ظاہری ہی نہیں۔ انسان کے اندر بھی حواس ہوتے ہیں ۳۷۱'۵۴۳ <u>حیا</u> ولد الزنا میں حیا کاملہ نہیں ہوتی ۳۷۹ <u>حیات مسیح نیز دیکھئے عنوانات و قیات</u> <u>سبح اور یسعی بن مریم</u> اس عقیدے نے لاکھوں لوگوں کو مرتد کر دیا ہے ۱۸۷ <u>حدیث</u> <u>حدیث کی تعریف</u> حدیث 'سخت اور قیال' ۳۳۵'۳۷۸'۳۳۸ ان میں صدق اور کذب دونوں کا</p>	<p>جھوٹ ایک نجات ۳۲۱ ح حج فریضہ کی شراکت ۵۹ محبت کی حالت کے اعتبار کے لئے ۲۲۵ مسیح موجود علیہ السلام کے حج نہ کر سکتے کا جواب ۲۸۳ حرمت حرمت کی دو قسمیں ۱۷۲ حشرات حشرات دنیوی و حشرات اخروی ۶۰۰ حسن ظن افلاحت ۱۰۷ حشر کیفیت ۲۳۶ حشر کے جسم کی اہمیت ۲۳۸ حفاظت حفاظت الہی کا سر ۵۶۵ حفظ مراتب نیز دیکھئے عنوان "ادب" ۲۱۳ حق (حقائق) حق کی شناخت کے نشان ۸۲ طلب حق کے لئے ضروری امور ۳۶۵ طالب حق کا فرض ہے کہ جو بات دل میں ظہران کرے اسے فوراً پیش کرے ۹ حق (حقوق) انسان کے آئے اللہ کے دو حق ۲۲۳</p>
---	--	--

<p>خاتم الخلفاء</p>	<p>یاتی علی جہنم زمان لیس فیہا احد یضع الحرب</p>	<p>۲۳۸ ظہور ہمدی سے خلق احادیث کا</p>
<p>۳۴ پچھ ہزار کے آخر میں پیدا ہونا تھا اس کے ذریعہ بغیر جنگ و جدال کے</p>	<p>۳۹۱ ۳۷۸'۳۶۸'۳۶۷'۳۷۰</p>	<p>۲۴۵ مولوی محمد حسین ہمدی کے خلق تمام احادیث کو مجموعہ قرار دینا تھا</p>
<p>۲۲۰ اسلام کا لقب ہو گا عربی سلسلہ اور موسوی سلسلہ کے</p>	<p>۳۷۸'۳۶۸'۳۶۷'۳۷۰</p>	<p>۲۲۰ اس جلد میں مذکور احادیث</p>
<p>۲۹۱ خاتم الخلفاء کا موازنہ</p>	<p>۳۸۵ سبح موعود بل دے گا اور لوگ نہ لیں کے</p>	<p>۶۰ اللہ اللہ فی اصحابی اما مکم منکم</p>
<p>۳۴۳ یعنی آپ کی عمر کے بغیر کسی کی نبوت کی تصدیق نہیں ہو سکتی</p>	<p>۲۸۲ دی جا کریں گی آنے والے موعود کے وقت دنیا ظلم</p>	<p>۲۸۵'۳۸۳'۳۹۵'۳۳۳ انتم اعلم بامور دنیا کم</p>
<p>۳۰۰ غیر احمی نبی کے آنے میں مانع ہے قاری زبان میں آنحضرت صلی اللہ</p>	<p>۳۳۳ اور جو سے بھری ہوئی ہوگی آخر زمانہ میں لوگ خدا سے لڑائی</p>	<p>۳۳۸ انما الاعمال بالنیات</p>
<p>۵۳۳ علیہ وسلم کے مقام فتح نبوت کا بیان</p>	<p>۳۲۱ کریں گے دجال کے اڑنے سے بچنے کے لئے سورۃ</p>	<p>۳۲۱'۳۹۰'۳۸۱'۱۷۲ تجمع لہ الصلوۃ تخلقوا باخلاق اللہ</p>
<p>۶۷۶ خاری کے آگے راضی نہیں گھبرا</p>	<p>۳۵۲ کتاب کی ابتدائی آیتیں پڑھو درجہ اس سے لگا ہے جو دل میں ہے</p>	<p>۶۶ الدنیا سجن للمومن طلوع الشمس من مغربها</p>
<p>۲۳۰ اللہ تعالیٰ کا گھر مند کو پتہ نہیں دیتا</p>	<p>۳۳۰ جو میرے ولی سے دشمنی کرتا ہے میں اس سے کتابوں کہ میرے مقابلہ کے</p>	<p>۵۲۵ فاما مکم منکم فانہم قوم لا یشقی</p>
<p>خارق علوت</p>	<p>۶۸ لے تیار ہو جاؤ اللہ تعالیٰ مومن کا ہاتھ آگہ اور کان</p>	<p>۲۳۲ جلیسہم کان اللہ و لم یکن معہ</p>
<p>۳۴۸ خلاف ہونے میں فرق</p>	<p>۶۸ ہو جاتا ہے تم سب اللہ سے ہو مگر جس کو خدا</p>	<p>۳۳۲ شیں لا تصدقوا ولا تکذبوا ال</p>
<p>۲۷۵ بیگناہی کا ظہور</p>	<p>۳۳۱ جس کو خدا کان دے خدا کے گامیں جو کہ خاتم لے گئے کھلا</p>	<p>۳۷۳ کتاب کی کتب کے خلق لا رہبانیت فی الاسلام</p>
<p>۲۶۷ خدا تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہی کتاب سے روک سکتی ہے</p>	<p>۱۹۷ نہ دیا۔۔۔۔۔۔۔ مومن کی جان لینے میں مجھے تردد ہوتا</p>	<p>۳۷۰ لا مہدی الا عیسیٰ لیترکن القلاص</p>
<p>۳۹۱ خفا</p>	<p>۳۹۱ ہے اگر مومن ہو کر ظالموں میں مرجائے تو</p>	<p>۳۹۵ لیسوا منی ولست منہم</p>
<p>۳۷۷ ایمانیات میں خفا کا فلسفہ</p>	<p>۳۵۵ شہادت ہے اپنے خواب چاکر نے کی کوشش کرو</p>	<p>۱۸۹'۱۰۶'۶۷ ما من داع الا لہ دواع من حسن اسلام المرء</p>
<p>۳۶۶ ظیفہ کے معنی اور تعریف</p>	<p>۳۷۲ ۳۰۰ ایک صحابی کا مکان، جو اگر در پھر رکنا ایک نبی کے اسلام لانے کا واقعہ</p>	<p>۵۳۰'۲۶۸ تو کہ ما لا یعنیہ من تشابہ بقوم فهو</p>
<p>۳۳۳ ظیفہ جو ہوتا ہے وہ آسمان سے ہوتا ہے</p>	<p>۵۴۰ کوئی انسان جس شیطان سے غالی نہیں</p>	<p>۶۷۰ منہم من لم یعرف امام زمانہ</p>
<p>رسالت کی جی خلافت حاصل کرنے والے وہی ہوتے ہیں جو سابق</p>	<p>خ</p>	<p>فقدمات مینتہ الجاهلیۃ</p>

۵۰۷	اس کی دونوں آنکھیں صیب دار ہیں	۱۷۰	خلین سے تعلق	۶۳	پانچویں ہوتے ہیں
۳۵۱	گھاسے کہ زمین کے سوا اس کا دخل ہر جگہ ہو گا	۶۵۳	خواب نیز دیکھے "رؤیا اور تعبیر الرؤیا کے عنوانیت	۲۳۳'۳۸۲'۳۶۵'۳۷۱	دعا خلافت
۳۳۰	اسے رتی بھر اختیار نہ ہو گا صرف کر اور جلد ہی ہو گا (حدیث)	۳۷	خواب کی تین اقسام اپنے خواب کو بھی سچا کرنے کی کوشش کرو (حدیث)	۳۸۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد موسوی خلفہ کی طرح سلسلہ خلافت خاتم الخلفاء نے پہلے ہزار کے آخر میں پیدا ہوا تھا
۲۰۹	اگر سچا وہاں کو نہ مارے گا تب بھی وہ گل گل کر مر جائے گا	۳۷	ہر شخص کی خواب کی تعبیر اس کی حیثیت اور حالت کے مطابق ہوتی ہے	۳۳۲	محمدی سلسلہ کا خاتم الخلفاء سچ کے رنگ پر ہو گا
۳۵۱'۳۵۰	دجال سے عزا یہ نہایت کامیاب ہے	۳۱	خوارج	۲۶۵'۱۹۳	چودھویں صدی میں ایک خاتم الخلفاء کی ضرورت
	دعا	۳۲۲	حضرت علی کو گالیاں دیتے ہیں	۳۶۷	خلق (پیدائش)
	یا جوج یا جوج اور مہملی اقوام کی دعا کی حقیقت پر نظر نہیں	۳۳۰	خودکشی	۳۳	عالم کتب ایک قسم کا عقلی خلق
۱۵۰	دعا کے بارہ میں سید امیر خلیف مذہب		ضعیف الکبریٰ اور پست ہستی کی علامت ہے	۶۶	عقل اور عقل
۲۴۳	دعا کی دعائیں بے ثمر ہیں	۲۵۳	مذہب کی موت اور کمزوری کی دلیل		خلق / اخلاق
۶۸	بہم ہامور کی دعا	۳۹	ایک سو سن بھی خودکشی نہیں کر سکتا	۶۸'۸۷	عقل کی تعریف
	دعا کی حقیقت اور اہمیت	۲۲۰	خیر القرون	۲۳۷	عقل عظیم کیا ہو آج
	ربوبیت اور عبودیت کا ایک کامل رشتہ		خدا تعالیٰ کی نظام ہے کہ پھر خیر القرون کا زمانہ آجائے		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اخلاق عالیہ
۱۵۰	اگر دعائے ہوئی تو اہل اللہ مر جائے	۶۷	د		نبی تخلقوا باخلاق اللہ
۱۸۸'۱۸۸	دعائے کرنا سہ اولیٰ ہے		دابۃ الارض		تعمیر کا نظام
	اگر قبولیت دعائے ہوئی تو اللہ تعالیٰ کی استی پرست سے گھوک پیدا ہو سکتے تھے		ایک معنی طامون کے جراثیم		اخلاقی مجرہ کا مقابلہ دوسرے مجرہات میں کر سکتے
۱۵۱'۳۷۷	دعا وہ ہوتی ہے جو خدا کے پیارے کرتے ہیں	۳۵۵'۳۸۸'۳۳۱	اس زمانہ کے علماء		سب سے پہلا مجرہ یہ ہے کہ انسان پاک دل ہو
۶۸۲	اس وقت قبول ہوتی ہے جب دل میں درد اور رقت ہو اور مصائب اور فتنہ الہی دور ہو	۳۵۳'۳۱۱'۳۰	یہ مسلمان دابۃ الارض ہیں اس لئے اس کے مخالف ہیں جو آسمان سے آئے		اخلاق اہلہ اور اخلاق عالیہ اپیلے کی تعظیم
۱۸۳'۱۸۳	دعاؤں کا جواب ضرور ملتا ہے بشرطیکہ سچی نیت اور مضامین قلب کے ساتھ اللہ پر ایمان لانا ہو	۳۳	دارالنعیم		سچے اخلاق اور اخلاقی برائت کا تقاضا بے تعلق ہونے سے اخلاق کے سارے شعبے کھل نہیں ہوتے
۱۳۸	پوری سوزش اور گدازش کے ساتھ جب دعا کی جائے حتیٰ کہ روح گداز ہو کر آستان الہی پر گر جائے اس کا نام دعا ہے	۵۵۹	دجال		عالمین سے سلوک کی حدود
۳۰	دعا اور انتظار	۳۷۱	قرآن مجید میں فقہ دجال کا ذکر		انجیل کی رو سے سچ کے ناقص اخلاق
۷۰۷	انتظار میں ہی دعاؤں کے موجب	۳۸۲	قرآن میں اس کا ذکر شانین کے الفاظ میں ہے		خناس
		۳۲	آخر قرآن شریف میں ذکر خدا کی اور نبوت کا دعویٰ کرے گا		

۶۵	اللہ کے اختیار میں ہے دلیل اور دلیل لی	۶۵	قول نہیں ہوئی	۳۷	غیب خواص اور اثر ظاہر ہوتے ہیں
۶۶	دلیل الٰہی اور دلیل لی	۶۶	ظالم قاسم کی دعا قبول نہیں ہوا کرتی	۳۸	قتل اور دعا کا تعلق
۶۷	دلیل الٰہی اور دلیل لی	۶۷	مذبح میں تاخیر اور توقف کی وجہ	۳۹	ابراج صفت اور دعا سے اہل کا مقام
۶۸	دلیل الٰہی اور دلیل لی	۶۸	دشمن کے لئے دعا کا نیت نبوی ہے	۴۰	مائل ہونا ہے
۶۹	عالم اسباب	۶۹	دعا میں زندوں کا توکل جائز ہے	۴۱	دعا سے ہی انسان ہی پر غالب آجاتا
۷۰	دنیا دار العجب ہے	۷۰	دعا میں صیغہ واحد کی بجائے صیغہ جمع	۴۲	آجہ و گھبراہٹوں سے بچنے کے لئے دعا
۷۱	بے بائی	۷۱	استعمال کرنے میں کوئی حرج نہیں ہے	۴۳	ضروری ہے
۷۲	تذکرہ دنیا اور گوشہ نشینی	۷۲	نماز اور دعا	۴۴	ہر دو ادا کے دعا سے شفا
۷۳	دور رخ نیز دیکھئے عنوان "جنم"	۷۳	نماز کا ملزوم دعا ہے	۴۵	آواہب دعا
۷۴	جنت و دوزخ کی حقیقت	۷۴	خدا تعالیٰ سے دعا مانگنے کا بہترین ذریعہ	۴۶	دعا کی حقیقت اور اس کے آداب
۷۵	خدا تعالیٰ سے انسان سب بدائی لے کر جاتا ہے تو اس کے مصلحت دوزخ ہوتے ہیں	۷۵	نماز ہے	۴۷	دعا کے لئے قرآنی
۷۶	خدا سے بے نصیب جانا بھی بڑا بھاری دوزخ ہے	۷۶	نماز میں اپنی زبان میں دعا کرنا	۴۸	قبولیت دعا کی شرط
۷۷	دہریت ہے	۷۷	صبح موعود اور دعا	۴۹	قبولیت دعا کا ایک راز
۷۸	کھرد کے مسئلہ سے اجتناب اور دہریت بڑا ہوتی ہے	۷۸	بچے استحباب دعا کا نشان دہا گیا ہے	۵۰	قبولیت دعا کے حقائق ایک کتب
۷۹	دین کی مصلحت	۷۹	مسلم کی حدیث میں ہے کہ اس زمانہ میں آخر دعاؤں کے ساتھ مقابلہ ہو گا	۵۱	صوتی دعا نہیں کرنا جب تک وقت کو ضائع نہ کرے
۸۰	آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کی عرض پھیل دین بھی ختمی اعداد دین کا زمانہ صبح موعود کا زمانہ قرار دیا گیا ہے	۸۰	تیکرام کے قتل میں قبولیت دعا کا ثبوت	۵۲	قبول ہونے والی دعا کی علامات
۸۱	دین میں کوئی زبردستی نہیں ہے	۸۱	دعا کے نتیجہ میں شہرہ اس کی نصف تہ کی مصلحت	۵۳	قبولیت دعا کے لئے ہر شرط ہے
۸۲	سحوت مند کا فرض ہے کہ وہ طلب دین میں لگا رہے	۸۲	خاص دعائیں	۵۴	"طلبکار اپنے مورد قبول"
۸۳	دین کو برہان میں دینا ہی مقدم کرنا چاہئے	۸۳	ام الایمانیۃ - اھدنا	۵۵	ایراہم علیہ السلام کی دعا کا مورد
۸۴	خدمت دین کے لئے درویشی کا وقت اور توکل ضروری ہیں	۸۴	الصرراط المستقیم ہے	۵۶	دراز ہند آحضرت کی پشت سے پورا ہوتا
۸۵	جو دولت کی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے اسے دین میں کب راول مکتی ہے	۸۵	آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے	۵۷	حضرت یعقوب نے حضرت یوسف کے لئے چالیس سال دعا میں کیں
		۸۶	دینا ظلمنا انفسنا - نماز میں لذت و ذوق حاصل کرنے کی دعا	۵۸	دعا کرنا - دعا کا اثر ہے
		۸۷	دعا	۵۹	دعا کرنے والا بھی تک کبھی س نہ
		۸۸	رضان کے لئے ایک مخصوص دعا	۶۰	ہو
		۸۹	ازدیا ظلم کی دعا	۶۱	بے صبری اور بد خلقی سے دعا رو
		۹۰	الہامی دعا رب کل شیئ	۶۲	مکتی ہے
		۹۱	خدا تک رب فاحفظنی	۶۳	خدا تعالیٰ کے ساتھ شرط پابندی مصلحتی اور ندادائی ہے
		۹۲	وانصرنی وارحمنی	۶۴	جو امن کے زمانہ کو پیش سے برسر کرنا ہے اس کی سمیت کے وقت کی دعائیں قبول نہیں ہوتیں
		۹۳		۶۵	جو مخلوق کا حق دیتا ہے اس کی دعا

دل

	آرہوں کا روح کے حلقہ عقیدہ اور اس کا روح	روز
حضرت سید عبدالقادر جیلانی کا لفظ تعالیٰ کو اپنے والد کی شکل میں دیکھنا	۳۳	رافضی نیز دیکھئے عنوان شیعہ
حضرت امین جان کا ایک روڈیا	۳۳	خاندانی کے آگے رافضی نہیں گھبرا
حضرت مولوی عبدالکریم کی ایک روڈیا	۳۳	جیسائیوں کی طرح امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خون کو اپنی نجات کا ذریعہ سمجھتے ہیں
خواجہ کمال الدین کی ایک خواب	۵۳	۶۷
لاہور سے ایک شخص کو روڈیا میں حضرت اقدس کی صداقت بتائی گئی	۵۳	۷۹
سچ موعود علیہ السلام کے چاہنے والے کے حلقہ ایک شخص کی روڈیا	۵۳	روز کی فریبت
ایضاً فریبت بند کی ایک خواب اور اس کی تعبیر	۳۳	روزہ رکھنا مست اہل بیت ہے
ایک طالب حق بند کی روڈیا	۳۳	صلو آذکار کی عکس کرتی ہے اور صوم جلی قلب کرتا ہے
ایک بندہ کا خواب اور اس کی تعبیر	۳۳	روزہ میں خدا کے واسطے عکس کو پاک رکھنا ضروری ہے
تقران میں طاہران نہ پڑنے کے حلقہ لوگوں کی روڈیا جمع کرنے کا ارشاد	۳۳	۲۵۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روڈیا (تفصیل دیکھئے زیر عنوان "سلام امہ")	۳۳	روزہ رکھنا ضروری ہے (مطلیٰ) روزوں کو عقلی طور پر رکھنا چاہئے بعض دفعہ اظہار میں سلب رحمت کا اثر پڑتا ہے
تقران میں طاہران نہ پڑنے کے حلقہ لوگوں کی روڈیا جمع کرنے کا ارشاد	۳۳	۲۵۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روڈیا (تفصیل دیکھئے زیر عنوان "سلام امہ")	۳۳	۲۵۲
تقران میں طاہران نہ پڑنے کے حلقہ لوگوں کی روڈیا جمع کرنے کا ارشاد	۳۳	۲۵۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روڈیا (تفصیل دیکھئے زیر عنوان "سلام امہ")	۳۳	۲۵۲
تقران میں طاہران نہ پڑنے کے حلقہ لوگوں کی روڈیا جمع کرنے کا ارشاد	۳۳	۲۵۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روڈیا (تفصیل دیکھئے زیر عنوان "سلام امہ")	۳۳	۲۵۲
تقران میں طاہران نہ پڑنے کے حلقہ لوگوں کی روڈیا جمع کرنے کا ارشاد	۳۳	۲۵۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روڈیا (تفصیل دیکھئے زیر عنوان "سلام امہ")	۳۳	۲۵۲
تقران میں طاہران نہ پڑنے کے حلقہ لوگوں کی روڈیا جمع کرنے کا ارشاد	۳۳	۲۵۲
حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی روڈیا (تفصیل دیکھئے زیر عنوان "سلام امہ")	۳۳	۲۵۲
تقران میں طاہران نہ پڑنے کے حلقہ لوگوں کی روڈیا جمع کرنے کا ارشاد	۳۳	۲۵۲

۲۷۲'۲۲۵'۲۲۸	صلوات	۵۲	منا اهل البيت لربنا
۳۸۱	صلوات اور دعوت میں فرق	۵۸۵	حضرت اقدس کے تین روڈ
۸	اصناف صلوات اور دعا سے ابدال کا مقام حاصل ہوتا ہے	۳۸	روڈ میں اللہ تعالیٰ کا تمسک دیکھنا
۳۸۲	نئی دو ہی باتیں لے کر آتے ہیں کتب اور صلوات	۳۳۳	ایک روڈ میں دیکھنا کہ فرشتوں نے صدا بھائیوں کو ذبح کیا ہے
۳۹	اصناف صلوات کی حقیقت	۳۹	حضرت اقدس کا ہاتھی والی روڈ کا ستا
۶۸	دعوت کے لئے دعا کرنا سنت نبوی ہے	۶۵۲	سرہنی کے چٹھوں والی روڈ
۳۰	سیوگ تک اور جہانمی کارخانوں کا	۶۶	نہیں صل غلی کی ایک روڈ
۲۱۰	سیاست	☆ ☆ ☆	
۱۸	سیاست اور ملک داری کے اصولوں کی بنیاد	۳	اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے مذہب کو
۲۱	سیاست اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۱۷۳	ساتھ بنا دیا ہے
۲۳۷	نوجوان بادشاہ کی نسبت بڑا مہادشاہ رعایا کے لئے زیادہ مفید ہوتا ہے	۱۷۳	ساتھ بنا دیا ہے
۶۲۰	شہادت	۶	آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۳۰۰	شہادت کا اجر
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۳۰۰	سزا نیز دیکھئے عنوان "جزا اور سزا"
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۱۶	جزا اور سزا کی حقیقت
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۱۸	دیبا اور آخرت کی سزاؤں میں فرق
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		سکھ مذہب
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		سکھ گوردھانک کی باتوں کو چھوڑ کر
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		گوردھانک کی باتوں کو چھوڑنے
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۲۰۷	ہیں
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۲۹	سکھ دور کا نام لوگوں پر اثر
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۱۲۵	سکھوں کے دور میں شائستگی بالکل جاتی رہی تھی
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		سنا تن دھرم
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۳۶۱	خدا شناسی کا معیار
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۲۳۵	بد مذہب اسی کی شاخ ہے
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		سنت
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		وہ اسوہ حسنہ ہے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وحی کے موافق قائم کر کے دکھایا جو آپ پر نازل ہوئی
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں	۵۲۶'۳۷۸	
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		سنت اقبال اور حدیث کا مقام
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		سنت اہل البیت لربنا
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		حضرت اقدس کے تین روڈ
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		روڈ میں اللہ تعالیٰ کا تمسک دیکھنا
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		ایک روڈ میں دیکھنا کہ فرشتوں نے صدا بھائیوں کو ذبح کیا ہے
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		حضرت اقدس کا ہاتھی والی روڈ کا ستا
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		سرہنی کے چٹھوں والی روڈ
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		نہیں صل غلی کی ایک روڈ
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		☆ ☆ ☆
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		رہبانیت
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		اسلام میں رہبانیت پسندہ نہیں
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		ہر روزی کو دور کر دیتی ہے اسی لئے
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		اسلام میں اسے نہیں رکھا گیا
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		رباع
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		رباع
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		ایک عجیب نعت
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زبان
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		ہر سوسائی کے معنی الفاظ اور
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		مطلقات الگ الگ ہیں
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زکوٰۃ
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		جو زبور استعمل میں آتا ہے اس پر
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زکوٰۃ نہیں
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زنا
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		وہ الزنا شرارت سے ہم نہیں آیا
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		کرتے
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زکوٰۃ کی سزا لگا کر دی جائے گی سخت
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زنجبیل
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زنجبیل شہد کی حقیقت
۶۲۰	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		زندہ سمیت
۸	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		گر حفظ مراتب مذہبی زندگی
۲۳۷	شہادت اور رحمت ہائیم روشہ رکھتی ہیں		س-ش

شریعت

۳۲۶ شائع کی کتاب ہوئی ہے
 ۳۰ پہلی شریعتوں کو منسوخ کرنے کی وجہ
 شریعت حق سے کام لینا بھی ایک
 حکمت عملی کو چاہتا ہے
 ۱۷۵ شریعت کا دار نری پر ہے سختی پر نہیں
 ۳۱۱ باطنی شریعت یا نور قلب
 ۳۲۹۳۶۶ باطنی شریعت بجائے خود توحید چاہتی
 ہے

شفاعت

۷۹۱ ہاں ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے
 ۱۷۰۳۳۳ شفاعت کی حقیقت
 ۱۷۰ شفیق کے لئے دو لازمی صفات
 ۱۵۹ شفاعت کے لئے ضروری شرائط
 ۷۰۲ شفاعت اور کفارہ میں فرق
 ہے اور کمال شفیق آنحضرت صلی اللہ
 علیہ وسلم ہیں

شق القمر

۱۶۰ عہد اللہ بن عباس کا دروب ہے کہ یہ
 ایک قسم کا سورج تھا
 شکر

اللہ تعالیٰ کے انعامات اور عنایات پر
 شکر اور تحریح نعت

۳۸۶ ۳۹۰ ۳۹۳ ۳۹۳

شہادت

۳۹۵ اس کا چھپانا گناہ ہے
 سو سن کی طاہروں سے موت شہادت
 ہوتی ہے

شیطان

۱۶۰ بدی کا محرک
 اس کو لغزش علم کی وجہ سے نہیں بلکہ
 نادانی کی وجہ سے آئی
 ۲۲۳ قرآن کی رو سے ہر راستہ باز
 ۳۲۲ مس شیطان سے پاک ہے

شیطان اور آدم کی آخری جنگ

۸۲ ۱۳۳ ۱۷۰ ۲۲۷

شیعہ

قرآن پر ائمہ کے اقوال کو مقدم
 کرتے ہیں
 ۲۲۴ صحابہ پر سب و شتم
 ۲۳۵ صحابہ کا مقام اور شیعوں پر بھت
 ۳۳۱ ۳۳۲ حسین پرست ہو گئے ہیں
 ۳۳۰ اہل شیعہ کا اعتقاد کہ ولد الزنا کی توبہ
 قبول نہیں ہوتی
 ۳۸۶

ص

صبر

۲۹۷ صبر کا مقام
 ۵۳۳ صبر بھی ایک عبادت ہے
 ۱۷۶ سامور من اللہ صبر سے کام لیتا ہے
 قبولیت دعا کے لئے صبر شرط ہے
 ۱۵۱ ۱۶۸ ۲۹۹ ۵۵۲

بڑی بڑی آفتوں اور مصیبتوں کے غم
 کو پاس نہیں آئے دنیا
 صحابہ رضی اللہ عنہم

۳۶۱ فضائل اور مناقب
 ۶۵۳ صحابہ کرام فرشتے تھے
 ۶۳۶ ایک صحابی کا بے نظیر ایمان
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے

۳۷۷ عشق

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 برکت سے ریح حجاب
 ۶۲۲ رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے ذریعہ
 ۳۹۹ زندگی کا عطاء ہونا
 صحابہ پر علاوہ معجزات کے آنحضرت
 صلی اللہ علیہ وسلم کے اطلاق سوڑ
 ہوئے

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 (روحانی) سلب امراض کا مجوزہ
 ۳۳۱ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی

تعلیم پر اہمیت اور سوڑ نصیحت نے ان

۶ کو آملی بنا دیا
 پاکہاڑی خدا پرستی اور اخلاص میں
 ۶۰ بے نظیر قوم
 ۲۲۲ یقین اور معرفت سے معمور
 ۳۳۴ انہوں نے نشانات نہیں مانگے
 ۵۸۱ یکینت کا نزول
 ۱۳۲ دین کو دنیا پر مقدم رکھتے تھے
 تمام دنیوی رشتے توڑ کر آپ کے لئے
 ۱۰۳ ۲۵۷ ۳۲۰ نذر ہوئے
 ۳۱۰ مثال اطاعت
 ۱۸۰ ۳۸۱ وقار اور جان نثار رفتی
 اخلاص اور جان و مال و آدمی
 ۳۳۳ ۳۸۰ ۵۸۲ بے نظیر قربانی
 ۷۱ کئی زندگی میں صحابہ پر کفار کے مظالم
 ۵۱۶ ۸۸ مشکلات پر صبر
 ۶۹ وفات کے وقت جذبہ جلال
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم جس
 صحابی کے متعلق رحمہ اللہ علیہ
 فرماتے وہ شہید ہو جاتا
 ۳۸۱ اشاعت اسلام کے متعلق صحابہ کا علم
 ۳۳۰ جہاں بانی میں کمال
 ۸۶ صحابہ حضرت مسیح کی اس شان کے
 قائل نہیں تھے جو مسلمانوں نے ان
 کی بنا رکھی ہے
 ۳۹۳ بعض صحابہ کا طاعون سے وفات پانا
 ۳۳۹ پاک و صاف کپڑے پہنتے تھے
 ۵۰۲ حواریان مسیح پر نصیحت
 ۱۱۳ ۲۳۵ ۲۸۰ ۳۳۱ اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
 سلم کا حضور ہر روزی رنگ میں ہوا ہے
 اور ایک جماعت صحابہ کی پھر قائم
 ہوئی ہے
 ۶۷ ۱۳۵ ۲۹۱ صحابہ کی طرح دنیا چھوڑنے کی تحقیر
 ۳۰۸

صحبیت

صحبیت کا اثر اور اہمیت
 ۵ زہری صحبت کا اثر ہونا ہے
 ۵۵۳ صادقوں کی صحبت کی برکت
 ۱۳۲ سامور کی صحبت سے ہی انسان شریعت

۵۷۷	طرح طامون اپنے کام کر چکی ہے	۳۵۵۶	ہے	۱۷۶۲۳۳	کے حقائق و معارف پر اطلاع پانا ہے
۳۳۰۳۰۸	انقلابت		بدکھریوں، نفس و لہو اور میرے اکثر		معرفت کے حصول کے لئے خدا نما
	طامون کی عظیم الشان جنگوں کے	۱۸۶۱۳۶۱	اور استبراد کا نتیجہ ہے	۲۲	انسان کی صحبت میں رہنا ضروری ہے
	نتیجہ میں دس ہزار افراد داخل سلسلہ	۳۱	طامون کا کثیر الجمعی واپہ الارض ہے		ابھرنے لگے تکیوں کو دور کرنے کے
۳۶۹۳۲۳	ہوئے		طامون زور مقام سے لگانا اور وہاں پر		لئے ایک مدت تک مسجح موجودگی
	<u>علاج</u>	۲۰۳۱۷۳	جاننا کہ ہے	۱۵	صحبت کی ضرورت
۵۲۰	ابتدائی مرحلے پر ایک مفید علاج	۶۷۸۳۲۲	طامون کے دور کی بھلا		صلوات کی صحبت میں تیار ہونے والا
۲۸۵	طامون کا نیک اور اسباب پرستی	۳۰۶	انبیاء کو طامون ہرگز نہیں ہوا	۵	انسانی وجود
	حقی علاج		بعض صحابہ بھی اس سے مرے اور وہ		<u>صدق</u>
۶۵۰	جو خدا کے ساتھ سیدھا اور راست ہو	۳۶۹۳۰۶	شہید ہوئے	۵	صلوات سے مراد
	کا طامون کی کیا عمل کہ اس کے پاس	۳۰۷۱۷۷	موسیٰ علیہ السلام کے فکر میں طامون		اس کے بغیر عمل صلوٰۃ کی تکمیل نہیں
۳۰۶	آئے		پہنچی تھی	۲۳۰	ہوتی
۳۳۱۱۸۳۱۸۲	صحیح علاج استنفاہ اور دعا ہے	۱۳۸	من و سلوٰتی طامون کا مقدر تھا		<u>صدقیت</u>
	<u>متفرق</u>		<u>مسجح موجود علیہ السلام کی جنگوں کی</u>		مدنی نفلت حاصل کرنی چاہئے
			<u>کے مطابق و پنجاب میں طامون کا</u>	۷۳۲	صراط مستقیم
			<u>نشان</u>	۷۰۳۶۸۰	افراد و تقریباً چھوڑ کر استعمال کی راہ
۶۵۱	اللہ تعالیٰ کے اظہار سے مراد		مسجح موجود کے وقت طامون پہننے کے		<u>صفائی</u>
	طامون کے حلقہٴ اجماع حمایت اسلام		حلقہٴ سادے نبی جنگوں کی کرتے		قرآن شریف کے عم کے مطابق
	کے ایک اشتہار کا حضور کی طرف سے		آئے ہیں	۵۰۲	پاک و صاف رہنا ضروری ہے
	جواب لکھا جاتا	۳۱۳۳۹۷۱۳۵۳۳۳۱۸۶	قرآن مجید میں طامون کی جنگوں کی	۵۰۲	صحابہ پاک و صاف پڑے پہننے تھے
۲۰۳	پہلے ہندوؤں میں آئی ہے	۲۶	پاکیں برس قبل ہر اہل ایمان یہ میں		<u>صلیب</u>
۳۳۲	☆☆☆	۳۰۶۳۳۸	طامون کی اطلاع		قرآن نے واقعہ صلیب کی نہیں بلکہ
	<u>طب</u>		پنجاب کی ایک ہزار سالہ تاریخ میں	۲۵۰	تکمیل صلیب کی لگی کی ہے
۶۶۰	ایک علمی طم ہے	۵۷۳	ایسی طامون کی نظیر نہیں ملتی	۲۷۶	صلیب کے ظہور کا وقت
	کوئی علاج حقی نہیں ہو تا سوائے خدا		سبکی اور کراچی کی نسبت پنجاب میں	۷۶	وقت آیا ہے کہ یہ طم ٹوٹ جائے
۵۳۹	تعالیٰ کے علاج کے	۳۰۳۳۲۳	طامون کا زور اور اس کی وجہ	۳۶۳	کار صلیب مسجح موجود کا نام ہی ہے
	کوئی لٹو حکمی نہیں (مرزا نظام	۵۳۲۵۳۱۴۳۱۸۳	قرآنی کا نشان	۳۶۷۱۶۹	کر صلیب کی حقیقت
۲۲۲	مرتنقی)	۶۶	خونک چہ کاروں		<u>ط</u>
	طیبیہ اور قلاسٹرکہ اشیاء بیان نہیں		خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک تنبیہ		<u>طامون</u>
۳۳۶	کر سکتے	۱۵۶	ہے		بڑا خطرناک عذاب ہے
	ڈاکٹروں کا اپنے علاج و اسباب پر		کاروں کو طامون سے محفوظ رکھنے کا	۳۷۷۳۰۵	سیف الہلاک
۳۲۳	ضرورت سے زیادہ اکتفا	۲۶۹	نشان		انعام
۳۰۶	علاج اور توکل متبادل نہیں	۲۸۶	ادارے مراد		اہل حق پر ظمن کرنے سے پیدا ہوتی
۳۰۸	ہم دواؤں کی تاثرات کے منکر نہیں		جانفین طامون کا باعث آپ کی	۳۳۱	
	شد اور ملک کا ذکر خود اللہ تعالیٰ کرنا		شامت اعمال کو قرار دیتے تھے	۵۴۹۳۱۵	
۳۲۱	ہے		اہل حق ہی صحت معلوم ہونگی ہے اس		
	حضرت مسجح موجود علیہ السلام کا ملک	۳۲۳			
۲۸۶	استعمال فرماتا				

		اصول
۸۱ ۳۷۷'۸۵	دلغ میں اختلال اور دل میں تشنج کی صورت میں کیڑو اور بید مٹک کا استعمال	نفلد کی افزائش میں روح باہر سے نہیں آتی
۳۰۲	۲۲۰ اگر صرع کے مریض کو کچھ 'کونین' فولادیں اور لوزر دلغ میں رسولی نہ ہو تو وہ اچھا ہو جاتا ہے	۷۰۶ جس قدر رتہ ہوتا ہوتا ہے تمیں جتنیں برس تک ہو تے
۶۷۳	۵۲۷ کیڑو اور گاڑہن اضطراب کا علاج مستقل سردی کے لئے ڈیوں کا شورہ ۵۵۳ سردی اور وحی کا علاج ۵۷۵ آگہ دیکھنے کا علاج زنگ ۲۵۷	۳۲۷ چالیس سال بعد حرارت غریزی کم ہوتی شروع ہوتی ہے اور خون کم پیدا ہو تے
	۱۰۱	۵۳۲'۳۲۷ درازی عمر کا لٹو
	۱۰۱	۳۲۱
	۵۸۳'۵۷۳	۶۰۸
۱۸	۳۲۱	۸۲
۲۲۳	۳۲۳	۷۰۵
۳۶۶	۵۷۵	۳۳۳
۶۸	۵۲۰	۳۶۵
۲۲۹	۵۷۵	۶۲۰
۵۵۲	۳۲۱'۲۲۰	۳۰۳
۳۷۸	۳۸	۶۲۱
۵۳	۵۷۵	۶۶۰
۳۶۷'۳۷۷	۵۷۵	۵۸۹
۶۸۸	۳۲۱'۲۲۸	۶۷۱
۵۵۳	۱۵	
۱۵۶	۶۰۸	

اصول

نفلد کی افزائش میں روح باہر سے نہیں آتی

جس قدر رتہ ہوتا ہوتا ہے تمیں جتنیں برس تک ہو تے

چالیس سال بعد حرارت غریزی کم ہوتی شروع ہوتی ہے اور خون کم پیدا ہو تے

درازی عمر کا لٹو

امراض

مرض کی دو اقسام غلبہ اور مستوی

امراض کا بحرین

اگر مقدم المراس پر چوٹ لگ جائے تو انسان بچون ہو جاتا ہے

بچک کا مادہ تو شیر مار کے ساتھ آتا ہے

سرسطالی مصل

ایک دس (ایک پتاری)

المطاعون ہوا الموت

قارور کے ساتھ سے جب کامل معلوم کرنا

گردوں اور مٹتہ میں سرخ سیاہ اور سبز پتھر بنا

طاعون کے لئے سرسام اور طشی لازمی علامات ہیں

استرے کے استعمال سے آٹھک وغیرہ

امراض کا پید ہونا

علاج

علاج کی مختلف صورتیں

دوں دوا کے دماغے شفا لائی

سب امراض کا علم

حکیم اور ذاکر کو توجہ سے سب امراض کے نم میں مہارت حاصل کرنی چاہئے

آزمودہ علاج

تواصل طعاص درست نہیں

شکلاہ بخل جتنے

طلاق

طلاق کے متعلق انجیل کی تعلیم جہل عمل نہیں

طوقان نوح

کل زمین کی آبادی پر نہیں آجاتا

ع-غ

عبادت

حق تعالیٰ میں سب سے زیادتی

عبادت کے دو حصے

روح اور جسم دونوں کی شمولیت ضروری ہے

کسی ذاتی فرض پر عمل نہ ہو جس نے نبی کی طاعت کی اس نے اللہ کی عبادت کا حق ادا کر دیا

تکلیف نفس بھی ایک عبادت ہے

معاشر اگر تکلیف جہنمی سے حاصل کی جائے تو عبادت ہی ہے

عبادت مطلق اور عبادت ہوائی

عبادت میں لذت و راحت

عبادت میں تکلیف برداشت کرنے کا مطلب

عارف کی عبادت کا ثواب

عبرانی

عبرانی اور عربی ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں

سچ اور اس کی مہ کی زبان عبرانی تھی

یہ سائنس کو عملی سے بغض ہے اس لئے وہ عبرانی میں بھی پوری مہارت حاصل نہ کر سکے

عبودیت

عبودیت اور انوبیت کی مثال

دلغ میں اختلال اور دل میں تشنج کی صورت میں کیڑو اور بید مٹک کا

استعمال

اگر صرع کے مریض کو کچھ 'کونین' فولادیں اور لوزر دلغ میں رسولی نہ ہو تو وہ اچھا ہو جاتا ہے

کیڑو اور گاڑہن اضطراب کا علاج مستقل سردی کے لئے ڈیوں کا شورہ

سردی اور وحی کا علاج

آگہ دیکھنے کا علاج زنگ

اکسحہ کا علاج نکرے کی بچلی کھانا بھی

کارا ہار ابونی دانست درد کا علاج

گلے سے پھلی کا لٹا لٹانے کا لٹو

نشد چھڑانے کی تھیر

طاعون کا مفید اور بحرب علاج

تیز جلاب کے عمدہ دیکھ

جو تک گوانا

خواص مفردات

کیڑو

کھڑکے ساتھ کل مرچ اس لئے دیکھتے ہیں کھڑو نہ اڑے

تربہ کے اثرات

نرنگی

تکلیفیں

الیون کی معززت

پدام کا زہر

سکھیا

کھراہک

بیگیٹیا سارنگ

مرنام عینی اور جودار

حفظان صحت

معزز صحت چیزیں معزز اہلان ہیں

گھروں اور کپڑوں کی صفائی

دہائی ایام میں کروں سے نمی اور تار کی دور کرنے کی ہدایت

۷۱	عرب ممالک میں بھوانے کا داروہ	۳۳۳	چودہ کے عدد کو روحانی تفسیر سے مناسبت ہے
۷۲	عربی اور عبرانی ایک ہی درخت کی شاخیں ہیں	۳۱۰	اللہ تعالیٰ خود عدل ہے اور عدل کو دوست رکھتا ہے
۷۳	عربی زبان کا ترجمہ کرنا آسان کام نہیں ہے	۱۱۲	عذاب کی حقیقت
۷۴	عربوں کو عربی سے بغض ہے	۲۰	راحت کی نفی کا نام ہے
۷۵	ہندوستان کے مسلمان بادشاہوں نے عربی کی ترویج نہ کر کے عیسیت کا ارتکاب کیا	۱۹	عذاب جنم کی حقیقت
۷۶	اللہ کے معنی قویۃ قہر سے نکلا ہے جس کے معنی قہج ہونے اور اکٹھے ہونے کرکمانے کے ہیں	۲۰	باہر سے نہیں آتا بلکہ خود انسان کے اندر سے نکلتا ہے
۷۷	لکن استدراک کے لئے آتا ہے	۶۵۱/۲۲۱	عذاب کی اقسام
۷۸	داروہ بنش الفقیر علی باب الامیہ	۳۰۵	طاہران بڑا خطرناک عذاب ہے
۷۹	عرش	۲۶۰	مصلابہ پر فوراً نازل نہیں ہوا کرتا
۸۰	دل کا عرش الہی ہوتا ہے	۳۷۸	نزدوں کی وجہ
۸۱	عرقان	۱۸	بچوں کے زمانہ میں عذاب
۸۲	انہما و عارفا نہ حالت کے انتہائی مقام پر ہوتے ہیں	۱۸۶	ماور سن اللہ کی کھڑکی اور ایذا رسائی پر عذاب کیوں آتا ہے
۸۳	ایمان عرقان میں کیسے تبدیل ہوتا ہے	۸۹	محض کھڑکی سے اللہ تعالیٰ دنیا میں سزا نہیں دیتا
۸۴	عشاء ربانی	۲۰۰	انہ - اکثر فریض میں پکڑے جاتے ہیں
۸۵	شراب کے بغیر کمال نہیں ہوتی	۶۵۰	کسی عذاب میں نیکیوں کا مہرا
۸۶	عصمت انبیاء	۱۵۶	عذاب الہی سے بچنے کا طریق
۸۷	عقو		عرب
۸۸	ظن کے لئے ضروری شرط	۶	فعل از اسلام اخلاقی حالات
۸۹	بر عمل ظن	۳۶	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے وقت عرب کی اخلاقی اور روحانی حالت
۹۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ظن	۳۸۷	عربوں میں شعراء و شعراء کی اہمیت
۹۱	کرم		ایک ہزار سے آگے گنتی نہ ہونے کی وجہ
۹۲	مقتل	۳۴	تینس برسوں میں قرآن کریم کی تعلیمات نے ان کی گایا پلٹ دی
۹۳	روح کی صفائی سے پیدا ہوتی ہے		اللہ امصر کے امتزاج کا جواب
۹۴	نور نبوت کے بغیر دماغی عقول میں تاریکی		
۹۵	مصلح کی حیثیت		
۹۶	شناخت حق میں مصلح سلیم کا دخل		
۹۷	بن باپ بیدائش میں امتزاج مصلحی نہیں ہے		
۹۸	علم		
۹۹	جہاز اور ناچار علمو		
۱۰۰	حقیقہ		
۱۰۱	بچے کی پیدائش پر حقیقہ کی دعوت		
۱۰۲	علم		
۱۰۳	نور ہے اس لئے حجاب نہیں ہو سکتا		
۱۰۴	روح کی صفت ہے نہ کہ جسم کی		
۱۰۵	ساری سعادتیں علم صحیح کی تحصیل میں ہیں		
۱۰۶	کوئی علم بدوں تقویٰ کے کام نہیں دیتا		
۱۰۷	اور تقویٰ بدوں علم کے نہیں ہو سکتا		
۱۰۸	وہ علوم جو انجام لے کر آتے ہیں وہ مرے کے بعد بھی قائم رہتے ہیں		
۱۰۹	جماعت کو علم اور معرفت میں آگے بڑھنے کی تاکید		
۱۱۰	السؤال نصف العلم		
۱۱۱	علم کلام		
۱۱۲	دعویٰ اور دلیل میں فرق کر لینا ضروری ہے		
۱۱۳	عمر		
۱۱۴	عمر کا چھوٹا یا بڑا ہونا		
۱۱۵	جو لوگ دین کے لئے سجا ہوش رکھتے ہیں ان کی عمر بڑھائی جاسکتی ہے		
۱۱۶	عمر دراز کا نسخہ		
۱۱۷	جانائین اسلام کے بے عمر ہونے کی وجہ		
۱۱۸	عمل		

صحت انبیاء کے بارہ میں عیسائیوں کے عقاید	۳۳۱	انجیل کی ہودی کے نتیجہ میں عیسائیوں میں زندہ نمونہ قبولیت دعا کا نہیں ہے	۳۲	ذہنی اقرار کے ساتھ عملی تصدیق لازمی ہے	۱۳۸
سیح کے بارہ میں افراط	۷۹	انسانی قوتی کی قویں کرنی ہے	۲۲	اپنے ایمان کو اپنے عمل سے ثابت کرنا چاہئے	۶۰۸
سیح کی آمد ثانی سے باہر ہو کر کلیسیا کو سیح کی آمد ٹھہراتے ہیں	۳۸۱'۳۰۳	نذر کا احترام	۱۰۹	اعمال صالحہ کا ایمان سے تعلق	۲۱
نجات کے متعلق کفارہ کا عقیدہ	۳۶۸'۱	یہود اور عیسائیوں کی افراط و تفریط	۳۳۵	عمل صالح کی تفریط	۵۷۶
ان کے پاس کفارہ کے حق میں دلائل نہیں	۱۳	ان کے کھانے کے دانت اور ہیں اور دکھانے کے اور	۳۰۲	عمل صالح کی حقیقت	۲۲۸
عقیدہ کفارہ کے تفصیلات	۷۰۰	یہودی کے آگے عیسائی نہیں ٹھہرتا	۶۷۶	نہ چاہتا ہے کہ عمل صالح ہو اور اس کا انقضاء ہو یا یکاری نہ ہو	۲۳۰
رد کفارہ کے دلائل	۷۸'۷۳	رومن کیتھولک اور پرائسٹنٹ ایک دوسرے کو کافر کہتے ہیں	۳۲۶	بغیر اعمال کے انسان روحانی مدارج کے لئے پرواز نہیں کر سکتا	۷۱
آر خون سیح پر مارا ہے تو نجات کی کیا ضرورت ہے	۵۸۹	ان کے قدیم صحائف کی صحت کا معیار	۵۰۳		
گناہ سے بچنے کا غیر مقول علاج	۳۲۲'۱۱	عربی سے انہیں بغض ہے اس لئے عبرانی میں بھی پوری مہارت حاصل نہ کر سکے	۱۲۲		
ملک صدقہ مریم کو بیچی کو بے گناہ قرار دیتے ہیں	۳۳۲	اصل زبان کو چھوڑنے کا نقصان	۲۱۶		
رہبانیت	۶۹۹	نصابی کی بد قسمتی	۱۳۸		
طلاق اور شراب کے متعلق غیر نظری تعلیم	۳۲۳'۳۰۲	<u>عقاید اور تعلیمات</u>			
خداوند کی تین داریاں ثابتیاں بدکار تھیں (انجیل)	۷۱۷	غیر مقول اور متضاد عقائد	۱۲۳'۸۳		
عیسائیوں کو ظلم کرنے والا سوال	۱۳۸	عقاید میں طبع	۸۳		
حجرت مریم کی نسبت سے عیسائیت پر تین زبردست اعتراض	۱۲۳	اپنے عقاید کی وجہ سے ان کو شرمندہ ہونا پڑتا ہے	۷۱۶		
حارہوں کا کثرت ایمان	۹۷	پتھر میں ظاہر پرستی	۳۳۶		
ان کی دعاؤں کو یسوع سے کوئی جواب نہیں	۱۳۸	خدا کا ناقص تصور	۷۱۶'۳۳		
<u>عروج و زوال</u>		اللہ کی صفت ربوبیت کے منکر ہیں	۳۶		
اس زمانہ میں عیسائی فتنہ کا زور	۳۶۶	خدا شناسی کا معیار	۳۶۷		
جو ترقی انہوں نے کرنی تھی وہ کچھ	۵۱۱	عاجز انسان کو خدا اور خدا کا بیٹا بنانے پر الوس	۹۷		
ترقی کی وجوہات اور زوال کی ابتداء	۱۳۵	ادویت سیح کے عقیدہ کا رد	۱۲۸'۹۹		
وقت آگیا ہے کہ (صلیب کا یہ ظلم ٹوٹ جائے	۱۲۸'۷۶	ابتداء میں تثلیث کا عقیدہ نہ تھا	۵۰۳		
صلیبی ملت کی گھٹ	۳۶۹	یونی لیون فرقہ توحید کا قائل ہے۔ یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ انجیل میں تثلیث واضح طور پر بیان نہیں ہوئی	۹۳'۷۵		
اب وقت آگیا ہے کہ اس کی اندرونی فطرت ظاہر ہو جائے	۱۲۳	ان کو تسلیم ہے کہ جہاں تثلیث نہیں پہنچی وہاں توحید کا مطالبہ ہو گا	۳۳۹		
یہ لوگ خودی عیسائیت کی جڑیں کاٹ رہے ہیں	۳۳۳'۲۰۹	رومن کیتھولک اور پرائسٹنٹ دونوں ہی انسان پرست ہیں	۲۸۶		
		شریعت کے متعلق موقف	۳۳۶		
				عورت	
				عورتوں سے حسن معاشرت کی تلقین	۳۸۷
				مرد شاید ان تکلیف اور مصائب کا اندازہ نہ کر سکے جو مدت حمل کے دوران عورت کو برداشت کرنی پڑتی ہیں	۶۹۳
				<u>عیید</u>	
				عیید کے موقع پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارات کا عہدہ	۳۶
				<u>عیسائیت</u>	
				موجودہ عیسائیت	
				غروب آفتاب کے پاس اور کچھ میں پڑی ہوئی قوم	۱۷۳
				سیح کے بعد قوم کی حالت بگاڑ گئی	۱۶۰
				عیسائی مذہب کی غربالی اور اس کی بدعتوں کا اصل بانی پولوس تھا	۱۰۳'۱۰۱'۵۸
				عالمگیر اور عمل دین نہیں ہو سکتی	۶۰
				ان کی تعلیمات باطنی شریعت کے خلاف ہیں	۳۲۹
				اس میں قرب اش کے لئے لازم امور یعنی ایمان اور عمل صالح دونوں نہیں ہیں	۲۲۲
				اس میں آج کوئی زندہ نشان نہیں اور نہ ہے مذہب کی علامات	۹۰'۸۹'۸۳

	آخری معرکہ	ام القین
۳۶۱ فرات سے دیکھا جائے کہ حق کا	سچا موعود علیہ السلام کی خلافت کی	ضالین سے بیانی مراد ہیں ۳۸۷۲۳۹۷۳۳
۳۰۷ جو لوگ اہل انبیا فرات سے حد رکھتے ہیں وہ پہلی ہی کھ لیتے ہیں	۱۹۰ عیسائیت اور اہل دین کی آخری جنگ	۳۶۹۳۵۱۱۸۳ ام القین اور اعظم القین
۱۰۸ قابلیت فرات سے ظاہر ہوتی ہے	۳۳۱ امرتسر میں چند روز دن کی جنگ مقدس	۳۵۰ بڑھ کر کوئی طوی اور مثل نہیں ہوا
۷۰۷ سعید القنبر کی فرات کی نظر	”میں نہ بھی مبعوث ہو تا تب بھی زمانہ	۳۵۰ عیسائیت کا تہذیبی دجال کا تہذیب ہے
۵۴۸ ”ہماری فرات لے خلاء نہیں کی“	نے ایسے اسباب اور حالات پیدا کر	نصاری کی اسلام دشمنی
۳۳ ڈاکٹر ظلیفہ رشید الدین کے نور	دے تھے کہ عیسائیت کا پھل کھل	اسلام نے بیٹھ نہایت کی سرکوبی کی
۳۳ فرات کا ذکر	۷۶ ”ہا“	۳۶۱ ہے
۳۷۹ حافظہ وایت علی کی فرات	وقت سچ کے مسئلہ سے عیسائیوں کی	۳۵۷ اسلام کے اشد ترین خلف
۵۵۱ ابو سفیان میں فرات کی کی	۱۸۸ ساری کاروائی اہل ہو جاتی ہے	اسلام کو معدوم کرنے کے خلف
فرشتہ	۳۱۳ عیسائی متفقین کی خبروں سے ثابت	۳۵۲ ہٹکنڈے
۳۷۰ نئی کاہرک	ہے کہ سچا واقعہ صلیب کے ہود زندہ	اسلام کے خلاف ان کی نہیں بخیر
فری میسنز	☆ ☆ ☆	۳۵۰ نہیں
۴ اصل ایک رب کا سلسلہ ان کے	غفلت	اسلام کے عصابے راستی کو کھڑو رکھے
۴ امرات کے اعداد سے روکتا ہے	۵۹۰ غیر معلوم اسباب سے ہے	۱۳۲ کہ اس پر چھپ کر حملہ آور ہونا
فق	غلامی	اسلام کا سخت دشمن جس نے
۶۵۳ کار سے پہلے قانون کو سزا دینی چاہئے	قرآن شریف نے غلاموں کے آزاد	۳۳۲ ہندوستان میں اتنی لاکھ آدمی کو مرتد
۱۵ فطرت	۷۳ کرنے کی تعلیم دی ہے	کیا ہے
انسانی فطرت میں شرع	غوث	ان کے پاس اسلام کے خلاف صرف
۷۵ وہ بھی غیر نسلی کی راہ اختیار نہیں	”میں جس راہ کی طرف چاہتا ہوں یہی	۳۳۲ اعترافات ہی اعترافات ہیں
۱۸ فطرت انسانی کا ایک اہم نقش خاص	۵۴ ”راہ ہے جس پر چل کر قومیت اور	۱۲۲ ایک عظیم الشان نبی کی بے رحمی کا
۲۸۰ انسانی فطرت میں خراب اور روڈ	۵۱۱۵۱۰ قطبیت ملتی ہے“	۳۶۰ سید المصومین صلی اللہ علیہ وسلم اور
۱۳۷ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	ف	۵۹۰ استفزاز کے حلقے ایک غلام اعتراف
۷۳۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	فار قلیط	۷۰ اسلامی جنگوں پر اعتراف کرتے ہیں
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	۳۳۷ عیسائیوں کی مذہبی جنگیں
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۵۶۳ فہم	ان میں سے بعض قرآن شریف کے
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	ترجمہ سے تو واقف ہیں مگر ان میں
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	رومانیت نہیں
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	مسلمانوں میں سے عیسائیت قبول
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	کرنے والے اکابر اہل و شرب کے
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	واسطے بیانی ہوتے ہیں
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	عیسائیوں سے معاف
۲۵۳ فطرت انسانی میں ہم و غم اور ابتلاوی	۱۳۳ فہم	فیض میں ان کا نتیج

فقہی مسائل

۱۸۶*۳۲	فیج اعموج	۵۶۳	ندیہ	۲۳۹	استلاء قلب
۱۸۹*۱۰۶	خیر القرون کے بعد کا زمانہ	۵۸۷	ندیہ کی فرض	۵۲۹	حلت و حرمت
	ق		اعکاف	۳۷۳*۳۱۱	اصل اشیاء میں حلت ہے
	قانون		زکوٰۃ	۵۲۹	حرمت غیر حقیقی اسباب دامیہ سے
۳۱۱	قوانین قدرت کے علاوہ مشین کے لئے خاص قانون	۲۰۶	ذبح استعمال زیور پر زکوٰۃ نہیں	۳۷۳	اٹھ جاتی ہے
۱۸	زیادہ سزا کا قانون		سود	۶۷۰	خرگوش حلال ہے یا نہیں
	قانون قدرت		سید تک بک اور تھلہٹی کارخانوں کا	۲۳۵	چمڑی سے کات کر کھانا
۲۱۸	ہمارا امام ہے	۲۱۰	سود	۳۱۸	خزیرہ خور کے ساتھ کھانا جائز نہیں
	قبر	۲۳۹	رشوت کی تہذیب	۳۱۱	مکان میں سہرہ کے لئے مخصوص حصہ
	قبر میں فرشتوں کے سوالات کی زبان اور کیفیت		پیداؤش	۳۱۱	کو کسی وقت مکان میں ملانا
۶۳۷		۳۹۳	عتیقہ کی دعوت	۳۱۱	سہرہ میں خوش الحانی سے شہر بڑھانا
	قرآن کریم	۳۸۵	بچوں کے فہم قرآن پر آمین کی تہذیب	۲۱۰	بیت اللہ میں منہ کے نقل کا اجاز
	قرآن مجید کے ہونے کی صلیح کی کیا ضرورت ہے		شادی	۵۹۸	موزوں پر مسح جائز ہے
۳۹۸	اس کتاب کا خلاصہ اور حقائق و معارف سے بڑھ کر	۳۹۳	شادی میں ہاسے کی حلت		ازان
۲۹	اس زمانہ میں ایک آسانی خلاصہ قرآن کی ضرورت	۳۸۵*۳۱۰	دفع کے ساتھ شادی کا اعلان ضروری ہے اور نسبت ہونے پر مصلحتی کی	۲۰۳	ازان کے وقت پڑھنا جائز ہے
۳۹۶*۳۵۹		۳۸۹	شادی کے موقعہ پر بھائی دینا		نماز
	حقانیت	۳۱۱	شادی کے موقعہ پر لڑکیوں کے گیت	۳۳۸	پیشہ ور امام کے پیچھے نماز درست نہیں
۷۱۲	قرآن کی حقانیت کی شہادت		متفرق		نماز اپنی زبان میں نہیں پڑھنی چاہئے
۳۳۹	اسی الفاظ میں نازل ہوا	۲۰۷	غیر احمدی کا جنازہ	۲۱۶	بلکہ عربی میں مستون طریق پر پڑھنی چاہئے
۳۵۸	اگر یہ آنحضرت کا کلام ہو تا تو اس میں	۵۹۵	تہنیم ہونے کا مسئلہ	۲۱۶	نماز میں اپنی حاجتوں کو اپنی زبان میں بیان کیا جاسکتا ہے
۱۲	زینب کا قصہ نہ ہوتا	۶۷۰	داڑھی رکھنا سنت انبیاء ہے	۲۱۶	فرض نمازوں کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا
	قصوں کا مجموعہ نہیں	۶۷۰	انگریزی لباس	۳۳۵	رضع بچہ
	معجزہ	۵۲۹	فونوگرانی کا جو از ثابت ہے	۳۷۰	امام اعظم نے رضع بچہ پر عمل کیوں نہ کیا
۳۰*۳۸*۳۱	قرآن کریم کے معجزات	۲۰۳	طاہون زرد علاقہ میں جلا کھانا ہے	۳۷۳	جمعہ
۲۷*۲۵	زندہ اور کال معجزہ ہے		فلسفہ		جمعہ کے لئے جماعت اکم از کم تین افراد ضروری ہے
۵۱۳*۳۲	ایک مستقل اعجاز	۵۹۳	کا فلسفی ضرور دہریہ ہوتا ہے	۶۱۸	دفعی حلال کے پیش نظر عہدہ مصر کا
۲۶	وجود اعجاز		فونوگراف	۶۷	جمع کرنا
۳۳	بے شش ہونے کا معجزہ	۲۹	تلفیح کے لئے بہت مفید ایجاد	۲۰۷	غیر احمدی امام کے پیچھے نماز کا مسئلہ

۱۸۸	نبیوں کی ولادت کے بہت زور دیا ہے	۲۶	نازل ہونے والی کتاب خاتم الکتب ہو	۵۰۷	کلام کا پتھر صرف قرآن نے دکھایا
۲۵۰	مخبریل صلیب کی لٹی کی ہے	۵۶۶'۱۳۷	کامل حکم اور چینی کتاب		صداقت و بلاغت کے ساتھ عالی
	اگر کوئی ہم سے سکھے تو سارا قرآن	۳۰	مستقل اور اپنی شریعت	۵۰۵'۲۶۶'۱۶۶	مضامین کا پتھر
۵۸۳	انہ سے ذکر سے بھرا ہوا ہے	۲۹۳	عصائے موسیٰ کا مقناص		پندرہ سو کتابیں
۲۰۲	قرآنی الفاظ میں الہام ہونے کی حکمت	۱۷۹	تمام قوتوں کا مہربان ہے		قرآن کریم کی پندرہ سو کتابیں اب تک
	نظری امور کے اثبات کے لئے ہمیں		قرآن شریف ایک ذہنی سند ہے	۳۲	پوری ہو رہی ہیں
۷۲	کو گواہ ضرور ہے		جس کی تہ میں بڑے بڑے ثایب اور	۱۸۰	عظیم الشان پندرہ سو کتابیں پر مشتمل ہے
	قرآن و احادیث میں استعارات کا	۱۳۳	بے بہا گوہر موجود ہیں	۱۶۸	قرآن مجید میں سنتہ دجال کا ذکر
۳۷۱	استعمال	۶۶۳	حقیقی علوم کا جامع	۳۸۲	اس زمانہ کے متعلق کتاب اللہ کا فیصلہ
۷۱	قرآنی قصوں کا فلسفہ	۳۶۶	سورۃ انفلاس کی خوبی و عمدگی	۲۶۶	طاہران کی پندرہ سو کتابیں
	بعض آیات کی بعض آیات سے تعبیر	۱۸۹	کو کھول کر بیان کیا ہے		مقام
۳۳۳	ہوتی ہے		اپنی ساری تعلیمات کو علوم کی صورت		قرآن کریم کے مقابلہ میں سنت و
۳۹۸	تحریف مخفی	۱۱۳'۱۱۲	اور فلسفہ کے رنگ میں پیش کرتا ہے		حدیث کا درجہ ۱۷۲'۷۷'۳۳۵'۳۷۰
	ذرائع بھی ایک قسم کا زہر ہے۔ ہمیں		دورخ و ہشت کی فلاسفی بیان کرنے		ہر امر کے فیصلہ کے لئے معیار قرآن
۳۳۳	ذرائع سنی پند نہیں کرنا چاہئیں	۲۲	میں منفرد کتاب	۱۵۱	ہے
	☆☆☆		قرآنی تعلیمات نے صرف تئیس برس		قرآن شریف کے صحیح مذاک کو معلوم
	قرب	۳۳	میں عربوں کی کاپیٹ دی	۲۸۲	کہ اور اس پر عمل کر
	قرب الہی کے لئے لازم دو امور ایمان	۲۳۱	عالم مسلمانوں میں اتحاد قائم کرتا ہے		اس کو ایک معمولی کتاب سمجھ کر نہ
۲۳۳	اور عمل صالح	۷۳	اگر قرآن شریف الہامی رہنمائی نہ کرنا		پڑھو بلکہ اس کو خدا تعالیٰ کا کلام سمجھ
	قسم		توان نبیوں پر سے الہام اٹھ جاتا	۱۸	کر پڑھو
۷۱	قرآنی قصوں کا فلسفہ		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص		تورات اور انجیل سے موازنہ
	قصاص	۲۵	کلام لعل کی طرح چمکتا ہے لیکن	۶۶۳'۱۸۱	انجیل کا مصدق ہونے کا مطلب
	توہن کے قیام کے لئے ایک اہم ستون	۲۳	قرآن کریم اس سے الگ اور ممتاز	۳۲۵	ہم قرآن کے ذریعہ توحید کی اصلاح
	قضاء و قدر		نظر آتا ہے		کرنا چاہئے ہیں نہ کہ توحید کے
	قضاء و قدر اور دعا کا تعلق	۳۸	نصاحت و بلاغت	۲۱۷'۷۹	ذریعہ قرآن کی اصلاح
	قطب		تعلیم		قرآن عیسائیوں کے باقائل ایسے خدا
	میں جس راہ پر چلنا ہوں وہی وہ راہ	۲۹	قرآن کریم کی تعلیم کی جامعیت		کی طرف ہلاتا ہے جس میں کوئی نقص
	ہے جس پر چل کر خوشیت اور	۲۳	تعلیم کا حکیمانہ نظام	۳۵	ہوئی نہیں سکتا
	قطبیت بنتی ہے	۱۳۷	پاک تعلیم کا نتیجہ اور اثر	۱۱۳	قرآن کریم کے احکامات
۵۳		۲۲۵	تعلیم کا اصل مقصد اور دعا		تمام انبیاء اور خصوصاً مسیح و مریم پر
	قمار بازی	۳۰	قرآنی احکامات میں خطاب کس کو ہے	۳۰۲'۱۳۰'۷۳	احسان
	بڑی قمار بازی		احکام کی دو قسمیں دائمی اور وقتی		فضائل القرآن
	قوم		قرآن نے غلاموں کو آزاد کرنے کی		الخیر کلہ فی القرآن
	خدا و نصرت سے سرفراز ہونے والی	۷۳	تعلیم دی ہے	۲۰۳ (الہام)	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا خاتم
		۲۶	قرآن کریم میں جبر سے متعلق آیات		انہیں ہونا مقناصا کرتا ہے کہ آپ پر
			کی حقیقت		
			وقات مسیح کے مسئلہ پر برخلاف اور		

۳۳۳	عالم کشف کی کیفیات	۳۰۹	قوم کے اوصاف
۳۳	عالم کشف کے عجائبات		قیامت
	الہام یا کشف کے وقت فتوح کی حالت	۵۰۳	اس کا علم کسی کو بھی نہیں
۶۶	ہوتے	۵۰۳	ساعت اور قیامت
۱۳۶	گناہ	۳۳۶	مشرقیوں سے اپنے اٹھنے اور اٹھنے کے
	تاریف		ک-گ
۳۳۳'۸	کبیرہ و صغیرہ		کافور
۶۰۶'۵۶	انسان گناہ کیوں کرتا ہے		کافوری شریعت کی حقیقت
۶۰۵	انبیاء کی ہیبت کا مقصد انسان کو گناہوں سے نجات دلانا ہے	۶	
۵۶	انسانی حکومتوں کے احکام گناہوں سے نہیں بچا سکتے	۳۳۳	کانشنس
۵۵۸	گناہ سے بچنے کا سچا طریقہ		کتاب
۳۹۸'۳۳۱'۱۶۱۰'۹۲	گناہ کے زہر کا تریاق		ایک بزرگ ہے درندگی اور چرندگی میں
۶۰۶'۳۶۶'۶	خدا کی معرفت کاملہ ہی گناہ کا علاج ہے	۳۳۱	درد اور اطاعت شعار
۶۵۷'۳۳۳'۳	خدا تعالیٰ کی عچی معرفت جس کی گری سے گناہ کا کیرا ہلکا ہوتا ہے اسلام میں ملتی ہے	۶۷۷	مالک سے محبت کے اظہار کا مشاہدہ
۲۳	اللہ تعالیٰ کا خوف اور خشیت ہی گناہ سے روک سکتی ہے	۶۹۷	کسر صلیب
۲۶۷	جلائی تعلیمات ہی سے انسان گناہ سے بچ سکتا ہے	۳۸'۷۶	دلائل
۸	نبی کی توجہ سے سب ذنوب ہوتے ہیں گناہ سے بچنے کے لئے آسمانی نشانات کا اثر	۵۷۳	کسوف و خسوف
۳	سج کے خون اور گناہ کے علاج میں کوئی رشتہ نہیں		سج سحر اور مہدی کے لئے مخصوص نشانات
۶۵۷	وہ گناہ نہ کریں جس میں سرگشی ہو	۳۲	سج سحر طیبہ اسلام کی کتب میں اس کے حلقہ دیکھو گی
	ل	۶۷۳	نشانی کا طور
	لذت	۳۹۵'۹۳'۱۵۸	کسوف و خسوف کا اجتماع
	لغت	۳۹	رمضان میں نشانی کا درجہ معلوم
	لذت روح اور لذت نفس میں فرق	۳۸۳	مخالف اس کے پورا ہونے سے قتل اس کو نشانی قرار دیتے تھے مگر جب پورا ہو گیا تو اس کو مٹھوک کرنے کی کوشش کی
	لغوی اسرار	۳۸۳'۱۸۲'۳۶	عبد اللہ بن عباس کا وہ ب ہے کہ شیخ افریقی ایک دم کا خسوف تھا
			کشف
		۶۷۳	انسانی روح کی ایک عظیم قوت
		۸۸	

لذت

لذت روح اور لذت نفس میں فرق

لغت

لغوی اسرار

۳۳۳

۳۳

۶۶

۵۶

۳۳۶

۳۷۸

۵۶۳

۳۳۰

۶۳۵

۶۳۳

۵۵۳

۱

۷۸

۲

۲۶۶

۷۰۰

۲۲۳

۳

۳۳۱'۱۰

۷۰۲

۳۲۵

۵۹

عالم کشف کی کیفیات
عالم کشف کے عجائبات
الہام یا کشف کے وقت فتوح کی حالت
اہرمضان اور کشف
معراج ایک عظیم الشان اور صاف کشف تھا
اہل کشف محمد میں کے اصول بتدی حدیث کے پابند نہیں ہوتے (مولوی محمد حسین)

چند ماہ کے روزوں کے دوران حضرت اقدس کا ایک کشف کشفی رنگ میں گھوڑوں پر سوار بادشاہ دکھائے گئے جو جماعت میں داخل ہوں گے
حضرت اقدس کا کشفی حالت میں مرزا غلام قادر کی شکل پر ایک فرشتہ دیکھنا
بیکروم کے قتل کے حلقہ کشف
عبد اللہ غزنوی کا ایک کشف

کفارہ نیز دیکھئے عنوان عیسائیت

کیا کفارہ نجات دے سکتا ہے
حقیقہ کفارہ کا درجہ
ابطال پر ایک زبردست دلیل
حلقی معیار پر پورا نہیں اترتا اور اس کا کوئی اثر ظاہر نہیں ہوا
حقیقہ کفارہ کے تفصیلات
اصول ایمان کی جگہ کفارہ نے لی اور ساتھ ہی اعمال صالحہ حذف ہوئے
اس مسئلہ سے دہریت پیدا ہوتی ہے
گناہ زائل کرنے کا طریق نہیں ہے
اس سے گناہ پیدا ہو سکتا ہے
شفاعت اور کفارہ میں فرق

کلمہ اللہ

سج کے کلمہ اللہ ہونے کی حقیقت
کلمہ طیبہ

کلمہ طیبہ کی حقیقت

۳۰۹
۵۰۳
۵۰۳
۳۳۶
۶
۳۳۳

ایک بزرگ ہے درندگی اور چرندگی میں
درد اور اطاعت شعار
مالک سے محبت کے اظہار کا مشاہدہ
کسر صلیب
دلائل

۳۸'۷۶
۵۷۳
۳۲
۶۷۳
۳۹۵'۹۳'۱۵۸
۳۹
۳۸۳
۶۷۳
۳۸۳'۱۸۲'۳۶
۶۷۳
۸۸

۳۸۳'۳۶۵'۶۶	دورہ	۳۷۶	مباحثہ کا طریق	لعنت
۳۵۳	ہر صدی کے سر بھرد کا تصور	۳۸۵	ذہبی منھنگے کا طریق	لعنت کی حقیقت
۳۵۶	پندرہویں صدی کا بھرد سچا موجود اور مدنی ہے	۳۶۶	مباحثہ شروع کرنے کے متعلق ایک ضروری نکتہ	لوہا
	مجوس		غیر احمدیوں سے بحث کے بنیادی اصول	سونے چاندی سے زیادہ نفع رساں ہے
	اس دور تسلسل کو چر خ اور زنجیر کہتے	۳۷۲	حافظ سے منہاج نبوت کا اصول منہا کر بحث شروع کرنی چاہئے	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بھی لوہے سے کام لیا اور سچا موجود بھی لوہے کی رقم سے تموار کا کام لے رہے ہیں
۵۸۳	یہاں	۳۷۷	قرآن کریم کو مقدم رکھنے کا اصول اپنایا جائے	۵۸۳
۳۵۱	ہفتادہ بھرد زنانہ	۳۷۱	۱۵ برس کی عمر سے بیسیائوں سے مباحثات	م
	ذہب	۳۳۲	ہم ان مباحثوں کا سلسلہ بند کر چکے ہیں	ماصور
۲۳۵	ذہب کے تین جزو	۶۸۷'۶۸۳'۳۱۷	جماعت کو مباحثات کی ممانعت	ماصور کی شناخت کی پہلی دلیل
۳۶۷	ذہب کا خلاصہ حق اللہ اور حق العباد ۸۵'۳۶۷	۲۱۱	مباحثہ مذہب	ماصور ہادی کی خصوصیت
	ذہب کی جزوہ اشکافی ہے			ماصور کی صحبت سے ہی شریعت کے حقائق و معارف پر اطلاع ملتی ہے
	اس زمانہ میں اللہ تعالیٰ نے ذہب کو			ماصور میں اللہ شفیق ہوتا ہے
۱۷۲	ایک سائنس ماہر ہے	۳۷۵	مباحثہ مذہب کی رو نہاد	ماصور میں اللہ میں حرام سے بھر دی
۳۲۹	سچے ذہب کی شناخت	۳۸۱	مباحثہ مذہب میں ہماری فتح ہوتی یہ مباحثہ ہمارے لئے صلح حدیبیہ کی طرح کسی فتح کی بنیاد نظر آتا ہے	ماصور میں اللہ میں ایک شہادت ہوتی ہے
۲۹	سکونوں سے متاثر ہوتے ہیں	۳۸۸		ماصور کا ایک نشان یہ بھی ہوتا ہے کہ وہ اشاعت حق سے نہیں رکتا
۲۳۳	جسٹے ذہب کے پانی رہنے کا راز			ماصور کے ساتھ اظہار ضرور آتے ہیں
۸۲	ذہبی تمہار پائی			خلافت کی افادیت
۶۵۲	ذہبی امور میں آزادی ہونی چاہئے			ماصور میں اللہ کے کذبین سے خدا تعالیٰ کا سلوک
۷۰	تہذیبی ذہب کے دو ماہٹ	۵۰۹	ابو جہل کا بھرد کی جنگ میں مہاجر جو مجھے حق پر نہیں سمجھتا وہ مجھ سے مہاجر کر لے (سچا موجود)	ماصور میں کی محض کذب سے اس دنیا میں مزا نہیں ملتی
	سچے ذہب اختیار کرنے کے لئے ضروری امور	۵۳		ماصور و مرسل کو خواب میں بری حالت میں دیکھنا اور اس کی تعبیر
۳۶۵	زبانہ میں باوجود استغراقی دنیا کے ذہب کی طرف توجہ ہوگی ہے	۲۳۰	دالوں کا انجام	اسلام کے اندرونی اور بیرونی حالات ایک ماصور کے دماغی ہیں
	یہ غلط فہمیوں اور لغتوں کے بحران کے ایام ہیں	۵۸۸		ماصور میں اللہ کی باتیں غور سے سنی چاہئیں
۳۵۰	ذہاب کا مقابلہ شروع ہو چکا ہے			مباحثہ
۸۹'۲۳	سچے ذہب کی علامات			مباحثات کے اصول
	اللہ تعالیٰ سچے ذہب کو بھی ضائع نہیں کرنا			
	سچے ذہب کی علامات صرف اسلام میں ہیں			
۳۳۰	آج سوائے اسلام کے کسی ذہب کا توجیح دیکھنا نہیں کرنے کا دعویٰ نہیں کر سکتا			
۳۳				

آج کل مذہب کا حال	۲۳	اسلام کو نقصان پہنچا رہے ہیں	۳۰	آج کا مقصد احیائے قرآن کریم اور	
مرہم عیسیٰ	۳۸	بیوں اور گدھی لٹیٹوں کی بزدلی	۱۹۰	تخیل اشاعت ہدایت ہے	۳۶
سج کے سلب سے زندہ اتر آئے گا	۳	بیوت کا دعویٰ تو انہوں نے کیا ہے	۳۵۷	اسلام کی خوبیوں کو تقسیم کی عملی	
ایک بیوت	۷۷	جنہوں نے اپنی شریعت بنائی ہے		چاہتوں سے قائم کرے گا	۳۶۲
مسلمان		اسلام کی جگہ اور آنحضرت کی توہین		آزم کی فرض عیسوی دین کا ابطال کلی	
جھٹلنے والی دھوپ میں بڑی قوم	۱۷۲	کار کتاب	۱۸۸	ہے	۳۶۸
انوار ویرگت سے عروسی کی راجہ	۵۱۸	خود تراشیدہ و ظالم	۲۳	کار الصلیب	۳۷۳، ۳۶۹
موجودہ لوہار کے اسباب	۳۳۳	کتاب اللہ کو چھوڑ کر روایتوں اور		حکم عدل	۳۷۱، ۳۸۰، ۵۱
یورپ سے پوری مشقت	۳۲۸	قصوں پر زور	۳۷	دین کے لئے لڑائیوں کا خاتمہ کرے گا	۳۶۷
چکیز خان کے ذریعہ سزا	۶۵۳، ۳۵۳	حدیث کو قرآن پر قاضی ٹھہراتے ہیں	۳۲۳	بہت کا مقصد جہاد کے علاوہ خیالی کی	
فتنہ نصرانیت اور مسلمان		سرحدی مندوں کو گاڑی کٹا کر اپنی		اصلاح ہے	۱۰۲
فتنہ نصرانیت کے مسلمانوں پر اثرات		اور جہالت ہے	۳۹	وہ لوگ سخت غلطی کرتے ہیں جو کسی	
۳۵۷، ۱۸۵، ۱۸۳		تہذیب فرنی	۵۹۸، ۳۳۰	خوبی مدنی اور خوبی سج کا انتقال	
اتیس لاکھ کارڈاؤ	۳۶۲، ۳۶۶	دہلیوں اور پنجابوں کی المراء و قہر	۵۳۶	کرتے ہیں	۲۲۰
ان کے اردو کا کامت مولوی ہیں	۷۰۹	دجودی فرقہ کی اخلاقی اور روحانی		اپنی جماعت کو گودہ طور پر لے جانے کا	
ایسے مولویوں کے ہوتے ہوئے دین		مات	۵۵۷	مطلب	۳۶۵
کے استحصال کے لئے پارہوں کی		اصلاح کی صورت			
ضرورت نہیں ہے	۳۸۸، ۳۳۱	اصلاح کی صحیح صورت	۳۲۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہرگز	
یعنی علیہ السلام کے مطلق ایسے		اب وقت ہے کہ مسلمان اپنے ایمان		ہے	۳۲۶
معاذ جن سے بیساریوں کو طلبہ		اور توبہ کی تہذیب کریں	۱۵۶	سج ختم میں سے ہو گا (حدیث)	۲۳۸
حاصل ہوتا ہے	۳۶۶، ۳۶۶، ۳۰۲، ۳۵۳، ۱۸۷	کوئی نقص چاہے مسلمان نہیں ہو سکتا		محمدی سج محمدی کلمات کا جامع ہے	۲۷۸
حیات سج کا مشہدہ	۱۸۶	جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ و		سج موسوی اور سج محمدی کی مماثلت	۳۶۲
روزی میں بعض مسلمانوں کا آریہ ہو		سلم کو خاتم النبیین نہیں نہ کرے	۶۳	سج ابن مریم سے افضل ہونے کا	
ہا	۳۶	مسلمانوں کے لئے ہمت فرماور		مقیدہ یورپ و نصرانی کے مسلمات میں	
اوپار اور اس کے اسباب	۳۶	سچ مسلمان کی تہذیب	۳۳	ہے	۲۷۶
غلامی اور حالت تزل	۷۰۸	مولوی سج اور مدنی کا ذکر ہی چھوڑ		آپ کے حد میں بہت سے "مذبح"	
بگ کرنے اور ہتھیار بنانے کی		دیں گے	۵۸۶	مقدر ہیں	۳۹
صلانیت سلب ہو چکی ہے	۵۹۹	سج موجود علیہ السلام کی خلافت کی		مدنی کا زمانہ ایک عظیم الشان جمعہ	۱۳۳
چاہے انصاف اور وفا نہیں پائے جاتے	۴	☆ ☆ ☆			
موجودہ زمانہ کی گناہ آواز زندگی	۳	سج موجود		زمانہ	
گناہ پہ عمل اور ایمانی حالت	۳۶۹، ۳۵۷	مقصد بہت		آپ کی بہت کا وقت طلبہ سلب کا	
مسلمانوں سے نیل خانے بھرے		بہت کی فرض	۱۸۸، ۱۸۶، ۹	زمانہ ہے	۳۶۸
پڑے ہیں	۶۷۸	مشروں نے ہا ہے کہ لپیظہرہ		کل اہل مکاشفات و ملہین عبور سج	
آجکل کے مولویوں کی حالت	۳۸۳	علی الدین کلہ سج موجود کے		کے لئے چودھریں مدنی سے آگے	
علاوہ وقت دہانہ الارض کی طرح		وقت میں ہو گا	۵۰	نہیں گئے (نواب صدیق حسن)	
				۵۸۶، ۵۳۳، ۳۵۱	
				ولایت کی ایک عیسائی ہوساکی کے	
				نزویک سج کے ظہور کا یہی وقت ہے	۵۸۶

۲۲	دینے گئے ہیں اللہ تعالیٰ کی صفات و اسماء کی معرفت	۱۵۳	نبی منہ مانگے حجرات نہیں دکھایا کرتے ہر نبی کے حجرات اس کے زمانہ کے	۶۶	زمانہ کی ضرورت علامات
۲۸	ی آئندہ کی تمام راحتوں اور روشنیوں کی کلید ہے	۱۶۶	مناسب حال ہوتے ہیں دلیوں کی کرامات و خوارق انبیاء کے	۶۶۸	قرآن کریم میں ذکر
۲۱	حصول معرفت کے لئے ضروری امور	۳۸	حجرات کی ہی طرح ہوتے ہیں مجروح اور شہدہ میں فرق	۳۸۳	علامات باثورہ کا تصور
۲۳	حقیقی معرفت کی حقیقت جب تک خدا تعالیٰ کی معرفت نہ ہو	۵۰۰	خواص کے لئے مجروح کی ضرورت نہیں ہوتی	۱۶۱۳۶	دو ذرہ چادروں سے مراد
۶۵۷۳	گناہ چھوٹ نہیں سکتا حقیقی معرفت ہی گناہ اور نقصان سے بچا سکتی ہے	۲۷۸	دید کی رو سے مجروح کوئی چیز نہیں (دراوند)	۳۷۱	سج کا ناصبی سے علیہ کافر تک
۱۳۳		۸۸	سب سے پہلا مجروح یہ ہے کہ انسان پاک دل ہو	۲۷۳	آپ کے وقت میں عمریں بڑھائی جائیں گی (حدیث)
	معیشت	۵۹	اطلاقی نمونہ کے مجروح کا دوسرے مجروحے متاثر نہیں کر سکتے	۲۸۳	تبلیغ دین کے لئے سر اللہ تعالیٰ کی طرف سے نئی نئی ایجادات
۲۵۲	رزق میں قبض و بسط کے اسرار نیک نیتی کے ساتھ معاش حاصل کرنا عبادت ہے	۲۹۲	اللہ تعالیٰ کے کلام کا اعجاز کلام کا مجروح صرف قرآن مجید نے دکھایا	۳۹	چے سچ کی آواز لندن پیچھے گی
۷۸	انسان کو چاہئے کہ اپنے گزارے کے مطابق اپنی معیشت حاصل کرے	۲۵	کلام کا مجروح دائمی ہوتا ہے قرآن کریم کے حجرات	۵۱۲	آپ کے وقت میں وہاں کا پھیلنا مسلمانوں اور عیسائیوں میں مسلم ہے
۲۹	مشق کو ہر عملی سے بہت لائق ہے	۵۰۷	اسلام کا سب سے بڑا اور عظیم الشان مجروح	۲۹۶-۳۷	"ہل دے گا اور لوگ نہ لیں گے" کی بہنگوئی کا پورا ہونا
۲۶	یورپ کی ہر آسائش زندگی جنت نہیں صرف مال موجب راحت نہیں ہے	۳۱	تمام نبیوں کے حجرات کا آخرت سلی اللہ علیہ وسلم کے حجرات سے موازنہ	۳۸۵	آپ کے خلاف علماء سہ سے فوجے آپ کی صداقت کی دلیل ہیں
	ملائکہ	۲۲۱	دوسرے انبیاء کے حجرات سچ کے حجرات سے کم نہیں ہیں	۵۱	"سج جب آئے گا تو اسے سنتی اور جال ٹھہرا جائے گا" (ابن عربی)
۳۳	روح ملائکہ آگلی جبریل ہے فرشتہ بشارت دینے والا	۲۷	حجرت سچ موجود علیہ السلام کی عملی دانی کا مجروح	۵۱۳-۵۱	"جب سج نازل ہو گا تو ایک شخص کے گا ان هذا الرجل شیور دینفنا (جی الدین ابن عربی)
۱۶۵	ملائکہ کو بھی تنویر کے سر کی خبر نہیں ہوتی	۲۷	سب امراض کے حجرات	۵۲	معاشرت
۱۷۸	مماثلت مماثلت کی حقیقت من و سلوئی طاہون کا مقدمہ ہے	۲۵۰	معراج ایک عظیم الشان کشف تھا نبی اسرائیل کے انبیاء کو مختلف آسمانوں میں دیکھنے کی حقیقت	۳۸۷	عورتوں سے حسن معاشرت مجروحہ
۶۷۳		۳۳۶		۳۳۸	حقیقت
۱۳۸		۱۷۳		۱۵۳	حجرات وہی ہوتے ہیں جس کی نظیر لانے سے دوسرے عالموں خارق عادت اور طاقت قدرت کے خلاف ہونے میں فرق فتاویٰ اللہ کے مقام پر انسان سے حجرات کا صدور حجرات او خوارق سے وجود ہادی پر زبردست دلیل قائم ہوتی ہے
۳۳۱	یہ بھی سب امراض ہی ہے گریزا نہایت کام ہے	۱۷۳		۲۳۲	
	منتر جنتر			۸۸	
			خدا تعالیٰ کی معرفت کے اسرار معلوم کرنے کے لئے مخصوص قوی انسان کو		

۳۹۵	۵۸۲	نبات کے آثار اسی دنیا میں ظاہر ہوتے ہیں	۲۶۶	نبی اسرائیل کے انبیاء موسیٰ شریعت کے تابع تھے
۳۵۳	۲۲	جسالی نظریہ نبیات کا رد	۵۹۱	نبی اسرائیل کے خاندان سے نبوت کا خاتمہ
	۸۸	آریہ عقیدہ کی رو سے کسی کو ابدی نبیات نہیں ملے گی		مقام خاتم النبیین کی حقیقت
		نحاش		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے پہلے سب انبیاء عقل القوم اور عقل الایمان تھے
۲۶۸	۱۷۰	جسے قرآن کریم میں خناس کہا گیا ہے	۱۳۳	تمام انبیاء عقل تھے نبی کریم کی خاص خاص صفات میں
۲۷۹	۱۳۴	حضرت حوا پر حملہ	۲۶۱	اس زمانہ میں مہاجر نبوت کا قیام
۵۲۷	۳۳۲	ندوة العلماء	۶۶	سبح موعود کو بھیج کر نبوت محمدیہ کا ثبوت
۲۸۶	۳۳۵	امر ترمذی ندوة العلماء کا سالانہ جلسہ	۱۳۷	قسم نبوت کی حقیقت
۹۷	۳۷۱	نزول	۲۰۰	قسم نبوت غیر امتی نبی کے آنے میں مانع ہے
۱۵۵	۲۲	نزول کی حقیقت		وہ نبوت منقطع ہو گئی ہے جو بلا توکل اور سلسلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بغیر آئی ہے
۲۳۴	۳۷۷	سبح کا نزول	۵۳۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد مستقل اور بلا استفاضہ آنحضرت باہریت کا دعویٰ کرنے والا مردود و مذبذب ہے
	۶۳۴	نشان	۲۱۵	مسلمان بیوں اور گدی نشینوں کی طرف سے جہودی نبوت کا دعویٰ
۲۶۸	۳۱۹	نشان کی اہمیت	۶۳	☆ ☆ ☆
	۶۵۱	نشان پر ایمان کا دھرا کر ٹھوکا کھانے کا موجب ہو جایا کرتا ہے		نبات
	۸۹	نشان طلب کرنا مناسب امر نہیں		نبات کی حقیقت راحت اور فرخ حال کے حصول کا نام ہے
	۱۵۱	اللہ تعالیٰ نشان نمائی میں اپنی شرفیاء رکھتا ہے		گنہگار زندقہ اور اس کی موت سے بچنے کا نام ہے
	۲۵۱	ہر نشان میں ایک پہلو اضافہ کا ہوتا ہے		نبات اور کئی
	۸۹	آج کے سائنسی دور میں خارق عادت نشانوں کی بڑی ضرورت ہے		نبات کے متعلق اللہ تعالیٰ کا قانون
	۱۵۳	اقتضائی نشانوں سے منع کیا گیا ہے		چچا اسلام اور نبی توحید اور نبیات ہیں
	۵۷۳	اقتضائی نشانوں		در حقیقت نبیات ایمان سے ہے
		خارق عادت نشانوں کا ظہور ایسے فرد سے ہوتا ہے جس کی عبادت اور اخلاق خارق عادت ہوں		نبی پاکیزگی کے بعد ملتی ہے
	۱۵۵	اسلام کی خدمت جو شخص درویشی اور قناعت سے کرتا ہے وہ ایک مجتہد اور نشان ہو جاتا ہے		
	۲۸۷	زمانہ سبح موعود کے نشانوں		
	۳۶	سبح موعود کے لئے نشانوں کا ظہور		
	۲۱۷	سبح موعود کے زمانہ کا ایک نشان		
	۲۷۳	نمازیں جمع کئے جانے کا نشان		
		ربطے بھی سبح موعود کا ایک نشان ہے		
		طائون کتب مقدسہ اور احادیث میں سبح موعود کا نشان ہے		
		سبح موعود علیہ السلام کے نشانات		
		حسب بشارات نبیوں کی پیدائش کا نشان		
		مذہبوں کے مطابق لوگوں کا کثرت سے آنا		
		نذرانوں کا آنا بھی نشان ہے		
		برکت کا ایک نشان		
		حضرت سبح موعود علیہ السلام کی نمائندگی میں ایک عظیم نشان		
		جماعت کی ترقی کا نشان		
		جماعت کے ازاد ایمان کے لئے اللہ تعالیٰ نشانوں دکھاتا ہے گا		
		دارے نشانوں کو اگر کجائی طور پر دیکھا جائے تو ان کی قوت اور شوکت معلوم ہوتی ہے		
		حروف حجبیہ کی ترتیب سے نشانوں کو جمع کرنے کا ارادہ		
		خدا نے تبارہ ہے کہ وہ اپنے سلسلہ کی حمایت کرے گا اور من فی الدار کی حفاظت کا نشان دکھائے گا		
		عالمین کی ہلاکت کے نشانوں		
		یعنی ساکنین کی ہلاکت کا نشان		
		نہ		
		یہ سچی بات ہے کہ نشوں اور تقویٰ میں عداوت ہے		
		نفس		
		عس کی تین حالتیں		
		لذت روح اور لذت نفس		
		نفاق		

۳۳	سابق کی ایک علامت	۳۴۳	رفیع برینا
	نکاح	۳۴۵	جمع بین المسلمین کے مطلق شیعوں اور غیر مقلدین کا مسلک
	نکاح کی ناپیدگی حکمت	۱۷۱	نماز اور تصویر
	نماز		
	نماز سے پھر ایمان شرط ہے	۳۴۹	"ہیں..... نماز موقوفہ کے مسئلہ کو بہت سی عزیز رکھتا ہوں بلکہ سخت مدرس میں بھی لکھا جاتا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے" (اسکے موعود)
۶۳۰	موسم کا مسراج ہے	۳۴۵	جس اپنی جماعت نہ ہو تو نماز نماز پڑھ لیا کریں
۳۳۶'۱۸۳	صلوٰۃ تزکیہ عرس کرتی ہے اور صوم حجلی قلب کرتا ہے	۳۳۲	حافظین کے پیچھے نماز
۵۷	نماز حشرات ہے اور اس سے بیچات دور ہوتی ہیں	۲۴۲	نیت
۳۳۷	ایسی نیکی ہے جس کے بھلانے سے شیطانی کڑوری دور ہوتی ہے		اہل اور کل قوانین میں نیت کی
۶۷۹	اہمیت	۳۸۸'۳۸۱'۱۷۶	اہمیت
۶۸۱	خدا کا خوف اور نیت اہلی پابندی نماز سے نشاوت ہوتی ہے	۶۰۳'۳۹۹	ہر کام میں نیت تقویٰ کی ہونی چاہئے
	اکرامت صلوٰۃ کی حقیقت	۶۰۳'۵۳	اللہ تعالیٰ ہر ایک کی نیت پر ثواب دیتا ہے
۳۹۷'۲۲۵	معرفت اہلی سے نماز میں زوق پیدا ہوتا ہے		نیچریت
۶۱۵'۳۳۶	نماز میں سستی کا علاج		غلاف اسلام عقاید
	نماز کی ادائیگی کا صحیح طریق	۳۹۸	
	مثالی نماز	۶۵۹	نیکی کی لڑ
	نماز میں اپنے وجود سے عاجزی اور ارادت مندی کا اظہار کر	۱۹۷	نیکی دی ہے جو عمل از وقت ہو
	نماز کو ستوار ستوار کر اور مجھ مجھ کر پڑھو	۶۷۷	زرک شرنکی نہیں ہے
۳۳۶'۱۸۱	اگر دس دن بھی نماز کو ستوار کر پڑھیں تو خورہ قلب ہو جاتی ہے		نیوگ
۳۳۷	آدمی میں جی توحید آ ہی نہیں سکتی جب تک وہ نماز کو طوطے کی طرح پڑھتا ہے		آریہ مذہب کا ایک شرمناک مسلک
	بھداری نماز اور منکوس نماز عربی میں مستون طریق پر پڑھنی چاہئے اپنی زبان میں نماز پڑھنا درست نہیں	۳۶۷'۸۱	و
۶۵۲'۳۳۸	نماز میں اور میرا اثر کے علاوہ اپنی زبان میں دعا لگانی چاہئے		والدین
	نماز کا مفرد دعا ہے		نیک اور صالح والدین کی سات
		۲۵۷	پشت تک رعایت
			اپنے غیر مسلم والدین کے ساتھ حسن سلوک اور دلجوئی کی تحقیر
		۳۹۲	حافظ والد کے لئے دعا کی ناپید
		۵۰۲	والدین کی بدکاریاں بچوں پر بھی بعض اوقات آنت لاتی ہیں
		۲۵۷	
			وجودی نیز دیکھے عنوان تصوف
۷۰۰	وجودی دراصل ایک اپنی فرقہ ہے		
			وہی اور الہام قطعی طور پر ایک ہی معنی رکھتے ہیں
۵۳۳	وہی کے معنی اشارہ کے بھی لکھے ہیں		
۶۷۹	وہی الہی کی حقانیت کی شہادت		
۷۴	نزول وہی کی ضرورت کا ثبوت		
۷۴	اللہ نے برائے انسان میں وہی والہام کا وہ رکھا ہے		
۲۸۰	نزول وہی کے وقت مستعد اور بلید ملنا ہی پر مختلف اثرات		
۷۴	بہرہ کی وہی بھی مملوٹ ہوتی ہے		
۳۳۹	وعظ		
	دل کا واعظ		
۳۳۱	ہماری جماعت کے واعظین کیسے ہوں		
۲۸۱	وقت و مکان		
	مسئلہ کی اہمیت		
۱۸۸	یہ سبب کی بنیاد حیات تک ہے		
۳۵	اسلام کی کامیابی کا اہم ذریعہ		
۲۳۶	دوام ثبوت		
۲۲۹	وقف		
	خدا کی راہ میں زندگی وقف کر ہی		
۳۳۸	اسلام ہے		
	ولایت		
	نہوت اور ولایت		
۳۳۲'۲۳۸	اسلام کا مکمل تقویٰ ہے جس سے		
	ولایت لٹی ہے		
۳۸۶	ولایت کا نظام اور حصول کے ذرائع		
۷۰۳	دلیوں کی کرامات و خوارق الغیباء کے عجوات کی طرح ہی ہوتے ہیں		
۳۸	وہابیت		
	ظاہر پرستی اور اوب رسول		
۵۵			

<p>ایلیا کی آمد خانی کا انتظار انکو ایس کی آمد خانی کی انتظار تھی ۴۷۴'۷۰ یسود کے لئے ایلیاہ کا انتظار ۳۸'۵۴ سچ پر ایمان لانے میں مشکلات ۳۸۱'۳۱ ایک یسودی نے کتب میں لکھا ہے کہ ہمارے لئے یہی کافی ہے کہ ایلیاہ نہیں آیا۔ اگر خدا ہم سے پوچھے گا تو ہم ملائی کی کتاب دکھادیں گے ۷۴'۵۳ ایس کی آمد خانی اور نبی آخر الزماں کی بعثت کے متعلق جھگڑیوں کے گھنے میں ٹٹلی ۷۸۴'۶۷ یسود کا انتظار جھگڑیوں کو ظاہر پر عمل کرنے کی وجہ سے آیا تھا ۳۷۲'۲۲۸ یسود اور مسیح سچ کا انتظار ہی کرتے رہے ۳۹۵ ان کی شامت اعمال سے سچ کا بن باپ پیدا ہوا ۵۹ یسود کے لئے جھوٹ ہونے والے سچ کا ایم کام ۱۲۹ حضرت عیسیٰ اور حضرت مریم پر برکتات ۳۹۴'۳۳۲'۲۰۲ سچ کو طون نصرانے کی وجوہات ۳۸۶ یسود کے نزدیک ریح کے سنی ۳۳۲ سچ کو صلیب پر چڑھانا ۳۵ سچ کو کیوں قتل کرنا چاہتے تھے ۳۸۶ سچ کے بارہ میں تعریف ۷۹ ایک یسودی کی کہسی ہوئی سچ کی سوانح عمری ۱۰۰ سچ علیہ السلام کی زبان سے سنت ۲۳۹ روحانی اور اخلاقی حالت سچ کی آمد کے وقت یسود کی حالت میں بگاڑ ۳۷ کتاب اللہ تو ریت کو چھوڑ بیٹھے تھے اور حدیثوں کے بت گردید ہو رہے تھے ۲۰۳ شریعت میں ظاہر پرستی ۷۶</p>	<p>اس قصہ میں آمیزہ آنے والے واقعات کی بدنگوئی ہے ۱۷۵ لیے کالوں سے مراد ۵۹۹ اس کے تختہ سے پہچانی جانے والی قوم ۱۷۵ یقین خدا پر یقین بڑی دولت ہے ۳۳۱ یقین کے مدارج ۵۳ انسان کو قوت اور شہادت عطا کرتا ہے ۲۲۲ یقین کی قوت ہی گناہ سے بچا سکتی ہے ۱۰ جس قدر تم اپنی قوت یقین کو بڑھاؤ گے اسی قدر دل روشن ہو گا ۱۹۱'۵۲ یقین پیدا کرنے کے ذرائع ۵ یقین کے حصول کے لئے خدا نماورد کی صحبت کی ضرورت ۲۲ یونانی میسرین عیسائیوں کا مسود فرقہ ۷۵ عیسائیت میں ان کا وجود ثابت کرنا ہے کہ انٹیل میں تثلیث کی صراحت نہیں ۹۳ یسود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدینہ تشریف آوری پر ایک یسودی کا آپ کو چہرے سے چھاپنا ۱۲۷ عیسائیوں کے مقابلہ پر یسود کی تعریف ۱۰۲ قرآن کے بیان کردہ خدا کو ماننے ہیں توحید کے معاملہ میں تمام فرشتے خلق ہیں ۷۴ یسودی کے آگے عیسائی نہیں نصرنا تثلیث کا انکار کرتے ہیں ۶۷۶ آج یسود کے پاس موسیٰ کے عجوات میں سے کچھ باقی نہیں ۹۲ یسودی شریعت کی رو سے سبت کی رات کوئی ٹھنص صلیب پر نہیں رو سکتا تھا ۷۶ سلب امراض کا علم ۱۲۶</p>	<p>حدیث کے بارہ میں افراد کہ حدیث کو قرآن پر قاضی نصرلا ۵۷۹'۵۳۶ ویڈ ویڈ میں کسی بدنگوئی یا خادق عادت چیز یا مجرم کا ذکر نہیں (ادانما) ۸۸ پر اہیت عجیل پر اہیت اور عجیل شامت پر اہیت کے دو دور ۳۷۱'۳۳۲ ہم و غم فائدہ ۱۳۶ بھروسہ سوسن کی بھروسہ کامیدان ۲۳۷ ہندو دھرم نیز دیکھئے آریہ دھرم آریہ یسود میں داخل ہیں۔ ان کی تمام رسم یسود سے ملتی ہیں ۳۱۹ اوتار کا مسئلہ ۳۹۷ اپنے دیوتاؤں سے دعا کا جواب نہیں لے سکتے ۱۳۸ شگن اور صورت ۶۰۳ موجودہ زمانہ کی گنگہ آورد زندگی ۱۲ سلب امراض کا علم ۱۲۶ طاعون میں ہندوؤں کی زیادہ اموات ۵۳۸'۳۳۲ قادیان کے ہندوؤں کی حضرت سچ مسعود علیہ السلام کی خدمت میں حاضری ۳۲۵ اسلام کی طرف رجوع کریں گے ۲۰۱ آخری زمانہ میں ایک رودر گوبال کے ظاہر ہونے کی خبر ۲۹۱ ی یا جوج و ماجوج تصور ۳۵۱</p>
---	---	--

۶۰	ہزاروں جسم کی بدکاریوں کے حامل لقیر اور فرسی آسمانی نور سے حصہ نہ لے سکے
۱۰۶	ان کے بہتر فرستے تھے
۳۲۶	نبی اسماعیل کو نبوت ملنے پر اعتراض
۳۶۱	یہود اور عیسائیوں کی افراط و تفریط
۳۳۵	<u>منحسوب علیہم</u>
	المنحسوب علیہم سے مراد یہود ہیں
	۳۸۲'۳۳۹'۱۶۸'۱۵۷
۶۶۵	منحسوب ہونے کی وجہ
	دنیا میں ان پر عذاب آنے کی وجہ ۳۷۸'۳۱۶
	بنت نصر اور لیطس رومی کے ذریعہ
	عذاب کی وجہ ۶۵۳'۱۸
	یہود پر بھی طاعون کی بلا پڑی تھی
۱۹۷	ساعت سے مراد یہود کی چابی کا زمانہ
۳۲۸	

تفسیر

آیات قرآنیہ

ترتیب بحفاظ سورة

و قفینا من بعدہ بالرسل (آیت ۸۸) ۵۹۰	لا الضالین (آیت ۷۸) ۳۵۱ ۷۸۰'۶۸۰'۶۸۰'۵۸۳'۳۶۰'۳۱۷	آیات قرآنیہ
من اسلم وجهہ لله و هو محسن (آیت ۱۱۲) ۱۳۳	سورة البقرة	سورة الفاتحة
اذا قضی امرنا (آیت ۱۱۸) ۵۹۱	ذالک الکتب لا ریب فیہ ہدی للمتقین (آیت ۳) ۵۵۸'۶۶۱'۱۳۷	ترجمہ و تفسیر محارف انجاز
فلاتموتن الا و انتم مسلمون (آیت ۱۳۳) ۶۸	مما رزقنہم ینفقون (آیت ۳) ۳۸۹	حسن و احسان لا کمال اس سورة نے جس خدا کو پیش کیا ہے دنیا کا کوئی مذہب اسے پیش نہیں کر سکتا
یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم (آیت ۱۳۷) ۲۳۵	وان کنتم فی ریب مما نزلنا علی عبدنا فاتوا بسورة من مثله (آیت ۲۳) ۵۵۶'۱۲۶'۳۳	اس میں غضب اور ضالین کی راہ سے نچنے کی دعا ہے
و لنبلونکم بشیء من الخوف و الجوع (آیت ۱۵۶) ۳۰۹'۲۹۸'۲۹۷'۱۶۷	وبشر الذین..... متشابہا (آیت ۲۶) ۲۱'۳۰	قتلہ جال کا ذکر الحمد لله
اناللہ وانا الیہ راجعون (آیت ۱۵۷) ۳۹۳'۱۶۷	کنتم امواتا فاحیاکم ثم یمیتکم (آیت ۲۹) لا علم لنا الا ما علمتنا (آیت ۳۳) ۲۲۳	رب العالمین (آیت ۲) ۶۷۸'۳۳۳'۲۳۰'۲۲۸'۱۶۲
ولکم فی القصاب حیوة وان تصوموا خیر لکم (آیت ۱۸۰) ۱۸	ابن و استکبر (آیت ۳۵) فتلقى ادم من ربه کلمات (آیت ۳۸) رجز من السماء (آیت ۶۰) ۳۵۵	الرحمن الرحیم (آیت ۳) ۱۵۷
شهر رمضان الذی انزل فیہ القرآن (آیت ۱۸۶) ۵۶۲'۵۶۱	ضربت علیہم الذلۃ و المسکنة (آیت ۱۲) ۳۳۳'۲۸۰'۲۶۷	مالک یوم الدین (آیت ۳) ۶۷۹'۳۳۸'۱۵۷'۳۷۶
اذا سالک عبادی عنی فانری قریب (آیت ۱۸۷) ۷۰۳'۷۰۲'۲۹۳	لا خوف علیہم ولا هم یحزنون (آیت ۶۳) واللہ مخرج ما کنتم تکتمون (آیت ۷۴) ۶۹۸'۶۸۰	ایاک نعبد و ایاک نستعین (آیت ۵) ۶۷۰'۳۸۱'۳۷۷
ولا تلقوا بایدیکم الی التہلکة (آیت ۱۹۶) ۲۲۳'۲۰۳	فانزلنا علیہم الاصحاف (آیت ۲۰) ۶۸۰'۶۸۰'۶۶۶'۳۶۰'۳۳۶	اهدنا الصراط المستقیم (آیت ۶) '۲۳۸'۱۸۱'۳۳۲'۳۰
فاذکروا اللہ الذکر کم ابلاکم (آیت ۲۰۱) ۲۰۰'۱۳۸'۱۳۷	ربنا اتنا فی الدنیا حسنة (آیت ۲۰۲) ۶۰۰'۵۸۶	صراط الذین انعمت علیہم (آیت ۷) ۳۸۱'۳۳۷
عسى ان نکرهوا شیئا	تکتمون (آیت ۷۴) ۳۲۳	غیر المفضوب علیہم و

٣٤١ (آيت ١٩٠)
 ٣٠٢ روج منه (آيت ١٤٢)
سورة المائدة

تعاونوا على البر و
 التقوى (آيت ٣)
 اليوم اكملت لكم دينكم
 واتممت عليكم نعمتى
 (آيت ٣)
 ٣٤١'٣٣٢'٢٢٩'١٨٠'١٣٤'١٣٥
 اعدلوا هو اقرب
 للتقوى (آيت ٩)
 فاغرينا بينهم العداوة
 والبغضاء..... (آيت ١٥)
 نحن ابناء الله واحباءه
 (آيت ١٩)
 فاذهب انت و ربك
 فقاتلانا مهنا قاعدون
 (آيت ٢٥)
 انما يتقبل الله من
 المتقين (آيت ٢٨)
 القينا بينهم العداوة و
 البغضاء (آيت ٦٥)
 و الله يعصمك من
 الناس (آيت ٦٨)
 ترى اعينهم تفيض من
 الدمع (آيت ٨٣)
 لا تستلوا من اشياء
 (آيت ١٠٢)
 يوم يجمع الله الرسل
 (آيت ١١٠)
 قالوا نريد ان ناكل
 منها... (آيت ١١٣)
 كنت عليهم شهيدا
 مادمت فيهم فلما
 توفيتنى (آيت ١١٨)
 ٣٤٣'٣٤٣'٣٤٥'٣٦٩'٣٢٠'٣٥٢

سورة الانعام

كنتم خیرامة اخرجت
 للناس (آيت ١١١)
 ضربت عليهم الذلة
 (آيت ١١٣)
 ولقد نصركم الله ببدر
 وانتم اذلة (آيت ١١٣)
 تلك الايام نداولها
 بين الناس (آيت ١١٣)
 و ما محمد الا رسول
 قد دخلت من قبله الرسل
 (آيت ١١٣)
 ما كان للنفس ان تموت
 الا باذن الله (آيت ١٣٦)

سورة النساء

واذ حض القسمة.....
 (آيت ٩)
 عاشروهن بالمعروف
 (آيت ٢٠)
 والمحصنت من النساء
 (آيت ٢٥)
 خلق الانسان ضعيفا
 (آيت ٣٠)
 الرجال قوامون على
 النساء (آيت ٣٥)
 بدلنهم جلودا غيرها
 (آيت ٥٤)
 وكان فضل الله عليك
 عظيما (آيت ١١٣)
 يا ايها الذين امنوا
 امنوا بالله و رسوله
 (آيت ١١٣)
 ما يفعل الله بعذابكم
 ان شكرتم (آيت ١١٨)
 ولكن شبه لهم (آيت ١٥٨)
 ما قتلوه وما صلبوه.....
 (آيت ١٥٩)
 ان من اهل الكتاب الا
 ليومنن به قبل موته

وهو خير لكم (آيت ٢١٤)
 لا اكراه فى الدين
 (آيت ١١٤)
 رب ارنى كيف تحى
 الموتى (آيت ٢٦١)
 من يوت الحكمة فقد
 اوتى خيرا كثيرا
 (آيت ٢٤٠)
 على كل شء تقدير
 (آيت ٢٨٥)
 لا يكلف الله نفسا الا
 وسعها (آيت ٢٨٤)
 ٦٩٨'٣١١'٢٨١'١٠٨

سورة آل عمران

يصوركم فى الارحام
 (آيت ٤٤)
 جنت تجرى من تحتها
 الانهر (آيت ١١٣)
 ان الدين عند الله
 الاسلام (آيت ٢٠)
 قل ان كنتم تحبون الله
 فاتبعونى يحببكم الله
 (آيت ٣٢)
 ٥٣٥'٥٣٣'٥١٨'٢٣٨
 الا تكلم الناس ثلثة
 ايام الارمزا (آيت ٣٢)
 مكروا ومكر الله والله
 خير الماكرين (آيت ٥٥)
 و جاعل الذين
 اتبعوك فوق الذين
 كفروا الى يوم القيامة
 (آيت ٥٦)
 انى متوفيك ورافعك
 الى (آيت ٥٦)
 ٣٥٣'٢٤٨'٢٦٥'٢٢٩'١٨٨'٥٣
 و من يبتغ غير الاسلام
 دينا فلن يقبل منه
 (آيت ٨٦)

عطاء غیر مجذوذ ۵۲۵ (آیت ۱۰۹)	لیهلك من هلك عن بینة (آیت ۳۳) ۳۶۹	و من اظلم ممن افترى على الله كذبا... (آیت ۲۲) ۵۳
ان الحسنات يذهبن السيئات (آیت ۱۱۵)	سورة التوبة	فان استطعت ان تبتغي نفقا في الارض
۶۵۴'۳۳۷'۶۰'۱۹	ان الله معنا (آیت ۳۰) ۶۳۰	(آیت ۳۶) ۲۱۲
سورة يوسف	وصل عليهم... (آیت ۱۰۳) ۴۰۲'۷۰'۳۷۵	صم بكم (آیت ۳۰) ۶۶۹
مارے تھو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے پورے مکتوبی بیان	یا ایہا الذین امنوا اتقوا الله وكونوا مع الصادقین (آیت ۱۱۹)	قل هو القادر... (آیت ۶۶) ۶۵۱
۳۲	۶۳۲'۵۱۷'۲۳۳'۲۲۴'۱۲۳'۵	سیحانه و تعالیٰ (آیت ۱۰۱) ۶۱۶
آیات للسانین (آیت ۸) ۳۲	ان الله لا یضیع اجر المحسنین (آیت ۱۲۰) ۵۸۲	لا تدرکه الابصار و هو یدرک الابصار (آیت ۱۰۳) ۳۳۷'۳۳۶'۳۳۵'۲۳۰
وابيضت عينه (آیت ۸۵) ۱۵۲	سورة یونس	فمن اضطر غیر باغ و لا عاد (آیت ۱۳۶) ۲۱۱
لا تثریب علیکم الیوم (آیت ۹۳) ۱۱۹'۶۱	فقد لبثت فیکم عمرا من قبله (آیت ۱۷) ۳۲۲'۱۶۲	لا تزر وازرة وزر اخری (آیت ۶۵) ۷۰'۳۳۵
انی لاجد ریح یوسف (آیت ۹۵) ۳۷۵'۱۵۲	فماذا بعد الحق الا الضلال (آیت ۳۳) ۵۳	سورة الاعراف
سورة الرعد	ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (آیت ۳۷) ۵۲	ربنا ظلمنا انفسنا... (آیت ۲۳) ۵۷۷
ان الله لا یغیر ما بقوم حتى یغیروا ما بانفسهم (آیت ۱۲) ۳۱۰'۱۳۱	لهم البشری فی الحیوة الدنیا (آیت ۶۵) ۳۹	ربنا افتح بیننا و بین قومنا بالحق (آیت ۹۰) ۳۹۰
و ما دعاء الکفرین الا فی ضلل (آیت ۱۱۵) ۷۱۰	امنت انه لا اله الا الذی امنت به بنوا اسرائیل (آیت ۹۱) ۶۳۱'۵۵۳'۵۵۱	والعاقبة للمتین (آیت ۱۲۹) ۱۵۸'۲۱۲
و اما ما ینفع الناس فیمکث فی الارض (آیت ۱۱۸) ۲۸۳'۲۲۲'۲۲۳'۲۲۴'۲۲۱	ان كنت فی شک (آیت ۹۵) ۳۲۵	و ان تصبهم سیئة یطیروا بموسی و من معه (آیت ۱۳۲) ۳۲۳
یمحوا الله ما یشاء و یثبت (آیت ۳۰) ۱۵۰	سورة هود	قل یا ایہا الناس انی رسول الله الیکم جمیفا (آیت ۱۵۹) ۶۶۳'۲۲۸'۱۸۰'۱۳۷'۳۱
انانا فی الارض ننقصها من اطرافها (آیت ۲۲) ۵۳۴'۲۰۱	ما من دابة فی الارض الا علی الله رزقها (آیت ۷) ۶۸۲	علمها عند ربی (آیت ۱۸۸) ۲۰۵
سورة ابراهیم	فکیدونی جمیعا ثم لا تنظرون (آیت ۵۶) ۵۰۱'۲۱۸	هو یتولی الصالحین (آیت ۱۱۷) ۶۸۱'۲۵۹'۵۸
و ما ارسلنا من رسول الا بلسان قومه (آیت ۵) ۵۹۷	فمنهم شقی و سعید (آیت ۱۰۶) ۶۱۳	سورة الانفال
واستفتحوا وخاب کل جبار عنید (آیت ۱۶) ۱۵۸	الا ماشاء ربک (آیت ۱۰۹) ۵۲۵	ما رمیت اذ رمیت و لکن الله رمی (آیت ۱۸) ۵۰۷

ما جعلنا لبشر من قبلك الخلد (آیت ۳۵) ۳۶۶	سورة الكهف	اناله لحافظون (آیت ۱۰)
قلنا ينادكوني بردا و سلاما على ابراهيم (آیت ۷۰) ۵۰'۱۵۳	رجال کے لئے سورہ کف کی ابتدائی آیتیں پڑھ (حدیث) ۳۵۲	۶۷۵'۶۶۶'۳۵۸'۳۶۰'۳۶۵'۳۷۰
رب لا تذرني فردا (آیت ۹۰) ۳۵۹	فاؤا الى الكهف (آیت ۱۷) ۵۳۱	۶۷۷'۳۸۱'۳۷۰
والتر احصنت فرجها (آیت ۹۲) ۲۶۰'۷۹	وكان ابوهما صالحا (آیت ۸۳) ۳۵۷'۱۹۵	ماياتيهم من رسول الا كانوا به يستهزءون (آیت ۱۲) ۵۳
من كل حذب ينسلون (آیت ۹۷) ۳۶۶'۳۲۰	سورة مريم	فاذا سويته ونفخت فيه من روحي (آیت ۳۰) ۳۰۲'۱۷۱
ان الارض يرثها عبادي الصالحون (آیت ۱۰۶) ۳۵۲'۳۵۱	يليتنى مت قبل هذا (آیت ۲۳) ۳۰۱	ونزعا ما في صدورهم من غل (آیت ۳۸) ۳۳۱
وما ارسلناك الا رحمة للعالمين (آیت ۱۰۸)	يوم امرت و يوم ابعث حيا (آیت ۳۳) ۵۲۸	سورة النحل
۶۶۳'۲۹۱'۳۷۷'۱۱۰'۳۱	رفعناه مكانا عليا (آیت ۵۸) ۳۵۰	فسئلوا اهل الذكران كنتم لا تعلمون (آیت ۳۳) ۲۷۱
سورة الحج	و ما ننزل الا بامر ربك (آیت ۶۵) ۶۳۵	سورة بنى اسرائيل
فاجتنبوا الرجس من الاوثان..... (آیت ۳۱) ۲۶۶	تكاد السموات يتفطرن منه (آیت ۹۱) ۳۵۲	سبحن الذي اسرى بعبيده (آیت ۲) ۶۳۳
لن ينال الله لحومها (آیت ۳۸) ۶۶۶	سورة طه	المسجد الاقصا الذي بركنا حوله (آیت ۲) ۳۵۱
اذن للذين يقاتلون بانهم ظلموا..... (آیت ۳۰) ۷۱	له الاسماء الحسنی (آیت ۹) ۶۱۶	عباد لنا (آیت ۶) ۶۵۳
ان يوما عند ربك كالف سنة مما تعدون (آیت ۳۸) ۱۰۶	انك انت الاعلی (آیت ۶۹) ۳۰۲	لاتقف ما ليس لك به علم (آیت ۳) ۷۰۹'۲۳۰
ما ارسلنا من قبلك من رسول و لانبی ما قدر و الله الحق قدره (آیت ۷۵) ۵۳۳'۵۳۳	من يات ربه مجرما (آیت ۷۵) ۳۱۹	وان من قرية الا نحن مهلكوها..... (آیت ۵۹) ۵۸۰'۲۱۶
سورة المؤمنون	الا يرجع اليهم قولا (آیت ۹۰) ۷۱۰'۱۳۸	من كان في هذه اعشى فهو في الاخرة اعشى (آیت ۷۳) ۱۱'۵
والذين هم عن اللغو معرضون (آیت ۳) ۱۷۱	رب زدني علما (آیت ۱۱۵) ۲۲۳'۱۳۲	فهل عسى ان يكون عسى ادم (آیت ۱۱۲) ۳۷۷
ثم انشاه خلقا اخر (آیت ۱۵) ۷۰۶'۶۳	ففسس ولم نجد له عزما (آیت ۱۱۶) ۳۷۷'۱۸	جاء الحق و زهق الباطل (آیت ۸۲) ۱۷۵
	عسى ادم (آیت ۱۱۲) ۳۷۷	كل يعمل على شاكلته (آیت ۸۵) ۶۰۱'۶۰۰'۳۶۳
	سورة الانبياء	سبحان ربى هل كنت الا بشرا رسولا (آیت ۹۳) ۳۷۵'۱۵۳
	فلياتنا بآية كما ارسل الاولون (آیت ۶) ۳۶۶	بالحق انزلناه و بالحق نزل (آیت ۱۰۶) ۱۱۰

۴۳ فرحون (آیت ۳۳)
 ظهر الفساد فی البر و
 البحر (آیت ۳۲) ۷۱۰'۷۱۰

سورة لقمان

مانفدت کلمات الله
 (آیت ۲۸) ۳۲۵

سورة السجدة

فلا تعلم نفس ما اخفى
 لهم من قرة اعين
 (آیت ۱۸) ۶۲۹
 متى هذا الفتح (آیت ۲۱) ۲۰۶
 قل يوم الفتح..... كفروا
 ايمانهم (آیت ۳۰) ۵۲۵

سورة الاحزاب

منهم من قضى نحبه و
 منهم من ينتظر (آیت ۲۳) ۳۳۵
 ما كان محمد ابا احد
 من رجالكم و لكن
 رسول الله و خاتم
 النبيين (آیت ۳۱)

۵۳۳'۵۳۲'۳۱۷'۲۳۳'۲۳۸
 و لن تجد لسنة الله
 تبديلا (آیت ۶۳) ۳۸۱

سورة سبأ

دابة الارض تاكل
 منساقه (آیت ۱۵)
 ۳۵۵'۳۱۹'۳۵۳'۳۰
 كافة للناس (آیت ۲۹) ۲۹۱

سورة الفاطر

انما يخشى الله من
 عبادة العلماء (آیت ۲۹) ۲۲۳
 فعنهم ظالم لنفسه و
 منهم مقتصد و منهم
 سابق بالخيرات
 (آیت ۳۳) ۶۸۲'۶۶۹'۵۵۹

۷۰۷'۳۲۸
 كلا ان معي ربي
 سيهدين (آیت ۶۳)

۷۰۷'۶۳۰'۳۲۸
 في كل واد يهيومن
 (آیت ۲۲۶) ۱۲۶

سورة النمل

و جحدوا بها واستيقنتها
 انفسهم (آیت ۱۵) ۳۳۸
 اخرجنا لهم دابة من
 الارض (آیت ۸۳)

۵۳۲'۳۱۷'۱۳۳

سورة القصص

هذا من عمل الشيطان
 (آیت ۱۱) ۳۳۲
 و العاقبة للمتقين
 (آیت ۸۳) ۳۸۱'۵۲

سورة العنكبوت

احسب الناس ان
 يتركوا..... (آیت ۳)
 ۵۸۱'۳۷۳'۹'۲۹۸'۲۵۸

رجزا من السماء
 (آیت ۳۵) ۵۳۱
 انما الايت عند الله
 (آیت ۵۱) ۱۵۳

و الذين جاهدوا فينا
 لنهدينهم سبلنا
 (آیت ۷۰) ۵۸۱'۳۳۱'۲۳۰'۲۳

سورة الروم

الم غلبت الروم... يفرح
 المؤمنون (آیت ۵) ۳۳۱'۳۳۰'۳۲

فطرت الله التي فطر
 الناس عليها (آیت ۳۱) ۳۳۹
 كل حزب بما لديهم

ما سمعنا بهذا في
 ابائنا الاولين (آیت ۲۵) ۱۸۹
 و اوينهما الى ربوة ذات

قرار و معين (آیت ۵۱) ۵۳۱'۲۹۳
 كلوا من الطيبات
 (آیت ۵۲) ۳۸۷

فلا انساب بينهم
 (آیت ۱۰۲) ۲۳۳

سورة النور

سورة نور سے نور حاصل کرو
 امت سے ویدہ اشکاف
 آیت اشکاف میں کج محمودی

بشک کی جگہ کی
 ویدہ اشکاف اور شیل میں
 طائفة من المؤمنین
 (آیت ۳) ۵۲۶

الخبیث للخبیثین.....
 و الطیب للطیبین
 (آیت ۲۷) ۳۵۷

وعد الله الذين امنوا
 منكم (آیت ۵۶) ۶۶۸'۳۹۹'۳۰۰'۳۸۳'۳۶۱

سورة الفرقان

كذلك لنثبت به
 فؤادك ورتلنه ترتيلا
 (آیت ۳۳) ۲۳۶

يبينون لربهم سجدا و
 قياما (آیت ۶۵) ۶۰
 قل ما يعبؤا بكم ربي لو
 لا دعاءكم (آیت ۷۸)

۶۳۳'۳۰۵'۲۲۱'۱۹۹

سورة الشعراء

لعلك باخع نفسك
 الا يكونوا مومنين
 (آیت ۳) ۱۶۳

انا المدركون (آیت ۶۲)

سورة يس

والقمر قدرته منازل
 (٢٠ آية) ٥٣٢
 بكل خلق عليم (٨٠ آية) ٣٣
 اذا اراد شيئا ان يقول
 له كن فيكون (٨٣ آية)

٢٣٦'٢٣١'٢٣٠'١٦٥

سورة ص

مفتحة لهم الابواب
 (٥١ آية) ٢٤٩
 ام كنت من العالين
 (٤٦ آية) ٢٠٣
 و ما انا من المتكلمين
 (٨٤ آية) ٢٨٢

سورة الزمر

فيمسك التي قضى
 عليها الموت (٣٣ آية) ٢٣٨'٢١٤'١٦٥

سورة المومن

يصبكم بعض الذي
 يعدكم (٢٩ آية) ٢٤٤
 افوض امرى الى الله
 (٣٥ آية) ٣٣٦
 ادعوني استجب لكم
 (٦١ آية) ١٣٨'٦٨
 ٣٣٨'٢٩٩'٢٩٤'٢٩٤'١٦٤'١٥٣

سورة خم السجدة

ان الذين قالوا ربنا
 الله..... (٣١ آية) ٥٥٨
 وابشروا بالجنة التي
 كنتم توعدون (٣٢ آية) ٥٥٩'٥٥٨

سورة الشورى

فريق في الجنة وفريق

في السعير (٨٤ آية) ٦٥٨'٣٣٨
 ليس كمثلهم في (١٢ آية) ٤١٥
 جزاء سيئة سيئة مثلها
 (٣١ آية) ١٤٢'٨٤'٢٨

سورة الزخرف

جعلناه مثلا لبني
 اسرائيل (٦٠ آية) ٢٤١
 و انه لعلم للساعة
 (٦٢ آية) ٢٤١
 عنده علم الساعة
 (٨٦ آية) ٢٢٤

سورة الجاثية

فباي حديث بعد الله
 آياته يؤمنون (٤٤ آية) ٥٣٦
 ما هي الا حياتنا الدنيا
 نموت ونحيا (٢٥ آية) ١١١

سورة الاحقاف

فاصبر كما صبر
 اولو العزم من الرسل
 (٣٦ آية) ٢١٢

سورة محمد

يتمتعون و ياكلون
 (١٣ آية) ١١١

سورة الفتح

لن تجد لسنة الله تبديلا
 (٢٢ آية) ٢٩٤

سورة الحجرات

ان اكرمكم عند الله.....
 (١٣ آية) ٦٠٣'٣١٠'٢٦٠'١٤٤
 قالت الاعراب امانا.....
 (١٥ آية) ٣٣٢'٣٠٤

سورة ق

ولدينا مزيد (٣٦ آية) ٦٣٩

سورة الذاريات

وفي السماء رزقكم وما
 توعدون (٢٣ آية) ٢٥٢'١٣٠'٥٤
 فو رب السماء و
 الارض انه لحق
 (٢٣ آية) ٢٥٢

سورة النجم

دنا فتنأى فكان قاب
 قوسين وادأى (٦٩ آية) ١٤٠
 ان الظن لا يغنى من
 الحق شيئا (٢٩ آية) ٣٤٨'٣٤٢
 ابراهيم الذي وفى
 (٣٨ آية) ٤٠٣'٢٣٦
 ليس للانسان الا ما سمى
 (٣٠ آية) ٥٨٩'٥٨٨

سورة القمر

وان يروا آية يعرضوا
 يقولوا سحر مستمر
 (٣ آية) ٦٤٣

سورة الرحمن

الرحمن - علم القران
 (٣٢ آية) ٢٢٣
 كل من عليها فان
 (٢٤ آية) ٣٣٣
 ولمن خاف مقام ربه
 جنتان (٢٤ آية) ١١٣
 ٥٥٢'٥٥٣'٢٥٣'٢٢٠'١٥٣

هل جزاء الاحسان الا
 الاحسان (٦١ آية) ٢٩٢

سورة الواقعة

لا يمسه الا المطهرون
 (٨٠ آية) ٥٠٢

سورة الحديد

هو الاول و الاخر

فرعون رسولاً (آيت ١٦) ٦١٤'٣٦١

سورة المدثر

والرجز فامجر (آيت ٦)

٥٤٧'٥٠٢'٢١٣

سورة الدهر

ان الابرار يشربون من

كاس كان مزاجها

كافورا (آيت ٦)

يفجرونها تفجييرا

(آيت ٤)

سورة المرسلات

ان زنادقهم يطون كي متكوى

والمرسلت عرفا.....

عذرا او نذرا (آيت ٤٢) ٢٠٣

سورة النازعات

اما من خاف مقام ربه و

نهى النفس عن الهوى

(آيت ٣) ٦٦١

سورة عبس

عبس وتولى ان جاءه

الاعشى (آيت ٣) ٣٨٨

سورة التكويد

واذ العشار عطلت

(آيت ٥) ٦٤٣'٣٩٥'٢٨٩

واذا النفوس زوجت

(آيت ٨) ٦٤٣'٣٩٩'٢٩٩

واذ الصحف نشرت

(آيت ١١) ٦٤٣

سورة الانفطار

ان الابرار لفي نعيم

(آيت ١٣) ٢٥٣

سورة الطارق

سورة الطلاق

من يتق الله يجعل له

مخرجا و يرزقه من

حيث لا يحتسب

(آيت ٣) ٤٠٤'٥١٧'٢٦١'٥٨

و من يتوكل على الله

فهو حسبه (آيت ٣)

٦٣٨'٥١٧'٢٦١'٢٥٢'٥٨'٥٤

سورة التحريم

ابن مريم كاسا

امت من آتة والى ككاي

مككول

ومريم ابنت عمران التي

احصنت فرجها (آيت ١٣) ٦٦٨

سورة الملك

لو كنا نسمع او نعقل ما

كنا في اصحاب السعير

(آيت ١١) ٣٣٣'٢٢٢

سورة القلم

انك لعلى خلق عظيم

(آيت ٥) ١١٩

بعد ذلك زعيم (آيت ١٣) ٣٨٧

و لاتكن كصاحب

الحوث (آيت ٣٩) ٢١٢

سورة الحاقة

لو تقول علينا بعض

الاقاويل (آيت ٣٥) ٣٠٠

سورة نوح

رب اغفرلى و لوالدى

(آيت ٢٩) ٥٨٥

سورة المزمل

انا ارسلنا اليكم رسولا...

كما ارسلنا الى

(آيت ٣) ٢٢٢

اعلموا ان الله يحى

الارض بعد موتها

(آيت ١٨) ٤١٣'١١١

وانزلنا الحديد فيه

باس شديد و منافع

للناس (آيت ٢٦) ٥٨٣'٥١٢

سورة المجادلة

كتب الله لاغلبن انا و

رسلى (آيت ٢٢) ٤١٧'٣٨٥

سورة الحشر

فاعتبروا يا اولى

الابصار (آيت ٣) ٢٢٢

له الاسماء الحسنى

(آيت ٢٥) ٢١٨

سورة الصف

مبشرا برسول ياتى من

بعدى اسمه احمد

(آيت ٤) ٥٩١

والله متم نوره و

لو كره الكفرون (آيت ٩) ١٣٢

ليظهره على الدين كله

(آيت ١٠) ٥٠

٣٥٠'٢٢٠'١٤٥'١٣٥'١٣٣

هل ادلكم على تجارة

تنجيكم من عذاب اليم

(آيت ١١) ١٣٢

سورة الجمعة

واخرين منهم لما

يلحقوا بهم (آيت ٣) ٢١٠'٣٠

٢٣٣'٣٦٥'٣٦١'٢٩١'١٣٥'٥٠'٣٩

٢٥١'٣٥٥

ذلك فضل الله

يؤتاه من يشاء

(آيت ٥) ٢٦١

سورة النصر

اذا جاء نصر الله والفتح

۵۵۷'۲۳۲'۲۲۹ (آیت ۲)

ورایت الناس یدخلون

فی دین الله افواجا

۵۵۵'۳۳۲ (آیت ۳)

فسبح بحمد ربک و

استغفره انه کان توابا

۳۰۷ (آیت ۴)

سورة الاخلاص

توحید کے کل مراتب کو بیان کرتی

۳۳ ہے

تورات اور انجیل کے سارے دفر

۱۳۶ پر ہماری تھری سورت

دلائل اٹھائیں کے مقابل سورة اخلاص

۱۶۹ ہے

قل هو الله احد (آیت ۲)

۱۵۱۶۰۳'۵۰۵'۳۵۲'۱۳۶

الله الصمد (آیت ۳)

۵۰۵ لم یلد ولم یولد (آیت ۴)

۷۱۵ کفو احد (آیت ۵)

۱۳۶

سورة الفلق

یہودی اور مسائی تہذیب سے تعلق

۱۶۹ قل اعوذ برب الفلق

۱۶۹ (آیت ۲)

و من شر غاسق اذا

وقب و من شر النفت

۱۶۹ فی العقد (آیت ۵)

سورة الناس

اس سورت میں یہودی اور

عیسائیوں کے تہذیبی طرف اشارہ

۱۶۹'۱۳۳ ہے

قل اعوذ برب الناس

۳۵۱'۱۳۳ (آیت ۷)

☆☆☆

۵۱۳ اثقالها (آیت ۳)

من یحمل مثقال ذرة

۱۸ خیرا یرہ (آیت ۹)

سورة العصر

اس میں دنیا کی تاریخ موجود ہے جس

پر خدا نے اپنے اللہ سے تم کو

۱۳۳ اطلاع دی ہے

و تواصوا بالحق و

۲۲۱ تواصوا بالصبر (آیت ۳)

سورة الهمزة

نار اللہ الموقدۃ التی

تطلع علی الافئدة

۱۱۴'۲۰ (آیت ۸)

سورة قريش

لایلف قریش الفہم

رحلۃ الشتاء والصف

۶۷۳ (آیت ۲)

سورة الكوثر

تفسیر

اس سورت کی روشنی میں قائم

۳۸ الشیخ کی ترویج

انا اعطیناک الکوثر

۵۵۳'۳۱۷'۳۹'۳۸ (آیت ۲)

فصل لربک و انحر

۵۵۳'۳۱۷ (آیت ۳)

ان شانک ہوا البتر

۵۵۳'۵۳۳'۵۳۲'۳۱۷'۳۸ (آیت ۴)

سورة اللهب

اس سورت میں غیر المنقوب علیہم

۱۶۹ کے تہذیبی طرف اشارہ ہے

سورة الكافرون

قل یا ایہا الکفرون

۶۰۳ (آیت ۲)

والسماوات الرجوع

۷۱۳'۷۱۲ (آیت ۱۲)

انه لقل نصل وما هو

۷۱۳'۱۱۳ (آیت ۱۳)

سورة الفجر

یا ایتہا النفس

المطمئنة ارجعی الی

ربک (آیت ۲۸)

۵۵۹'۲۷۸

سورة الشمس

قد افلح من زکھا

(آیت ۱۰)

۷۰۱'۵۸۹'۵۵۷'۵۳۱'۳۳۱'۱۸۲

ولا یخاف عقبھا (آیت ۱۶)

۲۵۷'۱۹۵'۱۸۵'۱۳۱

سورة الضحی

اما بنعمۃ ربک فحدث

۳۰۳'۳۸۹'۳۸۹ (آیت ۱۲)

سورة المنشرح

ان مع العسر یسر

۶۹۸'۱۳۹ (آیت ۷)

سورة التین

لقد خلقنا الانسان فی

۳۲۲ احسن تقویم (آیت ۵)

سورة البینة

یتلوا صحفا مطهرة

۳۳ (آیت ۳)

فہیما کتب قیمۃ (آیت ۳)

۱۳۷

مخلصین لہ الدین

۳۵۰ (آیت ۵)

رضی اللہ عنہم ورضوا

۳۰۷'۲۳۵ (آیت ۹)

سورة الزلزال

اخرجت الارض

اسمار

	ا	آ
مجروحی سنتے ہی اٹھنا کتا اور کوئی مجروح یا نشان طلب نہیں کیا ۷۱۳'۶۳۳'۱۲۳'۵۵	۲۳۹'۱۷۸	۳۹۹'۳۷۶
ان اللہ معنا کی سمیت میں	ابیراجیم علیہ السلام	آ آتھم - عبد اللہ پادری
۶۳۰	۱۷۴	اپنے قول سے رجوع اور توبہ
۳۱۰	۶۹۶	۵۱۳'۵۱۱'۳۷۸'۳۷۷'۳۳۱
بعض لوگوں کا آپ کو ظلمی سے بغیر	ابو الغناہ اپنے صدق	بیکرام منسوب علیہ تھا اور آتھم
۳۸۸	۱۳۹	نفل
۱۱۶	۷۰۳	آدم علیہ السلام
۳۶۷	۲۳۶	۵۹۵'۵۱۹'۵۰۷'۳۵۰'۲۳۶'۱۷۳
۵۷۸	۵۲۳	بن باپ پیدائش
۲۰۲	۱۹۶	پہلے دن پیدا ہوئے تھے
۵۵۲	۲۱۸	لاہوتی اور ناموسوی خواص
نشان پر نشان دیکھے مگر تکذیب سے باز نہ آیا	۳۳۲	۱۵
۷۱۳	۱۹۵	بانگ میں آپ کو خدا کا بیٹا کہا گیا ہے قرآن کریم نے آپ کو بھی روح اللہ قرار دیا ہے
۳۷۸	۲۴۷	۳۰۲
حضرت عمر کو آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم کے قتل کے لئے آمادہ کرنا	۱۹۵	شیطان کا حیات ابدی پیش کرنا
۵۰۹	۲۴۷	گند کے لئے آپ میں عزم نہیں تھا
۶۵۰	۳۹۱	۱۷۰'۳۳۳
اس کی موت پر میں مقدر تھی	۶۲۳	شیطان اور آدم کی آخری جنگ
اس کا سر کٹنے پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا مجروح فرمنا	۶۲۳	آجکل آدم علیہ السلام کی دعا پڑھنی چاہئے
۲۳۳	۳۹۱	۵۷۷
۲۵۳	۶۲۳	یہ وہ عظیم الشان جماعت ہے جس کی تاری حضرت آدم کے وقت سے شروع ہوئی
۳۲۵	۱۹۰'۱۷۸	۲۸۲
ابو حنیفہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ	۱۹۰'۱۷۸	۳۷۶
آپ کا مسلک قابل قدر ہے آپ	۳۳۵'۵۵۱'۵۶۱'۳۲۳'۲۵۸'۱۸۸	آمنہ علیہا السلام
۳۳۵	۶۳۳	آئل
۳۷۷	۶۳۳	آئل جبریل ہے فرشتہ بشارت دینے والا
۳۷۷	۶۳۳	۳۳۵
رفع یدین پر عمل نہ کرنے کی وجہ	۶۳۳	صدقہ غنیمت

اعظم بیگ مرزا	احمد حسین ازکنک	ابو رحمت حسن مولوی
آپ کے پوتے مرزا احسن بیگ کا ارادہ بیعت ۲۵۷	حضور کی خدمت میں نقدی اور البیہ موجودہ کی وصیت کے مطابق زپورات بھجوانا اور حضور کی آپ کے لئے دعا ۳۳۳	ایک آیت کے حلق اشعار ۳۶۰ ابو سعید عرب آجر رنگون ۳۹۳'۳۹۵' ۵۹۳'۵۹۴'۶۱۳'۶۳۵'۶۳۱'
افلاطون یاد خود برادر دانشمند ہونے کے توجیہ پر قائم نہ ہوا ۲۲	احمد خان سید - سر یورپ کی طرف میلان سیح موعود علیہ السلام کی کتب کے محقق رائے ۳۸۲	آئینہ کلمات اسلام سے متاثر ہونا ۵۷۸ حضرت اقدس کے جذب کا ذکر ۶۳ حیات دنیا و آخرت کے حلق اشعار ۵۹۹
عالم روحانی کے اسرار سے بے نصیب رہا ۶۲۳	تقریب کی راہ دعا کا انکار ۳۷	استعارہ کے نتیجہ میں دلی کا سفر منسوخ کرا ۶۱۷
الہی بخش فحشی مصنف عسائے موسیٰ بید مکتبہ اور کیوڑہ کے استیصال پر اعتراض ۲۲۰	دعا کی حقیقت سے ناواقفیت قبولیت دعا کو تا مکن سمجھتا ہے ۳۳۵	براکے ایک شخص کی پیشکش کا ذکر ۵۸۳
اللہ بخش میاں امرتسری برات کے ساتھ ہجے بجانے کے محقق اشعار ۳۱۰	بنی اسرائیل کے لئے سند پھانسنے سے مراد جو اہل ایمان لیتے ہیں ۷۰۷	ابوسفیان فرست کی کمی ۵۵۱ مسلمانوں کی کثرت سے مرعوب ہونا ۳۳۰
الیاس علیہ السلام یہود ایلیاس کی آمد طانی کے ظفر ۶۸۲'۳۷۰	گوجرانوالہ ۶۷۵'۳۰۳	ابوالقاسم ۳۹۳
آپ کی آمد طانی کے حلق یہودی فلسفی ۶۷۲	حضور کے ارشاد کی حقیقت میں تشریف آوری ۳۰۲	ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ حدیث حلق ان من اهل الکتاب نصیب ہے ۳۷۱
الیاس - جان الیکزینڈرووی ۳۳۹'۳۳۲	اختر الدین احمد سید کنک بنگل بیعت ۳۳۳	ابوہب سیح موعود علیہ السلام کے نام میں ذکر ۱۶۹
الیکزینڈرووی - دیکھئے ڈوئی لہد او اللہ حاجی ۳۳۸	آپ کی موت کا اقرار ۳۵۰	ابویوسف مبارک علی مولوی اپنا عملی قصیدہ الاستفتاء من ندوة العلماء سنہ ۳۰۶
ایڈورڈ ہفتم ہندوستان کی سرپرستی ۲۳۷	اسحاق علیہ السلام ۶۶۳	احمد شہید سید رضی اللہ عنہ ۵۰۶
ایلیا نیز دیکھئے ایلیاس ۳۳۲'۳۷۷'۱۰۲'۵۳'۵۳	آپ کی اولاد میں ایک عظیم الشان نبی کی بیعت ۶۶۳'۶۶۳	احسن بیگ مرزا بیعت کا ارادہ ۲۵۷
آپ کے قصے پر سیح کی صداقت کا سادہ معیار ہے ۷۴	اسماعیل شہید رضی اللہ عنہ ۳۲۰	احمد جان (مولوی) دعویٰ عقیدہ رکھتے تھے ۳۳۳
دردبار آنے کی سہولگی ۳۷۲	اسماعیل علیہ السلام مبارک اور بلاکت ۲۳۰	

۷۰۸	ارض مقدس سے محروم رہے	۴۷۳	۳۷۳°۳۷'۳۳"۷۱	آدم ٹانی سے مراد
۷۷	مغاضبت اور کھیر میں آپ کو ہونا	۳۷۳		ایوب بیگ مرزا
۵۹۰	ان کا سچ	۳۷۳		اطلاس کا ذکر
	سچ کی بنیاد پر انہیں ان کے لئے			
۵۹۱	ایک تیسرہ تھی	۳۷۵		ب
	یہود کا خیال تھا کہ نبی آخر الزمان نبی	۳۷۷		
۶۷۲	اسرائیل میں سے ہو گا			باب
۶۸۲	بنی اسماعیل	۳۷۱		ہائیک
	یہ اسرائیل کے پہلے بنی اسماعیل میں			بخت نصر
۶۷۲	نبی آخر الزمان کا تصور			یہود پر مظالم
	بوڑھے خان ڈاکٹر	۱۸		پنجگڑ خان سے نمائندگی
۳۰۶	اطلاس کا ذکر	۶۵۳		برہہ گوتم
۳۳۹	ہمام الدین			اس کا بیوی بچوں سے قطع تعلق کرنا
	پ-ت-ٹ	۳۲۵		اسلام کی رو سے درست نہیں تھا
	پر تپ سنگھ رائے			بڑھاپا لالہ بدر اسی
	قادیان کے لوگوں کو ظالموں کا بیل			منصور سے عقیدت اور نبوت کے
۳۰۵	لگانے کے لئے آتا	۵۱۸		محقق سوال
	پطرس			برہنیز
	آپ کی عمر سے صلیب کے واقعہ			کھیروں کو نبی اسرائیل قرار دیتا ہے
	کے بعد سچ علیہ السلام کی زندگی کی			برٹینٹ وائٹ پلوری
۳۳	تائید	۷۱۰		شمبر داس لالہ
	قرآن کریم نے پطرس کی دعا کی			دعا کے نتیجے میں نصف قہر صاف ہوا
۳۲۵	تصدیق کی ہے	۶۸۲		بشیر اول
۳۳	عمر کے حلقہ چھین	۳۵۱		آپ کی اہل سا جزائرہ مرزا مبارک
	ماننے کھڑے ہو کر سچ پر لعنت کی	۹۵		احمد سے ملتی تھی
۱۸۰				بشیر احمد مرزا قمر الانبیاء
	پگٹ دی سمیت۔ انگلستان	۲۱		آنکھوں کی بیماری سے مجروح تھا
۵۷۱		۷۰۶		آئین
۵۳	دی سمیت	۶۶۷		بشیر الدین محمود احمد المسیح المرعود
۵۳۰	ہام میں ہے	۷۰۷		
۵۲۸	اس کی شہرت ڈوئی سے زیادہ ہے	۳۶۷		خلیفہ المسیح الثانی
۵۲۹	شیطان کا عنصر			
				بشیر اول کی وفات سے چالیس دن بعد
				آپ کی ولادت ہوئی
				آپ کی ہدایت کی روڈ کی گورڈاگی
				(۲۱ اکتوبر ۱۸۷۳ء) ہارات میں شمال
				بزرگوں کے امام
				روڈ کی سے رات کی والسی
				بشیر ملا بھوپالی
				سچ مرعود علیہ السلام کو دلیل کرنا
				محل زبول
				عالمین کی طرف سے محبت میں
				علیہ السلام کا خطاب
				پلعم باعور
				"بد دعا"
				پتقیس ملکہ سا
				حضرت سلیمان کا آپ کو درس توحید
				دعا
				علیہ شاہ
				کلیاں
				بنت سبوح
				سچ کے نسب نامہ میں مذکور ایک
				ہر کردار عورت
				بنی اسرائیل
				خدا تعالیٰ کا دیا ہوا لقب
				ہائیک میں اسرائیل کو خدا کے بیٹے کہا
				گیا ہے
				چار برس فرعون کی غلامی میں
				رہے تھے
				فرعون کی طرف سے انہیں بنانے کی
				پیار
				چار سالہ غلامی کے ہدائت
				سوی علیہ السلام سے ہر اسکل
				نکالت سے فائدہ نہ اٹانا
				اپنی شوخیوں کی وجہ سے چالیس سال

<p>۲۷۲ حضرت کائنات کا مقدر</p>	<p>۳۳۱ سے کامیابی نہیں ہوئی</p>	<p>۳۲۸ نوگوں کا صلہ ۵۳۵ اس کے حلقے ایک روڈ اور المام اگر یہ ہمارے مقابلہ میں آئے تو ہم اثر ہو گا</p>
<p>۳۳۲ حضرت کا موعود علیہ السلام کے ایک خادم</p>	<p>۳۳۲ جان محمد میاں امام مسجد تھوکان</p>	<p>۳۲۹ پوپولوس - Saint Pal ۱۰۳'۱۰۲ موجودہ عیسائی مذہب پوپولوس کی انکار ہے</p>
<p>۳۳۳ چراغ الدین جوینی</p>	<p>۳۳۳ جبریل علیہ السلام</p>	<p>۳۲۹ پوپولوس کا اصل نام کی عیسائیوں کی خرابی اور اس کی پرستشوں کا اصل نام کی شخص تھا عیسائی پوپولوس کی پوتوں پر اپنا ایمان ہر دیتے ہیں</p>
<p>۳۳۴ توجہ بند</p>	<p>۳۳۴ آمل جبریل ہے فرشتہ جبرائیل دینے والا</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۳۵ چنگیز خان</p>	<p>۳۳۵ نزول کی کیفیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حضرت عائشہ کی تصویر پیش کرنا</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۳۶ اسلام کے حکام و رہنما کے بخت ضرے ممالک</p>	<p>۳۳۶ جعفر زبلی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۳۷ حافظ شیرازی</p>	<p>۳۳۷ امام احمدی پر اعتراض</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۳۸ حامد حسین مولوی</p>	<p>۳۳۸ جلال الدین رومی - مولانا روم</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۳۹ حضور کی طرف سے تھوکان میں مزہ قیام کی کیفیت</p>	<p>۳۳۹ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۰ حامد سنو ایک نو مسلم انگریز</p>	<p>۳۴۰ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۱ حامد علی خادم حضرت سچ موعود حضرت اقدس کی ایک روڈ میں آپ کا ذکر</p>	<p>۳۴۱ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۲ سرنی کے پختوں والی روڈ کے شاہ</p>	<p>۳۴۲ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۳ حامد علی شاہ بدوئی</p>	<p>۳۴۳ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۴ بیت</p>	<p>۳۴۴ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۵ حریری</p>	<p>۳۴۵ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۶ حریری پر فرقہ کا احترام</p>	<p>۳۴۶ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۷ حزن قبیل علیہ السلام</p>	<p>۳۴۷ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۸ حسن ابن علی ابن ابی طالب</p>	<p>۳۴۸ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۴۹ حضرت سچ موعود علیہ السلام کا آپ کے شہر پر ہونا</p>	<p>۳۴۹ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>
<p>۳۵۰ حسن ابو رحمت مولوی</p>	<p>۳۵۰ جلال الدین منشی</p>	<p>۳۲۹ عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا چال چلن اچھا نہ تھا</p>

۳۲۸ نوگوں کا صلہ
اس کے حلقے ایک روڈ اور المام
اگر یہ ہمارے مقابلہ میں آئے تو ہم
اثر ہو گا

۳۲۹ پوپولوس - Saint Pal
موجودہ عیسائی مذہب پوپولوس کی
انکار ہے
عیسائیوں کی خرابی اور اس کی
پرستشوں کا اصل نام کی شخص تھا
عیسائی پوپولوس کی پوتوں پر اپنا ایمان ہر
دیتے ہیں
عیسائیوں کا اعتراف ہے کہ اس کا
چال چلن اچھا نہ تھا

۳۲۹ پیلاطوس Pilate
اس کو عیسائی شہیدوں میں شہرہ کیا گیا
ہے
یہی کا خواب
یہی کا کلی تہا میر کی طرف توجہ دلانا
تم
سچ کے سبب نامے میں مذکور ایک
پد کردار صورت
۱۰۰'۱۰۰
شہا کرد اس (عیسائی)
انجیل کے حلقے اعتراف
شیخ اللہ مولوی امرتسری
خدا کی قسم سے فائدہ اٹھانا نظر نہیں
آتا
آدم کے حلقے بنگالی کی عمر
میلہ جوئی
تھوکان میں درود
حضرت سچ موعود علیہ السلام کی
طرف سے آپ کے رتہ کا تحریری
جواب
جواب الجواب
شہادت در کرنے کا ہر طریق
جو منصوبہ وہ گمراہ لایا تھا اس میں

۳۳۸'۳۳۸	مقدمہ نقل سے بری قرار دیا	۳۶۰	ایک آیت کے حلقی استدلال
	پادروں کے مقدمہ میں سچا موجود		حسین رضی اللہ عنہ امام
۹۷	علیہ السلام سے عزت و احترام سے		
	پیش آنے	۵۳۷'۳۴۰'۳۴۸'۳۵۸	
	فیصلہ کیجئے وقت دل میں ہے اطمینانی		آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے
۳۴۹	پیدا ہوا		خواب میں فرمایا۔ "خبرے لے
	ڈوٹی جان الیکٹریٹر مدعی مسیحیت		شکوت مقدمہ ہے۔ اگر تو جہنم کرے
			گا تو اختیار ایرار کے دفتر سے تیرا نام
۵۳۸'۳۴۳'۳۵۱'۳۴۸'۳۴۸'۳۴۸		۳۴۹	کت جانے گا
	حضرت اقدس کا اس کے اخبار سننا	۳۳۷	سید پرہو کر جان دی
۵۳	امر کہ میں نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے		آپ کی تعریف میں غلو اور اطراء کیا
۳۴۹	دعاوی	۳۵۰	کیا ہے
۳۴۷	سب عیسائیوں کو کافر قرار دیا ہے		روافض ان کے خون کو اپنی نجات کا
۳۴۹	مقام میں تصدق	۷۰۱	ذریعہ سمجھتے ہیں
۳۴۰	تہذیب کی سچائی کی علی پالیسی	۳۳۰	شیعہ حسین پرست بن گئے ہیں
۳۴۳	چالانیوں کی چھی کی ہنگامی	۳۳۰'۳۳۱	فضیلت کی بحث
۵۳۰	دولت کی مشکلات میں پھنسا ہوا ہے	۳۳	مدعی علیہ السلام کی آپ پر فضیلت
	حضرت اقدس کی دعویٰ کے نام چھی	۳۳۳	قرآن نے آپ کا نام نہیں لیا
۳۵۰	کا خلاصہ	۶۷۷	حسین بیگ تاجر
	حضرت اقدس کی طرف سے نکلنے		حمزہ رضی اللہ عنہ
۳۵۱'۳۳۶	انہی کے مقابلہ کی دعوت		آپ کے قاتل کو آنحضرت صلی اللہ
	آزاد اور بی بی بی بی اس کے نام		علیہ وسلم کافر بنا کر میری نظر سے
۳۳۸	حضور کی دعوت پر دعا کس		انگ چلا جا
	حضرت سچا موجود علیہ السلام کی	۳۳	حوالہ علیہ السلام
	طرف سے کلاب کے ہلاک ہونے		ہموتی خواص کی سطر
۳۳۹	کے متعلق دعا کی دعوت	۱۷۱	نہاش کاملہ
۳۳۱	اس سے گویا خدا انکر کر ۱۶	۳۳	حیات خان سردار
	ذوالقرنین		حضرت اقدس کی دعا سے بھلائی
۳۳۹	ہنگامی کی حقیقت		خدیجہ رضی اللہ عنہا امام المؤمنین
۳۳۰	تین قوموں سے مراد		آغاز وحی کے موقع پر آنحضرت سے
۱۷۳	سچا موجود اور ذوالقرنین		فرمانا کہ خدا آپ کو ضائع نہیں کرے
	ر-ز		کا
	راجب		۳۵۸
	سچ کے نسب نامے میں مذکور ایک		ڈگلس کپٹن ڈبلیو کوشنر گورڈ اسپور
۷۱۰'۷۱۰	بد چلن عورت		حضرت سچا موجود علیہ السلام کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو گرفتار

کرنے کا منصوبہ
فضیلت علی شاہ سید

اطلاس کا ذکر
خضر علیہ السلام

ایک صالح کی اولاد کے لئے دیوار بھنگا
آپ کے قصہ سے مستحق

خواجہ علی قاضی
لدھیان سے اجنب کے ساتھ آمد

و-ڈ-ز
داستان بخش دیکھئے علی بھویری

ذانیال

داؤد علیہ السلام
تخت کی درایت

میں نے کبھی تہی کی اولاد کو بھولے
جاننے نہیں دیکھا

سچا کافر بنا کر میں داؤد کا تخت قائم
کرنے کے واسطے آیا ہوں

دلیپ سنگھ
تاکام ہونے کی ہنگامی

دیوانہ پنڈت
ہندوؤں کے مذہب پر ہاتھ صاف کیا

حقوق اللہ کا اظہار
اس بات کا اعتراف کہ آنحضرت کی

بیت کے وقت ہندوستان میں گمراہی
چھائی ہوئی تھی

مرنے کی پہنچلی خبر
ڈگلس

ڈگلس کپٹن ڈبلیو کوشنر گورڈ اسپور
حضرت سچا موجود علیہ السلام کو

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے

خواب میں فرمایا۔ "خبرے لے

شکوت مقدمہ ہے۔ اگر تو جہنم کرے

گا تو اختیار ایرار کے دفتر سے تیرا نام

کت جانے گا

سید پرہو کر جان دی

آپ کی تعریف میں غلو اور اطراء کیا

کیا ہے

روافض ان کے خون کو اپنی نجات کا

ذریعہ سمجھتے ہیں

شیعہ حسین پرست بن گئے ہیں

فضیلت کی بحث

مدعی علیہ السلام کی آپ پر فضیلت

قرآن نے آپ کا نام نہیں لیا

۳۳۹	محقق ایک امتزاض سعدی شیرازی دیکھئے مسلح الدین	رضوی سید حیدر آباد دکن	رام
۳۳۹	سلطان بیگ	حضرت اقدس کی خدمت میں کیوڑو بجوانا	دیوانہ کا لکھا کہ رام کا نام دید میں نہیں ہے
	سلطان احمد مرزا	ذکر کیا علیہ السلام	رام مجھ دست پنڈت
	حضرت اقدس کی دعا کے نتیجہ میں سردار حیات خان کی بھال کے گواہ	تین دن کلام نہ فرما	آر جے پیڈر جو پاروں کی طرف سے مقدمہ میں بلائیں پیش ہو تا رہا
۳۳۲	سلووی ایک بیودی	زین الدین محمد ابراہیم	رام چندر
۳۳۶/۳۳۰	سلیمان علیہ السلام	زینب رضی اللہ عنہا۔ ام المؤمنین	پرستش
۳۳۱	ملکہ بقیس کو توحید کا سبق دینا	قرآن میں آپ کے والد کا ذکر	رجب علی پادری
۳۳۷	آپ کے لئے لوہا نرم کرنے سے مراد	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد	پادری عبدالدین پر تنبیہ
	آپ کے عصا کو دابہ الارض کا کھلا	سب سے پہلے وقت پانے والی زوجہ	رحمت اللہ شیخ لاہور
۳۱۹/۳۳۳	سلیمان شیخ شکرہ	س-ش	ایک روایت میں آپ کا ذکر پوربھن بیدی سے بیجا ہوا جس کا نام مضور نے عبداللہ رکھا
۳۳۰	حضرت مولوی اسماعیل شہیدی کی آپ سے گفتگو	سراج الحق نعمانی پیر	رحمت علی مذکورہ
	سوراج پنڈت	حضرت مسلح مومو کی بات میں شہویت	رحمت مسیح پیلہ
۸۹	نیوگ کا اقرار	سراج الدین	کھدان کے حلقہ جموت پر مبنی خلا
	شاہ دین بابو	تھریان میں آمد اور قائمہ نہ اٹھانے کا تذکرہ	رحیم بخش فحشی عرض نویس
۶۳	مولوی شاہ اللہ کا ذکر	اس نے اپنے عمل سے دوسروں کو بدعقلی کا موقع دیا	بعض امتزاضات دقت مسج کا قائل ہو کر جنازہ پڑھنا
	شاہ دین فحشی شیشین ماہر مردان	سرور شاہ مولوی۔ سید	رسل بابا امرتسری
۳۵۳	مصائب پر میر کے نتیجہ میں تنقید شائق (پادری)	مباشہ کی روداد	حاجن سے موت
۳۶۰	اسلام کے خلاف زہریلی تحریریں	سزا امرتسر کے حلقہ منگلہ	رشید الدین خلیفہ ڈاکٹر
	شجاع شاہ	مولوی شاہ اللہ امرتسری کا رتہ آپ کے حوالہ کیا گیا	روڈ کی "حضرت مسلح مومو کی بات کا احتیال
۳۹	دنیا کی بے بنیادی کا ذکر	ایک اختصار	آپ کے اختلاص اور نور فرات کا ذکر
۳۸۱/۳۳۷/۳۳۵	شرمیت۔ لالہ	مدراس سے آمد ایک ہندو کا سوال پیش کرنا	انسان کی ابتدائی حالت کے حلقہ اختصار
۳۱۸	مسج مومو علیہ السلام پر حسن عین آپ کی معرفت الیسی اللہ کی	مسجد اللہ لدھیانوی	لمبی مشورہ
۲۷۰	انجوشی جوانی گئی	حضرت خلیفہ المسج الاولیٰ کی اولاد کے	

۳۲	عبدالحق اللہ کا خاص فضل عبدالحکیم مولوی	۵۲۹	پیش کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے فرماتے۔ اے عائشہ تم کو راحت پہنچا ۶۵۹/۲۲۰	۲۷۱	شہر داس کے واقعہ کا گواہ
۳۹	امت محمدیہ میں امام کا مگر عبدالحمید	۳۸۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم آپ سے دوڑ میں مقابلہ	۲۷۷	دیانند کے مرنے کی سنگتی کا گواہ
۳۸۱/۹۷	ذاکر کارک کے مقدر اقامت میں پارہوں کا آرک	۳۹۲	ایک واقعہ	۳۸۵	شرف احمد مرزا آئین
۳۸	عدالت میں اقلد عبدالرحمن	۳۵۶	واقعہ اک	۲۷۵	براین امیریہ کے مسودہ نویس
۳۸	برسات و بھرت سے جدا رہتے تھے عبدالرحمن ابن حضرت علیؑ - السج الاولیٰ	۳۳۵	حدیث پر قرآن کو مقدم فرمانا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے سراج کو رو دیا کرتی ہیں	صن - ط	صدق سالم ملک
۲۷۰	حضرت سچ موعود علیہ السلام کی سنگتی کے مطابق پیدا ہونے عبدالرحمن	۳۳۶	عبداللہ امرتسری ڈاکٹر احکاف	۳۲۲	ابراہیم علیہ السلام کو تحائف دینا
۹۸	کلل میں ضیہ عبدالرحمن مدراسی سیٹھ	۵۸۷	عباس بن عبدالمطلب رضی اللہ ابو عثمان کو مسلمانوں کی افواج دکھانا ۳۳۰	صدیق حسن خان نواب والی بھوپال	آیات پوری ہونے کا اعتراف ۱۵۸
۶۷۳	عبدالرحمن قلیانی شیخ اپنے ہندو والدین کے ساتھ دلجوئی اور حسن سلوک کی تحقیر	۶۹	تیسری ملاقات تشیث اور الوہیت سچا پر اپنا مضمون پڑھنا	۱۵۸	آپ کا اقرار کہ کل اہل مشاطات و مطہین سچ موعود کے بارہ میں چودھویں صدی سے آگے نہیں گئے
۳۴۳	عبدالرحمن ماسٹر نو مسلم پیسائی پر چہ اسی نبی سے مضمون لانا	۹۱	رسالہ اسلام انصاری کا کچھ حصہ ۱۳۳°۴۳'۹۰"۸۹°۸۱'۸۰"۷۹°۷۰"	۳۲۲	آپ نے کہا ہے کہ سچ موعود قرآن کی طرف توجہ کرے گا
۳۲۷	عبدالرحمن لکھو کے والے حضرت مولوی عبدالکرم صاحب کا آپ کے نام خط	۹۲	عبدالحق شیخ نو مسلم ۳۹۱	۳۲۵	معدی سے متعلق احادیث کو بھروسہ قرار دینا
۳۳۷	عبدالرشید شیخ تاجر میرٹھ ضمیر غنہ بند میرٹھ کے خلاف عدالتی ہارہ جولی کا مشورہ	۹۳	عبدالحق پلوری شیخ نہ مرے گلاب تک چوتھے لڑکے کی پیدائش کی خبر نہ سن لے	۳۵۰	حضرت اور میں کو وفات پانچ ماہ ماننے کا اقرار
۳۰۱	ہارہ جولی کا مشورہ	۳۰۱	عبدالحق غزنوی نہیں مرے گلاب تک چوتھے لڑکے کی پیدائش کی خبر نہ سن لے	۳۵۰	صفدر علی (پادری)
۳۵۱	عبدالستار شاہ سید ڈاکٹر	۳۲۷	۳۲۷	۳۶۰	اسلام کے خلاف تصانیف

ع

عائشہ ام المؤمنین رضی اللہ عنہا
جبرائیل نے آپ کی تصویر آنحضرت
صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں

۳۳۱	دعوم کوٹ میں مہاشہ کا تذکرہ	۳۸۸	مناصب سمجھتے تھے	۳۵۶	نشی رحیم بخش عرض نہیں کا خلا پیش کرنا
۳۳۸	جلد نمونہ اطمینان و دو نژاد کا تذکرہ	۳۳۵	بارمب و پر شوکت آواز		عبد الستار مولوی
	علاقت طبع اور حضرت اقدس کی	۵۷۵	قیام فی ما قام اللہ	۵۲۷	تشریف آوری
۵۲۷	برودی	۵۷۵	کھڑیاں سے باہر چلا پند نہ تھا	۳۸۲	عبد الصمد آمدہ از کشمیر
	عبد اللہ خان چوہدری		باوجود طبعیت ثلیل ہونے کے رات		عبد العزیز شاہ محدث دہلوی
	نمبردار معلول پور	۶۶۱	تین بجے تک مواہب الرحمن کی		آپ کے نزدیک شیخ افریکہ حم کا
	کلام اور برادری سے سلوک کے		کلیاں اور پروف پڑھتے رہے	۶۷۳	خسوف تھا
۳۳۲	حقیقہ اخلاقی	۳۳	حضور کی بیماری کے سلسلہ میں دل میں	۳۰۳	آپ کے ایک شاگرد کا لاف توفی
	عبد اللہ		رفت		عبد العزیز سارنپور
	شیخ رحمت اللہ صاحب کی پورچین بیوی	۶۰۱	المواہب کے جواب کی فصاحت و		آپ کا خلا کہ لوگوں میں کھڑیاں کی
	سے پیدا ہونے والا فرزند جسے حضرت	۳۷۸	بلاعت کی تعریف	۳۲۱	زیارت کا بہت شوق پیدا ہوا ہے
	اقدس نے "لندن میں اول ولد	۵۷۳، ۳۳۳	الملت کی اشاعت بذریعہ خطوط		عبد العزیز نمبردار جلالہ میاں نبی بخش
۵۳۷	الاصلاح" قرار دیا		آپ کی بعض روایا	۳۳۹	توبہ بندہ
۵۱۱	عبد اللہ غزنوی	۳۳	ذاکر ظیفہ رشید الدین کے اظہار اور		عبد العزیز مولوی لدھیانوی
۵۵۳	آپ کا ایک کتب اور ایک المام	۵۳	صدق کا ذکر	۲۳۰	بلاکت
۲۲۰	بیویوں کا استخراق	۵۳	آختم کے رجوع کی گواہی		عبد القادر جیلانی سید
	عبد اللہ چکرا لوی	۳۵۸	ایک نکتہ	۱۵۳	شینا للہ
۵۳۷	حضرت اقدس کی روایا میں		مولوی عبد الرحمن کھنور کے والے کے	۶۵	آپ کے کلام کا سچو
۵۳۶	فتہ انکار حدیث	۲۲۷	تمام خلا	۳۱	آپ کی بعض عبارتیں جو قرآن کے
۳۳۳	مقام حدیث کے بارے میں تقریب		حضرت اقدس کے حضور ایک اجزی	۳۸	رنگ کی نہیں
۲۲۷	وجہ کفر	۳۳۷	کی تعلق	۱۹۹	اللہ تعالیٰ کو والدہ کی شکل میں دیکھنا
	عبد المنان حافظ وزیر آبادی	۵۷۷	ذوئی کے نام چھی پڑھ کر سنا	۳۸	اللہ تعالیٰ کو والدہ کی شکل میں دیکھنا
۳۷۱	سلسلہ کا مہار تخت دشمن		جماعت کو چہرہ کی تسمین کریں		امور شیعہ باہرم بھی دعا سے دور کئے
	عبد اللہ بن عباس	۵۲۱	شخص ہند کے ایک فلا کا ذکر	۲۶	جاتے ہیں (عبد القادر)
	آپ کے نزدیک شیخ افریکہ حم کا		گوروا سچو سے واسطی	۳۸	عارف کی مہبت کا ثواب ضائع ہو جانا
۶۷۳	خسوف تھا	۶۵۵	عبد اللہ سنوری	۵۵۳	ہے (عبد القادر)
۳۷۶	عبد اللہ بن عبد المطلب		سرتی کے چہنٹوں والی روایا کے شاہد	۲۹۸	آپ کے چند اشعار
۳۳۳، ۳۳۷	عثمان بن عفان رضی اللہ عنہما	۵۲۱	عبد اللہ عرب سید		عبد الکریم سیالکوٹی مولوی
	عزیز علیہ السلام		کشتی نوح کے چند اوراق کا عربی ترجمہ	۳۳۳، ۳۳۱، ۳۲۱، ۲۸۵، ۲۲۱، ۲۲۵	
۳۶	آپ بھی آیت اللہ تھے	۳۸۳	کرنا	۳۰۰، ۳۳، ۵۹۰، ۵۷۸، ۵۰۵	
		۳۸۵	علی حاضری کے جواب میں علی رسالہ		بعض دفعہ نووارد آپ کو ہی حضرت
		۳۹۰	رد شیعہ پر تصنیف		
		۳۳۶	عبد اللہ مولوی کشمیری		
			حضرت اقدس کے سامنے ایک تقاری		
		۳۳۷	تلم پڑھنا		
		۳۷۶، ۳۷۵	مہاشہ کی رو کا داستان		

<p>مقام</p>	<p>مذکورہ کو پورا کرنے کے لئے ایک صحیح کو سونے کے کڑے پہنا</p>	<p>۲۲۲'۱۷۸ علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ</p>
<p>۲۱۷'۲۳۱ تورات کے صرف شارح تھے</p>	<p>۴۷۷ حدیث کے موقد پر آپ کا ایک اثناء</p>	<p>۲۳۰ خوارج آپ کو کہاں دیتے ہیں</p>
<p>۳۳۷'۳۷ میں تورت کو پورا کرنے آیا</p>	<p>۵۵۵ آپ کا فضل</p>	<p>علی حائری سید شیعہ ہنر</p>
<p>۳۳۷'۳۷ ہوں کا مطلب</p>	<p>۵۵۲ فد پھوڑی تو پلا شاد ہو گئے</p>	<p>۲۸۵'۲۲۲'۲۳۱</p>
<p>آپ کی دعوت صرف نبی اسرائیل تک محدود تھی</p>	<p>عیسیٰ مسیح ابن مریم علیہ السلام</p>	<p>۲۳۰ فضیلت ام مہین</p>
<p>۲۷۷'۲۲۸'۱۸۰ آپ نے عیسیٰ کے ہاتھ پر کتابوں سے</p>	<p>۲۸۸'۲۲۸'۲۰۱'۱۷۸'۵۲'۳۳۲</p>	<p>۲۳۰ علی محمد</p>
<p>۵۲۱ توبہ کی</p>	<p>'۳۳۲'۳۰۸'۳۷۷'۳۳۱'۳۳۵'۳۳۱</p>	<p>۲۷۱ شہر دس کے حلقہ لاد خیریتا</p>
<p>۳۳۲ عیسیٰ کا آپ پر ایمان لانا ہیبت نہیں</p>	<p>۷۸'۱۷۳'۵۷۱'۵۲'۳۳۲</p>	<p>علی بھویری داماد شیخ بخش - لاہور</p>
<p>۳۳۵ کلہا اللہ ہونے کی حقیقت</p>	<p>میرانی میں یہ لفظ شیخ ہے جس کے</p>	<p>آپ کے حزار پر رہنے والے دو</p>
<p>روح منہ و روح اللہ ہونے کی حقیقت</p>	<p>۳۳۲ معنی غیظہ کے ہیں</p>	<p>۵۰۳ تقیوں کی تصدیق</p>
<p>۳۴۲'۳۴۱ روح عیسیٰ کا تلخ ہونا</p>	<p>۵۰۳ عیسیٰ اور یوحنا میں سے کون سا نام</p>	<p>۱۰۲ علامہ الدین پلوری</p>
<p>۲۱۸ آپ کے ایسا اللہ ہونے میں</p>	<p>۵۰۳ اصل ہے</p>	<p>۳۳۰ اسلام کے خلاف خطرناک تحریریں</p>
<p>۳۳۱ کوئی خصوصیت نہیں</p>	<p>۵۰۳ ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ</p>	<p>۷۵ مسیح کے سب ناموں میں عین عورتوں</p>
<p>قرآن و احادیث میں آپ کے مصوم ہونے کے ذکر کی وجہ</p>	<p>۵۰۳'۲۹۰ آپ بن باپ پیدا ہوئے</p>	<p>۷۵ کو یہ بیان قرار دیتا ہے</p>
<p>۳۷۱ انہ لعلم للمساعہ کی حقیقت</p>	<p>۳۳۶ آپ کی پیدائش خارق عادت امر</p>	<p>۷۷ انجیل میں کتاب کے قصہ کو الٹا</p>
<p>انجیل کی رو سے آپ کا مقام</p>	<p>۱۰۲ آپ اور آپ کی والدہ کی زبان میرانی</p>	<p>قراردیتا ہے</p>
<p>۹۱ بائبل کی رو سے آپ کے حالات</p>	<p>۳۷۱ آنے والے مسیح سے علیہ کافرق</p>	<p>عمر بن الخطاب رضی اللہ عنہ</p>
<p>۳۰'۳۱ زندگی</p>	<p>۳۷۲ آمد</p>	<p>۲۲۳'۳۸۸'۳۲'۳۷۱</p>
<p>۱۵۹'۱۵۸ انجیل کی رو سے آپ کے اخلاق</p>	<p>۳۹۱'۳۹۲ موسیٰ کے بعد چودھویں صدی میں</p>	<p>آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے قتل</p>
<p>۳۰'۳۱ بہت ناقص ہیں</p>	<p>آئے تھے</p>	<p>۲۵۸ کاراہ</p>
<p>۱۵۹'۱۵۸ غیر کمال نمونہ</p>	<p>موسوی سلسلہ خلافت کا خاتم الختاء</p>	<p>۶۸ آپ نے آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دعا کے سبب اسلام قبول کیا</p>
<p>۱۵۹ مصوم قرار نہیں پاتے</p>	<p>۲۳۳'۳۸۳'۳۳۷</p>	<p>۳۹ آپ بھرت تھے</p>
<p>۹۱ نیک کہلانے سے انکار</p>	<p>۷۵ آپ کے وقت تک یہود میں نبی آئے</p>	<p>رضیعت باللہ دیا و</p>
<p>۹۵ افضل اور اقوال میں ناقص</p>	<p>۱۷۳ حضرت عیسیٰ سے زندہ میں اشتراک</p>	<p>بمحمد نبیہا کا اقرار</p>
<p>۱۰۶ پوری طرح قوم کی اصلاح نہ فرما سکے</p>	<p>۳۰ قرآن کریم کا آپ پر اسماں</p>	<p>۵۵ حسینا کتاب اللہ</p>
<p>آپ نے بہت دوزخ کی حقیقت</p>	<p>آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے</p>	<p>۳۸۲ نصف ہاں پیش فرماتا</p>
<p>بیان نہیں فرمائی</p>	<p>۵۰۱'۳۴۳'۳۴۳ آپ پر اسماں</p>	<p>۳۶ آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی</p>
<p>دعاؤں کا جواب دینے سے کام نہیں</p>	<p>۷۵ آپ کے عقلی قدم پر حضرت مسیح</p>	<p>پر شہادت ملانے کے لئے دیکھ کر</p>
<p>اپنے حواریوں کی بھی صحیح تربیت نہ</p>	<p>موجود علیہ السلام کی آمد</p>	<p>چشمہ پر آپ ہونا</p>
<p>کرسکے</p>	<p>۷۵ میں اس کو اپنا ایک بھائی کہتا ہوں</p>	<p>۶۶ سیاست مدنی اور جملی</p>
<p>آپ کے حواریوں کی ضعیف</p>	<p>۲۵۱ (مسیح موعود)</p>	<p>آحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی</p>
<p>لا مقبولی اور انطوائی و ایمانی احوال</p>	<p>۲۸۲ آپ کو روایا میں دیکھنے کی تفسیر</p>	
<p>بیک کرنے کا شوق</p>		
<p>آپ کے وقت میں ارتداد</p>		

۳۳۱	فیہ محرم سے تہل طوانا	۶۷۲	دیکھا	۳۳۱	فیہ محرم سے تہل طوانا
۷۶	دشمن ہونے کا ذکر	۳۸۶	یہود کا آپ کو طعون قرار دینے کی وجہ	۳۳۱	تعلیم
۳۸	سرنگ میں قبر کا		یہود کی آپ پر ایمان لانے میں		المیائیک دوبارہ آمد کے حلقہ آپ کا
	آپ کی قبر کے حلقہ پر پتھر	۶۷۲'۵۹۸'۳۱	حکایات		لیصلہ آپ نے بھی کو ایساں قرار دیا
۳۱۹	اشتراکی اشاعت کا ارادہ	۳۳۹	آپ کی زبان سے یہود پر لعنت		۳'۳'۳۳'۳۳
۷۶	یہ زآست اور شہزادہ نبی		واقفہ صلیب اور اس سے پہچایا جانا		نبی اسرائیل کو طوکی نصیب دینے کی
	موجودہ عیسائیت کا بیسوع کا		آپ کو صلیب پر ضرور لٹکایا گیا تھیں		۳۱۷'۳۰
	پلاوس کی ساری عمر آپ کی حفاظت	۳۵۰	آپ اس سے زندہ اتر آئے		حواہیوں کو پڑنے سے بچ کر تلواریں
۲۰۷	میں گذری		پطرس کی ایک تقریر سے آپ کے	۱۰۰	غریبوں کی تعلیم
۱۳۵	عیسائیت کی بنیاد حیات کا ہے	۳۱۳	واقفہ صلیب سے نیچے کی تائید		آپ کا قول ہے "نبی ہے صلات نہیں
	عیسائیوں کے نزدیک مسیح کا خون	۷۶	صلیب پر نہ مرنے کے دلائل	۵۲	ہو اگر اپنے وطن میں"
۱	نجات دیتا ہے		مردم عیسائی آپ کے صلیب سے		موسوی جملوں کی اصلاح کے لئے
	آپ کی تعریف میں نظور اور اطراء کیا گیا	۱۳۸'۷۷	زندہ اتر آئے کا ایک ثبوت ہے		آئے تھے اور اطلاق تعلیم پر زور دیتے
۳۱۵	ہے		آپ کی لاش آپ کے ایک شاگرد	۳۳۲	تھے
	آپ کے حلقہ یہودیوں اور	۷۷	کے پردہ کی گلی تھی		موسوی جگہوں کے اعتراض پر حضرت
	عیسائیوں دونوں نے افزاد تقویہ		رفع اور نزول	۷۶	کے بھی جواب دیں
۷۹	سے کام لیا ہے		جس عورت کی شہادت پر مسیح کو	۳۷۷	ایک اجتہادی فلسفی
	مسئلہ تعدد ازدواج پر اعتراض کر کے		آمین پر چڑھایا جانا ہے وہ اٹھے چال		جسنگو نبیاں اور معجزات
۷۳	کے علیہ السلام پر حملہ کیا گیا ہے	۷۷	چلن کی عورت نہ تھی		آپ کی جسگوییوں اور ان کا معیار
	الوہیت اور انہیت	۳۳۲'۲۷۸	ریخ کی حقیقت	۹۶'۸۳	آپ نے اپنی آمد کا زمانہ نوح کے
	آپ کو خدا اور خدا کا بیٹا قرار دیا جانا		آپ کے عدم نزول پر آیت فلعھا	۳۳۱	زمانہ کی طرح قرار دیا ہے
۱۸۶	ہے	۳۳۶	توفیقیتیں نص ہے		آپ کے وقت میں بھی طاعون ظاہر
۳۳۱	یہ روپ نے آپ کو خدا ایمان لیا		وقت	۳۵۳	ہوئی تھی
	انجیل کی رو سے آپ نے خدائی کا	۱۸۸	مسئلہ وقت کا اہمیت	۳۶	مردوں کو زندہ کرنے کی حقیقت
۹۳	دعوی نہیں کیا		قرآن کریم کی تیس آیات سے آپ	۲۸۰	سلب امراض کی قوت
	الوہیت کی تردید کے دلائل	۱۵۲	کی وقت طبع ہے	۳۳۲	سلب امراض کی حقیقت
۳۸'۹۹'۹۶'۹۵	انجیل کی رو سے آپ کی ہے کہ	۳۷۵	فلعھا توفیقیتیں کے معنی	۳۳۱'۷۵۰'۳۷۷	سلب امراض کے معجزات
۷۶'۷۹	خدا کی	۳۷۵	وقات		آپ کے معجزات دیکھنے والوں نے
۹۸	اپنے امین اللہ کہلانے کا جواب	۳۷۵	وقات پر دو گواہ	۳۶۷	قائم نہ اٹھایا
۹۵	انہیت کا رد	۳۲۹	آپ کا جنازہ		آپ کے شاگردوں نے نامہ کا کتابن
	موازنہ	۳۵۲	وقات مسیح کے مسلے نے ہی صلیب کو	۳۳۳	مخالفت اور ابتلاء
	قرآن کریم کی جسگوییوں سے آپ	۳۶۸	پاش پاش کر دیا ہے		آپ پر ابتلاء کی شدت
۳۱	کی جسگوییوں کا موازنہ		قبر مسیح	۲۸۳	یہود کی طرف سے آپ پر کمرے
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی آپ		آپ کو واقفہ صلیب کے بعد اونچی جگہ	۳۷۷'۱۸۸	نقوسے
۳۳۵'۱۸۰'۹۷	پر نصیبت	۲۹۳	پتھر دی گئی		آپ کو بے امان اور مثل زبول کا خطاب
	کے موعود علیہ السلام کی آپ				

۳۳'۹۱	اور دست میں ہوں میں طلاق کرتا ہوں کہ میں اپنے دشمن کا	۲۸۸	۸۰ سے خاندان میں نکاح کے قریب آئی تھی وہ قریباً سب کے سب خاک	۲۹۱'۲۱۳	نفیلت اہم حسین کے مقابلہ میں آپ کی
۱۰۳	بھی سب سے بڑھ کر خیر خواہ ہوں ہیں اپنا کوئی دشمن نظر نہیں آتا جس	۲۸۸	کے نیچے چلے گئے پہلے لڑکے کی وفات	۳۳۷	قربانی آپ کی تیار کردہ جماعت منقلب نفس
۶۸	کے واسطے وہ جن مرتبہ دعا کی ہو لوگوں کا کثرت سے آپ سے علاج	۱۶۸	مصر کے نتیجہ میں ہار فرزند مظلوم الحداد کی توسیع	۲۸۰	اور تزکیہ باطن میں صحابہ کے مراجع کو نہیں پہنچا
۳۹	کروانا ایک مریض کے لئے شفقت	۵۱۵	بچپن میں دائیں ہاتھ پر ضرب آئی تھی	۹۸	آپ کے جنسوں اور حضرت سجاد موجود علیہ السلام کے جنسوں کا موازنہ
۵۸۳	تجدداری کے لئے مریض کے گھر تک جاتا	۳۹	دو کتابیاں مجھے ایسی مرض ہے کہ دن کے آخری		<u>آپ کے مشفق موجودہ مسلمانوں</u>
۲۳۱	ضعیف افراد کے لئے مہربانا ایک بیٹائی کی درخواست پر کھڑے ہونا	۵۶	ہم چھوٹے ہوتے تھے تو اس (بنا) کے تھے کیا کرتے تھے		<u>کے عقائد</u>
۳۸۳	ایک طالب علمی کی تکلیف کا احساس مسلمان نوازی	۳۸۷	اول میں بٹلر تک گئی پھر پیدل چلا جاتا تھا اور پیدل آنا اور کوئی کسل اور		آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب اور آپ کی اتباع میں فنا
۴۱۸۰	مسٹر ڈکسن کو قادیان سے چار میل تک رخصت کرنے جانا	۵۲۲'۳۲۱	شکست مجھے نہ ہوا حضور کا معمول ہے کہ بعد کو میرے	۶۷۳	میں تھے آپ کے حلق عام مسلمانوں کے
۲۵	پروفیسر سراج الدین بیانی کا اقرار کہ سچ موجود علیہ السلام انہیں تین میل	۳۰۱	لئے تشریف نہیں لے جاتے خط کے آخر میں دشمن کے ساتھ مرا کا	۳۰۲'۲۳۶	آج کل کے علماء آپ کی عظمت کو مد سے بڑھاتے ہیں
۷۹	تک چھوڑنے آئے تھے آپ کا حمد کے دن احباب جماعت	۶۸۶	استعمال بادری گرسورڈ کی آپ کے مشفق	۱۳۰	آپ کے مشفق موجودہ مسلمانوں کے
۳۲۷	کے لئے بیٹھے چاول تیار کروانا ایک احمدی کی نماز جنازہ خود پڑھانا	۳۱۰	کتاب "میرزا نظام احمد قادیان کا سچ اور مدعی"	۳۹۶	عقائد عیسائیت کی تائید میں ہیں صحابہ ان کی اس شان کے قائل نہ
۵۷۳	جسمانی محنت اور مشقت کثرت کا	۶۱۰		۳۹۳	تھے جو مسلمانوں نے بارگاہی ہے
۵۷۰	خود کام کرنا لاہور میں قیام گاہ سے پانچواہ شیشین		<u>سیرت و سوانح</u>		
۷۱۷	تشریف لے جانا خدا نے میرے دل کو اس سے پاک	۶۲۲	مشاہداتی طبیعت Observation ہماری فراموشی نے خطا میں کی		<u>غلام احمد قادیانی مرزا۔ مسیح موجود</u>
۹۲	بنایا ہے کہ اس میں بے اضمائی ہو حسن خلقی	۶۱۸	شہرت سے اجتناب اگر بیماری مرضی ہو تا تو میں تخلیق کو		مدعی معبود علیہ السلام احمد کے معنی
۲۳۳	ہمارے لئے ضروری ہے کہ صبر اور برداشت سے کام لیں	۱۵۸	بہت پسند کرتا تھا ذاتی افراط کے لئے مدالتوں میں نہ	۵۱	
۳۰۱	اعتراف میں نخر احباب جماعت کی تکلیف پر کرب و	۶۷۳	جانا سیرت کی چند باتیں		<u>پیدائش / خاندانی حالات</u>
۳۵۷	اضطراب مسلمانوں پر عیسائیوں کے گمراہ	۶۷۵	بہم کو تکلف اور فصیح کی حاجت نہیں سادگی اور بے تکلفی	۵۰	قومیت اور نسب آپ کے والد بڑے بلند دست اور عالی
۲۸۸	اثرات پر صدمہ بادری گرسورڈ کے لئے ہدیہ کے	۳۳۳	امت اور ہمدردی میں خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ	۲۰۰	درصلہ تھے والد کی آمدنی دو ہزار کے قریب تھی
۳۵۸		۳۸۸	نوع انسانی کا سب سے بڑھ کر خیر خواہ	۲۷۰	قربانی ہونے کی حقیقت پیدائش میں ایک لڑکی کا ساتھ ہونا
		۵۲۷		۳۵۹	
				۵۰	

۵۸۱	فائدہ	اس پر ایک فقہ پانچ سو صاف کر لکھا	۳۱	یہ سہل ہے	
۵۳۵	قاری میں رسالہ لکھنے کا ادارہ	۳۵۷	۵۶	دراس میں آپ کا ایک بھی مباحث	
۳۴۲	فقہ غزالیہ اور کشتی نوح کی اشاعت	مجاہدات		تعلق پانچ	
۳۴۳	فقہ - اللہ کی تعریف و اشاعت	۵۷	۳۳	خود اقبال کے محبت کے بارے میں آپ کی نظرت	
۳۴	اشتر کی تعریف	۱۵ برس کی عمر سے بیسائیں سے	۳۳۱	نور الفرق قادر استی پر ایمان	
۳۴۱	عصری اخبار اللہ کا عملی میں جواب	۳۳۲	۳۳۱	ہمارا خدا مطلق ہے اور ہماری دعائیں	
۵۷۲	نور قاری ترجمہ فرمایا	۳۳	۷۰	سنتا ہے	
۳۴۲	انجمن حمایت اسلام کے اشتہار کا جواب لکھا	۵۶۱	۵۷۸	ہمارا ایمان ہے کہ سب اس کے ہاتھ میں ہے	
۳۴۳	جمہور کی تھیل کے حلقہ بیوریل کی تجویز	۳۴	۳۴۰	مذہب قبلی کی عظمت و جلال کے اظہار کے لئے کو شش	
۵۳۵	مولوی شاہ اللہ امرتسری کے رفقہ کا تحریری جواب	۳۴	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے عشق		
۱۸۵/۱۸۳	محمد کے مبارک موصوفہ پر ایک اشتہار کی اشاعت	۳۴	۲۷۲	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے محبت و وحدت	
۳۵	مقام	۵۸	۲۷۲	غزویوں کی طرف سے آپ پر اعتراض کہ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تعریف ضرورت سے زیادہ کی ہے	
۳۶	آپ کو بھی اللہ میں آیت اللہ قرار دیا گیا	۵۸	۳	ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کو اپنا نام اور ہم ملتے ہیں	
۳۷۵	آپ کے اہل بیت میں آپ کا نام لکھ کر بھی رکھا گیا ہے	۳۴	۳	ہم تلخ ہیں مگر صلی اللہ علیہ وسلم کے جو عملی تھے	
۳۷۵	ہم اپنے آپ کو امت محمدیہ میں اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ابتداء میں نشاہتہ کہتے ہیں	۳۴	۵۹۷	میں مٹا لکھا ہوں کہ میرے دل میں اصلی اور حقیقی جوش بھی ہے کہ تمام علم و مناقب اور تمام صفات جملہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کروں	
۳۷۳	رسول کریم کے جملہ کلمات علی طور پر آپ کو مٹا کے گئے	۷۰	۳۵	اس الزام کا جواب کہ آپ نے تمام اہل بیت کی سرکھ توڑا ہے	
۳۷۱	ہماری سہر کا نام بھی اللہ تعالیٰ نے سہرا لٹھی رکھا ہے	۱۵۵	۳۵	مستقل طور پر ہمارا اختلاف آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور سنت کا دعویٰ مردود و لادول ہے	
۳۷۱	میں قرآن شریف کا صدق و صداقت میں جی جی کتابوں کے میں جو کتابوں وہ خود اقبال کی تفسیر اور اشارہ سے کرتا ہوں	قلبی جملہ		۳۵	میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت اور سنت پر عمل کرتا ہوں اور
۵۰/۳۵	ہم ہر روز ان فرشتوں کو دیکھتے ہیں	۳۳	۳۳	آپ کا اختیار اور حربہ	
۳۳	میں غلطی عدوت امور مشاہدہ کر سکتا ہوں	۵۸۳	۵۳۰	لوہے کے ہم کا استہلال	
۳	میں جس راہ کی طرف بلا ہوں یہی راہ ہے جس پر چل کر فوہیت اور	۳۳۱	۳۳	اچھا امیری کی جہانز تعریف اور چالیس کی شرمساری	
		۳۳	۳۳	اچھا مسیح کی تعریف	
		۳۳	۳۳	عملی تصانیف کی اہمیت	
		۳۳	۳۳	جب میں عملی لکھتا ہوں تو الفاظ اور فقرے افواج کی طرح ملتے کرتے ہوتے ہیں	
		۳۳	۳۳	آپ کی عملی تصانیف میں ترجمہ کا	

<p>۳۵۹'۹۷'۸۰'۶۵ اس نے مجھے صدی چہارہم کا مجدد کیا ۳۷۰ میں وہی ہوں جس کا خدا نے دہرا کیا ۳۶ قا ۱۸۷ آخری ظیفہ ۹۰ میں نور محمدی کا قائم مقام ہوں خدا تعالیٰ نے میرے سب نبیوں کے نام رکھے ہیں ۳۱۷'۳۱۸'۳۲۶ تلقین انبیاء کے نام رکھے جانے کی ۲۹۱ وجہ ۱۷۰'۳۶۱ میرا نام آدم رکھا گیا ۵۰ آدم نام رکھے جانے میں حکمت ۳۳۱ خدا تعالیٰ نے میرا نام نوح رکھا ہے ۲۹۱ ابراہیم نام رکھا جانے کی وجہ ۱۷۳'۳۶۱ ذوالقرنین ایک الہام میں آپ کو کرشن کے نام ۲۹۱ سے خطاب کیا گیا ہے ۲۰۳ حضرت یحییٰ سے نسبت اللہ نے پہلے میرا نام مریم رکھا اور پھر ۳۹۱ سبح اللہ تعالیٰ نے آپ کا نام یحییٰ رکھا ۳۵۸ میں اور وہ اس کا ایک ہی جوہر کے دو ۲۵۱ کھولے ہیں برائین کے الملت میں آپ کو اور سبح بن مریم کو ایک ہی جوہر کے دو ۳۲۰ کھولے قرار دیا گیا ہے اس نے نبی نامی کے نمونہ پر مجھے ۱۸۷'۹ بھیجا ہے ۳۳۳ سبح موسوی سے موازنہ اپنی دستگوئیوں کا سبح کی دستگوئیوں ۹۱ سے موازنہ سبح اور حسین پر نفیلت کی حقیقت ۲۲۳'۲۱۳ میرا انکار میرا انکار نہیں ہے بلکہ اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار ہے ۳۳۳</p>	<p>۱۷۳ رنگ میں ظاہر کروں اللہ نے اسلام کو کل امتوں پر غالب کرنے کے لئے مجھے مہمور کر کے بھیجا ۳۵۰'۱۶۱ اس نے مجھے بھیجا ہے نامیں ملی چپائیوں اور زندہ نفلت کے ساتھ ۷۱۰'۳۰ اسلام کو غالب کروں ہمارا اور عاجس کے لئے خدا نے ہمارے دل میں جوش ڈالا ہے یہی ہے کہ صرف اور صرف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت قائم کی جائے ۳۳ ہمارا اصل مظاہر اور مدعا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا جلال ظاہر کرنا ہے اور آپ کی عظمت کو قائم کرنا ہے ۲۰۰ اصل میں ہمارا اختلاف یہ ہے کہ رسول کریم کی تقدیس ہو اور آپ کی تعریف ہو اور ہماری تعریف اگر ہو تو رسول اللہ کے ضمن میں ۲۰۵ بیش کی فرض خدا تعالیٰ کی توحید اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی حزت کا دنیا میں قیام ۳۱۵ سب سے اول میرا فرض ہے کہ خدا کی توحید قائم کرنے کے لئے تبلیغ و اشاعت میں کوشش کروں ۳۳۵ ہمیں خدا نے اس لئے مہمور کیا ہے کہ جو حد سے زیادہ شانیں خدا کی مخلوق کی بتائی ہوئی ہیں ان کو دور کر دیں ۳۳۳ میں دنیا میں قوت یقین پیدا کرنا چاہتا ہوں ۳۳ خدا نے مجھے بھیجا ہے کہ میں ان اسکا اور مریم کی اصل حزت قائم کروں ۷۹ عظیم الشان امور دینی کی طرف متوجہ ہونے کی وجہ سے اور ان کی طرف توجہ نہیں دی جاسکتی ۳۱۱ اس طوفان میں میری بتائی ہوئی کشتی ی نجات کا زور یہ ہو گا ۳۳۱</p>	<p>۵۳ قطبیت یعنی ہے میں انسان کو کلمہ سے پہنچے کا حقیقی زور یہ بتانا ہوں ۲۳ میں یقین رکھتا ہوں کہ جو مہمور صدق دل سے میرے پیچھے آئے وہ ۳۷۷ ہلاک نہ کیا جائے گا آپ کی کشتی نوح - جو اس میں سوار ۳۳۳ ہو گا وہ بچ جائے گا جو طالب حق ہے وہ ہماری صحبت میں رہے ۵۹۳ اندرونی تاریکیوں کو دور کرنے کے لئے آپ کی صحبت کی ضرورت ۱۵ حلاشیاں حق کو اپنے پاس رہنے کی دعوت ۳۳۵ نبی اسلام کے زندہ ذہب ہونے کے پارہ میں شک ہو وہ میرے پاس آئے ۱۰۹ اگر کسی کو شک ہے کہ اسلام جبر سے بھیلا ہے تو وہ میرے پاس رہ کر دیکھ لے آپ کو اور بھی جگہ پتلا دینے جانے سے مرا ۲۳۳ آپ کی ذات میں بہت سے "مجموع" یا "مجموع" ۵۰ مقتصر بیشت بیشت کا مشہور اور فرض ۳'۱۰'۸ ۶۷۷'۳۶۱'۱۸۱'۳۶۱'۲۳'۱۵ میرے آنے کی فرض بھی وہی مشترک فرض ہے جو سب نبیوں کی تھی آپ کی بیشت کے اسباب میں سے ایک سبب مسلمانوں کی موجودہ حالت ۷۹ ہے خدا تعالیٰ نے مجھے اصلاح کے لئے کھڑا کیا ہے ۲۸۲ میرا ایک کلم یہ بھی ہے کہ تکمیل اشاعت ہدایت کروں ۳۳۳ میں اسی لئے بھیجا گیا ہوں کہ ہر امت اور قرآن کریم کے ہنس کو علی</p>
--	---	--

دلائل صد اقت
اپنی صداقت پر یقین

دعویٰ
دعوئے مہمورت و مہمورت

۳۵	عیسیٰ مسیح ہے	۵۳	مجھے استیجاب دے گا نکلن دیا گیا ہے	۲۱۸	ہم کو اس کام کے بدلہ میں جو خدا تعالیٰ نے ہمارے سپرد کیا ہے آگ میں ڈالا جائے تو ہمارا عقین ہے کہ آگ جلا نہیں سکے گی
۲۰۵	سلف صالحین کے متعلق آپ کا مسلک مولوی عبد اعلیٰ صاحب جنہوں نے اجتناب سنت کیا ہے مجھے ان سے بہت محبت ہے	۳۲	کسوف و خسوف کا نشان	۳۲	قرآن کریم میں مسیح موعود کی بعثت کی پیشگوئیاں
۳۸	میں لفظ اور فقرہ اس کو پہنچ کرنا ہوں کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے بلکہ سخت طہریں بھی یہ چاہتا ہوں	۲۶۸، ۱۶۶	نشان	۵۸۳	آگ کوئی ہم سے نکلے تو سدا قرآن ہمارے ذکر سے بھرا ہوا ہے
۳۵	کہ نماز اپنے وقت پر ادا کی جائے جمع بین الصلوٰتین مہدی کی علامت ہے	۲۸۶	برکت کا ایک نشان	۵۰۹	قرآن شریف کے نصوص پر میرے دعویٰ کو سوچیں
۳۵	نمازوں کا جمع کرنا اللہ تعالیٰ کے ایماہ اور اتقاسے تھا	۳۵۳	طاہون میرا نشان ہے	۳۸۰	میں اپنے دعویٰ کو مناجا بیوت کے وسیعہ پر پیش کر آئوں
۱۶۷	نماز عید پڑھنے کا طریق	۲۰۲	سارے ملک میں طاہون پھیلا کر قادیان کو پہانے کا نشان	۳۸۰	مجھے ان ہی آثار اور نشانات کے ساتھ نشانت کر جو خدا کی طرف سے آتے ہیں
۳۸۳	بچوں کی ولادت پر دعوت عقیدہ دینے کا مقصد	۳۱	خدا نے میرے وجود کے باعث سارے گاؤں (قادیان) کو اپنی پناہ میں لے لیا	۲۵۹	صدائق معلوم کرنے کی آسان راہ
	<u>مخالفات</u>	۲۸۵	خلافت کا وعدہ	۳۶۶	خدا تعالیٰ سے فیصلہ طلب کریں
۱۹۰	خلافت کی وجوہات	۲۷۹	بیاتون من کل فوج عقیق کا نشان	۳۶۶	صدائق کے ثبوت
	کھڑکے لٹوے اور مخالفت کے طوفان	۲۳۶	ذریعہ ترقی	۲۵۹، ۱۶۳	دلائل صدائق
۱۶۶	اور قرآن کریم میں ان کا ذکر	۵۷۹	ایک چینی قبائذ شناس کا آپ کی تصویر دیکھ کر آپ کو صادق قرار دینا	۳۶۰	ماہور ہونے کی شہادت
	ہمارا اور آپ لوگوں کا آمین پر مقدمہ ہے خود خدا تعالیٰ فیصلہ کرے گا	۳۸۰	آخر خدا تعالیٰ اپنے وعدہ کے موافق زور آور حملوں سے میری سچائی ظاہر کر دے گا	۵۹۱، ۳۵۶	براہین میں مسیح کی دوبارہ آمد کا ذکر اس بات کا ثبوت ہے کہ آپ کا دعویٰ بطلان سے نہ تھا
۱۸۱، ۳۰۱	مخالفین سے مباحثات نہ کرنے کا وعدہ		<u>مسئلہ</u>	۳۸۳	آپ کی تحریرات میں ایک ایک حرف خدا تعالیٰ کی طرف سے آتا ہے
۱۸۷، ۱۸۵، ۱۸۳، ۳۱۷	مخالفین کی گالیوں کی پروانہ فرمنا	۷۰۱	ہمارا ایمان ہے کہ شفاعت حق ہے		لغات جو دل میں آتے ہیں میرا دل اس وقت گواہی دیتا ہے کہ اندر قریش بول رہا ہے
۳۴	اللہ تعالیٰ نے آپ کے مخالفین کی بہتوں کو سلب کر لیا ہے	۲۱۸	حضرت ابراہیم کے آگ سے سلامت نکلنے کے متعلق ایمان	۶۰۰	آئیوات لہیہ
۳۵۵	آپ کی تکذیب کا نتیجہ	۶۷۳	شق اہم ایک قسم کا خسوف تھا۔ ہمارا مذہب بھی لگتا ہے	۱۹۰	اللہ تعالیٰ کی طرف سے تکفل
۳۸۲	مخالفین کے مضامین سننے کی حکمت		ہم اس بات پر ایمان لاتے ہیں کہ مسیح بن باپ پیدا ہوئے	۲۷۰	آپ کے لئے زور آور حملوں سے مراد
۳۳۸	فرق	۵۴، ۶۹۰	میں شرب حسن پر ہوں کہ جس نے جنگ نہ کی	۳۳۳	<u>نشانات</u>
	مخالفین طاہون کو ہماری شامت اعمال کا نتیجہ قرار دیتے ہیں	۵۳	ہمارا مسلک ہمیشہ حدیث کے متعلق یہی رہا ہے کہ جو قرآن اور سنت کے مخالف نہ ہو وہ اگر ضعیف بھی ہو تب بھی اس پر عمل کرنا چاہئے	۱۷۳	خدا تعالیٰ قرآن شریف کے حقائق اور معارف مجھ پر کھول رہا ہے
۶۳	نبوت کے دعویٰ کا انزام	۳۵	بھچہ پر خدا تعالیٰ نے یہی ظاہر کیا ہے کہ یہ حدیث والا مہدی والا	۳۱	قرآن کریم کی حاشیہ میں آپ کو کلام کا نشان دیا گیا
۵۷۳	جواب			۳۸۱	عربی دینی کا معجزہ
۲۸۳	ج نہ کر سکتے کے اعتراض کا جواب				

انک انت الاعلیٰ انه اوی القریة	یتروکوا ان یقولوا امنا وہم لا یفتنون	جانفین کو چیلنج
۲۷۱ ۳۳۹'۳۱۵'۲۱۷'۲۱۰'۳۶۱	۳۱۸ اذا جاء نصر الله والفتح و انتہی امر الزمان	جو مجھے حق نہیں سمجھا تو مجھ سے مہلہ کر لے
انہ کریم تمش امانک وعادی من عادی	۳۲۰ الینالیس هذا بالحق	۳۳۰ مہلہ کرنے والے جانفین کی پاکت قرآن شریف کے حقائق و معارف
۳۳۰ انہ اہجہ الجیش انہ احافظ کل من فی	۳۳۰ اریک بروکات من کل طرف	۳۴۰ مہلہ زبان میں لکھنے کی تھی
۳۳۰ الدار انہ احافظ کل من فی	۳۳۰ افطرو اصوم افلا یتدبرون امرک و	۳۵۰ آپ کے مقابل پر علماء مہلہ لکھنے سے ماہر آجاتے ہیں
۳۳۰ الدار الا الذین علوا باستکبار	۳۳۰ لو کان من عند غیر الله لو جودا فیہ اختلافاً	۳۸۵ سیاسیوں کو جھگڑیوں اور نشان نمائی لا چیلنج
۵۸۰ انہ احافظ کل من فی الدار و لنجعلہ آیة	۵۵۰ کثیراً ایام غضب الله غضبت	۹۰'۸۵ جان انگریزوں کو مقابلہ اور نشان نمائی کی دعوت
۵۸۰ للناس و رحمة منا و کان امر اقمضیا۔ عندی	۵۵۰ السعادة الا الذین امنوا و	۲۵۱'۲۳۷'۲۳۳ اللہات حضرت مسیح موعود
۳۱۲ معالجات انہ اناریک القدیر	۵۸۱ عملوا الصالحات الامراض تشاع و	۲ اپنے اللہات کے بارے میں خدا تعالیٰ کی تم
۲۳۳ انہ انالصاعقہ انہ ارہی العلائکہ	۳۲۸ النفوس تضاع الله شدید العقاب انہم	۲۱۵ مہلہ میں کثرت سے اللہات کی وجہ انگریزی آورد اور فارسی میں بھی
۲۱۰ الشداد انہ صادق صادق و	۳۹۷ لا یحسنون اللہم ان اہلکت ہذہ	۵۹۷ النام ہوئے ہیں جانفین کی طرف سے لکھی گئی
۲۲۶'۶۰۱ سیشهد اللہ لی انہ لک هذا	۵۳۵ العصابہ فلن تعبد فی الارض	۵۹۸ پہلے اللہات سورۃ العصر میں دنیا کی تاریخ موجود
۳۰۱ انہ مع الرسول اقوم والوم من یلوم افطر	۲۱۳ الوم من یلوم الیس اللہ بکاف عبداً	۱۲۹ ہے جس پر خدا تعالیٰ نے اپنے اللہ سے مجھ کو اطلاع دی ہے
۳۰۱ انہ مع الافواج اتی۔ انہ نمونہ نیک بتائیں	۶۵۱ ان شانک هو الا بتر ان اللہ لا یغیر ما بقوم	۱۳۳ مولوی نذیر حسین دہلوی کے مطلق النام حات ضال ہائے نام سے
۵۸۳ ب برق طفلی بشیر	۲۷۰ حتی یغیر و اما یا نفسہم ان هذا الا تہدید	۳۲۹ اس کی تاریخ وقات (۱۳۲۰ھ) مطلق ہے
۲۷۱ بشارة تلقھا النبیین بورکت یا احمد	۳۱۰ الحکام انا تجالدا فانا قطع	۳۲۹ عربی اللہات
۳۱۶ ت تخرج الصدور الی القبور	۳۲۱ العدو و اسبابہ انت منی بمنزلة اولادی	۲۶۸ ابراء اتی امر اللہ فلا تستعجلون
۵۷۱'۳۱۳	۳۲۱ انت منی وانا منک ۲۹۸'۳۹۷'۳۶۵	۳۳۳'۳۲۸ اجہز جیش احافظک خاصة ا حسب الناس ان

ث

ثله من الاولين وثلة

٢٤٣ من الاخرين

٢٤٢ ثمانين حولا

ج

جاعل الذين اتبعوك

فوق الذين كفروا الى

٢٥٢ يوم القيامة

جاءنى ائبل و اختار و

ادار اصبعه و اشار

يعصمك الله من العدا

٢٣٢ و يسطوبكل من سطا

جرى الله فى حبل

٢١٤ الانبياء

ر

رب كل شى خادمك رب

فاحفظنى و انصرنى

٥٤٤ و ارحمنى ٥٦٨

س

سلام على امرك صرت

٥٤١ فاتزا

سلام عليك يا ابراهيم

٢٥٠ سلمان منا اهل البيت

٢٥١ سيفقره

٢٤٣

ع

٥٨٠ عندى معالجات ٢٣٣

غ

٣٢٤ غضبت غضبا شديدا ٣٢٤

ف

فحان ان تعان و تعرف

٢٤٥ بين الناس

ق

٢٦ قتل خيبة و زيد ميبية

ل

لا تثرىب عليكم اليوم

يفغر الله لكم و هو

٥٥١ ارحم الراحمين

لا تخاطبنى فى الذين

٢٣١ ظلموا انهم مفرقون

لولا الاكرام لهلك

٢٢٢ المقام

٢٠٩ لولا الامر لهلك النمر

٢٥٨ ليظهره على الدين كله

م

٢٠٩ مات ضال هائما

محمد رسول الله و

الذين معه اشداء على

٢٢١ الكفار و رحماء بينهم

المسجد الاقصى الذى

٢٥١ باركنا حوله

٢٣٣ من دخله كان امنا

٢٩١ منعه مانع من السماء

و

٥٣٩ و اذا مرضت فهو يشفين

و اما نرينك بعض

الذى نعدهم للسلسلة

السماوية و انتوفينك

٢٢٦ اعدت للكافرين

٢٣٣ و الرجز فاهجر

٢٤٠ و السماء و الطارق

٢٣١ و اصنع الفلك

و اصنع الفلك باعيننا و

و حيننا و لا تخاطبنى فى

الذين ظلموا انهم

٢٢٢ مفرقون

و ان يروا ايه يعرضوا و

٦٤٣ يقولوا سحر مستمر

و كان امرا مقضيا-

صدق الله و رسوله و

٢١٤ كان امرا مقضيا

و الله يعصمك من

٢٣٠ العدا

و اما ما ينفع الناس

٢٣٣ فيمكث فى الارض



هو الذى ارسل رسوله

٢٥١ بالهدى ٢٥٨

ى

ياتون من كل فج عميق-

ياتيك من كل فج عميق

١٨٣ ١٥٥ ١٣٣ ٥٥٠ ٢٤١

ياتى على جهنم زمان

١٥١ ليس فيها احد

ياتى عليك زمن كمثل

٥٤٤ ز من موسى ٥٤٠

ياتيك من كل فج عميق

٥٤٤ ياليتنى مت قبل هذا

٢٠٩ يا يحيى خذ الكتاب بقوة

٢٠٣ و الخير كله فى القران

يا مسيح الخلق عدوانا

٥٥٥ يبدى لك الرحمن

١٣٩ شينا ١٣٩

يبدى لك الرحمن

شينا- اتى امر الله فلا

تستعجلوه- بشارة

١٣٦ تلقاها النبيون

يخرون على الاذقان

سجدار بنا اغفر لنا انا

٥٥١ كنا خاطئين

يريدون ليظفوننا

نورك - يريدون ان

٥٨٤ يتخطفوا عرضك

غلام حسن مولوی رجسٹرار پشاور	۲۲۹	دوسرے نہیں رہے گا پر ملی رہے گی	پویدون ان پطفتوا
۲۸۲	۳۷	تجربہ خلاف امید ہے	نورک - پویدون ان
غلام داگھیر	۲۹۱	ہے کرشن رودر گول جہی سماہ۔	یتخطفوا عرضک انی
۲۳۰		جہی اتنی کتابیں لکھی گئی ہے	معک ومع اهلك
غلام رسول میاں جہاں امرتسر		روڈیا و کوشف	یفاث الناس و
۳۱۵		حضرت کا موجود علیہ السلام کے	یعصرون
غلام شاہ ولد قاضی میر حسین		روڈیا	ینادی مناد من السماء
۲۸۷		۵۷°۵۲'۵۲" ۵۳°۳۰'	ینصرک اللہ فی
حضرت اقدس سے ملاقات		۷۸°۱۲'۵۱" ۵۷°۵۱'۵۱۷	مواطن
غلام علی رہتاسی		دیکھا	یموت قبل یومی هذا
۲۰۵		ایک روڈیا میں آنحضرت صلی اللہ	قاری المہلت
غلام فرید خواجہ چاچا جال شریف		علیہ وسلم نے آپ سے فرمایا	بکرام کہ وقت فوزدیک رسید پائے
۳۰۰		سلمان منا اهل البیت	عمیلا بر منہ بقرہ ترجمہ اللہ
آپ کا ذکر فرمے		یعنی مقبول کے قیام کے حلق روڈیا	دلہ ملی لہزد چہ یاد آدم
غلام قلندر مرزا برادر اکبر حضرت کا		قدیان کے گرد نصیل جانے کے	مہجبت شوریہ انور حرم
موجود علیہ السلام		حلق آپ کی ایک روڈیا	دیکھ کر اے عالم پلہ دانی شد
۲۷۵		۳۰۸	ملاق آن پشد کہ امام
حضرت اقدس کا آپ کی نقل پر ایک		آپ کی ایک روڈیا میاں نبی محل	کی گزار دہجبت پونا
فرشتہ دیکھا		نبردوار کے حلق	ارود المہلت
آپ کی وقت سے پہلے جنازہ کا امام		کشف کا ذاتی تجربہ	النور مد النور
غلام قلندر بھیروی مولوی		چہ ہلکے روزوں کے دوران حضور کا	آگ سے ہمیں مت ڈراؤ۔ آگ
۳۳۳		ایک کشف	اہلی غلام بلکہ غلاموں کی غلام ہے
غلام محبوب سجانی		ایک ہار میں لے اور کچے نے ایک ہی	۵۳۸'۵۲۲
۷۰۳		پیار میں گائے کا گوشت کھایا تھا	۳۹۰
غلام محمد		کشف کے رنگ میں ایک روڈیا	اگر یہ جڑی سب کچھ رہا ہے
۳۱۵		۳۶	پادشاہ تجربے کیڑوں سے برکت
غلام مرتضیٰ مرزا والد ماجد		۳۳	دھونڈیں گے
۲۸		۳۹۰	تا خود صحت
حضرت کا موجود علیہ السلام		کا زندقہ نمونہ ہیں	جنازہ
ان کا قول تھا کہ ان کو کوئی کھلی لٹو		میرے امام کے ساتھ ان (حضرت	خدا کا ہدیہ میں نازل ہوا جانے والا وہ
نہیں		الہی جان کو بھی کوئی صدق خواب آ	کے موافق
۲۲۲		پایا کرتا ہے	دشمن کا بھی خوب وار نکلا
		عید کے مبارک موقع پر اللہ تعالیٰ کی	سب پر بھی وہ وار پار نکلا
		طرف سے دیکھ گئیوں اور بیٹھتوں کا	دنیا میں ایک خبر آیا پر دنیا نے اس کو
		خندہ	قبول نہ کیا.....
		ہم حکومت سے مطالبہ کر چکے ہیں کہ	ذکری ہوئی ہے سلطان ہے
		موت کی دیکھ گئی نہ کریں گے	لاہور میں ہمارے پاک صاب ہیں۔
		☆☆☆	دوسرے پڑ گیا ہے پر علی تکلیف ہے

۶۱	قیصر دوم۔ دیکھئے ہرقل	۲۸۱'۶۱۸	مومن کی مثال فرعون کی بیوی سے	غلام مصطفیٰ بابو میہیل کشر و زیر آباد	
	ک-گ	۳۱'۵۵۱	عمر حسین مٹاوی کو بھی فرعون قرار دیا گیا ہے	۳۵۵	قادیان تشریف آوری
	کاہن چند لالہ مختار عدالت پٹالہ		فضل احمد مرزا	۱۵	غوث علی پانی پتی
۳۹۹'۳۹۷	ایک سوال	۲۷۵	حنور کی دعا کے نتیجہ میں سردار حیات خان کی بیماری کے گواہ		شاکت مت کے ایک حتر کا عقیدہ
	کرشن		فضل الہی		ف-ق
۲۷۵	آپ کی کئی ہزار بیویاں تھیں	۲۸۹	ملک کی پیشی لانا		فار قلیطہ
۵۸	آپ کی پرستش		فضل حق شیخ (فوسلم)	۵۸	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا نام بھی ہے
۲۹۱	ایک العام میں سچا موعود علیہ السلام کو کرشن قرار دیا گیا ہے	۵۱۶	آپ کو استقامت کی تعین		فاطمہ - الزہرا عرضی اللہ عنہا
	کرم دین مولوی بھیس والا	۳۳'۳	فضل دین حکیم	۳۶۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا فریاد کہ پیغمبر زادی ہونے پر ناز نہ کرنا
۳۱۸	ایک دھکی کا جواب	۳۱۳	آپ کی بیوی مریم کا ذکر	۳۹۹'۳۷۳'۳۷۰	فتح دین مولوی
۶	کسرئی (شاہ ایران)		فضل شاہ سید		فتح علی شاہ
	کلا راک ڈاکٹر پادری دیکھئے	۶۰	کمرے کی نئی اور تاریکی دور کرنے کا ارشاد	۳۱۳	وفات
	ہنری مارش	۳۲۶	فقیر علی منصف		فتح محمد
۳۶۸	مقدمہ اقدام عمل	۱۰۹	فندرز پادری مصنف میدان الحق	۳۳۸	کمرے کے سنی
۶۰۳	کمال الدین خواجہ		اس امر کا امتزاج کہ جہاں شہادت کی تعلیم نہیں پہنچی وہاں توحید کا ہی مطالبہ ہوگا		فتح مسیح پادری
۲۸۷	بڑے سید اور تھیں ہیں	۷۵	فیضی ساکن بھیس		حنور کی خدمت میں ایک روحانی مقابلہ کی پیشگی کے بعد اس کی تکیہ ثابت
۵۰۸	شرف ملاقات		اجاز المسیح کا جواب لکھنے کا ارادہ کر کے ہی بلاک ہوا	۸۹	فضل نشان شہیری عرف نجر
۵۸۷	احکام	۲۳۲	۲۹۰		حضرت اقدس کی ایک روایت میں آپ کا ذکر
۵۸۳	ایک خواب	۲۹۰	۳۲۶	۶۷۳'۶۱۳'۳۷۷'۳۷۸	فرعون
	ابو سید عرب کو تبلیغ کے لئے سچا موعود علیہ السلام کی کتاب دینا		قائم علی ڈبئی	۵۵۲	اس کی بعض نیکیاں
۳۳	گر سفورڈ۔ پادری		قریش	۲۰۲	مومن کی پرورش
	کتاب "مرزا نظام احمد قادیان کا سچا اور مدعی" کا مصنف	۳۵۹	سچا موعود کے قریشی ہونے کی حقیقت	۲۰۰	ابتدائی عذابیوں میں مخلوط رہا
۶۰	گورنڈ سنگھ گورو	۳۹۲	قطب الدین مولوی	۲۱۰	آجا ناز طو
	سکہ یادنامہ کو ہجو ذکر گورنڈ سنگھ کے بیچے ہل پڑے ہیں			۷۰۶	نئی اسرائیل سے بیچارہ بنا
۲۰۷				۷۰۷'۳۲۸	نئی اسرائیل کا تاقب

۳۷۲	نزل کا لفظ استعمال ہوا ہے	۲۱۷	انجام موسیٰ کی محل	۲۳۵	گو تم بدھ دیکھتے بدھ
۳۱	بیت و رسالت کے دائرہ کی وسعت	۲۵۲	آپ کے لئے ایک کوتر کا رخ کیا جاتا	۷	ل
۲۹۱'۲۳	آپ کل دنیا کے لئے اور بیت کے نبی تھے		مبارک علی ابو یوسف مولوی		
۳۶۱'۳۷	آپ کی نبوت اور رسالت کا دامن قیامت تک دراز ہے	۳۰۶	انہا علی قصیدہ الاستفتاء من ندوة العلماء		لوط علیہ السلام
	مشیل موسیٰ		جس ندوۃ العلماء کے سلسلہ میں آپ کے والد کا ایک واقعہ	۷۲	قوم سے سلوک
	قرآن کریم نے آپ کو مشیل موسیٰ قرار دیا ہے	۳۳۸'۳۳۷	صحت کے بارہ میں اختلاف	۱۵۵'۱۵۱	قوم کی بلاکت و چپی
	مشیل موسیٰ موسیٰ سے اور تمام انبیاء علیہم السلام سے افضل تر ہے	۲۹۰	حضرت اقدس کی ایک روایت میں آپ کا تذکرہ	۲۱۷	ہن کی ہستی پر کہہ آئیں لفظی سے ہجر
۳۶	موسیٰ سلسلہ جس کے آخر میں مشیل مسیح کی ضرورت ہے	۵۲۷	مبارک کہ بیگم نواب۔ دختر حضرت مسیح موعود علیہ السلام	۱۸	قوم لوط پر عذاب کے سوجبات
	بروزی آمد		آمین	۳۱۸'۱۸۲'۹۷	لیکھرام۔ جذبت پشاور کی
	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بیٹھ اول میں بحیثیت پادشاہ اور دوسری بیٹھ میں بحیثیت شامت پادشاہ مقدر تھی	۳۸۵	محمد مصطفیٰ و احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہما علیہما	۳۳۲	اس کے قتل کے حلقہ کشف
۳۹	مدنی آمد کی جھگڑی	۳۳۱'۳۳۵'۱۷۸	جھگڑی کے طور پر آپ کا نام محمد رکھا گیا	۳۲۸	جھگڑی میں دولت تاریخ اور قتل کی طرز مذکور ہیں
۳۱	مدنی رجگ میں آپ کا حضور مقام	۷	ام ہانسی	۳۲۵	اس کا قتل قیامت و دعا کا ایک ثبوت ہے
۳۶۰'۳۳۸'۱۸۲'۳۵'۱۶۵		۳	آپ کا نام غار قلیل بھی ہے	۲۱۰	بلاکت
		۵۱	آپ بھی آدم تھے	۵۴۳	قتل کرانے کے ایام کا جواب
		۱۷۳	آپ کی تربیت میں کسی انسان کا دخل نہیں	۳۸	لیکھرام مفضوب علیہ تھا اور آختم ضال
		۵۵۲	آپ نے کسی کے ہاتھ پر توجہ نہیں کی		لیکھرام چند کپستان و سڑک پر نشاندہ پر ہیں
		۵۲۱	بیت		ڈاکٹر کارار کے مقدمہ اقدم قتل میں تفتیش
			آپ کی بیٹھ ابراہیم علیہ السلام کی رہا کا نتیجہ تھی	۳۲۱'۹۷	
۱۸۰	بے نظیر مقام قرب	۳۶۶	تورات میں آپ کے حلقہ جھگڑی		م
۱۷۰	کامل مقرر لاہوت و نبوت	۳۷۱	تورات میں آپ کے حلقہ جھگڑی میں اخفا		مارٹن کلارک ہنری
	آپ کے مقام قدس کی کیفیت کو سوائے اللہ تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا	۳۷۱	نبی اسرائیل میں سے نہ آنے کی وجہ		دیکھتے ہنری مارٹن کلارک
۱۷۸	اللہ تعالیٰ سے آپ کے تعلقات تمام انبیاء سے بڑے ہوئے تھے	۶۷	آپ کی بیٹھ پر یسوع کے لئے ابتلاء		مار کوئیں لاہور
۱۵۶	آپ کے افضل کو خدا نے اپنے افضل قرار دیا ہے	۶۷	بیت کا مستند خدا تعالیٰ کا جلال اور کم گوشت توحید کو زندہ کرنا تھا		بزرگہ خط دیانت کیا ہے کہ "جس نے مسیح اور نبی آمین کے" کے کیا سنی ہیں
۲۳۲	اللہ تعالیٰ کا ہاتھ اپنے شانہ پر دیکھتا	۶۷	قرآن میں آپ کی بیٹھ کے لئے	۳۴۳	مبارک احمد مرزا ابن حضرت مسیح موعود علیہ السلام
۳۹	آپ بھی آیہ اللہ تھے	۱۰۹		۲۳۶	بشیر اول کی محل آپ سے ملتی تھی
۲۹	زندہ نبی			۳۴۳	
۲۲۹'۲۷	رحمہ للعالمین				
۳۰	مقام خاتم النبیین اور صحت شان				
۶۳'۵۵'۳۱۷'۳۱۳					

۲۶	آپ کا کام اجازت محدود تک پہنچا ہے	۲۲۰	حضرت عائشہ سے لڑنا اے عائشہ ہم کو راحت پہنچا	۲۷۸	آپ کی ذات میں تمام نبیوں کے کلمات جمع تھے
۲۹۹	احیاء اموات	۳۸۸	حضرت عائشہ سے روز کا مقابلہ	۷۳	تمام انبیاء پر آپ کا احسان
۳۳۱	روحانی سلب امراض کے معجزات	۳۸۸	حضرت عائشہ کو جیشیں کا نشانہ دکھانا	۳۶	آپ پر تمام نعمت اور اہل الدین ہوا
۲۷	آپ کے معجزات سے دیگر انبیاء کے معجزات کا موازنہ	۶۱۰۳۸۸	بے تکلف سلوہ اور پر مشقت زندگی	۳۰	عظمت اور علو درجہ
۳۶	آپ کو کثرت سے غیب کی خبریں تھیں	۳۸۱	ہاس کے سلسلہ میں آپ کی سنت	۲۱۰۶۵۰۵۱۲۱	جامعہ جمع کلمات
۸۵	آپ کی عظیم الشان جنگجوئیاں		<u>قوت قدسیہ</u>		آپ سے بلاہ کر کمال کوئی انسان نہیں گذرا
۳۵۸	آپ کی زبان سے ہر صدی کے سرچھوڑ آنے کی خبر		عظیم الشان قوت قدسیہ۔ کمال باطنی	۳۲۲۲۷۷۷	سید المصومین صلی اللہ علیہ وسلم
	<u>آپ کے صحابہ</u>	۳۵۰۳۱۰۶۰۳۳۰۲۱	پور نامہ انفس	۲۰	چاندور کمال شیعہ
	جس قدر پاک گردہ آپ کو ملا کسی اور کو نہیں ملا	۳۱	آپ کی تأخیرات قدسی ابد الابد تک ہیں	۲۱	پہلے تمام انبیاء عمل بھی ہی کریم کی خاص خاص صفات میں
۵۹	آپ کے صحابہ کی وفاداری اور جانثاری	۳۵۱	آپ کی تأخیرات زہلی		<u>خلق عظیم</u>
۳۶	آپ کی برکت سے صحابہ کرام سے رخ چلب		آپ کی قوت قدسی تیرہ برس گزرنے کے باوجود ابھی تک صلب ذنوب کی قوت رکھتی ہے	۳۳۷۲۳۷	اطلاق علیہ
۶۲۲	آپ اور آپ کے صحابہ کی سچ اور ان کے حواہیوں پر فیصلت	۲۸۰	جذبہ اور افسوس کی قوت	۵۹۱۸۸	کمال نمونہ
۲۳۵	<u>اتباع کے ثمرات</u>	۲۰۰۱۰۵	آپ کی بزرگی کا خلاصہ	۶	آپ کو تمام اطلاق کے اعتبار کے مواقع ملے
	آپ کی نبی اتباع آپ کے اطلاق غلط کارنگ اپنے اندر پیدا کرنا ہے	۳۳۲	قوت قدسیہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے موازنہ	۳۳	کم ابن کریم
۳۰	آپ کی اتباع کمال اللہ تعالیٰ کا محبوب بنا دیتی ہے	۸۷	آپ کی جسمانی برکت	۳۰	آپ کی امت و امتداد و عزم کے دائرہ کی وسعت
	آپ کی اتباع سے وہ تمام فیوض و برکات ملتے ہیں جو شمع علیہ گردہ کو پہلے ملتے تھے	۲۰۲	زیارت رسول کو اصل مقصود نہیں بنانا چاہئے	۲۸۳	صدقہ و دعا نمونہ
۳۸	بجز آپ کی اتباع کے کوئی شخص وصول الی اللہ کے دروازہ سے نہیں آسکتا	۲۳۸	<u>دلائل صداقت</u>		حائضین کا آپ کو الامین اور المعامون کرنا
۲۱۵	آپ کی حقیقی وارث جماعت	۶۸۳۳۳۳۰	صداقت کے دلائل	۳۳۷	آپ کا فقر اختیار ہی تھا
۳۸	آپ کی روحانی اولاد		آپ کا وجود باوجود بے ضرورت نہ تھا	۲۵۳	تسلیم و رضا کا اعلیٰ مقام
۳۱۷	آپ کی مر سے نبوت کا سلسلہ چلا ہے		آپ کے وقت ساری دنیا گمراہی میں مبتلا تھی	۱۸۸	اہل کفر کو مسلمان بنانے کا بے نظیر اقدام
۱۸۹	آپ کے فضل قرار دیا	۱۰۹	موجودہ طریقوں بھی دراصل آپ کی ہی ترقیاں ہیں	۳۰۲	حج گنہ کے موافق پر اکلاد
۲۰۲	آپ کے ایک نظام کی عزت افزائی	۳۵۳۲۲۹۳۳	<u>معجزات اور درہنگوئیاں</u>	۲۹۸	مخالف کے مصائب پر صبر
۳۷	نبوت محمدیہ کا نبوت سچ موجود	۳۳	آپ کے خوارق اور معجزات	۲۹۷	گیارہ بیچوں کی وفات پر سبر اور رضامندانہ
		۳۲	شق اقرہ آپ کا عظیم الشان معجزہ تھا	۲۹۸	بندہ نبی اور مال و مسلکی
		۳۲	آپ کو نصابت و بلاغت کا معجزہ دیا گیا	۳۶۳	صفت
		۳۲۸۳۶		۱۳۳	نبی نوع انسان سے کمال بزرگی
				۳۷۵	ایک مصلح کو اس کی وفات کے وقت اپنا کرب دینا
				۳۸۷	صحن معاشرت میں اسود حنہ

صفحہ حسن	آپ کی ایک خصوصیت	خلافت
۳۸۸	۵۳۳	۳۷۹
۳۹۰	۱۷۷	۳۸۱'۳۳۰'۵۸
۳۹۱	۲۲۰	۳۲۵
۳۹۲	۵۰۶'۳۴۳'۷۹	۵۵۳
۳۹۳	۲۲۹	۶۷۲
۳۹۴	۲۷۲	۶۵۲
۳۹۵	۵۹۱	۶۵۲
۳۹۶	۱۸۷	۶۵۲
۳۹۷	۲۴۸	۶۵۲
۳۹۸	۵۹۱	۶۵۲
۳۹۹	۱۸۷	۶۵۲
۴۰۰	۲۴۸	۶۵۲
۴۰۱	۵۹۱	۶۵۲
۴۰۲	۱۸۷	۶۵۲
۴۰۳	۲۴۸	۶۵۲
۴۰۴	۵۹۱	۶۵۲
۴۰۵	۱۸۷	۶۵۲
۴۰۶	۲۴۸	۶۵۲
۴۰۷	۵۹۱	۶۵۲
۴۰۸	۱۸۷	۶۵۲
۴۰۹	۲۴۸	۶۵۲
۴۱۰	۵۹۱	۶۵۲
۴۱۱	۱۸۷	۶۵۲
۴۱۲	۲۴۸	۶۵۲
۴۱۳	۵۹۱	۶۵۲
۴۱۴	۱۸۷	۶۵۲
۴۱۵	۲۴۸	۶۵۲
۴۱۶	۵۹۱	۶۵۲
۴۱۷	۱۸۷	۶۵۲
۴۱۸	۲۴۸	۶۵۲
۴۱۹	۵۹۱	۶۵۲
۴۲۰	۱۸۷	۶۵۲
۴۲۱	۲۴۸	۶۵۲
۴۲۲	۵۹۱	۶۵۲
۴۲۳	۱۸۷	۶۵۲
۴۲۴	۲۴۸	۶۵۲
۴۲۵	۵۹۱	۶۵۲
۴۲۶	۱۸۷	۶۵۲
۴۲۷	۲۴۸	۶۵۲
۴۲۸	۵۹۱	۶۵۲
۴۲۹	۱۸۷	۶۵۲
۴۳۰	۲۴۸	۶۵۲
۴۳۱	۵۹۱	۶۵۲
۴۳۲	۱۸۷	۶۵۲
۴۳۳	۲۴۸	۶۵۲
۴۳۴	۵۹۱	۶۵۲
۴۳۵	۱۸۷	۶۵۲
۴۳۶	۲۴۸	۶۵۲
۴۳۷	۵۹۱	۶۵۲
۴۳۸	۱۸۷	۶۵۲
۴۳۹	۲۴۸	۶۵۲
۴۴۰	۵۹۱	۶۵۲
۴۴۱	۱۸۷	۶۵۲
۴۴۲	۲۴۸	۶۵۲
۴۴۳	۵۹۱	۶۵۲
۴۴۴	۱۸۷	۶۵۲
۴۴۵	۲۴۸	۶۵۲
۴۴۶	۵۹۱	۶۵۲
۴۴۷	۱۸۷	۶۵۲
۴۴۸	۲۴۸	۶۵۲
۴۴۹	۵۹۱	۶۵۲
۴۵۰	۱۸۷	۶۵۲
۴۵۱	۲۴۸	۶۵۲
۴۵۲	۵۹۱	۶۵۲
۴۵۳	۱۸۷	۶۵۲
۴۵۴	۲۴۸	۶۵۲
۴۵۵	۵۹۱	۶۵۲
۴۵۶	۱۸۷	۶۵۲
۴۵۷	۲۴۸	۶۵۲
۴۵۸	۵۹۱	۶۵۲
۴۵۹	۱۸۷	۶۵۲
۴۶۰	۲۴۸	۶۵۲
۴۶۱	۵۹۱	۶۵۲
۴۶۲	۱۸۷	۶۵۲
۴۶۳	۲۴۸	۶۵۲
۴۶۴	۵۹۱	۶۵۲
۴۶۵	۱۸۷	۶۵۲
۴۶۶	۲۴۸	۶۵۲
۴۶۷	۵۹۱	۶۵۲
۴۶۸	۱۸۷	۶۵۲
۴۶۹	۲۴۸	۶۵۲
۴۷۰	۵۹۱	۶۵۲
۴۷۱	۱۸۷	۶۵۲
۴۷۲	۲۴۸	۶۵۲
۴۷۳	۵۹۱	۶۵۲
۴۷۴	۱۸۷	۶۵۲
۴۷۵	۲۴۸	۶۵۲
۴۷۶	۵۹۱	۶۵۲
۴۷۷	۱۸۷	۶۵۲
۴۷۸	۲۴۸	۶۵۲
۴۷۹	۵۹۱	۶۵۲
۴۸۰	۱۸۷	۶۵۲
۴۸۱	۲۴۸	۶۵۲
۴۸۲	۵۹۱	۶۵۲
۴۸۳	۱۸۷	۶۵۲
۴۸۴	۲۴۸	۶۵۲
۴۸۵	۵۹۱	۶۵۲
۴۸۶	۱۸۷	۶۵۲
۴۸۷	۲۴۸	۶۵۲
۴۸۸	۵۹۱	۶۵۲
۴۸۹	۱۸۷	۶۵۲
۴۹۰	۲۴۸	۶۵۲
۴۹۱	۵۹۱	۶۵۲
۴۹۲	۱۸۷	۶۵۲
۴۹۳	۲۴۸	۶۵۲
۴۹۴	۵۹۱	۶۵۲
۴۹۵	۱۸۷	۶۵۲
۴۹۶	۲۴۸	۶۵۲
۴۹۷	۵۹۱	۶۵۲
۴۹۸	۱۸۷	۶۵۲
۴۹۹	۲۴۸	۶۵۲
۵۰۰	۵۹۱	۶۵۲

تقرقات

۳۷۹	۵۶۹	۳۵۸
۳۸۱	۲۰۵	۵۹۸
۳۸۱	۲۸۹	۶
۳۹۰	۲۹۰	۲۲۳
۳۹۸	۳۹۸	۸۸
۴۰۰	۲۹۰	۲۱۸
۴۰۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۰۳	۲۹۰	۵۶۶
۴۰۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۰۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۰۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۰۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۰۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۰۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۱۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۱۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۱۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۱۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۱۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۱۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۱۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۱۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۱۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۱۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۲۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۲۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۲۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۲۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۲۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۲۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۲۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۲۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۲۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۲۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۳۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۳۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۳۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۳۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۳۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۳۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۳۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۳۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۳۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۳۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۴۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۴۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۴۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۴۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۴۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۴۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۴۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۴۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۴۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۴۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۵۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۵۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۵۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۵۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۵۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۵۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۵۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۵۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۵۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۵۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۶۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۶۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۶۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۶۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۶۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۶۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۶۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۶۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۶۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۶۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۷۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۷۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۷۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۷۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۷۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۷۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۷۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۷۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۷۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۷۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۸۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۸۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۸۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۸۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۸۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۸۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۸۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۸۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۸۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۸۹	۲۹۰	۲۷۳
۴۹۰	۳۹۸	۲۷۳
۴۹۱	۲۹۰	۲۷۳
۴۹۲	۳۹۸	۲۷۳
۴۹۳	۲۹۰	۲۷۳
۴۹۴	۳۹۸	۲۷۳
۴۹۵	۲۹۰	۲۷۳
۴۹۶	۳۹۸	۲۷۳
۴۹۷	۲۹۰	۲۷۳
۴۹۸	۳۹۸	۲۷۳
۴۹۹	۲۹۰	۲۷۳
۵۰۰	۳۹۸	۲۷۳

محمد اسماعیل امام بخاری

محمد اسماعیل میر

حضرت مصلح موعود کی ہدایت میں شمولیت

۳۳۵ سوالات کاوریات کرنا
 محی الدین ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ
 ۳۳۷'۳۳۶'۳۳۲
 ۳۳۰ مسئلہ وحدت الوجود
 جب سکا نازل ہو گا تو ایک شخص کے
 کان هذا الرجل غیر
 دینغا
 ۵۱ سچا جب آئے گا تو اسے مغزی اور
 ۵۳ جاہل مہر لیا جائے گا
 ۵۵۱ فرعون کے جنم میں تے جانے کا عقیدہ
 مریم علیہا السلام
 ۷۱۰'۳۶۷'۳۳۳'۳۰۲'۷۳
 ۶۶۱ مریم بنت عمران
 ۳۳۳ نکاح کی مجبوری
 آپ کے نکاح سے جنم نہیں توڑی
 ۷۱۵ تمکین
 ۲۹۰ یوسف کے ساتھ نکاح اور اولاد
 انجیل کی رو سے آپ کی ذات نقل
 ۳۳ اعراض نصرتی ہے
 ۲۰۴ یود کی طرف سے آپ پر الزامات
 ۳۰۲ یود کے الزامات سے آپ کی برکت
 مقام مریمیت
 ۲۹۰ احصنت فرجہا کی حقیقت
 ۶۶۸'۳۲۲ سو امن کا مقام مریمیت
 ۳۹۱ ابن مریم کی حقیقت
 مریم البیہ حکیم فضل دین
 ۳۱۳ ایک روایا میں آپ کا ذکر
 ۳۹۰ مسلم بن عقیل
 مصباح اللدین سعدی
 ۷۱۲'۳۹۰'۳۳۷'۳۲۲'۳۳۳

محمد علی سیالکوٹی
 اپنی بھالی لہجیس حضرت اقدس کی
 خدمت میں ۱۱۰۰ ۳۸۸'۳۰۱'۳۰۳'۳۰۹
 دیات میں تبلیغ کیلئے بھجوا جانا
 ۵۱۷'۵۰۷
 محمد علی ایم اے۔ مولوی ۳۳۶'۲۳۵'۳۳۳
 ۳۰۰'۵۱۰'۳۳۳'۳۳۵'۳۳۲'۳۲۱
 ہماری نکتہ میں لکھی جانے والی کتب
 کی تصنیف کے وقت دل کی حالت
 ۶۹۰ مرکزی اخبارات شائع کرنے سے پہلے
 مطالبین آپ کو دکھائے جائیں
 ۳۷۹ حضرت اقدس کا آپ کے کمرہ میں
 تشریف لاکر ٹھکانا فرمایا
 ۵۷۰ آبرور سے ایک مضمون ۱۱۰۰
 ۳۳۸ اخبار فری حکمر سے نوٹ پڑھ کر ۱۱۰۰
 ۳۳۹ فشی مظفر علی کا کلام ۱۱۰۰
 ۳۱۸ لاہور کے بار کو تیس نامی جیلانی کے کلام
 ۳۰۳ کا تذکرہ
 محمد کریم مونگھیر
 بیت
 ۵۰۲ محمد یوسف فشی اپیل نویں مردان
 ۳۴۲'۳۳۶
 ۳۸۸ حضور سے ایک اشتہار
 محمد یوسف حافظ
 ۳۱۳ قطع الموتین کی بحث
 ۳۰۰ اس کے اشتہار کا ذکر
 ۵۱۰ نیش زنی
 محمد یوسف میاں
 موضع د میں آپ کا بیٹک
 ۵۳۰ محمود احمد مرزا کیجئے بشیر الدین محمود احمد
 محمود شاہ سید سارنچوری
 تھان تشریف آوری اور بعض

پوجود لاکھوں لوگوں کے اجرت قبول
 کرنے کے وہ ابھی تک جنم نہ تیروی
 ۳۳۹ تعداد تاتے ہیں
 ۹۷ زلت
 محمد رفیق بی۔ اے۔ مونگھیر
 ۵۰۲ بیت
 محمد شریف حکیم امرتسری
 ۲۷۰ محمد صادق مفتی
 ۳۳۳'۳۱۳'۲۲۷
 ۳۳۲'۳۳۳'۳۳۳'۳۳۳'۳۳۳'۳۳۳
 ۵۸۱'۵۷۶'۵۷۵'۵۱۳'۳۱۲
 جان انگریز پڑھو ڈی کا اخبار پڑھ کر
 حضرت اقدس کو ۱۱۰۰ ۳۵۱'۳۳۴'۲۳۶'۲۳۳
 ۳۶۸ ولیم بیور کی کتاب ۱۱۰۰
 واقعت صلیب کے حلق ایک کتب
 ۲۹۳ ۱۱۰۰
 مسز وہب کا کلام حضرت اقدس کی
 خدمت میں ۱۱۰۰ ۲۸۷
 طاعون کے حلق کب سبتہ کے
 والے ۱۱۰۰ ۳۱۷
 پیرس کی عمر کے متعلق حقیقت
 ۳۳۳ آپ نے ۱۱۰۰ ۱۷۱۷ صدیوں کا قرآن
 دکھایا ہے
 ۱۳۰ پکٹ کو کلام
 ۵۳ حضرت مصعب موعود کی ہدایت میں
 شویت
 ۲۹۵ محمد صدیق
 ۶۸۳ قائد مولوی شام اللہ امرتسری
 محمد علی خان نواب آف مالیر کو کلام
 ۵۶۹'۵۳۳'۳۱۸'۳۱۵'۳۱۲'۲۳۰
 آپ کی ایک خوبی
 مالیر کو کلام میں طاعون کے حلق حالات
 ۳۰۳ دریافت فرمایا
 ۳۸۵ آئین کی تقریب پر سوال کا جواب

مظفر علی فشی

۳۱۸	ایک مقدمہ کا انجام معلوم کرنے کا مطالبہ	۳۱۸	ملک انبی علیہ السلام
۳۷۷	آپ کی کتاب میں ایلیا کے دوبارہ آنے کی پیشگوئی	۳۷۷	موسیٰ علیہ السلام
۳۷۷	ملاو اول لالہ	۳۷۷	آپ کی حضرت الیس اللہ والی انجوشی بخوانی مئی
۳۷۷	آپ کی حضرت الیس اللہ والی انجوشی بخوانی مئی	۳۷۷	دیوانہ کی موت کی پیشگوئی کے گواہ
۳۷۷	موسیٰ علیہ السلام	۳۷۷	۱۰۶'۸۵'۷۵
۳۷۷	فرعون کا آپ کی پرورش کرنا	۳۷۷	۳۰۶'۳۲۱'۳۳۵'۲۰۵'۲۰۰'۱۷۸'۱۶۸
۳۷۷	آپ کے مخالف تمام مصائب کا باعث	۳۷۷	۶۸۲'۵۹۷'۵۳۰'۵۱۰'۳۳۰'۳۲۸'۳۰۸
۳۷۷	آپ کی شامت اعمال کو سمجھتے تھے	۳۷۷	فرعون کا آپ کی پرورش کرنا
۳۷۷	فرعون سے ہمارا کرتاب آتا	۳۷۷	آپ کے مخالف تمام مصائب کا باعث
۳۷۷	صرف نبی اسرائیل کے لئے نبوت ہوئے	۳۷۷	آپ کی شامت اعمال کو سمجھتے تھے
۳۷۷	نبی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے	۳۷۷	فرعون سے ہمارا کرتاب آتا
۳۷۷	ہلیغ اشدہ سے مراد	۳۷۷	صرف نبی اسرائیل کے لئے نبوت ہوئے
۳۷۷	آپ کی دعا سے بظاہر نجات رہے	۳۷۷	نبی اسرائیل کو فرعون کی غلامی سے نجات دلانے کے لئے آئے
۳۷۷	آپ کے پاس کل نبیوں کی تصویریں تھیں	۳۷۷	ہلیغ اشدہ سے مراد
۳۷۷	ایک باپ کی بیٹی کی وجہ سے اللہ نے آپ کو اس کے بیٹوں کی وجہ پر اور دست کرنے کے لئے مزبور بنایا	۳۷۷	آپ کی دعا سے بظاہر نجات رہے
۳۷۷	آپ کے زمانے کے ایک بہروپنے کے بچنے کی وجہ	۳۷۷	آپ کے پاس کل نبیوں کی تصویریں تھیں
۳۷۷	ہجرات	۳۷۷	ایک باپ کی بیٹی کی وجہ سے اللہ نے آپ کو اس کے بیٹوں کی وجہ پر اور دست کرنے کے لئے مزبور بنایا
۳۷۷	آپ کے ہجرات وقت کے مناسب حال تھے	۳۷۷	آپ کے زمانے کے ایک بہروپنے کے بچنے کی وجہ
۳۷۷	آپ کے ہجرات کا آج کوئی نشان نہیں	۳۷۷	ہجرات
۳۷۷	آپ کی جگہوں کا یہاں تک کہ آپ کے پاس	۳۷۷	آپ کے ہجرات وقت کے مناسب حال تھے
۳۷۷	۵۱۳'۲۷	۳۷۷	آپ کے ہجرات کا آج کوئی نشان نہیں
۳۷۷	۳۷۷	۳۷۷	آپ کی جگہوں کا یہاں تک کہ آپ کے پاس
۳۷۷	۳۷۷	۳۷۷	۵۱۳'۲۷

میر حسین قاضی

آپ کے والد کی حضرت اقدس سے ملاقات

۳۸۷

میورولیم - سر

مسلمانوں سے متعلقہ کرنے کے بارہ میں ہدایات پر مشتمل کتاب

۳۸۸

ن

ناصر شاہ سید (جمونی)

۳۷۷

قادیان تشریف آوری

۳۷۷

ناصر نواب میر

۵۸۳'۳۸۵'۳۸۲'۳۵۹'۳۴۳'۲۹۳

حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روایا میں دیکھا کہ آپ قادیان کے گرد

۳۰۸

فصل بنا رہے ہیں

۳۷۷

امیر قادیان حضرت مصلح موعود

۵۷۲

ایک اختلاف

۵۱۰

سزا مرگ کے احوال کا بیان

نانک پلو

تکہ ان کی اصل باتوں کو چھوڑ کر گورو گوبند سنگھ کی باتوں کو پکڑ بیٹھے ہیں

۲۰۷

نبی بخش میاں عرف عبدالعزیز

نبرداریالہ

حضرت کی خدمت میں کہنا کہ وہ

۳۰۲

یہاں تک کہ سب سے مباحثہ کرنا چاہتا ہے

دعوت کوٹ میں مولوی عبد اللہ شمیمی

۳۱۶

سے مباحثہ

۳۳۹

توبہ بند

نبی بخش میاں نبرداریالہ چک نمبر ۱۰۸

(پنڈوری)

۳۷۷'۳۸۵

دعا کی درخواست

۳۱۷	لطیف کتب	حضرت سکا نے اپنی آرزو کا زند فوج	نچو لین
۳۲۱	مہاشہ کا ایک کتب	کے زند کی طرح قرار دیا ہے	اس کے حلقہ کھانے کے وہ مسکن
۳۳۷	دعویوں کو ایک جواب	جیسے ان کے نزدیک آپ لا کھڑے ہوا	۳۰
۵۳۳	مخمس کا وہب	ایک ہزار سال کی عمر میں کیا دیکھا	عجم الدین میاں
۵۳۳	ایک ذریعہ کا مٹول	بچے کا وہب	آپ کے بیٹے کے ہر مولوی غلام
۳۵۱	قریش اور سادات کا تکبر	آپ کے خالقین کا انہام	۳۳۳
۳۲۸	روڈ کی میں مسلمانوں کے شہد ہونے کا ذکر	نور احمد شیخ پانڈے راجیٹ آباد	نذیر حسین دہلوی مولوی
۲۳۹	رشتہ کے حلقہ اختلاف	بیٹے	۵۵۱
۵۳۰	تیز خطاب کے عمدہ نتائج	نور الدین خلیفہ المسیح الاول	اس کو بلان کہا گیا ہے
	نور محمد ڈاکٹر	۳۲۹'۳۲۳'۳۲۱'۳۰۵'۳۲۱'۲۵۳'۲۳۱	۳۳
	حضرت صلح موعود کی ہدایت میں شمولیت	۵۳۳'۵۳۳'۵۳۳'۳۴	۳۰۱
۲۹۰	نور محمد از ٹانڈہ	بعض دفعہ نوادر آپ کو ہی حضرت صاحب لکھتے تھے	۳۲۰
۷۳۳	نسلی	۳۸۸	صرف قوم اور برادری کو مد نظر رکھ کر اس نے اللہ کیا
۳۰۵	قدیان کی ایک خاکروب ناقص	۵۵	۳۲۰'۳۱۸
	نیوشن پادری	۵۵	نصرت جہاں بیگم حرم حضرت سح
۷۰	فیروز پور میں حسین	۵۲۷	موعود علیہ السلام
	و-۵-۱	۳۲۹	۳۳۳
۸۹	وائٹ بریٹھیٹ پادری	۳۱۷	۳۳۳'۳۱۸
	ویب مسٹر	۳۱۷	میرے الہام کے ساتھ ان کو بھی کوئی صدق خواب آیا یا کرنا ہے
	حضرت سح موعود علیہ السلام کی طرف سے آپ کے نام خط	۳۱۷	آپ کی ایک روڈ
۲۸۷	ولی اللہ شاہ مجدد الف ثانی	۳۱۷	نظام الدین مرزا
	سح موعود کے بیان کردہ اسرار لوگوں کی سمجھ میں نہیں آئیں گے اس کتابت (۲)	۳۱۷	دینی معاملات میں ان سے تعاون اور حسن سلوک
۵	بارون علیہ السلام	۳۱۷	نعت علی غشی
۱۰۶	آپ کی موجودگی میں قوم کا گڑنا	۳۱۷	کمانے کی دعوت
۲۷۲	ہدایت علی حافظ	۳۱۷	نواب خان جاگیر وار مالیر کوٹلا
۳۷۹	آپ کی فرات	۳۱۷	ایک اختلاف
		۳۱۷	نوح علیہ السلام
		۳۱۷	وطن سے آپ کا پناہ حیرت انگیز امر ہے
		۳۱۷	وطن نوح کل زمین کی آبادی پر نہیں آیا تھا
		۳۱۷	۶۷۳

۲۹۰	یوسف (نجار)	۳۵۷	کاکل کراہا جاتی ہے	ہرقل قیصر روم	یسائی قائلین مودہ تھا اور سچ کو ابن اللہ نہیں مانتا تھا
۲۳۳	اسرائیلی بزرگوں نے اسے مجبور کیا کہ ۱۱ مہینے سے نکاح کرے	۳۵	یہود کے ہاتھوں صلیب پر چڑھا	۲۳۰	قیصر روم کے پاس جب صحابہ گئے تھے تو انہوں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ و
۷۵	۱۱ مہینے سے پہلے اس کی بیوی موجود تھی	۷۰۸	لے گئے	۱۷۲	اسلم کی تصویب اس کے پاس دیکھی تھی ایک لمبی جلد کا انفقار
۷۶	یوز آسف	۷۵۰	یوشع کی لڑائیوں میں شہداء اور سخت گیری	۲۳۱	ہری سنگھ
۵۵۰	سج علیہ السلام کا ایک مشورہ نام	۷۵۰	یعقوب علیہ السلام	۲۹	ہلا کو خان
۳۷۷	یونس بن متی علیہ السلام	۱۵۲	اللہ نے آپ کی نبوت کی تکمیل یوسف کے نام میں رکھی تھی	۲۵۳	ہندوؤں کی جاتی
۷۶	آپ کی بیگم کی غیر مشروط تھی سچ کی آپ سے مثل	۳۷۷	آپ چالیس برس تک یوسف کے لئے دعا کرتے رہے	ہنری مارشنگلارک (پادری)	
۳۳۳	یسودا اسکریوٹی	۳۷۷	گلستانِ سدی میں آپ کے متعلق ایک حکایت	۳۳۳	سچ موعود علیہ السلام کے خلاف مقدمہ اترام قتل
۱۸۰	سچ سے بے وفائی تیس روپے کے عوض اپنے پاک استاد کو بکھڑا لیا	۲۵۷	یعقوب علی عرفانی شیخ ایضاً القلم	۳۳۳	یا جون و مانوج
۳۳	ان کی بددعا	۲۳۳	صیانیوں کے رسالات پڑھ کر سنا ایک اشتہار کی طہارت کے لئے ہریس کی پیشکش	۳۳۳	من کل حدیب ینسلون کے بعد خدا سے جگ کریں گے
۳۳۳	یوحنا (The Baptist)	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	ان کے حملوں سے میں اپنی قوم کو مغفوت کر رہا ہوں
۳۳۳	یوحنا (حواری)	۲۰۸	الیاس کی آمد ثانی کے صدق قرار دیا	۳۳۳	سچی علیہ السلام نیز دیکھئے یوحنا
۳۳۳	انجیل یوحنا	۲۰۸	الیاس کی آمد ثانی کے صدق قرار دیا	۳۳۳	آنحضرت صلی اللہ علیہ و سلم نے حضرت یحییٰ کو آپ کے ساتھ دیکھا
۳۳۳	یوسف علیہ السلام	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	شراب نہیں پیتے تھے
۳۳۳	آپ کی روایا	۲۰۸	آپ نے نیل سے باہر قدم نہیں نکالا جب تک اپنا ہاضمت ہونا ثابت نہ کر لیا	۳۳۳	حضرت یحییٰ سے زمانہ میں اشتراک سچ نے آپ کے ہاتھ پر لکھا ہوں سے
۳۳۳	آپ کے لئے حضرت یعقوب نے چالیس سال دعائیں کیں	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	توبہ کی
۳۳۳	آپ نے نیل سے باہر قدم نہیں نکالا جب تک اپنا ہاضمت ہونا ثابت نہ کر لیا	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	سچ نے آپ کو الیاس قرار دیا
۳۳۳	آپ کے لئے حضرت یعقوب نے چالیس سال دعائیں کیں	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	الیجا ہونے سے اللہ
۳۳۳	آپ نے نیل سے باہر قدم نہیں نکالا جب تک اپنا ہاضمت ہونا ثابت نہ کر لیا	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	یزید
۳۳۳	آپ کے لئے حضرت یعقوب نے چالیس سال دعائیں کیں	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	میلوں کا توڑنا
۳۳۳	آپ کے لئے حضرت یعقوب نے چالیس سال دعائیں کیں	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	یسوع نیز دیکھئے یحییٰ
۳۳۳	آپ کے لئے حضرت یعقوب نے چالیس سال دعائیں کیں	۲۰۸	آپ کی آمد کو ہی الیجا کی آمد قرار دیا	۳۳۳	راستبازی میں کلام موجود ہے صحابیت دنیا کو یسوع کی فدائی

مقامات

۳۳۹	انگلستان	پادری ڈاکٹر کاراک کا مقدمہ اقدام قتل	۳۶۸	۱	
۳۳۰	اسلام پر جر سے پہلے کا الزام	امر ترمی بیسیوں کا پندرہ دن کا جلسہ	۳۳۱	۶۵	اجیر
۶۷۶	ایسٹ آریلا	سید سرور شاہ کی سزا امر ترمی کے حلقہ منظر	۳۸۵		احمد
۳۰	ایران	میر ناصر نواب کا امر ترمی کے حالات بیان کرنا	۵۰۱	۱	صحابہ کی بے مثل قربانیاں
۳۳۰	آنحضرت کے زمانہ میں ایرانی لوگ شریک تھے	عکیم محمد شریف کے ذریعہ الیسی اللہ بکف عہدہ کی انگوٹھی	۵۰۸		ارض مقدس
	ب	امر ترمی سے خواتین کی ایک امر ترمی دوست کی بھلیی علم میں کے ایک بڑے ہندو تاجر کا قدم پوسی کے لئے حاضر ہونا	۵۷۳		بنی اسرائیل کا چالیس سال کے لئے عہد ہونا
	بخارا	امر ترمی کے لئے حاضر ہونا	۳۳۹	۷۵	مسلمان اس کے وارث رہیں گے۔
	حضرت اقدس کے مضمون کی اشاعت	حضرت اقدس نے ۱۹ ہزار اشتہار یورپ اور امریکہ رجسٹری کر کے بھجوائے	۳۳۲	۳۵۱	یونٹھا فرمایا ہے پھلکھا نہیں فرمایا
۵۷۲		پادری گرسورڈ کی کتاب "سیرۃ نظام احمد گلڈیان کا سچ اور صدی" کی تصحیح اشاعت	۳۳۲		افغانستان
۳۳۳'۳۳۳'۲۷۲'۲۵	مثالہ	انجیل کے برخلاف طلاق کے حلقہ قانون بنانے پر	۳۳۲	۷۷	یورپی فرقوں کا ہمیں آباد ہونا
۵۳۹	یہ سر زمین بہت گندی ہے	مردوں کے بارہ میں تحقیق	۳۳۲		امر ترمی
۳۳۳	وجودیت اور دیریت کا لقب	ڈوئی کا دعویٰ نبوت	۳۳۲	۵۲۳	شریندی میں مکہ سے مشافرت
۳۹۱	حضرت اقدس کا سفر نیلا	ڈاکٹر ڈوئی کو مقابلہ کی دعوت	۳۳۲	۳۳۲	اہل ندوہ کا ہمیں آنا
۳۹۳	سفر نیلا کی حکمت	انجیل کے برخلاف طلاق کے حلقہ قانون بنانے پر	۳۳۲	۳۳۲	ندوۃ العلماء کا سالانہ جلسہ ۱۹۰۲ء
۳۰۲	نبی بخش کا نیلا سے خاکہ دو بیسیوں سے مباح کرنا چاہتا ہے	انجیل کے برخلاف طلاق کے حلقہ قانون بنانے پر	۳۳۲	۵۱۵	امر ترمی کے وہابیوں کی ظاہر پرستی
۲۸	ایک روایا میں ذکر	مردوں کے بارہ میں تحقیق	۳۳۲	۵۷۰	ایک امر ترمی شخص کا گندی گاہیاں دینا اور حضرت اقدس کی طرف سے نرم روی اختیار کرنے کی تلقین
۳۰۳	شاہ عبدالعزیز کے ایک شاگرد کا فتویٰ	ڈوئی کا دعویٰ نبوت	۳۳۲	۳۱۵	غربی امریوں کے ساتھ مخالفین کی بدسلوکی
۳۶۳'۲۳۳	پدر	ڈاکٹر ڈوئی کو مقابلہ کی دعوت	۳۳۲	۶۵۱	تین سالہ جنگ کوئی کے پرانہ ہونے کا اشتہار
۸۵	صحابہ کی بے مثل قربانیاں	انجیل کے برخلاف طلاق کے حلقہ قانون بنانے پر	۳۳۲	۶۷	پادریوں نے پہلے میں مقدمہ دائر کیا تھا
۳۸۹	جنگ بدر کا ایک واقعہ	انجیل کے برخلاف طلاق کے حلقہ قانون بنانے پر	۳۳۲		
	بوجود حج کے دھرم کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دعائیں مصروف رہتا بدر کے روز رومی بھی غالب ہوئے	انجیل کے برخلاف طلاق کے حلقہ قانون بنانے پر	۳۳۲		

<p>جیلان</p> <p>۲۷۶</p>	<p>مولوی کاوا دلا</p> <p>۶۷۶</p>	<p>بدو مصلیٰ (سیالکوٹ)</p> <p>۶۷۶</p>
<p>۲۳۳ ذہاب کانفرنس کا انعقاد</p> <p>جالندھر</p>	<p>پشاور</p> <p>۵۰۸</p> <p>سب رجسٹرار مولوی غلام حسن کی</p>	<p>برما</p> <p>۶۸۲</p>
<p>۳۳۳ وجودت اور دہریت کا لقب</p> <p>ایک شعبہ باز کا قیام کر کے</p> <p>داخل سلسلہ ہونا</p>	<p>۲۸۳ پشاور سے قادیان تشریف آوری</p> <p>۵۱۶ فتح فضل حق نو مسلم کی آمد</p> <p>۳۱۷-۳۱۶ ایک نو مسلم پشاور کی کاؤکر</p>	<p>برما سے آنے والے مسلمانوں کی</p> <p>۵۷۴ ملاقات</p> <p>۵۸۳ ایک امیر آدمی کی پیشکش</p>
<p>۵۱۹</p> <p>۳۳۲</p>	<p>پنجاب</p>	<p>بغداد</p>
<p>جزائر عرب السند</p>	<p>۳۲۹ باروں میں پرانی آبادیوں کے آثار</p> <p>پنجابی کی ایک شش "جرنگے سو ر</p> <p>۶۳۰ رہے جسے "سنگن جا"</p>	<p>۳۵۳ مسلمانوں کی چابی کا سبب</p> <p>بسمبلی</p>
<p>۲۱۷ ایک پہاڑ کی وجہ سے سینٹ جیری اور</p> <p>بارٹیک میں ہلاکت</p> <p>جموں</p>	<p>۳۸۷ ایک چھوٹا سا مشہور محل</p> <p>۶۷۷ پہلیوں سے انگریزوں کی حسن ظنی</p> <p>پنجاب کے دیہات کے لئے پنجابی</p>	<p>۵۲۰-۳۲۳</p> <p>۳۳۲</p> <p>طاہرین ہندوں سے شروع ہوئی</p> <p>بلوچ پور</p>
<p>۴۳</p> <p>۲۲۵</p>	<p>۳۸۹</p> <p>۵۰۶</p>	<p>چوہدری عبداللہ خان نبردار بلوچ</p> <p>۲۳۲ پر کا ایک اختصار</p> <p>بھوپال</p>
<p>۱۶۶</p> <p>۲۰۸</p>	<p>۳۵۳</p>	<p>ملا جیر کا حضرت مسیح موعود علیہ السلام</p> <p>۱۳۱ کو دہاں کرنا</p>
<p>جہلم</p>	<p>۳۳۳-۳۰۶-۳۳۸</p>	<p>بیت المقدس</p>
<p>۲۸۳</p> <p>۶۰۱</p>	<p>۵۷۳</p> <p>۳۰۳</p>	<p>۳۲</p> <p>بیروت</p>
<p>۶۵۲</p> <p>۶۸۶</p>	<p>۵۷۳</p> <p>۳۰۳</p>	<p>۳۲</p> <p>بریکانیر (راہچہ تاند)</p>
<p>۷۱۷</p> <p>چاچڑاں شریف</p>	<p>پنڈوری</p>	<p>۲۵۶</p> <p>قند کی شدت</p>
<p>۳۰۰</p> <p>چک نمبر ۱۰۸</p>	<p>۳۶۵</p> <p>۷۸۶</p>	<p>۲۳۲</p> <p>۳۰۵</p>
<p>۳۶۹</p> <p>چکڑا</p>	<p>۷۸۶</p> <p>۷۰۳</p>	<p>۲۳۲</p> <p>۳۰۵</p>
<p>۲۳۸</p> <p>چٹین</p>	<p>۷۰۳</p> <p>۶۷۷</p>	<p>۲۳۲</p> <p>۳۰۵</p>
<p>۲۳۸</p> <p>چٹین</p>	<p>۷۰۳</p> <p>۶۷۷</p>	<p>۲۳۲</p> <p>۳۰۵</p>
<p>۲۳۸</p> <p>چٹین</p>	<p>۷۰۳</p> <p>۶۷۷</p>	<p>۲۳۲</p> <p>۳۰۵</p>
<p>۵۶۱</p> <p>کاراواہ</p>	<p>ج-ج-ج-ج</p>	<p>پ-ٹ</p> <p>پاک پٹن</p> <p>پٹیا لہ</p> <p>خسوف و کسوف کے نشان پر ایک</p>

۳۳۵	سہارنپور مولوی سید محمود شاہ کا قادیان تشریف لانا	۲۹۵	حضرت صلح موجود کی ہرات کی قادیان سے روڑکی روانگی	۴۷	حدیبیہ
۳۳۱	عبدالعزیز سہارنپوری کا خط	۳۱۲	ہرات کی واپسی	۴۷۷	اجتہاد اور عملی صورت حال
۴۴۳'۴۵۱'۲۲۵	سیالکوٹ	۳۱۹	بعض مسلمانوں کا آریہ مذہب قبول کرنا	۵۲۸	حیدر آباد دکن سید رضوی کا گیدڑہ بھونا
۳۳۳	وجودت اور زہرت کا طلبہ		روم		خانپار (سرینگر کشمیر)
۴۶	طامون کی خزانگاہ یافار	۳۳۰'۳۱	مغلوب ہونے کے بعد اہل انبیا پر چلب آنے کی جنگ کوئی	۷۶	حضرت یحییٰ علیہ السلام کی قبر
	سید والا	۲۴۲	سلطان روم کی خوشامد		و-و-و-ز
۳۳۷	مولوی جمال الدین		روہتاس		دمشق
	سیکھواں (تحصیل ٹھٹھالہ)		مولوی غلام علی رھتاسی کی بیماری کی اطلاع	۳۶	مندرہ دمشق
	مولوی جمال الدین سیکھواںی کا حضرت اقدس کے سامنے تصدیق اسحاق کے نام سے ایک پنجابی نظم پر مبنی	۳۰۵	س-ش	۳۷۱	اسحاق کا منارہ پر نزول دمشق سے دمشق کی طرف یحییٰ کے اترنے کی حقیقت
۳۳۷	سینٹ پیٹری (جزائر غرب الہند)		سانچھ (راجپوتانہ)	۵۷۱	دھرم کوٹ
۲۱۷	زلزلہ سے ہلاکت	۹۳	سمانوں کی آمد	۳۱۶	مولوی عبداللہ کشمیری کا مہاشہ
۴۰	شام		چلبین		دہلی
۳۵۱	الاورض سے مراد شام کی زمین حضرت ابو بکر نے شام سے واپسی پر راستہ میں ہی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دعویٰ کی خبر سنی اور ایمان لے آئے	۱۳۱	ذہبی نقل و عادت	۶۳۱'۷۸'۷۷'۵۲۳'۳۶۳'۲۲۷	دہلی
۶۳۳'۵۵	ایک بار طامون سے یہاں کے جانور تک ہلاک ہو گئے تھے	۶۵۲	سرحد (صوبہ)	۷۸	دہلی والوں کا رویہ
۳۴۲	شاہ پور (پاکستان)	۱۲۹	یہاں کے لوگوں کے نظریہ جماد کا ذکر سرحدی مفردوں کو غازی کتب خانہ اور جنات ہے	۳۳۹	نزول المسیح کی تیاری کی ضرورت
	شاہ جہان پور (بھارت)		سرینگر کشمیر	۶۷۸'۶۰۳	دہلی دربار
۳۴۶	یہاں سے آئے والے ایک شخص کا سوال	۲۱۹'۷۳۵'۷۸'۷۶	قبر اسحاق	۶۱۰	دربار دہلی کے موقع پر بیوریل کی اشاعت
۳۳۳	شکاگو (امریکہ)		سرقند		راولپنڈی
	ط		حضرت اقدس کے مشنوں کی اشاعت	۹۳	جلد پر سمانوں کی آمد
	طائف		سنگمرد	۴۵۲	روحیہ
۳۱۰	ریگن میں ہشت کانٹوں	۳۲۰	مخ سلیماں سے مولوی اسماعیل شہید کی دستخط		رنگون
			سویل (ضلع گورداسپور)	۵۷۸	ابوسعید عرب تاجریج رنگون کی قبول احمدیت
			یہاں کے خیالوں کے جواب میں مولوی جمال الدین سیکھواںی کی ایک پنجابی نظم	۷۳	حضور کا جذب ابوسعید عرب کو رنگون سے قادیان لانا
					روڑکی

<p>خدا نے میرے وجود کے باعث اس کاؤں کو اپنی پناہ میں لے لیا ہے طاعون سے محفوظ رہنے کے لئے مسج موجود طیبہ السلام کی دعائیں اگر اس سلسلہ کا اکرام نہ ہو تا تو یہ سارا لگاؤں ہلاک ہو جاتا قدویان میں طاعون کا نیکہ امام سہروردیوں میں جان محمد چوڑھویں میں اموات</p>	<p>زکوں سے ظالمین فریادے کے بارہ میں بیسیائوں اور یہودیوں میں تحریک فیروز پور پادری نون قدویان (دارالامان) ۲۰۸'۲۰۵'۸۹ ۲۳۷'۲۳۷'۲۳۷'۲۳۷'۲۳۷'۲۳۷'۲۳۷'۲۳۷' ۲۸۷'۶۷۴'۳۳۷'۵۳۸'۲۸۷</p>	<p>آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے صحاب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا صدقہ و عطا طور (کوہ) مسج موجود کاچی جماعت کو کوہ طور پر لے جانے کا مطلب طوس (ایران) ایک بزرگ کا واقعہ</p>
<p>قصور نقی عباد الحق قصوری طالب علم لاہور کا اسلام کی صداقت کے متعلق اختلاف</p>	<p>خواب میں ذکر قدویان کے گرد فضیل کی قبیر کے متعلق حضرت مسج موجود طیبہ السلام کی ایک روایت یہاں آنے والا ہر خندہ نور نذر ایک نشان ہے ایک نیکو جماعت کا موجود رہنا سہر مبارک کے لئے نمایاں داخلہ کان امن جماعت کے اخبارات کی لاہوریت در رسد تعلیم الاسلام ۱۹۰۲ء میں مشرق کی طرف جھل جلسہ سالانہ ۱۹۰۱ء پر دو روزہ سے مساہوں کی آمد قدویان میں سہر ناظر ایک جن جو صیقلی نوجوان کو کھسا جاتا کہ اگر وہ اسلام کی صداقت مشاہدہ کرنا چاہتے ہیں تو وہ ماہ کے لئے قدویان آئیں ایک زندہ میں مولوی محمد حسین کا قدویان آکر رہنے کا ارادہ مولوی شاہ اللہ کی داہنی میں نیک کشمیر ذریعہ آبادی کا قدویان تشریف آوری حضرت مسج موجود طیبہ السلام مسز ذکریں کو انوار نے کئے قدویان سے چار میل تک گئے طاعون سے محفوظ رکھے جانے کا دعوت اور نشان</p>	<p>ع عراق تاریخ از عراق آمدہ شود..... عرب رب میں اذا العشار عطلت کی سنگینی کا تصور علی گڑھ یہاں کے تعلیم یافتہ لوگوں کا انگریزی تہن کو اختیار کرنا یہاں کے ایک طالب علم کا سوال</p>
<p>ک-ک کگل (افغانستان) لوگ ایک طرح سے امیر اور متیہ ہیں حضرت مولوی عبدالرحمن کی شہادت جلسہ پر کگل سے مسماہوں کی آمد کچھ پور تھلہ بعض مسماہوں کی آمد چند اجنب کا آکر بیعت کرنا کگل (بنگلہ) یہاں کے سید اختر الدین احمد کی بیعت اور احمد حسین اور ان کی اہلیہ کی طرف سے نقدی اور زیورات کا نذرانہ</p>	<p>۵۵۰ ۲۷۲ ۳۲۳ ۵۸۷ ۵۶۵ ۲۳۸ ۹۳ ۲۷۷ ۶۹ ۶۳۲'۲۳۸ ۶۸۸ ۳۵۵ ۲۵ ۲۹۹'۲۹۹'۱۷۵</p>	<p>فارس (نیز دیکھئے ایران) اہل فارس کے رویوں پر قاب آنے کا ذکر اہل فارس کو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے قریش میں سے ٹھہرایا ہے فرانس ایک بد مذہبی مسیحیت اسلام پر جبر سے پہلے کا الزام ذہنی تعمیرات کے متعلق متعلقین کی آراء فلسطین</p>
<p>کراچی طاعون کریلا اس وقت اسلام شہیدان کریلا کی طرح دشمنوں کے زخموں میں گمراہ ہے کشمیر</p>	<p>۳۳۳ ۲۳۸ ۲۲۷ ۲۷۷ ۲۵ ۲۹۹'۲۹۹'۱۷۵</p>	<p>۲۹۸ ۲۸۳ ۵۹۰'۳۱۵ ۳۷۳'۳۷۳ ۲۸۹ ۵۱۳'۲۶۳ ۶۷۰ ۳۶۶ ۳۱ ۳۵۹ ۳۲۹ ۱۳۰ ۵۱۳</p>

۲۳۷ نام حضرت مولوی عبد الکریم کاظم
 لندن (انگلستان) ۲۳۰'۲۵۳'۲۳۰'۱۶۰
 ۷۸'۲ گماہوں کی کثرت
 بچے سبکی آواز (جھونے سبک بکت
 کے بعد لندن پہنچے کی
 اول ولد الاسلام شیخ رحمت اللہ کا بیٹا
 ۵۳۷ عبد اللہ

م-ن

۲۱۷ ماریٹیک (جزائر فریب الہند)
 چانی
 مالیر کوٹلا
 جاگیردار مالیر کوٹلا خاندان صاحب نواب
 ۲۲۳ خان کا ایک احتضار
 ۲۰۳ طاعون کا حامل
 ۵۳۵'۳۸۲ مد (ضلع امرتسر)
 ۳۷۹'۲۷۵ مہاشدہ کی روئے نادر
 مہاشدہ میں ایک اعراض اور اس کا
 ۳۸۸ جواب
 ۳۸۱ مہاشدہ میں اہاری فتح ہوئی
 ۵۳۰ میں محمد یوسف کا بیٹا

۶۷۲'۵۱۳ مدد راس
 ۵۶۷ حضرت اقدس کے ایک نجیب عاشق
 ۵۱۱ ایک عقیدت مند ہندو کی آمد
 یہاں سے آنے والے لالہ بڑھاپا کا
 ۵۱۸ سوال
 مدینہ طیبہ (منورہ)

۷۱۱'۳۸۸'۲۹۲'۲۲۷'۶۵
 ۳۹۳ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے
 مدینہ آنے کی حکمت
 آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی
 ۳۱۱ تشریف آوری پر بچیوں کا گیت گانا
 آنحضرت کی تشریف آوری پر ایک

ڈپٹی کمشنر گورداسپور مسز ڈگلس کی
 عدالت میں رحمت کاٹنٹن
 ۲۶۸'۹۷
 ۳۸۸ طاعون کے ٹیکوں کی بندش

ل

لاہور ۶۱۳'۳۳۰'۲۲۶'۶۹
 والد کے انتقال کے وقت آپ لاہور
 گئے ہوئے تھے
 ۲۷۰ لاہور میں ہمارے پاک مہم ہیں
 ۲۳۹ (المام)
 ۵۰۳ دانہ ج پیش کے دو فقیروں کی تصدیق
 ۲۳۷ بھینس والی سبھ
 جنم جانے کے لئے لاہور میں تمام
 ۷۱۷ (۱۶ جنوری ۱۹۰۳ء)
 ۳۹ مولوی عبد العظیم سے مہاشدہ
 ۵۰۲ ایک شخص کی خواب
 ۱۳۳ ہشپ آف لاہور کی قرآن دانی
 ۹۳ جلسہ پر مسلمانوں کی آمد
 ۵۷۳ آنے والے مسلمانوں کی ملاقات
 بعض رؤساء کی نیک لگائی پر
 ۲۷۳ رضامندی
 لاہور کے ایک ہندو رئیس کا حضور کی
 ۶۰۲ خدمت میں حاضر ہونا

لدھیانہ
 ۶۳۵ مسلمانوں کی آمد
 ۹۳ اول المکذبین مولوی عبدالعزیز
 کی چابی
 ۲۳۰ مولوی محمد حسین سے مہاشدہ
 ۲۷ ایک بیسائی کا لاجواب ہونا
 ۳۰۳ طاعون کی خوفناک پلٹار
 ۱۱۶

لکھنؤ
 ۳۶۰ جس الاخبار لکھنؤ کا باری محمد الہ دین
 کی خبروں پر تبصرہ
 لکھنؤ کے
 مولوی عبدالرحمن لکھنؤ کے والد کے

۷۷ بنی اسرائیل کا یہاں آباد ہونا
 سبکی تشریح میں آمد اور پھر ۳۰ سال
 کی عمر میں دولت پاک سرنگر میں دفن
 ہونا ۳۶۸'۲۴۳'۱۹۰'۱۳۵'۷۶
 ۵۰۳ دو ہزار سال پرانے عید کی برآمدگی
 تشریح سے پرانی انجیل برآمد ہونے
 کے متعلق حضرت اقدس کی رؤیا
 ۵۲۷ قبر سبکی کے سلسلہ میں کچھ اور امور
 ظاہر ہوں گے
 ۵۲۸'۵۲۷ عبد الصمد صاحب کی آمد اور تشریحوں
 کے لئے تقریبات کو خاص ہدایت
 ۳۸۲ شامہ بخش چشمے
 ۱۲۷

کلکتہ
 ۵۷۸ کلکتہ کے ہشپ کی لندن میں تقریر
 ۳۷۰ ۶۱۰'۳۵۷'۳۷۵

کھٹان
 کوٹ کپورہ
 یہاں سے ایک ہندو فقیر کی تھاپاں آمد
 ۳۱۵
 ۵۰۸ کوہاٹ
 ۲۵۳ گجرات
 گنگا (دریا)
 ۱۱۰

ہندوؤں کے دلوں میں عظمت اور
 پیار ۵۲۵'۳۳۸
 گوجرانوالہ
 ۶۷۵
 ۹۳ مسلمانوں کی آمد
 حضرت اقدس کے ارشاد پر میاں احمد
 دین صاحب اہل نوبیس کی تشریف
 آوری
 ۳۰۲ طاعون کے ٹیکوں کی بندش
 ۳۸۹

گوجرانوالہ
 ۳۵۲ فتنی شادین کی بلور شیشی ماسٹر
 تقریر
 گورداسپور ۵۷۷'۵۷۵'۳۶۳'۳۶۱

۲۳۵	ہندوستان	فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا طعام	۲۳	یہودی کا آپ کو چہرے سے شامٹ کرنا
۸۵	شٹاغلخ جٹھے	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح اور اہو سفیان کی فراست میں کی	۷۱	اہل مکہ کی مدینہ پر چڑھائی
۱۰۹	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی پشت کے وقت گمراہی میں پڑا ہوا تھا	۵۵۱	۵۵۳	مردان
۵۳۱	یہاں کے مسلمان بادشاہوں نے صلی کی ترویج نہ کر کے مصیبت کا ارتکاب کیا	۶۷۳	۲۵۳	نیشن بائسٹنٹی شد دین کا مبرو استقامت
۵۰۶	دو اہم واقعات سید امیر شہید کا امیر قادیانی کا	ملکوال	۳۵۷'۳۷۵'۶۰	مصر
۲۳۷	ایڈورڈ پنٹم کی تانبہ شی ہو سیار پور	بند کے باوجود طاہون سے انص اموات	۳۷۲	عزیز مصر کی روڈ
	نماز میں تعذیب اور کان ٹرول نہ رکھے جانے کی بدعت	مو گھیر (بہار)	۷۰۶	بنی اسرائیل کی بیچار
۵۳۹'۳۰۳	طاہون کے مظاہر	رد اجاب کی بیعت	۷۰۷	بنی اسرائیل کا مصر سے نکلتا
۳۳۳	دخوت و دہریت کا ظہر	میرٹھ	۳۵۲	بی بیات کا تھ
	یروشلیم	ضمیر شخند ہند میں حضور کی مخالفت	۳۱۹	کھسا ہے کہ برہمن مصر سے آئے تھے
۳۵۱	اس کے معنی دار اللہ ان ہیں	بلخ عبد الرشید آجر میرٹھ کا حضور کی خدمت میں شخند ہند میرٹھ کے خلاف عدالتی چارہ جوئی کی تجویز	۶۱۷	حضور کی کتب کی اشاعت
	یلمامہ	تاگپور	۵۳۶'۵۳۸	اشہار اللہ الواء کا کشتی نوح پر اعتراض
۳۷۷	ہجرت یلمامہ کا خیال درست نہ نکلا	یہاں کے لوگوں کی مریں کم ہوتی ہیں	۶۱۱	اللہ الواء کے اعتراض کا فصیح و بلیغ جواب
۷۳۹'۵۱۳'۳۱۳'۲۱۰	یورپ	منگل (نزد قادیان)	۳۳۸'۲۴۲'۲۱۸'۲۰۶	مکہ مکرمہ
۷۷'۸۵	شٹاغلخ جٹھے	نیل (دریا)	۶۷۳'۵۸۱'۵۵۷'۵۰۸'۳۹۵'۳۳۷	مکہ میں دو مرتبے ابو جہل اور عمر بن الخطاب
	یورچین مورٹھن کا صحابہ کرام کی بے مثل و تقواری اور اطاعت کا اعتراف	یہاں کے لوگوں کو دریاے نیل میں سے راست مل گیا	۵۵۳	وہی کانزول اور اس کے اثرات
۱۰۱	مصر پریم کے ماہرین	۷۰۷	۷۱۳	حضرت ابو بکر کا شام سے مکہ آنا
۵۸۷	لاذہب کلاسیں کے	۷-۵-۱	۳۳۳	مکہ معظمہ کی گلیوں میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بے سرو سامانی
۷۸'۳	اباحتی زندگی	وزیر آباد	۳۳۰	آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کے صحابہ کا تہجد میل تک
	خود گشی کار بھان ان کے مذہب کی موت اور حقیقی راحت کے نہ ہونے کی دلیل ہے	۴۳	۵۳۳'۸۸	ایڑا نہیں برداشت کرنا
۳۵۳'۳۹	کفار کے عقیدہ نے یہاں کے لوگوں کو گناہ سے نہیں بچایا	۳۵۵	۷۱	اہل مکہ کی طرف سے صحابہ پر مظالم
۲	اسلام پر جبر سے بچنے کا الزام	۳۷۱	۳۳۳	اہل مکہ کے نیچے
۳۰	انقلابی اور روحانی حالت	۳۷۱	۷۲	اہل مکہ کو خدا تعالیٰ کی طرف سے سزا
۱۱	سلطنتوں کا اقبال اور محض اسباب پر	۳۷۱	۲۹۹	مکہ کی فتح آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی تکلیف کا نتیجہ تھی
		۲۵۳	۳۰۳	فتح مکہ کے موقع پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا کسار
				یہاں کے حلقہ عبد النان سلسلہ کے سخت دشمن ہیں
				ہائڈ پارک (لندن)
				بدکاریوں کی کثرت

۳۲۱	مجموعہ
۱۸۳	فلسفہ اور جدید علوم کا اسلام پر اثر یورپ کا فلسفہ اور اس کی حدود طاقتیں ہمارے لئے زہر نہیں ہو سکتیں
۲۱۸	
۳۸۲	سرید کا یورپ کی طرف میلان مدنی نام کے مدنی یورپ کی اقوام سے شکست کھانچے ہیں
۵۹۹	مسلمانوں کو جب سالانہ جنگ کی ضرورت ہوتی ہے تو وہ یورپ کی سلطنتوں سے منگواتے ہیں
۵۹۹	حضرت اقدس نے یورپ اور امریکہ ۱۶ ہزار اشتہار جہشی بھجوائے
۳۵۲	قبر مسیح کے متعلق اشتہار کی یورپ میں اشاعت کا ارادہ
۲۸	
	یونان
۲۷۳	دنیوی علوم کا چمکا
۲۲۲	شکست یونانیوں

کتابیات

کتاب جو اس جلد میں مذکور ہیں

۵۰۸	کثرت سے اشاعت کی تاکید	جامع صحیح بخاری	۲۷۲، ۲۳۰، ۲۸۱	آئینہ کمالات اسلام
۳۰۷	بار بار پڑھنے کی تلقین	اس میں برکت اور نور ہے	۲۲۸	ابو سعید عرب کا اس کو پڑھ کر اجماعت کی طرف متوجہ ہونا
۳۹۹	روز ایک بار پڑھ لیا کر	حدیث امام حکم منکم	۳۹۹	۵۷۸
	ہر اموی کو اس کی تعلیم پر عمل کرتے رہنا چاہئے	جامع صحیح مسلم		۳۹۹
۵۰۶	ہدای سستی نوح بکٹ کی سستی نوح پر	حدیث امام حکم منکم	۳۹۹	۵۵۱
۵۱۳	کتاب آنے کی	اس زمانہ میں آخر دعا کے ساتھ مقابلہ ہو گا	۵۹۹	۵۲۰
۵۳۶	سرخین کی رو سیای	صحیح الکرامہ نواب صدیق حسن خان		۳۹۹
۳۸۹	اخبارات کے تیسرے	سبح اور صدی کے خلاف لڑے دئے جائیں گے	۵۱	۵۰۵
۳۵۷	گلستان سہمی	نواب صدیق حسن خان کا آیات پوری ہونے کا اعتراض	۱۵۸	۵۵۶
	گیستا	در مشور	۲۷۷	۵۵۶
	"ہے کرشن رودر گوال ہمیری مہا ہو۔ ہمیری اچھی بیٹا میں گھسی گئی ہے"	سبیل الرشاد		۵۳۳
۲۹۱	(المام)	علی حازی کے جواب میں سید عبداللہ عرب کا مہی رسالہ	۳۸۵	۵۲۳
۵۸	لسان العرب	ستیا رتھ پر کاش پنڈت دیا نند	۳۶۷	۵۲۳
	مقی	سر اشاہد تین	۳۹۰	۶۸۵
۳۲۵	حق کی انجیل	شاتن دھرم	۳۵	۶۸۷
۶۰۵، ۳۰۳، ۹۹۱، ۳	مشقوی مولانا دروم	سفر السعادت	۳۲۹	۶۸۷
۳۲۲	مشقوی مولانا دروم کی ایک حکایت	ظالمود	۳۳	۹۷
	مقاتل حریری	کشتی نوح		۳۲۸
	صرف خلیفہ روفی کے لئے ہے جوڑ	"ہدای تعلیم" کی برتری	۳۲۰	۳۲۸
۵۰۵	ہاتھ جوڑی گئی ہیں			۳۲۸
	مواہب الرحمن			۳۲۸
۶۸۰	اشاعت اور پروف ریڈنگ			۳۲۸
۶۸۰	دونوں میں داخل ہوگی			۳۲۸

شخصہ ہند میرٹھ

۵۰۸ حضور کی خلافت

۴۷۲ توہین آمیز رسالہ کے خلاف مدافعتی

۳۶ ہارہ جوتی کی تخریب

۵۵۶ اجازت احمدی کا جواب گیلے کی تیار

۵۱۶ مولوی محمد حسین کی خلافت

۳۳۷ ایڈیٹر کی ایک خواب اور اس کی تعبیر

مس الاخبار لکھنؤ

۳۶۰ علامہ الدین کی طنزناک تحریروں کا

تہنہ
فری تھنکر

۳۱۸

☆☆☆

زول المسج

۶۷۲ زول المسج

۳۳۱ اشاعت

۶۸۳ ایک سہ ماہی سائنس کا ذکر

ویڈیو

۲۶۳ ویڈیو دعائیں بے اثر ہیں

اخبارات و رسائل

OBSERVER

۲۲۸ ڈوئی سے متعلق مضمون

اخبار عام لاہور

۵۸۷ مقدمات کا ذکر

اشاعت السنہ ثلثہ ایڈیٹر

۵۱۵'۳۷۸'۲۲۷ مولوی محمد حسین بنالوی

۲۲۸ صاحب الہام براہ راست حدیث کی

صحیح کر لیتے ہیں

۶۸۰ پروف کی فلمیں کا امتزاج

اللواء - مصر

۵۳۶'۵۳۸ شہسی نوح پر اعتراضات

حضرت اقدس کی طرف سے جواب

۶۶۱'۵۷۲

اسی فینی بیسلی اخبار

۵۶۵'۵۵۳'۳۳۶'۳۳۵

۵۶۵ ذنب کے سنی پر بیٹ

۵۳۶'۱۳۳ پانچویں نمبر الہ آباد

۳۳۸ ڈوئی سے متعلق ایک مضمون

۵۳۶ سول ایڈیٹری گزٹ لاہور

حضرت اقدس کی طرف سے اخبار

۳۹۰ کے رویہ کی تعریف